وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے خاصہ للبنین

سال دوم کے پاسٹ پیپرز

اہل سنت بورڈز پاکستان کا واٹس ایپ چینل جوائن کرنے کے لیے کلک کریں۔

اہل سنت بورڈز پاکستان

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس تالیف کو اپنے جملہ محسنین کی طرف خصوصاً محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے طفیل بندہ کو ایمان کی دولت اور علم کی روشنی حاصل ہوئی۔ نیز اپنے والدین مرحومین اور اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ خصوصاً حضرت اقدس مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نوراللہ مرقدہ، خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیضِ عالم اور بے پایاں شفقت کے نتیجہ میں بندہ اس قابل ہوا کہ شائقین علومِ نبویہ کی خدمت میں یہ حقیر سا ہدیہ پیش کر سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے محسنِ انسانیت **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ اور جملہ محسنین کو بہتر سے بہتر جزاء عطاء فرمائے۔ اور اس تالیف کو قبول فرما کر ان تمام حضرات کی ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

العبد محمد یٰسین شاکر

اجمالی فہرست

پرچہ	نام کتاب	صفحہ نمبر
پہلا پرچہ	تفسیر وحدیث (سورۂ یونس تا قصص، ریاض الصالحین)	۰۴
دوسرا پرچہ	گزشتہ سالوں میں کنز الدقائق کے نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پرچے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔	-
تیسرا پرچہ	اصول فقہ (نورالانوار)	۹۵
چوتھا پرچہ	نحو (شرح جامی)	۱۸۷
پانچواں پرچہ	ادب عربی (مقامات حریری، معلم الانشاء)	۲۵۹
چھٹا پرچہ	منطق وبلاغہ (قطبی، دروس البلاغہ، البلاغۃ الواضحۃ)	۳۲۷

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس تالیف کو اپنے جملہ محسنین کی طرف خصوصاً محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے طفیل بندہ کو ایمان کی دولت اور علم کی روشنی حاصل ہوئی۔ نیز اپنے والدین مرحومین اور اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ خصوصاً حضرت اقدس مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نوراللہ مرقدہ، خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیضِ عالم اور بے پایاں شفقت کے نتیجہ میں بندہ اس قابل ہوا کہ شائقین علومِ نبویہ کی خدمت میں یہ حقیر سا ہدیہ پیش کر سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے محسنِ انسانیت **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ اور جملہ محسنین کو بہتر سے بہتر جزاء عطاء فرمائے۔ اور اس تالیف کو قبول فرما کر ان تمام حضرات کی ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

العبد محمد یٰسین شاکر

اجمالی فہرست

پرچہ	نام کتاب	صفحہ نمبر
پہلا پرچہ	تفسیر وحدیث (سورۂ یونس تا قصص، ریاض الصالحین)	۰۴
دوسرا پرچہ	گزشتہ سالوں میں کنزالدقائق کے نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پرچے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔	-
تیسرا پرچہ	اصول فقہ (نورالانوار)	۹۵
چوتھا پرچہ	نحو (شرح جامی)	۱۸۷
پانچواں پرچہ	ادب عربی (مقامات حریری، معلم الانشاء)	۲۵۹
چھٹا پرچہ	منطق وبلاغہ (قطبی، دروس البلاغہ، البلاغۃ الواضحۃ)	۳۲۷

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الاولیٰ : فی التفسیر والحدیث﴾

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر (یونس تا عنکبوت)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاوّل ..... وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٥﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧﴾ (پ١١۔ یونس:٢٥تا٢٧)

آیات کا ترجمہ کریں۔ **واللّٰہ یدعو الٰی دارالسلٰم** کی تفسیر کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ **کانّمَا اغشیت وجوھھم قطعًا من اللیل مظلما** کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور مطلوب ہیں (١) آیات کا ترجمہ (٢) **واللّٰہ یدعو الی دار السلام** کی تفسیر (٣) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی (٤) **کانّمَا اغشیت وجوھھم قطعًا من اللیل مظلما** کی ترکیب۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے سلامتی والے گھر کی طرف اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے جن لوگوں نے نیک اعمال کئے ان کیلئے آخرت میں اچھا ثواب ہے اور مزید انعام بھی اور انکے چہروں پر نہ غم کی کدورت چھائے گی اور نہ ذلت، یہی لوگ اہل جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جن لوگوں نے برے اعمال کئے ان کو برائی کی سزا برائی کے برابر ملے گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی اور ان کو اللہ کے عذاب بچانے والا کوئی نہ ہوگا گویا کہ انکے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے، یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

② **واللّٰہ یدعو الی دارالسلام** کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ انسان کو دارالسلام کی طرف دعوت دیتا ہے یعنی ایسے گھر کی طرف جس میں ہر طرح کی سلامتی ہی سلامتی ہے، نہ اس میں کوئی تکلیف اور رنج وغم ہے، اور نہ بیماری وفنا ہے اور نہ حالت بدلنے کی فکر ہے اس سے مراد جنت ہے اور اسکو دارالسلام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہر شخص کو ہر طرح کا امن وسکون اور سلامتی حاصل ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں بسنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے سلام پہنچتا رہے گا بلکہ لفظ سلام ہی اہلِ جنت کی اصطلاح ہوگی، جس کے ذریعہ وہ اپنی خواہشات کا اظہار کریں گے اور فرشتے ان کو مہیا کریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دارالسلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے۔ (معارف القرآن)

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "یَدْعُوْ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے، بمعنی بلانا ودعوت دینا۔

"یَھْدِیْ" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی راستہ دکھانا یا منزل تک پہنچانا۔

"اَحْسَنُوْا" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی بھلائی کرنا، نیک کام کرنا۔

"یَرْھَقُ" یہ باب سمع سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے، بمعنی چھا جانا، ڈھانپ لینا۔

"کَسَبُوْا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی کمانا، کام کرنا۔

"اُغْشِیَتْ" یہ باب افعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی ڈھانکنا۔

④ کانّمَا اغشیت وجوھھم قطعًا من اللیل مظلمًا کی ترکیب:۔ کانّ حرف مشبہ بالفعل مَا کافہ اغشیت فعل مجہول

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

وجوههم مضاف ومضاف الیہ ملکر نائب فاعل قطعًا موصوف من اللیل جار مجرور ملکر کائنة کے متعلق ہوکر صفتِ اوّل مظلمًا صفتِ ثانی، موصوف اپنی دونوں صفات سے ملکر مفعول بہ، فعل مجہول اپنے نائب فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ (اعراب القرآن)

الشق الثانی ..... وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (پ۱۲۔ھود:۹ تا ۱۲)

آیات کا ترجمہ کریں۔ ابتدائی دو آیتوں میں انسان کی کمزوریوں کی نشاندہی کی وضاحت کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② انسانی کمزوریوں کی نشاندہی ③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھائیں پھر وہ اس سے چھین لیں تو وہ ناامید وناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی نعمت کا مزہ چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی تھی تو کہتا ہے کہ مجھ سے برائیاں دور ہوگئیں بے شک وہ اترانے والا اور شیخیاں مارنے والا ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اعمال صالحہ کئے انہی لوگوں کے لیے مغفرت کا بڑا ذخیرہ ہے۔ پس شاید کہ آپ بعض ان احکام کو جو آپ کی طرف وحی کئے جاتے ہیں چھوڑنے والے ہیں اور آپ کا دل ان کے اس قول سے تنگ ہوتا ہے کہ (اگر یہ نبی ہے تو) کیوں نہیں اس پر کوئی خزانہ نازل کیا گیا اور اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگران وذمہ دار ہے۔

② انسانی کمزوریوں کی نشاندہی:۔ ان آیات میں فطری طور پر انسان کے غیر مستقل مزاج، جلدی پسند ہونے اور موجودہ حالت میں کھپ کر ماضی ومستقبل کو بھلا دینے کا ذکر ہے حاصل یہ ہے کہ اگر ہم انسان کو کوئی نعمت چکھاتے ہیں اور پھر اس کو واپس لیتے ہیں تو وہ بڑا ناامید وناشکرا بن جاتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد کسی نعمت کا مزہ چکھائیں تو اترانے اور شیخی مارنے لگتا ہے، اور کہتا ہے کہ میرے سب دکھ درد رخصت ہوگئے ہیں مطلب یہ ہے کہ انسان عاجل پسند اور موجودہ حالت کو سب کچھ سمجھنے کا عادی ہے اور اگلے پچھلے حالات واقعات میں غور وفکر اور ان کو یاد رکھنے کا بالکل عادی نہیں ہے اسلئے نعمت کے بعد تکلیف پہنچے تو ناامید وناشکرا بن جاتا ہے اور اگر تکلیف کے بعد نعمت وراحت ملے تو فوراً بجائے شکر کرنے کے اترانے لگ جاتا ہے اور اس بات سے غافل ہو جاتا ہے کہ سابقہ حالت دوبارہ بھی آسکتی ہے۔

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "اَذَقْنَا" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چکھانا۔

"نَزَعْنٰهَا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چھیننا، واپس لینا۔

"مَسَّتْهُ" یہ باب نصر وضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چھونا، پہنچنا۔

"ذَهَبَ" یہ باب فتح سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جانا۔

"يُوْحٰى" یہ باب افعال سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی وحی کرنا وپیغام بھیجنا۔

"اُنْزِلَ" یہ باب افعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی نازل کرنا، اتارنا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ..... وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾ (پ۱۳۔ابراہیم:۳۵تا۳۷)

آیات کا ترجمہ کریں۔**فمن تبعنی.....فانك غفور رحیم** کی تفسیر کریں۔مخطوطہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب! اس شہر کو امن کا گہوارہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھنا، اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے پس جس نے بھی میری پیروی کی ہے وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی ہے پس تو بخشنے والا مہربان ہے اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو باشندہ بنادیا ایسی وادی میں جہاں زراعت وکھیتی نہیں ہے تیرے معظم ومحترم گھر کے پاس اے ہمارے رب! تاکہ وہ قائم کریں نماز کو پس تو کچھ لوگوں کے دل بنادے کہ وہ ان کی طرف تیزی سے بڑھیں (انکے دل ان کی طرف جھک جائیں) اور انکو پھلوں سے رزق عطاء فرما امید ہے کہ وہ تیرا شکر ادا کریں گے۔

② مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ جملہ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اے میرے پروردگار جو شخص بھی میری اتباع وپیروی کرے گا وہ میرا ہے یعنی دنیا وآخرت میں اس کا تعلق مجھ سے نہیں ٹوٹے گا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجائے گا مطلب یہ ہے کہ اس پر فضل وکرم کی امید ظاہر ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے اگر صرف عملی نافرمانی کرے تو آپ کے فضل سے اس کی بھی مغفرت وبخشش کی امید ہے اور اگر نافرمانی سے کفر وانکار مراد ہو تو کافر ومشرک کی مغفرت نہ ہونے اور ان کی شفاعت نہ کرنے کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہو چکا تھا اس لئے ان کی مغفرت کی امید کا اظہار کرنا درست نہیں ہوسکتا اسلئے بحر محیط میں فرمایا کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی سفارش یا دعا کے الفاظ اختیار نہیں کئے کہ اے پروردگار ان کی مغفرت کردے بلکہ پیغمبرانہ شفقت کے دامن میں کافر بھی رہتے ہیں اور ہر پیغمبر کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی بھی کافر عذاب میں مبتلا نہ ہو تو اس طبعی خواہش کا اظہار ان الفاظ سے کیا کہ اے پروردگار آپ بڑے غفور ورحیم ہیں یعنی انکے ساتھ بھی مغفرت کا معاملہ ہوجائے تو آپ کی غفور ورحیم ذات اس کے زیادہ لائق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اے پروردگار ان کی بھی مغفرت وبخشش فرمادے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے کافروں کے بارے میں فرمایا تھا **وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم**۔

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "تَبِعَنِیْ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اتباع وپیروی کرنا۔

"عَصَانِیْ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نافرمانی کرنا۔

"اَسْكَنْتُ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی آباد کرنا وبسانا، ٹھہرانا۔

"لِيُقِيْمُوْا" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی قائم کرنا، پورا کرنا۔

"تَهْوِیْ" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مائل ہونا، تیزی سے بڑھنا وگرنا۔

"وَارْزُقْهُمْ" یہ باب نصر سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے بمعنی رزق دینا۔

الشق الثانی ..... وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿٥٩﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿٦٠﴾ (پ۱۵۔بنی اسرائیل:۵۹،۶۰)

آیات کا ترجمہ کریں۔"**وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الا فتنة للناس**" کی تفسیر کریں۔مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی تفسیر (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور نہیں منع کیا ہمیں معجزات کے بھیجنے سے مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے بھی معجزات کو

جھٹلایا تھا اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو واضح نشانی تھی پس انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لئے ہی معجزات بھیجتے ہیں، اور یاد کرو جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ بے شک آپ کا رب لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور نہیں بنایا ہم نے اس عجیب وغریب واقعہ کو جو ہم نے آپ کو دکھایا مگر فتنہ وآزمائش لوگوں کے لئے اور جس درخت کی قرآن میں مذمت بیان کی گئی ہے، اور ہم ان لوگوں کو ڈراتے ہیں مگر ان کی بڑی سرکشی اور بڑھتی وزائد ہوتی ہے۔

② مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ آیت کریمہ کے مذکورہ جملہ کا تعلق واقعۂ معراج سے ہے کہ ہم نے اس کو لوگوں کیلئے فتنہ وآزمائش بنایا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ واقعۂ معراج روحانی ومنامی تھا جسمانی معراج ممکن نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس کو رؤیا (خواب) کہا گیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو قرآن کریم میں فتنہ وآزمائش کہنا دلیل ہے کہ جسمانی معراج تھا کیونکہ خواب کے واقعہ کی وجہ سے متعدد نومسلموں کے مرتد ہونے کا کیا مطلب ہے؟ پس یہاں پر رؤیا سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ عجیب وغریب واقعہ کا بحالتِ بیداری دیکھنا مراد ہے۔ اور کلام عرب میں رؤیا کا لفظ اس معنی میں بھی مستعمل ہے۔

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "مَنَعَنَا" یہ باب فتح سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی روکنا ومنع کرنا۔

"کَذَّبَ" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جھٹلانا وتکذیب کرنا، انکار کرنا۔

"فَظَلَمُوْا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ظلم ونا انصافی کرنا۔

"نُرْسِلَ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی بھیجنا۔

"اَحَاطَ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی گھیرنا واحاطہ کرنا۔

"رُؤْیَا" یہ اسم ہے بمعنی خواب اور اس کی جمع "رُؤًی" ہے۔ مصدر "رُؤْیًا، رُؤْیَۃٌ" (ضرب، مہموز وناقص) بمعنی دیکھنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ..... فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (پ۱۲۔ھود:۱۲،۱۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ پس شاید کہ آپ ﷺ چھوڑ دینے والے ہیں بعض ان احکام کو جو آپ ﷺ کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کا دل ان کے اس قول کی وجہ سے تنگ ہوتا ہے کہ (اگر یہ نبی ہے تو) اس پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ ﷺ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگران وذمہ دار ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خود قرآن کریم بنایا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم بھی اس جیسی خود ساختہ دس سورتیں بنا کر پیش کرو اور اللہ کے علاوہ جس کی بھی تم استطاعت رکھتے ہو اس کو بلا لو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں سے پہلی آیت آپ ﷺ کی تسلی کیلئے نازل ہوئی اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ آپ ﷺ کے سامنے مختلف قسم کے مطالبے پیش کرتے تھے، ان میں سے ایک مطالبہ یہ تھا کہ اس قرآن میں ہمارے معبودوں کی تردید کی گئی ہے۔ اسلئے ہم اس پر ایمان نہیں لاسکتے لہٰذا آپ ﷺ یا کوئی دوسرا قرآن لائیں یا اس میں ترمیم کریں نیز اگر آپ ﷺ رسول ہیں تو آپ ﷺ کو دنیاوی بادشاہوں کی طرح بخشش وعطایا کے لیے خزانہ کیوں نہیں دیا گیا، یا کم از کم کوئی فرشتہ ہی آسمان سے نازل ہو کر آپ ﷺ کی تصدیق کرے کہ بے شک یہ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اللہ کے رسول ہیں، ان مختلف باتوں کی وجہ سے آپ ﷺ کا دل تنگ ہوگیا اور پریشان ہوگئے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ان کو ضلالت وشرک پر چھوڑ دیں اور یہ مطالبہ پورا کرنا بھی ممکن نہ تھا کہ دوسرا قرآن یا ترمیم شدہ قرآن پیش کریں تو اللہ تعالیٰ نے تسلی کیلئے یہ آیات نازل فرمائیں، ان میں فرمایا کہ کیا آپ ﷺ ان کے کہنے سے مجبور ہو کر اللہ کے کلام کا کچھ حصہ چھوڑ دیں گے جس سے یہ لوگ ناخوش ہوتے ہیں اور کیا آپ ﷺ ان کی ان فرمائشوں سے دل تنگ ہو جائیں گے؟ یہاں لعلك کے لفظ سے آپ ﷺ کا ان چیزوں سے بری ہونا بیان کرنا ہے کہ آپ ﷺ ان کی رعایت میں نہ تو قرآن کریم کا کوئی حصہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ان کی فرمائشوں سے آپ کو دل تنگی ہونی چاہیے کیونکہ آپ ﷺ تو اللہ کی طرف سے محض بشیر ونذیر یعنی ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور ان تمام کاموں کو سرانجام دینا اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت وطاقت میں ہے۔

اس کے بعد ان کے مطالبہ (دولت کا ملنا فرشتہ کا نازل ہو کر تائید کرنا) کا جواب ہے کہ اگر تم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب نہیں سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ کلام محمد ﷺ نے خود گھڑا ہے تو پھر تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور یہ ضروری نہیں کہ صرف ایک آدمی ہی دس سورتیں بنائے بلکہ تم سب اور دنیا جہان کے تمام لوگ بھی اس کلام کے بنانے کیلئے اکٹھے ہو جاؤ اور اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ چلو دس نہیں صرف ایک ہی سورت بنا کر دکھاؤ، مگر تم ہرگز اس پر قادر نہیں ہو پس ثابت ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے لہٰذا محمد ﷺ کے نبی ہونے کیلئے یہ دلیل ومعجزہ ہی کافی ہے۔ پس اگر تم نیک نیتی سے معجزہ کا مطالبہ کرتے ہو تو یہ قرآن کریم کافی ہے اور اگر مقصد محض ضد وعناد ہے تو پھر تمہارے مطلوبہ معجزات بھی ظاہر ہو جائیں تب بھی تم سے ایمان کی توقع نہیں ہے۔ (تلخیص از معارف القرآن ۵۹۸:۴)

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "تَارِكٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اَلتَّرْكُ (نصر، صحیح) بمعنی چھوڑنا۔

"يُوْحٰى" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مجہول از مصدر اِيْحَاءٌ (افعال، لفیف) بمعنی وحی کرنا۔

"اُنْزِلَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر اِنْزَالٌ (افعال، صحیح) بمعنی اتارنا۔

"اَفْتَرٰى" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِفْتِرَاءٌ (افتعال، ناقص) بمعنی از خود بنانا وگھڑنا۔

"اِسْتَطَعْتُمْ" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال، اجوف) بمعنی طاقت رکھنا۔

الشق الثانی ..... وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ (پ۱۳۔ رعد: ۲۲، ۲۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ صبر اور عدن کے معانی تفصیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) صبر وعدن کے معانی کی تفصیل۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضاء کی خاطر اور قائم کی انہوں نے نماز اور خرچ کیا انہوں نے ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور پر اور دفع کرتے ہیں نیکی کے ذریعہ برائی کو انہی لوگوں کے لئے آخرت کا اچھا نتیجہ وثواب ہے یعنی رہنے کے باغات، داخل ہونگے یہ لوگ ان میں اور ان کے والدین ازواج اور اولاد میں سے جو (جنت میں داخلہ کے) لائق ہونگے، اور فرشتے ان پر داخل ہوں گے ہر دروازے سے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی چند آیات اور ان آیات میں اہلِ حق اور حقیقی اہلِ عقل ودانش کی چند علامات وصفات اور ان کی جزا کا ذکر ہے ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے صبر کرتے ہیں خواہ وہ صبر کسی خلافِ طبع امر کو برداشت کرنے کی وجہ سے ہو خواہ فرائض وواجبات یعنی اوامر کو بجالانے کی وجہ سے ہو خواہ محرمات ومکروہات یعنی منہی عنہ سے بچنے کی وجہ سے ہو۔ دوسری علامت یہ ہے کہ وہ محض نماز پڑھتے ہی نہیں بلکہ مکمل آداب وشرائط کا لحاظ کرتے ہوئے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ہیں۔تیسری علامت یہ ہے کہ ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے ظاہری طور پر اور چھپ کر کچھ مال راہِ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بدی و برائی کا جواب اچھائی و نیکی سے دیتے ہیں اس کے دو مطلب ہیں ایک مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص ان سے برا معاملہ کرے تو وہ اس کے ساتھ بھی برے معاملہ کی بجائے اچھا معاملہ کرتے ہیں۔دوسرا مطلب یہ کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوری طور پر اس گناہ کے بعد نیکی کرنے کے ذریعہ سے اس گناہ کو دفع و دور کر دیتے ہیں آخر آیت میں ان کی جزا وانجام کا ذکر ہے کہ آخرت کے دائمی وحقیقی گھر میں ایسے نیک سیرت لوگوں کے لئے اچھا بدلہ واچھا انجام ہے۔

اسکے بعد دوسری آیت میں اس اچھے بدلہ وانجام کی تفصیل ہے کہ یہ نیک لوگ ایسے دائمی باغات میں داخل ہونگے جن کے کیا ہی کہنے؟ نہ ان باغات کو کسی نے دیکھا نہ ان کو کسی نے سنا اور نہ کسی نے سونگھا کہ کس اعلی درجہ کے وہ باغات ہیں پھر ان کا مزید اعزاز واکرام یہ ہے کہ انکے ساتھ انکے نیک والدین بیویاں اور نیک اولاد بھی انہی باغات میں داخل ہونگے ،اور فرشتے صبح وشام میں تین تین مرتبہ تحفے وہدایا اور سلامتی کا پیغام لیکر جنت یا محلاتِ جنت کے ہر ہر دروازہ سے ان پر داخل ہونگے۔(مظہری)

③ صبر وعدن کے معانی کی تفصیل:۔ صبر کا اصلی معنی خلافِ طبع چیزوں سے پریشان نہ ہونا بلکہ ثابت قدمی کے ساتھ اپنے کام پر لگے رہنا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:① صبر علی الطاعۃ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ثابت قدم رہنا ② صبر عن المعصیۃ یعنی گناہوں سے بچنے پر ثابت قدم رہنا۔(معارف القرآن)

عدن کا معنی قیام وقرار ہے مراد یہ کہ ان جنتوں سے کسی وقت ان کو نکالا نہ جائے گا بلکہ ان جنتوں میں ان کا قرار وقیام دائمی ہوگا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ عدن وسطِ جنت کا نام ہے جو جنت کے مقامات میں سے اعلی مقام ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ لوگو! تم کو معلوم ہے کہ جنات عدن کیا ہے؟ عدن جنت میں ایک قصر (محل) ہے جس کے دس ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پچیس ہزار بڑی آنکھوں والی حوریں متعین ہیں اس قصر میں سوائے نبی،صدیق اور شہید کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔(مظہری)

﴿الورقة الاولٰی فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ (پ۱۱۔یونس:۶۵ تا ۶۸)

آیات کا ترجمہ کریں۔خط کشیدہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔**هو الذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیه** کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں(۱) آیات کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی (۳) مذکورہ جملہ کی ترکیب۔

0312 6357913 maktabazakariyapk@gmail.com

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور نہ غمگین کرے آپ کو ان کی بات، بے شک عزت ساری کی ساری اللہ ہی کیلئے ہے وہ سننے والا جاننے والا ہے،خبردار! جو کچھ مخلوقات آسمانوں وزمین میں ہیں، وہ سب اللہ ہی کیلئے ہیں اور کس چیز کی اتباع کر رہے ہیں وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دیگر شرکاء کو پکارتے ہیں وہ صرف بے سند خیال کی اتباع کرتے ہیں اور وہ محض قیاسی باتیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون کرو اور دن بنایا دکھلانے والا (واضح) بیشک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو سنتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے۔

② الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "لَا يَحْزُنْكَ" یہ باب نصر سے نہی غائب معلوم کا صیغہ ہے بمعنی غم میں ڈالنا۔
"يَتَّبِعُ" یہ باب افتعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اتباع وپیروی کرنا۔
"يَدْعُوْنَ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ بمعنی بلانا وپکارنا۔
"يَخْرُصُوْنَ" یہ باب نصر وضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جھوٹ بولنا، اٹکل سے کہنا، قیاس کرنا، اندازہ کرنا۔
"لِتَسْكُنُوْا" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی آرام کرنا، سکون کرنا۔
"اِتَّخَذَ" یہ باب افتعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ٹھہرانا وبنانا۔

③ مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔ **هو** ضمیر مبتدا **الذی** اسم موصول **جعل** فعل وفاعل **لکم** جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے **اللیل** مفعول بہ **لام** جارہ کی **تسکنوا** فعل وفاعل **فیہ** جار ومجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر بتقدیر اَنْ مصدر کی تاویل میں ہو کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق معنیٰ مفعول لہ ہوا فعل کا، فعل اپنے فاعل دونوں مفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

الشق الثانی ..... وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کیجئے۔ یہاں **صیحة** اور سورۃ اعراف میں **رجفة** کا ذکر ہے، دونوں کے درمیان ظاہری تعارض دور کیجئے۔ خط کشیدہ کلمات کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔ (پ۱۲۔ ھود: ۶۴ تا ۶۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ **الصیحة الرجفة** میں رفعِ تعارض ④ کلمات مخطوطہ کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ونشانی ہے پس تم اس کو چھوڑ دو تاکہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اس کو بری نیت سے ہاتھ مت لگاؤ ورنہ تم قریبی عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے حاصل کرلو یہ جھوٹا وعدہ نہیں ہے پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آیا تو ہم نے صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے سبب بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی محفوظ رکھا بے شک تمہارا رب ہر چیز پر قدرت وغلبہ والا ہے اور پکڑ لیا ظلم کرنے والوں کو چیخ نے اور وہ سب اپنے گھروں میں صبح کے وقت اوندھے منہ گرے ہوئے (مردہ) رہ گئے گویا کہ وہ ان گھروں میں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! بے شک قومِ ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، خبردار! قوم ثمود کیلئے اپنے رب کی رحمت سے دوری ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم (قوم ثمود) کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب قوم کے مطالبہ پر معجزہ کے طور پر حضرت صالح علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہوگئی تو پھر قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو بغیر ماں باپ کے تمہاری آزمائش کے لئے پیدا کی گئی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں گھومتی پھرتی رہنے دو تاکہ یہ زمین کا سبزہ چرتی پھرے اور زمین کا پانی پیتی رہے تم پر اس کے کھانے پینے کا کوئی بوجھ نہیں ہے لہٰذا تم اس کو بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب سے دوچار کردے گا قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کی بات نہ مانی اور قوم کے مشورہ وحکم سے قدار

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

بن سالف نامی بدبخت نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر اس کو قتل کر دیا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قوم! اب تم تین دن تک زندگی کے مزے اڑالو، تین دن کے اندر اندر تمہارے اوپر عذاب آئے گا، اور یہ سچا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے اس دن کی رسوائی اور عذاب سے حضرت صالح علیہ السلام کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیا اور باقی سب کے سب لوگوں کو ایک ہی چیخ کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا اور اس بستی کو دیکھنے سے معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں بھی کوئی آباد تھا۔ آخری جملہ میں اللہ تعالیٰ تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قوم ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

③ **الصیحة ، الرجفة میں رفع تعارض:۔** بظاہر اس آیت کریمہ اور سورت اعراف کی آیت **فاخذتهم الرجفة** میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود چیخ سے ہلاک ہوئی تھی اور سورت اعراف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود زلزلہ سے ہلاک ہوئی تھی۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پہلے زلزلہ آیا ہو پھر سخت آواز سے سب ہلاک کر دیئے گئے ہوں۔ (معارف القرآن ۴:۶۴۴)

④ **کلمات مخطوطہ کی ترکیبی حیثیت:۔** "آیۃً" یہ ماقبل کے جملہ **هذه ناقة الله** سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

"تَاْكُلْ" یہ فعل مضارع ہے جو کہ **فذروها** فعل امر کا جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

"فَيَاْخُذَ" یہ جواب نہی ہے اور فا کے بعد اَنْ مقدر ہے اور اس اَنْ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

"بُعْدًا" یہ بَعُدَ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (پ۱۴۔نحل:۶۶،۶۷)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ **بطونه** کی ضمیر کا مرجع متعین کریں۔ **بين فرث ودم لبنا خالصا** کی تفسیر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل تین امور ہیں: (۱) آیات کا ترجمہ (۲) ضمیر کا مرجع (۳) مذکورہ جملہ کی تفسیر۔

جواب ..... ① **آیات کا ترجمہ:۔** اور بیشک تمہارے لئے چوپاؤں میں عبرت (غور وفکر کی جگہ) ہے ہم پلاتے ہیں تمہیں انکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر وخون کے درمیان سے ایسا خالص دودھ جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے یا آسانی سے گلے میں اترنے والا ہے اور کھجور وانگور کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے بناتے ہو بیشک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں۔

② **ضمیر کا مرجع:۔** **بطونه** کی ضمیر کا مرجع انعام ہے جو کہ اسم جمع ہے اور لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے۔ امام سیبویہ نے اس لفظ کو ان مفرد الفاظ میں شمار کیا ہے جو **اَفْعَالٌ** کے وزن پر آتے ہیں **نِعَمٌ** اور **اَنْعَام** دونوں مفرد کے صیغے ہیں، مذکر ومؤنث دونوں طرح ان کا استعمال ہوتا ہے جس نے مؤنث استعمال کیا اس نے جمع والے معنی کا لحاظ کیا اور جس نے مذکر استعمال کیا اس نے لفظ کا لحاظ کیا، الحاصل اس کی طرف مذکر ومؤنث دونوں ضمیریں لوٹائی جاسکتی ہیں۔ (تفسیر مظہری)

③ **مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جانور جو گھاس وغیرہ کھاتا ہے وہ اس کے معدہ میں جمع ہوجاتا ہے اور معدہ اس کو پکاتا ہے معدہ کے اس عمل غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے، اور دودھ اوپر ہوجاتا ہے اور خون اسکے بھی اوپر ہوجاتا ہے، پھر جگر ان تینوں چیزوں کو الگ الگ تقسیم کرتا ہے، خون کو رگوں میں منتقل کر دیتا ہے، دودھ کو جانور کے تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اور معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے۔ جو گوبر کی صورت میں نکلتا ہے۔ (معارف القرآن)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی ..... وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴿١٣٢﴾

ترجمہ کریں۔ **وأمر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها** کی تفسیر کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (پ۱۶۔طٰہٰ:۱۳۱،۱۳۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہرگز آپ ﷺ ان چیزوں کی طرف اپنی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے اور وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ اس سے بہتر اور دیرپا ہے اور آپ ﷺ اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دیتے رہیں اور خود بھی اس پر پابند رہیں ہم نہیں سوال کرتے آپ ﷺ سے مخلوق کی روزی کا، روزی تو ہم آپ کو دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگار کیلئے ہے۔

② مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ اس جملہ میں اہل وعیال و متعلقین کو نماز کی تاکید اور اس کی حکمت کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے اہل وعیال کو بھی نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس پر پابند رہیں، بظاہر یہ دو الگ الگ حکم ہیں: ① اہل وعیال و متعلقین کو نماز کی تاکید ② خود اس کی پابندی، مگر غور کیا جائے تو خود اپنی نماز کی پابندی کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ آپ کا ماحول آپ کے اہل وعیال و متعلقین نماز کے پابند ہوں کیونکہ ماحول اسکے خلاف ہو تو طبعی طور پر انسان خود بھی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لفظ اہل میں بیوی، اولاد وجملہ متعلقین سب داخل ہیں جن سے انسان کا ماحول ومعاشرہ بنتا ہے۔ جب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ روزانہ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے مکان پر جا کر **الصلوٰة الصلوٰة** کی آواز لگاتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب تہجد کیلئے بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور یہی آیت پڑھ کر سناتے تھے۔ (معارف القرآن ۶:۱۶۵)

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "لَا تَمُدَّنَّ" یہ باب نصر سے نہی حاضر معلوم بانون تاکید ثقیلہ کا صیغہ ہے بمعنی کھینچنا۔

"وَأْمُرْ" یہ باب نصر سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے بمعنی حکم کرنا۔ "نَرْزُقُكَ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی روزی دینا۔

"لَا نَسْئَلُكَ" یہ باب فتح سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سوال کرنا۔

"مَتَّعْنَا" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی دنیاوی نفع پہنچانا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... وَدَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۖ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ ۚ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُودَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فَاعِلِينَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ ۖ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ ﴿٨٠﴾ (پ۱۷۔انبیاء:۷۸تا۸۰)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ **اذ یحکمٰن فی الحرث** میں جس مقدمہ کی طرف اشارہ ہے اس کی وضاحت کریں۔ **علمنٰہ صنعة لبوس الخ** کی مکمل تفصیل بیان فرمائیں۔ **لحکمھم** میں **ھم** ضمیر اور **ففھمنٰھا** میں **ھا** ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مقدمہ کی وضاحت (۴) **وعلمناہ صنعة لبوس لکم الخ** کی تفصیل (۵) **ھُمْ**، **ھا** ضمیر کا مرجع۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور (تذکرہ کیجئے) حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کا جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کا جب روند ڈالا تھا اس کو رات کے وقت ایک قوم کی بکریوں نے اور ہم ان کے فیصلہ سے واقف تھے پھر سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور دونوں کو ہم نے حکم اور علم وسمجھ دیا تھا اور مسخر کیا (تابع کیا) ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑوں کو جو تسبیح پڑھتے

تھے اور پرندوں کو (مسخر کیا) اور یہ سب کچھ ہم ہی کرنے والے تھے اور ہم نے اس کو تمہارے لباس (زرہیں) بنانے کا طریقہ بھی سکھایا تا کہ وہ محفوظ رکھے تمہیں تمہاری لڑائی میں پس کیا تم اب بھی شکر ادا نہ کرو گے؟

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اولاً حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کے ایک فیصلہ کا ذکر ہے کہ ان میں سے حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فیصلہ کیا مگر اس فیصلہ میں فریقین میں سے ایک کا بالکل نقصان تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دوسرے فیصلہ کی سمجھ بوجھ عطاء کی اور انہوں نے دونوں کی بہتری والا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام دونوں کو علم وحکمت سے نوازا تھا اس کے علاوہ معجزہ کے طور پر بالخصوص ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو بھی مسخر کیا تھا کہ وہ دونوں ذکر و تسبیح کرتے تھے۔ اور یہ علم وحکمت سے نوازنا اور پہاڑوں و پرندوں کو مسخر و تابع کرنا ہمارا ہی فعل تھا۔ مزید برآں ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہیں بنانے کی تعلیم بھی دی جو لڑائی میں تمہاری حفاظت کے کام آتی ہیں اور اے اہل مکہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس خصوصی کرم پر جو تمہاری حفاظت کیلئے زرہیں بنا کر اس نے کیا اب بھی اس کا شکر ادا نہیں کرو گے؟ یعنی کم از کم اب تو تمہیں پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

③ مقدمہ کی وضاحت:۔ بغوی نے لکھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا، کھیت والے نے کہا اس کی بکریاں رات کو چھوٹ کر میرے کھیت میں پڑ گئیں، اور سارا کھیت چر گئیں کچھ بھی باقی نہیں رہا، حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ وہ بکریاں کھیت کے عوض کھیت والے کو دیدی جائیں، یہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تم دونوں کا کیا فیصلہ ہوا؟ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بیان کر دیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اگر تمہارا مقدمہ میرے سپرد کر دیا جاتا تو میرا فیصلہ کچھ اور ہی ہوتا ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا فیصلہ دونوں کیلئے فائدہ بخش ہوتا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کی اطلاع حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی ہوگئی حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلوا کر فرمایا تم فیصلہ کرو دوسری روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی نبوت اور حق پدری کا واسطہ دے کر فرمایا کہ مجھے بتاؤ وہ کیا فیصلہ ہے جو فریقین کیلئے سودمند ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا بکریاں کھیت والے کو دے دیں اور کھیت بکریوں کے مالک کے سپرد کر دیجئے کھیت والا بکریوں کے دودھ، اون اور نسل سے اتنی مدت تک فائدہ اندوز ہوتا رہے جتنی مدت تک کھیت بکریوں والے کی سپردگی میں رہے بکریوں کا مالک کھیت کو درست کر کے اس میں بیج بکھیر دے اور جب کھیتی تیار ہو کر اصلی حالت پر آجائے تو تیار کھیت کھیت والے کو دیدے اور اپنی بکریاں واپس لے لے، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا صحیح فیصلہ یہی ہے جو تم نے کیا پھر آپ نے یہ فیصلہ جاری کر دیا روایت میں آیا ہے یہ فیصلہ کرنے کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر گیارہ سال تھی۔ (تفسیر مظہری ۷:۳۰۵)

④ وعلمنٰه صنعة لبوس لكم الخ کی تفصیل:۔ لفظ لبوس لغت کے اعتبار سے اسلحہ میں سے ہر چیز کو کہا جاتا ہے جو انسان اوڑھ کر یا گلے میں ڈال کر استعمال کرے۔ مراد اس جگہ آہنی زرہ ہے جو جنگ میں حفاظت کیلئے پہنی جاتی ہے دوسری آیت میں ہے: وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ یعنی ہم نے ان کیلئے لوہے کو نرم کر دیا تھا خواہ اس طرح کہ لوہا ان کے ہاتھ میں آ کر خود بخود نرم ہو جاتا ہو کہ اس کو جس طرح موڑنا چاہیں وہ مڑ جائے اور باریک یا موٹا کرنا چاہیں تو ہو جائے جیسے موم ہوتا ہے یا اس طرح کہ ان کو آگ میں پگھلا کر نرم کرنے کی تدبیر بتلا دی جو سب لوہے کے کارخانوں میں آج استعمال کی جاتی ہے۔

ایسی صنعت جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے وہ مطلوب ہے اور فعلِ انبیاء علیہم السلام ہے، اس آیت میں زرہ سازی کی صنعت داؤد علیہ السلام کو سکھانے کے ذکر کے ساتھ اس کی حکمت بھی یہ بتلائی ہے لتحصنكم من باسكم کہ یہ زرہ تمہیں جنگ کے وقت تیر نیزہ وتلوار کے خطرہ سے محفوظ رکھ سکے یہ ایک ایسی ضرورت ہے کہ جس سے اہلِ دین اور اہلِ دنیا سب کو کام پڑتا ہے اس لئے اس صنعت کے سکھانے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک انعام قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس صنعت کے ذریعہ لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں اس کا

0313 6357913 maktabahazhar@gmail.com

سیکھنا سکھانا داخل ثواب ہے بشرطیکہ نیت خدمتِ خلق کی ہو صرف کمائی مقصد نہ ہو۔

⑤ **ھُمْ، ھَا** ضمیر کا مرجع:۔ **لحکمھم** کی **ھم** ضمیر کا مرجع مقدمہ کے فریقین اور حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام سب ہیں، مگر امام فراء کہتے ہیں کہ اسکا مرجع صرف حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام ہیں اور جمع کے صیغہ سے دو فرد مراد ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیتِ میراث **فان کان لہ اخوۃ** میں **اخوۃ** (جمع) سے مراد کم سے کم دو بھائی ہیں۔ **فَفَهَّمْنٰهَا** کی **ھَا** ضمیر کا مرجع فیصلہ ہے۔ (تفسیر مظہری ۳۰۴:۷)

الشق الثانی ..... سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ۱۸۔نور:۱و۲) آیات کا ترجمہ فرمائیں۔ سورۃ النور کی خصوصیات بیان فرمائیں۔ آیات میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا کا ذکر ہے تو شادی شدہ کی سزا کا ذکر کہاں ہے تفصیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) سورۃ النور کی خصوصیات (۳) شادی شدہ زانی کی سزا کا محلِ ذکر۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ یہ ایسی سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور (بیان کردہ احکام پر عمل کرنا) ہم نے فرض ولازم کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو، زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد کہ تم ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو، اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں بالکل رحم نہ آئے اگر تم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ ان کو سزا دیتے وقت مؤمنین کی ایک جماعت حاضر ہو۔

② سورۃ النور کی خصوصیات:۔ اس سورت میں زیادہ تر احکام عفت کی حفاظت اور ستر وحجاب کے متعلق ہیں، اور اسی کی تکمیل کے لئے حدِ زنا کا ذکر ہے چونکہ اس سورت میں عفت کے اہتمام کیلئے متعلقہ احکام ذکر کئے گئے ہیں، اسی لئے عورتوں کو اس سورت کی تعلیم کی خصوصی ہدایات آئی ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا **علّموا نساءکم سورۃ النور** (اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دو) اور اس سورت کی ابتداء ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ **سورۃ انزلنٰھا و فرضنٰھا** جس سے اس سورت کے خاص اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔

③ شادی شدہ زانی کی سزا کا محلِ ذکر:۔ سورۃ نور کی مذکورہ آیت کریمہ میں صرف غیر شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کا ذکر ہے اور شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کا ذکر صحیح مسلم، مسند احمد، نسائی، ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **خذوا عنّی خذوا عنی قد جعل اللّٰہ لھنّ سبیلا البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم** (مجھ سے علم حاصل کرلو مجھ سے علم حاصل کرلو، کہ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد وعورت کے لیے وہ سبیل جس کا وعدہ سورہ نساء میں کیا تھا وہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ مرد وعورت کیلئے سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ مرد وعورت کیلئے سو کوڑے وسنگساری ہے)۔

اسی طرح صحیحین میں مذکور ہے کہ غیر شادہ شدہ مرد نے جو ایک شادی شدہ عورت کا ملازم تھا اسکے ساتھ زنا کیا اقرار سے واقعہ ثابت ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لاقضین بینکما بکتاب اللّٰہ** (میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کرونگا) پھر حکم فرمایا کہ غیر شادی شدہ لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور عورت شادی شدہ تھی اسلئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عورت کو رجم وسنگسار کیا جائے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زنا کی سزا میں ہم شرعی حیثیت سے رجم کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے خوب سمجھ لو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا ہے۔ اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہے تو میں قرآن کریم کے کسی گوشہ وحاشیہ میں اس کو

لکھوا بھی دیتا، اور عمر بن خطاب گواہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف گواہ ہے۔ اور فلاں فلاں صحابی گواہ ہیں کہ آپ ﷺ نے رجم کیا اور آپ ﷺ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ آیتِ رجم مستقل آیت نہیں ہے لیکن جس ذاتِ اقدس پر آیتِ زنا نازل ہوئی اس ذات کی طرف سے ناقابلِ التباس وضاحت کے ساتھ یہ تفصیل مذکور ہے اور یہ صرف زبانی تعلیم ومحض ارشاد ہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس پر عمل بھی ہوا ہے۔ (تلخیص از معارف القرآن ۶:۳۴۶)

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝ (پ ۱۱۔ یونس: ۵، ۶) آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، **ضیاء** اور **نور** میں فرق واضح کریں، **قدرہ** میں ضمیرِ مفعول کا مرجع متعین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) **ضیا ونور** میں فرق (۵) **قدرہ** کی ضمیرِ مفعول کا مرجع۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اللہ وہی ہے جس نے سورج کو چمکنے والا اور چاند کو نور والا بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم جان لو برسوں کی گنتی اور (باہم) حساب وکتاب، نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو مگر حق کے ساتھ وہ کھول کھول کر بیان کرتا ہے نشانیاں اس قوم کے لئے جو سمجھتے ہیں، بے شک دن اور رات کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین میں پیدا کیا ہے البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت کی علامات ونشانیاں بیان فرمارہے ہیں کہ ہم نے کائنات کے اتنے بڑے نظام کو چلانے کیلئے اور روشن رکھنے کیلئے دو ایسے روشن وچمکدار خزانے پیدا فرمائے جو خصوصی ترتیب ونظام کے مطابق بغیر کسی پٹرول وڈیزل اور ڈرائیور کے یکے بعد دیگرے سالہا سال سے چل رہے ہیں ان کو کسی قسم کے ایندھن بجلی گریس وسگنل وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ رک جائیں گے اور یہ سب تمہارے فائدہ کیلئے ہے تاکہ تمہیں اپنے حساب وکتاب ومعاملات اور فرائض شریعت کے اوقات کا صحیح علم ہوسکے اور یہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے ذریعہ اپنی کاریگری وقدرت کو ظاہر کرنے کیلئے پیدا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی نشانیاں بے فائدہ نہیں بلکہ عقل وشعور اور فہم وفراست والے لوگوں کو اپنی قدرت وحکمت دکھلانے کیلئے پیدا کی ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے دن رات کا آنا جانا اور کائنات کی دیگر تمام مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کے وجودِ وحدانیت اور کمالِ علم وقدرت کی اور اسکے تمام عیوب ونقائص سے پاک ہونے کی علامات ونشانیاں ہیں بشرطیکہ کوئی صحیح طور پر غور وفکر کرے اور اس کے دل میں پروردگار کا ڈر وخوف بھی ہو۔

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "ضِیَاءً" یہ اسم جامد ہے اور بقول زجاج یہ ضوء کی جمع ہے بمعنی ذاتی روشنی۔

"نُوْرًا" یہ اسم بھی ہوسکتا ہے اور مصدر (نصر) بھی ہوسکتا ہے بمعنی وہ روشنی جو دوسرے سے حاصل شدہ ہو۔

"مَنَازِلَ" صیغہ جمع بحث اسم ظرف از مصدر نزولا (ضرب، صحیح) بمعنی اترنا۔

"یَعْلَمُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر عِلْمٌ (سمع، صحیح) بمعنی جاننا۔

"یَتَّقُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِتِّقَاءٌ (افتعال، لفیف) بمعنی ڈرنا وخوف کرنا۔

④ **ضیاء ونور** میں فرق:۔ ائمہ لغت نے دونوں لفظوں کو مترادف کہا ہے، علامہ زمخشری وطیبی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اگرچہ روشنی کے معنی میں

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

دونوں مشترک ہیں مگر نور عام ہے ہر قوی ضعیف ہلکی وتیز روشنی کو نور کہا جاتا ہے جبکہ ضوء صرف قوی وتیز روشنی کو ہی کہا جاتا ہے اور قرآن کریم نے شمس وقمر کی روشنیوں میں فرق وامتیاز کو متعدد جگہ مختلف عنوانات سے بیان فرمایا ہے۔ **وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا،وجعل فیھا سراجا وقمرا منیرا** سراج کا معنی چراغ ہے اور چراغ کی ذاتی روشنی ہوتی ہے کسی چیز سے حاصل شدہ نہیں ہوتی اس لئے بعض حضرات نے کہا کہ ضیاء کسی چیز کی ذاتی روشنی اور نور دوسری چیز سے حاصل شدہ روشنی کو کہتے ہیں مگر بظاہر یہ یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر کہا گیا ہے۔ ورنہ لغت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ (معارف القرآن ۵۰۵:۴)

⑤ **قدرہ کی ضمیر مفعول کا مرجع:۔** بعض مفسرین نے کہا کہ اگرچہ ذکر مفرد کی ضمیر ہے مگر مراد ہر ہر واحد اعتبار سے دونوں ہیں اور اسکے نظائر قرآن کریم وعربی محاورات میں بکثرت پائے جاتے ہیں، چاند ہر مہینے میں اپنا دورہ وچکر پورا کرتا ہے اِسلئے اُس کی منزلیں تیس یا اُنتیس ہوتی ہیں مگر چونکہ چاند ہر مہینہ میں ایک دن غائب رہتا ہے اِسلئے عموماً اسکی اٹھائیس منزلیں کہی جاتی ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ منزلیں شمس وقمر دونوں کے لئے قائم فرمائی ہیں مگر اس جگہ صرف چاند کی منازل کا ذکر مقصود ہے کیونکہ سورج کی منازل آلات رصدیہ وحسابات کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتیں، اس کا طلوع وغروب ایک ہی ہیئت میں سال کے تمام ایام میں ہوتا ہے مشاہدہ سے کسی کو یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ آج آفتاب کونسی منزل سے طلوع ہوا ہے بخلاف چاند کے کہ اس کے حالات ہر روز مختلف ہوتے ہیں آخر ماہ میں بالکل نظر نہیں آتا اور درمیان ماہ میں مکمل نظر آتا ہے اس طرح کے تغیرات کے مشاہدہ سے بے علم لوگوں کو بھی تاریخوں کا علم ہوسکتا ہے۔ (معارف القرآن)

الشق الثانی ..... هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ ۚ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِهَا مَنْ یَّشَآءُ وَهُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ ۝

آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح کریں، **ویرسل الصواعق الخ** کا شانِ نزول لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) جملہ کا شانِ نزول۔ (پ۱۳۔ رعد:۱۲،۱۳)

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو تمہیں بجلی دکھلاتا ہے ڈرانے اور امید دلانے کیلئے اور وہی اٹھاتا ہے بوجھل بادلوں کو اور تسبیح بیان کرتی ہے گرج یا فرشتہ اسکی حمد وثناء کے ساتھ اور تمام فرشتے بھی اسکے خوف سے اور بھیجتا ہے وہ بجلیاں پھر گرا دیتا ہے انکو جس پر چاہتا ہے۔ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قوت وطاقت میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ زبردست قوت والا ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی کمالِ قدرت کی علامات ونشانیوں کو ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ پاک ذات ہے جو تمہیں بجلی دکھلاتا ہے اور یہی بجلی انسان کیلئے خوف بھی ہوتی ہے کہ جس جگہ گرے گی سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی اور طمع لالچ وامید بھی ہوتی ہے کہ اسکی چمک کے بعد بارش آئیگی جو تمام انسان وحیوان کی زندگی کا سہارا ہے تو ایک ہی چیز میں نفع ونقصان والی دو متضاد وصفوں کو جمع کرنا اسکی کمالِ قدرت کی دلیل ہے، اسی طرح بھاری بھرکم بادل ہزاروں ٹن پانی کے ساتھ اٹھاتا ہے اور بڑی سرعت وتیزی سے کہیں سے کہیں ان بادلوں کو لے جاتا ہے اور پھر اپنے خصوصی حکم وقدرت سے جس زمین پر برسانا چاہتا ہے وہاں پر برساتا ہے اسکے حکم کے بغیر پانی کی ایک بوند بھی دوسرے علاقہ میں نہیں برس سکتی یہ بھی اس کی کمالِ قدرت کی دلیل ہے۔

اور رعد (بادل کی گرج کو کہتے ہیں یا بارش برسانے پر مسلط فرشتہ کا نام ہے) بھی اس کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور اسکے ساتھ دیگر فرشتے بھی اس کے خوف سے تسبیح وتحمید پڑھتے ہیں یہ سب اس کی کمالِ قدرت کی دلیل ونشانیاں ہیں۔

پھر وہ اپنی کمالِ قدرت سے زمین پر بجلیاں بھیج کر جس کو چاہتا ہے جلا دیتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے وہ ان تمام چیزوں پر مکمل

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

قدرت رکھتا ہے مگر یہ کافر لوگ اسکے عذاب وقہر سے ڈرتے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آپس میں جھگڑتے اور مباحثہ ومجادلہ میں مبتلا ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی طاقت وقوت اور تدبیر کا مالک ہے جس کے سامنے کسی کی تدبیر وچال نہیں چل سکتی۔

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "اَلْبَرْقُ" یہ اسم ہے بمعنی بجلی وبجلی کی چمک اور مصدر (نصر، صحیح) بمعنی چمکنا وروشن ہونا۔

"اَلْثِّقَالُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد ثقیل ہے بمعنی بوجھ اور مصدر ثِقْلًا (کرم، صحیح) بمعنی بھاری ہونا۔

"اَلرَّعْدُ" یہ اسم ہے بمعنی کڑک وگرج اور مصدر (نصر وفتح، صحیح) بمعنی کڑکنا وگرجنا۔

"اَلصَّوَاعِقُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد صَاعِقَةٌ ہے بمعنی بجلی وکڑک اور مصدر صَعْقًا (سمع) بمعنی بادل کا گرجنا۔

"اَلْمِحَالُ" یہ اسم ہے بمعنی حیلہ وتدبیر اور مصدر بمعنی مکر کرنا دشمنی کرنا، زور آزمائی کرنا، جھگڑا کرنا، گرج سے غشی طاری ہونا۔

④ جملہ کا شانِ نزول:۔ شانِ نزول کے سلسلہ میں متعدد روایات کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی صحابی کو دعوتِ اسلام دینے کیلئے کسی کافر کی طرف بھیجا، اس نے سوال کیا جس رب کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ کس چیز کا ہے؟ لوہے کا تانبے کا سونے کا یا چاندی کا؟ اس صحابی نے واپس آ کر آپ ﷺ کو اسکے جواب کی خبر دی تو آپ ﷺ نے دوبارہ اور سہ بارہ اس صحابی کو اس کی طرف بھیجا جب تیسری مرتبہ اس نے یہی سوال کیا تو فوراً اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بجلی گرادی جس سے جل کر راکھ ہو گیا، اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، دیگر روایات بھی اسی سے ملتی جلتی ہیں۔ (تفسیر مظہری)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ (پ ۱۶۔ مریم: ۷۷ تا ۸۲)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ مذکورہ آیات کا شان نزول تحریر کریں۔ خط کشیدہ کلمات کے صیغے اور ابواب ذکر کریں۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ کیا آپ ﷺ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے ضرور مال واولاد دیا جائیگا کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اللہ تعالیٰ سے اس نے کوئی عہد لیا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے ہم یہ اسکی باتیں لکھ رہے ہیں اور ہم اس کیلئے عذاب بڑھاتے جائینگے اور لے لیں گے ہم اس کا وہ مال جس کا وہ دعوی کرتا ہے اور آئے گا وہ ہمارے پاس تن تنہا۔ اور ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا لیے تاکہ وہ ان کیلئے عزت کی چیزیں بن جائیں۔ خبردار ہرگز ایسا نہیں ہے، وہ عنقریب ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور وہ ان کے مخالف بن جائیں گے۔

② و ③ آیات کی تفسیر وشانِ نزول:۔ حضرت خباب ؓ بن ارت کہتے ہیں کہ میں لوہاری کا کام کرتا تھا میں نے ایک مرتبہ عاص بن وائل کا کام کیا اور میری مزدوری اسکے پاس جمع ہو گئی ایک دن میں مزدوری لینے کیلئے اسکے پاس گیا تو اس نے کہا: خدا کی قسم جب تک تو محمد ﷺ کا انکار نہیں کرے گا اس وقت تک تجھے مزدوری نہیں ملے گی، میں نے کہا: خدا کی قسم جب تک تو مر کر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا اس وقت تک بھی میں یہ کام نہیں کرونگا، عاص نے کہا کیا میں دوبارہ زندہ کیا جاؤنگا؟ میں نے کہا: ہاں اس نے کہا پھر میرے پاس وہاں مال واولاد بھی ہوگا، میں وہیں تیرا قرض دے دونگا۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں، ان میں اللہ تعالیٰ اسکی حماقت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس کو کس طرح پتہ چلا کہ اسے بھی اگلے جہان میں مال واولاد ملے گا کیا اس کو غیب سے خبر واطلاع آئی ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد وپیمان لیا ہے کہ وہ اسے وہاں بھی مال واولاد سے نوازے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اسکی بالکل غلط بات ہے ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ جو کچھ وہ غلط باتیں کر رہا ہے ہم اس کو لکھ رہے ہیں اور اسکی وجہ سے آخرت میں اسکے عذاب میں اضافہ ہوتا رہے گا اور جو کچھ وہ مال واولاد چھوڑ کر مرے گا وہ سب مال ومتاع بھی ہمارا ہی ہوگا اور وہ ہمارے پاس تن تنہا

09513 655913 maktabazakariyamiltan@gmail.com

ہی آئے گا کوئی مال واولاد اسکے ساتھ نہیں ہوگا۔ پھر کفارِ قریش کے متعلق فرمایا کہ یہ بتوں کی پوجا اسلئے کرتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ان بتوں کی سفارش یا وسیلہ سے ان کو عزت حاصل ہوجائے اور بت ان کی مدد کریں۔ فرمایا کہ وہ آلہہ اور معبودان کی عبادت کا قیامت کے دن انکار کریں گے اور کہیں گے یہ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ یہ شیاطین اور اپنے ہواء وہوس کی پوجا کرتے تھے، ہم ان کے اس فعل سے بری ہیں یا یہ کافر قیامت کے دن غیر اللہ کی عبادت کا انکار کردیں گے اور کہیں گے خدا کی قسم ہم مشرک نہیں تھے اور ان کے مخالف ہوجائیں گے۔

④ کلمات مخطوطہ کے صیغے وابواب:۔ "نَمُدُّ" صیغہ جمع متکلم بحث مضارع معلوم از مصدر مَدًّا (نصر) بمعنی کھینچنا وگھسیٹنا۔

"لَاُوْتَيَنَّ" صیغہ واحد متکلم بحث لام تاکید بانون ثقیلہ مجہول از مصدر اِيْتَاءٌ (افعال) بمعنی دینا۔

"اِطَّلَعَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر اِطِّلَاعٌ (افتعال) بمعنی جاننا۔

"نَرِثُهٗ" صیغہ جمع متکلم بحث مضارع معلوم از مصدر وَرْثًا، وِرْثًا اِرْثًا (حسب) بمعنی وارث ہونا۔

الشق الثانی ..... وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ﴿۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ (پ۱۸۔نور:۴،۵) آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کیلئے کیا شرائط ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں، محدود فی القذف کی شہادت توبہ کے بعد قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ذکر کریں۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی فاسق لوگ ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کی شرعی حد کا ذکر ہے کہ جس طرح زنا کرنا اسلامی معاشرہ میں بہت بڑا جرم ہے اور اسکی سزا سخت تر ہے اسی طرح اسکے ثبوت کیلئے شرائط بھی سخت سے سخت تر ہیں لہٰذا عام شہادتوں سے ہٹ کر اسکے ثبوت کیلئے چار عادل مردوں کی گواہی کی شرط لگائی گئی ہے پس جس طرح یہ جرم سخت ہے اسی طرح اسکی جھوٹی تہمت کی حد وسزا بھی سخت ہے وہ یہ کہ اگر آدمی زنا کی جھوٹی تہمت لگائے اور پھر چار عادل گواہوں کے ذریعہ اسکو ثابت نہ کرسکے تو اسے اسّی کوڑے لگائے جائیں مزید یہ کہ کسی بھی معاملہ میں اسکی گواہی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قبول نہیں ہوگی، البتہ اگر یہ شخص صدقِ دل سے ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کرے اور جس شخص پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اس سے معافی مانگے تو پھر ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اسکی گواہی قبول ہوسکتی ہے جبکہ حنفیہ کے نزدیک اسکی گواہی ہمیشہ کیلئے مردود ہے، البتہ توبہ ومعافی کے نتیجہ میں اخروی سزا وعذاب سے بچ جائے گا، آخرت میں اسکی پکڑ نہیں ہوگی۔

③ حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کی شرائط:۔ حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کے لیے باجماعِ علماء مندرجہ ذیل شرائط ہیں، محصن شخص آزاد عاقل بالغ مسلمان اور پاک دامن ہو اس سے پہلے متہم بالزنا نہ ہو۔ (تفسیر مظہری)

لہٰذا غلام، مجنون ودیوانہ بچہ کافر یا متہم بالزنا پر تہمت لگانے والے پر حد جاری نہیں ہوگی۔

④ محدود فی القذف کی توبہ کے بعد شہادت کی قبولیت میں اختلاف:۔ اس امر کا حل تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اسکی گواہی ہمیشہ کیلئے مردود ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک اسکی گواہی توبہ، استغفار ومعافی کے بعد قبول ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۴﴾ (پ۱۱۔ یونس:۶۲ تا ۶۴)

0313 6357942 maktabazakariyamultan@gmail.com

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ اولیاء اللہ پر خوف اور غم نہ ہونے کا مطلب بیان کریں۔ اولیاء اللہ کی تعریف اور علامات بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا مطلب (۴) اولیاء اللہ کی تعریف وعلامات۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ آگاہ رہو بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف واندیشہ ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں، اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور وہ تقوی اختیار کرتے ہیں ان کیلئے دنیاوی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخروی زندگی میں بھی، اللہ تعالیٰ کے کلمات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی یہی بڑی کامیابی ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات کریمہ میں سے پہلی آیت میں اولیاء اللہ کی فضیلت کا ذکر ہے کہ اولیاء اللہ کو روزِ محشر جب تمام لوگ خوف وپریشانی میں مبتلا ہونگے اس وقت ان پر نہ ہی کسی ناگوار چیز کے پیش آنے کا خوف وخطرہ ہوگا اور نہ ہی کسی مقصد کے فوت ہونے کا غم ہوگا کیونکہ اب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے ہونگے پھر ان کی علامت بتلائی کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے احکامات کو مکمل طور پر من وعن تسلیم کیا اور تقوی اختیار کرتے ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ آخرت تو انہی کی ہے دنیا میں بھی ان کیلئے فلاح وکامیابی کی بشارت وخوشخبری ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمادیا وہ حق وسچ ہے اس میں کسی قسم کا ہیر پھیر وتبدیلی ممکن ہی نہیں ہے اور یہ دنیا وآخرت میں فلاح وکامیابی کی بشارت وخوشخبری ہی اصل وحقیقی کامیابی ہے۔

③ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا مطلب:۔ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آخرت میں حساب وکتاب کے بعد ان کو جنت میں داخل کردیا جائے گا تو خوف وغم سے ہمیشہ کیلئے ان کو نجات مل جائیگی، نہ کسی تکلیف وپریشانی کا خطرہ ہوگا، اور نہ کسی محبوب چیز کے فوت ہونے کا غم ہوگا مگر یہ اولیاء اللہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اسلئے بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونا دنیا وآخرت دونوں کیلئے عام ہے اور اولیاء اللہ کی خصوصیت یہی ہے کہ دنیا میں بھی وہ خوف وغم سے محفوظ ہیں۔

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کا دنیا میں خوف وغم سے محفوظ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جن چیزوں کے خوف وغم میں عام طور پر اہلِ دنیا مبتلا رہتے ہیں کہ دنیوی مقصد یعنی راحت وآرام اور عزت ودولت میں معمولی سی کمی ہو جائے تو مرنے لگتے ہیں اور معمولی سے تکلیف وپریشانی کے خوف سے ان سے بچنے کی تدبیروں میں دن رات کھوئے رہتے ہیں تو اولیاء اللہ کا مقام ان تمام سے بلند وبالا ہوتا ہے۔ (معارف القرآن ۵۴۸:۴)

④ اولیاء اللہ کی تعریف وعلامات:۔ اولیاء اللہ کی بے شمار تعاریف کی گئی ہیں مگر ہم اسی تعریف کو ذکر کرتے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور حقیقتِ ایمان اپنے اندر پیدا کرتے ہیں ذکر اللہ سے ان کو اطمینان ہوتا ہے اور ذکر سے معمولی مقدار بھی غافل نہیں ہوتے، شرک ومعاصی سے مکمل اجتناب کرتے ہیں، اوامر کی مکمل اطاعت وپیروی ونواہی سے مکمل اجتناب کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی علامات کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آتی ہو، نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ میرے بندوں میں سے میرے اولیاء وہ ہیں جن کی یاد میرے ذکر سے اور میری یاد انکا ذکر کرنے سے ہوتی ہے نیز ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ضرور بتلائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آتی ہو۔ (مظہری ۳۳۹:۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں اولیاء اللہ سے کون مراد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو خالص اللہ کیلئے آپس میں محبت کرتے ہیں کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن ۵۴۹:۴)

0313 3579 3 maktabazakariyanetwork@gmail.com

الشق الثانی ..... لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ (پ۱۳۔رعد:۱۱)

آیت کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔احادیث کی روشنی میں **لہ معقبٰت** کی وضاحت فرمائیں **ان اللہ لا یغیر** کا مطلب بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) احادیث کی روشنی میں **لہ معقّبٰت** کی وضاحت (۴) **ان اللہ لا یُغیّر** کا مطلب۔

جواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ ہر شخص کے لئے کچھ نگہبان (باری باری تبدیل ہونے والے فرشتے) و پہرے دار ہیں۔ کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اس چیز کو تبدیل نہ کریں جو ان کے نفسوں میں ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی و مصیبت کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں، اور اللہ کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

② آیت کی تفسیر:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ سے انسانوں کی حفاظت اور پھر انسانی بغاوت کی وجہ سے اس حفاظت کے خاتمہ کو ذکر کرتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی حفاظت ونگہبانی کیلئے صبح شام تبدیل ہونیوالے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ہر طرف سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اور یہ مستقل طور پر بحکم خداوندی اس ڈیوٹی پر مامور ہیں اور اللہ تعالیٰ از خود کسی کو تکلیف و مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا اور ان کی اچھی حالت کو از خود بری حالت سے تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے اچھے احوال کو اپنے ہاتھوں سے خود ہی بگاڑ نہ دے اور جب انکے اپنے ہی بگاڑے ہوئے احوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب و مصیبت میں ڈالنا چاہیں تو کوئی ان کو بچانے والا نہیں ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی بھی مددگار و کارساز نہیں ہے جو اس مصیبت کو ٹال سکے۔

③ احادیث کی روشنی میں **لہ معقبٰت** کی وضاحت:۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بتایئے کہ بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ تیرے دائیں ہاتھ کی طرف ہے جو تیری نیکیوں پر مامور ہے اور وہ بائیں ہاتھ والے فرشتہ کا سردار ہے۔ جب تو کوئی ایک نیکی کرتا ہے تو وہ دس نیکیاں لکھتا ہے اور جب تو کوئی بدی کرتا ہے تو بائیں ہاتھ والا فرشتہ اپنے سردار سے پوچھتا ہے کہ اس کو لکھ لوں؟ تو دائیں ہاتھ والا فرشتہ جواب دیتا ہے کہ ابھی ٹھہر جاؤ شاید یہ توبہ واستغفار کر لے جب وہ تین مرتبہ ایسا کہتا ہے تو پھر دائیں ہاتھ والا فرشتہ کہتا ہے کہ اچھا اب لکھ لو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے یہ برا ساتھی ہے، نہ اس کو اللہ کا لحاظ ہے اور نہ یہ اللہ سے شرم کرتا ہے۔ اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر مسلط ہے جب تو اللہ کیلئے اس کو نیچے رکھتا ہے تو وہ تجھے سربلند کر دیتا ہے۔ اور جب تو غرور کرتا ہے تو وہ تجھے شکستہ و ذلیل کر دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے لبوں پر مامور ہیں ان کا کام صرف یہ ہے کہ تو آپ ﷺ پر جو درود پڑھے وہ اس کی نگہداشت کریں اور ایک فرشتہ تیرے منہ کا محافظ ہے کہ سانپ وغیرہ کو منہ میں داخل نہیں ہونے دیتا اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر مامور ہیں یہ ہر آدمی کے دس فرشتے ہوئے اور رات کے فرشتے دن کے فرشتوں پر اترتے ہیں کیونکہ رات کے فرشتے دن کے فرشتوں سے الگ ہیں۔ یہ کل بیس فرشتے ہیں اور ابلیس دن میں اور اسکی اولاد رات کو آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں دن اور رات کے فرشتے آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں فجر و عصر کی نماز میں ان کا اجتماع ہوتا ہے۔ رات کو جو فرشتے تم میں رہے ہیں فجر کو جب وہ اوپر چڑھتے ہیں تو ان کا رب بخوبی ان سے واقف ہونے کے باوجود فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ تو وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے اور جب ہم پہنچے تھے وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ (تفسیر مظہری ۶:۱۵۵)

④ **ان اللہ لا یُغیّر کا مطلب:۔** مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت کو بری حالت سے اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود برے اعمال کے ذریعہ اپنی اچھی حالت کو نہیں بدلتی مزید تفصیل تفسیر کے ضمن میں ابھی گزر چکی ہے۔

﴿الورقة الاولٰی فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ (پ۱۱۔ یونس:۲۶،۲۷)

آیات مبارکہ کی مختصر تفسیر کریں۔ **الحسنٰی وزیادۃ** سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ **قطعا** اور **مظلما** کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کی تفسیر (۲) **حسنٰی ، زیادہ** کی مراد (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) **قطعا ، مظلما** کے نصب کی وجہ۔

جواب ..... ① **آیات کی تفسیر:۔** ان آیات میں اہلِ جنت واہلِ جہنم کے احوال وانجام کا اجمالا ذکر ہے، اولاً اہلِ جنت واہلِ ایمان کے انجام کا ذکر فرمایا کہ نیکی وبھلائی کرنے والوں کیلئے اچھا بدلہ یعنی جنت اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ دیدارِ خداوندی نصیب ہو گا اور ان کے چہروں پر غم کی کدورت اور ذلت وپریشانی نہ ہوگی اور یہ لوگ ہمیشہ جنت کی دائمی نعمتوں میں رہیں گے اور پھر اہلِ جہنم کے احوال کا ذکر ہے کہ ان کو برے اعمال کی بدولت برابر بدلہ ہی ملے گا اور ان کے چہروں پر ذلت ورسوائی چھائی ہوئی ہوگی اور ان کے چہروں کی ایسی حالت ہوگی جیسے اندھیری رات میں تہ بہ تہ ظلمات وتاریکیاں ہوتی ہیں، اور ان تاریکیوں کے ساتھ اس کے چہرہ کو لپیٹا گیا ہو اور یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے دائمی عذاب میں رہیں گے۔

② **حسنٰی ، زیادۃ کی مراد:۔** صحیحین میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ **الحسنٰی** سے مراد اچھا ثواب یعنی جنت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **احسنوا** یعنی **لا الہ الا اللہ** کی شہادت دی **الحسنٰی** جنت **زیادۃ** اللہ کی طرف دیکھنا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک فرشتہ آواز لگائے گا کہ اے اہلِ جنت! اللہ تعالیٰ نے تم سے اچھے ثواب کا وعدہ کیا تھا اور زیادتی کا بھی اچھا ثواب جنت ہے اور مزید انعام رحمان کا دیدار حاصل ہونا ہے۔

③ **کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔** "**قَتَرٌ**" یہ اسم ہے بمعنی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں مراد غبار نما بدرونقی ہے جو چہرہ پر چھا جائے۔

"**لَا یَرْهَقُ**" صیغہ واحد مذکر غائب بحث منفی مضارع معلوم از مصدر **رَهْقًا** (سمع، صحیح) بمعنی چھا جانا، ڈھانپ لینا۔

"**عَاصِمٌ**" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **عِصْمَةٌ** (ضرب، صحیح) بمعنی بچانا وحفاظت کرنا۔

"**اُغْشِيَتْ**" صیغہ واحد مونث غائب بحث ماضی مجہول از مصدر **اِغْشَاءٌ** (افعال، ناقص) بمعنی ڈھانکنا۔

"**قِطَعًا**" یہ **قِطْعَةٌ** کی جمع ہے بمعنی ٹکڑا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

④ **قطعا ، مظلما کے نصب کی وجہ:۔** **قطعا** یہ **اغشیت** فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مظلما یہ **لیل** یا **قطعا** سے حال ہونے کی وجہ سے یا **قطعا** کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ..... فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (پ۱۲۔ ھود:۱۱۲،۱۱۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ استقامت کا مفہوم واضح کریں۔ **ولا ترکنوا الی الذین ظلموا** کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال تحریر کریں۔ **ومن تاب** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) استقامت کا مفہوم (۴) **لاترکنوا الی الذین ظلموا** کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال (۴) **من تاب الخ** کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس آپ قائم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ (تمہارا رب) دیکھنے والا ہے اس کو جو تم عمل کرتے ہو، اور مت جھکو ظالموں کی طرف پھر تم کو آگ چھولے گی اور نہیں ہوگا اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار اور پھر تم مدد بھی نہ کئے جاؤ گے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اس سورۃ کے اندر اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے واقعات حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک خصوصی ترتیب وتفصیل سے ذکر کئے جن میں متعدد مواعظ احکام وہدایات ہیں اسکے بعد امت محمدیہ کو ان واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی اسکے بعد اس آیت میں بھی آپ ﷺ کے واسطہ سے امت کو دوبارہ خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ دین کے راستہ پر اسی طرح مستقیم وسیدھے رہیں جیسے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی مستقیم رہیں جو کفر سے توبہ کر کے آپ ﷺ کے ساتھ ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے نہ نکلو کیونکہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

دوسری آیت میں انسان کو خرابی وبربادی سے بچانے کیلئے ایک اور ہدایت جاری کی کہ ظالموں کی طرف ادنی میلان بھی نہ رکھو وگرنہ اس ادنی میلان کی وجہ سے تمہیں عذاب دیا جاسکتا ہے اور پھر خدا کے علاوہ تمہارا کوئی رفیق ومددگار نہ ہوگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور انکا کہا نہ مانو، ابن جریج نے فرمایا کہ ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو، ابوالعالیہؒ نے فرمایا کہ انکے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو، سدیؒ نے فرمایا کہ انکے برے اعمال پر سکوت ورضا کا اظہار نہ کرو، قاضی بیضاویؒ نے فرمایا کہ شکل وصورت، فیشن ورہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور ظلم وجور کی ممانعت وحرمت کیلئے اس آیت میں وہ انتہائی شدت ہے جو زیادہ سے زیادہ تصور میں لائی جاسکتی ہے کیونکہ اس آیت میں ظالموں کے ساتھ دوستی وگہرے تعلق ہی نہیں بلکہ ان کی طرف ادنی میلان وجھکاؤ اور ان کے پاس بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر کسی ظالم سے ملنے جائے، قرطبی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہلِ کفر ومعصیت اور اہلِ بدعت کی صحبت سے اجتناب وپرہیز واجب ہے۔ (معارف القرآن)

❸ استقامت کا مفہوم:۔ استقامت کا لفظ اپنے اندر عموم رکھتا ہے ہر طرح کی استقامت کو شامل ہے۔

① عقائد کی استقامت، یعنی اللہ کی ذات کو تمام صفات کمالیہ کا جامع سمجھنا (صفات خداوندی کا انکار نہ کرنا) اور اس کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ بھی نہ قرار دینا (یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی کوئی صفت مخلوق کی صفت کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کی صفات کامل ہیں) اور نہ بندوں کو بالکل مجبور سمجھ لینا نہ کامل مختار (یعنی انسان کو درودیوار اور چرند پرند کی طرح بے اختیار بھی نہ سمجھنا اور نہ قادر مطلق، بے لگام، مختارِ کُل کہ جیسا چاہے کر سکے اور جب چاہے جاسکے بلکہ درمیانی سیدھی راہ پر ہی چلنا)

② اعمال کی استقامت، یعنی وحی اور شریعت کو پورا پورا بیان کر دینا، نہ اس میں زیادتی کرنا نہ کمی۔

③ عبادات اور معاملات کو ان کے حقوق کے موافق ادا کرنا، نہ ان میں (جذبۂ خیر کے زیرِ اثر) زیادتی کرنا کہ پانچ وقت کی جگہ چھ وقت کی نماز فرض قرار دے دی جائے، نہ کمی کرنا کہ چار رکعت فرض کی جگہ تین رکعتیں مقرر کر لی جائیں۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسی بات بتادیجئے کہ آپ کے بعد میں کسی سے پوچھنے کا محتاج نہ رہوں فرمایا **آمنت باللہ** کہو اور استقامت رکھو یعنی سیدھی چال چلو اور اس پر قائم رہو لفظ استقامت ان تمام امور کو حاوی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا استقامت سے مراد یہ ہے کہ اوامر و نواہی پر قائم ہو جائے اور لومڑی کی طرح (راہِ مستقیم سے ادھر اُدھر) نہ مڑے۔

استقامت بہت ہی سخت حکم ہے یعنی اس پر عمل کرنا انتہائی دشوار ہے اس لیے صوفیاء کا قول ہے کہ استقامت کا مرتبہ کرامت سے اونچا ہے، بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نبوت کی مدت میں اس آیت سے زیادہ سخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اور آیت نازل نہ ہوئی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا، میں کہتا ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے معلوم ہو رہا ہے کہ سورہ ہود نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا اس سے مراد پوری سورت نہیں بلکہ اس سورت کی یہی آیت ہے جس میں استقامت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گو فطرتاً اور تخلیقاً استقامت کے حامل تھے مگر آپ پر ایمان لانے والے اور آپ کا اتباع کرنے والی ساری امت تو ایسی نہ تھی اور امت پر آپ بڑے مہربان تھے اسی فکر نے آپ کو بوڑھا کر دیا کہ امت کے لئے استقامت سخت دشوار ہے اس کا کیا ہوگا۔

④ **لا ترکنوا الی الذین ظلموا** کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:۔ **کمامرّ فی التفسیر آنفا۔**

⑤ **من تاب الخ** کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ جملہ **استقم** کی ضمیر فاعل پر عطف کی وجہ سے فاعل حکماً مرفوع ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (پ۱۴۔نحل:۱۰۱تا۱۰۳)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر کریں۔ نیز **انما یعلمه بشر** میں **بشر** سے کون شخص مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **بشر** کی تعیین۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو از خود تراش لیتا ہے بلکہ اکثر کافر (اس کی حکمت و مصلحت) نہیں جانتے، کہہ دیجئے کہ اس کو روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے اتارا ہے (لے کر آیا ہے) حکمت کے مطابق تاکہ ثابت قدم رکھے مؤمنین کو اور ہدایت و خوشخبری ہو جائے مسلمانوں کے لئے اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ اس کو سکھلاتا ہے ایک بشر، اس شخص کی زبان و لغت جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو واضح عربی زبان ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں کفار و مشرکین کے شیطانی وساوس و شبہات کا ذکر ہے کہ جب ہم کسی آیت یا حکم کو منسوخ کر کے دوسری آیت یا حکم نازل کرتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم از خود کلام گھڑتا ہے اور پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو اس کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے اس کا علم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جو کچھ نازل کرتے ہیں اس کی حکمت و مصلحت کو بھی خوب جانتے ہیں اور یہ کافر لوگ اکثر جاہل ہیں کہ یہ احکام میں نسخ کو بغیر کسی دلیل کے کلام الٰہی کے خلاف سمجھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں فرمادیں کہ یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر نازل ہوتے ہیں، اور اس میں احکام کی تبدیلی کسی حکمت و مصلحت کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ کلام اسلئے بھیجا جاتا ہے تاکہ اہلِ ایمان کو

0313 6331 013 maktabahariyamultan@gmail.com

ایمان پر ثابت قدم رکھا جائے اور وہ مسلمانوں کیلئے ہدایت وخوشخبری کا ذریعہ ہوجائے، اس کے بعد تیسری آیت میں کفار کے ایک اور شبہ کا ازالہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو یہ کلام ایک آدمی ہی سکھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رد کرتے ہیں کہ اس کی تو زبان بھی عجمی ہے جبکہ یہ قرآن فصیح وبلیغ عربی زبان میں ہے اور کوئی عجمی شخص تو درکنار کوئی عربی شخص بھی اس کی مثل ایک سورت لانے پر قادر نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں اور یہ قرآن کریم منزل من اللہ ہے۔ اور احکام وآیات کی تبدیلی بھی اسی کی طرف سے ہے۔

③ بشرٌ کی تعیین:۔ اس بشر کی تعیین میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں خلاصہ سب کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مختلف لوگوں کے ساتھ ایمان کے حوالہ سے ملنا جلنا تھا اور ان میں سے بعض ایسے عجمی غلام بھی تھے جو پہلے سے توراۃ وانجیل پڑھتے تھے تو یہ کفار کہتے کہ یہ محمد اس عجمی غلام سے قرآن سیکھ کر اپنے ساتھیوں کو بیان کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا نام بلعام حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے اس کا نام یعیش، فراء رحمہ اللہ نے اس کا نام عائش اور ابن اسحاق رحمہ اللہ نے اس کا نام جبر لکھا ہے۔ (تفسیر مظہری ۶:۲۹۰)

الشق الثانی ..... وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ (پ ۱۷۔ حج:۱۱)

آیت مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر تحریر کریں۔ نیز آیات مذکورہ کا شانِ نزول لکھنا نہ بھولیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) آیت کا شانِ نزول۔

جواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کنارہ پر پس اگر اس کو کوئی دنیاوی نفع پہنچے تو اس کی وجہ سے مطمئن ہوجاتا ہے اور اگر اس کو کوئی آزمائش ومصیبت پہنچے تو اپنے چہرہ کے بل لوٹ جاتا ہے دنیا وآخرت دونوں کو کھو بیٹھا، یہی واضح نقصان ہے۔

② آیت کی تفسیر:۔ اس آیت کریمہ میں بعض منافقین لوگوں کے ایمان لانے کا ذکر ہے کہ وہ ایسے شک کے ساتھ ایمان لاتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی چیز کے کنارہ پر کھڑا ہو اور موقع ملتے ہی چلنے وبھاگنے کیلئے تیار ہو کہ اگر اس کو کوئی دنیاوی غرض وفائدہ حاصل ہوجائے تو اسکی وجہ سے مطمئن ہوجاتا ہے اور اگر کوئی آزمائش ومصیبت پہنچ جائے تو منہ اٹھا کر کفر کی طرف بھاگ پڑتا ہے جس کی وجہ سے دنیا وآخرت دونوں کو کھو بیٹھتا ہے اور اس مصرعہ (نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے) کا مصداق بن جاتا ہے۔

③ آیت کا شانِ نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بعض ایسے لوگ بھی مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوجاتے تھے جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہ ہوتی تھی اگر اسلام لانے کے بعد ان کے مال واولاد میں ترقی ہوجاتی تو کہتے کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو کہتے کہ برا دین ہے تو ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

آیات کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ **القریۃ** سے کون سی بستی مراد ہے؟ **اِنْ کَادَ** میں **اِنْ** کونسا ہے؟ (پ ۱۹۔ فرقان:۳۹ تا ۴۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **القریۃ** کی مراد (۴) **اِنْ** کی تعیین۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہر ایک کیلئے ہم نے امم مذکورہ میں سے مثالیں (نصیحت آموز مضامین) بیان کئے اور ہر ایک کو ہم

نے امم سابقہ میں سے ہلاک وبرباد کردیا اور البتہ تحقیق یہ اہلِ مکہ اُس بستی پر گزرے ہیں جس پر بُری بارش برسائی گئی کیا انہوں نے اس بستی کو نہیں دیکھا بلکہ وہ دوبارہ اٹھنے کی امید نہیں رکھتے تھے اور جب یہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں تو یہ آپ ﷺ کو مذاق بنالیتے ہیں (کہتے ہیں کہ) کیا یہی ہے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے بے شک قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کردیتا اگر ہم ان (کی پرستش) پر جمے نہ رہتے اور عنقریب جان لیں گے وہ جس وقت وہ عذاب دیکھیں گے کہ کون بڑا گمراہ تھا سیدھے راستہ سے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی آیات میں قوم عاد وثمود اور اصحابِ راس ودیگر اقوام کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر ایک کے سامنے ہم نے طرح طرح کے واقعات اور معجزات بیان کئے تھے تو جب وہ ان سب دلائل کے باوجود بھی ایمان نہ لائے تو ہم نے ان کو تباہ وبرباد کردیا اور یہ اہلِ مکہ ملکِ شام کی طرف تجارت وغیرہ کی غرض سے آتے جاتے ہیں اور اس بستی پر بھی یہ گزرتے ہیں جس پر ہم نے پتھروں کی بارش کی تھی اور اس کے باشندوں کو نشانِ عبرت بنادیا تھا تو کیا یہ اس بستی کو دیکھتے نہیں ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اس بستی کو دیکھنے کے باوجود بھی عبرت حاصل نہیں کرتے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے دل کی آنکھیں اندھی ہیں اور انکو بعث بعد الموت اور عمل کی سزا وجزا کی امید وتوقع نہیں ہے اسلئے یہ اس بستی سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

اگلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ یہ کافر لوگ آپ سے استہزاء کرتے ہیں اور بطورِ تحقیر کہتے ہیں کہ کیا یہی شخص اللہ کا رسول ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول بنانا ہی تھا تو کسی معزز ومحترم شخص کو رسول بناتے نہ کہ اس جیسے معمولی آدمی کو؟ مزید برآں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ انتہاء درجہ کی دعوت وتبلیغ کرتا ہے کہ اگر ہم نے اچھی طرح اپنے آباؤ اجداد کے دین پر استقامت اختیار نہ کی ہوتی تو یہ شخص کب سے ہمیں گمراہ کرچکا ہوتا آخر میں اللہ تعالیٰ بطورِ انجام ذکر فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ عذاب سے دوچار ہوں گے اور تباہی وبربادی کا ان کو سامنا کرنا پڑے گا تو پھر ان کو معلوم ہوگا کہ ہدایت پر کون تھا اور گمراہی پر کون تھا؟

③ القریۃ کی مراد:۔ آیت کریمہ میں القریۃ سے مراد ملکِ شام کا ایک شہر سدوم اور اس کے مضافات میں واقع دوسری بستیاں ہیں جہاں قوم لوط آباد تھی ان پر لواطت وامرد پرستی جیسی قبیح حرکتوں کی وجہ سے پتھروں کی بارش برسائی گئی تھی اور بحوالہ بغوی قوم لوط کی ان بستیوں کی تعداد پانچ تھی جن میں سے چار تباہ وبرباد کردی گئی تھیں، اور ایک چھوٹی سی بستی بچی تھی جس کے باشندے اس غلط حرکت میں مبتلا نہ تھے۔ (تفسیر مظہری)

④ اِنْ کی تعیین:۔ یہ ان مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اصل عبارت اِنَّہ کاد ہے۔ (مظہری)

الشق الثانی..... وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ (پ۱۹۔ نمل: ۱۷ تا ۱۹)

آیات کریمہ کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ آیات میں بیان کردہ قصہ کی تفصیل لکھیں۔ ضاحکا کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ واقعہ کی تفصیل (۴) ضاحکا کے نصب کی وجہ۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جمع کئے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جن وانس اور پرندوں کے لشکر وہ روکے جاتے تھے یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! تم اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہ کہیں سلیمان علیہ السلام اور اس کی فوجیں تمہیں پیس نہ ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو پس حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے

اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطاء فرما کہ تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطاء کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہو اور مجھے اپنی خصوصی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت تمام چرند و پرند اور جن وانس پر تھی اور جب کبھی سفر پر نکلتے تو ان تمام مخلوقات میں سے چند ایک کو ساتھ لے کر چلتے چنانچہ ایک مرتبہ سب جن وانس اور پرندے سفر کے لئے جمع ہو گئے اور خصوصی نظم وضبط اور منصوبہ بندی کے ساتھ چلتے ہوئے ایک ایسے میدان سے گزر رہا تھا جہاں بکثرت چیونٹیاں موجود تھیں تو ان چیونٹیوں میں سے ایک چیونٹی نے اپنی دیگر چیونٹیوں سے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر یہاں سے گزرنے والا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں وہ تمہیں روند ڈالیں اسلئے ان کی آمد سے قبل ہی اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی یہ بات ہواؤں کے ذریعہ سے سنی تو چیونٹی کی دانش مندی واحتیاط کی وجہ سے تعجب ہوا اور اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور پروردگار کی اس نعمت (پرندوں کی زبان کی) سمجھ کی وجہ سے دیگر نعمتیں بھی یاد آ گئیں، اور فرمایا کہ اے پروردگار تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو بے شمار انعامات کئے ہیں اور خصوصی نعمتوں سے نوازا ہے مجھے ان تمام نعمتوں پر شکر ادا کرنے اور مقبول عمل صالح کرنے کی توفیق بھی عطاء فرما اور سب سے بڑھ کر نیاز مندانہ درخواست یہ ہے کہ تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک وصالح بندوں میں شامل فرما۔

③ مذکورہ واقعہ کی تفصیل:۔ ابھی تفسیر کے ضمن میں پورا واقعہ بالتفصیل ذکر کر دیا گیا ہے۔

④ ضاحکا کے نصب کی وجہ:۔ فَتَبَسَّمَ فعل کی ضمیر فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿الورقة الاولٰی فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ..... فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ (پ۱۲۔ھود:۱۱۶، ۱۱۷)

آیات مبارکہ کا واضح ترجمہ کر کے مختصر تفسیر لکھیں۔ اولوا بقیۃ کی لغوی تشریح کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں؟

﴿خلاصہ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) اولوا بقیۃ کی تشریح ومراد۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ پس کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے گزری ہیں ایسے سمجھدار لوگ جو (لوگوں کو) زمین میں بگاڑ کرنے سے منع کرتے مگر بہت تھوڑے کہ جن کو ہم نے نجات دی ان میں سے اور ظالم لوگ پیچھے پڑے رہے اسی عیش کے جسمیں وہ تھے اور وہ مجرم لوگ تھے اور آپ کا رب ہرگز ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کر دے اس حال میں کہ اسمیں نیک لوگ بھی ہوں

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں پچھلی اقوام پر عذاب الٰہی نازل ہونے کی وجہ اور لوگوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ افسوس ایسا نہیں ہوا کہ سابقہ امتوں میں کچھ سمجھدار لوگ ہوتے جو اپنی قوم کو زمین پر فساد وبگاڑ پیدا کرنے سے منع کرتے مگر بہت کم لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کا اتباع کرتے ہوئے یہ کام کیا اور وہی عذاب سے بچے، باقی سب لوگ دنیا کی لذتوں میں پھنس کر جرائم پیشہ بن گئے۔ اسکے بعد اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ظالم نہیں ہے اور اس کے ہاں ظلم کا امکان وتصور بھی نہیں کہ وہ نیک لوگوں کی موجودگی میں کسی بستی والوں کو ہلاک کر دے بلکہ کسی بھی قوم اور بستی کو اس وقت ہلاک کیا جاتا ہے جب وہ مکمل طور پر اسکی مستحق ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی مصلح باقی نہیں رہتا۔

③ **اولوا بقیّۃ** کی تشریح ومراد:۔ **بقیۃ** کا لفظ باقی ماندہ چیز پر بولا جاتا ہے اور اس آیت میں اس سے اہل الرائے وسمجھ دار لوگ مراد ہیں کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ جو چیز اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کو ہر حال میں اپنے لئے محفوظ وباقی رکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ضرورت کے وقت دوسری سب چیزیں قربان کر دیتا ہے مگر وہ محبوب چیز نہیں دیتا اسی لئے عقل وبصیرت کو **بقیۃ** کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔(معارف القرآن ۶۷۹:۴)

الشق الثانی ..... وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ ۚ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝ (پ۱۵۔بنی اسرائیل:۱۰۱تا۱۰۳)

آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر لکھیں۔ **تسع آیات بینات** کی مراد تحریر کریں۔ **بصائر** کے منصوب ہونے کی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **تسع آیات بینات** کی مراد (۴) **بصائر** کے نصب کی وجہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور البتہ تحقیق ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو واضح نشانیاں دیں۔بس آپ ﷺ پوچھیں بنی اسرائیل سے جب آئے موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس تو کہا ان سے فرعون نے کہ میرے خیال میں اے موسیٰ! تجھ پر جادو کیا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تحقیق تو جانتا ہے کہ یہ عجائبات (آیات ومعجزات) زمین وآسمان کے رب نے نازل کئے ہیں جو کہ بصیرت کے ذرائع ہیں اور میرے خیال میں اے فرعون! تیری کم بختی وہلاکت کے دن آ گئے ہیں۔پھر اس نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کے قدم ارضِ مصر سے اکھاڑ دے تو ہم نے اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون کے درمیان ہونے والے واقعات کے ذریعہ آپ ﷺ کو تسلی دینا چاہتے ہیں کہ اگر ان کفار کی تمام فرمائشیں پوری کر دی جائیں تب بھی یہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح ضد وعناد کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم فرعون سے بنی اسرائیل کو مانگ لو یعنی فرعون بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ چھوڑ دے، یا مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ چاہے بنی اسرائیل سے اسکے متعلق پوچھ لیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون وآلِ فرعون کو ایمان کی دعوت دی اور انہیں آیات بینات سے ڈرایا تو فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ! تم پر کسی جادو کا اثر ہے جسکی وجہ سے تمہاری عقل مخبوط ہوگئی ہے اور تم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے فرعون! تو بھی دل میں خوب جانتا ہے اگرچہ عار کی وجہ سے زبان سے اقرار نہیں کرتا کہ یہ تمام معجزات زمین وآسمان کے پروردگار نے ہی بھیجے ہیں جو کہ بصیرت وعبرت کیلئے کافی ہیں اور میرے خیال میں تیری کمبختی وہلاکت کے دن قریب ہیں، فرعون بنی اسرائیل کو مصر جانے کی اجازت نہ دیتا تھا مگر جب اس نے دیکھا کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے اثر سے قوت پکڑ کر مضبوط ہو رہے ہیں تو خوف کی وجہ سے اس نے خود ہی سوچا کہ بنی اسرائیل کو ملک بدر کر دے ،مگر اسکی تدبیر کی کامیابی سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اسکو اور اسکے لشکر کو غرق کر دیا۔(معارف القرآن ۵۳۷:۵۔مظہری ۷:۹۸)

③ **تسع آیات بینات** کی مراد:۔ تعیینِ معجزات میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حضرت ابن عباس اور ضحاک رضی اللہ عنہم کے نزدیک معجزات یہ تھے عصا، ید بیضاء، زبان کی گرہ کا کھل جانا، سمندر کا لاٹھی کی ضرب سے پھٹ جانا، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک وخون۔حضرت عکرمہ، مجاہد اور عطاء رحمہم اللہ کے نزدیک نو معجزات یہ تھے، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، خون، عصا، ید بیضاء، قحط ،پھلوں کی کمی۔قبطیوں میں سے ایک شخص اپنی بی بی کے ساتھ بستر پر سو رہا تھا (شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے) دونوں پتھر بن گئے ایک عورت کھڑی روٹی پکا رہی تھی (شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے سے) وہ بھی پتھر کی ہوگئی، محمد بن کعب قرظی نے

0313 6257913 maktabayekariyamultan@gmail.com

طمس (صورتوں کو بدل دینا یا بگاڑ دینا) اور سمندر کو پھاڑنے اور طور کے سروں پر معلق ہو جانے کو بھی تسع آیات میں شمار کیا ہے۔

حضرت صفوان بن عسال کا بیان ہے کہ ایک یہودی نے دوسرے یہودی سے کہا چلو اس نبی کے پاس چلیں اس نے کہا ارے نبی نہ کہو اگر اس نے یہ لفظ سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی غرض دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نو واضح آیات دریافت کیں حضور ﷺ نے فرمایا (وہ نو آیات یعنی احکام یہ ہیں) ① کسی چیز کو اللہ کا ساجھی نہ قرار دو ② چوری نہ کرو ③ زنا نہ کرو ④ ناحق ناجائز خون نہ کرو ⑤ کسی بے قصور کو (قتل یا بغاوت وغیرہ کی تہمت لگا کر) حاکم کے پاس قتل کرانے کیلئے نہ جاؤ ⑥ جادو نہ کرو ⑦ سود نہ کھاؤ ⑧ کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ ⑨ جہاد میں مقابلہ کے وقت بھاگنے کیلئے پشت نہ پھیرو۔ اور اے یہودیو! تمہارے لئے خصوصی حکم یہ تھا کہ ہفتہ کے دن کی حرمت میں حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہ کرو۔ (مظہری ۹۸:۷)

④ بصائر کے نصب کی وجہ:۔ بصائر کا لفظ ماقبل والے جملہ ما انزل ھؤلاء سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ..... وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ (پ۱۴۔حجر:۸۷تا۹۳)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ **كَمَا اَنْزَلْنَا الخ** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔ **المُقْتَسِمِيْنَ** کی مراد بیان کرتے ہوئے **الذین جعلوا القرآن عضین** کا مطلب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) **كما انزلنا الخ** کی ترکیبی حیثیت (۵) **المقتسمین** کی مراد اور **الذین جعلوا القرآن عضین** کا مطلب۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور تحقیق ہم نے آپ کو سات مکرر پڑھی جانے والی آیات دیں اور قرآنِ عظیم دیا، اور آپ نہ اٹھا کر دیکھیں اپنی آنکھوں کو ان چیزوں کی طرف جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے (استعمال) کیلئے دی ہیں اور آپ کافروں پر غمگین نہ ہوں اور آپ اپنے بازوؤں کو مؤمنین کیلئے جھکائیے اور آپ (کافروں سے) کہہ دیں کہ میں واضح ڈرانے والا ہوں جیسا کہ نازل کیا ہم نے (عذاب) تقسیم کرنے والوں پر، جنہوں نے آسمانی کتاب کے حصے کئے تھے، پس قسم ہے تیرے رب کی البتہ ہم ضرور سوال کرینگے ان سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

② آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں آپ ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ ان کفار کے معاملہ کو نہ دیکھیں جس سے آپ غمگین ہوتے ہیں بلکہ آپ ہمارا معاملہ اپنے ساتھ دیکھیں کہ ہماری طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ کیسے لطف وعنایت کا معاملہ ہے کہ ہم نے آپ کو سات آیات عظیم نعمت کے طور پر دی ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور وہ جامع مضامین ہونے کے اعتبار سے پورا قرآن کریم ہی ہیں پس آپ ﷺ اس انعام ونعمت کی طرف دیکھیں تاکہ آپ کا قلب مسرور ومطمئن ہو، آپ ﷺ ان لوگوں کے عناد و اختلاف کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں، اور آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کی طرف نہ دیکھیں جو ہم نے مختلف کافروں کو عارضی طور پر نفع اٹھانے کیلئے دی ہیں اور پھر بہت جلد وہ اُن سے واپس لے لیں گے اور آپ انکی حالتِ کفر پر غمگین نہ ہوں بلکہ آپ مسلمانوں پر شفقت رکھئے یعنی فکرِ مصلحت وشفقت کیلئے مسلمان ہی کافی ہیں اور ان کو اس سے نفع بھی ہے جبکہ کافروں کیلئے فکرِ مصلحت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسلئے آپ انکی طرف متوجہ بھی نہ ہوں البتہ آپ اپنا فرضِ منصبی ادا کرتے ہوئے انکی تبلیغ کرتے رہیں اور ان کو بتادیں کہ میں کھلم کھلا تمہیں خدا کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں یہ مضمون پہنچاتا ہوں وہ عذاب جس سے ہمارا نبی تمہیں ڈراتا ہے وہ عذاب ہم

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تم پر کسی وقت ضرور نازل کرینگے جیسا کہ وہ عذاب ہم نے مختلف اوقات میں اُن لوگوں پر نازل کیا تھا جنہوں نے احکام الٰہی کے مختلف اجزاء وحصے بنا رکھے تھے ان میں سے جو انکی مرضی کے موافق ہوا وہ مان لیا اور جو مرضی کے خلاف ہوا اس کا انکار کر دیا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ اپنی قسم کھا کر حلفاً کہتے ہیں کہ ہم اگلے پچھلے تمام کافروں سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور باز پُرس کریں گے اور پھر اُن اعمال کے مطابق ان کو سزا دیں گے۔ (معارف القرآن ۳۱۲:۵)

③ کلماتِ مخطوط کی لغوی تشریح:۔ "اَلْمَثَانِیْ" یہ مَثْنَاۃٌ اسمِ ظرف یا مَثْنِیَۃٌ اسم فاعل کی جمع ہے بمعنی بار بار و مکرر پڑھی جانیوالی۔ "اَلْمُقْتَسِمِیْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِقْتِسَامٌ (افتعال، صحیح) بمعنی تقسیم کرنا۔

"عِضِیْنَ" یہ جمع ہے اسکا مفرد عِضَۃٌ ہے جو اصل میں عِضْوَۃٌ تھا بمعنی ٹکڑا و پارہ۔ بعض نے کہا کہ یہ اصل میں عِضْہَۃٌ تھا بمعنی بہتان۔ بعض نے عِضَۃٌ کا معنی جادو بھی بیان کیا ہے۔ (مظہری)

④ کما انزلنا الخ کی ترکیبی حیثیت:۔ ① اٰتینٰك کے متعلق ہے یعنی نازل کی ہم نے آپ پر وحی جیسا کہ مقتسمین (اہلِ کتاب) پر نازل کی ② النذیر کے متعلق ہے یعنی میں ڈرانے والا ہوں تمہیں نزولِ عذاب سے جیسا کہ مقتسمین پر عذاب نازل ہوا۔ (اعراب القرآن)

⑤ المقتسمین کی مراد اور الذین جعلوا القرآن عضین کا مطلب:۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس سے مراد یہودی و عیسائی ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد قرآن کریم کے متعلق مختلف خیالات رکھنے والے کافر ہیں کوئی قرآن کو جادو کہتا، کوئی شاعری کہتا، کوئی کہانت کہتا، کوئی پرانے لوگوں کے قصے و داستانیں کہتا۔

بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ان کے بٹے ہوئے اقوال ہیں کوئی آپ ﷺ کو جادو کہتا، کوئی شاعر کہتا اور کوئی کاہن کہتا۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں، انہوں نے قرآن کریم کے دو حصے کر دیئے تھے جو حصہ تورات و انجیل کے موافق تھا اُس کو حق کہتے اور جو حصہ تورات و انجیل کے خلاف تھا اُس کو باطل کہتے تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رات کے وقت حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ کیا تھا اور اس پر انہوں نے قسمیں کھائی تھیں، اس صورت میں مقتسمین کا ترجمہ قسم کھانا ہے۔ (مظہری ۲۴۰:۶)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ..... الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (پ۱۱۔ یونس: ۱تا۳)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے قدم صدق، ستة ایام اور استواء علی العرش کی وضاحت کریں۔ عجبا کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ "اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ" کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) "قدم صدق، ستة ایام، استوی علی العرش" کی وضاحت (۴) "عجبا" کے نصب کی وجہ (۵) "اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ" کی ترکیب۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ "الٓرٰ" (اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد جانتے ہیں) یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں، کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے وحی بھیجی ہے انہی میں سے ایک مرد کی طرف اس بات کی کہ ڈراتو لوگوں کو اور خوشخبری سنا اہل ایمان کو اس بات کی کہ ان کو انکے رب کے پاس پورا مرتبہ ملے گا؟ تو کافروں نے کہا کہ بیشک یہ واضح جادوگر ہے بے شک تمہارا پروردگار وہ ذات ہے جس نے

آسمان وزمین کو چھ دن (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر قائم ہوا ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، (قیامت کے روز) کوئی سفارش کرنیوالا نہیں ہوگا مگر اس کی اجازت کے بعد، یہ ذات وہستی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے بس تم اسکی عبادت کرو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو کتاب ہدایت وحکمت بیان کرنے کے بعد دوسری آیت میں مشرکینِ مکہ کے شبہ کا جواب دے رہے ہیں، وہ شبہ یہ تھا کہ مشرکین کہتے تھے کہ پیغمبر ورسول کوئی فرشتہ وغیرہ ہونا چاہیے تھا اللہ تعالیٰ کا ایک انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجنا اور اس کی طرف وحی نازل کرنا تعجب خیز وخلافِ عقل ہے یہ نبی نہیں بلکہ ساحر وجادوگر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس دوسری آیت میں اس کا جواب دے دیا کہ انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجنا عقل کے مقتضاء کے مطابق ہے کیونکہ پیغمبر نے ''اسوہ'' اور نمونہ بن کر دکھانا ہوتا ہے اگر پیغمبر بشر نہ ہوتا بلکہ فرشتہ ہوتا تو پھر یہی لوگ اعتراض کرتے کہ یہ تو فرشتہ ہے اس کو بشری تقاضے لاحق ہی نہیں ہوتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بشر کو ہی بشر کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

نیز بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ محرر ومقرر اور قاصد ہمیشہ اس شخص کو بناتے ہیں جو ان لوگوں کی جنس وزبان سے واقف ہو وگرنہ لوگ اس کی بات سمجھ ہی نہ پائیں گے اور فائدہ تامہ حاصل نہ ہو سکے گا اسلئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف انہی میں سے پیغمبر ورسول بنا کر بھیجے تا کہ وہ اس کی زبان وماحول سے واقفیت ومناسبت تامہ کی وجہ سے مکمل فائدہ وراہنمائی حاصل کرسکیں۔ اسی مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ **وما ارسلنامن قبلك الا رجالا نوحی الیهم۔**

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ ایک منفرد انداز میں توحید کی دعوت دے رہے ہیں کہ تمہارا پروردگار تو وہ ذات وہستی ہے جس نے تن تنہا زمین وآسمان کو پیدا کیا پھر وہ اکیلا ہی ان کی تخلیق کے بعد تخت شاہی عرش پر قائم ہوا، اور وہ تن تنہا ہی اپنی حکمت کے مطابق کائنات کے تمام امور کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور روزِ قیامت کوئی بزرگ کوئی ہستی کسی کی سفارش بھی اسکی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتی، جب ان تمام امور کا وہ تن تنہا خالق ومالک اور مدبر ہے تو عبادت کے لائق بھی وہی ہے اگر تم ذرہ برابر بھی کائنات کے اس نظام میں غور وفکر کرتے تو تمہارا ضمیر بھی یہ فیصلہ دیتا کہ عبادت وبندگی کے لائق صرف اور صرف ایک ہی پروردگار کی ذات ہے۔

③ **قدم صدق، ستة ایام، استوی علی العرش** کی وضاحت:۔ قدم کا اصل معنی پاؤں ہے اور مرادی ومجازی معنی بلند مرتبہ ہے کیونکہ انسان کی بلندی اور ترقی کا ذریعہ قدم ہی ہوتا ہے اور صدق کے معنی حق ویقینی اور قائم وباقی رہنے والا ہے۔

عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک **قدم صدق** سے مراد صدق کا مقام ہے جس میں نہ کوئی زوال ہے اور نہ دشواری وتکلیف، صاحب تفسیر مظہری کے نزدیک اونچا مرتبہ مراد ہے جس کی طرف اہل ایمان بڑھ رہے ہیں اور جہاں ان کا قیام ہوگا۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مراد وہ نیک اعمال ہیں جو اہلِ ایمان نے مرنے سے پہلے کئے ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد سعادت سابقہ ہے۔

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مراد ہے۔ (تفسیر مظہری ۵:۳۰۸)

ستة ایام کی وضاحت یہ ہے کہ زمین وآسمان کو چھ دن کے وقت کے برابر میں پیدا کیا گیا یعنی آجکل حساب لگائیں تو اتنے وقت کے چھ دن بنتے ہیں اور باری تعالیٰ آن واحد میں بھی ان کو پیدا کرسکتے تھے، انسانیت کو آہستہ روی اور تدریج کی تعلیم دینے کیلئے چھ روز میں پیدا کیا۔ **"استوی علی العرش** تمام سلف صالحین کا ان جیسی آیات صفات میں مذہب یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کے ظاہر پر ایمان لانا اور انکی حقیقت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا واجب ہے۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **الاستواء معلوم والکیفیة مجهول ،الایمان به واجب والسوال عنه بدعة** (**استواء** کا لفظی معنی معلوم ہے اسکی کیفیت مجہول ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اسکے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے)۔

03126557913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اگر چہ بعض متاخرین نے ان آیات کے بھی معانی بیان کئے ہیں مگر یہ صرف احتمال کے درجہ میں ہیں یقینی نہیں ہیں۔

④ عَجَبًا کے نصب کی وجہ:۔ آیت کریمہ میں موجود لفظ عَجَبًا کان ناقصہ کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

⑤ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ کی ترکیب:۔ ''ہمزہ'' استفہامیہ **کان ناقصہ للناس** جار مجرور ملکر **عجبا** مصدر کے متعلق ہو کر شبہ جملہ بن کر خبر مقدم **ان** ناصبہ مصدریہ **اوحینا** فعل وفاعل **الی رجل منھم** جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم مؤخر، **کان** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی..... وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ۱۳۔رعد:۴و۵)

آیات کریمہ کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔ **یسقی بماء واحد** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) **یسقی بماء واحد** کی ترکیبی حیثیت۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور زمین میں مختلف قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں سے بعض کی جڑ ملی ہوئی ہے اور بعض کی جڑ نہیں ملی ہوئی ہے کہ ان کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم بعض کو بعض پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں بے شک ان میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور اگر آپ ﷺ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائینگے تو کیا ہم از سر نو پیدا کئے جائینگے؟ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے منکر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہیں اور یہی لوگ جہنمی ہونگے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

② آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں اپنی قدرت کی نشانیوں کو ذکر کرنے کے بعد اہلِ عقل وفکر کو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایک ہی زمین ہے اس کے بہت سے ٹکڑے باہم متحد ہونے کے باوجود طبیعت کے اعتبار سے مختلف ہیں کوئی ٹکڑا عمدہ و پیداواری اور کوئی شوریلا و نمکین، کوئی صرف درختوں کے قابل اور کوئی صرف کھیتی کے قابل اور کوئی بالکل چٹیل، اور ہر علاقہ کی خاص پیداوار، ایک علاقہ کا پھل دوسرے علاقہ میں پیدا ہونا مشکل، کہیں انگور کے باغات اور کہیں کھجور باوجودیکہ سب پر ایک ہی پانی برسا لیکن پھر بھی اتنا فرق ہے، یہ سب ہماری قدرت ووحدانیت کے دلائل ہیں۔

دوسری آیت کریمہ میں بعث بعد الموت کے منکرین کے رد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کے معجزات ودلائلِ نبوت کے منکر ہیں اور بے جان اپنے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت پر قائم ہیں آپ کو ان کے ان افعال پر تعجب ہوتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ تعجب وحیرانگی کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہیں کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ وخاک ہو جائیں گی تو کیا ہم اس کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ حالانکہ جو ذات ایک ہی زمین میں اتنے بڑے تغیرات وتبدیلی پر قادر ہے وہ بغیر نقشہ ومسودہ کے سب کچھ تیار کرنے پر قادر ہے وہ بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے درحقیقت یہ دلائل میں غور وفکر نہیں کرتے اور اپنے رب کے منکر ہیں کیونکہ بعث بعد الموت کا انکار باری تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔ اور جو ذات قادر نہ ہو وہ رب بھی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ اپنے رب کے منکر ہیں اور ان کی گردنوں میں گمراہی کے طوق ہیں جن سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے اور اسی وجہ سے یہ جہنم میں جائیں گے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، جس سے خلاصی نہیں ہو سکے گی (**اعاذنا اللہ منہ**)

0315 6357913 maktabazakariyamuftar@gmail.com

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "صِنْوَانٌ" یہ صِنْوٌ کی جمع ہے بمعنی مثل اور ایک ہی جڑ سے نکلنے والے درخت و تنے۔
"مُتَجَاوِرَاتٌ" صیغہ جمع مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر تَجَاوُرٌ (تفاعل، اجوف) بمعنی برابر ہونا، ملے ہوئے ہونا۔
"قِطَعٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد قِطْعَةٌ ہے بمعنی ٹکڑا۔ "اَغْلَالٌ" یہ غُلٌّ کی جمع ہے بمعنی ہتھکڑی یا طوق۔

④ یسقی بماء واحد کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ پورا جملہ ماقبل کے جملہ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ الخ کی صفت ہے۔

﴿الورقة الاولیٰ : فی التفسیر والحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۡ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ (پ۲۰۔قصص:۳۰تا۳۲)

آیات کا ترجمہ وتفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ مدبرا اور بیضاء کے منصوب تخرج کے مجزوم ہونے کی وجہ لکھیں

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) مدبرا، بیضاء کے نصب اور تخرج کے جزم کی وجہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ پر پہنچے تو برکت والے مقام میں دائیں طرف وادی کے کنارے ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں جو رب العالمین ہوں اور اپنی لاٹھی ڈال دو پس جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو لہراتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ سانپ کی سٹک ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو حکم ہوا) اے موسیٰ! آگے آؤ اور کوئی خوف نہ کرو بے شک تم امن والوں میں سے ہو، تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بلا کسی مرض و برائی کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور ملا لینا اپنا ہاتھ اپنی طرف خوف دور کرنے کے لئے پس یہ دو حجت و دلیلیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف جانے کے لئے بے شک وہ نافرمان و فاسق لوگ ہیں۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان ماقبل و مابعد کی تمام آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طویل واقعہ کا ذکر ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شادی کے بعد ملکِ مصر واپس جانے کیلئے لوٹے تو راستہ میں طور سینا کے قریب صحراء میں رات کو راستہ بھٹک گئے بیوی سے کہا کہ شدید سردی ہے تم یہاں ٹھہرو مجھے سامنے پہاڑ کی طرف آگ دکھائی دے رہی ہے میں وہاں سے راستہ کی خبر یا سردی کے حل کیلئے آگ لاتا ہوں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قریب پہنچے تو وادی کے کنارے پر ایک سرسبز چمکتے ہوئے درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! جس چیز کو تم آگ سمجھ رہے ہو یہ آگ نہیں بلکہ تمہارے پروردگار رب العالمین کی ایک تجلی ہے دوسری آواز آئی کہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی زمین پر پھینکی تو وہ سانپ بن گئی اور حرکت کرنا شروع کر دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا کر بھاگے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! گھبراؤ نہیں آگے آؤ اس سانپ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہ تو دشمن کو ڈرانے کیلئے تمہیں معجزہ عطاء کیا گیا ہے۔
نیز ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کرنے کے بعد نکالو تو انتہائی روشن چمکدار ہو کر نکلے گا اور اگر تمہیں اس سے خوف محسوس ہو تو پھر دوبارہ اس کو اپنے گریبان میں ڈالنا اور وہ اپنی اصل حالت پر آجائے گا اور یہ دونوں نشانیاں بطور معجزہ تمہیں فرعون اور اس کے لشکر کے مقابلہ کیلئے عطاء کی گئی ہیں کیونکہ وہ بدکار و فاسق لوگ ہیں تمہیں ان کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہے۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "شَاطِئٌ" یہ اسم ہے بمعنی کنارہ اس کی جمع نہیں آتی (مصباح اللغات)۔

"نُوْدِیَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی مجہول از مصدر مُنَادَاۃً، مُنَادَاۃً، نِدَاءٌ (مفاعلۃ، ناقص) بمعنی پکارنا۔

"اَلْبُقْعَۃُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع بِقَاعٌ و بُقَعٌ آتی ہے بمعنی زمین کا ٹکڑا۔

"تَھْتَزُّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِھْتِزَازٌ (افتعال، مضاعف) بمعنی ہلنا و حرکت کرنا۔

"جَانٌّ" یہ "جن" کا اسم جمع ہے اور اس کی جمع جِنَّانٌ ہے بمعنی جن، پری، دیو۔

"وَلّٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) بمعنی منہ موڑنا، پیٹھ دے کر بھاگنا۔

"سُوْءٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَسْوَاءٌ ہے بمعنی آفت، شر و فساد۔ "الرَّھْبِ" یہ مصدر ہے از باب سمع بمعنی ڈرنا و خوف کرنا۔

④ مدبرًا، بیضاءً کے نصب اور تخرج کے جزم کی وجہ:۔ مدبرا، بیضاء یہ الفاظ اپنے ماقبل والے فعل کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ "تخرج" اسلك فعل امر کے جواب میں واقع ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

الشق الثانی ..... وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ (پ۱۳۔ ابراہیم: ۴۲ تا ۴۴)

آیات کا ترجمہ کریں اور مختصر تفسیر لکھیں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں، مھطعین کیوں منصوب ہے؟ وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) مُھْطِعِیْنَ کے نصب کی وجہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہرگز مت گمان کر کہ اللہ تعالیٰ غافل و بے خبر ہے ان کاموں سے جو ظالم لوگ کرتے ہیں، وہ مہلت دیتا ہے ان کو اُس دن تک کہ جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی (کھلی کی کھلی رہ جائیں گی) دوڑ رہے ہوں گے وہ اوپر اٹھائے ہوئے اپنے سروں کو، نہیں لوٹیں گی ان کی طرف ان کی نظریں، اور ان کے دل بدحواس (حیرت زدہ و دہشت زدہ) ہوں گے۔ اور (اے محمد) آپ ڈرائیے لوگوں کو اُس دن سے کہ آئے گا ان کے پاس عذاب، پس کہیں گے ظالم لوگ کہ اے ہمارے رب! ہمیں مہلت دیجئے تھوڑی مدت تک کہ ہم قبول کریں تیری دعوت کو اور ہم رسولوں کی اتباع و پیروی کریں، کیا وہ اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ ہمیں کوئی زوال نہیں ہے؟

② آیات کی تفسیر:۔ پہلی آیت میں آنحضرت ﷺ اور ہر مظلوم کی تسلی اور ظالم کیلئے سخت عذاب کی دھمکی ہے کہ یہ ظالم و مجرم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انکے جرائم کی خبر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و حکمت کے تقاضے سے خود ان کو ڈھیل دے رہے ہیں۔

اس کے بعد بقیہ آیات میں عذابِ آخرت کی تفصیلات اور ہولناک واقعات کا ذکر ہے کہ اُس دن لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور لوگ خوف و حیرت کے سبب سر اوپر اٹھائے ہوئے تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، ان کی پلکیں بھی نہ جھپکیں گی اور ان کے دل انتہائی دہشت و حیرت کی وجہ سے فہم و عقل سے خالی ہو جائیں گے۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو خطاب کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قوم کو اس دن کے عذاب سے ڈرائیے جس دن ظالم و مجرم لوگ مجبور ہو کر پکاریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں مزید کچھ مہلت دے دیجئے یعنی پھر ہمیں چند روز کیلئے دنیا میں بھیج دیجئے

تا کہ ہم آپ کی دعوت قبول کریں اور آپ کے رسولوں کی اتباع و پیروی کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کر سکیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ اب تم یہ کہہ رہے ہو کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ ہماری دولت اور شان و شوکت کو زوال نہ ہوگا، ہم ہمیشہ دنیا میں یونہی عیش و عشرت میں رہیں گے اور تم نے بعث بعد الموت اور عالمِ آخرت کا انکار کیا تھا۔ (معارف القرآن)

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "مُقْنِعِیْ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِقْنَاعٌ (افعال، صحیح) بمعنی بلند کرنا۔

"تَشْخَصُ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر شُخُوْصًا (فتح، صحیح) بمعنی ٹکٹکی لگانا۔

"مُهْطِعِيْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِهْطَاعٌ (افعال، صحیح) بمعنی سر جھکانا، تیز چلنا۔

"اَفْئِدَةٌ" یہ جمع ہے، اس کا مفرد فُؤَادٌ ہے بمعنی دل۔

④ مُهْطِعِيْنَ کے نصب کی وجہ:۔ یہ ماقبل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ (جلالین)

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳٦ھ

الشق الاوّل ..... وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝ (پ۱۷۔ج:۵۲،۵۳) آیات کا ترجمہ اور تفسیر کریں "رسول" اور "نبی" کی تعریف میں فرق اور باہمی نسبت بیان کریں۔ **والقاسیة قلوبهم** کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) رسول و نبی میں فرق اور نسبت (۴) **القاسیة قلوبهم** کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا (جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو) کہ جب اس نے کلام اللہ کا کچھ حصہ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں کچھ مداخلت کی، پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے خیالات و مداخلت کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور محکم و مضبوط کر دیتا ہے اپنی آیات کو اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے (یہ عمل اور واقعہ اس لئے کیا) تا کہ بنائے شیطان کے خیالات و شبہات کو آزمائش ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں مرض ہے اور جن کے قلوب سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیغمبر! یہ لوگ جو شیطان کے اغواء سے آپ سے مجادلہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کچھ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں مداخلت کی تو اللہ تعالیٰ شیطان کے ان خیالات و مداخلت کو جوابات قاطعہ اور دلائلِ واضحہ سے نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کے مضامین کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم و حکمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سارا قصہ اس لئے بیان کیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دل میں شک کا مرض ہے اور جن کے دل بالکل ہی سخت ہیں کہ وہ شک سے بڑھ کر باطل کا یقین کئے ہوئے ہیں اور یہ ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں۔

③ رسول و نبی میں فرق اور نسبت:۔ بغوی نے لکھا ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جس کے سامنے حضرت جبرائیل علیہ السلام رُو در رُو (آمنے سامنے) ہو کر آئیں اور نبی وہ ہوتا ہے جس کی نبوت بصورتِ الہام و خواب ہو۔

بعض علماء نے کہا کہ رسول وہ ہے جس کو نئی شریعت دے کر بھیجا گیا ہو اور نبی کا لفظ عام ہے، رسول بھی نبی ہوتا ہے اور وہ شخص بھی نبی ہوتا ہے جس کو سابق شریعت کی دعوت دینے اور اس کی تائید کرنے کیلئے بھیجا گیا ہو۔ رسول و نبی میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، نبی اعم اور رسول اخص ہوتا ہے یعنی ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔ (مظہری)

④ **القاسیۃ قلوبھم** کی ترکیبی حیثیت:۔ بواسطہ ''واؤ'' عاطفہ اس کا عطف ہو رہا ہے **الذین** پر جو کہ لام جارہ کا مدخول ہونے کی وجہ سے مجرور ہے لہٰذا یہ بھی لام جارہ کا مدخول ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔

الشق الثانی..... وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ (پ۲۰ نمل:۸۲تا۸۵)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کریں، **دابۃ الارض** کیا ہے؟ کہاں اور کب نکلے گا؟ نیز لوگوں سے کیا کلام کرے گا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **دابۃ الارض** کی وضاحت اور وقت ومقام خروج (۴) **دابۃ الارض** کا کلام۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا قول واقع ہونے کے قریب ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک چوپایہ وجانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ کافر لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے اور جس دن جمع کریں گے ہم ہر امت میں سے ایک جماعت وگروہ ان لوگوں کا جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے تھے پھر وہ روکے جائیں گے (اکٹھے کئے جائیں گے) یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم نے میری آیات کو ایسی حالت میں جھٹلایا تھا کہ تم نے ان کے پورے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا تھا (بتلاؤ کہ) تم کون سے عمل کرتے تھے اور (عذابِ موعود کا) قول ان پر ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ثابت ہوجائے گا اور وہ کوئی بات (کوئی عذر) نہ کرسکیں گے۔

② آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت کو یاد کرو جب عذابِ موعود اور قیامت کا زمانہ قریب پہنچے گا تو ہم ان کافروں کیلئے ایک عجیب الخلقت چوپایہ زمین سے نکالیں گے جو اُن سے کلام کریگا کہ یہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر خصوصاً جو آیات قیامت کے متعلق تھیں یہ اُن پر یقین نہیں کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے مگر اب قیامت آپہنچی ہے اور اسکی ایک علامت میں ہی ہوں۔

نیز اس وقت کو بھی یاد کرو جب ہم قبروں سے دوبارہ زندہ کرنے کے بعد تمام امتوں میں سے ایک ایسی جماعت کو جمع کریں گے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتی تھی پھر ان کو حساب وکتاب کے لئے روانہ کیا جائے گا اور کثرت کی وجہ سے چلنے میں جب وہ لوگ آگے پیچھے ہوں گے تو ان سب کو اکٹھا کرنے کے لئے روکا جائے گا تاکہ وہ آگے پیچھے نہ ہوں بلکہ سب اکٹھے ہوکر موقفِ حساب کی طرف چلیں، یہاں تک کہ جب وہ سب محشر کی طرف آجائیں گے تو حساب وکتاب شروع ہوگا اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تم نے میری آیات کو ایسی حالت میں جھٹلایا تھا کہ تم نے ان کا پورا علم بھی حاصل نہ کیا تھا؟ اور اگر تم نے تکذیب نہیں کی تھی تو پھر بتلاؤ کہ تم تکذیب کے علاوہ اور کیا عمل کرتے تھے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم نے صرف میری آیات کی تکذیب پر ہی اکتفاء نہیں کیا تھا بلکہ تم یاد کرو کہ تم نے اسکے علاوہ بھی کون کون سے عمل کئے تھے مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام اور اہلِ ایمان کو ایذائیں دی تھیں اور تم کفریہ عقائد وفسق وفجور میں بھی مبتلا رہے۔

لہٰذا اس جرم کے قائم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب کا وعدہ اور عذاب کا استحقاق ان پر ثابت ہوگیا ہے اور اب ان کے پاس کوئی عذر وجواب نہیں ہے اسلئے وہ لوگ بات بھی نہ کرسکیں گے۔

③ **دابۃ الارض کی وضاحت اور وقت و مقام خروج:۔** اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ جو پایہ اُون اور رنگا رنگ کے پروں والا ہوگا اس کی چار ٹانگیں ہوں گی، اس کا سر بیل کی طرح، آنکھیں خنزیر کی طرح، کان ہاتھی کی طرح، سینگھ بارہ سینگھے کی طرح، سینہ شیر کی طرح، رنگ چیتے کی طرح، کوکھیں بلی کی طرح، دم مینڈھے کی طرح، ٹانگیں اُونٹ کی طرح ہوں گی، اسکے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ ہر مؤمن کے سجدہ کی جگہ پر لاٹھی کی نوک سے نشان لگائے گا جس سے اس کا چہرہ جگمگا جائے گا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے ذریعہ ہر کافر کے چہرہ پر نشان لگائے گا جس سے اس کا چہرہ کالا ہو جائے گا۔

بغوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ کوہِ صفا کے ایک شگاف سے برآمد ہوگا اور جمعہ کی رات کو برآمد ہوگا جب لوگ منیٰ کی طرف جا رہے ہوں گی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دابّہ کا ذکر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ وہ کہاں سے برآمد ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حرمت والی مسجد (مسجدِ حرام) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام طواف کر رہے ہوں گے مسلمان آپ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے ان کے قدموں کے نیچے قندیل کی طرح زمین میں حرکت پیدا ہوگی اور مشرقی جانب سے کوہِ صفا پھٹے گا اور اس سے وہ دابّہ برآمد ہوگا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ جنادکی گھاٹی بُری گھاٹی ہے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے دابّہ برآمد ہوگا اور تین چیخیں مارے گا جن کو مشرق و مغرب کے درمیان سب سنیں گے اس کا چہرہ انسان کی طرح ہوگا اور باقی جسمانی بناوٹ پرندے کی طرح ہوگی الخ۔ (مظہری)

④ **دابۃ الارض کا کلام:۔** سدی نے کہا کہ وہ کہے گا سوائے اسلام کے تمام مذاہب باطل ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ بعض کے متعلق کہے گا یہ مؤمن ہے اور بعض کے متعلق وہ کہے گا کہ یہ کافر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا کلام یہی مابعد والا جملہ ہوگا **اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ** (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت بصری و قتادہ رحمہما اللہ سے منقول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ہے کہ یہ دابّہ لوگوں سے عمومی کلام کرے گا۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ (پ۱۴۔ نحل: ۱۲۵، ۱۲۶)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ ماقبل سے ربط بیان کریں اور دعوت کے اصول پر روشنی ڈالیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا ماقبل سے ربط (۴) دعوت کے اصول

جواب ..... ① **آیات کا ترجمہ:۔** آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلائیں اور معارضہ و مناظرہ کیجئے ان سے اچھے و احسن طریقہ سے، بے شک آپ کا رب خوب جاننے والا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گمراہ ہو گیا اور وہ خوب جاننے والا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی اور اگر تم بدلہ لینا چاہو تو بدلہ اتنا ہی لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا، اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنا بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② **آیات کی تفسیر:۔** ان آیات کریمہ میں اصولِ دعوت و تبلیغ کا اجمالاً ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ کا حاصل یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ اپنے رب کی راہ یعنی دینِ اسلام کی طرف لوگوں کو حکمت و اچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیں، حکمت سے وہ طریقہ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی جائے جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے

کہ خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے اور اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم ہو اور اگر بحث ومباحثہ کی نوبت آجائے تو وہ بھی شدت وبے انصافی اور مخاطب پر الزام تراشی سے خالی ہو، بس آپ کا اتنا ہی کام ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اور آپ ﷺ کا پروردگار ماننے اور نہ ماننے والوں کو خوب جانتا ہے۔ یعنی اسکے مطابق وہ ان کو بدلہ دے گا، اور اگر مخاطب علمی بحث ومباحثہ میں حد سے بڑھ کر علمی جدال وغیرہ پر آجائے تو آپ ﷺ اور آپ کے متبعین کیلئے بدلہ لینا اور صبر کرنا دونوں کام جائز ہیں مگر بہر صورت صبر کرنا بہتر ہے اس سے مخاطب ومخالف اور دیکھنے والوں پر اچھا اثر بھی پڑتا ہے اور آخرت میں اجرِ عظیم کا باعث بھی ہے۔

③ آیات کا ماقبل سے ربط:۔ سابقہ آیات میں آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے اثبات سے مقصود یہ تھا کہ امت آپ ﷺ کے احکام کی تعمیل کر کے رسالت کے حقوق ادا کرے اور مذکورہ آیات میں خود رسولِ کریم ﷺ کو ادائے رسالت کے حقوق وآداب کی تعلیم ہے جس کے عموم میں تمام مؤمنین شریک ہیں۔ (معارف القرآن)

④ دعوت کے اصول:۔ دعوت کے اصول کے متعلق اجمالی کلام تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے مزید تفصیل یہ ہے کہ آیت میں دعوت کے لیے تین چیزوں کا ذکر ہے ① حکمت ② موعظہ حسنہ ③ مجادلہ بطریقِ احسن۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں مخاطبین کی تین قسموں کی بناء پر ہیں: دعوت بالحکمۃ اہل علم وفہم کیلئے ہے، دعوت بالموعظۃ عوام کیلئے ہے، مجادلہ متعنتین (ضدی وہٹ دھرم) اور شکوک وشبہات والے لوگوں کیلئے ہے۔

صاحبِ روح المعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آیت کے نسق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصولِ دعوت دو ہی ہیں۔ حکمت اور موعظت مجادلہ اصولِ دعوت میں شامل نہیں ہے بلکہ طریقِ دعوت میں کبھی اس کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر تینوں چیزیں اصول دعوت ہوتیں تو تینوں چیزوں کو عطف کے ساتھ **بالحکمة والموعظة الحسنة والجدال الحسن** ذکر کیا جاتا، مگر قرآن کریم نے جدال ومجادلہ کیلئے الگ جملہ **وجادلهم بالتی هی احسن** ذکر کیا، معلوم ہوا کہ یہ اصولِ دعوت میں شامل نہیں بلکہ طریقِ دعوت میں پیش آنیوالے معاملات کے متعلق ایک ہدایت وتنبیہ ہے۔ (معارف القرآن)

الشق الثانی .....**عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا** ۔ (حدیث:۱۳۹۲)

حدیث شریف پر اعراب لگائیں، سلیس ترجمہ کریں اور یہ بتائیں کہ **انتزاعًا** کیوں منصوب ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) **انتزاعًا** کے نصب کی وجہ۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں اٹھائے گا علم کو کہ اٹھالے اسے لوگوں کے دلوں سے بلکہ علم کو اٹھائے گا علماء کو اٹھانے کے ذریعہ یہاں تک کہ جب کوئی بھی عالم باقی نہیں رکھے گا تو لوگ اپنے سردار وپیشوا جاہلوں کو بنالیں گے پھر وہ جاہل مسئلہ پوچھے جائیں گے۔ (لوگ پوچھیں گے) اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے پس وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

③ **انتزاعًا** کے نصب کی وجہ:۔ یہ **یَنْتَزِعُ** کا مفعول مطلق مقدم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر والحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ (پ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۸۵تا۸۸)

آیات کا ترجمہ، تفسیر اور شانِ نزول لکھیں اور یہ بتائیں کہ روح سے متعلق سوال کا واقعہ مکہ معظّمہ میں پیش آیا یا مدینہ منورہ میں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا شانِ نزول (۴) روح کے متعلق سوال کا محلِ وقوع۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور یہ لوگ آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم معمولی علم دیئے گئے ہو، اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے پھر (اس کو واپس لانے کیلئے) آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے، مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے، بے شک تجھ پر اسکی بخشش وفضل بہت بڑا ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ پہلی آیت میں کفار کی طرف سے روح کے متعلق سوال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب مذکور ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کفار ومشرکین آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کررہے ہیں، آپ ﷺ ان کو بتادیں کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے جس کی تخلیق مادہ کے بغیر صرف لفظ ''کُن'' سے ہوئی ہے، چونکہ یہ روح غیر مادی اشیاء میں سے ہے اور غیر مادی اشیاء کا تمہیں بالکل معمولی علم دیا گیا ہے جتنا تم اپنے حواس سے حاصل کرسکو، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سارے جہان کے علم کو اپنے علم کے مقابلہ میں حقیر وقلیل ہونا بیان کیا، پھر دوسری آیت میں آپ ﷺ کو کافروں کی طرف سے پہنچنے والے دُکھ پر صابر رہنے کی تلقین کی غرض سے نعمتِ وحی کی عظمت کا اظہار کررہے ہیں کہ اے پیغمبر! اگر ہم چاہیں تو آپ ﷺ کی طرف نازل کردہ اس قرآن کو واپس لے لیں اور لوگوں کے سینوں سے اس کو نکال دیں اور تحریروں سے اس کو مٹادیں اور پھر آپ کو کوئی ایسی ہستی نہیں ملے گی جو قرآن کریم کو ہم سے واپس لینے کی ذمہ داری لے سکے، مگر یہ سب کچھ آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا، اور آپ کے پروردگار کا آپ پر خصوصی فضل وکرم ہے کہ اس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا، اپنی کتاب آپ پر نازل فرمائی پھر اس کو تحریروں ودلوں میں جمع کرایا اور لوگوں سے بیان کرنے کا حکم دیا، پھر مقامِ محمود وحوضِ کوثر آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ (مظہری)

③ آیات کا شانِ نزول:۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے کھیتوں میں ایک مرتبہ جارہے تھے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، چلتے چلتے یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو یہود باہم کہنے لگے کہ ان سے روح کے متعلق دریافت کرو چنانچہ ایک یہودی نے کھڑے ہوکر روح کے متعلق دریافت کیا آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے میں سمجھ گیا کہ وحی نازل ہونے والی ہے میں بھی کھڑا ہوگیا کچھ دیر میں جب وحی کی کیفیت ختم ہوگئی تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

بغوی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قریش نے جمع ہوکر باہم مشورہ کیا اور کہا کہ محمد ﷺ ہم میں پلے بڑھے ہیں اور ہمیشہ امانت وسچائی کے حامل رہے ہیں کبھی ہم نے کسی جھوٹ کا ان پر شبہ بھی نہیں کیا، لیکن اب انہوں نے وہ دعویٰ کیا جو تم لوگ جانتے ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیج کر دریافت کراؤ، وہ اہلِ کتاب ہیں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں، چنانچہ چند آدمیوں کو یہودیوں کے پاس مدینہ میں بھیجا گیا، لوگوں نے جاکر یہودیوں سے دریافت کیا یہودیوں نے جواب دیا، محمد ﷺ سے جاکر تین باتیں پوچھو اگر وہ تینوں کا جواب دے دیں یا کسی کا جواب

03136337911 maktabazakariyamultan@gmail.com

نہ دیں تو سمجھ وہ نبی نہیں ہیں اور اگر دو باتوں کا جواب دیں اور تیسری کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو وہ نبی ہیں۔ ① ان سے دریافت کرو وہ نوجوان کون تھے جنہوں نے بھاگ کر کہیں پناہ پکڑی تھی ان کا کیا واقعہ تھا ② وہ کون شخص تھا جو مشرق و مغرب تک پہنچ گیا اس کا کیا واقعہ تھا ③ روح کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی جا کر دریافت کرو۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے یہ تینوں سوال کئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کل کو تمہارے سوالوں کے جواب دے دوں گا۔ آپ ﷺ نے انشاء اللہ نہیں فرمایا، اسلئے وحی آنے میں تاخیر ہوگئی۔ مجاہد کے قول میں بارہ دن، بعض اقوال میں پندرہ دن اور عکرمہ کے نزدیک چالیس دن تک تاخیر وحی کی صراحت آئی ہے۔ اہلِ مکہ کہنے لگے محمد ﷺ نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا لیکن اتنی مدت ہوگئی کچھ بھی نہیں بتایا، اُدھر نزولِ وحی میں تاخیر ہوئی اِدھر اہلِ مکہ ایسی باتیں کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا رنج ہوا (اور سخت رنج ہوا) اسی اثناء میں اچانک ایک روز جبرائیل علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے **وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ** پھر پہلے سوال کے متعلق نازل ہوا **اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا**۔ دوسرے سوال کے جواب میں نازل ہوا **وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ الخ** اور روح کے متعلق ارشاد فرمایا **قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ**۔ ترمذی نے یہ قصہ اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (مظہری ۸۹:۷)

ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے دونوں حدیثوں کا تعارض دور کرنے کے لئے تکرارِ نزول کا قول اختیار کیا ہے۔ اگر دونوں حدیثوں میں تطبیق نہ دی جائے تو پھر صحاح کی روایت ہی قابلِ ترجیح ہے۔

نیز بخاری کی روایت کے راجح ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ یہودیوں کی ملاقات کے وقت اُسی جگہ موجود تھے اور بغوی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دورانِ قصہ موجود ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ (مظہری ۸۷ تا ۹۰:۷)

④ روح کے متعلق سوال کا محلِ وقوع:۔ ابھی شانِ نزول میں یہ بات گزر چکی ہے کہ راجح قول کے مطابق یہودیوں نے یہ سوال مدینہ منورہ میں کیا تھا اور اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

الشق الثانی ..... **وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝** (پ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۱۶، ۱۷)

آیات کا ترجمہ کریں، لفظ **امرنا** میں کتنی قرأتیں ہیں؟ ہر قرأت کے اعتبار سے آیت کی تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ حصہ کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) **اَمَرْنَا** کی قرأتیں و تفسیر (۳) عبارتِ مخطوطہ کی ترکیب۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک و تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس بستی کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پس وہ اسکی نافرمانی کرتے ہیں اور اُن پر بات ثابت ہوجاتی ہے پھر ہم ان کو بالکل تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور کتنی ہی امتوں کو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے بعد ہلاک کیا ہے اور تیرا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے۔

② **اَمَرْنَا** کی قرأتیں و تفسیر:۔ اس لفظ میں دو قرأت اور تین تفسیریں منقول ہیں۔ ① **اَمَرْنا** (عمومی قرأت) اس صورت میں تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جب ہم کسی بستی کو جو اپنے کفر و نافرمانی کی وجہ سے بمقتضائے حکمتِ الٰہیہ ہلاک کرنے کے قابل ہو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اُس کو بعثتِ رسل سے پہلے ہلاک نہیں کرتے بلکہ پہلے کسی رسول کی معرفت اس بستی کے خوش عیش یعنی امیر و رئیس لوگوں کو خصوصًا اور دوسرے عوام کو عمومًا ایمان و اطاعت کا حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ کہنا نہیں مانتے بلکہ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہوجاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ و غارت کر ڈالتے ہیں۔

② **اَمَرْنَا** (عمومی قرأت) حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اس کی عمومی قرأت ہی کی ہے مگر انہوں نے اس کی تفسیر **اَكْثَرْنَا** کی ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم یا بستی پر عذاب بھیجتے ہیں تو اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اُس قوم میں خوش عیش سرمایہ

0343 6817012 maktabahazkariyamultan@gmail.com

دار لوگوں کی کثرت کر دی جاتی ہے اور وہ اپنے فسق وفجور کے ذریعہ پوری قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

③ اَمَّرْنَا (بتشدید المیم) ابوعثمان نہدی، ابورجاء، ابوالعالیہ اور مجاہد رحمہم اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، اس صورت میں تفسیر یہ ہے کہ جب ہم نے کسی بستی وقوم کو ہلاک کرنا چاہا تو ہم نے اس قوم کا امیر وحاکم خوش عیش سرمایہ دار لوگوں کو بنایا جو فسق وفجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے قوم کے لئے عذاب وہلاکت کا سبب بنے۔ (معارف القرآن ۵:۴۵۸)

③ عبارتِ مخطوطہ کی ترکیب:۔ کَفٰی فعل ب زائد ربك مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور محلًا فاعل ب جارہ ذنوب مضاف عبادہ مضاف ومضاف الیہ ملکر ذنوب کا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلقِ مقدم خبیرا بصیرا اپنے متعلق مقدم سے ملکر نسبِ فعل سے حال، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ (پ۱۹۔فرقان:۲۱تا۲۳)

آیات مبارکہ کا واضح ترجمہ اور تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ حصہ کی لغوی تشریح کر کے مفہوم واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کی لغوی تشریح ومفہوم۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کا خوف واندیشہ نہیں رکھتے (یا اُمید نہیں رکھتے) وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں نازل کئے گئے ہم پر فرشتے یا دیکھ لیں ہم اپنے پروردگار کو، تحقیق یہ لوگ اپنے آپ کو اپنے دلوں ونفسوں میں بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ بہت دور نکل گئے ہیں۔ جس دن یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اُس دن مجرموں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور وہ لوگ کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے۔ اور ہم متوجہ ہوں گے اُن کے اُن (نیک) اعمال کی طرف جو انہوں نے (دنیا میں) کئے ہوں گے اور ہم اُن اعمال کو فضاء میں بکھری ہوئی گرد وغبار کی طرح بنا دیں گے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ منکرینِ بعث بعد الموت کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ جو لوگ دوسری زندگی کے قائل نہیں ہیں اور آخرت پر اُن کا ایمان ویقین نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے گئے جو ہمیں محمد ﷺ کے سچا ہونے کی اطلاع دیتے یا وہ فرشتے اللہ کی طرف سے ہمارے پاس قاصد بن کر آتے یا ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھتے اور ہمارا پروردگار ہمیں محمد ﷺ کی اتباع کا حکم دیتا۔ اُن کے اس قول کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حدِ انسانیت میں یا کفر میں بہت دور نکل گئے ہیں، انہوں نے ایسی چیز کا مطالبہ کیا ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی بعض خاص حالات واوقات میں حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کے یہ کافر لوگ مرنے کے وقت یا قیامت کے دن جب فرشتوں کو دیکھیں گے اُس وقت فرشتے ان سے کہیں گے کہ آج تمہارے لئے کوئی خوشی کی خبر نہیں ہے اور یہ کافر لوگ کہیں گے کہ ہمیں اِن سے بچاؤ، ہمیں ان سے بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ انجام کے طور پر ذکر فرماتے ہیں کہ ہم کفار کا حساب وکتاب لیں گے اور اُن کے دنیاوی نیک اعمال ضائع کر دیں گے کیونکہ آخرت میں اعمال کے اجر وثواب کی شرط ایمان اور رضاءِ الٰہیہ ہے اور یہ دونوں شرطیں کفار کے اعمال میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے اُن کے اعمال بیکار ہوں گے۔

③ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کی لغوی تشریح ومفہوم۔ حِجْرٌ کا لفظی معنیٰ محفوظ جگہ ہے اور مَحْجُوْرًا اس کی تاکید ہے اور یہ محاورہ کلامِ عرب میں اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی مصیبت سامنے ہو اس مصیبت سے بچنے کیلئے لوگ کہتے ہیں پناہ ہے، پناہ ہے یعنی ہمیں اس

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

مصیبت سے پناہ دو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا معنیٰ **حرامًا محرّمًا** منقول ہے یعنی حرام وممنوع۔ (معارف القرآن)

بغویؒ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی نقل کیا ہے کہ فرشتے کہیں گے کہ حرام ہے یعنی جنت میں **لاالہ الااللہ** کے پڑھنے والوں کے علاوہ دیگر لوگوں کا داخلہ حرام ہے۔ مجاہدؒ نے کہا کہ جب کافر فرشتوں کو دیکھیں گے تو اُس وقت وہ فرشتوں سے اللہ کی پناہ مانگیں گے اور یہ الفاظ استعمال کریں گے یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں گے کہ اللہ فرشتوں سے اُن کو بچالے۔

مقاتلؒ نے کہا کہ جب کافروں کو قبروں سے نکالا جائے گا اُس وقت فرشتے اُن سے کہیں گے کہ حرام ہے یعنی تمہارے لئے جنت حرام کردی گئی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ جب مجرموں کو قبروں سے نکالا جائے گا اور وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو مجرم خود ہی یہ الفاظ کہیں گے۔ بغویؒ نے لکھا ہے کہ عربوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ کسی ناخوشگوار امر میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ **حِجْرًا مَّحْجُوْرًا** کہتے ہیں چنانچہ مجرم فرشتوں کو دیکھنے کے بعد یہ الفاظ کہیں گے۔ بعض حضرات نے اس لفظ کا ترجمہ خدا کی پناہ کیا ہے۔ (مظہری)

الشق الثانی ..... قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۖ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۖ لَّنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ (پ١٦۔طٰہٰ:٩٥تا٩٧)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کریں، آیات مذکورہ کی تفسیر لکھتے ہوئے **اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ** کا مطلب واضح کریں، **مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ** میں رسول سے کون مراد ہیں؟ ''سامری'' کون تھا؟ نام کیا تھا؟ اور کس قبیلہ سے تعلق تھا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (١) آیات کا ترجمہ (٢) آیات کی تفسیر (٣) **اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ** کا مطلب (٤) **اثر الرسول** میں رسول کی مراد (٥) سامری کا تعارف، نام وقبیلہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے وہ چیز دیکھی تھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تھی پھر میں نے ایک مٹھی رسول کے نشاناتِ قدم کے نیچے سے اُٹھائی تھی پھر میں نے وہی خاک اس (مجسمہ) میں ڈال دی تھی اور میرے نفس کو یہی بات پسند آئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پس تیرے لئے زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو کہے گا **لَا مِسَاسَ** یعنی مجھے کوئی نہ چھوئے، اور بیشک تیرے لئے ایک دوسرا مقررہ وعدہ ہے وہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور دیکھ تو اپنے اُس معبود کی طرف کہ جس پر تو جما بیٹھا تھا، ہم اس کو جلادیں گے پھر اس کو دریا میں بکھیر کر بہادیں گے۔

② آیات کی تفسیر:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی شرکیہ گمراہی وغیرہ کے متعلق باز پرس کرلی تو اسکے بعد سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے سامری! تو بتلا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور جس وقت دریائے قلزم سے بنی اسرائیل گزر گئے اور فرعونی لشکر دریا میں داخل ہورہا تھا اس وقت سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا جو دوسروں کو معلوم نہ تھا، دوسری روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طُور پر آنے کی دعوت دینے کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہوکر آئے تھے اس وقت سامری نے دیکھا تھا اور سامری کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا ہے وہاں حیات وزندگی کے خاص اثرات ہیں یہ مٹی اٹھالی جائے چنانچہ اس نے وہ مٹی اٹھالی اور اس نے وہی مٹی بچھڑے کے اندر ڈالی تو بقدرتِ خداوندی اس میں حیات کے آثار پیدا ہوگئے اور وہ بچھڑا بولنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کیلئے بددعا کی **فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ** اس بددعا کے نتیجہ میں یہ کسی کو ہاتھ لگاتا یا کوئی دوسرا اسے ہاتھ لگاتا تو دونوں کو بخار ہوجاتا اس لئے وہ سب سے الگ رہتا، اور جب کسی کو اپنی طرف آتے دیکھتا تو دور سے پکارتا **لَا مِسَاسَ** یعنی کوئی مجھے نہ چھوئے۔

0313 6317917 maktabazakariyamultan@gmail.com

بعض حضرات نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کیلئے سزا تجویز کی تھی کہ سب لوگ اس سے مقاطعہ کریں اور کوئی اسکے قریب نہ جائے اور اس کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ کسی کو ہاتھ نہ لگائے اور زندگی بھر وحشی جانوروں کی طرح سب سے الگ رہے اور آخرت میں بھی اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا وعدہ ہے۔ اسکے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے فرمایا کہ تو اپنے اس معبود یعنی بچھڑے کو دیکھ جس کی عبادت کے لئے تو جم کر بیٹھا ہوا تھا کہ ہم اسکو جلادیں گے یا ریتی سے بالکل گھس ڈالیں گے اور پھر اسکے گھسے ہوئے ذرات کو یا جلی ہوئی راکھ کو دریا میں بکھیر کر بہادیں گے اور اسکی خاک کا کوئی ذرّہ بھی ہاتھ نہ لے گا چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ (معارف القرآن ومظہری)

③ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ کا مطلب:۔ اس جملہ کے دو مطلب ابھی تفسیر میں ذکر کئے گئے ہیں۔

④ اثر الرسول میں رسول کی مراد:۔ اس رسول سے لغوی معنی کے اعتبار سے رسول یعنی قاصد مراد ہے اور اس کا مصداق حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ ابھی تفسیر میں گزرا۔

⑤ سامری کا تعارف، نام وقبیلہ:۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ آلِ فرعون کا قبطی آدمی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس میں رہتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا، اور بنی اسرائیل کے ساتھ ہی مصر سے نکلا تھا۔ بعض نے کہا کہ یہ بنی اسرائیل کے ہی ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا اور یہ قبیلہ شام میں معروف ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ فارسی شخص کرمان کا رہنے والا تھا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ایسی قوم کا آدمی تھا جو گائے کی پرستش کرنے والی تھی اور یہ کسی طرح مصر پہنچ کر بظاہر دینِ بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا مگر اس کے دل میں نفاق تھا۔ بحوالی حاشیۂ قرطبی یہ شخص ہندوستان کا ہندو تھا جو گائے کی عبادت کرتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سامری اس وقت پیدا ہوا جب فرعون کی طرف سے اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم تھا، اسکی والدہ نے قتل سے بچانے کیلئے جنگل کے ایک غار میں رکھ کر اوپر سے اس کو بند کر دیا اور کبھی کبھی وہ اس کی خبر گیری کرتی ہوگی۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس کی حفاظت وغذاء پر مامور کر دیا وہ اپنی ایک انگلی پر شہد، ایک انگلی پر مکھن اور ایک انگلی پر دودھ لاتے اور اس کو چٹا دیتے حتیٰ کہ یہ غار ہی میں پل کر بڑا ہوا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ خود بھی یہ کفر میں مبتلا ہوا اور بنی اسرائیل کو بھی مبتلا کیا اور پھر قہرِ الٰہی میں گرفتار ہوا۔ (معارف القرآن ۶:۱۳۴)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ کَانَ یَدْعُوْ بِھٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ جِدِّیْ وَ ھَزْلِیْ وَخَطَئِیْ وَعَمَدِیْ وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّی اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ ۔ (حدیث:۱۴۷۶) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ اور مفہوم واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کا مفہوم۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم اغفرلی الخ (ترجمہ) اے اللہ! تو میری خطا، نادانی، کاموں میں زیادتی اور جن باتوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بخش دے اے اللہ! میری سنجیدہ ومزاحیہ غیر ارادی اور ارادی سب خطاؤں کو بخش دے اور یہ تمام خطائیں مجھ میں موجود ہیں اے اللہ! میری اگلی وپچھلی، پوشیدہ وظاہری اور وہ خطائیں جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے ان سب کو بخش دے تو ہی آگے کرنیوالا اور پیچھے رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

0313 6357913 maktabaqasmiriyamultan@gmail.com

③ حدیث کا مفہوم:۔ اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کی ایک دعا کا ذکر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے میرے پروردگار! میری غلطیوں وناداینوں اور کاموں کی زیادتی کے گناہوں کو سنجیدگی ومزاح، ارادی وغیر ارادی سب خطاؤں کو بخش دے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے اندر ان سب خطاؤں کا پایا جانا ممکن ہے اور نیز میرے سابقہ زندگی کے گناہ اور آئندہ زندگی کے گناہ خواہ وہ چھپ کر ہوئے یا ظاہرا ہوئے تمام کے تمام گناہ جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ ان سب خطاؤں کو معاف فرما تو ہی عمل صالح کی توفیق کے ذریعہ جنت کی طرف آگے کرنے والا ہے اور تو ہی عمل بد وخطاؤں کے ذریعہ رسواوذلیل کر کے جنت اور عمل صالح سے پیچھے رکھنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے لہٰذا میری تمام خطاؤں ولغزشوں کو معاف فرمادے۔

اس حدیث ودعا سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ سے یہ تمام گناہ سرزد بھی ہوئے، بلکہ یہ دعا ہے اور دعا میں عاجزی و انکساری کے ذریعہ معافی کو طلب کیا جاتا ہے اور خود کو امکانی وجہ سے بڑے سے بڑے مجرم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

الشق الثانی.....وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ۔(حدیث:۱۴۱۶)

حدیث شریف پر اعراب لگائیں، واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ حصہ کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) جملۂ مخطوطہ کا مطلب۔

جواب..... ① حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تھے اور سلام پھیر لیتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لئے بادشاہت وتعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو چیز تو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو چیز تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور کسی کی دولت اس کو تیرے بغیر نفع نہیں دے سکتی)۔

③ جملۂ مخطوطہ کا مطلب:۔ اس جملہ کا ایک مطلب یہ ہے کہ کسی کی دولت تیرے حکم ومشیت کے بغیر اس کو نفع نہیں پہنچا سکتی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر تو کسی کو عذاب دینا چاہے تو اس کی دولت ومالداری تیرے عذاب کے معاملہ میں اسکو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

﴿الورقة الاولیٰ : فی التفسیر والحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل.....وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ (پ۱۳۔ابراہیم:۵،۶)

آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، تذکیر بایام اللہ سے کیا مراد ہے؟ وفی ذٰلکم بلآءٌ میں بلاء کا مفہوم اور مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں: (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) تذکیر بایام اللہ کی مراد (۴) بلاء کا مفہوم ومراد۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات ونشانیوں کے ساتھ کہ نکالو اپنی قوم کو تاریکیوں سے نور وروشنی کی طرف اور انہیں اللہ تعالیٰ کے خاص ایام یاد دلاؤ، بے شک اسمیں البتہ ہر صبر کرنے والے شکر گزار

بندے کیلئے نشانیاں ہیں اوراس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت واحسان کو جب نجات دی اس نے تمہیں فرعون کی قوم سے جو تمہیں بُرا عذاب پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اوراس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑا امتحان وآزمائش ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی واضح نشانیاں دے کر انکی قوم کی طرف بھیجا (نشانی سے مراد تورات ہے یا دیگر نو معجزات مراد ہیں) اور حکم دیا کہ جاؤ اپنی قوم کو کفر ومعاصی کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وطاعت کی روشنی ونور کی طرف لے آؤ اور انہیں میرے مخصوص ایام (عذاب والے ایام، نعمتوں والے ایام) یاد دلاؤ کیونکہ ان معاملات میں صبر کرنے والے اور شکر گزار بندوں کیلئے عبرت وسبق آموز باتیں ہیں کہ وہ نعمت کو یاد کر کے شکر کریں گے اور سزا وعذاب اور انکے زوال کو یاد کر کے آئندہ حوادثات پر صبر کریں گے چنانچہ اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے حکم کے مطابق اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اپنے اوپر اپنے پروردگار کی نعمتوں واحسانات کو یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعون اور اسکے لشکر سے نجات دی تھی کہ وہ تمھیں سخت تکالیف پہنچاتے تھے حتیٰ کہ وہ تمہارے بچوں کو قتل کر دیتے تھے اور تمہاری مستقبل کی عورتوں کو اپنی خدمت وغیرہ کیلئے زندہ چھوڑ دیتے تھے، اس قتل وخدمت والی مصیبت میں بلاء، اور نجات میں نعمت تھی اور یہ بلاء ونعمت دونوں ہی تمہارے رب کی طرف سے بڑے امتحان وآزمائش ہیں۔

③ تذکیر بایّام اللہ کی مراد:۔ ایام یوم کی جمع ہے اس کا مشہور معنیٰ دن ہے۔ لفظِ ایام اللہ دو معنیٰ کے لئے بولا جاتا ہے اور وہ دونوں معنیٰ یہاں مراد ہو سکتے ہیں ① وہ خاص ایام جن میں کوئی جنگ یا انقلاب آیا ہو جیسے غزوۂ بدر، اُحد، احزاب، حنین وغیرہ کے واقعات یا پچھلی امتوں پر عذاب نازل ہونے کے واقعات جن میں بڑی بڑی قومیں زیروزبر یا دنیا سے نیست ونابود ہو گئیں، اس صورت میں ایام اللہ یاد دلانے سے اُن لوگوں کو کفر کے انجام بد سے ڈرانا اور تنبیہ کرنا مقصود ہوگا۔ ② ایام اللہ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور احسانات بھی ہیں ان کو یاد دلانے سے مقصد یہ ہوگا کہ شریف انسان کو جب کسی محسن کا احسان یاد دلایا جائے تو وہ اُس کی مخالفت اور نافرمانی سے شرما جاتا ہے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۱)

حضرت ابن عباس، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما، مجاہد وقتادہ رحمہما اللہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مراد ہیں اور مقاتل رحمہ اللہ کے نزدیک وہ واقعات مراد ہیں جو گزشتہ امتوں (عاد، ثمود، قوم نوح وغیرہ) کو پیش آئے۔ محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص ایامِ عرب کا عالم ہے یعنی عرب کی لڑائیوں سے واقف ہے اس تقریر پر کلام کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنی قوم کو وہ واقعات بتاؤ جو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ ایام میں ظاہر کئے خواہ بصورتِ نعمت واقع ہوئے ہوں یا بشکلِ مصیبت۔ (مظہری ج ۶ ص ۱۸۷)

④ بلاء کا مفہوم ومراد:۔ بلاء کا اصل مفہوم امتحان وآزمائش ہے اور تکلیف وراحت دونوں حالتوں میں بندے کے صبر شکر کی آزمائش ہے کما قال تعالیٰ (ونبلوکم بالشر والخیر فتنة (الانبیاء) وبلونٰهم بالحسنات والسیّاٰت (اعراف) یہاں بلاء سے مراد غلامی کی ذلت سے نکال کر آزادی عطاء کرنا ہے۔ (عثمانی)

الشق الثانی ..... وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۱۷۔ انبیاء: ۸۷،۸۸)

آیات کا ترجمہ کریں، حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ ذکر کریں، آیت کی تفسیر کریں، **الظلمات** سے کون سے **ظلمات** مراد ہیں؟ واضح کریں۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور یاد کیجئے مچھلی والے (پیغمبرؑ کے واقعہ) کو جب چلے گئے وہ غصہ کی حالت میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہ کریں گے یا اس پر کوئی تنگی نہ کریں گے، پھر پکارا اس نے اندھیروں میں "**لا الٰہ الا انت الخ**" (ترجمہ: تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو بے عیب ہے، بیشک میں ظالمین میں سے ہوں) پھر ہم نے قبول کی اس کی دعا اور ہم

نے اس کو گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح مؤمنین کو نجات دیتے ہیں۔

② حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ:۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یونس علیہ السلام کو علاقہ موصل کی ایک بستی نینوٰی کے لوگوں کو ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا، یونس علیہ السلام نے ان کو ایمان وعمل صالح کی دعوت دی، انہوں نے سرکشی سے کام لیا، یونس علیہ السلام ان سے ناراض ہو کر بستی سے نکل گئے اور اُن کو کہہ دیا کہ تین دن کے اندر تمہارے اوپر عذاب آجائے گا۔ یونس علیہ السلام بستی چھوڑ کر نکل گئے تو ان کو فکر ہوئی کہ اب عذاب آ ہی جائے گا (اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کے بعض آثار کا اُن کو مشاہدہ بھی ہو گیا) تو انہوں نے اپنے شرک وکفر سے توبہ کی اور بستی کے سب مرد عورت اور بچے جنگل کی طرف نکل گئے اور اپنے مویشی جانوروں اور ان کے بچوں کو بھی ساتھ لے گئے اور بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا اور سب نے گریہ وزاری کرنا شروع کر دی اور الحاح وزاری کے ساتھ اللہ سے پناہ مانگی، جانوروں کے بچوں نے جن کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا گیا تھا الگ شور وغل کیا۔ حق تعالیٰ نے ان کی سچی توبہ اور الحاح وزاری کو قبول کر لیا اور عذاب اُن سے ہٹا دیا۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام اس انتظار میں رہے کہ قوم پر عذاب آرہا ہے وہ ہلاک ہو گئی ہو گی جب ان کو یہ پتہ چلا کہ عذاب نہیں آیا اور قوم صحیح سالم اپنی جگہ ہے (تو ان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا اور بعض روایات میں ہے کہ اُن کی قوم میں یہ رسم جاری تھی کہ کسی کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ مظہری)۔ اس سے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق ہو گیا تو یونس علیہ السلام نے اپنی قوم میں واپس جانے کی بجائے کسی دوسری جگہ کو ہجرت کرنے کے قصد سے سفر اختیار کیا، راستہ میں دریا تھا اسکو پار کرنے کیلئے ایک کشتی میں سوار ہو گئے، اتفاق سے کشتی ایسے گرداب میں پھنسی کہ غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا، ملاحوں نے یہ طے کیا کہ کشتی میں سوار لوگوں میں سے ایک کو دریا میں ڈال دیا جائے تو باقی لوگ غرقابی سے محفوظ رہ سکیں گے، اس کام کیلئے کشتی والوں نے نام پر قرعہ اندازی کی، اتفاق سے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکل آیا (کشتی والے شاید انکی بزرگی سے واقف تھے) انکو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا اور دوبارہ قرعہ ڈالا پھر بھی اس میں یونس علیہ السلام کا نام نکلا، انکو پھر بھی تامل ہوا تو تیسری مرتبہ قرعہ ڈالا پھر بھی اُنہی کا نام نکل آیا، اسی قرعہ اندازی کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ ان الفاظ سے آیا ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ یعنی قرعہ اندازی کی گئی تو یونس علیہ السلام ہی اس قرعہ میں متعین ہوئے، اس وقت یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اپنے غیر ضروری کپڑے اتار کر اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا، اُدھر حق تعالیٰ نے بحرِ اخضر سے ایک مچھلی کو حکم دیا وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی فوراً وہاں پہنچ گئی (**كما قال ابن مسعود** رضی اللہ عنہ) اور یونس علیہ السلام کو اپنے اندر لے لیا، اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو یہ ہدایت فرما دی تھی کہ نہ انکے گوشت کو کوئی نقصان پہنچے نہ ہڈی کو، یہ تیری غذا نہیں بلکہ تیرا پیٹ چند روز کیلئے ان کا قید خانہ ہے۔

قرآن کریم کے اشارات اور بعض تصریحات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہوا اسی پر عتاب نازل ہوا اور دریا میں مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی نوبت آئی۔ اس کے بعد انہوں نے صدق واخلاق سے آیت کریمہ کا ورد کیا اور نجات ملی۔ (معارف القرآن ٦:٢٢١)

③ آیات کی تفسیر:۔ اے پیغمبر! آپ اس وقت کو یاد کریں جب حضرت یونس علیہ السلام قوم کے ایمان نہ لانے کو وجہ سے خفا ہو کر ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر چلے گئے اور اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ شاید ہم انکی اس معاملہ میں گرفت نہیں کریں گے پھر جب ہمارے حکم سے مچھلی نے انکو نگل لیا تو اس تاریکی میں انہوں نے صدق واخلاص کے ساتھ ہمیں پکارا کہ اے پروردگار! تیرے علاوہ کوئی معبود و پروردگار نہیں ہے تو تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے اور میں نے خود یہ ظلم اپنے اوپر کیا ہے کہ تیرے حکم واجازت کے بغیر قوم کو چھوڑ کر چل پڑا چنانچہ ہم نے اسکی دعا قبول کرتے ہوئے اسکو نجات دی اور ہم اپنے مؤمن بندوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔

④ ظلمات کی مراد:۔ یہاں پر یا تو شدید ترین تاریکی کو متعدد تاریکیوں سے تعبیر کیا گیا ہے یا پھر اس سے رات کی تاریکی سمندر کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی مراد ہے۔ (مظہری)

0313 6357913 maktabarakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٨ھ

الشق الاوّل ..... وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ (پ١٥۔کہف:٢٩و٣٠) آیات کا ترجمہ لکھیں۔

خط کشیدہ حصے کی تفسیر کریں۔خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیں اور **بئس الشراب وساء ت مرتفقا** کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (١) آیات کا ترجمہ (٢) آیتِ مخطوطہ کی تفسیر (٣) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (٤) **بئس الشراب وساء ت مرتفقا** کی ترکیب۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ کافر رہے بیشک ہم نے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیر لیں گی اور اگر وہ پانی طلب کرینگے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو مہل (تلچھٹ) کی طرح ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا وہ برا مشروب ہوگا اور آگ بری آرام گاہ ہوگی بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو بیشک ہم اس شخص کے عمل کو ضائع نہیں کرینگے جس نے اچھا عمل کیا۔

② آیتِ مخطوطہ کی تفسیر:۔ یہ ماقبل کی چند آیاتِ کریمہ حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ بن حصین فزاری کے متعلق نازل ہوئی تھیں جس وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، پسِ منظر یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت کچھ نادار و مفلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے اور ان کے پھٹے پرانے کپڑے اور وہ بھی پسینہ سے شرابور تھے حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے محمد ﷺ کیا تمہیں ان لوگوں کی بدبو سے دکھ نہیں ہوتا ہم قبائلِ مضر کے سردار اور بڑے لوگ ہیں ہمارے اسلام لانے سے سب لوگ مسلمان ہو جائینگے مگر ان مفلس لوگوں کی وجہ سے ہم آپ کے قریب نہیں آسکتے آپ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے کوئی علیحدہ جگہ بیٹھنے کی مقرر کر دیں جہاں یہ لوگ موجود نہ ہوں، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اے محمد! آپ خود کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھو جو صبح و شام اپنے رب کی رضاء کے طالب ہیں اور جن لوگوں کے قلوب ہماری یاد سے غافل ہیں ان کی بات نہ مانو وہ تو اپنی خواہش کے غلام ہیں تمہارے رب نے حق و سچ تمہیں عطاء کر دیا ہے لہٰذا جو اس پر ایمان لانا چاہتا ہے ایمان لے آئے اور جو ایمان نہیں لانا چاہتا نہ لائے اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان لانے اور ایمان نہ لانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جو ایمان لائے گا اس کا ہی فائدہ ہے اور جو ایمان نہیں لائے گا اسکا ہی نقصان ہے۔(مظہری ص١٣٠ ج٧)

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "وُجُوْهَ" یہ "وجه" کی جمع ہے بمعنی چہرہ۔

"يُغَاثُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر اِغَاثَةٌ (افعال، اجوف) بمعنی فریاد رسی کرنا۔

"كَالْمُهْلِ" یہ اسم ہے بمعنی تیل کی تلچھٹ، مجاہدؒ نے اس کا ترجمہ لہو، پیپ اور خون کیا ہے۔(مظہری)

"يَشْوِيْ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر شَيًّا (ضرب، لفیف) بمعنی بھوننا و گرم کرنا۔

"مُرْتَفَقًا" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر "اِرْتِفَاقٌ" (افتعال، صحیح) بمعنی ٹیک لگانا، آرام کرنا۔

④ **بئس الشراب وساء ت مرتفقا** کی ترکیب:۔ **بئس** فعل از افعالِ ذم **الشراب** اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مقدم، **ھو** ضمیر محذوف محلاً مخصوص بالذم قائم مقام مبتداء مؤخر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ **واؤ** عاطفہ **ساء ت** فعل از افعالِ ذم **ھی** ضمیر مستتر ممیّز **مرتفقا** تمیز، ممیّز تمیز مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبرِ مقدم **ھی** ضمیر محذوف محلاً مخصوص بالذم قائم مقام مبتداء مؤخر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

0313 635 0713 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی ..... رَبِّ هَبْ لِیْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ﴿۸۵﴾ وَ اغْفِرْ لِاَبِیْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۸۶﴾ (پ۱۹۔الشعراء:۸۳تا۸۶)

آیات کا ترجمہ کیجیے، "لِسَانَ صِدْقٍ" کی تشریح کیجیے۔"حبِّ جاہ" کب مذموم اور کب جائز ہے؟ تفصیل سے لکھئے۔ مشرک کے لیے دعاءِ مغفرت کا کیا حکم ہے؟ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے دعاءِ مغفرت کیسے کی؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں چار امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② "لِسَانَ صِدْقٍ" کی تشریح ③ مذموم و جائز حبِّ جاہ کی تفصیل ④ مشرک کے لیے دعاءِ مغفرت کا حکم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے والد کیلئے دعاء کرنے کی وجہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اے میرے پروردگار! مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک وصالح لوگوں میں لاحق وشامل فرما اور آنے والی نسلوں میں میرے لیے سچائی کا تذکرہ کرنے والی زبانیں پیدا فرما۔ اور مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نعمتوں والی جنت کے وارث ہوں گے۔ اور میرے والد کی مغفرت فرما، یقیناً وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔

② "لِسَانَ صِدْقٍ" کی تشریح:۔ لسان صدق سے مراد ذکرِ خیر ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار! مجھے ایسے پسندیدہ طریقے و عمدہ نشانیاں عطا فرما کہ دوسرے لوگ قیامت تک میری پیروی کریں اور مجھے ذکرِ خیر وعمدہ صفات سے یاد کریں۔ (معارف القرآن)

③ مذموم وجائز حبِّ جاہ کی تفصیل:۔ حبِّ جاہ یعنی لوگوں سے اپنی عزت کرنے اور مدح کرنے کی خواہش شرعاً مذموم ہے اور اس سے مراد دنیوی وجاہت ومنافع ہیں، اگر تعریف وثناء کا مقصد دنیا نہ ہو بلکہ مقصد یہ ہو کہ اس کو دیکھ کر دیگر لوگ بھی اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوں اور میری اتباع وپیروی کریں تو یہ شرعاً جائز ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص واقع میں نیک وصالح ہو اور وہ لوگوں کی نظروں میں نیک بننے کے لیے ریاکاری نہ کرے اس کے لیے لوگوں کی طرف سے مدح وثناء کی محبت مذموم نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں عزت وجاہ کی محبت تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے: ① اس سے مقصود اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو چھوٹا یا حقیر قرار دینا نہ ہو بلکہ آخرت کے فائدے کے لیے ہو کہ لوگ معتقد ہو کر نیک اعمال میں میری اتباع کریں۔ ② جھوٹی تعریف مقصود نہ ہو کہ جو صفت اپنے اندر نہیں ہے لوگوں سے خواہش رکھے کہ وہ اس صفت میں اس کی تعریف کریں۔ ③ اس صفت کے حصول کیلئے کسی گناہ یا دین کے معاملے میں مداہنت اختیار نہ کرنی پڑے۔ (معارف القرآن)

④ مشرک کیلئے دعاءِ مغفرت کا حکم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے والد کیلئے دعاء کرنے کی وجہ:۔ جس شخص کی کفر وشرک پر موت یقینی ہو ایسے شخص کیلئے استغفار ودعاءِ مغفرت ناجائز وحرام ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **ما كان للنّبیّ و الذین امنوا أن یستغفروا للمشرکین و لو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبیّن لهم انّهم اصحاب الجحیم.** حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنے مشرک والد کیلئے دعاء مغفرت واستغفار کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے والد کی زندگی میں استغفار اس خیال ونیت سے کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان لانے کی توفیق دیں، جس کے بعد مغفرت یقینی ہے۔ یا ابراہیم علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ میرا والد خفیہ طور پر ایمان لے آیا ہے اگرچہ اس کا اظہار نہیں کیا، مگر جب ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ میرا والد کفر پر مرا ہے تو انہوں نے اپنی بیزاری وبراءت کا اظہار فرمایا، ارشاد باری ہے و **ما کان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایّاه فلما تبیّن له انّه عدوٌّ للّٰه تبرّأ منه.** (معارف القرآن)

0313 9357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل .....عن زید بن ارقم قال: کان رسول اللّٰه ﷺ یقول "اللهم انی أعوذبك من العجز والکسل والبخل والهرم وعذاب القبر. اللهم نفسی تقواها وزکها انت خیر من زکاها انت ولیها ومولاها. اللهم انی اعوذبك من علم لاینفع ومن قلب لایخشع ومن نفس لاتشبع ومن دعوة لایستجاب لها۔ (حدیث:۱۴۷۹)

حدیث کا ترجمہ کریں۔ اعوذبك من علم لاینفع ومن قلب لایخشع کی ترکیب کریں۔ مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی ترکیب (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ① حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے (ترجمہ، اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے، بخل اور کبر سے اور قبر کے عذب سے اے اللہ میرے نفس کو اسکا تقویٰ دے اور اسکو پاک کردے اور تو سب سے بہتر پاک کرنیوالا ہے تو ہی اسکا والی ومولی ہے اے اللہ! بیشک میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسے دل سے جس میں خوف نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو اور ایسی دعاء سے جو قبول نہ ہو۔

② مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔ اعوذ فعل وفاعل بك جار ومجرور مل کر متعلق اوّل من جارہ علم موصوف لاینفع فعل وفاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور ملکر معطوف علیہ، مابعد والا جملہ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "اَعُوْذُ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پناہ مانگنا۔

"لَا یَنْفَعُ" یہ باب فتح سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نفع دینا۔

"لَا یَخْشَعُ" یہ باب فتح سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ بمعنی ڈرنا۔

"لَاتَشْبَعُ" یہ باب سمع سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سیر ہونا۔

"لَایُسْتَجَابُ" یہ باب استفعال سے نفی مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی قبول کرنا۔

الشق الثانی .....وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَالَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِیَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَیِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِنَ الشَّیْطَانِ یَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰی یُمْسِیَ، وَلَمْ یَاْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْهُ ۔(حدیث:۱۴۱۰)

حدیث مبارک پر اعراب لگائیں۔ ترجمہ کریں۔ مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایک دن میں یہ کلمہ لا الہ الا اللہ وحدہ الخ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہے اور اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس دن شام تک اس کی شیطان سے حفاظت کر دی جاتی ہے اور کوئی شخص (قیامت کے دن) اس سے افضل عمل لے کر نہیں آئے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے بھی زیادہ اس عمل کی کثرت کی ہوگی۔

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "كُتِبَتْ" یہ باب نصر سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی لکھنا۔

"مُحِیَتْ" یہ باب نصر سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی مٹانا۔ "عَمِلَ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی عمل کرنا۔

"یُمْسِیَ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی شام کرنا۔ "لَمْ یَاْتِ" یہ باب ضرب سے نفی جہد بلم معروف کا صیغہ ہے بمعنی آنا۔ "اَكْثَرُ" یہ باب کرم سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے بمعنی کثیر وزیادہ ہونا۔

0313 6257913 maktabaazizia@gmail.com

﴿الورقة الاولٰی : فی التفسیر و الحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ (پ۱۱۔ یونس:۱۹،۲۰) آیات کا ترجمہ وتفسیر کیجیے۔ وحدتِ امت کس دور میں تھی؟ اور ''كَلِمَةٌ سَبَقَتْ'' سے کیا مراد ہے؟ ''فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ'' ان کے مطالبے کا جواب کیسے بنے گا؟ وضاحت سے لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ وحدتِ امت کے دور کی تعیین ④ "كَلِمَةٌ سَبَقَتْ" کی مراد ⑤ مطالبے کے جواب کی وضاحت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور لوگ صرف ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے اختلاف کیا اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے درمیان اس معاملہ میں فیصلہ دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی؟ پس (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجیے کہ غیب کی باتیں صرف اللہ کے اختیار میں ہیں پس تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

② آیات کی تفسیر:۔ جب سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے تو تمام انسان توحید ہی کے دینِ برحق پر چل رہے تھے، بعد میں لوگوں نے الگ الگ مذہب ایجاد کر لیے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی ان اختلافات کا فیصلہ کر سکتا تھا مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ کائنات سے پہلے یہ طے کیا تھا کہ دنیا انسانوں کے امتحان کیلئے پیدا کی جائے گی اور ہر شخص کو موقع دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بھیجے جائیں گے جو لوگوں کو دنیا میں آنے کا مقصد بتائیں اور واضح دلائل سے دینِ برحق کو بیان کریں، پھر ہر شخص اپنی مرضی سے جو راستہ اختیار کرے، پھر آخرت میں فیصلہ کیا جائے گا کہ کس کا راستہ صحیح اور قابلِ انعام تھا اور کس کا راستہ غلط و قابلِ سزا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس فیصلے کا مشاہدہ نہیں کروایا۔

کفار مکہ آپ ﷺ سے نت نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کے اس قسم کے ہر مطالبے کو پورا کریں اور ہر شخص کی فرمائش پر ہر روز نئے معجزات دکھائیں بالخصوص جب یہ بات بھی معلوم ہو کہ مطالبہ کرنے والے محض وقت گزاری و بہانہ بازی کیلئے ایسی فرمائشیں کر رہے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کو ایسی فرمائشوں کا مختصر جواب دینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ غیب کی سب باتیں میرے پروردگار کے قبضے میں ہیں جن میں معجزات کا ظاہر کرنا بھی داخل ہے، وہ تمہاری کون سی فرمائش پوری کرتا ہے اور کون سی پوری نہیں کرتا اس کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ (آسان ترجمہ)

③ وحدتِ امت کا دور:۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک لوگ موحد تھے، پھر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کفر و شرک کا ظہور ہوا۔ (معارف القرآن)

0313 6357913 maktabazakariyamuhar@gmail.com

④ "كَلِمَةٌ سَبَقَتْ" کی مراد:۔ کلبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ڈھیل دینے اور دنیوی عذاب سے ہلاک نہ کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ حسنؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ازلی فیصلہ ہو چکا تھا کہ قیامت سے پہلے دنیا میں عذاب و ثواب کی شکل میں اختلاف کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ دنیا میں ہی جنت و جہنم میں داخل کر دیا جائے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت و جہنم میں داخلے کا وقت روزِ قیامت کو مقرر کیا گیا ہے۔ (مظہری)

⑤ مطالبے کے جواب کی وضاحت:۔ معجزہ کا مقصد رسول کے صدق و حقانیت کو ثابت کرنا ہے اور وہ بہت سے معجزات سے ہو چکا ہے، لہٰذا اب تمہارے فرمائشی معجزات کے ظہور و عدمِ ظہور کا تعلق علمِ غیب سے ہے اور غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کہ

تمہاری یہ فرمائشیں پوری ہوتی ہیں یا نہیں۔(معارف القرآن)

الشق الثانی ..... اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝ (پ۱۵۔کہف:۹تا۱۲) آیات کا ترجمہ کریں۔رقیم کی مراد میں مفسرین کے اقوال لکھیں۔اصحابِ کہف واصحابِ رقیم ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں یا یہ الگ الگ دو جماعتیں ہیں؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) رقیم کی مراد (۳) اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم کا مصداق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے ہماری عجیب نشانیوں میں تھے؟ جب اُن جوانوں نے غار میں پناہ لی اور دعا کی کہ اے ہمارے رب ہم پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرما اور اس حال میں ہمارے لئے بھلائی کا راستہ مہیا فرما۔ پھر تھپکی دی ہم نے ان کے کانوں پر غار میں چند سالوں تک، پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ دو گروہوں میں سے کون زیادہ صحیح جانتا ہے اس مدت کو جو وہ ٹھہرے رہے۔

② رقیم کی مراد:۔ رقیم کا لفظی معنی مرقوم بمعنی لکھی ہوئی چیز ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کا معنی لکھی ہوئی تختی ہے جس پر بادشاہِ وقت نے اصحابِ کہف کے نام لکھوا کر غار کے دروازے پر لگا دی تھی اسی وجہ سے اصحابِ کہف کو اصحابِ رقیم کہا جاتا ہے۔قتادہ، عطیہ، عوفی ومجاہد کا قول یہ ہے کہ رقیم اس پہاڑ کے نیچے ایک وادی کا نام ہے جس پہاڑ میں اصحابِ کہف کا غار تھا۔ بعض نے کہا کہ رقیم اسی پہاڑ کا نام ہے۔کعب احبار اور وہب بن منبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رقیم ایلہ یعنی عقبہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے جو بلادِ روم میں واقع ہے۔(معارف القرآن)

③ اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم کا مصداق:۔ جمہور محدثین ومفسرین اصحابِ کہف واصحابِ رقیم کے ایک ہونے پر متفق ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں۔ان کو اصحابِ کہف کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ جماعت ایک غار میں چھپی تھی الخ اور اصحابِ رقیم کہنے کی وجہ رقیم کی مراد سے واضح ہے۔البتہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں یہ دو الگ الگ عنوان قائم کئے ہیں اور اصحابِ کہف کے تحت یہی واقعہ ہے اور اصحابِ رقیم کے تحت تین شخصوں کا مشہور واقعہ ذکر کیا ہے جو غار میں داخل ہوئے تو پہاڑ کی ایک چٹان کے ذریعہ غار کا منہ بند ہو گیا تھا اور تینوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تھی۔شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجرؒ نے امام بخاریؒ کی بات کو تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ یہ ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُّصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (پ۱۷۔حج:۱۹تا۲۲)

آیات کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔هٰذٰنِ خَصْمٰنِ سے کون سے دو فریق مراد ہیں؟ واضح کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) هٰذٰنِ خَصْمٰنِ کی مراد (۴) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ یہ دو گروہ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑا کیا پس جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے تراشے جائیں گے، ان کے سروں کے اوپر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کے

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اندر کی چیزیں اوران کی کھالیں گل جائیں گی اوران کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے، جب کبھی وہ غم اور تکلیف کی وجہ سے اُس سے نکلنا چاہیں گے تو وہ اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور (کہا جائے گا کہ) تم جلتی آگ کا مزہ چکھو۔

② آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی آیات میں مؤمنین وکفار کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کا ذکر تھا، ان آیات میں اُس فیصلہ کی کچھ تفصیل ہے کہ کفار کو آگ کے کپڑے پہنائے جائیں گے یعنی ان کو آگ کا عذاب دیا جائے گا جو کپڑوں کی طرح ان کے پورے جسم کو محیط ہوگا اوران کے سروں کے اوپر گرم کھولتا ہوا پانی ڈالا جائیگا جس سے ان کی آنتیں اور کھالیں سب کچھ گل جائے گا اوران کو مارنے کیلئے لوہے کے بڑے بڑے ہتھوڑے وگرز ہونگے اور کبھی بھی ان کو اس عذاب سے چھٹکارا نہ ملے گا، جب بھی وہ عذاب سے تنگ آ کر اور گھبرا کر باہر نکلنا چاہیں گے تو ان کو دوبارہ اُسی عذاب میں دھکیل دیا جائے گا، گویا وہ ہمیشہ ہمیشہ اُسی میں ہی رہیں گے۔

③ هٰذان خصمان کی مراد:۔ خصمان سے مراد مؤمن وکفار ہیں اور کفار میں یہودی، نصرانی، صابی، مجوسی اور مشرک سب شامل ہیں جیسا کہ ماقبل کی آیت "ان الذین آمنوا والذین هادوا والصابئین والنصاری والمجوس والذین اشرکوا" میں مذکور ہے۔

④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "خَصْمَانِ" یہ خَصْمٌ کا تثنیہ ہے بمعنی مدمقابل ومخالف۔

"قُطِّعَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی مجہول از مصدر تقطیع (تفعیل، صحیح) بمعنی کاٹنا۔

"اَلْحَمِيْمُ" یہ صفت کا صیغہ ہے از مصدر حَمًّا (نصر، مضاعف) بمعنی گرم کرنا وپگھلانا۔

"يُصْهَرُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مجہول از مصدر صَهْرًا (فتح، صحیح) بمعنی پگھلانا۔

"مَقَامِعُ" یہ اسم آلہ کا جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد مِقْمَعَةٌ ہے بمعنی انسان کو مارنے والا لوہا یا لکڑی۔

الشق الثانی ..... اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۤ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۷۷﴾ (پ۲۰۔ قصص:۷۶و۷۷) آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ ولاتنس نصیبك من الدنیا میں نصیبِ دنیا سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) نصیبِ دنیا کی مراد۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ بیشک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا پھر اس نے انہی پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی چابیاں طاقتور لوگوں کی ایک جماعت سے بھی مشکل سے اٹھتی تھی، جب اس کو اس کی قوم نے کہا کہ اِتراؤ مت، بے شک اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس کے ذریعہ آخرت والے گھر کی کوشش کرو اور دنیا میں بھی اپنا حصہ نظر انداز نہ کرو اور تم بھی بھلائی کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

② آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی آیات میں ایک رکوع قبل اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا وما اوتیتم من شیئ فمتاع الحیوۃ الدنیا الخ کہ دنیا کے مال واسباب اور دولت چند روزہ ہے، اصل ودائمی نعمتیں تو آخرت کی ہیں لہٰذا دنیاوی زندگی میں لگ جانا عقل ودانشمندی نہیں ہے چنانچہ ان آیات میں فرعون کا ذکر ہے جس نے آخرت کو چھوڑ کر دنیا کو ہی سب کچھ سمجھا اور ہلاک ہوا، تو فرمایا کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل کا ہی ایک فرد تھا اور اس کو اتنا مال ومتاع دیا گیا تھا کہ اسکے خزانوں کی چابیاں

0313 6357913 makhbazkariyamultan@gmail.com

ایک طاقتور جماعت بھی مشکل سے اٹھاتی تھی۔قوم نے جب اس کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ ظلم وتکبر کرنے لگا۔قوم نے کہا کہ مال ودولت پر اِترانا اچھا نہیں ہے، آخرت کی بھی فکر کر اور جو کچھ تجھے مال ودولت، عمر وقوت اور صحت وغیرہ ملی ہے ان سے وہ کام لے جو آخرت میں تیرے کام آئے اور تو بھی لوگوں کے ساتھ اسی طرح اچھا سلوک وبرتاؤ کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا ہے اور بالخصوص دنیا میں فساد کا خواہاں نہ بن، کیونکہ فسادی لوگ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں مگر وہ نہ مانا، اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اَلْعُصْبَةِ" یہ مفرد ہے اس کی جمع عُصَبٌ ہے بمعنی جماعت وگروہ۔

"اَلْكُنُوْزِ" یہ جمع ہے اس کا مفرد كَنْزٌ ہے بمعنی مدفون خزانہ۔مصدر كَنْزًا (ضرب) بمعنی جمع وذخیرہ کرنا۔

"مَفَاتِحَه" یہ جمع ہے اس کا مفرد مِفْتَحٌ ہے بمعنی کنجی وچابی۔مصدر فَتْحٌ (فتح) بمعنی کھولنا۔

"لَتَنُوْٓاُ" یہ نَوْءٌ (نصر، اجوف ومہموز) سے مضارع کا صیغہ ہے بمعنی مشقت وتکلیف سے اٹھانا۔

"اَلْفَرِحِيْنَ" یہ صفت کا جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد فَرِحٌ ہے از مصدر فَرَحًا (سمع) بمعنی خوش ہونا۔

④ نصیبِ دنیا کی مراد:۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد دنیا کی عمر اور اس میں کئے ہوئے وہ نیک اعمال ہیں جو اس کو آخرت میں بھی کام آئیں جس میں صدقہ خیرات بھی شامل ہے، اس صورت میں دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے یعنی مال ودولت، عمر اور قوت وصحت ان سب سے وہ کام لے جو آخرت میں تیرے کام آئے اور درحقیقت دنیا کا یہی حصہ تیرا ہے، پیچھے چھوڑا ہوا تو سب کچھ وارثوں کا ہے۔بعض مفسرین نے کہا کہ دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس سے آخرت کا سامان بھی کرو مگر اپنی دنیاوی ضروریات کو بھی نہ بھلاؤ کہ سب صدقہ خیرات کر کے کنگال ہو جاؤ بلکہ معاشی ضروریات کے بقدر اپنے لئے بھی رکھو۔(معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل.....عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامَىٰ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى ۔(حدیث:۱۴۳۲)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔یصبح علی کل سلامی احدکم صدقة کی ترکیب اور خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) مذکورہ جملہ کی ترکیب (۴) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب..... ① حدیث پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح کے وقت تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے، ہر تسبیح (سبحان اللہ) صدقہ ہے۔ہر تحمید (الحمد للہ) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ) صدقہ ہے اور ہر تکبیر (اللہ اکبر) صدقہ ہے نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے برائی سے روکنا صدقہ ہے اور اس تمام سے کفایت کرتی ہیں وہ دو رکعتیں جن کو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔

③ مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔یصبح فعل ناقص علی جارہ سلامی موصوف من جارہ احدکم مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر کائنة کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر ثابتة کے متعلق ہو کر خبر مقدم صدقه اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔

④ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "يُجْزِءُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِجْزَاءٌ (افعال) بمعنی کافی

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ہونا، کفایت کرنا۔ "اَمْرٌ" یہ مصدر ہے از باب نصر بمعنی حکم کرنا۔ "نَهْيٌ" یہ مصدر ہے از باب فتح بمعنی روکنا ومنع کرنا۔

الشق الثانی.....عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ: مَازِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ۔ (حدیث:۱۴۳۳) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اربع کلمات کون سے کلمات ہیں؟ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) اربع کلمات کی مراد۔

جواب..... ① حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت جویریہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح سویرے اُن کے پاس سے تشریف لے گئے جبکہ آپ ﷺ نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور وہ اپنی جگہ پر بیٹھ ہوئی تھیں پھر آپ ﷺ چاشت کے بعد لوٹے اور وہ اُسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ تُو اُسی حال میں بیٹھی ہے جس حال میں مَیں تجھ سے جدا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں، پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ البتہ مَیں نے تیرے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں اگر اُن کلمات کا اُس چیز کے ساتھ وزن کیا جائے جو تو نے آج کہا ہے تو وہ البتہ میرے والے کلمات اُن سے وزنی ہوں گے۔

③ اربع کلمات کی مراد:۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ (سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ و رِضَا نَفْسِهٖ و زِنَةَ عَرْشِهٖ و مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ)۔

﴿الورقة الاولٰی فی التفسیر و الحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل.....وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ (پ۱۳۔الرعد:۶ تا ۱۰)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر کریں۔ **ماتغیض الارحام وما تزداد، سیئة، حسنة اور مثلٰت** کی بطور خاص وضاحت کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ **سیئة، حسنة، مثلٰت، ماتغیض الارحام وما تزداد** کی وضاحت ④ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جلد مانگتے ہیں تجھ سے برائی کو بھلائی سے پہلے اور تحقیق گزر چکے ہیں ان سے پہلے بہت سے عذاب اور تیرا رب معاف بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے اور تیرے رب کا عذاب بھی سخت ہے۔ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہیں اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب سے؟ تیرا کام تو ڈرانا ہے اور ہر قوم کیلئے راہ بتانے والا ہوا ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کو حمل ہوتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور ہر چیز کا اللہ کے نزدیک ایک خاص اندازہ ہے۔ وہ تمام پوشیدہ وظاہری چیزوں کو جاننے والا ہے، سب سے بڑا اور عالیشان ہے، برابر ہے تم میں سے جو شخص چپکے سے کوئی بات کہے اور جو شخص پکار کر کہے اور جو چھپنے والا ہے رات میں اور جو چلنے پھرنے والا ہے دن میں۔

0345 6357913 maktabazkariyamultan@gmail.com

② آیات کی تفسیر:۔ کافر لوگ ہمیشہ عافیت کی میعاد ختم ہونے سے پہلے آپ ﷺ سے مصیبت کے نازل ہونے کا تقاضا کرتے ہیں کہ اگر آپ نبی ہیں تو فوری عذاب منگوا دیجئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عذاب کے آنے کو بہت ہی بعید یا ناممکن سمجھتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے دوسرے کافروں پر بہت سے عذاب کے واقعات گذر چکے ہیں جن کا سب لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے تو ان پر عذاب آجانا کیا مستبعد ہے؟۔ پھر فرمایا کہ بیشک آپ ﷺ کا رب لوگوں کے گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود بڑی مغفرت ورحمت والا ہے اور جو لوگ اس مغفرت ورحمت سے فائدہ نہ اٹھائیں اپنی سرکشی ونافرمانی پر جمے رہیں ان کیلئے سخت عذاب دینے والا بھی ہے اس لئے اللہ تعالی کے غفور ورحیم ہونے سے کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں کہ ہم پر عذاب آ ہی نہیں سکتا۔

کفار کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ اگر چہ رسول اللہ ﷺ کے بہت سے معجزات ہم دیکھ چکے ہیں لیکن جن خاص خاص قسم کے معجزات کا ہم نے مطالبہ کیا ہے وہ کیوں ظاہر نہیں کرتے؟ اس کا جواب دیا کہ معجزہ ظاہر کرنا پیغمبر اور نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ براہ راست وہ حق تعالی کا فعل ہوتا ہے، وہ اپنی حکمت سے جس وقت جس طرح کا معجزہ ظاہر کرنا پسند فرماتے ہیں اس کو ظاہر کر دیتے ہیں وہ کسی کے مطالبہ اور خواہش کے پابند نہیں اسی لئے فرمایا کہ آپ ﷺ کافروں کو خدا کے عذاب سے صرف ڈرانے والے ہیں معجزہ ظاہر کرنا آپ کا کام نہیں، ہر قوم کیلئے پچھلی امتوں میں ہادی ہوتے چلے آئے ہیں آپ ﷺ کوئی انوکھے نبی نہیں سب ہی انبیا علیہم السلام کا وظیفہ یہ تھا کہ وہ قوم کو ہدایت کریں اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرائیں معجزات کا ظاہر کرنا کسی کے اختیار میں نہیں دیا گیا۔

یہاں تک نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا جواب تھا، چوتھی آیت میں پھر وہی اصل مضمونِ توحید کا ذکر ہے جس کا ذکر اس سورکی ابتدا سے آرہا ہے کہ وہ تمام کائنات ومخلوقات کے ذرہ ذرہ سے واقف اور ہر ذرہ کے بدلتے ہوئے حالات سے مکمل طور پر باخبر ہے اور حمل کا یقینی وصحیح علم صرف اسی کو ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی یا دونوں یا کچھ بھی نہیں، حسین ہے یا بدشکل ہے، نیک ہے یا بد ہے اور جو کچھ ان عورتوں کے رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ کبھی ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی زیادہ، کبھی جلدی پیدا ہوتا ہے اور کبھی دیر میں، یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ سب ظاہر وباطن کا جاننے والا اور سب سے بڑا وبلند وبرتر ہے اور تم میں سے کوئی شخص کوئی بات دل میں چھپائے رکھے یا آہستہ سے کوئی بات کرے یا زور سے پکار کر کوئی بات کہے، رات کو کہیں چھپ کر کوئی عمل کرے یا دن میں ظاہرا کوئی کام کاج کرے وہ پروردگار ہر ایک سے مکمل طور پر باخبر ہے۔

③ سیئۃ، حسنۃ، مثلٰت، ماتغیض الارحام وما تزداد کی وضاحت:۔ سیئۃ سے مراد عذاب وسزا اور حسنۃ سے مراد نعمت وعافیت ہے یعنی مشرکینِ مکہ عافیت کی جگہ عذابِ خداوندی کے طالب تھے۔

مثلٰت: یہ مثلہ کی جمع ہے، ایسی سزا جو انسان کو سب کے سامنے دی جائے اور دوسروں کیلئے عبرت کا ذریعہ بنے۔

ماتغیض الارحام وما تزداد: حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد حمل کی مدت کا نو ماہ سے کم اور زیادہ ہونا ہے۔ بعض نے کہا کہ نقصان سے مراد بچہ کا ساقط ہونا اور زیادتی سے مراد بناوٹ کا پورا ہونا ہے۔ (مظہری)

پیدا ہونے والے بچہ کی تعداد میں کمی بیشی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ حمل ایک بچہ ہے یا زیادہ ہیں اور زمانۂ پیدائش کی کمی بیشی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ یہ حمل کتنے مہینے کتنے دن اور کتنے گھنٹے میں پیدا ہو کر انسان کو ظاہری وجود دیگا۔ حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ زمانۂ حمل میں عورت کو جو خون آتا ہے وہ حمل کی جسامت وصحت میں کمی کا باعث ہوتا ہے اور آیت میں یہی جسامت وصحت کی کمی مراد ہے۔ (معارف القرآن)

④ کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "مُتَعَالِ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَعَالِیٌ (تفاعل، ناقص) بمعنی بلند ہونا۔

"تَغِيْضُ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث مضارع معلوم از مصدر غَيْضًا (ضرب، اجوف) بمعنی کم ہونا۔

"اَسَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر اِسْرَارٌ (افعال، مضاعف) بمعنی چھپانا، چپکے سے بات کرنا۔

"مُسْتَخْفٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِسْتِخْفَاءٌ (استفعال، ناقص) بمعنی چھپنا وپوشیدہ ہونا۔

0313 6357073 maktabazakariyamultan@gmail.com

"سَارِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر سُرُوْبًا (نصر، صحیح) بمعنی برآمد ہونا، باہر نکلنا۔ (مظہری)

الشق الثانی ..... اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ① یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ④ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْٓءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑤ وَ لَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَ حِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ⑥ (پ۱۴۔النحل:۱تا۶)

آیات کا ترجمہ وتفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ یُنَزِّلُ الْمَلَآئِكَةَ بِالرُّوْحِ کی مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق ④ یُنَزِّلُ الْمَلَآئِكَةَ بِالرُّوْحِ کی مراد۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اللہ کا حکم آ پہنچا سو اس کی جلدی مت کرو وہ پاک ہے اور برتر ہے اس چیز سے جسے وہ شریک بتلاتے ہیں، اتارتا ہے فرشتوں کو روح کے ساتھ اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے کہ آگاہ کردو میرے علاوہ کوئی معبود نہیں پس مجھ ہی سے ڈرو، اس نے آسمان اور زمین برحق پیدا کئے وہ برتر ہے اس چیز سے جسے وہ شریک بتلاتے ہیں، پیدا کیا اس نے انسان کو ایک قطرہ و بوند سے پھر فوراً ہی وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہوگیا، اور اس نے چوپائے پیدا کئے تمہارے لئے جن میں تمہارے لئے سردی سے بچاؤ کا سامان اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو، اور تمہارے لئے ان میں خوشنما منظر ہے جب تم انہیں شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب تم صبح چرانے لیجاتے ہو۔

② آیات کی تفسیر:۔ اس سورت کو بغیر کسی خاص تمہید کے ایک شدید وعید اور ہیبت ناک عنوان سے شروع کیا گیا جس کی وجہ مشرکین کا یہ کہنا تھا کہ محمد ﷺ ہمیں قیامت سے اور اللہ کے عذاب سے ڈراتے رہتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ان کو غالب کرنے اور مخالفوں کو سزا دینے کا وعدہ کیا ہے ہمیں تو یہ کچھ ہوتا نظر نہیں آتا؟ اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم جلد بازی نہ کرو اللہ کا حکم پہنچنے ہی والا ہے جس کو تم عنقریب دیکھ لوگے۔ حکم اللہ سے مراد وہ وعدہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول سے کیا ہے کہ ان کے دشمنوں کو زیر و مغلوب کیا جائے گا اور مسلمانوں کو فتح ونصرت اور عزت وشوکت حاصل ہوگی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد قیامت ہے اس کے آ پہنچنے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس کا وقوع قریب ہے اور پوری دنیا کی عمر کے اعتبار سے دیکھا جائے تو قیامت کا قریب ہونا یا آ پہنچنا بھی کچھ بعید نہیں رہتا۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی شرک سے پاک ہے یعنی یہ لوگ جو حق تعالی کے وعدہ کو غلط قرار دے رہے ہیں یہ کفر وشرک ہے اللہ تعالی اس سے پاک ہیں۔

دوسری آیت میں دلیل نقلی سے توحید کا اثبات ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ تک دنیا کے مختلف خطوں مختلف زمانوں میں جو بھی رسول آیا اس نے یہی عقیدۂ توحید پیش کیا ہے حالانکہ ایک کو دوسرے کے حال اور تعلیم کی اطلاع کے بظاہر کوئی اسباب بھی نہ تھے، غور کرو کہ کم از کم ایک لاکھ بیس ہزار حضرات جو مختلف اوقات میں مختلف ملکوں مختلف خطوں میں پیدا ہوں اور وہ سب ایک ہی بات کے قائل ہوں تو فطرۃً انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ یہ بات غلط نہیں ہوسکتی ایمان لانے کیلئے تنہا یہ دلیل بھی کافی ہے۔

اگلی آیتوں میں اسی عقیدۂ توحید کو عقلی طور سے حق تعالی کی نعمتیں پیش نظر کرکے ثابت کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے اور انسان کو نطفہ سے بنایا مگر جب اس ضعیف الخلقت انسان کو طاقت اور قوت گویائی عطا ہوئی تو کھلم کھلا خدا ہی کی ذات وصفات میں جھگڑنے لگا اور ناشکری کرنے لگا حالانکہ اسی نے چوپایوں کو تمہاری خدمت کیلئے بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے کہ جانوروں کی بال اور کھال سے انسان کے پوستین اور کپڑے بنتے ہیں اور بھی بہت سے فائدے ہیں، دودھ سواری بار برداری وغیرہ۔ اور ان میں سے جو کھانے کے قابل ہیں انہیں تم کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ

0313 6357513 marfat.azaan@gmail.com

سے تمہاری رونق بھی ہے جب تم انہیں شام کے وقت جنگل سے گھر لاتے ہو اور صبح کے وقت چراگاہ کی طرف لیجاتے ہو۔

③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **دِفْءٌ**: اسکی جمع **اَدْفَاءٌ** ہے بمعنی سخت گرمی اور گرمی حاصل کرنے کی چیز مراد اُون ہے۔

لَا تَسْتَعْجِلُوْا: صیغہ جمع مذکر بحث نہی حاضر معلوم از مصدر **استعجالا** (استفعال) بمعنی جلدی طلب کرنا۔

خَصِيْمٌ: یہ مفرد ہے اسکی جمع **اَخْصَامٌ خُصُوْمٌ خُصْمَان** ہے، خصومت سے مشتق ہے بمعنی جھگڑالو۔

تُرِيْحُوْنَ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **اِراحة** (افعال۔اجوف) بمعنی جانوروں کو شام کو واپس لانا۔

تَسْرَحُوْنَ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **سَرْحًا سُرُوْحًا** (فتح) جانوروں کو صبح کے وقت چراگاہ کی طرف لیجانا۔

④ **يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوْحِ** کی مراد:۔ **روح** سے مراد وحی یا قرآن ہے اس سے مردہ دل زندہ ہوجاتے ہیں جیسے روح کے تعلق سے بے جان جسم زندہ ہوتے ہیں (مظہری)۔ اس سے مراد بقول ابن عباسؓ وبعض مفسرین ہدایت ہے۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ (الانبیاء:۴۷تا۵۰)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر لکھیں نیز فرقان، ضیاء وذکر کی مراد بھی واضح کریں۔ قرآن نے **الموازین** جمع ذکر کیا ہے، کیا ترازو کئی ہوں گے؟ قیامت کے دن وزن اعمال کی کیا صورت ہوگی؟ اہل علم کے اقوال کی روشنی میں تفصیل سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ فرقان، ضیاء وذکر کی مراد ④ **الموازین** جمع ذکر کرنے کی وجہ اور وزن اعمال کی صورت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر ظلم نہ ہوگا کسی نفس پر ایک ذرہ بھی اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی عمل ہوا تو ہم لے آئیں گے اس کو اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔ اور ہم نے دی تھی موسیٰ اور ہارون کو فیصلہ کرنے والی کتاب اور روشنی اور نصیحت ڈرنے والوں کو۔ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے اور وہ قیامت کا خطرہ رکھتے ہیں۔ اور یہ ایک نصیحت ہے برکت کی جو ہم نے اتاری پس کیا تم اس کا انکار کرتے ہو؟۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اولا اللہ تعالی قیامت کے دن حساب وکتاب کے متعلق ذکر فرمارہے ہیں کہ قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے پھر کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، نہ ادنیٰ حق تلفی کی جائے گی نہ برائیوں میں کوئی اضافہ کیا جائے گا، اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہوگا تو ہم اس کو بھی میزان میں لے آئیں گے، رائی کے دانے سے مراد حقیر ترین ہے یعنی رائی کے دانہ کے برابر ہو یا اس سے کم وبیش ہو سب اعمال پیش کئے جائیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بھی ایک فیصلہ کی روشنی اور متقیوں کیلئے نصیحت کی چیز یعنی تورات عطا کی تھی جو حق کو باطل سے الگ کرنے والی اور دونوں میں امتیاز پیدا کردینے والی تھی اور متقی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے بھی خوف کھاتے ہیں۔ اور یہ قرآن بھی ایک کثیر الفائدہ نصیحت کی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے تو کیا پھر بھی تم اس سے منکر ہو؟ **انتم** سے اہلِ مکہ کو خطاب ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی جب یہ قرآن کثیر خیر والا ہے اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے تو پھر تمہیں اس کا انکار نہ کرنا چاہئے؟ مگر تم پھر بھی اس کا انکار کرتے ہو۔

③ فرقان، ضیاء وذکر کی مراد:۔ یہ تینوں تورات کی صفتیں ہیں کہ فرقان یعنی حق وباطل میں امتیاز کرنے والی، قلوب کیلئے ضیا ونور

0313 635 9913 shaktabazakariyamultan@gmail.com

اورلوگوں کیلئے ذکروتذکیراورذریعۂ ہدایت ہے۔بعض حضرات نے فرمایا کہ فرقان سے مراداللہ تعالی کی مدد ہے جو ہر موقع پر حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ رہی کہ فرعون کے گھر میں پرورش ہوئی اور پھراس سے مقابلے کے وقت اللہ تعالی نے فرعون کو ذلیل کیا پھر لشکر فرعون کے تعاقب کے وقت دریا میں راستے پیدا ہوکراس سے نجات ملی اورلشکر فرعون غرق کیا گیا اسی طرح بعد کے ہر موقع پراس مددِ خداوندی کا مشاہدہ ہوتا رہا اورضیاوذکر دونوں تورات کی صفتیں ہیں،قرطبی نے اسی کوترجیح دی ہے کیونکہ الفرقان کے بعد واؤ کے ذریعہ فاصلہ کرنے سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ فرقان تورات کے علاوہ کوئی چیز ہے۔(معارف القرآن)

ابن زید نے کہا فرقان سے مراد دشمنوں پر فتح ہے۔بعض نے کہا فرقان (جدا کرنے) سے مراد سمندر کو پھاڑنا اور راستہ بنانا ہے،اس قول پر ضیاء وذکر سے مراد تورات ہوگی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتی تھی اوراس کی روشنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کونصیحت کرتے تھے۔(مظہری)

④ **الموازین** جمع ذکر کرنے کی وجہ اوروزن اعمال کی صورت:۔اس جگہ میزان کیلئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے،بعض مفسرین نے کہا کہ وزنِ اعمال کیلئے بہت سے میزان استعمال کئے جائیں گے خواہ ہر شخص کیلئے الگ الگ میزان ہو یا خاص خاص اعمال کیلئے الگ الگ میزان ہو،مگر جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ میزان ایک ہی ہوگی اس کو بصیغہ جمع اسلئے تعبیر کیا کہ وہ بہت سی موازین کا کام دے گی کیونکہ ساری مخلوقات آدم علیہ السلام سے قیامت تک جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے ان سب کے اعمال کو یہی ترازو تولے گی۔

وزنِ اعمال کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ فرشتوں کے لکھے ہوئے اعمال نامے تولے جائیں جیسا کہ حدیثِ بطاقہ سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عینِ اعمال کو وہاں جواہر مستقلہ کی شکل دے دیجائے اوران کا وزن کیا جائے عام طور سے روایات اسی پر شاہد ہیں اور جمہور علماء نے اسی صورت کو اختیار کیا ہے،قرآن مجید میں **ووجدوا ما عملوا حاضرا** وغیرہ آیات اور بہت سی روایاتِ حدیث سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔(معارف القرآن)

الشق الثانی ..... وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾

آیات کا ترجمہ وشانِ نزول تحریر کریں۔آیات کی تفسیر اور حاصل شدہ نصیحت بھی لکھیں۔ **وقال الرسول یا رب الخ** رسول کا یہ قول دنیا میں ہوگا یا آخرت میں؟ نیز قرآن کو مہجور کرنے سے کیا مراد ہے؟ (پ۱۹۔الفرقان:۲۷تا۳۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کا شانِ نزول ③ آیات کی تفسیر وحاصل شدہ نصیحت ④ **وقال الرسول یا رب الخ** کا زمانہ ⑤ قرآن کو مہجور کرنے کی مراد۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔اور جس دن کاٹ کھائے گا گنہگار اپنے ہاتھوں کو،کہے گا اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ راستہ پکڑا ہوتا،ہائے افسوس!اے کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا،اس نے تو بہکا دیا مجھے نصیحت سے مجھ تک آنے کے بعد،اور شیطان آدمی کو وقت پر بے یارومددگار چھوڑنے والا ہے،اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر رکھا تھا، اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کیلئے دشمن بنائے تھے گنہگاروں میں سے اور آپ کا رب آپ کو راہ دکھانے اور مدد کرنے کیلئے کافی ہے۔

② آیات کا شانِ نزول:۔عقبہ ابن ابی معیط مکہ کے مشرک سرداروں میں سے تھا اس کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے واپس آتا تو شہر کے معزز لوگوں کی دعوت کرتا تھا اور اکثر رسول اللہ ﷺ سے بھی ملا کرتا تھا،ایک مرتبہ حسبِ عادت اس نے معززین شہر کی دعوت کی اور رسول اللہ ﷺ کو بھی بلایا،جب اس نے آپ کے سامنے کھانا رکھا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا کھانا اس وقت تک نہیں کھاسکتا جب تک تم کلمہ نہ پڑھو،عقبہ نے کلمہ پڑھ

0313 6357913 maktaba.zakariyamultany@gmail.com

لیااور رسول اللہ ﷺ نے شرط کے مطابق کھانا تناول فرمایا۔عقبہ کا ایک گہرا دوست ابی بن خلف تھا جب اسے معلوم ہوا کہ عقبہ مسلمان ہوگیا تو یہ بہت برہم ہوا،عقبہ نے عذر پیش کیا کہ قریش کے معزز مہمان محمد ﷺ میرے گھر پر آئے ہوئے تھے اگر وہ بغیر کھانا کھائے میرے گھر سے چلے جاتے تو میرے لئے بڑی رسوائی تھی اسلئے میں نے ان کی خاطر سے یہ کلمہ کہہ لیا۔ابی بن خلف نے کہا کہ میں تیری ایسی باتوں کو قبول نہیں کروں گا جب تک تو جا کر ان کے منہ پر نہ تھوکے،یہ کمبخت بدنصیب دوست کے کہنے سے اس گستاخی پر آمادہ ہوگیا اور کر گزرا،اللہ تعالی نے دنیا میں بھی ان دونوں کو ذلیل کیا کہ غزوہ بدر میں دونوں مارے گئے اور آخرت میں ان کے عذاب کا ذکر اس آیت میں ہے کہ جب وہ آخرت کا عذاب سامنے دیکھے گا تو اس وقت ندامت وافسوس سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے گا اور کہے گا اے کاش میں فلاں یعنی ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا۔

③ آیات کی تفسیر وحاصل شدہ نصیحت:۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ آیات اگرچہ خاص عقبہ کے واقعہ میں نازل ہوئی تھیں لیکن جیسا کہ آیت کے الفاظ عام ہیں حکم بھی عام ہے اور شاید اس جگہ اس دوست کے نام کی بجائے قرآن میں فلانا کا لفظ اسی عموم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ان آیات نے بتلایا کہ جو دو دوست کسی مصیبت اور گناہ پر جمع ہوں اور خلافِ شرع امور میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہوں ان سب کا یہی حکم ہے کہ قیامت کے روز اس گہرے دوست کی دوستی پر روئیں گے۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا ساتھی نہ بناؤ اور تمہارا مال بطور دوستی کے صرف متقی آدمی کھائے یعنی غیر متقی سے دوستی نہ کرو اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر انسان عادۃ اپنے دوست کے دین اور طریقہ پر چلا کرتا ہے اسلئے دوست بنانے سے پہلے خوب غور کرلیا کرو کہ کس کو دوست بنا رہے ہو۔حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے مجلسی دوستوں میں کون لوگ بہتر ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ شخص جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔

عذاب کو دیکھ کر بُری دوستی والا کہے گا کہ اس دوست نے قطعاً مجھے ذکرِ خداوندی کی طرف سے گمراہ کردیا بعد اس کے کہ ذکر میرے پاس آچکا تھا،ذکر سے مراد اللہ کی یاد یا قرآن مجید یا رسول اللہ ﷺ کی نصیحت یا کلمہ شہادت ہے۔اور شیطان انسان کو بے مدد چھوڑنے والا ہے شیطان سے مراد گمراہ کرنے والا دوست ہے، ہر سرکش،سرتاب اور ہر راہِ خدا سے روکنے والا، انسان ہو یا جن شیطان وغیرہ،مطلب یہ ہے کہ شیطان کسی کا دوست نہیں، ہلاکت کے غار تک پہنچا کر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

اسکے بعد آپ ﷺ کی طرف سے بارگاہِ الٰہیہ میں ایک شکایت کا ذکر ہے کہ اس روز آپ ﷺ کہیں گے اے میرے رب میری قوم یعنی قریش نے اس قرآن کو متروک کر رکھا تھا یعنی قرآن سے روگرداں ہوگئے تھے اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور اس کے احکام پر عمل نہیں کیا تھا۔

اگلی آیت میں اللہ تعالی کی طرف سے تسلی ہے کہ اگر آپ کے دشمن قرآن کو نہیں مانتے تو آپ کو اس پر صبر کرنا چاہئے کیونکہ سنت اللہ ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ ہر نبی کے کچھ مجرم لوگ دشمن ہوا کرتے ہیں اور انبیا علیہم السلام اس پر صبر کرتے رہے ہیں۔

(نصیحت: غلط کار اور بے دین دوستوں کی دوستی قیامت کے روز حسرت وندامت کا باعث ہوگی)

④ وقال الرسول یا رب الخ کا زمانہ:۔ آنحضرت ﷺ کی یہ شکایت بارگاہ حق تعالی میں قیامت کے روز ہوگی یا اسی دنیا میں آپ نے یہ شکایت فرمائی؟ ائمہ تفسیر اس میں مختلف ہیں،احتمال دونوں ہیں،اگلی آیت بظاہر اس پر قرینہ ہے کہ یہ شکایت آپ نے دنیا ہی میں پیش فرمائی تھی جس کے جواب میں آپ ﷺ کو اگلی آیت میں تسلی دی گئی ہے۔(معارف القرآن)

⑤ قرآن کو مہجور کرنے کی مراد:۔ قرآن کو مہجور ومتروک کردینے سے مراد قرآن کا انکار ہے جو کفار ہی کا کام ہے۔مگر بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جو مسلمان قرآن پر ایمان تو رکھتے ہیں مگر نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے ہیں نہ اس پر عمل کرنے کی وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔(اس اعتبار سے مہجور کی مراد اسکی تلاوت اور اس پر عمل کو ترک کرنا ہے)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل .....وَعَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ :"اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّه بِئْسَ الضَّجِیْعُ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِیَانَةِ، فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ"۔ (حدیث:۱۴۸۵)

حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ جملے کی نحوی ترکیب کریں۔ کتاب الدعوات میں سے کوئی پانچ دعائیں تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) آخری جملہ کی ترکیب (۴) کتاب الدعوات میں سے پانچ دعائیں۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے (ترجمہ) اے اللہ میں بھوک سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ برا ساتھی ہے اور خیانت سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ وہ بری خصلت وعادت ہے۔

③ آخری جملہ کی ترکیب:۔ فا تعلیلیہ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل ھا ضمیر اس کا اسم بئست فعل از افعال ذم، اس میں ھی ضمیر اس کا اسم البطانة مخصوص بالذم، فعل ذم اپنے اسم اور مخصوص بالذم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر تعلیل ہوئی ماقبل والے جملہ کی۔

④ کتاب الدعوات میں سے پانچ دعائیں:۔ اللهم اغفرلی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی ۔(مسلم)

اللهم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتك ۔ (مسلم)

اللهم اكفنی بحلالك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك ۔ (ترمذی)

اللهم انی اعوذ بك من منكرات الاخلاق والاعمال والاهواء ۔(ترمذی)

اللهم انی اعوذ بك من فتنة النار وعذاب النار ومن شر الغنی والفقر ۔(ابوداؤد وترمذی)

الشق الثانی .....عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ یَعْجَلْ، یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ رَبِّیْ فَلَمْ یَسْتَجِبْ لِیْ ۔ متفق علیه و فی روایة لمسلم: لَا یَزَالُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَةِ رَحِمٍ مَا لَمْ یَسْتَعْجِلْ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ؟ قَالَ: یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَ یُسْتَجَبْ لِیْ فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَ یَدَعُ الدُّعَاءَ ۔(حدیث:۱۴۹۹) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(قیل لرسول اللّٰه ایّ الدعاء اسمع؟ قال: جوف اللیل الآخر و دبر الصلوات المكتوبة) کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ مذکورہ ارشاد کا مطلب۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہ کرے، وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی مگر وہ قبول نہ ہوئی۔ متفق علیہ۔

مسلم کی روایت میں ہے بندہ کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے، جلد بازی نہ کرے۔ عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول جلد بازی سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں دعا کی، فلاں دعا کی مگر میرا خیال نہیں کہ وہ قبول ہوگی، پھر وہ تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور دعا مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔

③ مذکورہ ارشاد کا مطلب:۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کس وقت مانگی جانے والی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ میں جب لوگ میٹھی نیند سو رہے ہوتے ہیں، باری تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ ہے کوئی سوال کرنے والا جس کا سوال پورا کیا جائے؟ ہے کوئی بخشش ومغفرت کا طلبگار جس کو بخشا جائے؟.....اس وقت جو بندہ باری تعالیٰ سے راز ونیاز کی باتیں کرتا ہے اور اپنی درخواست بارگاہِ الٰہیہ میں پیش کرتا ہے، یہ درخواست ودعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح فرض نماز کے بعد جو دعا مانگی جائے وہ بھی زیادہ قبول ہوتی ہے۔

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر والحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ (پ۱۳۔الرعد:۳۸،۳۹)

آیات کا ترجمہ اور تفسیر کیجیے۔ پہلی آیت کفار کے کس اعتراض کا جواب ہے؟۔ دوسری آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی مختصر تفسیر ③ پہلی آیت سے متعلق کفار کا اعتراض ④ دوسری آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں اور انہیں بیوی بچے بھی عطاء کیے ہیں اور کسی رسول کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کوئی ایک آیت ہی اللہ کے حکم واجازت کے بغیر لا سکے، ہر زمانے کے لیے الگ کتاب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس حکم کو چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے، اور تمام کتابوں کی اصل اسی کے پاس ہے۔

② و ③ آیات کی مختصر تفسیر و کفار کے اعتراض کی وضاحت:۔ کفار ومشرکین کا رسول ونبی کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ وہ جنسِ بشر اور انسان کے علاوہ فرشتوں وغیرہ کی مثل کوئی مخلوق ہونی چاہیے، بالخصوص آپ ﷺ کے تعددِ ازواج پر وہ معترض تھے، تو جواب دیا کہ ابتدا سے ہی سنت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کو صاحبِ اہل وعیال بناتے ہیں، اہل وعیال کو نبوت ورسالت یا بزرگی کے خلاف سمجھنا نادانی ہے اور کوئی بھی رسول تمہاری خواہش ومطالبہ کے مطابق احکام نہیں لا سکتا، کسی پیغمبر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کتاب میں کوئی آیت شامل کرے، احکام وآیات میں ردوبدل کرے، اور ہر چیز کی میعاد ومقدار اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت سے جو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ ثابت وباقی رکھتے ہیں، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس لوح محفوظ میں محفوظ ہے جس پر نہ کسی کو دسترس ہے اور نہ اس میں کوئی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

④ آیت ثانیہ کی تفسیر میں مفسرین کے دو اقوال:۔ ① ائمہ تفسیر میں سے حضرت سعید بن جبیر اور قتادہ رحمہما اللہ نے اس آیت کو احکام وشرائع کے محو واثبات یعنی مسئلہ نسخ کے متعلق قرار دیا، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ وقوم میں مختلف رسولوں کے ذریعے جو احکام وغیرہ دیتے ہیں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دائمی ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں، بلکہ قوموں کے حالات وزمانہ کے تغیرات کے مناسب اپنی حکمت کے ذریعہ جس حکم کو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں باقی وثابت رکھتے ہیں اور اصل کتاب محفوظ ہے اس میں پہلے سے ہی لکھا ہے کہ فلاں قوم کا فلاں حکم فلاں مدت تک ہے، جب یہ مدت پوری ہوگی تو اس حکم کو بدل کر کون سا حکم لایا جائے گا۔

② سفیان ثوری، وکیع وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ مخلوق کے ہر فرد کی عمر، رزق اور حرکات وسکنات سب متعین ہیں اور لکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ اس نوشتۂ تقدیر میں جو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں باقی رکھتے ہیں۔ (معارف القرآن۔۵:۲۱۴)

الشق الثانی ..... اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ

0317 6357913 maktabazafariyamultan@gmail.com

عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾ (پ۱۳۔رعد:۱۷)

آیت کریمہ کا ترجمہ کریں۔آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کردہ مثال کی وضاحت کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔

وممّایوقدون .....زبدٌ مثله کی نحوی ترکیب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) مثال کی وضاحت (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۵) **وممّایوقدون .....زبدٌ مثله** کی ترکیب۔

جواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب جھاگ ومیل کچیل کو بہالایا جو پانی کے اوپر آرہا ہے اور جن چیزوں کو وہ آگ کے اندر تپاتے ہیں (گرم کرنا و پگھلانا) زیور یا دوسرا سامان بنانے کیلئے ان میں بھی اسی طرح میل کچیل ہے۔اسی طرح بیان کرتے ہے اللہ تعالیٰ حق و باطل کو پس وہ جھاگ ومیل کچیل تو ادھر ادھر منتشر ہوجاتا ہے اور جو چیز لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے پس وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔

② آیت کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں دو مثالوں کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان فرق بیان کررہے ہیں اور اس فرق سے مقصود حق کا اثبات پائیداری اور باطل کا ابطال و بے ثباتی کو بیان کرنا ہے باقی اسکی مکمل توضیح ابھی مثال کی وضاحت میں آجائیگی۔

③ مثال کی وضاحت:۔ اس آیت کریمہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے حق و باطل اور اہلِ حق واہلِ باطل کے درمیان فرق بیان کرنے کیلئے دو مثالیں ذکر کی ہیں: پہلی مثال کا حاصل یہ ہے کہ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے اور تمام جگہوں وواديوں پر یکساں طور پر برستی ہے، مگر وہ بارش ہر وادی کی وسعت کے مطابق اس میں سماتی ہے، چھوٹی وادی میں تھوڑی اور بڑی وادی میں زیادہ سماتی ہے اسی طرح قرآن کریم آسمان سے یکساں طور پر نازل ہوا ہے مگر مؤمنین کو نفع پہنچتا ہے اور کافروں کو نہیں اور مؤمنین میں سے بھی بعض کو زیادہ نفع پہنچتا ہے اور بعض کو تھوڑا نفع پہنچتا ہے۔اسی مثال کے ضمن میں دوسری بات یہ کہ جب پانی وادیوں میں بہتا ہے تو صاف ستھرا پانی نیچے ہوتا ہے اور میل کچیل وجھاگ اوپر تیر رہا ہوتا ہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ میل کچیل وجھاگ ادھر ادھر رفع دفع ہوجاتا ہے اسی طرح بسا اوقات عارضی طور پر باطل حق کو دبالیتا ہے مگر کچھ وقت کے بعد حقیقت واضح ہوتی ہے اور باطل کا نام ونشان تک مٹ جاتا ہے اور وہ بالکل نیست ونابود ہوجاتا ہے اور **ان الباطل كان زهوقا** کا مصداق بن جاتا ہے۔

دوسری مثال کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم وہدایت کو دھات سے تشبیہ دی ہے کہ جب دھات کو پگھلایا جاتا ہے تو اس میں اصل دھات اور میل کچیل دونوں چیزیں ہوتی ہیں اور عارضی طور پر میل کچیل دھات کے اوپر آجاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ جل سٹر جاتا ہے اور ادھر ادھر ہوجاتا ہے اور اس دھات سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں اسی طرح عارضی طور پر بصورت میل کچیل کافر وباطل لوگ اہلِ اسلام پر غالب آجاتے ہیں مگر میل کچیل بالآخر نیست ونابود ہوجاتے ہیں اور اس علم وہدایت سے صرف مؤمن ومسلمان ہی نفع حاصل کرتے ہیں اور کافروں پر غالب ہوکر رہتے ہیں اور حق باطل کو ٹھہرنے وجمنے نہیں دیتا۔

0313 6357913, maktabazakariyamultan@gmail.com

④ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ **اَوْدِيَةٌ**: یہ وادی کی جمع ہے بمعنی وہ ندی ونالے جہاں پانی بکثرت بہتا ہے۔

زَبَدًا: یہ مفرد ہے اس کی جمع **اَزْبَادٌ** ہے بمعنی جھاگ ومیل کچیل۔

رَابِيًا: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **رِبَاءً، رُبُوًّا** (نصر، ناقص) پھولنا، چڑھنا و بڑھنا۔

حِلْيَةٌ: یہ مفرد ہے اس کی جمع خلافِ قیاس **حِلًى، حُلًى** آتی ہے بمعنی زیور۔

⑤ **وممّایوقدون.....زبدٌ مثله** کی ترکیب:۔ **واؤ** عاطفہ **منْ** جارہ **مَا** موصولہ **یوقدون** فعل مع فاعل **علی** جارہ

ضمیر ذوالحال **فی النار** جار مجرور ملکر حال، ذوالحال حال ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے **ابتغاء** مصدر مضاف **حلیۃ او متاعٍ** معطوف علیہ ومعطوف ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول لہٗ، فعل اپنے فاعل، متعلق ومفعول لہٗ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر **ثابۃٌ** کے متعلق ہوکر خبرِ مقدم، **زبدٌ** موصوف **مثلہ** مضاف مضاف الیہ ملکر صفت، موصوف صفت ملکر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٤١ھ

الشق الاوّل ..... وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ؕ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٧٠﴾ (پ١٤۔نحل:٦٨ تا ٧٠)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ **وحی الی النحل** اور **أرذلِ عمر** کی مراد واضح کریں **ذللا** کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (١) آیات کا ترجمہ (٢) آیات کی تفسیر (٣) مذکورہ جملوں کی مراد (٤) **ذللا** کے منصوب ہونے کی وجہ

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو بعض پہاڑوں میں گھر بنا اور بعض درختوں میں بھی اور لوگ جو چھتیں بناتے ہیں ان میں بھی، پھر کھا تو ہر طرح کے پھلوں کو اور پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو کہ آسان ہیں اسکے پیٹ سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی ودلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور وہی تمہیں وفات دیتا ہے اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو نا کارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے باوجود بھی وہ بے خبر رہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے جاننے والے ہر چیز پر قادر ہیں۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے واقعات کو بیان فرما کر غافل ناشکرے ونافرمان انسان کو دعوت فکر دے رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے بے عقل جانور یعنی شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑ درخت اور لوگوں کے رہنے وبسنے کی جگہوں میں اپنی حیران کن کاریگری کے ذریعہ گھر بنا چنانچہ اس نے ہمارے حکم کی تعمیل میں زبردست صاف وشفاف اور تازہ ہوا اور روشنی والی جگہوں پر خصوصی کاریگری کے ذریعہ گھر بنائے پھر ہمارے حکم کی تعمیل میں اپنی رغبت ومنشاء کے مطابق ہر طرح کے میٹھے وکڑوے پھلوں و پھولوں کا رس وعرق چوس کر اپنے گھروں سے میلوں میل دور نکلنے کے باوجود پروردگار کے سہل وآسان راستوں پر چلتے ہوئے واپس اپنے گھر پہنچتی ہے اس ساری محنت کا پھل وثمرہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مختلف رنگ ومختلف ذائقوں کا ایک ایسا انتہائی میٹھا وخوش ذائقہ مشروب تیار کرتی ہے کہ دنیا اس کو ذائقہ ومٹھاس میں مثال کے طور پر پیش کرتی ہے اور اس مشروب کو متعدد بیماریوں کیلئے شفاء بھی بنادیا گیا یہ سارا واقعہ جہاں پر ہماری قدرت کی علامت ہے وہاں پر نافرمان بندہ کیلئے درسِ عبرت بھی ہے کہ بے عقل جانور اتنی زیادہ فرمانبرداری کرے اور عقل مند انسان نافرمان ہی رہے؟ کتنی تعجب وافسوس والی بات ہے۔

دوسری آیت میں **بعث بعد الموت** پر قدرتِ کاملہ کے مظہر انسانی وجود کو بطور مثال کے بیان کیا جارہا ہے کہ اے انسان ہم نے تجھے پیدا کیا تو کچھ نہ تھا اور تجھے بہت کچھ بلکہ سب کچھ بنایا اور پھر تجھے موت دے کر فنا کریں گے اور تیرے بعض افراد کو تو بڑھاپہ کی ایک ایسی عمر میں پہنچائیں گے کہ وہ سب کچھ ہونے کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ اور فانی کی مثل ہونگے اور بہت کچھ جاننے کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ بھول جائیں گے جس طرح ہم انسان کو عدم سے وجود بخشتے اور پھر وجود سے فناء

0313 6337913 maktabazakariyafultani@gmail.com

کرنے پر قادر ہیں اسی طرح سارے نظام کائنات کو ختم کرنے کے بعد میدان حشر میں روز قیامت سب کچھ حاضر کرنے پر بھی قادر ہیں۔اور یہ سب علم وقدرت کے مالک ہم ہی ہیں۔(فاعتبروا یاولی الابصار)

③ مذکورہ جملوں کی مراد:۔"واوحی ربك الی النحل" اس جملہ میں وحی سے مراد وحیِ اصطلاحی یعنی وحی نبوت نہیں ہے بلکہ الہام کرنا اور دل میں بات ڈالنا مراد ہے۔"ارذل العمر" اس سے مراد بڑھاپہ ہے کیونکہ اس میں انسانی اعضاء وعقل ناکارہ ومختل ہوجاتے ہیں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مصداق نوے سال، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پچھتر سال اور بعض نے اسی سال کو قرار دیا ہے۔(مظہری)

④ ذللا کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ یہ فاسلکی کی ضمیر خطاب سے یا سُبُل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ..... وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ (پ۱۶۔طٰہٰ:۱۰۵تا۱۰۸)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔ لاعوج له کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) لاعوج له کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔اور سوال کرتے ہیں وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق پس آپ فرمادیں کہ میرا رب انکو بالکل اڑا دے گا پھر انکو ایک چٹیل وہموار میدان کر دیگا نہ دیکھے گا تو اس میں کوئی ناہمواری اور نہ بلندی، اس دن پیچھے چلیں گے وہ ایک پکارنے والے کے اسکے سامنے کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا اور پست ہوجائینگی تمام آوازیں رحمٰن کے سامنے پس نہیں سن سکے گا تو مگر پاؤں کی آہٹ۔

② آیات کی تفسیر:۔ ابن المنذر نے ابن جریج کی روایت بیان کی ہے کہ قریش نے سوال کیا تھا کہ قیامت کے دن آپ کا رب ان پہاڑوں کا کیا کرے گا اور بقول بعض مفسرین کہ منکرینِ قیامت میں سے قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے بطور استہزاء یہ سوال کیا تھا کہ اگر قیامت قائم ہوگی تو پہاڑوں کا کیا حال ہوگا بقول صاحبِ تفسیرِ مظہری صحیح بات یہ ہے کہ کوئی خاص سائل نہ تھا بلکہ بر تقدیرِ سوال جواب کی تعلیم دی گئی ہے۔الحاصل اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر! ان سائلین سے فرمادیں کہ آپ کا پروردگار ان پہاڑوں کو ان کی جڑوں سے اکھاڑ دے گا اور ریت کی طرح ریزہ ریزہ کردے گا جس کے نتیجہ میں چٹیل میدان اور ہموار زمین نکل آئے گی زمین میں کسی قسم کی اونچ نیچ باقی نہیں رہے گی اور پھر اس دن حضرت اسرافیل علیہ السلام صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہوکر پکاریں گے اے بوسیدہ ہڈیو! اے پارہ پارہ کھالو! اے ٹوٹے ہوئے بالو! تمہیں اللہ فیصلہ کیلئے میدانِ حشر میں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے اور پھر اس دن یہ سب لوگ اس داعی کی آواز وپکار سن کر دائیں بائیں مڑے بغیر قیل وقال، سوال وجواب اور حیل وحجت، چوں چراں کئے بغیر سیدھے تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے میدانِ حشر میں جمع ہوجائیں گے، اور رحمٰن کی ہیبت سے سب کی آوازیں پست ہوجائیں گی، بلکہ بالکل دب جائیں گی اور پاؤں کی ہلکی سی آہٹ کے علاوہ کسی کی کوئی آواز نہیں نکلے گی۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔"اَمتًا" یہ مفرد ہے اس کی جمع امات ،اموت آتی ہے بمعنی ٹیلہ، بلند جگہ، نشیب وفراز۔

"یَنْسِفُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر نَسْفًا (ضرب، صحیح) بمعنی جڑ سے اکھیڑنا۔

"فَیَذَرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر وَذْرًا (ضرب، مثال) بمعنی چھوڑنا۔

"قَاعًا" یہ مفرد ہے اسکی جمع اقواع، قیعان ، قیعة ہے بمعنی پست وہموار زمین جس سے پہاڑ وٹیلے دور کئے گئے ہوں۔

"صَفْصَفًا" اسم ہے بمعنی چٹیل میدان، ہموار زمین۔ "هَمْسًا" اسم ہے بمعنی پست وآہستہ آواز مراد پاؤں کی چاپ ہے۔

④ لاعوج له کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ جملہ ماقبل والے کلمہ الداعی سے حال ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٤١ھ

الشق الاوّل .....قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمًا أَوْ مُتَعَلِّمًا ۔(حدیث:١٣٨٤) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔دنیا کے ملعون ہونے کے کیا معنی ہیں اور **ماوالاہ** سے کیا مراد ہے؟ **الاذکر اللہ** میں مستثنیٰ متصل ہے یا منقطع؟ وجہ بیان کرنے کے ساتھ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (١) حدیث پر اعراب (٢) حدیث کا ترجمہ (٣) دنیا کے ملعون ہونے کا معنی (٤) **ماوالاہ** کی مراد (٥) مستثنیٰ کی وضاحت۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔**کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ بھی اس میں ہے وہ سب ملعون ہے۔مگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور جو اس کے قریب ہو اور عالم یا متعلم۔

③ دنیا کے ملعون ہونے کا معنی:۔ دنیا کے ملعون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے اور دوری کا ذریعہ وسبب ہے اس کے ذریعہ سے عام طور پر آدمی رحمت باری تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔

④ **مـــا والاہ** کی مراد:۔ اس سے مراد اطاعتِ باری تعالیٰ ہے کہ سب دنیا ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر اور اسکی اطاعت لعنت سے خارج ہے۔

⑤ مستثنیٰ کی وضاحت:۔ یہ مستثنیٰ متصل ہے کیونکہ دنیا و مافیہا میں ذکر اللہ وغیرہ ہر چیز داخل وشامل ہے۔

الشق الثانی.....قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِیْ حَيْثُ كُنْتُمْ ۔ حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔**لاتجعلوا قبری عیدا** کی تشریح کریں۔خط کشیدہ جملے کی نحوی ترکیب کریں۔(حدیث:١٤٠١)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (١) حدیث پر اعراب (٢) حدیث کا ترجمہ (٣) **لا تـجعلوا قبری عیدا** کی تشریح (٤) جملہ مخطوطہ کی ترکیب۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔**کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا اس لئے کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

③ **لا تـجعلوا قبری عیدا** کی تشریح:۔ اس جملہ کا پہلا مطلب یہ ہے کہ میری قبر کو عید و میلہ کی طرح جشن وخوشی کی جگہ نہ بناؤ بلکہ وہاں عبرت کے لیے اظہار افسوس کیلئے محبت کے اظہار کیلئے آؤ۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ عید کی طرح سال میں ایک آدھ مرتبہ میری قبر کی زیارت کے لئے نہ آؤ بلکہ جس قدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ میری قبر کی زیارت کے لئے آؤ۔

④ جملہ مخطوطہ کی ترکیب:۔ **فا** جزائیہ **ان** حرف مشبہ بالفعل **صلاتکم** مضاف ومضاف الیہ ملکر **ان** کا اسم **تبلغ** فعل وفاعل **ن** وقایہ کیلئے **ی** ضمیر مفعول بہ **حیث** مضاف **کنتم** فعل **تم** ضمیر فاعل، فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر محلاً مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ ومفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر **اِنَّ** کی خبر، **اِنَّ** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر والحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٤٢ھ

الشق الاوّل ..... يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا

وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (پ۱۱۔یونس:۵۷تا۶۰) آیات کا ترجمہ کیجئے۔ "موعظة، شفاء، بفضل الله، برحمته" کی تعیین کرتے ہوئے آیات کی تفسیر لکھیں۔ الکذبَ ، یومَ القیامة کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ الفاظ کا مصداق ④ الکذبَ ، یومَ القیامة کے منصوب ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت، دلوں کی بیماریوں کی دواء اور مؤمنین کیلئے ہدایت ورحمت آ گئی ہے، آپ ﷺ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے (یہ نصیحت وشفاء ورحمت ہمیں ملی ہے) پس اسی کے ساتھ ہی ان کو خوش ہونا چاہیے، یہ فضل ورحمت بہتر ہے اس چیز سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ بھلا بتاؤ تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے جو رزق اتارا تھا پس تم نے اس میں سے کسی کو حرام اور کسی کو حلال قرار دیدیا، کہہ دیں کہ کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہو؟ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ہیں ان کا قیامت کے بارے میں کیا گمان وخیال ہے؟ بیشک اللہ تعالیٰ تو فضل کرتے ہیں لوگوں پر اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

② آیات کی تفسیر:۔ سابقہ آیات میں کفار ومشرکین کی بدحالی وآخرت میں اُن پر طرح طرح کے عذابوں کا ذکر تھا تو ان آیات میں اُس بدحالی وگمراہی سے نکلنے کا طریقہ اور آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بتلایا گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم اور اس کے رسول محمد ﷺ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسی چیز آئی ہے جو بُرے کاموں سے روکنے کیلئے نصیحت ہے، اس پر عمل کر کے بُرے کاموں سے بچیں تو یہ دلوں کی بیماریوں کیلئے شفاء بھی ہے اور نیک کاموں کے کرنے کیلئے رہنمائی کرنیوالی بھی ہے، اگر اس پر عمل کر کے نیک کاموں کو اختیار کریں تو پھر یہ رحمتِ خداوندی اور ذریعۂ اجر وثواب بھی ہے اور یہ تمام برکات اہلِ ایمان کیلئے ہیں کیونکہ عمل وہی کرتے ہیں پس قرآن کی ان برکات کو سُن کر اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کہ جب قرآن کریم اتنی عظیم نعمت ہے تو پھر لوگوں کو اس انعام ورحمتِ خداوندی پر خوش ہونا چاہیے اور اس کو دولتِ عظیمہ سمجھنا چاہیے اور یہ عظیم نعمت اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں کیونکہ دنیا کا نفع قلیل وفانی ہے اور قرآن کا نفع کثیر ودائمی ہے۔

تحلیل وتحریم یعنی حلال وحرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے بندوں کو اس میں دخل دینا حرام ہے اور اصول بندگی کے خلاف ہے۔ اللہ نے جو رزق نازل فرمایا ہے تم نے اس میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام کیوں قرار دیا؟ اللہ تعالیٰ کا حق تم نے کیسے استعمال کر لیا، کیا اللہ نے تمہیں تحلیل وتحریم کی اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟۔ حلال وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ حلال قرار دے اور حرام وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ حرام قرار دے۔ مشرکین عرب نے بعض جانوروں کو حرام قرار دے رکھا تھا اور امت محمدیہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے تحلیل وتحریم کو دانستہ یا نادانستہ طور اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور بعض لوگ ایسے ہیں جو عقیدۃً تو حلال کو حرام نہیں سمجھتے لیکن ان کا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے۔ بعض چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور ان سے اسی طرح بچتے ہیں جیسے حرام سے بچا جاتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی چیزیں پیروں فقیروں اور اہل بدعت میں مروج ہیں۔

آخری آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور اللہ کے قوانین میں تصرف کرتے ہیں، حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کے بارے میں ان کا کیا گمان ہے؟ کیا انہیں روزِ قیامت کا یقین نہیں ہے؟ اسی یقین کے نہ ہونے کی بنیاد پر اللہ کے نازل فرمودہ رزق میں اپنی طرف سے حلت وحرمت تجویز کرتے ہیں ایسے نڈر ہو گئے ہیں کہ انہیں آخرت کے ماخذہ کا کچھ بھی دھیان نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ لوگوں پر بڑا مہربان ہے، اس نے عقل کی نعمت

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

عطاء کی اور ہدایت کیلئے کتابیں اتاریں اور پیغمبر بھیجے لیکن اکثر لوگ اس نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اگر شکر ادا کرنا ہوتا تو عقل و نقل کے حکم پر چلتے اور اللہ پر بہتان نہ باندھتے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے، بندے نافرمانی کرتے ہیں مگر اللہ دنیا میں فوراً ہی عذاب میں مبتلا نہیں کرتا، ڈھیل دیتا رہتا ہے۔

③ الفاظ کا مصداق:۔ قرآن مجید کو موعظۃ (نصیحت) سینوں کیلئے شفاء اور مومنین کیلئے ہدایت اور رحمت بتایا گیا ہے۔

موعظۃ نصیحت کو کہتے ہیں جس میں برائیوں کو چھوڑنے، احکام پر عمل کرنے، مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال اختیار کرنے کی تلقین و تعلیم ہو، آخرت کے احوال و ہولناکیوں کا ذکر ہو، قرآن مجید میں بار بار ان سب امور کے اختیار کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

قرآن مجید شفاء بھی ہے اسکے ذریعہ دلوں کی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے اور جو شخص اس کی ہدایات پر عمل کرے اس کا دل روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو جاتا ہے۔ حسد، کینہ، تکبر، بخل، خود پسندی اور حبِ دنیا اور وہ سب امور جو انسان کے دل کو تباہ کرتے ہیں قرآن مجید میں ان سب کا علاج ہے اس علاج کو اختیار کرے تو شفا حاصل ہوگی۔ نیز قرآن مجید کو ہدایت اور رحمت بھی فرمایا، چونکہ اس سے اہلِ ایمان ہی مستفید ہوتے ہیں اور اسے اپنے لئے ذریعۂ ہدایت اور رحمت بنا لیتے ہیں۔ اس لیے خصوصیت کے ساتھ ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہونے کا تذکرہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں اللہ کے فضل سے مراد قرآن کریم ہے اور رحمت سے مراد یہ کہ تمہیں قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کی توفیق بخشی۔ بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ فضل سے مراد قرآن کریم اور رحمت سے مراد اسلام ہے، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن سکھایا اور اس پر عمل کی توفیق بخشی کیونکہ اسلام اسی حقیقت کا ایک عنوان ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فضل سے مراد قرآن کریم اور رحمت سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور قرآن کریم کی آیت "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" سے اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ فضل سے مراد اسلام اور رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کا دلوں میں اس کو محبوب بنانا ہے۔ حضرت خالد بن معدانؒ نے فرمایا کہ فضل سے مراد اسلام اور رحمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ بعض نے فرمایا کہ فضل سے مراد ایمان اور رحمت سے مراد جنت ہے۔ (معارف القرآن، انوار البیان و تفسیر مظہری)

④ الکذبَ ، یومَ القیامۃ کے نصب کی وجہ:۔ **الکذب:** یہ **یفترون** فعل کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

یوم القیامۃ: یہ **ما ظنّ** سے ماخوذ فعل (**اَیظنّون، اَیحسبون**) کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ..... يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر کریں **مادامت السموات والارض** اور **الا ماشاء ربك** کا مطلب واضح کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں اور بتائیں کہ "**یأت**" کیوں مجزوم ہے۔ (پ۱۲۔ ھود: ۱۰۵ تا ۱۰۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ جملوں کا مطلب (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۵) **یأت** کے مجزوم ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ جب وہ دن آئے گا تو کوئی نفس بات نہیں کر سکے گا مگر اس کی اجازت سے پس کچھ لوگ ان اہل حشر میں سے بدبخت ہونگے اور بعض خوش نصیب ہونگے، پس جو لوگ شقی و بدبخت ہیں وہ آگ میں ہونگے اور آگ میں ان کی چیخ و پکار ہوگی ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو چاہے گا تیرا پروردگار، بے شک تیرا پروردگار جو کچھ

چاہتا ہے اس کو کر سکتا ہے اور جو لوگ نیک وخوش بخت ہیں وہ جنت میں ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین قائم ہیں مگر جو چاہے گا تیرا پروردگار، وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں سے پہلی آیت میں روزِ محشر کی سختی وہولنا کی کا ذکر ہے کہ جب وہ دن آئے گا تو کسی بھی نفس کو بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس دن صرف باری تعالیٰ کی اجازت سے ہی بات ہو سکے گی اور وہ بھی درست بات ہی کر سکے گا **لایتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا** اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میدانِ محشر میں جمع ہونیوالے کچھ بد بخت وبد نصیب لوگ جہنم میں ہونگے اور گدھے کی آواز کی طرح جہنم میں ان کی چیخ وپکار ہوگی اور وہ دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے البتہ اگر آپ کے رب نے ان کو جہنم سے نکالنا ہو تو پھر وہ جہنم سے نکالے جائینگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ گناہوں کی سزا کی وجہ سے جہنم میں داخل کئے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اور بعض مفسرین کا خیال یہی ہے کہ **الا ما شاء ربك** سے انہی گناہ کار مؤمنوں کی خلاصی کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بے شک تیرا پروردگار جو کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے اسے مکمل قدرت واختیار حاصل ہے وہ مجبور نہیں کہ اہلِ جنت کو جنت میں اہلِ جہنم کو جہنم میں ڈالنے کے بعد بے اختیار ہو گیا ہو کہ کسی کو اس کے مسکن سے نہ نکال سکے ایسا نہیں ہے وہ نکالنے پر قادر ہے مگر وہ بالفعل نکالے گا نہیں۔

اسی طرح بعض لوگ خوش بخت وخوش نصیب ہونگے جو دائمی طور پر جنت میں ہی رہیں گے مگر جو تیرا پروردگار چاہے گا۔

صاحبِ تفسیرِ مظہری کے مطابق اس مشیت سے مراد وہ مقام ودرجہ ہے جو جنت سے بھی اعلیٰ وارفع ہوگا اور وہ درجہ ومقام اللہ تعالیٰ کے دیدار میں استغراق وانہماک ہوگا مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ دائمی طور پر جنت میں ہی ہونگے مگر تیرا پروردگار چاہے گا تو ان کو جنت سے نکال کر اس سے بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچا دے گا اور اپنے دیدار میں ان کو مستغرق کر دے گا کہ وہ جسمانی طور پر جنت میں ہی ہونگے مگر دیدار میں مستغرق ہونے کی وجہ سے وہ جنت کی نعمتوں کو بھی بھول جائینگے آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ دیدار اور وصالِ پروردگار والا عطیہ غیر منقطع اور لامتناہی ہوگا اس میں کبھی زوال نہیں ہوگا البتہ اس دیدار کی شکلیں وصورتیں مختلف ہوں گی۔

③ مذکورہ جملوں کا مطلب:۔ **مادامت السموات والارض** اہلِ لغت کہتے ہیں کہ عرب لوگ جب کسی چیز یا فعل کے دوام کو بیان کرتے ہیں تو وہ اس کو آسمان وزمین کی بقاء کے ساتھ مشروط کر دیتے ہیں تو اس **مادامت السموات والارض** سے مراد دائمی وہمیشگی کے طور پر جنت وجہنم میں رہنا ہے۔

الا ما شاء ربك اس جملہ کا مطلب دونوں جگہ الگ الگ ہے جس کو تفسیر میں بیان کر دیا گیا ہے۔

④ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "**شَقُوْا**" صیغہ جمع مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **شقاوت** (سمع، ناقص) بمعنی بد بخت ہونا۔ "**مَجْذُوْذٌ**" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر **جَذًّا** (نصر، مضاعف) بمعنی کاٹنا، توڑنا، ٹکڑے کرنا۔

"**زفیر وشَهِيْقٌ**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ **زفیر** سخت آواز اور **شهیق** پست آواز ہے۔ ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں کہ "**زفیر**" گدھے کی ابتدائی آواز ہے اور **شهیق** گدھے کی آواز کی واپسی والی آخری حالت ہے۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **زفیر** سانس کا باہر نکالنا ہے اور **شهیق** سانس کا لوٹا کر اندر لے جانا ہے۔

⑤ **یأت** کے مجزوم ہونے کی وجہ:۔ اس میں ایک قراءت **یوم یأتی** (بذکر الیاء) ہی ہے اور دوسری قراءت **یوم یأت** (بحذف الیاء) ہے جو کہ ت کے کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے یا کو حذف کیا گیا ہے اور یہ عمل لغتِ ہذیل میں بکثرت موجود ہے۔ لہٰذا یہ عرب کے محاورہ کے موافق ہے مثلاً **لا ادری** کی جگہ **لا ادر** کہتے ہیں۔ (کشاف ج ۳)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٤٢ھ

الشق الاوّل ..... وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٣﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٩٤﴾ (پ١٤۔النحل:٩٣و٩٤) آیات کا ترجمہ کریں۔آیات کی ایسی تفسیر کریں کہ "ولا تتّخذوا ایمانکم دخلا بینکم فتزلّ قدم بعد ثبوتھا" کا مطلب واضح ہوجائے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور تم جو اعمال کرتے تھے ان کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد ڈالنے کا ذریعہ نہ بناؤ کہ جس کے نتیجہ میں کسی کا قدم جمنے کے بعد پھسل جائے اور تمہیں اللہ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے بُرا عذاب چکھنا پڑے اور تمہارے لیے بڑا عذاب ہوگا۔

② آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالی کو یہ قدرت ہے کہ اختلاف نہ ہونے دیتا اور سب کو ایک ہی راہ پر چلاتا کہ سب کو اسلام پر متفق کر دیتا اور سب وفائے عہد کرنے والے ہوجاتے، آپس میں اختلاف نہ رہتا لیکن اس کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ لوگوں میں اختلاف رہے، اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، سب کچھ اس کی حکمت اور مشیت کے مطابق ہے۔

رہی یہ بات کہ جب گمراہ کرنا اور ہدایت دینا اللہ کی طرف سے ہے تو بندے کیوں ماخوذ ہیں؟ جواب یہ ہے کہ بندوں کو عقل اور سمجھ دی، اختیار دیا، وہ اپنے اختیار سے برائی کو اختیار کرتے ہیں جس شخص کو فالج ہو اس کے ہاتھ ہلانے میں اور جو صحیح تندرست ہو اس کے ہاتھ ہلانے میں جو فرق ہے وہ سب جانتے ہیں ایک میں اختیار ہے اور دوسرے میں اختیار نہیں ہے۔

عہدوں کو پورا کرنے کا حکم دینے اور قسموں کو توڑنے اور قسموں کو فساد کا ذریعہ بنانے کی ممانعت کے بعد ارشاد فرمایا کہ ماموراتِ پر عمل کرتے رہو اور جو چیزیں منع ہیں ان سے بچتے رہو یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ کرلیا وہ یوں ہی گزر گیا جو کچھ بھی کرتے ہو قیامت کے دن سامنے آئے گا اور تم سے اعمال کی ضرور ضرور باز پرس ہوگی۔

پھر فرمایا کہ اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد کا ذریعہ نہ بناؤ اس مضمون کو بطورِ تاکید دوبارہ ذکر فرمایا اور ساتھ ہی قسموں کو فساد کا ذریعہ بنانے کا نتیجہ بھی بیان فرمایا اور نتیجہ کے نتیجہ سے بھی باخبر فرما دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ سے قدم جمنے کے بعد پھسل جائے گا۔اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑا تو یہ کفر ہے، ایمان کے بعد کوئی شخص کفر کے گڑھے میں جا پڑے اس سے زیادہ لغزش والا کون ہوسکتا ہے؟ عہد توڑا ایمان چھوڑا کفر کے گڑھے میں جا پڑا اس سے بڑی لغزش کوئی نہیں۔اگر بندوں کے عہد کو توڑا ان کو دھوکہ دیا اگرچہ حدودِ کفر میں داخل نہ ہوا مگر بدعہدی کی وجہ سے جو مستحق عقاب وعذاب ہوا یہ بھی بہت بڑی لغزش ہے۔

اہلِ ایمان پر لازم ہے کہ ایمان پر پختگی کے ساتھ جمے رہیں جب قدم راسخ ہوگیا تو اسے جمائے رکھیں ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہیں پھر نتیجہ بیان فرمایا یعنی قدم پھسلنے کے بعد یہ ہوگا کہ اللہ تعالی کی راہ سے روکنے کی وجہ سے دنیا میں بھی برا عذاب چکھو گے اور آخرت میں بھی بُرے عذاب میں گرفتار ہوگے۔اللہ کی راہ سے روکنے کا مطلب بتاتے ہوئے صاحب معالم التنزیل بعض اکابر سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تم عہد توڑ دو گے تو لوگوں کیلئے مثال بن جاؤ گے ان کو بھی اس کا راستہ مل جائے گا، نقضِ عہد کرکے دوسروں کیلئے نقضِ عہد کا راستہ ہموار کرنا یہ اللہ کے راستہ سے روکنا ہے، اور بعض اکابر نے فرمایا کہ قسمیں کھا کر دھوکہ دینا اور اپنے درمیان فساد ڈالنے کا ذریعہ بنا دینا ایسی چیز ہے جس سے سلبِ ایمان کا خطرہ ہے بہت سے لوگ اللہ کی قسم کھا کر وعدہ

03135357913 shaktabaz.alyahya@gmail.com

کر لیتے ہیں یا کسی گزشتہ واقعہ پر جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ ہم نے ایسا کیا ہے۔ فلاں نے ایسا کیا ہے اور مخاطب کو فریب دینا مقصود ہوتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام مکر وفریب کیلئے استعمال کیا اس کی پاداش میں سلبِ ایمان کی سزا مل سکتی ہے۔ (انوار البیان)

الشق الثانی ..... وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـــًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾

آیات کا ترجمہ کریں۔ ابتدائی آیات کا شانِ نزول تحریر کریں۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کا مفہوم واضح کریں۔ "جِثِيًّا، عِتِيًّا، صِلِيًّا، مَقْضِيًّا" کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ (پ ١٦۔ مریم: ٦٤ تا ٧١)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② ابتدائی آیات کا شانِ نزول ③ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کا مفہوم ④ "جِثِيًّا، عِتِيًّا، صِلِيًّا، مَقْضِيًّا" کے منصوب ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہم نہیں نازل ہوتے مگر آپ کے رب کے حکم سے، اسی کے لیے ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، پس آپ اس کی عبادت کیجیے اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہیے۔ کیا آپ اس کا کوئی ہمنام وہمسر جانتے ہیں؟۔ اور انسان کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا یہ ضروری ہے کہ میں عنقریب زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟۔ کیا انسان اس بات کو نہیں سوچتا کہ ہم نے اسے اس سے پہلے پیدا کیا اور وہ کچھ بھی نہ تھا۔ تیرے رب کی قسم ہے ہم ان لوگوں کو ضرور ضرور جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی، پھر ہم ان کو دوزخ کے قریب اس حال میں حاضر کر دیں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔ پھر ہم ہر جماعت میں سے ان کو علیحدہ کر دیں گے (جنھوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی) جو رحمٰن کے مقابلہ میں بہت سخت سرکشی اختیار کیے ہوئے تھے۔ پھر ہم ہی ان لوگوں کو خوب جاننے والے ہیں جو دوزخ میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اس پر وارد نہ ہو، آپ کے رب کا یہ حکم لازمی ہے جس کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔

② ابتدائی آیات کا شانِ نزول:۔ ان آیات کے سببِ نزول کے بارے میں امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا تمہیں اس سے کیا مانع ہے کہ ہمارے پاس جتنی مرتبہ آتے ہو اس سے زیادہ آیا کرو۔ اس پر یہ ابتدائی آیت نازل ہوئی جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جواب ذکر فرمایا کہ ہم خود نہیں آتے جب آپ کے رب کا حکم ہوتا ہے ہم اسی وقت آتے ہیں اور صاحب روح المعانی کہتے ہیں کہ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے قصہ اور روح کے بارے میں جو مشرکین نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تھا اور آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کل کو بتا دوں گا پھر چند دن تک وحی نہیں آئی تو آپ کو بہت زیادہ رنج ہوا اور مشرکین بھی طعن کرنے لگے پھر جب حضرت جبرائیل علیہ السلام چند دن کے بعد تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جبریل! تم نے آنا بند کر دیا اور میں تمہاری ملاقات کا مشتاق رہا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھے بھی آپ کی ملاقات کا شوق تھا لیکن میں مامور بہ بندہ ہوں جب بھیجا جاتا ہوں نازل ہو جاتا ہوں اور جب روک دیا جاتا ہوں تو رک جاتا ہوں اس پر یہ آیت اور سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی (انوار البیان)۔

③ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کا مفہوم:۔ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ بنی آدم میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس کا دوزخ پر ورود نہ ہو عبور تو سبھی کا ہوگا لیکن متقی اس سے نجات پا جائیں گے اور ظالم لوگ اسی میں گھٹنوں کے بل گر جائیں گے اور پھر اسی میں رہیں گے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ورود کی مشہور تفسیر تو یہی ہے کہ تمام مومن وکافر، نیک وبد پل صراط سے گزریں گے جو دوزخ پر قائم ہوگی اللہ سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق صحیح سلامت اس پر سے گزر جائیں گے اور بدعمل چل نہ سکیں گے اور دوزخ کے اندر سے بھی بڑی بڑی سنڈاسیاں نکلی ہوئی ہوں گی جو گزرنے والوں کو پکڑ کر دوزخ میں گرانے والی ہوں گی ان سے چھل چھلا کر گزرتے ہوئے بہت سے بدعمل مسلمان پار ہو جائیں گے اور جن کو دوزخ میں گرانا ہی منظور ہوگا وہ سنڈاسیاں ان لوگوں کو گرا کر چھوڑیں گی۔ پھر کچھ مدت کے بعد اپنے عمل کے موافق نیز انبیاء کرام اور ملائکہ وصالحین کی شفاعت سے اور آخر میں براہِ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے جنہوں نے سچے دل سے کلمہ پڑھا تھا اور دوزخ میں صرف کافر مشرک اور منافق ہی رہ جائیں گے۔

بعض حضرات سے مروی ہے کہ ورود سے دخول مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ دوزخ میں داخل تو سبھی ہوں گے لیکن اہل ایمان کیلئے وہ ٹھنڈی ہو جائے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً یہ مضمون نقل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یوں ہی منقول ہے کہ وہ ورود سے دخول مراد لیتے تھے۔ عبورِ پل صراط کا انکار تو نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ صحیح احادیث سے ثابت ہے صحیحین وغیرہ میں روایات موجود ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول ورود بمعنی دخول کو اور عبورِ پل صراط والی روایات کو مانتے ہوئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ جو اہل ایمان پل صراط سے گزریں گے وہ پار ہونے کے بعد دوزخ میں داخل ہوں گے جو ان کیلئے ٹھنڈی کر دی جائے گی اور سلامتی کے ساتھ باہر آ کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (انوار البیان)

② "جِثِيًّا، عِتِيًّا، صِلِيًّا، مَقْضِيًّا" کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ جِثِيًّا: یہ لنحضرنّهم کی ضمیرِ مفعول سے حال ہے۔

عِتِيًّا: یہ اشدّ کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ صِلِيًّا: یہ اولٰی کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مَقْضِيًّا: یہ حتما کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ (اعراب القرآن وبیانہ)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل .....عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذٰى آوٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ وَلْيُسَمِّ اللّٰهَ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِىْ مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ بِاسْمِكَ رَبِّىْ وَضَعْتُ جَنْبِىْ وَ بِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِىْ فَارْحَمْهَا وَ اِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ۔ (حدیث:۱۴۶۰)

حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ کتاب میں مذکور آپ ﷺ کی دعاؤں پر مشتمل پانچ احادیث تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ آپ ﷺ کی دعاؤں پر مشتمل پانچ احادیث۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ كمامرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر کی طرف آئے تو اپنے بستر کو اپنی چادر کے کنارہ سے جھاڑ لے اور اللہ کا نام لے اسلئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اسکے بستر پر اسکے بعد کون آیا ہے، پھر یہ دعا پڑھے: بِاسْمِكَ رَبِّىْ وَضَعْتُ جَنْبِىْ الخ (ترجمہ: اے میرے پروردگار! تیرے ہی نام کے ساتھ میں نے اپنا پہلو رکھا اور تیرے ہی نام کے ساتھ اسے اُٹھاؤں گا، اگر تو نے میری روح قبض کرنی ہے تو اس پر رحم کرنا اور اگر تو نے میری روح قبض نہیں کرنی تو اسکی اس ذریعہ سے حفاظت کرنا جس ذریعہ سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے)

③ آپ ﷺ کی دعاؤں پر مشتمل پانچ احادیث:۔ مختلف سالوں کے تیسرے سوال میں ملاحظہ فرمائیں۔

الشق الثانی .....قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: (اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَكْثِرُوْا عَلَىَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَىَّ فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ، وَقَدْ اَرِمْتَ؟ قَالَ :

0313 6157973 maktabazakariyamurad@gmail.com

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ)۔(حدیث:۱۳۹۹) حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

حدیث کی تشریح کریں اور عرض صلاۃ کی وضاحت کریں۔ان من افضل أیاکم یوم الجمعۃ کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) حدیث کی تشریح (۴) عرض صلوٰۃ کی وضاحت (۵) مذکورہ جملہ کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ حدیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا ۔

❷ حدیث کا ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تمہارے افضل ترین دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے پس کثرت کرو تم اس دن میں میرے اوپر درود وسلام کی پس بے شک تمہارا درود وسلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا درود وسلام آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تحقیق بوسید ہو چکے ہوں گے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر انبیاء کے اجسام کو۔

❸ حدیث کی تشریح:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو! تمہارے افضل دنوں میں سے ایک دن جمعہ بھی ہے اس کو بھی بہت فضیلت حاصل ہے لہٰذا اس فضیلت والے دن میں فضیلت والا عمل کیا کرو، یعنی مجھ پر کثرت سے درود وسلام پڑھا کرو کیونکہ تم کائنات میں جہاں بھی ہو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جب آپ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما جائینگے اور بوسید ہو چکے ہونگے پھر آپ ﷺ پر ہمارا درود وسلام کس طرح پیش کیا جائیگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مٹی پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔ مٹی انکو نہیں کھا سکتی اور وہ محفوظ ہوتے ہیں۔

❹ عرضِ صلوٰۃ کی وضاحت:۔ حدیث کی تشریح میں اسکی وضاحت ہو چکی ہے مزید یہ کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے مٹی پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو حرام کر دیا ہے مٹی انکو نہیں کھا سکتی ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ آپ کے روضہ مبارک پر جو درود وسلام پڑھا جاتا ہے اسکو آنحضرت ﷺ خود سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں اور اسکے علاوہ روئے زمین پر جہاں کہیں بھی آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھا جائے تو عالم الغیب اور حاضر ناظر نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ خود تو نہیں سنتے البتہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذمہ لگا رکھا ہے کہ جو کوئی مسلمان جب بھی آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھتا ہے تو وہ فرشتے فوراً آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں اس مسلمان کا نام لیکر اسکا درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ **ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ، صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہ وازواجہ وبناتہ وذریاتہ اجمعین یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم۔**

❺ مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔ ان حرف از حروف مشبہ بالفعل من جارہ افضل مضاف ایامکم مضاف ومضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر "ثابت" کے متعلق ہو کر خبر مقدم یوم الجمعۃ مضاف ومضاف الیہ مل کر اسم مؤخر، إِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

0313 6357913 maktabakarimnur@gmail.com

﴿الورقۃ الاولیٰ: فی التفسیر والحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل ..... أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ

عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (پ۱۱،۱۲۔ھود:۵تا۷)

آیات کا ترجمہ ومختصر تفسیر لکھئے۔خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق لکھیں۔"مستقر ومستودع" سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ کو زمین وآسمان کو پیدا کرنے کیلئے ایک منٹ کی بھی ضرورت نہیں ہے پھر چھ روز میں تخلیق کی کیا وجہ ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں:① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق ④"مستقر و مستودع" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال ⑤ چھ روز میں تخلیقِ کائنات کی وجہ۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ آگاہ رہو بے شک وہ لوگ دوہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو تا کہ وہ چھپائیں اللہ تعالیٰ سے (اپنی باتوں کو) آگاہ رہو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھ لیتے ہیں تب بھی وہ جانتا ہے ان امور کو جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ اللہ دلوں کے بھید وباتیں خوب جانتا ہے اور نہیں ہے زمین پر کوئی چلنے یا رینگنے والا جانور مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہی اس کا رزق ہے اور وہ جانتا ہے ہر ایک کے مستقل وعارضی ٹھکانے کو یہ سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں محفوظ ولکھا ہے۔اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ ان سے کہیں کہ بیشک تم موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر لوگ ضرور یوں کہیں گے کہ یہ واضح جادو ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ منافقین کے ایک گمان بد اور خیالِ فاسد کی تردید کر رہے ہیں وہ یہ کہ یہ لوگ اپنی عداوت اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو اپنے نزدیک خوب چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں موجود بغض وحسد کی آگ پر ہر طرح کے پردے ڈالتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس طرح ہمارا اصل حال کسی کو معلوم نہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کپڑوں کی تہہ میں پردوں کے پیچھے چھپ کر بھی جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وہ سب کچھ معلوم ہے، یہ تو ظاہری باتیں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تو ان کے دلوں کے بھید وپوشیدہ اسرار بھی خوب معلوم ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے ایک خصوصی احسان کو ذکر کر رہے ہیں کہ انسان بلکہ زمین پر چلنے والے تمام جاندار خواہ وہ کہیں بھی چلتے ہیں اور کہیں بھی رہتے ہیں ان سب کی روزی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اور ان کی روزی اُن تک پہنچتی بھی ہے تو کفار کا یہ خیال کہ وہ اپنے کسی کام وبات کو اللہ تعالیٰ سے چھپالیں گے یہ جہالت وبیوقوفی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی صرف روزی ورزق کو ہی اپنے ذمہ لینے کے ذکر پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کی تسلی واطمینان کیلئے فرمایا کہ ہمیں اس کا مستقل وعارضی ٹھکانہ بھی معلوم ہے اس کی طرف سے درخواست ونشاندہی کے بغیر بھی اس کا رزق وہاں پہنچے گا اور یہ سب کچھ ایک واضح کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

آخری آیت میں حق تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت قاہرہ کا ایک اور مظہر ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ان چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے عرش رحمٰن پانی پر تھا۔معلوم ہوا کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے پانی پیدا کیا گیا ہے اور آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کرنے کی تفصیل سورہ حم سجدہ (۱۱،۱۰) میں اس طرح آئی ہے کہ دو دن میں زمین بنائی گئی، دو دن میں زمین کے پہاڑ دریا درخت اور جانداروں کی غذا وبقا کا سامان بنایا گیا، دو دن میں سات آسمان بنائے گئے۔تفسیر مظہری میں ہے کہ آسمان سے مراد وہ تمام علویات ہیں جو اوپر کی سمت میں ہیں اور زمین سے مراد تمام سفلیات ہیں جو نیچے کی جہت میں ہیں۔آخر میں آسمان وزمین کے پیدا کرنے کا مقصد بتلایا کہ یہ سب چیزیں اسلئے پیدا کی گئیں کہ ہم تمہارا امتحان لیں کہ کون تم میں سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔گویا عملی کثرت اور بڑی مقدار سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نظر حسن عمل پر ہے۔

آخر میں معاد کا ذکر کیا کہ اگر آپ ان سے کہیں کہ تم موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور اس بارے میں قرآنی آیات ان کے کانوں میں پڑیں گی تو کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے قرآن کے الفاظ اور معانی سے مخاطبین متاثر ہوتے تھے لیکن اسے قبول کرنے کی بجائے یوں کہہ دیتے تھے کہ یہ جادو ہے حق سے منہ موڑنے کیلئے انہوں نے یہ ایک بہانہ نکالا تھا۔ (معارف القرآن وانوار البیان)

③ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق۔ یُعْلِنُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر اِعْلَان (افعال) بمعنی ظاہر کرنا۔

یَثْنُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر ثَنْیاً (ضرب، ناقص) بمعنی موڑنا، لپیٹنا، تہہ کرنا۔

یَسْتَخْفُوْا: صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر اِسْتِخْفَاء (استفعال، ناقص) بمعنی پوشیدہ کرنا، پوشیدہ ہونا۔

یَسْتَغْشُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر اِسْتِغْشَاء (استفعال، ناقص) بمعنی ڈھانکنا، چھپانا، اوڑھنا۔

یُسِرُّوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر اِسْرَار (افعال، مضاعف) بمعنی چھپانا، خوش کرنا۔

④ "مستقر و مستودع" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:۔ ابنِ مقسم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ مستقر وہ جگہ ہے جہاں وہ دن رات رہتا ہے اور اِدھر اُدھر گھوم کر پھر اُسی جگہ آ کر قرار پکڑتا ہے اور مستودع سے مراد دفن ہونے کی جگہ ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستقر سے مراد ماں کا پیٹ اور مستودع سے مراد باپ کی پشت ہے۔

بعض علماء کے نزدیک مستقر سے مراد جنت و دوزخ اور مستودع سے مراد قبر ہے کیونکہ قرآن کریم میں جنت کیلئے "حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا" اور جہنم کیلئے "سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا" آیا ہے۔ (مظہری ۶:۱۲)

⑤ چھ روز میں تخلیقِ کائنات کی وجہ:۔ اللہ تعالیٰ آنکھ جھپکنے کی مقدار میں کائنات کو تخلیق کر سکتے تھے مگر بتقاضائے حکمت اس میں چھ دن لگائے تاکہ انسان کو نظامِ عالم کے چلانے میں تدریج اور پختہ کاری کی تعلیم دی جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ غور و فکر اور وقار و تدریج سے کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

دن اور رات کا وجود تو آفتاب کی حرکت سے پہچانا جاتا ہے مگر کائنات کے وجود سے قبل دن رات کا اندازہ کس طرح لگایا گیا تو چھ دن سے مراد اتنا وقت اور زمانہ ہے کہ جس میں چھ دن و رات سما سکتے ہیں یعنی چھ دن و رات کے وقت کی مقدار میں کائنات کو پیدا فرمایا۔

الشق الثانی ..... وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ۝ (پ ۱۴۔ الحجر: ۱۰ تا ۱۸)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی واضح تفسیر کر کے شہابِ مبین کی مکمل وضاحت کریں۔ "نسلکہٗ" کی ضمیرِ مفعول کا مرجع بیان کر کے بتائیں کہ بروج کا اصل معنی کیا ہے اور یہاں اس سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ شہابِ مبین کی وضاحت، ضمیرِ مفعول کا مرجع اور بروج کا معنی و مراد۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ لوگوں کے گروہوں میں پیغمبر بھیجے اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اسکے ساتھ استہزاء کرتے تھے، ہم اسی طرح اس استہزاء کو مجرمین کے دلوں میں چلاتے ہیں، یہ لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے اور پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے، اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ لوگ دن کے وقت اس میں چڑھ جائیں، تب بھی یہ کہیں گے کہ بس بات یہ ہے کہ ہماری آنکھوں کی نظر بندی کر دی گئی ہے، بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جن پر جادو

کر دیا گیا ہے۔ اور بیشک ہم نے آسمان میں ستارے پیدا کیے اور اسے دیکھنے والوں کیلئے زینت والا بنایا، اور ہم نے اسپر شیطان مردود سے محفوظ کر دیا، سوائے اسکے جو چوری سے سن لے تو ایک روشن شعلہ اسکے پیچھے ہو لیتا ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکینِ مکہ استہزاء اور تمسخر کا معاملہ کرتے تھے آپ کو اس سے تکلیف ہوتی تھی اللہ جل شانہ نے اپنے رسول ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ سے پہلے جو رسول آئے ان کی قوموں نے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا، رسولوں کی تکذیب بھی کی اور ان کا تمسخر بھی کیا، جو حال ان لوگوں کا تھا وہی ان لوگوں کا حال ہے، جیسے ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں تکذیب داخل کی اسی طرح ان مجرمین یعنی کفارِ مکہ کے قلوب میں بھی داخل کر دی، یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں یہ اللہ تعالی کی عادت رہی ہے کہ لوگوں نے اپنے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالی نے انہیں عذاب میں مبتلا کیا یہ لوگ بھی تکذیب کر رہے ہیں اور مستحق عذاب ہو رہے ہیں۔ مزید فرمایا کہ ان لوگوں نے ماننا ہی نہیں ہے، قرآن کا معجزہ سامنے ہے دوسرے معجزات بھی دیکھتے رہتے ہیں لیکن ایمان نہیں لاتے، فرشتوں کے آنے کی فرمائش کر رہے ہیں اگر فرشتے آ جائیں تب بھی انہوں نے ماننا نہیں، یہ لوگ عناد پر تلے ہوئے ہیں ان کی ضد کا یہ عالم ہے کہ اگر ہم ان کیلئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت اس دروازے میں چڑھ جائیں جو کہ اونگھ و نیند کا وقت بھی نہیں ہوتا تب بھی یہ نہ مانیں گے بلکہ آسمان کا دروازہ کھلنے اور آسمان پر خود سے چڑھنے کے باوجود وہ بھی دن دہاڑے یوں کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے کو آسمان پر چڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے اس جادو کی وجہ سے یہ سب کچھ ہمیں نظر آ رہا ہے اور حقیقت میں کچھ نہیں ہے، جب کسی قوم کا یہ حال ہو کہ کھلی آنکھوں معجزات دیکھے اور انہیں جادو بتاوے اس قوم سے ایمان لانے کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ منکرین کی ہٹ دھرمی اور عناد کے ذکر کے بعد آخری چند آیات میں اللہ تعالی کے وجود، توحید، علم، قدرت کے واضح دلائل، آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کے حالات و مشاہدات سے بیان کئے گئے ہیں جن میں ذرا بھی غور کیا جائے تو کسی عقلمند کو انکار کی مجال نہیں رہتی۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کئے اور دیکھنے والوں کیلئے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا۔ آسمان کو ستاروں کے ذریعہ ہر شیطان مردود سے محفوظ فرما دیا کہ وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہونے پاتی، کوئی شیطان آسمان والوں کو بہکانے یا وہاں کے احوال معلوم کرنے یا وہاں کے انتظام میں دخل دینے کیلئے اوپر نہیں چڑھ سکتا۔ اگر شیاطین کوئی بات فرشتوں سے چوری چھپے سن لیں تو ایک روشن شعلہ ان کے پیچھے لگ جاتا ہے جس کے اثر سے وہ شیطان ہلاک یا بدحواس ہو جاتا ہے۔

③ شہاب مبین کی وضاحت، ضمیرِ مفعول کا مرجع اور بروج کا معنی و مراد:۔ قرآن کریم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہاب حفاظت وحی کیلئے شیاطین کو مارنے کے واسطے پیدا ہوتے ہیں ان کے ذریعہ شیاطین کو دفع کیا جاتا ہے تاکہ وہ فرشتوں کی باتیں نہ سن سکیں۔ (معارف القرآن) نسلکہٗ کی ضمیرِ مفعول کا مرجع کفر و استہزاء ہے، جیسا کہ ابھی تفسیر میں گزرا ہے۔

برج: کا معنی بڑا ستارہ ہے۔ عطیہ نے کہا کہ بروج آسمان کے اندر بڑے بڑے محلات ہیں۔ (مظہری)

بروجا' برج کی جمع ہے جو بڑے محل اور قلعہ وغیرہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ ائمہ تفسیر مجاہد، قتادہ، ابوصالحؒ وغیرہ نے اس جگہ بروج کی تفسیر بڑے ستاروں سے کی ہے۔ (معارف القرآن) بروج سے مراد بڑے بڑے سیارات ہیں بعض نے منازلِ شمس و قمر مراد لی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

ہم نے بروج کا ترجمہ ستارے کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ بعض مفسرین نے بروج سے فلاسفہ والے بارہ برج مراد لئے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ بروج کی جو صفات (زینت کا سبب وغیرہ) بیان کی گئی ہیں وہ ستاروں کی صفات ہیں۔ (انوار البیان)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل ..... قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۝ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ (پ ۱۶۔الکہف:۹۵ تا ۹۸)

آیات کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ذوالقرنین کا تعارف کرائیں اور یاجوج ماجوج کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ان آیات میں شمالی مہم کا ذکر ہے یا مغربی مہم کا؟اہلِ مغرب کہتے ہیں کہ ہم نے زمین کو چھان ڈالا مگر ہمیں کہیں بھی ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کا پتہ نہ ملا اور نہ یاجوج وماجوج کا پتہ لگا۔اس شبہ کا صحیح جواب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ ذوالقرنین ویاجوج ماجوج کا تعارف ④ شمالی یا مغربی مہم کی تعیین اور ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار اور نہ یاجوج وماجوج کے محلِ وقوع کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ <u>آیات کا ترجمہ:۔</u> ذوالقرنین نے جواب دیا کہ میرے رب نے جو کچھ اختیار واقتدار مجھے عطا فرمایا ہے وہی بہتر ہے، سو تم قوت کے ساتھ میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔تم مجھے لوہے کے ٹکڑے (چادریں) لادو، یہاں تک کہ جب انہوں نے دونوں پہاڑی سروں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تو حکم دیا کہ اب آگ دہکاؤ، یہاں تک کہ جب اس کو آگ (لال انگارا) بنا دیا تو ان سے کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تا کہ میں اس پر ڈال دوں، پس وہ لوگ نہ اس پر چڑھنے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے، پس جب میرے رب کا وعدہ آجائے گا تو اس کو چورا چورا کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔

❷ <u>آیات کی تفسیر:۔</u> جب ذوالقرنین بادشاہ مغرب ومشرق فتح کرنے کے بعد ایک اور سفر پر روانہ ہوئے، یہاں تک کہ جب ایسے مقام پر پہنچے جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو وہاں ایک قوم کو دیکھا جو زبان اور لغت سے ناواقف وحشیانہ زندگی کی وجہ سے کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچتے تھے، انہوں نے عرض کیا اے ذوالقرنین قوم یاجوج وماجوج جو اس گھاٹی کے اس طرف رہتے ہیں ہماری اس سرزمین میں کبھی کبھی آ کر بڑا فساد مچاتے ہیں، قتل وغارتگری کرتے ہیں اور ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں، کیا ہم لوگ آپ کیلئے چندہ کر کے کچھ رقم جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ بنا دیں کہ وہ اس طرف نہ آسکیں؟ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھے تصرف کرنے کا اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے اسلئے چندہ جمع کرنے اور مال دینے کی تو ضرورت نہیں البتہ ہاتھ پاؤں کی طاقت یعنی محنت مزدوری سے میری مدد کرو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان خوب مضبوط دیوار بنا دوں گا، لہٰذا تم لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ، سامان لایا گیا، دونوں پہاڑوں کے درمیان آہنی دیوار کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے دونوں سروں کے بیچ کے خلاء کو پہاڑوں کے برابر کر دیا تو حکم دیا کہ خوب آگ دہکاؤ یہاں تک کہ جب دھونکتے دھونکتے اس کو لال انگارا کر دیا تو حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں، چنانچہ یہ پگھلا ہوا تانبا لایا گیا اور آلات کے ذریعہ اوپر سے چھوڑ دیا گیا کہ دیوار کی تمام درزوں میں گھس کر پوری دیوار ایک ذات ہو جائے اس کا طول وعرض خدا کو معلوم ہے، اس کی بلندی اور چکناہٹ کے سبب نہ تو یاجوج وماجوج اس پر چڑھ سکتے اور نہ غایت استحکام کے سبب اس میں کوئی نقب لگا سکتے تھے، ذوالقرنین نے جب اس دیوار کو تیار دیکھا جس کا تیار ہونا کوئی آسان کام نہ تھا تو بطور شکر کہا کہ یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے مجھ پر بھی کہ میرے ہاتھوں یہ کام ہو گیا اور اس قوم کے لئے بھی جن کو یاجوج وماجوج تنگ کرتے تھے، اور فرمایا کہ جس وقت رب کا وعدہ آئے گا یعنی اس کی فنا کا وقت آئے گا تو اس کو ڈھا

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کرز مین کے برابر کردے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے اور اپنے وقت پر ضرور واقع ہوتا ہے۔(خلاصۂ تفسیر)

③ ذوالقرنین ویاجوج ماجوج کا تعارف:۔ ذوالقرنین کون ہیں اور کس زمانہ میں پیدا ہوئے؟ اسکے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں:

ابن کثیر کے نزدیک ان کا زمانہ اسکندر یونانی مقدونی سے دوہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہے ان کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

تفسیر ابن کثیر میں منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حج طواف وقربانی بھی کی ہے۔(معارف القرآن)

قرآن مجید میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے اگر چہ بعض حضرات سے لغزش ہوگئی اور انہوں نے اسکندر مقدونی کو ذوالقرنین کا مصداق قرار دیا ہے اور ذوالقرنین کی مراد بتلایا ہے لیکن محققین حافظ ابن تیمیہ، ابن عبدالبر، زبیر ابن بکار، حافظ ابن حجر، ابن کثیر، علامہ عینی رحمہم اللہ اور بکثرت علماء نے اسکی تردید کی ہے اور یہ کہا ہے کہ ذوالقرنین جسکا ذکر قرآن پاک میں ہے اس کا مصداق سکندر مقدونی نہیں ہے کیونکہ اسکندر مقدونی ایک ظلم پیشہ جبر پسند مشرک وآتش پرست کافر بادشاہ تھا، اور ذوالقرنین نیک صالح اور متقی انسان تھا اور اس کا مصداق ایران کا عظیم بادشاہ خواس یاسائرس ہے اور مختلف تاریخی شواہد سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔(کمالین)

علماء نے ذوالقرنین کے لقب سے ملقب ہونے کی متعدد وجوہ لکھی ہیں بعض نے کہا ہے کہ ذوالقرنین کا معنی دوقرن والا ہے چونکہ اس کی دوزلفیں تھیں اس وجہ سے اسے ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ مشرق ومغرب کے ممالک پر حکمران تھے اس وجہ سے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ اس کے سر پر سینگ کی مثل دونشانات تھے اس لئے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ اسکے سر کی دونوں جانب چوٹ کے نشانات تھے اس لئے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں۔(معارف القرآن)

متاخرین علماء اور اہل تحقیق کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ذوالقرنین ایک متقی وصالح، نیک دل، رحم پسند اور رعایا پرور بادشاہ تھے۔ نبی ہرگز نہیں تھے۔ چنانچہ ابن حجرؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے اور نہ فرشتہ، بلکہ وہ انسان تھے، وہ خدا تعالیٰ سے محبت کرتے تھے اور خدا تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام رازیؒ اور متاخرین کی اکثریت اسی کی قائل ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے۔ ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی آخری رائے یہی ظاہر کی ہے۔(کمالین)

قرآن وسنت کی تصریحات سے اتنی بات ثابت ہے کہ یاجوج ماجوج انسانوں کی ہی قومیں ہیں اور عام انسانوں کی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے ہیں، کیونکہ طوفانِ نوح کے بعد روئے زمین پر جتنے بھی انسان باقی رہے وہ سب یافث کی اولاد میں سے ہیں۔

یاجوج وماجوج دو وحشی قبیلے تھے جو پہاڑوں کے پیچھے رہتے تھے اور وقفے وقفے سے وہ لوگ اُن پہاڑوں کے درمیانی درّے سے نکل کر قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتے تھے، علاقے کے لوگ اُن سے بہت پریشان تھے، انہوں نے ذوالقرنین کو دیکھا کہ وہ بڑے وسائل کا مالک ہے تو اس سے درخواست کی کہ آپ پہاڑوں کے درمیانی درّے کو دیوار سے بند کردیں تاکہ یاجوج وماجوج کا راستہ بند ہوجائے اور وہ یہاں آکر فساد نہ پھیلا سکیں۔ چنانچہ ذوالقرنین نے لوہے کی بڑی بڑی چادروں کو آگ سے گرم کرکے اُن پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا جس کے نتیجے میں اس درّے کو مضبوطی سے بند کردیا گیا۔(معارف القرآن وآسان ترجمہ)

④ شمالی یا مغربی مہم کی تعیین اور ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار اور یاجوج وماجوج کے محلِ وقوع کی وضاحت:۔ قرآن کریم میں اس سمت کا نام نہیں لیا گیا مگر آبادی زیادہ جانبِ شمال ہی ہے اسلئے مفسرین نے اس سفر کو شمالی ممالک کا سفر قرار دیا ہے تاریخی شہادتیں بھی اس کی مؤید ہیں۔

یہ دونوں پہاڑ آرمینیا اور آذربائیجان کے تھے۔ ابن المنذر نے حضرت ابن عباس کی طرف اس قول کی نسبت کی ہے بعض اہل علم کا قول ہے کہ ترکوں کی حدود جہاں ختم ہوتی ہیں، اسکے بالکل آخری شمال میں دو پہاڑ تھے جن سے پرے یاجوج وماجوج تھے وہی دونوں پہاڑ

مراد ہیں۔ یہ قول سعید بن منصور نے سنن میں اور ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے اپنی تفسیروں میں نقل کیا ہے۔ (مظہری)

مشہور مؤرخ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اقلیم سادس کی بحث میں یاجوج وماجوج اور سد ذوالقرنین اور ان کے محل ومقام کے متعلق جغرافیائی تحقیق اس طرح فرمائی ہے: ساتویں اقلیم کے نویں حصہ میں مغرب کی جانب ترکوں کے وہ قبائل آباد ہیں جو قنجاق اور چرکس کہلاتے ہیں اور مشرق کی جانب یاجوج وماجوج کی آبادیاں ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوہ قاف حد فاصل ہے، وہ بحر محیط سے شروع ہوتا ہے جو چوتھی اقلیم کے مشرق میں واقع ہے اور اس کے ساتھ شمال کی جانب اقلیم کے آخر تک چلا گیا ہے اور پھر بحر محیط سے جدا ہو کر شمال مغرب میں ہوتا ہوا یعنی مغرب کی جانب جھکتا ہوا پانچویں اقلیم کے نویں حصہ میں داخل ہو جاتا ہے اور یہاں پہنچ کر جنوب سے شمال مغرب کو ہوتا ہوا گیا ہے اور اسی سلسلہ کوہ کے درمیان سد سکندری ہے۔

عبداللہ بن خرداذبہ نے اپنی جغرافیہ کی کتاب میں واثق باللہ خلیفہ عباسی کا وہ خواب نقل کیا ہے جس میں اس نے یہ دیکھا تھا کہ سد کھل گئی ہے چنانچہ وہ گھبرا کر اٹھا اور دریافت حال کیلئے سلام ترجمان کو روانہ کیا اس نے واپس آ کر اسی سد کے حالات واوصاف بیان کئے۔ واثق باللہ خلیفہ عباسی کا سد ذوالقرنین کی تحقیق کرنے کیلئے ایک جماعت کو بھیجنا اور ان کا تحقیق کر کے آنا ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے اور یہ کہ یہ دیوار لوہے سے تعمیر کی گئی ہے اس میں بڑے بڑے دروازے بھی ہیں جن پر قفل پڑا ہوا ہے اور یہ شمال مشرق میں واقع ہے اور تفسیر کبیر وطبری نے اس واقعہ کو بیان کر کے یہ بھی لکھا ہے کہ جو آدمی اس دیوار کا معائنہ کر کے واپس آنا چاہتا ہے تو راہنما اس کو ایسے چٹیل میدانوں میں پہنچاتے ہیں جو سمرقند کے محاذات میں ہے۔ (اس بحث پر مکمل کلام معارف القرآن سورۂ کہف، آیت ۹۴ کے تحت مذکور ہے۔) (معارف القرآن بحوالہ تفسیر کبیر ۵:۳۱۵۔ مقدمہ ابن خلدون: ۹۷)

الشق الثانی ..... وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (پ۱۸۔ النور: ۵۵)

آیت کا ترجمہ وشانِ نزول تحریر کریں۔ آیت کی تفسیر بیان کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① آیت کا ترجمہ ② آیت کا شانِ نزول ③ آیت کی تفسیر ④ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں ضرور ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور اس نے ان کیلئے جس دین کو پسند فرمایا ہے اسے ان کیلئے ضرور قوت دے گا (اقتدار بخشے گا) ان کے خوف کے بعد ضرور ضرور امن عطاء کرے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے تو یہی لوگ نافرمان ہوں گے۔ س

② آیت کا شانِ نزول:۔ حضرت ابوالعالیہؒ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ نزولِ وحی کی ابتدا کے بعد ہی سے ثابت قدمی کے ساتھ مقیم رہے اور کافروں کی طرف سے جو تکلیفیں پہنچتی تھیں ان پر بامرِ الٰہی صبر کرتے رہے، صبح شام دشمنوں کی طرف سے خائف رہتے تھے پھر جب مدینہ منورہ پہنچ گئے وہاں پہنچنے پر بھی دشمنوں سے چھٹکارا نہ ہوا، یہودی بھی دشمن تھے اور منافقین سے بھی خطرہ رہتا تھا، اسلئے ہر شخص ہتھیار بند رہتا تھا، اسی اثنا میں ایک شخص کے منہ سے یہ نکل گیا کہ کیا ہم پر کوئی ایسا دن بھی آئے گا جس میں ہم امن وامان سے ہونگے اور ہتھیار ساتھ رکھنے کی ضرورت نہ ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

③ آیت کی تفسیر:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وعدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین پر خلیفہ بنائے

0313 6357913 maktabazzakariyamultan@gmail.com

گا تمہیں زمین میں اقتدار واختیار دے گا، دشمن مغلوب ہونگے عرب وعجم پر تمہارا تسلط ہوگا ان سے پہلے جو اہل ایمان تھے ان کو بھی اللہ تعالی نے زمین میں خلیفہ بنایا اور اقتدار سپرد فرمایا۔ حضرات انبیاء کرام ؑ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی حکومت و سلطنت تو مشہور ہی ہے ان کے علاوہ بھی بنی اسرائیل کو اللہ تعالی نے حکومت عطا فرمائی اور زمین میں با اختیار اور با اقتدار بنایا۔ حضرت موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو خطاب کر کے فرمایا: اے میری قوم! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں عطا فرمائی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔

اللہ تعالی کا ہر وعدہ برحق ہے اس نے ہر وعدہ پورا فرمایا ہے اور آئندہ بھی اسکے سارے وعدہ پورے ہونگے۔ حضرات صحابہ کرام ؓ سے جو وعدے فرمائے وہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کی بنیاد پر تھے وہ سب پورے ہوئے عرب حجاز، یمن، شام، عراق، نجد پر ان کا تسلط ہوا ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کی بڑی بڑی حکومتیں قائم رہیں۔ صدہا سال افریقہ اور ایشیا کے ممالک پر ان کا قبضہ رہا، انہیں پورا اختیار تھا کہ اپنے دین پر چلیں اور لوگوں کو چلائیں۔ اسلام کی دعوت دیں اس کو پھیلائیں، نہایت سکون واطمینان اور امن وامان کے ساتھ رہتے تھے۔ مکہ معظمہ کی زندگی میں جو خوف و ہراس تھا پھر مدینہ منورہ میں جو چند سال خوف وخطرے کے گزرے اسے اللہ تعالی نے امن سے بدل دیا۔ **ولیبدِّلنّھم مِن بعدِ خوفِھم امنا** میں جو وعدہ فرمایا تھا وہ دیکھتی آنکھوں پورا ہوا۔ اس وعدہ کے پورا فرمانے کے ساتھ **یعبدونَنِی لا یشرِکون بِی شیئا** بھی فرمایا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ پر مضبوطی سے جمے رہیں اللہ کی عبادت کرتے رہیں اور کسی طرح کا شرک جلی یا خفی اختیار نہ کریں۔ پھر مسلمانوں نے اس شرط کی خلاف ورزی کی۔ ایمان بھی کمزور ہو گیا اعمال صالحہ بھی چھوڑ بیٹھے، عبادت الٰہیہ سے بھی پہلو تہی کرنے لگے، بہت سے ملکوں سے حکومتیں ختم ہو گئیں اور بہت سی جگہ خوف و ہراس میں مبتلا ہو گئے امن وامان تباہ ہو گیا۔

اللہ تعالی شانہ نے استخلاف اور تمکین کے وعدہ کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا تھا **ومن کفر بعد ذٰلِك فاولٰئِك ھم الفاسِقون** جو اسکے بعد ناشکری کرے گا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ کفر کا لغوی معنی ناشکری ہے اور شریعت کی اصطلاح میں ایمان کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں جو شخص کفر اختیار کر لے پورا نافرمان ہے ایسے شخص کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر کوئی شخص کافر تو نہیں ہوا لیکن اعمال صالحہ سے دور ہے، اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے منہ موڑے ہوئے ہے اسے گو کافر نہ کہا جائے گا لیکن فاسق اور باغی ضرور ہے۔ جب ایسے لوگوں کی اکثریت ہوگی اور مؤمنین صالحین وعلمائے عاملین کو برا کہا جائے گا اور عامۃ الناس قرآن وحدیث کی تعلیمات سے دور بھاگیں گے تو اللہ تعالی کی مدد نہیں ہوگی۔ (انوار البیان)

② خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق:۔ **اِرْتَضٰی**: صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معروف از مصدر **ارتضاء** (افتعال۔صحیح) پسند کرنا۔
لَیَسْتَخْلِفَنَّ: صیغہ واحد مذکر غائب بحث لام تاکید بانون ثقیلہ معروف از مصدر **استخلاف** (استفعال۔صحیح) بمعنی خلیفہ بنانا۔
لَیُمَکِّنَنَّ: صیغہ واحد مذکر غائب بحث لام تاکید بانون ثقیلہ معروف از مصدر **تمکینٌ** (تفعیل۔صحیح) بمعنی ٹھکانہ دینا۔
فَاسِقُوْنَ: صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **فِسْقًا** (نصر، ضرب وکرم۔صحیح) بمعنی حق وصلاح کے راستہ سے ہٹنا۔ بدکار ہونا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل ..... **عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَقَدْ کَانَ فِیما قبلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ۔** (حدیث:۱۵۰۴)

مذکورہ حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ متفق علیہ سے کیا مراد ہے اور صحاح ستہ کونسی کتابیں ہیں؟

0313 6357013 mayabazakariyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ متفق علیہ کی مراد وصحاح ستہ کتب کی نشاندہی۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان میں کچھ محدث ہوتے تھے اور میری امت میں کوئی محدث ہوا تو وہ عمر ہے۔

③ متفق علیہ کی مراد وصحاح ستہ کتب کی نشاندہی:۔ متفق علیہ کا مطلب یہ ہے کہ صحاحِ ستہ کے دو بڑے امام یعنی امام بخاری ومسلم اس حدیث کو متنًا وسندًا ایک طرح نقل کرنے میں متفق ہیں۔

کتبِ صحاح ستہ درج ذیل ہیں: ① صحیح بخاری شریف ② صحیح مسلم شریف ③ جامع ترمذی ④ سنن نسائی ⑤ سنن ابوداؤد ⑥ سنن ابن ماجہ۔ بعض محدثین نے ابن ماجہ کی بجائے مؤطا امام مالک اور بعض نے مسند دارمی کو شمار کیا ہے۔ (صحاح ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں تمام احادیث صحیح ہوں، باقی ان کتابوں کو صحاح کہنا تغلیبًا ہے کیونکہ ان میں سے صرف بخاری ومسلم ہی صحیح ہیں)۔

ان میں پہلا مرتبہ بخاری شریف کا، دوسرا مسلم، تیسرا ابوداؤد، چوتھا نسائی، پانچواں ترمذی اور چھٹا مرتبہ ابن ماجہ کا ہے۔

الشق الثانی.....عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ لَقِیْتُ اِبْرَاھِیْمَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ فَقَالَ: یَامحمدُ! اَقْرِئْ اُمَّتَکَ مِنِّیْ السَّلَامَ وَ اَخْبِرْھُمْ اَنَّ الْجَنَّۃَ طَیِّبَۃُ التُّرْبَۃِ عَذْبَۃُ الْمَاءِ وَ اِنَّھَا قِیْعَانٌ وَ اِنَّ غَرَاسَھَا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (حدیث:۱۴۴۰)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ حدیث کی تشریح کریں۔ **قیعان، غراس، طیبۃ التربۃ** اور **عذبۃ الماء** کی لغوی تحقیق کریں۔ خط کشیدہ جملہ کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ حدیث کی تشریح ④ الفاظ کی لغوی تحقیق ⑤ خط کشیدہ جملہ کی ترکیب۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا**۔

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کی سعادت نصیب ہوئی اس رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے مجھ سے کہا: اے محمد! اپنی امت کو میرا اسلام کہئے گا اور انہیں بتا دیجئے گا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور اس کا پانی شیریں ہے، اور وہ چٹیل میدان ہے اور اس کے درخت **سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ، لا الٰہ الّا اللّٰہ، اللّٰہ اکبر** ہیں۔

③ حدیث کی تشریح:۔ اولاً اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے اسے سلام کہلایا اور اس طرح اس امت سے اپنے تعلق کا اظہار کیا اسلئے اس امت کے ہر ہر فرد کیلئے یہی لائق ہے کہ اس حدیث کے ذریعہ جب بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلام سنایا جائے یا پڑھا جائے تو وہ یہ کہے: **وعلیہ السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ**۔ پھر فرمایا کہ جنت ایک چٹیل میدان ہے، اسکے درخت وشجر کاری یہ الفاظ ہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی امت کو آگاہ کر دیجئے گا کہ یہ کلمات اور انہی کی طرح دوسرے کلمات ذکر پڑھنے سے آدمی جنت میں داخل ہوتا ہے اور چونکہ جنت میں بہت سے درخت لگائے جاتے ہیں بایں طور کہ ہر کلمے کے پڑھنے سے ایک درخت لگتا ہے اسلئے ان کلمات کو جو شخص جتنا زیادہ پڑھے گا اس کی طرف سے جنت میں اتنے ہی زیادہ درخت لگائے جائیں گے۔ یہ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ ان کلمات کو پڑھنے والا جنت کی پرسکون اور پر راحت فضا اور وہاں کے سرور آمیز اطمینان

0315-6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

وچین کا حقدار ہوگا اور وہاں یہ کلمات درخت کی شکل میں لازوال سکون آمیز حیات کے ضامن ہوں گے۔

④ مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق:۔ "قِیْعَانٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد قَاعٌ ہے بمعنی پست ہموار ٹیلہ ومیدان۔

"غَرَاسٌ" یہ غَرْسٌ کی جمع ہے بمعنی پودہ۔ "عَذْبَةُ الْمَاءِ" عذبة بمعنی میٹھا اور عذبة الماء بمعنی میٹھا وخوشگوار پانی۔

"طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ" طيبة بمعنی پاکیزہ اور طيبة التربة بمعنی پاکیزہ وزرخیز مٹی۔

⑤ خط کشیدہ جملہ کی ترکیب:۔ لَقِيْتُ فعل وفاعل اِبْرَاهِيْمَ مفعول بہ لَيْلَةً موصوف اُسْرِیَ فعل مجہول بِ جارہ ی ضمیر مجرور قائم مقام نائب فاعل، فعل مجہول اپنے نائب فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، موصوف صفت ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿الورقة الاولٰی: فی التفسیر و الحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل ..... وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ (پ۱۲۔ھود: ۷۷تا۸۰)

ترجم الآیات المبارکة۔ اوضح التوجیهات والمعانی المحتملة فی قوله تعالٰی: هٰؤُلَاءِ بناتِی هنّ اطهر لکم ۔حقّق الکلمات التی علیها خط لغویا وصرفا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② هٰؤُلَاءِ بناتِی هنّ اطهر لکم کے معانی وتوجیہات ③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان کی وجہ سے رنجیدہ ہوئے اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے آج کا دن مصیبت کا دن ہے۔ اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس جلدی جلدی دوڑتے ہوئے آگئے اور وہ اس سے پہلے برے کام کیا کرتے تھے، لوط علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے پاکیزہ ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو، کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں ہے؟ کہنے لگے تمہیں تو معلوم ہے ہمیں تمہاری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اور تم تو جانتے ہو ہمارا کیا مقصد ہے؟ لوط علیہ السلام نے کہا: کاش میرا تم پر زور چلتا ہوتا یا میں کسی مضبوط پائے کی پناہ لے لیتا۔

② هٰؤُلَاءِ بناتِی هنّ اطهر لکم کے معانی وتوجیہات:۔ اے میری قوم! یہ میری لڑکیاں ہیں یعنی تم ان سے نکاح کرلو۔ قوم والوں نے پہلے حضرت کی لڑکیوں سے نکاح کرنے کی درخواست کی تھی مگر ان کی بدکاریوں کو دیکھ کر آپ نے انکار کردیا تھا۔ حسین بن فضل نے کہا: حضرت لوط ؑ نے اپنی لڑکیوں سے نکاح کی پیشکش ان کے مسلمان ہوجانے کی شرط پر کی تھی۔ مجاہد اور سعید بن جبیر نے کہا: بناتی سے قوم کی ساری عورتیں مراد ہیں ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ حضرت ابی بن کعب کی قراءت میں آیت النّبیّ اولٰی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم کے آخر میں وهو اب لهم بھی آیا ہے، اس سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ اس قول کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی لڑکیاں دو تھیں اور لڑکوں کی طلبگار پوری جماعت تھی، دو لڑکیوں کا ایک جماعت سے نکاح کیسے ممکن تھا؟ جو لوگ بنات سے مراد حضرت لوط کی لڑکیاں لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قوم لوط ؑ کے دو سردار تھے سب لوگ ان کا حکم مانتے تھے انہی دونوں سے آپ نے اپنی لڑکیوں کا نکاح کرنا چاہا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت لوط ؑ کے اس ارشاد سے نکاح کی حقیقتاً پیشکش مقصود نہ تھی بلکہ قوم والوں کی بدترین خباثت کا اظہار اور دفاع مقصد تھا۔

0313 6257913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ھنّ اطھر لکم : (وہ تمہارے لیئے زیادہ پاک ہیں) اس کا یہ مطلب نہیں کہ لواطو امرد پرستی کی بنسبت لڑکیوں سے نکاح زیادہ پاک ہے، بلکہ مطلب یہ کہ تمہارے لئے اس فعل میں زیادہ نظافت ہے یا اس میں بے حیائی کم ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ چھینے ہوئے مال سے تو مردار زیادہ پاک اور زیادہ حلال ہے، ظاہر ہے کہ حلال نہ مردار ہے نہ مالِ مغصوب مگر مالِ مغصوب کی زیادہ برائی ظاہر کرنے کیلئے ایسا جملہ بولا جاتا ہے۔ (مظہری)

نبی کی امت میں جتنی عورتیں ہوتی ہیں، وہ نبی کی روحانی بیٹیاں ہوتی ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان بدقماش لوگوں کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ تمہاری عورتیں جو میری روحانی بیٹیاں ہیں وہ تمہارے گھروں میں موجود ہیں، تم اپنی نفسانی خواہشات ان سے پوری کر سکتے ہو اور یہی فطرت کا پاکیزہ طریقہ ہے۔ (آسان ترجمہ)

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **عَصِیْبٌ:** یہ مفرد ہے اسکی جمع **عُصُبٌ اَعْصِبَۃٌ** ہے۔ **یومٌ عصیبٌ** بمعنی گرم وہولناک دن۔

سِیْٓءَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول از مصدر **سَوَاءٌ** (نصر۔ اجوف ومہموز) بمعنی قبیح وبُرا ہونا۔ غمگین ہونا۔

یُھْرَعُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع مجہول از مصدر **ھَرْعًا** (فتح۔ صحیح) بمعنی اضطراب کے ساتھ جلدی کرنا۔

لَاتُخْزُوْنِ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل نہی حاضر معلوم از مصدر **اِخْزَاءٌ** (افعال۔ ناقص) بمعنی ذلیل ورسوا کرنا۔

آوِیْ: صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر **اویًا مَأْوًی** (ضرب۔ مہموز ولفیف) بمعنی پناہ وٹھکانہ حاصل کرنا۔

الشق الثانی ..... وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ۝ (پ۱۴۔ حجر ۲۶ تا ۳۱)

ترجم الآیات المبارکۃ۔ اکتب معانی الکلمات التی علیھا خط۔ من ھو المراد بـ الانسان فی قولہ تعالیٰ: لقد خلقنا الانسان؟ وایّ نوع من السجود الذی سجدہ الملائکۃ لآدم؟ وھل یجوز السجود لغیر اللّٰہ ؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② کلماتِ مخطوطہ کے معانی ③ انسان کی مراد، سجدہ کی تعیین وغیر اللہ کو سجدہ کرنے کا حکم۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور بلاشبہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی تھی، اور ہم نے جن کو اس سے پہلے آگ سے پیدا کیا جو ایک گرم ہوا سے تھی، اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی، سو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدہ میں گر پڑنا، سو تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا، اس نے اس بات سے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو۔

② کلماتِ مخطوطہ کے معانی:۔ **صلصال:** خشک مٹی جو آگ میں نہ پکائی گئی ہو اور کھن کھن بولتی ہو یعنی بجانے سے کھنکھناتی ہو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: صلصال وہ عمدہ وپاکیزہ کیچڑ ہے جس میں پانی سوکھ جانے کی وجہ سے شگاف پیدا ہو جاتے ہیں اور جب اس کو اس کی جگہ سے ہلایا جاتا ہے تو کھڑ کھڑ کی آواز آتی ہے۔ مجاہد نے کہا: صلصال بدبودار کیچڑ کو کہتے ہیں۔

حمأ: لیسدار دودلدلی کیچڑ جو زیادہ پانی کے قریب ہونے سے کالی پڑ جاتی ہے۔ **مسنون:** پُتلا جس میں صورت بنا دی گئی ہو۔ شروع میں مٹی، تراب، خاک ہوتی ہے۔ پھر پانی میں گوندھے جانے کے بعد طین (کیچڑ) پھر ایک مدت تک یونہی رہنے کے بعد حمأ (لیسدار کیچڑ یا دلدل) پھر اس کا خلاصہ اور جوہر نکال لیا جائے تو اس کو سلالۃ (خلاصہ) کہا جاتا ہے، پھر اس میں نقوشِ صورت بنا دیئے جائیں (پُتلا بنا دیا جائے) تو اس کو مسنون کہتے ہیں اور مسنون خشک ہو جائے تو اس کو صلصال کہتے ہیں۔ مجاہد اور قتادہ نے کہا:

مسنون بمعنی خراب وبد بودار۔ابوعبیدہ نے کہا: مسنون (اسم مفعول) سن سے مشتق ہے بمعنی بہانا۔مسنون بمعنی بہایا ہوا۔ جیسے مختلف دھاتیں جن کو پگھلا کر سانچوں میں بھر کر ڈھالا جاتا ہے اسی طرح اس پتلی سیال کیچڑ کی حالت ہوتی ہے جس کو مسنون کہا جاتا ہے۔

جانّ: لغوی معنی ساتر یعنی چھپنے (چھپانے) والا ہے۔کہتے ہیں "**جنّ الشیئ اذا ستره**" چونکہ آدم علیہ السلام کے برخلاف اس کا غالب مادہ آگ کا لطیف شعلہ ہے اسلئے یہ قوم محسوس نہیں ہوتی، ہر ایک کو دکھلائی نہیں دیتی، اسی لیے اس قوم کو جن اور اسکے باپ کو جانّ کہتے ہیں۔ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جانّ سب جنوں کے باپ کا نام ہے اور یہی قول اکثر مفسرین کا ہے اور یہی ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے گو بعض نے جانّ سے مراد ابلیس لیا ہے۔

السموم: وہ سخت گرمی جو مسامات کے اندر گھس جائے۔بغوی نے کہا: السموم وہ گرم ہوا جو انسان کے بدن میں مسامات کے راستہ سے گھس کر اس کو ہلاک کر دیتی ہے یعنی لو۔بعض کے نزدیک ''سموم'' دن کی اور ''حرور'' رات کی گرم ہوا کو کہتے ہیں۔کلبی نے ابوصالح کا قول نقل کیا ہے کہ السموم ایک آگ ہے جو آسمان اور زمین (حجاب) کے درمیان ہے، اس میں دھواں نہیں ہے۔بعض نے کہا: نار السموم آگ کے شعلے ہیں۔بعض نے اس کا ترجمہ آتشِ جہنم کیا ہے۔(مظہری وحقانی)

③ انسان کی مراد، سجدہ کی تعیین اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا حکم:۔ آیت میں انسان سے مراد جنسِ بشر وابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔

سیدنا آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ اور یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں کا سجدہ جو قرآن میں مذکور ہے یہ سجدۂ تعظیمی تھا جو ان کی شریعت میں سلام، مصافحہ اور دست بوسی کا درجہ رکھتا تھا اور جائز تھا شریعت محمدیہ کو کفر وشرک کے شائبہ سے بھی پاک رکھنا تھا اسلئے اس شریعت میں اللہ تعالی کے سوا کسی کو بقصد تعظیم بھی سجدہ یا رکوع کرنا جائز نہیں رکھا گیا۔(معارف القرآن)

اس سجدہ سے مراد سجدہ شرعیہ ہے تو اس وقت حقیقت میں خدا تعالی مسجود ہوگا اور حضرت آدم کو محض عزت بڑھانے اور ان کی افضلیت کا اقرار کرانے کیلئے قبلہ بنا دیا گیا تھا۔اس تقدیر پر **لِاٰدم** میں لام ''الی'' کے معنی میں ہوگا اور معنی یہ ہوں گا کہ آدم کی طرف متوجہ ہو کر ہمیں سجدہ کرو۔یا یہ کہا جائے کہ چونکہ فرشتوں سے بظاہر آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے پر ایک اعتراض صادر ہوا تھا اسلئے بطورِ توبہ ایک سجدہ ان کے ذمہ واجب ہوا تو اس سجدہ کا سببِ بعید حضرت آدم ہوئے اسلئے ''لِاٰدم'' فرمایا تو اب آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ حضرت آدم کی وجہ سے ہمیں سجدہ کرو اس تقدیر پر لام سببیت کا ہوگا۔یا سجدہ لغوی مراد ہے یعنی حضرت آدم کے سامنے تحیہ وتعظیم کے طور پر تذلل اور تواضع کرنا مراد ہے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں سجدہ تحیہ کیا تھا۔علامہ بغوی نے فرمایا کہ یہ قول صحیح تر ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس سجدہ میں فرشتوں نے زمین پر پیشانی نہیں رکھی تھی بلکہ آدم علیہ السلام کے سامنے تعظیم کیلئے جھک گئے تھے اور جب اللہ تعالی نے اسلام بھیجا تو اس عمل کو بھی باطل ومنسوخ کر کے اس کی جگہ سلام مقرر فرما دیا۔(مظہری)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل ..... لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ (پ۱۳۔رعد:۱۴و۱۵) آیات کا ترجمہ وتفسیر لکھیں۔**الّا کباسط کفیه** میں استثناء کون سا ہے؟ تعیین کریں۔**طوعا و کرها** کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں اور خط کشیدہ کلمات کی تحقیق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) استثناء کی تعیین (۴) **طوعا وکرها** کے نصب کی وجہ (۵) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور جن معبودوں کو وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ ان کی

پکار نہیں قبول کر سکتے کچھ بھی مگر پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلانے والے کی مثل کہ وہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی از خود اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہیں ہے کافروں کی پکار مگر بے اثر (ضائع و بیکار) اور اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی و مجبوری سے اور انکے سائے بھی صبح و شام کے اوقات میں۔

② آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ماقبل کی آیات میں اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب وہ ہر چیز پر قادر ہے تو عبادت و پکار کے لائق بھی وہی ہے وہی حاجت روا و مشکل کشا ہے اس کے علاوہ جن معبودوں کو وہ پکارتے ہیں اولاً تو وہ ان کی پکار سننے پر قادر ہی نہیں ہیں اور اگر سن لیں تو پھر کسی قسم کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں لہٰذا ان کا یہ پکارنا بے کار و فضول ہے جیسا کہ کوئی پیاسا کنویں کے پاس کھڑا ہو کر پانی کو پکارے تو وہ پانی بے اختیار ہونے کی وجہ سے خود بخود کبھی بھی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح یہ معبود بھی بے اختیار ہونے کی وجہ سے بالکل ان کی فریاد رسی نہیں کر سکتے، لہٰذا ان بتوں و باطل معبودوں کو پکارنا فضول ہے نیز اللہ تعالیٰ اسلئے بھی انسانوں کی پکار و عبادت کے لائق ہے کہ ساری کائنات کی اشیاء اور انکے سائے سب کے سب اسی کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں خواہ خوشی سے سجدہ کریں یا زبردستی مگر بہر صورت اسی کو سجدہ کرتے ہیں لہٰذا انسان کو بھی چاہیے کہ دیگر مخلوق کی طرح اپنے خالق و مالک اور نفع و نقصان کے مالک کو ہی پکارے۔

③ استثناء کی تعیین:۔ یہاں مستثنیٰ متصل ہے جو کہ محذوف ہے۔ اور اس میں باسط سے پہلے بھی مضاف محذوف ہے اصل عبارت **لا یستجیبون ای لا یجیبون لھم اجابة الا اجابة کاجابة باسط کفیه** ہے۔ (تلخیص از تفسیر مظہری ص ۱۶۰ ج ۶)

④ طوعاً و کرھاً کے نصب کی وجہ:۔ یہ دونوں کلمات **یسجد** فعل کے فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے یا **یسجد** فعل کا مفعول لہ ہونے کہ وجہ سے منصوب ہیں۔

⑤ کلمات مخطوطہ کی تحقیق:۔ "لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث منفی مضارع معلوم از مصدر اَلْاِسْتِجَابَةُ (استفعال، اجوف) بمعنی قبول کرنا اَیْ لَا یُجِیْبُوْنَ یعنی وہ باطل معبودان کی پکار قبول نہیں کر سکتے۔

"بَاسِطٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اَلْبَسْطُ (نصر، صحیح) بمعنی پھیلانا۔

"کَفَّیْهِ" یہ "کَفٌّ" کا تثنیہ ہے اور نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے بمعنی ہتھیلی۔

"طَوْعًا وَکَرْهًا" یہ دونوں مصدر ہیں جو کہ خوشی و مجبوری یعنی عدم خوشی کے مفہوم میں مستعمل ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اپنی خوشی سے پروردگار کی اطاعت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں اور کافر و منافق لوگ تلوار کے خوف و دبدبہ کی وجہ سے مجبوراً سر جھکاتے ہیں۔

الشق الثانی ..... وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَیَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَآ اِنْ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (پ ۱۸۔ النور: ۶ تا ۹)

ترجم الآیات واذکر سبب نزولها۔ عرّف اللعان واذکر کیفیة اللعان وحکم ذٰلك بالتفصیل۔ کلمة "الخامسة" مرفوع فی موضع ومنصوب فی موضع آخر اذکر سبب ذٰلك وکذٰلك ذکرت فی آیة کلمة لعنة وفی اخری کلمة غضب فما هو وجه ایراد کلمتین مختلفتین؟

0313 6351913, maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو تو ایسا شخص گواہی دے گا چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہ بے شک وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔ اور عورت کی سزا دور کرنے کا طریقہ یہ ہیکہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یوں کہے کہ بلاشبہ یہ مرد جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ اگر یہ

سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔

② آیات کا شانِ نزول:۔ جس وقت آیت (**و الذین یرمون المحصنات... الخ**) نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے منبر پر پڑھ کر سنائی تو عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی کو زنا میں مشغول دیکھے اور لوگوں کے سامنے اسے بیان کرے تو اسے اسی کوڑے مارے جائیں گے، لوگ اسے فاسق کہیں گے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی، ہم اس حالت میں کہاں سے گواہ لا سکتے ہیں؟ گواہوں کی تلاش میں لگ جائیں تو اتنے وقت میں وہ لوگ زنا سے فارغ ہو چکے ہوں گے، انہی عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی کا نام عویمر تھا اور ان کی بیوی خولہ بنت قیس تھیں، چند روز بعد یہ عویمر عاصم کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے خولہ اور شریک بن سحما کو زنا میں مشغول دیکھا ہے، عاصم نے **انا للہ و انا الیہ راجعون** پڑھا اور آئندہ جمعہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے عویمر، خولہ، شریک اور عاصم (سب) کو طلب کیا اور عویمر سے فرمایا کہ خولہ تیری بیوی اور چچا کی بیٹی ہے، اللہ سے ڈر اور اس پر بہتان تراشی نہ کر، عویمر نے قسم کھا کر کہا کہ میں چار ماہ سے خولہ کے قریب بھی نہیں گیا اور میں نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے خولہ سے بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور جو کچھ تو نے کیا ہے مجھے بیان کر دے، خولہ نے انکار کر دیا، پھر آپ ﷺ نے شریک سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بھی وہی کہتا ہوں جو خولہ کہہ رہی ہے، اس موقع پر آیتِ لعان **و الذین یرمون ازواجھم** نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے منادی کو حکم دیا، اس نے **الصلوٰۃ جامعۃ** کی ندا لگائی اور لوگ جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر عویمر و خولہ رضی اللہ عنہما سے طریقہ لعان کے مطابق قسمیں لیں اور ان دونوں کو الگ کر دیا۔ (مظہری) (اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بھی تفاسیر میں لکھا ہے۔)

③ لعان کی تعریف و طریقہ:۔ لعان کا لغوی معنی: دھتکارنا و دور کرنا۔ اصطلاح میں لعان وہ مخصوص شہادتیں ہیں جو زوجین کے درمیان قسموں کے ساتھ مؤکد ہوں۔ لعان کا طریقہ یہ ہے کہ جب مرد نے قاضی کی عدالت میں قذف و زنا کا مقدمہ پیش کیا تو قاضی زوجین کو بلا کر ان سے مخصوص قسمیں لے، پہلے شوہر چار مرتبہ گواہی دے کہ اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں میں نے اپنی عورت پر جو زنا کا عیب لگایا ہے اسمیں میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے کہ میں نے اپنی عورت پر جو زنا کا عیب لگایا ہے اگر میں اس میں جھوٹا ہوا تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، پھر قاضی عورت سے بھی قسمیں لے گا وہ کہے گی: اللہ کی قسم میرے شوہر نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اسمیں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر میرا شوہر اس تہمت میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ کی لعنت و غضب ہو۔ ان قسموں کے بعد قاضی زوجین میں جدائی کر دے گا، امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ تفریق طلاقِ بائنہ ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ حرمتِ مؤبدہ ہے۔

④ **الخامسۃ** کا اعراب اور **لعنۃ و غضب** مختلف لفظ لانے کی وجہ:۔ **الخامسۃ**: یہ پہلی جگہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے (**ای الشھادۃ الخامسۃ**) اور ما بعد والا جملہ اس کی خبر ہے۔ دوسری جگہ **اربعَ شھاداتٍ** پر معطوف ہے، جو کہ **تشھد** کا نائب مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لعنۃ و غضب مختلف لفظ لانے کی وجہ: مرد کی قسم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے لعنت کا ذکر کیا جب کہ عورت کیلئے غضب الٰہی تجویز کیا، مفسرین فرماتے ہیں کہ لعنت کے مقابلے میں غضب الٰہی زیادہ شدید ہے، اسلئے کہ لعنت کا معنی اللہ کی رحمت سے دوری ہے اور یہ لفظ عام طور پر شیطان یا کسی دوسر کیلئے استعمال ہوتا ہے کہ وہ ملعون ہے یعنی اللہ کی رحمت سے بعید ہے اور غضب سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص نہ صرف رحمت سے محروم ہے بلکہ اس پر اللہ کی ناراضگی بھی ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ عورت کیلئے غضب کا لفظ اسلئے استعمال کیا گیا ہے کہ لعنت تو ایک معمولی چیز ہے جو عورتیں خود بھی ایک دوسری پر بھیجتی رہتی ہیں،، لہٰذا عورتیں لعنت سے زیادہ سخت سزا کی مستحق ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے عورت کی زبان سے بوقتِ قسم غضب کا لفظ نکلوایا کہ شاید وہ ڈر جائے اور اگر واقعی گنہگار ہے تو گناہ کا اقرار کر کے آخرت میں غضبِ الٰہی سے بچ جائے۔ (معالم العرفان)

0313 6357913 maktabazakariyanultan@gmail.com

الشق الثانی ..... يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۠ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ (پ۱۸۔ مؤمنون:۵۱تا۵۴) آیات مبارکہ کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ **یأیھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحًا** میں **اکلِ طیب** اور **عملِ صالح** کو ملانے کی حکمت بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) اکلِ طیب اور عملِ صالح کو ملانے کی حکمت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اے رسولو! کھاؤ تم پاکیزہ چیزیں اور عمل کرو تم اچھے بے شک میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں، اور بے شک یہ ہے تمہارا طریقہ جو ایک ہی طریقہ ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرو اور ان لوگوں نے اپنا دین وطریقہ الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کر لیا اور ہر گروہ اس دین پر جو ان کے پاس ہے خوش ہے پس آپ ان کو ایک وقت تک ان کی جہالت میں رہنے دیجئے۔

② آیات کی تفسیر:۔ آیات کا حاصل یہ ہے کہ اے پیغمبر! جس طرح ہم نے تمہیں نعمتوں کے استعمال کی اجازت دی اور پھر عبادت کا حکم دیا اسی طرح سب پیغمبروں کو اور ان کے واسطہ سے ان کی امتوں کو بھی حکم دیا کہ اے پیغمبر! تم اور تمہاری امتیں حلال ونفیس چیزیں کھاؤ اور پھر ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے نیک کام کرو اور میری عبادت کرو اور میں تمہارے تمام اعمال سے واقف وباخبر ہوں اور تمہارے نیک وبد اعمال پر تمہیں جزا وسزا بھی دونگا اور ہم نے ان انبیاء سے یہ بھی کہا کہ جو طریقہ تمہیں ابھی بتلایا گیا ہے اس طریقہ پر چلنا اور رہنا تمہارے لئے واجب ہے اور یہ طریقہ تمام امتوں وشریعتوں میں ایک ہی رہا ہے اور اس طریقہ کا حاصل یہ ہے کہ میں تمہارا رب ہوں بس تم مجھ سے ڈرو، یعنی میرے احکام کی مخالفت نہ کرو کیونکہ رب ہونے کی حیثیت سے میں ہی تمہارا خالق ومالک ہوں اور تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہوں لہٰذا ان سب باتوں کا تقاضا یہ تھا کہ تم ایک ہی طریقہ مذکورہ پر رہتے مگر تم نے اپنا دین وطریقہ الگ الگ کر کے باہم اختلاف پیدا کر لیا اور پھر ہر گروہ اپنے اپنے طریقہ اور بنائے ہوئے دین پر خوش ہے اس کے باطل ہونے کے باوجود بھی اس کو حق سمجھتا ہے، لہٰذا اے پیغمبر! آپ ان کی جہالت کی وجہ سے غمگین نہ ہوں آپ ان کو ایک خاص وقت یعنی قیامت تک مہلت دیجئے جب قیامت کا وقت مقرر آئے گا تو پھر سب حقیقت کھل جائے گی۔

③ اکلِ طیب اور عملِ صالح کو ملانے کی حکمت:۔ اکلِ طیب اور عملِ صالح کو ایک ساتھ لانے میں علماء نے لکھا ہے کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حلال غذا کا عملِ صالح میں بڑا دخل ہے جب حلال غذا ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے اور جب غذا حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اس میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں۔

حدیث میں ہے کہ بعض لوگ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور غبار آلود رہتے ہیں پھر اللہ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یارب! یارب! پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے اور پینا بھی، لباس بھی حرام سے تیار ہوتا ہے اور حرام ہی کی ان کو غذا ملتی ہے ایسے لوگوں کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عبادت یعنی نیک عمل اور دعا کے قبول ہونے میں حلال کھانے کو بڑا دخل ہے اور جب غذا حلال نہ ہو تو عبادت اور دعا کی قبولیت کا بھی استحقاق نہیں رہتا۔ (معارف القرآن ۶:۳۱۶)

0313 6257213 maktabazarulmultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل ..... عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَلِيٍّ (فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ)۔ (حدیث:۱۳۷۹)

حدیث پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ **ھدایت** اور **حمر النعم** کی مراد واضح کریں۔ **فواللّٰہ الخ** سے آخر تک نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) حدیث پر اعراب (۲) حدیث کا ترجمہ (۳) **ھدایت ، حمر النعم** کی مراد (۴) جملہ مذکورہ کی ترکیب۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا ۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم البتہ تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو ہدایت دے دیں تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

③ **ھدایت وحمر النعم کی مراد:۔** ہدایت سے مراد ہدایت دینا اور دولت ایمان سے سرفراز کرنا ہے اور **حمر النعم** سے مراد عربوں کا سب سے قیمتی مال واثاثہ سرخ اونٹ ہیں اور یہاں پر مطلقاً عمدہ مال بھی مراد ہوسکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تیرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کسی کی ہدایت کا فیصلہ فرمادیں اور اس کو دولت ایمان سے نواز دیں تو سرخ اونٹوں کے لشکر کے مقابلہ میں یہ تیرے لئے بہتر ہے بلکہ ایک آدمی کا تیرے ذریعہ سے اسلام قبول کرنا تیرے لئے دنیا ومافیہا سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے۔

④ جملہ مذکورہ کی ترکیب:۔ **فـــــا** تفریعیہ **واؤ** جارہ قسمیہ **اللہ** مجرور مقسم بہ، جار مجرور ملکر قسم **لام** برائے تاکید **ان** ناصبہ مصدریہ **یھدی** فعل **اللہ** فاعل **بك** جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے **رجلا واحدا** موصوف وصفت ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ ومتعلق سے مل کر بتاویل مصدر مبتدا **خیر** اسم تفضیل بمع فاعل **لك** جار مجرور مل کر متعلق اوّل ہوا اسم تفضیل کے **من** جارہ **حمر النعم** مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور، جار ومجرور مل کر متعلق ثانی، اسم تفضیل اپنے فاعل ودونوں متعلقوں سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر جواب قسم، قسم اپنے جواب قسم سے مل کر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی.....**عَنِ الْبَرَّاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ:قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلَاۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ وقُلْ اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْكَ وفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجٰی مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وبِنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ، فَاِنْ مُتَّ مُتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ وَاجْعَلْھُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ....**

شکل الحدیث بالضبط ثم ترجمه الی الاردیة۔ اشرح باختصار واذکر سبب نصب قوله: رغبة ورهبة ۔ اعرب نحویا قوله:فان متّ متّ علی الفطرة۔(حدیث:۱۴۶۲)

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا ۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم اپنی خواب گاہ میں آؤ تو نماز کی طرح وضو کرو، پھر اپنی دائیں جانب پر لیٹ جاؤ اسکے بعد یہ کلمات کہو:**اللھمّ اسلمتُ الیك الخ** (ترجمہ:اے اللہ! میں نے تجھ سے امیدوار وخائف ہوکر اپنا منہ تیری طرف جھکا دیا اور اپنا ہر کام تیرے سپرد کر دیا اور میں نے تجھے اپنا پشت وپناہ بنالیا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تجھ سے (تیرے غضب سے) تیرے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے، اے اللہ میں اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور تیرے اس نبی پر بھی جسے تو نے بھیجا ہے۔ پس اگر تو اسی رات میں مرگیا تو تُو فطرت (ایمان) پر مرے گا اور اس دعا کو اپنا آخری کلام بنا۔

③ حدیث کی تشریح:۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت کی ایک دعا کا ذکر فرمایا کہ جو شخص اس دعا کا اہتمام کرے اور اسی رات میں مرجائے تو وہ شخص فطرتِ اسلام وحالتِ ایمان پر مرے گا، گویا اس دعا کے نتیجہ میں رات بھر کیلئے اِس شخص کا ایمان محفوظ ہوجاتا ہے، لہٰذا سوتے وقت اس دعا کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

④ رغبة و رهبة کے نصب کی وجہ :۔ یہ دونوں الفاظ سابقہ افعال کے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

⑤ جملہ کی ترکیب:۔ ف تفریعیہ اِنْ شرطیہ مُثٌ فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط مُثٌ فعل وفاعل عَلَى الْفِطْرَةِ جارومجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر جزا، شرط وجزا ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر و الحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْۤ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجم الآیات وفسّرها بحیث لا یبقی ایّ خفاء۔ ما هو المراد بقوله: بُرْهَانَ رَبِّهٖ؟ اذکر اقوال المفسرین فیه۔ اذکر ابواب الکلمات التی علیها خط ومعانیها۔ (پ۱۲۔یوسف:۲۲و۲۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کی مراد ④ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب پہنچ گیا وہ اپنی قوت یعنی جوانی کو تو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں نیکی والوں کو اور پھسلایا اسکو اس عورت نے جس کے گھر میں تھے اور بند کر دیئے دروازے اور کہا کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں، یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں بیشک وہ میرا مربی ومحسن ہے اس نے اچھا کیا میرے ٹھکانہ کو بیشک ظالم وگنہگار لوگ فلاح نہیں پاتے۔ اور وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جماع وزنا کا پختہ قصد وارادہ کر چکی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی اس کا خیال آجاتا اگر وہ اپنے رب کی برہان ودلیل نہ دیکھ لیتے۔ ہم نے ایسا اس لئے کیا تا کہ ان سے بے حیائی وبرائی کو پھیر دیں۔ بے شک یوسف ہمارے مخلص ومنتخب بندوں میں سے تھے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت وپاکدامنی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام جوانی وشباب کو پہنچے تو زلیخا جس کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہائش پذیر تھے اس نے یوسف علیہ السلام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی، گھر کے سب دروازے بند کر دیئے اور گناہ کی دعوت دی۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اس گناہ وظلم کا ارتکاب کروں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔ وہی میرا پروردگار ہے اور اُسی نے حقیقت میں مجھے اچھا ٹھکانہ دیا ہے۔

اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تیرا شوہر (قطفیر) میرا مربی ومحسن اور آقا ہے اس نے خود بھی میری خاطر ومدارت کی ہے اور پھر تجھے بھی حکم دیا تھا: **اکرمی مثواه** کہ اس کو خاطر سے رکھنا یعنی اس کی غذا لباس ومکان ہر چیز کا خصوصی خیال رکھنا، لہٰذا اپنے محسن ومربی کے حرم پر دست اندازی کرنا بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔

0213 6357913 makkahazakariyamultan@gmail.com

اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش پوری کرنے کا پختہ عزم وارادہ کر لیا تھا اور یوسف علیہ السلام میں بھی بتقاضاء بشری اور طبعی اس کی طرف وسوسہ کے درجہ میں کچھ غیر اختیاری میلان پیدا ہونے لگا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اپنی حجت وبرہان ان کے سامنے کر دی جس کی وجہ سے وہ غیر اختیاری میلان آگے بڑھنے کی بجائے بالکل ختم ہو گیا اور یہ عصمت کے منافی نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اسی طرح ان کو برہان دکھلائی اور اپنی پناہ میں لے لیا تا کہ ہم اس سے یعنی یوسف علیہ السلام سے

خیانت اور بے حیائی کو موڑ دیں اور اسکے دامنِ عفت وعصمت پر کوئی دھبہ نہ لگ جائے کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس جگہ کلام میں تقدیم وتاخیر ہے **لَوْلَا اَنْ رَّاٰبُرْهَانَ رَبِّهٖ** حقیقت میں مقدم ہے اور **هَمَّ بِهَا** مؤخر ہے، مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو بھی خیال پیدا ہو جاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حجت وبرہان کو نہ دیکھ لیتے، مگر برہانِ رب کو دیکھنے کی وجہ سے وہ اس ہمّ وارادہ سے بھی بچ گئے۔ (معارف القرآن)

③ **بُرْهَانَ رَبِّهٖ** کی مراد:۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام آئے اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس کی وجہ سے ان کے پوروں سے شہوت نکل گئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ برہان حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت تھی کہ وہ دانتوں میں انگلی دبائے ان کو متنبہ کر رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ عزیزِ مصر کی صورت سامنے آ گئی تھی۔ بعض نے کہا کہ آسمان پر نظر پڑی تو لکھا تھا **لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا الخ**۔ (معارف القرآن)

④ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "**بَلَغَ**" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پہنچنا وبالغ ہونا۔

"**نَجْزِیْ**" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جزاء وبدلہ دینا۔

"**رَاوَدَتْهُ**" یہ باب مفاعلہ سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی فریب دینا، پھسلانا، برائی کی ترغیب دینا۔

"**غَلَّقَتْ**" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی خوب مضبوطی سے بند کرنا یا بکثرت بند کرنا۔

"**اَحْسَنَ**" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی احسان کرنا، اچھائی کرنا۔

الشق الثانی ..... وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ؕ (پ۱۳۔ رعد:۳۱)

ترجم الآیت المبارکۃ واکتب سبب نزولها ۔ اشرح الآیت الکریمۃ بحیث یتضح مرادها ۔ حقق الکلمات التی علیها خط لغۃ و صرفا ۔ عیّن جواب "لَوْ" فی الاٰیۃ الکریمۃ ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں: ① آیت کا ترجمہ ② آیت کا شانِ نزول ③ آیت کا مفہوم ④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق ⑤ **لَوْ** کا جوابِ شرط۔

جواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے ذریعہ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ زمین کی مسافت جلدی طے ہوتی یا اس کے ذریعہ مُردوں سے کلام کروا دیا جاتا (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ سارا اختیار اللہ کو ہی ہے، کیا (ابھی تک بھی) اہلِ ایمان نا اُمید نہیں ہوئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت (ایمان کی توفیق) دے دیتا، اور یہ کافر لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہتے ہیں کہ انکو کوئی آفت ومصیبت انکے اعمال وکردار کی وجہ سے پہنچتی ہی رہتی ہے یا انکے علاقہ وبستی کے قریب وہ آفت ومصیبت نازل ہوتی ہی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائیگا، بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

② آیت کا مفہوم:۔ یہ آیت کریمہ مشرکینِ مکہ کی طرف سے معجزات کے مطالبہ کے جواب میں نازل ہوئی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے مطالبات پورے کر دیں یعنی پہاڑوں کو ہٹا کر مکہ کی زمین کو فراخ ووسیع کر دیا جائے یا ہواؤں کو ان کیلئے مسخر کر کے بڑے بڑے فاصلے وسفر ان کیلئے مختصر کر دیئے جائیں یا مُردے زندہ ہو کر ان سے کلام کریں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور مذکورہ مطالبات کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہے البتہ مصالح دنیا کو وہی جانتا ہے اس لئے اپنی حکمت سے ان مطالبات کو پورا کرنا مناسب نہیں سمجھتا اس لئے کہ ان مشرکین کی ہٹ دھرمی وبدنیتی اس کو معلوم ہے۔

0313 6537913 maktabazakariyaonlain@gmail.com

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمنا تھی کہ یہ مطالبات پورے کردیئے جائیں تا کہ سب اہلِ مکہ مسلمان ہوجائیں تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ابھی تک مسلمان ان مشرکین وکفار کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہوئے کہ ابھی تک وہ ان کے ایمان کی تمنا کرتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو یہ سب ایمان لے آتے کوئی بھی ایمان کے بغیر باقی نہ رہتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر شخص کو ایمان لانے اور نہ لانے کا اختیار دیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے مطالبات پورے کرنا اپنی جگہ، یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آفات ومصائب کے مستحق ہیں چنانچہ کبھی قحط کی، کبھی اسلامی فتوحات کی، کبھی قتل وقید کی اور کبھی بجلی گرنے کی آفات ان پر نازل ہوئیں اور کبھی براہِ راست ان پر آفات نازل نہیں ہوتیں مگر ان کے قرب وجوار کے علاقوں میں آفات نازل ہوتی رہتی ہیں تا کہ ان کو عبرت حاصل ہو اور ان کو اپنا انجامِ بد بھی نظر آئے، مگر وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے یہ آفات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فتح مکہ کا وعدہ پورا کردیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے اور پھر یہ سب لوگ مغلوب ومقہور ہوجائیں گے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "قَارِعَةٌ" صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر قَرْعًا (فتح، صحیح) بمعنی کھٹکھٹانا۔

"سُيِّرَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر تَسْيِيْرٌ (تفعیل، اجوف) بمعنی چلانا۔

"قُطِّعَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر تَقْطِيْعٌ (تفعیل، صحیح) بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

"تَحُلُّ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر حَلًّا، حُلُوْلًا (نصر وضرب، مضاعف) بمعنی اترنا۔

④ لَوْ کا جوابِ شرط:۔ لَوْ کا جوابِ شرط بقرینۂ مقام محذوف ہے جو کہ لَمَا آمَنُوْا ہے اور اسکی دلیل دوسری آیت کریمہ میں اسکی تصریح ہے وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ..... مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا (معارف القرآن)

بعض حضرات نے کہا کہ اس کا جوابِ شرط مقدم ہے جو کہ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ پہاڑ بھی رواں کردیتے تب بھی یہ لوگ کفر ہی کرتے، ایمان نہ لاتے کیونکہ ان کیلئے بدبختی لکھ دی گئی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ مُضِلّ کے مظہر ہیں انکو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔ (مظہری)

⑤ آیت کا شانِ نزول:۔ طبرانی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو اگر وہ صحیح ہے تو ہمارے مُردہ اسلاف کو ہم سے ملا دو تا کہ ہم ان کو دیکھیں اور ان سے باتیں کریں (اور وہ تمہاری تصدیق کریں) اور مکہ کے پہاڑوں کو (ان کی جگہ سے ہٹا کر) پھیلا دو، اس زمین کو کشادہ کردو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے عطیہ عوفی کا بیان نقل کیا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے چلا دیں کہ میدان نکل آئے اور ہم اس پر کھیتی کریں یا جس طرح ہوا کے ذریعہ سے سلیمان علیہ السلام قطعِ مسافت کرتے تھے اور قوم کو ہوا کے دوش پر قطعِ مسافت کراتے تھے آپ بھی ہمارے لئے ایسا ہی کردیتے یا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کردیتے تھے آپ بھی ہمارے مُردوں کو زندہ کردیتے (تو ہم ایمان لے آتے) اس پر آیتِ مذکورہ نازل ہوئی۔

بغوی نے تفصیل کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ چند مشرکوں کے حق میں نازل ہوئی جن میں ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن امیہ بھی شامل تھے، وہاں سے عبداللہ بن امیہ نے ایک شخص کی زبانی یہ کہلوایا کہ اگر آپ ہم کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں تو قرآن کے ذریعے سے مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے تا کہ کشائش پیدا ہوجائے ہماری کھیتی کیلئے اسوقت زمین تنگ ہے اور یہاں چشمے اور نہریں بھی نکال دیجئے تا کہ ہم درخت لگائیں، کھیتیاں بوئیں اور باغ تیار کریں۔ آپ اپنے دعوے کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام سے کم مرتبہ تو نہیں ہیں آپ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑ رواں کردیئے گئے تھے جو اُن کے

0313 6337913 maktabazakariyamuram@gmail.com

ساتھ مل کر اللہ کی پاکی بیان کرتے تھے، آپ ہوا کو بھی ہمارا تابع بنا دیجئے کہ ہم غلہ کو حاصل کرنے اور دوسری ضروریات کو فراہم کرنے کیلئے جو شام کو جاتے ہیں ہوا پر چلے جایا کریں اور ہم روز لوٹ آیا کریں، آپ کا قول ہے کہ ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیرِ حکم کر دیا گیا تھا اور آپ کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور خدا کے نزدیک آپ کا مرتبہ (بقول آپ کے) عیسیٰ علیہ السلام سے کم نہیں ہے لہٰذا آپ اپنے دادا قصیٰ یا ہمارے مُردوں میں سے کسی کو زندہ کر دیجئے تا کہ ہم اس سے آپ کے معاملہ میں دریافت کریں کہ آپ کا نبوّت کا دعویٰ صحیح ہے یا غلط۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ (پ ۱۶۔ مریم: ۷۳ تا ۷۶)

ترجم الآیات المبارکۃ۔ فسّر الآیات تفسیرا واضحا وبیّن مفہوم قولہ :والباقیات الصالحات۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ **والباقیات الصالحات** کا مفہوم

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ :۔ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ مؤمنوں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ ہم دونوں فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ بہتر ہے اور کس کی مجلس زیادہ اچھی ہے؟ اور (وہ یہ نہیں دیکھتے کہ) ہم ان سے پہلے کتنی نسلیں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے ساز و سامان اور ظاہری آن بان میں ان سے کہیں بہتر تھیں۔ کہہ دو کہ جو لوگ گمراہی میں جا پڑیں ان کیلئے مناسب یہی ہے کہ خدائے رحمٰن انہیں خوب ڈھیل دیتا رہے، یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ چیز خود دیکھ لیں گے جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے، چاہے وہ اس دنیا کا عذاب ہو یا قیامت تو اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ بدترین مقام کس کا تھا اور کس کا لشکر زیادہ کمزور تھا۔ اور جن لوگوں نے سیدھا راستہ اختیار کر لیا، اللہ ان کو ہدایت میں اور ترقی دیتا ہے۔ اور جو نیک عمل باقی رہنے والے ہیں ان کا بدلہ بھی تمہارے پروردگار کے یہاں بہتر ملے گا، اور ان کا (مجموعی) انجام بھی بہتر ہوگا۔

② آیات کی تفسیر :۔ رسول اللہ ﷺ پر جب آیات تلاوت کی جاتیں جو اپنے معانی کے اعتبار سے واضح اور ظاہر ہیں تو معاندین انھیں سن کر ایمان لانے کے بجائے مزید سرکشی پر تل جاتے اور اہلِ ایمان سے کہتے کہ ہم دونوں میں سے کون سا فریق مقام و مرتبہ اور مجلس کے اعتبار سے بہتر و اچھا ہے؟ ان لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ ہم لوگ دنیا میں اچھے حال میں ہیں، اچھا کھاتے پیتے اور اچھا پہنتے ہیں، ہماری مجالس بھی اچھی ہیں، بن سنور کر خوشبو لگا کر عمدہ کپڑے پہن کر مجلسوں میں جمع ہوتے ہیں اور تم لوگ ایسے ہو کہ نہ کھانے کو اور نہ پہننے کو، ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دعوے کا الزامی اور تحقیقی جواب دیتے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہیبت ناک سزاؤں سے ہلاک کئے ہیں جو ساز و سامان اور شہرت و نمود میں ان سے بھی کہیں زیادہ اچھے تھے اور کسی حکمت و مصلحت سے نعمت دنیویہ مبغوض و مردود کو بھی دی جا سکتی ہے۔ دوسرا جواب دیا کہ اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے گمراہ لوگ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے، اس نعمت دنیوی میں یہ حکمت ہے کہ مہلت دے کر اتمامِ حجت کر دے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے **او لم نعمّرکم ما یتذکّر فیہ من تذکّر الخ** اور یہ مہلت چند روزہ ہے یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے یعنی عذاب کو خواہ دنیا میں دیکھیں یا خواہ قیامت میں دیکھیں تو اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ بُرا مکان کس کا ہے اور

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کمزور مددگار کس کے ہیں؟ یعنی دنیا میں جو اپنے اہل مجلس کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں وہاں معلوم ہوگا کہ ان میں کتنا زور ہے کیونکہ وہاں تو کسی کا کوئی زور نہیں ہوگا۔ اور مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالی ہدایت والوں کو دنیا میں ہدایت بڑھاتا ہے یعنی اصل سرمایہ یہ ہے، اگر اس کے ساتھ مال و دولت نہ بھی ہو تو یہ مضر نہیں۔ اور آخرت میں ظاہر ہوگا کہ جو نیک کام ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں۔ پس ان کو ثواب میں بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی جن میں مکان اور باغات سب کچھ ہوں گے اور ان اعمال کا انجام ان نعمتوں کا دوام و ہمیشگی ہے، پس کمیت و کیفیت کے اعتبار سے مسلمانوں ہی کی حالت اخیرہ بہتر ہوگی اور اخیری حالت ہی کا اعتبار بھی ہے۔ (خلاصۂ تفسیر)

③ **والباقیات الصالحات** کا مفہوم:۔ ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باقیات صالحات کو زیادہ سے زیادہ جمع کیا کرو، عرض کیا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا **سبحان اللّٰہ لا الٰہ الا اللّٰہ الحمد للّٰہ اللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ** کہنا ہے۔ نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر** ہی باقیات صالحات ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولاالٰہ الّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر** میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر آفتاب کی روشنی پڑتی ہے یعنی سارے جہان سے محبوب ہے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الّا باللہ بکثرت پڑھا کرو کیونکہ یہ ننانوے باب بیماری اور تکلیف کے دور کر دیتا ہے جن میں سب سے کم درجہ کی تکلیف فکر و غم ہے۔ اسی لئے اس آیت میں لفظ باقیات صالحات کی تفسیر حضرت ابن عباس، عکرمہ و مجاہدؒ نے یہی کی ہے کہ اس سے مراد یہی کلمات پڑھنا ہے۔ سعید بن جبیر، مسروق اور ابراہیمؒ نے فرمایا کی باقیات صالحات سے پانچ نمازیں مراد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت یہ ہے کہ آیت میں باقیات صالحات سے مراد مطلق اعمال صالحہ ہیں جن میں یہ کلمات مذکورہ، پانچوں نمازیں اور دوسرے تمام نیک اعمال داخل ہیں۔ (مظہری)

الفاظ قرآن کے مطابق بھی یہی ہے کیونکہ ان الفاظ کا لفظی مفہوم وہ اعمال صالحہ ہیں جو باقی رہنے والے ہیں اور ظاہر ہے کہ اعمال صالحہ سب ہی اللہ کے نزدیک باقی اور قائم ہیں۔ ابن جریر طبری اور قرطبی نے اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ دنیا کی کھیتی مال و اولاد ہے اور آخرت کی کھیتی باقیات صالحات ہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ باقیات صالحات انسان کی نیت اور ارادہ ہیں کہ اعمال صالحہ کی قبولیت اس پر موقوف ہے۔ عبید بن عمرؓ نے فرمایا کہ باقیات صالحات نیک لڑکیاں ہیں کہ وہ اپنے والدین کیلئے سب سے بڑا ذخیرۂ ثواب ہیں، اسی پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کو جہنم میں لے جانے کا حکم دے دیا گیا تو اس کی نیک لڑکیاں اس کو چمٹ گئیں اور رونے وشور کرنے لگیں اور اللہ تعالی سے فریاد کی کہ اے اللہ انہوں نے دنیا میں ہم پر بڑا احسان کیا اور ہماری تربیت میں مشقت اٹھائی ہے تو اللہ تعالی نے اس پر رحم فرما کر اسے بخش دیا۔ (قرطبی) (معارف القرآن)

الشق الثانی ..... اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَاۗءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ (پ ۱۸۔ النور۔ ۴۱ تا ۴۳)

ترجم الآیات ۔ فسّر الآیات تفسیرا واضحا مع بیان مراد قولہ تعالٰی : کل قد علِم صلاتہ وتسبیحہ ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ **کل قد علِم صلاتہ وتسبیحہ** کی مراد۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے ہیں، ہر ایک کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ معلوم ہے اور اللہ ان کے سارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے، اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو ہنکاتا ہے پھر ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے پھر انہیں تہہ بہ تہہ گھٹا میں تبدیل کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اس کے درمیان سے برس رہی ہے اور آسمان میں (بادلوں کی شکل میں) جو پہاڑ کے پہاڑ ہوتے ہیں اللہ ان سے اولے برساتا ہے پھر جس کیلئے چاہتا ہے ان کو مصیبت بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کا رخ پھیر دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی اچک لے جائے گی۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالی کی قدرت کے بعض مظاہر اور مخلوق میں اسکے تصرفات میں سے بعض تصرفات کا تذکرہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو رہنے اور بسنے والی مخلوقات ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں یعنی اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتے ہیں کہ وہ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔ اس مخلوق میں پرندے بھی ہیں جو پر پھیلائے ہوئے فضا میں اڑتے ہیں یہ بھی اللہ کی تسبیح وتقدیس میں مشغول رہتے ہیں ان کا فضا میں اڑنا اور زمین پر نہ گرنا ان کے پروں کی حرکتوں کو اس قابل بنانا کہ ان سے اڑیں اور زمین پر نہ گریں ان سب میں اللہ تعالی کی قدرت کا مظاہرہ ہے۔ سب مخلوقات کو اللہ تعالی سے اپنی اپنی دعا اور التجا، اپنی تسبیح وتقدیس کا طریقہ الہام سے معلوم ہے، اس سب کے باوجود بھی بعض لوگ توحید کو نہیں مانتے تو اللہ تعالی کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا پورا علم ہے اور وہ اس انکار واعراض پر ان کو سزا دے گا۔

آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے اب بھی اور انتہا میں اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، وہی خالق ومالک اور حقیقی متصرف ہے یہاں جو برائے نام کوئی مجازی حکومت ہے وہ کوئی بھی نہ رہے گی، سارے فیصلے اللہ تعالی ہی کے ہونگے۔

چنانچہ اسی کی حکومت کا ایک اثر ہے کہ اے مخاطب! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالی ایک بادل کو دوسرے بادل کی طرف چلاتا ہے اور پھر اس بادل کے مجموعہ کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بہ تہ کرتا ہے پھر اس بادل کے بیچ میں سے بارش نکل نکل کر آتی ہے اور اس بادل کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس کی جان یا مال پر چاہتا ہے گراتا ہے کہ اس کا نقصان ہو جاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اور اس کے جان ومال کو بچا لیتا ہے اور اس بادل میں سے بجلی بھی پیدا ہوتی ہے اور ایسی چمکدار کہ اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اس نے اب بینائی کو اچک لیا۔ یہ بھی اللہ تعالی ہی کے تصرفات میں سے ہے۔

③ **کل قد علِم صلاتہ وتسبیحہ** کی مراد:۔ حضرت سفیانؒ نے اس تسبیح کا مفہوم یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالی نے دنیا کی ہر چیز آسمان، زمین، آفتاب وماہتاب، تمام سیارے وستارے اور زمین کے عناصر آگ، پانی، مٹی، ہوا سب کو خاص خاص کاموں کیلئے پیدا فرمایا ہے اور جس کو جس کام کیلئے پیدا فرمایا ہے وہ برابر اس پر لگا ہوا ہے، وہ بالکل اس کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی اطاعت وانقیاد کو ان چیزوں کی تسبیح فرمایا ہے۔ الغرض ان کی تسبیح حالی ہے مقالی نہیں، یعنی ان کی زبانِ حال بول رہی ہے کہ یہ اللہ تعالی کو پاک وبرتر سمجھ کر اس کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

علامہ زمخشری ودیگر مفسرین نے فرمایا کہ اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ اللہ تعالی نے ہر ایک چیز کے اندر اتنا فہم وشعور رکھا ہو جس سے وہ اپنے خالق ومالک کو پہچانے اور اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ ان کو کسی خاص قسم کی گویائی عطا فرمائی ہو اور خاص قسم کی تسبیح وعبادت ان کو سکھا دی ہو جس میں وہ مشغول رہتے ہوں۔ **کل قد علِم** میں اسی مضمون کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی تسبیح

0213 6357913 maktabagadariyamultan@gmail.com

اورنماز میں ساری مخلوق لگی ہوئی ہے مگر ہر ایک کی نماز اور تسبیح کا طریقہ اور صورت مختلف ہے۔ فرشتوں کا طریقہ الگ، انسان کا الگ، دیگر نباتات کسی اور طرح سے عبادت نماز و تسبیح ادا کرتے ہیں، جمادات کسی اور طریق سے۔ قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے بھی اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے "اعطی کل شیئ خلقه ثم هدی" یعنی اللہ تعالی نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو ہدایت دی۔ وہ ہدایت یہی ہے کہ وہ ہر وقت حق تعالی کی اطاعت میں لگی ہوئی اپنی مفوضہ ڈیوٹی کو پورا کر رہی ہے اس کے علاوہ اس کی اپنی ضروریات زندگی کے متعلق بھی اس کو ایسی ہدایت دی ہے کہ بڑے بڑے عقلاء کی عقل حیران ہو جاتی ہے، اپنے رہنے بسنے کیلئے کیسے کیسے گھونسلے اور بلیں وغیرہ بناتے ہیں اور اپنی غذا وغیرہ حاصل کرنے کیلئے کیسی کیسی تدبیریں کرتے ہیں۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَرَعَوْا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ ۔(حدیث:۱۳۷۸)

شكل الحديث المبارك ثم ترجمه۔ اشرح الحديث ۔ حقق الكلمات التى فوقها خط لغة ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل چار امور مطلوب ہیں ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ حدیث کی تشریح ④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ **كمامرّ فى السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جتنا علم اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ زمین پر بارش برسی، اس زمین میں سے کچھ حصہ ایسا تھا کہ جس نے پانی اپنے اندر جذب کر لیا اور بہت کثرت سے چارہ اور سبزہ اگایا اور زمین کا کچھ حصہ سخت تھا کہ وہ پانی کو روک لیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نفع دیتا ہے، لوگ اس میں سے پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو پلاتے اور چراتے ہیں اور زمین کا کچھ حصہ چٹیل میدان ہے کہ وہ پانی کو نہیں روک سکتا اور نہ ہی اس میں گھاس پیدا ہوتی ہے، تو یہی مثال اس کی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس دین سے نفع دیا جو مجھے دے کر مبعوث فرمایا، چنانچہ اس نے خود دین سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور مثال ہے ان لوگوں کی کہ جنہوں نے اس کی طرف سر بھی نہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت و دین کو جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں قبول نہ کیا۔

③ حدیث کی تشریح:۔ وحی کی مثال نبی کریم ﷺ نے بارش کے ساتھ دی، بارش ہونے کے بعد زمین کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں اسی طرح علم و ہدایت کے آنے کے بعد بھی لوگ تین قسموں میں تقسیم ہو گئے۔ ① بارش اگر صاف ستھری پاکیزہ زمین پر برسی تو اب زمین خود بھی منتفع ہوئی کہ اس سے سبزہ وغیرہ نکلا دوسرا یہ کہ اس سبزہ سے دوسروں کو فائدہ بھی پہنچا، اسی طرح ہدایت آنے کے بعد بعض لوگوں نے علم کو سیکھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا تو اس شخص نے علم سے خود بھی فائدہ حاصل کیا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا مثلاً ائمہ اربعہ ② دوسری قسم زمین کی ہوتی ہے کہ بارش برسنے کے بعد وہ خود تو منتفع نہیں ہوتی کہ اس سے کوئی سبزہ وغیرہ نکلتا (پتھریلی ہونے کی وجہ سے) مگر وہ اپنے اندر پانی کو محفوظ کر لیتی ہے جس سے دوسروں کو فائدہ ہو جاتا ہے تو اسی طرح ہدایت آنے کے بعد علم تو حاصل کیا اس پر خود عمل نہیں کیا مگر دوسرے کو سکھایا تو یہ شخص خود علم سے منتفع نہیں ہوا مگر دوسرے کو اسکی وجہ سے فائدہ پہنچ گیا یہ مثال محدثین

03137357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کی ہے ③ تیسری قسم زمین کی ہوتی ہے کہ بارش برسنے کے بعد اس پر پانی نہیں ٹھہرتا تو اس بارش سے زمین کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور نہ ہی دوسرے کو اس سے کوئی فائدہ پہنچا تو اسی طرح ہدایت آنے کے بعد لوگوں کی یہ حالت ہوئی کہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا، نہ خود انہوں نے فائدہ حاصل کیا اور نہ اس کے ذریعہ سے کسی اور کو کوئی فائدہ پہنچا۔ (روضۃ الصالحین ۳۹۳:۴)

④ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ **غَيْثٌ:** بمعنی بادل و بارش۔ مصدر غَيْثًا (ضرب) بمعنی بارش برسنا۔

"كَلَأٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَكْلَاءٌ ہے بمعنی گھاس۔ "اَلْعُشْبُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَعْشَابٌ ہے بمعنی سبز گھاس۔

"اَجَادِبُ" بمعنی وہ زمین جس میں پیداوار نہ ہو۔ مصدر جَدْبٌ بمعنی خشک سالی و عیب۔

الشق الثانی.....وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ۔ وَعَنْهُ ؓ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔ (حدیث:۱۴۷۱، ۱۴۸۵)

شکل الحدیثین وترجمہما۔ حقق الکلمات التی علیہا خط لغۃً۔ اشرح اشرح الجملۃ "جہد البلاء"۔

جواب..... ① احادیث پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پناہ مانگو آزمائش کی سختی سے اور بدبختی کے آنے سے اور بری قضا و تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے (ترجمہ) اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کیونکہ وہ برا ساتھی ہے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں خیانت سے کیونکہ وہ بری خصلت ہے۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ **جُهْدًا:** یہ اسم ہے بمعنی سختی و مشقت۔ مصدر (فتح) بمعنی کوشش کرنا۔

اَلْبَلَاءُ: یہ اسم ہے بمعنی غم و آزمائش مصدر (نصر) بمعنی آزمانا، تجربہ کرنا۔

دَرَكٌ: یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی لاحق ہونا، پانا۔ **شَمَاتَةٌ:** یہ اسم ہے بمعنی دشمن کے غم پر خوشی کا اظہار کرنا۔

اَلضَّجِيْعُ: یہ صفت کا صیغہ ہے بمعنی ساتھ لیٹنے والا۔ **بِطَانَةٌ:** یہ اسم ہے بمعنی بھید راز، اندرونی خصلت و عادت۔

④ **جہد البلاء** کی تشریح:۔ حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں اس سے مراد ایسا شخص ہے جس کے پاس مال کم ہو اور اہل و عیال زیادہ ہو۔ مگر علماء فرماتے ہیں اس میں ایک قید کا اضافہ ضروری ہے کہ ایسا شخص صبر کرنے والا نہ ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس سے ہر مشقت کے وقت کے حالات مراد ہیں، بعض کے نزدیک موت کے وقت کی مشقتیں مراد ہیں۔ یا ایسے حالات مراد ہیں جن کو برداشت کرنے کی بھی طاقت نہ ہو اور ان کو اپنے سے دور کرنے کی بھی طاقت نہ ہو۔ (روضۃ الصالحین)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس تالیف کو اپنے جملہ محسنین کی طرف خصوصاً محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے طفیل بندہ کو ایمان کی دولت اور علم کی روشنی حاصل ہوئی۔ نیز اپنے والدین مرحومین اور اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ خصوصاً حضرت اقدس مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نوراللہ مرقدہ، خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیضِ عالم اور بے پایاں شفقت کے نتیجہ میں بندہ اس قابل ہوا کہ شائقین علومِ نبویہ کی خدمت میں یہ حقیر سا ہدیہ پیش کر سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے محسنِ انسانیت **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ اور جملہ محسنین کو بہتر سے بہتر جزاء عطاء فرمائے۔ اور اس تالیف کو قبول فرما کر ان تمام حضرات کی ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

العبد محمد یٰسین شاکر

اجمالی فہرست

پرچہ	نام کتاب	صفحہ نمبر
پہلا پرچہ	تفسیر وحدیث (سورۂ یونس تا قصص، ریاض الصالحین)	۰۴
دوسرا پرچہ	گزشتہ سالوں میں کنزالدقائق کے نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پرچے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔	-
تیسرا پرچہ	اصول فقہ (نورالانوار)	۹۵
چوتھا پرچہ	نحو (شرح جامی)	۱۸۷
پانچواں پرچہ	ادب عربی (مقامات حریری، معلم الانشاء)	۲۵۹
چھٹا پرچہ	منطق وبلاغہ (قطبی، دروس البلاغہ، البلاغۃ الواضحۃ)	۳۲۷

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه(نور الانوار)﴾

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل.....وَاِذَا عَدِمَتْ صِفَةُ الْوُجُوْبِ لِلْمَامُوْرِبِهٖ لَا تَبْقٰی صِفَةُ الْجَوَازِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِیِّ هٰذَا بَحْثٌ آخَرُ مُتَعَلِّقٌ بِمَا مَرَّ مِنْ اَنَّ مُوْجَبَ الْاَمْرِ هُوَالْوُجُوْبُ یَعْنِیْ اَنَّهٗ اِذَا نَسَخَ الْوُجُوْبُ الثَّابِتُ بِالْاَمْرِ فَهَلْ تَبْقٰی صِفَةُ الْجَوَازِ الَّذِیْ فِی ضِمْنِهٖ اَمْ لَا؟ (ص۶۰۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگائیں۔وضاحت کریں۔اختلاف مذکورکومدلل بیان کریں۔نیز اختلاف مذکورہ کاثمرہ لکھنانہ بھولئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چارامورتوجہ طلب ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) اختلاف کی وضاحت مع الدلائل (۴) اختلاف کاثمرہ۔

جواب..... ① عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی وضاحت:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امر کا موجب وجوب ہے اگر امر سے ثابت شدہ وجوب منسوخ ہوگیا تو وجوب کے ضمن میں ثابت شدہ جواز باقی رہے گا یانہیں۔جواز سے مرادوہ کام ہے جس کے کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔اس بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف ہے۔

③ اختلاف کی وضاحت مع الدلائل:۔ احناف کے نزدیک وجوب کے منسوخ ہوتے ہوئے جو جواز اس ضمن میں تھاوہ بھی منسوخ ہوجائے گا باقی نہیں رہے گا اور شوافع کے نزدیک وجوب منسوخ ہونے کے بعد جواز باقی رہتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشورہ کا روزہ ابتداءً اس امت پر فرض تھا لیکن رمضان کے روزوں کی فرضیت سے صومِ عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی مگر اس کا استحباب اب بھی باقی ہے۔چنانچہ ہمارے زمانے میں یہ روزہ جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور وجوب منسوخ ہونے کے بعد جواز باقی رہتا ہے، جواز منسوخ نہیں ہوتا۔

احناف کی دلیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کیلئے نجاست لگے ہوئے حصہ کو کاٹنا فرض تھا لیکن ہم سے اسکی فرضیت اور جواز دونوں منسوخ ہوگئے۔اس سے معلوم ہوا کہ جب وجوب منسوخ ہوتا ہے اسکے ساتھ ساتھ جواز بھی منسوخ ہوجاتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب صومِ عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوئی تھی تو اس کا جواز بھی منسوخ ہوگیا تھا لیکن بعد میں اس کا جواز دوسری دلیل سے ثابت ہوا نہ کہ اس دلیل سے جو اس کی اداء کو واجب کرنے والی ہے۔اور دوسری دلیل حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی صوم عاشورہ کی فضیلت والی حدیث ہے۔

④ اختلاف کاثمرہ:۔ شارح فرماتے ہیں کہ احناف وشوافع کے درمیان اس اختلاف کاثمرہ اس حدیث میں ظاہر ہوگا کہ آپ نے ارشادفرمایا من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرًا منها فلیکفر عن یمینه (جوشخص کسی چیز پرقسم کھائے پھراس کے غیر کواس سے بہتر سمجھے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے پھروہی کام کرے جو بہتر ہے) یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ کفارہ کو حانث ہونے پر مقدم کرنا واجب ہے لیکن تقدیمِ کفارہ کا وجوب بالاجماع منسوخ ہو چکا ہے یہ اب واجب نہیں ہے لہٰذا شوافع کے نزدیک صرف وجوب منسوخ ہوا ہے۔جواز اب بھی باقی ہے لہٰذا تقدیم کی صورت میں بھی کفارہ ادا کرنا صحیح ہے ہمارے نزدیک یہ تقدیمِ کفارہ جائز نہیں ہے لہٰذا اگر کسی نے کفارہ پہلے دے دیا پھر حانث ہوا تو وہ دوبارہ کفارہ ادا کریگا اور پہلا کفارہ صدقۂ نافلہ بن جائے گا۔

0343 6557811 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....ویظهر التفاوت عند التعارض لیصیر الادنی متروکا بالاعلی یعنی لایظهر التفاوت بین هذه الاربعة فی الظنیة والقطعیة لان کل واحدمن الظاهر والنص والمفسر والمحکم قطعی فانما یظهر التفاوت عند التعارض فیعمل بالاعلی دون الادنی ۔ (ص۹۷۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگائیں۔وضاحت کریں۔ تعارض بین الظاهر والنص کی مثال دیں۔

جواب..... ❶ عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ مذکورہ چاروں قسموں ظاہر،نص،مفسراور محکم کے درمیان ظنیت اور قطعیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے یعنی ایسا ہرگز نہیں کہ ان میں سے بعض ظنی اور بعض قطعی ہوں بلکہ تمام قطعی اور مفیدِ یقین ہیں۔البتہ تعارض کے وقت یہ فرق ظاہر ہوگا کہ اعلیٰ پرعمل کیا جائے گا اور ادنیٰ کو ترک کردیا جائے گا کیونکہ اعلیٰ واوضح پرعمل کرنا ادنیٰ پرعمل کرنے کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ جب ظاہراور نص کے درمیان تعارض واقع ہوتو نص پرعمل ہوگا۔اور جب نص اور مفسر کے درمیان تعارض واقع ہوتو مفسر پرعمل ہوگا اور جب مفسراور محکم کے درمیان تعارض واقع ہوتو محکم پرعمل ہوگا اس لئے کہ نص ظاہر کے مقابلہ میں اور مفسر نص کے مقابلہ میں اور محکم مفسر کے مقابلہ میں اعلیٰ ہے۔اوراس تعارض سے مرادصوری تعارض ہے نہ کہ حقیقی اور تعارض صوری سے مراد یہ ہے کہ اثبات و نفی کے اعتبار سے تعارض ہو یعنی دونوں حجتوں میں سے ایک میں حکم کا اثبات ہواور دوسری میں حکم کی نفی ہو۔

❸ ظاہراور نص کے درمیان تعارض کی مثال:۔ ظاہراور نص کے درمیان تعارض واقع ہونے کی مثال وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ (حلال ہیں تم کوسب عورتیں ان کے سوابشرطیکہ طلب کروان کواپنے مال کے بدلے)۔ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (جوعورتیں تم کو بھلی لگیں ان سے نکاح کرو،دودو سے تین تین سے چار چار سے) ان دوآیتوں میں سے پہلی آیت وَ اُحِلَّ لَكُمْ الخ چارعورتوں پرتوقف کئے بغیر تمام محلات کے حلال ہونے میں ظاہر ہے۔لہٰذاایک شخص کیلئے ایک وقت میں چار سے زائدعورتیں حلال ہیں اور دوسری آیت اس بات میں نص ہے کہ ایک شخص کیلئے چارعورتوں سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت عدد ہی بیان کرنے کیلئے لائی گئی ہے۔اور آخری عدد رباع (چار) ہے لہٰذانص قرآن سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایک مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چارعورتوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے۔جب پہلی آیت تمام محلات کے حلال ہونے میں بغیر کسی تحدید کے ظاہر ہے اور دوسری آیت چارعورتوں سے زائد کے جائز نہ ہونے میں نص ہے تو ظاہراور نص کے درمیان تعارض واقع ہوگیا اور تعارض کی صورت میں نص کوترجیح حاصل ہوتی ہے اسلئے دوسری آیت یعنی نص عمل کے اعتبار سے راجح ہوگی اور ایک وقت میں صرف چارعورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہوگا اس سے زائد کو ایک وقت میں نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل.....حَتّٰى لِلْغَايَةِ كَاِلٰى يَعْنِىْ اَنَّ حَتّٰى وَاِنْ عُدَّتْ هٰهُنَا فِىْ حُرُوْفِ الْعَطْفِ لٰكِنَّ الْاَصْلَ فِيْهَا مَعْنَى الْغَايَةِ كَاِلٰى بِاَنْ يَّكُوْنَ مَا بَعْدَهَا جُزْءً لِمَا قَبْلَهَا كَمَا فِىْ اَكَلْتُ السَّمَكَةَ حَتّٰى رَاْسَهَا اَوْ غَيْرَ جُزْءٍ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ هِىَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ وَ اَمَّا عِنْدَ الْاِطْلَاقِ وَ عَدَمِ الْقَرِيْنَةِ فَالْاَكْثَرَ اِنَّ مَا بَعْدَهَا دَاخِلٌ فِيْمَا قَبْلَهَا۔

عبارت پراعراب لگائیں۔وضاحت کریں۔ اکلت السمکة حتی رأسها کی ترکیب کریں۔(ص۱۳۸۔رحمانیہ)

جواب..... ❶ عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلمہ حتّٰی غایت کے لئے آتا ہے جس طرح کلمہ اِلٰی غایت کے لئے آتا ہے یعنی حتی کا شمار اگرچہ حروفِ عطف میں ہے لیکن اس میں غایت کے معنی حقیقی ہیں جیسا کہ اِلٰی میں غایت کے معنی حقیقی ہیں یعنی

0321 6657913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اس کا مابعد اس کے ماقبل کا جز ہوتا ہے جیسے هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ میں ''طلوعِ فجر'' لَيْلَةُ الْقَدْرِ کا جز نہیں ہے یعنی لیلۃ القدر میں پوری رات امان رہتا ہے۔ مگر یہ امان طلوعِ فجر سے پہلے ہی ختم ہوجاتا ہے۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلمہ حَتّٰى جب بغیر کسی قید اور قرینہ کے ہو تو اکثر نحویوں کی رائے یہ ہے کہ حَتّٰى کا مابعد اس کے ماقبل کے حکم میں داخل ہوتا ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ حَتّٰى کا مابعد حَتّٰى کے ماقبل کے حکم میں داخل نہیں ہوتا ہے اور مبرد کی رائے یہ ہے کہ اگر "حَتّٰى" کا مابعد اس کے ماقبل کا جز ہو تو مابعد ماقبل کے حکم میں داخل ہوگا ورنہ نہیں۔

③ اكلت السمكة حتى راسها کی ترکیب:۔ اكلت فعل بافاعل السمكة مفعول بہ حتى جاره رأسها مضاف و مضاف الیہ ملکر مجرور، جار و مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

اكلت فعل بافاعل السمكة معطوف علیہ حتى عاطفہ رأسها مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی.....**التنصيص على الشيئ باسمه العلم يدل على الخصوص عند البعض كقوله عليه السلام الماء من الماء فهم الانصار عدم وجوب الاغتسال بالاكسال لعدم الماء وعندنا لايدل عليه سواء كان مقرونا بالعدد او لم يكن لان النص لم يتناوله فكيف يوجب نفيا او اثباتا؟ والاستدلال منهم بحرف الاستغراق۔**

عبارت کا ترجمہ کر کے مذکورہ مسئلہ کی تشریح کریں۔ **العلم والبعض** سے کیا مراد ہے؟

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ کسی چیز کی اُس کے اسمِ علم کے ساتھ صراحت کرنا بعض علماء کے نزدیک خصوصیت پر دلالت کرتا ہے جیسے آپ ﷺ کا فرمان الماء من الماء (غسل انزال کی وجہ سے لازم ہے)۔ اس سے انصار نے محض جماع کی صورت میں انزال نہ ہونے کی وجہ سے غسل کے عدم وجوب کو سمجھا اور ہمارے نزدیک تنصیص خصوص پر دلالت نہیں کرتی خواہ وہ کسی عدد کے ساتھ ملی ہوئی ہو یا عدد کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو اس لئے کہ نص جب اُس چیز کو شامل ہی نہیں ہے تو اُس چیز کی نفی یا اثبات کو کیسے لازم کرسکتی ہے اور بعض حضرات کا استدلال حرفِ استغراق سے ہے۔

② مسئلہ کی تشریح:۔ حنفیہ کے نزدیک استدلال اقسام اربعہ (عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص، اقتضاء النص) میں منحصر ہے جبکہ دیگر ائمہؒ کے نزدیک کچھ دلائل (فاسدہ) بھی ہیں، ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کے اسمِ علم پر کسی حکم کا لگانا یہ اس چیز کی خصوصیت کی علامت و دلیل ہے لہٰذا خاص طور پر اس چیز پر حکم لگانا غیر سے اس حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور علم پر حکم لگانے کی اس تخصیص کو وہ مفہوم لقب کہتے ہیں۔

اختلاف: نصوص میں کسی علم یا اسم جنس پر کوئی حکم لگایا گیا ہو تو کیا وہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہوگا اور اسکے علاوہ سے حکم کی نفی ہو جائیگی یا نہیں تو اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض اشعریہ اور حنابلہ کا قول یہ ہے کہ اس میں مفہوم مخالف معتبر ہے اسکے علاوہ سے اس حکم کی نفی ہوجائیگی، جبکہ حنفیہ کے نزدیک اسم علم یا اسم جنس پر حکم لگانا بقیہ سے حکم کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultani@gmail.com

اشعریہ اور حنابلہ کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد الماء من الماء ہے اس حدیث میں ماء ثانی یعنی خروج منی پر غسل کا حکم لگایا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اہلِ زبان ہونے کے باوجود مفہوم مخالف کا اعتبار کیا اور یہ سمجھا کہ خروج منی پر غسل کا جو حکم لگا گیا ہے عدمِ خروجِ منی پر وجوبِ غسل کا یہ حکم نہیں ہوگا اگر اسمِ علم یا اسمِ جنس پر حکم لگایا جانا اس کے علاوہ سے نفی پر دلالت نہ کرتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہ سمجھتے۔ تو معلوم ہوا اگر کسی اسمِ علم یا اسمِ جنس پر کوئی حکم لگایا گیا ہو تو اسکے علاوہ سے اس حکم کی نفی ہوجائیگی۔

احناف رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اسمِ علم یا اسم جنس پر حکم لگانا اس کے علاوہ سے حکم کی نفی پر دلالت کرے تو کلمہ طیبہ سے بندہ مسلمان

ہونے کی بجائے کافر ہوجائے گا، اسلئے کہ محمد اسم علم ہے اور اس پر رسول اللہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہے پس مفہوم مخالف کا اعتبار کرنے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ محمد ﷺ کے علاوہ کوئی شخص رسول نہیں ہے حالانکہ یہ بات خلافِ واقع ہونے کی وجہ سے جھوٹ ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مفہومِ مخالف معتبر نہیں ہے۔

③ **العَلم وبعض** کی مراد:۔ مصنف کی عبارت میں لفظِ علم سے مراد وہ لفظ ہے جو ذات پر دال ہو خواہ وہ علم ہو یا اسم جنس ہو۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں عند البعض کا مصداق بعض اشعریہ اور حنابلہ ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ..... **وهل تثبت صفة الجواز للمامور به اذا أتى به، قال بعض المتكلمين لا، والصحيح عند الفقهاء أنه تثبت به صفة الجواز للمامور به وانتفاء الكراهة.** (ص۵۹۔رحمانیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بعض متکلمین اور فقہاء کے درمیان اختلاف کو مدلل بیان کریں۔ بعض متکلمین کی دلیل کا جواب ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) متکلمین وفقہاء میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ کیا مامور بہ کیلئے صفتِ جواز ثابت ہوگی جب مامور بہ اسکو بجالائے؟ بعض متکلمین نے کہا کہ نہیں، اور فقہاء کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فعل مامور بہ کو بجالانے سے مامور بہ کیلئے صفتِ جواز اور کراہیت کا انتفاء ثابت ہوتا ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ مامور بہ کے جواز کے متعلق اختلاف کو نقل کر رہے ہیں کہ اگر کوئی مکلّف آدمی مامور بہ شرائط اور ارکان کے ساتھ ادا کرے تو کیا ہمارے لئے یہ بات جائز ہے کہ ہم اس پر جواز کا حکم لگادیں یا اس میں توقف کریں جواز سے مراد ذمہ سے قضاء کا ساقط ہونا ہے کہ اس کی ادائیگی کی وجہ سے اسکے ذمہ سے اس کی قضاء ساقط ہوگی یا نہیں ہوگی۔

بعض متکلمین معتزلہ کہتے ہیں کہ محض مامور بہ کو ادا کرنے سے جواز (سقوطِ قضاء) کا حکم نہیں لگایا جائیگا بلکہ توقف کیا جائیگا جب مامور بہ کے اندر تمام ارکان وشرائط کا موجود ہونا معلوم ہوگا تو پھر مامور بہ کیلئے جائز کا حکم ثابت ہوگا اور اس کی قضا ساقط ہوجائے گی۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا مذہب (ہمارا صحیح مذہب) یہ ہے کہ مامور بہ کی ادائیگی سے اس کے لئے جواز ثابت ہوجائے گا اور کراہت منتفی ہوجائے گی اور جواز کا معنی یہاں پر سقوطِ قضاء نہیں ہے بلکہ تعمیلِ حکم ہے یعنی مامور بہ کو ادا کرنے کے بعد یہ کہا جائے گا کہ مکلّف کی طرف سے حکم کی تعمیل ہوگئی ہے اور کراہیت بھی منتفی ہوگئی ہے۔

③ متکلمین وفقہاء میں اختلاف مع الدلائل:۔ متکلمین معتزلہ اور فقہاء کا مذہب ابھی تشریح میں بیان کیا گیا ہے۔

متکلمین معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کے ذریعہ اپنا حج فاسد کرلے تو وہ شخص شرعًا اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ بقیہ افعالِ حج ادا کرے حالانکہ تمام افعالِ حج صحیح طور پر ادا کرنے کے باوجود بھی اس کا یہ حج جائز نہیں ہے اور اس کے ذمہ سے اس کی قضاء ساقط نہیں ہوتی بلکہ آئندہ سال اس شخص پر قضاء لازم ہے۔ معلوم ہوا کہ محض مامور بہ کی ادائیگی سے جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ جواز کے ثبوت کے لئے شرائط وارکان کے وجود پر خارجی دلیل کا پایا جانا ضروری ہے۔

فقہاء کی دلیل: یہ ہے کہ مامور بہ کی ادائیگی کے بعد حکم کی تعمیل نہ پائی جائے تو تکلیف مالایطاق لازم آئے گا۔ البتہ مامور بہ کو ادا کرنے کے بعد جب مستقل دلیل سے اس کا فساد ظاہر ہوجائے گا تو مکلّف کو اس کے اعادہ کا حکم دیا جائے گا۔

متکلمین معتزلہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب اس شخص نے جماع والے اسی احرام کے ساتھ حج ادا کیا جس احرام کے ساتھ حج ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو یہ شخص اس سے فارغ ہوگیا اور ذمہ سے بری ہوگیا اب آئندہ سال حج صحیح گزشتہ حج کی قضا نہیں ہے

0313 6357913 makkabazakariyamultan@gmail.com

بلکہ ایک مستقل امر کے ذریعہ اس کو فرض کیا گیا ہے۔

الشق الثانی.....**وملك النكاح لايضمن بالشهادة بالطلاق بعدالدخول تفريع ثالث لنا على ان ما لامثل له لا يضمن .** مسئلہ کی وضاحت کریں۔ **بعدالدخول** کی قید کا فائدہ بیان کریں۔ خط کشیدہ عبارت کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) مسئلہ کی وضاحت (۲) **بعد الدخول** کی قید کا فائدہ (۳) **ملك النكاح..... الخ** کی ترکیب۔ (ص ۵۲۔ رحمانیہ)

جواب ..... ❶ مسئلہ کی وضاحت:۔ ماقبل میں یہ قاعدہ بیان کیا گیا تھا کہ اگر کوئی چیز ایسی ہو جس کا کوئی مثل نہ ہو، نہ مثل کامل نہ قاصر اور نہ ہی مثل صوری اور نہ مثل معنوی، تو اس کا تاوان واجب نہیں ہوتا۔ اس عبارت میں اسی قاعدہ پر تفریع قائم کی گئی ہے۔

تفریع کا حاصل یہ ہے کہ اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ حامد نے دخول اور جماع کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس گواہی کے نتیجہ میں قاضی نے میاں بیوی کے درمیان تفریق کرادی اور شوہر پر مہر ادا کرنے کا حکم دیا۔ پھر دونوں گواہوں نے اپنی شہادت سے رجوع کرلیا اور یہ کہا کہ ہم لوگوں نے جھوٹی گواہی دی تھی تو ہمارے نزدیک یہ دونوں گواہ شوہر کے لئے کسی چیز کے ضامن نہ ہوں گے اور ان پر کسی قسم کا تاوان واجب نہ ہوگا کیونکہ دخول اور جماع کرنے کی وجہ سے شوہر پر مہر تو واجب ہو ہی چکا تھا خواہ وہ طلاق دیتا یا طلاق نہ دیتا۔ لہٰذا ان گواہوں نے شوہر کی کوئی چیز تلف نہیں کی ہے البتہ بیوی کے ساتھ لطف اندوز ہونے اور جماع کا جو جواز تھا جس کو ملک نکاح کہا جاتا ہے اس کو ضائع کردیا ہے۔ یعنی ملکِ نکاح باقی نہیں رہا۔ لیکن ملک نکاح ایسی چیز ہے جس کا کوئی مثل نہیں ہے کیونکہ نہ تو بضع کی بضع کے ساتھ مماثلت ہے اور نہ بضع کی مماثلت مال کے ساتھ ہے۔ بضع کی بضع کے ساتھ مماثلت تو اس لئے نہیں کہ یہ تبادلہ شریعت میں حرام ہے یعنی شریعت میں یہ بات جائز نہیں ہے کہ اگر گواہوں نے شوہر کے بضع کو تلف کردیا تو وہ اسکے بدلہ میں دوسرا بضع لطف اندوز ہونے کیلئے دیدیں۔ اور مال کے ساتھ بضع کی مماثلت اس لئے نہیں کہ ملکِ بضع مال کے ساتھ متقوم نہیں ہوتا یعنی ملکِ بضع کی کوئی قیمتِ مالی نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ نکاح کے وقت بصورتِ مہر ملکِ بضع کی قیمت واجب ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بضع کی قیمت نہیں ہوتی بلکہ بضع کی عظمت وشرافت کو ظاہر کرنے کیلئے مہر لازم ہوتا ہے۔

❷ **بعد الدخول** کی قید کا فائدہ:۔ صاحب نورالانوار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ماتن نے طلاق بعد الدخول کی قید اس لئے لگائی کہ اگر گواہوں نے طلاق قبل الدخول کی شہادت دی اور پھر اس سے رجوع کرلیا تو وہ گواہ شوہر کے لئے نصف مہر تاوان دینے کے ذمہ دار ہوں گے۔ کیونکہ دخول سے پہلے شوہر پر صرف طلاق کے وقت مہر واجب ہوتا ہے اس لئے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ عورت ''نعوذ باللہ'' مرتد ہوجائے یا شوہر کے بیٹے سے (جو دوسری بیوی سے ہے) پھنس کر حرام کاری کر بیٹھے حالانکہ ان دونوں صورتوں میں عورت کے ناشزہ ہونے کی وجہ سے مہر بالکلیہ باطل ہوجاتا ہے۔ پس دخول سے پہلے طلاق پر گواہی دینے سے طلاق واقع ہوجائے گی اور طلاق کی وجہ سے جھوٹے گواہوں پر نصف مہر لازم ہوجائے گا۔

❸ **و ملك النكاح** کی ترکیب:۔ واؤ استنافیہ **ملك النكاح** مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء **لا يضمن** فعل ونائب فاعل **بالشهادة** مصدر **بالطلاق** جار مجرور مل کر متعلق ہوا مصدر کے **بعد الدخول** مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ، مصدر اپنے متعلق اور مفعول فیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویلِ مفرد خبر۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

0313 6357933 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الثالثة : فی أصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل.....**ثُمَّ لَمَّا فَرَغَ الْمُصَنِّفُ عَنْ بَيَانِ الْخَاصِ بِاَحْكَامِهٖ وَ اَقْسَامِهٖ شَرَعَ فِیْ بَيَانِ الْعَامِ فَقَالَ**

وَ اَمَّا الْعَامُ فَمَا يَتَنَاوَلُ اَفْرَادًا مُتَّفِقَةَ الْحُدُوْدِ عَلٰى سَبِيْلِ الشُّمُوْلِ و اَنَّهٗ يُوْجِبُ الْحُكْمَ فِيْمَا يَتَنَاوَلُهٗ قَطْعًا۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عام کی تعریف میں مذکورہ قیود کے فوائد بیان کریں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے عام کی تعریف میں لفظ **تناول** ذکر کیا ہے نہ کہ لفظ **استغراق** اس کی وجہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عام کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد (۴) تعریفِ عام میں تناول کا لفظ ذکر کرنے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فى السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ جب مصنف خاص اور اسکے احکام واقسام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب عام کے بیان میں شروع ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا کہ عام وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول ایسے افراد کو شامل ہو جن کی حدود متفق ہوں اور یہ اپنے افراد میں قطعی طور پر حکم کو واجب کرتا ہے۔

③ عام کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد:۔ عام کی تعریف میں ماتن نے **يتناول افرادا** کی قید سے عام کی تعریف سے خاص کو نکال دیا اور مثنیٰ کو بھی نکال دیا کیونکہ مثنیٰ دو فردوں کو شامل ہوتا ہے نہ کہ کئی افراد کو، باقی اس قید سے خاص العین اسلئے نکل گیا کہ خاص العین فردِ واحد اور شخص واحد کا نام ہے اور خاص الجنس اسلئے نکل گیا کہ جنس کے بارے میں بعض حضرات کا مذہب تو یہ ہے کہ جنس مفہوم کلی اور معنی کلی کیلئے وضع کیا گیا ہے اور بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ جنس فردِ منتشر کیلئے موضوع ہے یعنی ایسے ایک فرد کیلئے موضوع ہوتا ہے جس کا اطلاق ہر ہر فرد پر ہوسکتا ہے اور کثیر پر صدق کا احتمال ہوسکتا ہے اور خاص النوع اس لئے نکل گیا کہ نوع مفہومِ کلی اور معنی کلی کیلئے موضوع ہوتا ہے۔ نیز اس قید سے اسماءِ عدد بھی خارج ہو گئے کیونکہ عدد اجزاء کو شامل ہوتا ہے نہ کہ افراد کو اور اس قید سے مشترک بھی خارج ہو گیا اسلئے کہ مشترک معانی کو شامل ہوتا ہے اور افراد کو شامل نہیں ہوتا اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول **متفقة الحدود الخ** ماہیتِ عام کی تحقیق بیان کرنے کیلئے ہوگا اور کسی کو عام کی تعریف سے خارج کرنے کیلئے نہ ہوگا لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ **متفقة الحدود الخ** کی قید سے مشترک خارج ہو گیا اسلئے کہ مشترک مختلفۃ الحدود افراد کو شامل ہوتا ہے۔

④ تعریفِ عام میں تناول کا لفظ ذکر کرنے کی وجہ:۔ شارحؒ فرماتے ہیں کہ ماتن کا **يتناول** کا لفظ ذکر کرنا اور **استغراق** کا لفظ ذکر نہ کرنا علامہ فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع میں ہے۔ کیونکہ علامہ فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عام کا اپنے تمام افراد کو **على سبيل الاستغراق** شامل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ عام کا اپنے تمام افراد کو شامل ہونا کافی ہے۔ خواہ **استغراق** پایا جائے یا نہ پایا جائے۔

الشق الثانی.....**وَالْمَهْجُوْرُ شَرْعًا كَالْمَهْجُوْرِ عَادَةً مُرَتَّبٌ بِقَوْلِهٖ اَوْ مَهْجُوْرَةً اَىْ لَا يَلْزَمُ فِى الْمَصِيْرِ اِلَى الْمَجَازِ اَنْ تَكُوْنَ الْحَقِيْقَةُ مَهْجُوْرَةً عَادَةً بَلِ الْمَهْجُوْرُ شَرْعًا كَالْمَهْجُوْرِ عَادَةً حَتّٰى يَنْصَرِفَ التَّوْكِيْلُ بِالْخُصُوْمَةِ اِلَى الْجَوَابِ مُطْلَقًا۔** (ص ۱۱۶۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ **توكيل بالخصومة** میں امام زفر و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے اختلاف کو بیان کریں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فى السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو حقیقت شرعاً مہجور اور متروک ہو اس کا حکم وہی ہے جو حقیقت مہجورہ عادۃً کا حکم ہے یعنی جس طرح حقیقتِ مہجورہ عادۃ کی صورت میں مجاز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اسی طرح حقیقتِ مہجورہ شرعاً کی صورت میں بھی مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یعنی مجاز کی طرف رجوع کیا جانا صرف حقیقتِ مہجورہ عادۃً کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ حقیقتِ مہجورہ شرعاً کی صورت میں بھی مجاز کی طرف رجوع کیا جائے گا جس چیز کو شریعت نے ترک کر دیا ہو مسلمان بھی اپنے دین اور عقل کی وجہ سے اس پر عمل کرنے سے گریز ہی کرے گا۔

0313 6357913 maktabazakaria.amultan@gmail.com

③ **توکیل بالخصومة میں ائمہ کا اختلاف:۔** توکیل بالخصومة میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس طرح وکیل کو لا کہنے کی اجازت ہے اسی طرح نعم کہنے کی بھی اجازت ہے یعنی خصومت اگر چہ صرف انکار کا نام ہے۔لیکن وکیل کو انکار اور اقرار دونوں کی اجازت ہے کیونکہ صرف جھگڑا کرنا اور دوسرے کی بات کو صحیح ہونے کے باوجود بھی تسلیم نہ کرنا حرام ہے،اس وجہ سے یہاں بھی خصومت کا حقیقی معنی شرعاً مہجور ہے لہٰذا یہاں خصومت کا مجازی معنی یعنی مطلقاً جواب دینا مراد ہوگا۔

لیکن امام زفر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وکیل کا اپنے مؤکل پر اقرار جائز نہیں ہے کیونکہ مؤکل نے اس کو خصومت اور جھگڑے کا وکیل مقرر کیا ہے۔اور اقرار کی وجہ سے مصالحت اور مسالمت ہوتی ہے۔لہٰذا اقرار اس کی وکالت کی ضد ہے اور وکیل جس کام کا وکیل بنایا جاتا ہے۔وہ اس کے خلاف کا مجاز نہیں ہوتا۔تو ثابت ہوا کہ وکیل کا اپنے مؤکل پر اقرار کرنا درست نہ ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل .....وَ لَمَّا فَرَغَ عَنْ اَقْسَامِ السُّنَّةِ شَرَعَ فِیْ بَیَانِ الْاِجْمَاعِ فَقَالَ: بَابُ الْاِجْمَاعِ رُکْنُ الْاِجْمَاعِ نَوْعَانِ عَزِیْمَةٌ وَ هُوَ التَّکَلُّمُ مِنْهُمْ بِمَا یُوْجِبُ الْاِتِّفَاقَ اَوْ شُرُوْعُهُمْ فِی الْفِعْلِ اِنْ کَانَ مِنْ بَابِهٖ وَرُخْصَةٌ وَ هُوَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ اَوْ یَفْعَلَ الْبَعْضُ دُوْنَ الْبَعْضِ ۔(ص۲۳۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کی وضاحت کریں۔اجماع کی تعریف،حکم ومراتب بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی وضاحت (۴) اجماع کی تعریف،حکم ومراتب کی تفصیل۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ سنت کی اقسام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب اجماع کے بیان میں شروع ہونے کا ارادہ کیا پس فرمایا "باب الاجماع" اجماع کے رکن دو نوع ہیں:ایک عزیمۃ ہے اور وہ ان کا مایوجب الاتفاق کے تکلم کا نام ہے یا انکا فعل میں شروع ہونا اگر فعل کے باب سے ہو،اور دوسری قسم رخصۃ ہے اور وہ (رخصۃ) یہ ہے کہ بعض کا کلام کرنا یا بعض کا فعل کرنا۔

③ عبارت کی وضاحت:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے سنت کی اقسام کو بیان کیا اس کے بیان سے فارغ ہو کر اب اجماع کے بیان میں شروع ہو رہے ہیں۔مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اجماع کے دو رکن ہیں ایک عزیمۃ دوسرا رخصت۔ عزیمۃ ایک زمانہ کے مجتہدین کے کسی حکم پر متفق ہو جانے کا نام ہے یعنی اگر وہ حکم قول کی قبیل سے ہو تو سب یہ کہیں اجمعنا علی ھٰذا یعنی ہم سب نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے اور اگر وہ حکم فعل کی قبیل سے ہو تو سب اس فعل کے کرنے میں شروع ہو جائیں چنانچہ عقد مضاربۃ یا مزارعۃ یا شرکت اسی قسم میں داخل ہیں کہ ان پر اہلِ اجتہاد کا عملی اجماع ہے۔

رخصت سے مراد یہ ہے کہ بعض اصحاب اجتہاد قول یا فعل پر متفق ہو جائیں اور باقی خاموش رہیں اور مدۃ تامل کے گزرنے کے بعد بھی ان پر رد اور نکیر نہ کریں اور یہ مدۃ تامل تین دن یا مجلس علم ہے اور اس کا نام اجماع سکوتی ہے۔

④ اجماع کی تعریف،حکم ومراتب کی تفصیل:۔ اجماع کا لغوی معنی اتفاق،عزم،اور پختہ ارادہ کرنا ہے اور اصطلاحی طور پر کسی ایک زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینا اجماع ہے۔

حکم:امور شرعیہ میں اجماع یقین اور قطعیت کا فائدہ دیتا ہے۔اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔البتہ بعض عوارض کی بناء پر بعض جگہوں میں قطعیت اور یقین کا فائدہ نہیں دیتا جیسے اجماع سکوتی۔

مراتب:اجماع کے قوت وضعف اور یقین وظن کے اعتبار سے متعدد مراتب ہیں:①سب سے زیادہ قوی اجماع صحابہ

0313 6357913 maktabahazhariyamultan@gmail.com

کرام رضی اللہ عنہم کا وہ اجماع ہے جو نصًا ہو جیسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یوں کہیں اَجْمَعْنَا عَلٰی هٰذا یہ اجماع آیت اور خبر متواتر کے مرتبہ میں ہے چنانچہ اسکا منکر کافر ہوگا۔ ② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہ اجماع سکوتی ہے جسمیں بعض صحابہ نے نص کی ہو اور باقی صحابہ خاموش رہے ہوں۔ اسکا انکار کرنیوالا کافر نہیں کہلائے گا اگرچہ اس نوع کا اجماع ادلہ قطعیہ میں سے ہے۔ ③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ہر زمانہ میں آنیوالے لوگوں کا اجماع ہے۔ بشرطیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس حکم کا خلاف ظاہر نہ ہوا ہو۔ یہ اجماع خبرِ مشہور کی مانند ہے اور طمانینت کا فائدہ دے گا، یقین کا فائدہ نہ دے گا۔ ④ کسی ایسے مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے لوگ اتفاق کرلیں جو پہلے دور میں مختلف فیہ تھا، یہ سب سے کمزور درجہ کا اجماع ہے، اور یہ خبر واحد کے درجہ میں ہے، یہ اجماع عمل کو تو ثابت کریگا لیکن علمِ یقینی وقطعی کو ثابت نہیں کرے گا، البتہ یہ اجماع قیاس سے مقدم ہوگا جس طرح کہ خبرِ واحد قیاس سے مقدم ہوتی ہے۔

الشق الثانی..... اَلْاَوَّلُ فِی وُجُوْهِ النَّظْمِ صِیْغَةً وَّلُغَةً: یَعْنِیْ اَنَّ التَّقْسِیْمَ الْاَوَّلَ فِیْ طُرُقِ النَّظْمِ مِنْ حَیْثُ الصِّیْغَةِ وَاللُّغَةِ، وَ الطُّرُقُ: هِیَ الْاَنْوَاعُ وَالْاَصْنَافُ فَکَاَنَّهٗ قَالَ: اَلْاَوَّلُ فِیْ اَنْوَاعِ النَّظْمِ مِنْ حَیْثُ الْوَضْعِ: اَیْ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ وُضِعَ لِمَعْنًی وَاحِدٍ اَوْ اَکْثَرَ مَعَ قَطْعِ النَّظْرِ عَنْ اِسْتِعْمَالِهٖ وَ ظُهُوْرِهٖ، وَاِنَّمَا قَدَّمَ الصِّیْغَةَ عَلَی اللُّغَةِ لِاَنَّ لِلْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ زِیَادَةَ تَعَلُّقٍ بِالصِّیْغَةِ فِی الْاَغْلَبِ۔ (ص ۱۷۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ صیغہ اور لغت کا معنی بیان کریں۔ تقسیم اول کی اقسام کی وجہ حصر تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) صیغہ اور لغت کا معنی (۴) تقسیم اول کی اقسام کی وجہ حصر۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پہلی تقسیم صیغہ اور لغت کے لحاظ سے نظم کی انواع واقسام کے بیان میں ہے۔ یعنی پہلی تقسیم صیغہ اور لغت کے اعتبار سے نظم کی قسموں کے بیان میں ہے۔ اور طرق وہ انواع اور اقسام ہیں۔ گویا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ پہلی تقسیم وضع کے لحاظ سے نظم کی اقسام میں ہے۔ یعنی اس لحاظ سے کہ نظم ایک یا ایک سے زیادہ معنوں کیلئے وضع کیا گیا ہو قطع نظر اس کے استعمال اور ظہور معنی کے۔ اور صیغہ کو لغت پر اس لئے مقدم کیا کہ زیادہ تر عام اور خاص ہونے کا تعلق صیغہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

③ صیغہ اور لغت کا معنی:۔ صیغہ لفظ کی اس خاص شکل کا نام ہے جو حروف کو ترتیب دینے اور ان پر حرکات وسکنات کے لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور لغت مادہ اور ہیئت دونوں کا نام ہے لیکن اس جگہ لغت سے مراد صرف مادہ ہی ہے کیونکہ یہاں لغت صیغہ کے مقابلہ میں واقع ہے۔ اور صیغہ سے مراد ہیئت ہے۔

④ تقسیم اوّل کی اقسام کی وجہِ حصر:۔ وضع کے اعتبار سے نظم کی چار قسمیں (خاص، عام، مشترک، مؤول) ہیں ان کی دلیل حصر یہ ہے کہ لفظ اپنی وضع کے اعتبار سے ایک معنی پر دلالت کرے گا یا ایک سے زائد معنی پر دلالت کرے گا، اگر ایک معنی پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں ایک معنی پر دلالت بلا شرکتِ غیر ہوگی یا مع شرکتِ غیر ہوگی، اگر بلا شرکتِ غیر دلالت ہو تو وہ خاص ہے اور اگر مع شرکتِ غیر دلالت ہو تو عام ہے، اور اگر لفظ ایک سے زائد معنی پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں ان معانی میں سے کوئی ایک معنی تاویل کے ذریعے راجح ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اگر تاویل کے ذریعہ ایک معنی راجح ہو تو مؤول ہے اور اگر تاویل کے ذریعہ کوئی معنی راجح نہ ہو سب معانی برابر ہوں تو مشترک ہے۔

0313 6357917 maktabahazatariyamiltan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل..... وَکَانَ الْمَهْرُ مُقَدَّرًا شَرْعًا غَیْرَ مُضَافٍ اِلَی الْعَبْدِ، عَطْفٌ عَلٰی مَا سَبَقَ وَ تَفْرِیْعٌ عَلٰی حُکْمٍ

اَلْخَاص: اَیْ وَلِاَجَلِ اَنَّ الْعَمَلَ بِالْخَاصِ وَاجِبٌ وَلَا یَحْتَمِلُ الْبَیَانَ کَانَ الْمَهْرُ مُقَدَّرًا مِنْ جَانِبِ الشَّارِعِ، غَیْرِ مُضَافٍ تَقْدِیْرُهٗ اِلَی الْعِبَادِ۔ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں۔مہر کی اقل مقدار میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل تحریر کریں۔(۳۰۔رحمانیہ)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور مہر شرعی طور پر مقدر ہے بندے کی طرف منسوب نہیں ہے اس جملہ کا ماقبل پر عطف ہے اور یہ خاص کے حکم پر تفریع ہے یعنی اس وجہ سے کہ خاص کے حکم پر عمل واجب ہے اور بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔مہر شارع کی طرف سے مقدر ہوگا بندوں کی طرف اس کو مقدر کرنا منسوب نہ ہوگا۔

③ مہر کی اقل مقدار میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ احناف اور شوافع کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ مہر کی اقل مقدار شارع کی جانب سے مقرر ہے یا نہیں، احناف کے نزدیک مہر کی زیادہ سے زیادہ تو مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم مقدار ہمارے نزدیک شارع کی طرف سے دس درہم مقرر ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک مہر کی مقدار مقرر کرنا بندوں کے سپرد ہے بندے جو مقدار مقرر کریں گے وہی مہر ہوگا۔شارع کی طرف سے مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے نہ کم نہ زیادہ۔احناف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد **قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ** (ہم کو معلوم ہے جو ہم نے ان مردوں پر ان کی بیویوں کے حق میں اور ان کی باندیوں کے حق میں مقرر کیا ہے) ہے اس آیت میں ''فرض'' خاص لفظ ہے جو کہ معلوم معنی تقدیر اور تعیین کے لئے موضوع ہے۔اور اس پر دلیل یہ ہے کہ فرض کا غلبۂ استعمال شرعاً تقدیر ہی کے معنی میں ہے گویا کہ لفظ فرض تقدیر کے معنی میں حقیقتِ عرفیہ ہے، کہا جاتا ہے **فرض القاضی النفقة** (قاضی نے نفقہ مقرر کیا)۔پس معلوم ہوا کہ مہر اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر اور مقرر ہے۔پس فرض بمعنی تقدیر تو خاص ہے مگر مقرر کی ہوئی مقدار مجمل ہونے کی وجہ سے محتاج بیان ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کی تفسیر اور وضاحت کرتے ہوئے فرمایا **لا مهر اقل من عشرة دراهم**۔لہٰذا دس درہم سے کم مہر مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ عقدِ نکاح بھی ایک عقدِ معاوضہ ہے لہٰذا جو چیز ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ چیز مہر بننے کی بھی صلاحیت رکھتی ہے خواہ کم ہو یا زیادہ ہو۔

الشق الثانی ..... **وَ فِعْلُ اللَّاحِقِ بَعْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ حَتّٰی لَا یَتَغَیَّرُ فَرْضُهٗ بِنِیَّةِ الْاِقَامَةِ ، مِثَالٌ لِلْاَدَاءِ الشَّبِیْهِ بِالْقَضَاءِ ، فَاِنَّ اللَّاحِقَ هُوَ الَّذِیْ اِلْتَزَمَ الْاَدَاءَ مَعَ الْاِمَامِ مِنْ اَوَّلِ التَّحْرِیْمَةِ ثُمَّ سَبَقَهُ الْحَدَثُ فَتَوَضَّاَ وَ اَتَمَّ بَقِیَّةَ الصَّلٰوةِ بَعْدَ فَرَاغِ الْاِمَامِ، فَاِنَّ هٰذَا الْاِتْمَامَ اَدَاءٌ مِنْ حَیْثُ بَقَاءِ الْوَقْتِ، وَ شَبِیْهٌ بِالْقَضَاءِ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ لَمْ یُؤَدِّ کَمَا اِلْتَزَمَ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔اداء وقضاء کی تعریف واقسام لکھیں، خط کشیدہ جملے کا مطلب بھی لکھیں۔(۴۴۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) اداء وقضاء کی تعریف واقسام (۴) جملۂ مخطوطہ کا مطلب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور امام کی فراغت کے بعد لاحق مقتدی کا فعل حتی کہ لاحق کا فرض اقامت کی نیت سے متغیر نہیں ہوتا ہے۔یہ اداء مشابہ بالقضاء کی مثال ہے، کیونکہ لاحق وہ مقتدی ہے جس نے اول تحریمہ سے امام کے ساتھ اداء کرنے کا التزام کیا ہو پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا ہو پھر وہ وضوء کر کے امام کی فراغت کے بعد بقیہ نماز پوری کرے۔ اس لئے کہ یہ اتمام بقائے وقت کے لحاظ سے اداء ہے اور اس لحاظ سے مشابہ بالقضاء ہے کہ اس نے جس طرح التزام کیا تھا اس طرح اداء نہیں کر سکا۔

③ اداء وقضاء کی تعریف واقسام:۔ اداء: **هو تسلیم عین الواجب بالامر** یعنی امر سے واجب شدہ چیز کو بعینہٖ سپرد کرنا اداء ہے پھر اداء کی تین قسمیں ہیں ① اداء کامل ② اداء قاصر ③ اداء شبیہ بالقضاء۔لیکن ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی بیان

0313 6357713 maktabazakariyamultan@gmail.com

کردہ تقسیم میں تسامح ہے اس لئے کہ کسی تقسیم کی اقسام میں تقابل کا موجود ہونا ضروری ہے مگر یہاں تقابل نہیں ہے اس لئے کہ اداء شبیہ بالقضاء ادائے کامل ہوگی یا اداء قاصر ہوگی۔ لہٰذا تیسری قسم اور پہلی دونوں قسموں کے درمیان تقابل نہیں ہے لہٰذا اس طرح تقسیم کرنا زیادہ مناسب تھا کہ اداء کی ابتداءً دو قسمیں ہیں ① اداء محض ② اداء مشابہ بالقضاء۔

پھر اداء محض کی دو قسمیں ہیں ① اداءِ کامل: کسی چیز کو اس طور پر ادا کرنا جیسے وہ چیز مشروع ہوئی ہو جیسے نماز کو باجماعت اداءِ کامل کی مثال کیونکہ نماز باجماعت ہی مشروع ہوئی ہے ② اداء قاصر: کسی چیز کو مشروع طریقہ کے خلاف ادا کیا جائے جیسے تنہا نماز ادا کرنا یہ مشروع طریقہ کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ منفرد سے جہری نماز میں جہر کا وجوب بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ اداءِ مشابہ بالقضاء کا مطلب یہ ہے کہ ادا میں التزام کے لحاظ سے قضاء کے ساتھ مشابہت موجود ہو یعنی ادا کا التزام ایک جہت پر ہو اور ادائیگی دوسری جہت پر ہو جیسے امام کے فارغ ہونے کے بعد لاحق کا نماز کو مکمل کرنا، اس اعتبار سے کہ یہ نماز کا وقت بھی ہے اور حکمًا اقتداء بھی ہے کہ قراءت لازم نہیں ہے یہ ادا ہے اور اس اعتبار سے کہ اس نے جیسے (باجماعت) نماز ادا کرنے کا التزام کیا تھا ویسے نماز ادا نہیں کی۔

قضاء: **ھو تسلیم مثل الواجب بالامر** یعنی امر سے واجب شدہ چیز کی مثل کو سپرد کرنا قضاء ہے پھر قضاء کی تین قسمیں ہیں:

① قضاءِ محض: کہ اس میں اداء کا معنی بالکل نہ ہو، نہ حقیقتًا اور نہ حکمًا ② قضاء بمعنی الاداء: کہ اس میں اداء کا معنی موجود ہو ③ قضاء مشابہ بالاداء: کہ قضاء اداء کی مثل ومشابہ ہو جیسے نمازِ عید کے رکوع میں شامل ہونے والے شخص کا رکوع میں ہاتھ اٹھائے بغیر زائد تکبیرات کہنا، کہ یہ اپنے وقت (حالتِ قیام) سے فوت ہونے کی وجہ سے قضاء ہے اور چونکہ رکوع قیام کے ہی مشابہ ہے (کہ رکوع میں نصفِ اسفل قیام کی طرح قائم رہتا ہے، نیز رکوع میں شامل ہونے والا حکمًا پوری رکعت کو پانے والا شمار ہوتا ہے) اس لئے رکوع میں تکبیرات کا کہنا گویا حالتِ قیام میں ہی کہنا ہے۔ پھر قضاء بمعنی الاداء کی دو قسمیں ہیں: ① قضاء بمثلِ معقول: کہ شرع کے بغیر محض عقل کے ذریعہ اس کی مماثلت کا ادراک ہوسکے جیسے روزہ کی قضاء روزہ سے کرنا ② قضاء بمثلِ غیر معقول: کہ شرع کے بغیر عقل کے ذریعہ اس کی مماثلت کا ادراک نہ ہوسکے اور عقل اس کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہو جیسے روزہ کے عوض فدیہ ادا کرنا۔

④ جملۂ مخطوطہ کا مطلب:۔ اس خط کشیدہ جملہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ لاحق کی نماز کے ادا مشابہ بالقضاء ہونے کے ثمرہ کو ذکر فرمارہے ہیں کہ امام کے فارغ ہونے کے بعد لاحق کا اپنی بقیہ نماز کو ادا کرنا ادا مشابہ بالقضاء کی مثال ہے۔ اس نماز کے قضاء ہونے کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر کسی مسافر نے دوسرے مسافر کی اقتداء کی (قصر نماز کی اقتداء کی) اس کو نماز میں حدث لاحق ہوگیا وہ وضو کی تجدید کے لئے اپنے شہر گیا یا اس نے وہیں پر اقامت کی نیت کرلی اور وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد واپس آیا بشرطیکہ اس نے کوئی بات چیت بھی نہیں کی تو اب وہ قصر نماز ہی ادا کرے گا حالانکہ وہ اقامت کی نیت کرچکا ہے۔ جیسا کہ قضاءِ محض کی صورت میں اقامت کی نیت سے مسافر کا فرض متغیر وتبدیل نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں بھی لاحق کا فرض اقامت کی نیت سے تبدیل نہیں ہوا۔

البتہ اسی لاحق مسافر نے کسی مسافر کی بجائے مقیم کی اقتداء کی یا امام کے فارغ ہونے سے پہلے ہی دوبارہ جماعت میں شامل ہوگیا یا اسی دوران اس نے کوئی بات چیت کرلی تو ان تمام صورتوں میں اقامت کی نیت سے مقیم ہوجائیگا اور اس پر اقامت والی نماز لازم ہوجائیگی۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الثالثة : فی أصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل .....وَإِنَّمَا يَحْنَثُ إِذَا قَدِمَ لَيْلًا أَوْنَهَارًا فِيْ قَوْلِهٖ " عَبْدُهٗ حُرٌّيَوْمَ يَقْدَمُ فُلَانٌ" جَوَابُ سُؤَالٍ آخَرَ، تَقْدِيْرُهٗ أَنَّهٗ إِذَاحَلَفَ أَحَدٌ فَقَالَ عَبْدِي حُرٌّيَوْمَ يَقْدَمُ فُلَانٌ، فَالْيَوْمُ حَقِيْقَةٌ فِي النَّهَارِ، وَمَجَازٌ فِي اللَّيْلِ، وَأَنْتُمْ جَمَعْتُمْ بَيْنَهُمَا وَقُلْتُمْ بِأَنَّهٗ إِنْ قَدِمَ فُلَانٌ لَيْلًا أَوْنَهَارًا يُعْتَقُ الْعَبْدُ ۔(ص۱۱۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگانے کے بعد ترجمہ کریں۔ عبارت میں ذکر کردہ اعتراض کی وضاحت کرنے کے بعد اس کا جواب لکھیں۔ **یوم** کے متعلق شارح نے اس مقام پر جو ضابطہ تحریر کیا ہے وہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت میں مذکور اعتراض و جواب کی وضاحت (۴) **یوم** کے متعلق ضابطہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور حانث ہو جائے گا حالف اپنے قول **عبدی حر یوم یقدم فلان** میں جبکہ وہ فلاں شخص رات یا دن میں آئے، یہ عبارت ایک اور سوال کا جواب ہے، اس کی تقریر یہ ہے کہ جب کسی شخص نے قسم کھائی اور کہا کہ **عبدی حر یوم یقدم فلان**، پس یوم کا لفظ دن کے معنی میں حقیقت ہے اور رات کے معنی میں مجاز ہے اور تم نے ان دونوں کو جمع کر دیا اور تم نے کہا کہ اگر فلاں شخص رات کو آئے یا دن کو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

③ عبارت میں مذکور اعتراض و جواب کی وضاحت:۔ احناف کے نزدیک جمع بین الحقیقت والمجاز جائز نہیں ہے اس قاعدہ پر متعدد اعتراضات میں سے ایک یہ اعتراض ہے کہ اے احناف! تم کہتے ہو کہ ایک لفظ سے ایک ہی وقت میں معنی حقیقی و مجازی مراد لینا (جمع بین الحقیقت والمجاز) جائز نہیں حالانکہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر آج فلاں شخص آیا تو میرا غلام آزاد ہے پس اگر وہ شخص دن کو آئے تب بھی غلام آزاد ہے اور اگر رات کو آئے تب بھی غلام آزاد ہے حالانکہ یوم کا معنی دن حقیقت ہے اور یوم کا معنی رات مجاز ہے، پس احناف کے نزدیک دن و رات دونوں وقتوں میں فلاں کے آنے سے غلام کا آزاد ہونا جمع بین الحقیقت والمجاز ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہے لہٰذا دن یا رات میں کسی بھی وقت فلاں کے آنے سے غلام کا آزاد ہونا جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ عموم مجاز کی وجہ سے ہے اور عموم مجاز کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لیا جائے کہ معنی حقیقی بھی اس کا ایک فرد بن جائے پس جب یوم سے مجازی طور پر مطلق وقت مراد لیا تو یہ دن و رات دونوں کو شامل ہو گیا۔

بعض حضرات نے اس کا دوسرا جواب یہ دیا کہ لفظِ یوم دن اور مطلق وقت کے درمیان مشترک ہے اور یہاں پر مطلق وقت کے معنی میں ہے اور **یوم یقدم** کا معنی **ای وقت یقدم فلان** ہے یعنی جس وقت بھی فلاں شخص آئے گا میرا غلام آزاد ہو جائے گا، اور وقت کا اطلاق دن و رات دونوں پر ہوتا ہے، لہٰذا جمع بین الحقیقت والمجاز لازم نہ آیا۔

④ **یـــــوم** کے متعلق ضابطہ:۔ ابھی اعتراض کے جواب میں کہا گیا کہ یہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہے دن مراد نہیں ہے تو کسی ضابطہ کے تحت یوم کا یہ معنی بیان کیا گیا ہے یا ایسے ہی اعتراض سے جان چھڑائی ہے تو شارح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے باقاعدہ ضابطہ کے تحت یہ معنی بیان کیا ہے۔ ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر یوم کی طرف ایسے فعل کی نسبت و اضافت کی جائے جو ممتد ہو یعنی ایسا فعل ہو کہ اس کے لئے مدت بیان کی جا سکتی ہو (جیسے رکوب) مثلاً **رکبت هذه الدابة یوما** تو اس صورت میں یوم سے دن کا معنی مراد ہوگا کیونکہ دن ایسا ممتد زمانہ ہے جس کو فعل کیلئے معیار بنایا جا سکتا ہے۔ اور اگر فعل غیر ممتد ہو یعنی فعل ایسا ہو جس کیلئے مدت بیان نہ کی جا سکتی ہو (جیسے قدوم، وقوعِ طلاق، وقوعِ عتق وغیرہ) تو اس صورت میں یوم سے مطلق وقت مراد ہوگا کیونکہ فعل غیر ممتد کے لئے وقت کا ایک جز ہی کافی ہوتا ہے اس کیلئے طویل وقت درکار نہیں ہوتا۔ البتہ یہاں پر اختلاف ہے کہ یوم کے ساتھ دو فعل مذکور ہوتے ہیں ایک یوم کا عامل اور دوسرا یوم کا مضاف الیہ، تو دونوں فعلوں میں سے ممتد و غیر ممتد ہونے میں کس فعل کا اعتبار ہوگا؟

اس بارے میں ضابطہ بیان کیا کہ اگر دونوں فعل ممتد ہوں تو پھر یوم سے مراد دن ہی ہوگا جیسے **امرکِ بیدك یوم یرکب فلان** اس میں امر بالید اور رکوب دونوں فعل ممتد ہیں لہٰذا یوم سے مراد دن ہے اگر مضاف الیہ و عامل دونوں فعل غیر ممتد ہوں تو پھر

0313 6957913 maktabazakariyamultan@gmail.com

یوم سے مراد مطلق وقت ہی ہوگا جیسے عبدی حر یوم یقدم فلان اس میں حریتِ عبد اور قدومِ فلاں دونوں فعل غیر ممتد ہیں یوم سے مراد مطلق وقت ہے۔ اگر ایک فعل ممتد اور دوسرا غیر ممتد ہو تو اس صورت میں یوم کا عامل جو فعل ہے اس کا اعتبار ہے اگر وہ ممتد ہے تو یوم سے مراد دن ہے اور اگر وہ عامل فعلِ غیر ممتد ہے تو یوم سے مراد مطلق وقت ہے جیسے امرك بيدك يوم يقدم فلان اس میں فعل عامل ممتد فعل ہے اس لئے یہاں یوم سے مراد دن ہے اور انت طالق يوم يركب فلان اس میں فعل عامل یعنی وقوعِ طلاق غیر ممتد فعل ہے اس لئے یہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہے۔

الشق الثانی.....وَلَا يَلْحَقُ غَيْرُ الْخَمْرِ: تَفْرِيْعٌ ثَانٍ وَ عَطْفٌ عَلٰى قَوْلِهٖ: اِنَّ الْوَصِيَّةَ يَعْنِىْ لَا يَلْحَقُ غَيْرَ الْخَمْرِ مِنْ اَخَوَاتِهَا: وَ هِىَ الطِّلَاءُ، وَ نَقِيْعُ التَّمْرِ، وَ نَقِيْعُ الزَّبِيْبِ وَ نَحْوِهٖ مِنْ سَائِرِ الْمُسْكِرَاتِ بِالْخَمْرِ مِنْ حَيْثُ الْحُرْمَةِ وَاِيْجَابِ الْحَدِّ، فَاِنَّ فِى الْخَمْرِ يَجِبُ الْحَدُّ بِشُرْبِ قَطْرَةٍ مِنْهَا، وَ تَحْرُمُ قَطْرَةٌ مِنْهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّصِلَ اِلٰى حَدِّ السُّكْرِ، وَ غَيْرُهَا لَا يَحْرُمُ وَلَا يَسْتَوْجِبُ الْحَدَّ مَالَمْ يَسْكُرْ۔ (ص۱۰۸۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں۔ خمر کی تعریف کریں۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فى السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور غیر خمر خمر کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا۔ یہ دوسری تفریع ہے اور اس کا عطف مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے قول ان الوصية پر ہے یعنی خمر کے علاوہ دوسری نشہ آور چیزیں، طلاء، نقیع التمر، نقیع زبیب اور اسکے علاوہ دیگر شرابیں حرمت اور حد کو واجب کرنے کے اعتبار سے خمر کے ساتھ لاحق نہیں ہوتیں اسلئے کہ خمر کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد واجب ہوتی ہے اور اسکا ایک قطرہ بھی حرام ہے، بغیر اسکے کہ وہ حدِ سکر تک پہنچے اور اسکے علاوہ دیگر چیزیں جب تک نشہ آور نہ ہوں نہ حرام ہوتی ہیں اور نہ موجبِ حد ہوتی ہیں۔

③ خمر کی تعریف:۔ انگور کا کچا پانی جب وہ گاڑھا ہو جائے جوش کھا کر ابلنے لگے اور جھاگ پھینکنے لگے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل.....وَاِذَا عِنْدَ نُحَاةِ الْكُوْفَةِ تَصْلَحُ لِلْوَقْتِ وَ الشَّرْطِ عَلَى السَّوَاءِ، فَيُجَازٰى بِهَا مَرَّةً وَلَا يُجَازٰى بِهَا اُخْرٰى: يَعْنِىْ اَنَّهَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ الظَّرْفِ وَالشَّرْطِ، فَتُسْتَعْمَلُ تَارَةً عَلٰى اِسْتِعْمَالِ كَلِمِ الْمُجَازَاةِ مِنْ جَعْلِ الْاَوَّلِ سَبَبًا وَالثَّانِىْ مُسَبَّبًا، وَ مِنْ جَزْمِ الْمُضَارِعِ بَعْدَهَا، وَ دُخُوْلِ الْفَاءِ فِى جَزَائِهَا وَ تَارَةً عَلٰى اِسْتِعْمَالِ كَلِمَاتِ الظُّرُوْفِ مِنْ غَيْرِ جَزْمٍ، وَ دُخُوْلِ فَاءٍ فِيْمَا بَعْدَهَا۔ (ص۱۴۸۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ اذا ظرفیہ اور شرطیہ کی مثالیں بطرزِ شعر تحریر کریں۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ كمامرّ فى السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور کلمۂ اذا نحاتِ کوفہ کے نزدیک وقت اور شرط دونوں کی یکساں صلاحیت رکھتا ہے۔ پس کلمۂ اذا کی وجہ سے کبھی جزاء لائی جائے گی اور کبھی جزاء نہیں لائی جائیگی یعنی کلمۂ اذا ظرف اور شرط کے درمیان مشترک ہے۔ پس کبھی وہ کلماتِ شرط کی طرح استعمال ہوتا ہے یعنی اوّل کو سبب اور ثانی کو مسبب قرار دیا جاتا ہے اور اسکے بعد مضارع کو جزم اور اسکی جزا پر فاء کو داخل کیا جاتا ہے اور کبھی کلماتِ ظرف کی طرح استعمال ہوتا ہے یعنی اسکے بعد نہ مضارع پر جزم ہوگی اور نہ جزاء میں کلمۂ فاء داخل ہوگا۔

③ اذا ظرفیہ اور شرطیہ کی مثالیں بطرزِ شعر:۔ کلمۂ اذا کے ظرفی معنی میں استعمال کی مثال یہ شعر ہے۔

وَ اِذَا تَكُوْنُ كَرِيْهَةٌ اُدْعٰى لَهَا وَ اِذَا يُحَاسُ الْحَيْسُ يُدْعٰى جُنْدُبُ (جب کوئی سختی پیش آتی ہے تو مجھے بلایا جاتا ہے اور جب عمدہ کھانا تیار کیا جاتا ہے تو جندب یعنی ارے غیرے، نتھو خیرے کو بلایا جاتا ہے)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اورکلمہ اذا شرط کے معنی میں استعمال ہوتو اس کی مثال یہ شعر ہے۔

وَاسْتَغْنِ مَا اَغْنَاكَ رَبُّكَ بِالْغِنٰى وَاِذَا تُصِبْكَ خَصَاصَةٌ فَتَحَمَّلْ (اے مخاطب! قناعت و بے نیازی سے رہا کر جب تک تجھے تیرا پروردگار مال سے نوازتا رہے اور جب تجھ پر فقر وفاقہ کی مصیبت آئے تو برداشت سے کام لے)۔

الشق الثانی.....وَالطَّهَارَةِ فِیْ اٰیَةِ الطَّوَافِ: عَطْفٌ عَلٰی قَوْلِهٖ "اَلْوَلَاءِ" وَتَفْرِیْعٌ ثَالِثٌ عَلَیْهِ: اَیْ اِذَا كَانَ الْخَاصُّ بَیِّنًا بِنَفْسِهٖ لَایَحْتَمِلُ الْبَیَانَ: فَبَطَلَ شَرْطُ الطَّهَارَةِ فِی اٰیَةِ الطَّوَافِ، وَهِیَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی "وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ" فَاِنَّ الشَّافِعِی یَقُوْلُ: اِنَّ طَوَافَ الْبَیْتِ لَایَجُوْزُ بِدُوْنِ الطَّهَارَةِ۔ (ص۲۴۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ترجمہ کریں۔طہارت فی الطّواف کے مسئلہ میں اختلاف مدلل بیان کریں۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔وَالطَّهَارَةِ فِیْ اٰیَةِ الطَّوَافِ مصنف کے قول اَلْوَلَاءِ پر معطوف ہے اور اس پر تیسری تفریع ہے یعنی جب خاص بین بنفسہ ہے بیان کا احتمال نہیں رکھتا تو آیتِ طواف میں طہارت کی شرط لگانا باطل ہے اور وہ آیت اللہ تعالیٰ کا قول وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ہے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کا طواف بغیر طہارت کے جائز نہیں ہے۔

③ طہارت فی الطّواف میں اختلاف ائمہ مع الدلائل:۔ بیت اللہ کے طواف کیلئے وضوء شرط ہے یا نہیں ہے اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔احناف کے نزدیک وضو شرط نہیں ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طوافِ بیت اللہ کیلئے وضو شرط ہے اور بغیر وضو کے طواف درست نہیں ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی دلیل ترمذی شریف کی یہ حدیث ہے عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ الا انکم تتکلمون فیه فمن تکلم فیه فلا یتکلم الا بخیر (بیت اللہ کا طواف نماز کی مانند ہے مگر تم اس میں کلام کر سکتے ہو پس جو شخص طواف میں کلام کرے تو وہ خیر کی ہی کرے) اس حدیث میں طواف کو نماز یا نماز کے مانند قرار دیا گیا ہے۔پس جس طرح نماز بغیر وضو کے جائز نہیں ہے اسی طرح طواف بھی بغیر وضو جائز نہ ہوگا۔

دوسری دلیل یہ حدیث ہے اَلَا لَا یَطُوْفَنَّ بِالْبَیْتِ مُحْدِثٌ وَلَا عُرْیَانٌ (خبردار! کوئی شخص بے وضو ننگے ہونے کی حالت میں طواف نہ کرے) اس حدیث میں بھی طواف کیلئے وضو ضروری ہے، حنیفہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ہے۔اس میں ''طواف'' لفظِ خاص ہے جو معنی معلوم کیلئے موضوع ہے اور وہ معنی بیت اللہ کے اردگرد چکر لگانا ہے اور اس میں طہارت کی کوئی شرط نہیں ہے۔لہٰذا طواف کے لئے وضو کو شرط قرار دینا خاص کے مطلق حکم میں زیادتی کرنا ہے جو کہ جائز نہیں۔

باقی ان دو احادیث کی بناء پر وضو کو شرط قرار دینے کی دو صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ مذکورہ احادیث کو اس آیت کیلئے بیان تفسیر قرار دیا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ آیت مجمل ہے اور یہ احادیث اس کے لئے بیانِ تفسیر ہیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ مذکورہ احادیث کی وجہ سے آیت کو منسوخ قرار دیا جائے مگر ان دونوں صورتوں پر عمل ممکن نہیں ہے پہلی صورت پر تو اس لئے کہ طواف لفظ خاص ہے اور خاص بین بنفسہ ہونے کی وجہ سے بیان تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا۔دوسری صورت پر اس لئے عمل ممکن نہیں کہ یہ دونوں احادیث اخبارِ احاد ہیں۔ اور اخبارِ آحاد سے آیات الٰہیہ کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔البتہ مذکورہ احادیث اخبارِ آحاد کی وجہ سے طواف کے لئے وضو واجب ہے اس کے ترک کرنے سے طواف میں نقصان لازم آئے گا۔جس کو طواف زیارت میں دم (بکری ذبح کرنے) سے اور اس کے علاوہ طوافِ قدوم وغیرہ میں صدقہ کے ذریعہ اس نقصان کا ازالہ کیا جائے گا۔

0313 6557613 maktabakarkriyanultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل.....ولذلك صحّ ایقاع الطلاق بعدالخلع و وجب مهر المثل بنفس العقد فی المفوضة۔

عبارت میں بیان کردہ دونوں مسئلوں کی بطرزِ شارح وضاحت کریں۔لذلك کا مشارالیہ بیان کریں۔خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق؟

اس کے متعلق امام شافعی اور حضرات حنفیہ کا اختلاف مدلل بیان کریں۔(ص ۲۸۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح (۲) **ذالك** کا مشارالیہ (۳) خلع کے فسخ یا طلاق ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل۔

جواب ..... ❶ عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح۔ مذکورہ عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو مسئلے ذکر فرمائے ہیں، اوّل مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب خاص کا مدلول قطعی واجب الاتباع ہے تو ایک شخص نے جب اپنی بیوی سے خلع کرلیا اور وہ ابھی عدت میں تھی پھر اس کو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہمارے نزدیک صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خلع کے بعد ارشاد فرمایا **فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ الخ** اس میں لفظِ فاء خاص لفظ ہے جو خاص معنیٰ تعقیب کیلئے موضوع ہے۔اور تعقیب کہتے ہیں مابعد کا ماقبل پر مرتب ہونا۔پس فاء جو ایک خاص لفظ ہے وہ اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوگا یعنی فاء کا مابعد بغیر کسی فصل کے اپنے ماقبل پر مرتب ہوگا اور اس فاء کا ماقبل خلع ہے تو گویا تیسری طلاق خلع پر مرتب ہوئی اور تیسری طلاق کے خلع پر مرتب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خلع کے بعد طلاق ہوسکتی ہے۔

دوسرے مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب خاص پر عمل کرنا واجب ہے اور بیان کا احتمال نہیں رکھتا تو اگر کسی ولی نے کسی عورت کا نکاح بغیر ذکرِ مہر یا مہر کی نفی کے ساتھ کسی سے کردیا تو شوہر پر محض عقد سے مہرِ مثلی واجب ہوجائے گا وطی تک تاخیر نہ کی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ** ،اس آیت میں ایک لفظ باء جو **بِاَمْوَالِكُمْ** میں ہے لفظِ خاص ہے جو معلوم معنیٰ (الصاق) کے لئے وضع کیا گیا ہے اور بعض نے کہا کہ ابتغاء لفظ خاص ہے۔جو معلوم معنیٰ (طلب کرنا) کیلئے وضع کیا گیا ہے۔مطلب یہ ہوگا کہ عورت کی بضع کا طلب کرنا (عقدِ نکاح) مال (مہر) کے ساتھ ملا ہوا ہو۔لہٰذا شوہر کے ذمے ہے کہ طلب بضع مہر کے ساتھ ملا ہوا ہو۔تاکہ باء کے مدلول یعنی الصاق پر قطعی طور پر عمل ہوسکے۔اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وطی کے بغیر محض عقد نکاح سے مہر لازم نہ ہوگا۔

❷ **ذالك** کا مشارالیہ:۔ **ذالك** کا مشارالیہ **مدلول الخاص قطعی واجب الاتباع** ہے۔

❸ خلع کے فسخ یا طلاق ہونے میں ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ احناف اور شوافع کا اختلاف ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق ہے۔ احناف کے نزدیک خلع طلاق ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں۔ثمرۂ اختلاف یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاق دیدیں پھر عدت میں ہی خلع کرلیا یہ شخص عدت گزرنے کے بعد ہمارے نزدیک اس عورت کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کرسکتا جبکہ امام شافعی کے نزدیک نکاح کرسکتا ہے۔دونوں حضرات کا مستدل اللہ تعالیٰ کا ارشاد **اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الخ** ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں اولاً دو طلاق کا ذکر ہے پھر اسکے بعد خلع کا مسئلہ ذکر فرمایا اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ** تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت **فَاِنْ طَلَّقَهَا ، اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ** کیساتھ مربوط ہے اور **فَاِنْ طَلَّقَهَا** میں تیسری طلاق کا ذکر ہے درمیان میں خلع جملہ معترضہ کے طور پر ہے جو دو اور ایک طلاق کے درمیان مذکور ہے کیونکہ خلع فسخ نکاح ہے اور فسخ نکاح کے بعد طلاق صحیح نہیں ہے۔اسلئے **فَاِنْ طَلَّقَهَا الخ** کا تعلق **اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ** کے ساتھ ہے۔

0313 6[illegible]913, maktabazakariyasultan@gmail.com

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **فَاِنْ طَلَّقَهَا..... الخ** میں فاء ایک خاص لفظ ہے جو تعقیب (مابعد کا ماقبل پر مرتب ہونا) کے لئے وضع کیا گیا ہے پس **فاء** اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوگا یعنی **فاء** کا مابعد بغیر کسی فصل کے اپنے ماقبل پر مرتب ہوگا اور اس **فاء** کا ماقبل خلع ہے گویا تیسری طلاق خلع پر مرتب ہوئی اور تیسری طلاق کا خلع پر مرتب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خلع کے بعد طلاق ہوسکتی ہے اور خلع کے بعد اسی وقت طلاق واقع ہوسکتی ہے جب خلع بھی طلاق ہو کیونکہ طلاق کے بعد طلاق واقع ہوسکتی ہے۔فسخ کے بعد طلاق واقع نہیں ہوسکتی۔پس ثابت ہوا کہ خلع طلاق ہے فسخ نکاح نہیں ہے۔

الشق الثانی..... "وَالْاَمْرُ نَوْعَانِ": مُطْلَقٌ عَنِ الْوَقْتِ: اَیْ اَحَدُهُمَا اَمْرٌ مُطْلَقٌ غَیْرُ مُقَیَّدٍ بِوَقْتٍ یَفُوْتُ بِفَوْتِهٖ: کَالزَّکٰوةِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ..... وَهُوَ عَلَی التَّرَاخِیْ خِلَافًا لِلْکَرْخِیْ": اَیْ هٰذَا الْاَمْرُ الْمُطْلَقُ مَحْمُوْلٌ عِنْدَنَا عَلَی التَّرَاخِیْ: یَعْنِیْ لَایَجِبُ الْفَوْرُ فِیْ اَدَائِهٖ بَلْ یَسَعُ تَاخِیْرَهٗ، وَعِنْدَ الْکَرْخِیْ" لَابُدَّ فِیْهِ مِنَ الْفَوْرِ اِحْتِیَاطًا لِاَمْرِ الْعِبَادَةِ بِمَعْنٰی اَنَّهٗ یَاْثِمُ بِالتَّاخِیْرِ، لَابِمَعْنٰی اَنَّهٗ یَصِیْرُ قَاضِیًا، وَعِنْدَنَا لَا یَاْثِمُ اِلَّافِیْ آخِرِ الْعُمُرِ، اَوْحِیْنَ اِدْرَاکِ عَلَامَاتِ الْمَوْتِ۔ (ص۶۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کا سبب اور شرط بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) زکوٰۃ اور صدقہ فطر کا سبب وشرط۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں امر سے مراد مامور بہ ہے اور یہ تقسیم مامور بہ کی ہے نہ کہ امر کی۔ چنانچہ مامور بہ کی دو قسمیں ہیں ① مطلق عن الوقت ② مقید بالوقت۔ مامور بہ مطلق عن الوقت کا مطلب یہ ہے کہ وہ مامور بہ کسی ایسے وقت کے ساتھ مقید نہ ہو جس کے فوت ہونے سے مامور بہ فوت ہو جائے جیسے: زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر ان کا کوئی خاص وقت نہیں ہے کہ اس وقت کے فوت ہونے سے ان کو قضاء کا نام دیا جائے۔ پھر مامور بہ مطلق عن الوقت کے متعلق ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ اس پر عمل علی الفور واجب ہے یا علی التراخی عمل کرنا جائز ہے۔ ہمارے نزدیک مامور بہ مطلق عن الوقت کو علی الفور ادا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کو مؤخر کرنے کی اجازت ہے۔ یہ شخص گنہگار نہ ہوگا۔ البتہ اگر زندگی کے آخری لمحات تک تاخیر کی یہاں تک کہ موت کی علامات ظاہر ہو گئیں تو پھر ہمارے نزدیک بھی یہ شخص گنہگار ہوگا اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مامور بہ مطلق عن الوقت کو علی الفور ادا کرنا واجب ہے۔ اگر اس نے مامور بہ مطلق عن الوقت کو ادا کرنے میں تاخیر کی تو یہ شخص گنہگار ہوگا۔

③ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کا سبب اور شرط:۔ وجوبِ زکوٰۃ کا سبب ملکِ مال اور شرط حولان حول (سال کا گزرنا) ہے۔ صدقۂ فطر کے وجوب کا سبب رأس (وہ ذات جس کی مشقت ونان نفقہ اسکے ذمہ ہے اور اس پر ولایت رکھتا ہے) اور شرط یوم الفطر (عید کا دن) ہے۔

﴿الورقة الثالثة : فی أصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل..... "وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" هٰذَا مِثَالُ الظَّاهِرِ وَالنَّصِ فَاِنَّهٗ ظَاهِرٌ فِیْ حَقِّ حِلِّ الْبَیْعِ وَ حُرْمَةِ الرِّبٰوا، نَصٌّ فِیْ بَیَانِ التَّفْرَقَةِ بَیْنَهُمَا: لِاَنَّ الْکُفَّارَ کَانُوْا یَعْتَقِدُوْنَ حِلَّ الرِّبٰوا حَتّٰی شَبَّهُوْا الْبَیْعَ بِهٖ، فَقَالُوْا "اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا" فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَقَالَ: کَیْفَ یَکُوْنَ ذٰلِکَ "وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"

عبارت پر اعراب لگا کر خلاصہ لکھیں۔ظاہر اور نص کی تعریف اور حکم کے بعد ان دونوں کے درمیان نسبت بھی لکھیں۔(۹۵۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) ظاہر اور نص کی تعریف مع حکم (۴) ظاہر ونص میں نسبت۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا قول وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ظاہر اور نص دونوں کی مثال ہے اس طور پر کہ اس آیت میں بیع کی حلت وربا کی حرمت چونکہ نفس صیغہ اور نفس کلام سے واضح ہے اسلئے یہ آیت بیع کی حلت اور ربا کی حرمت کے بیان میں ظاہر ہوگی اور چونکہ اس آیت کو بیع اور ربا کے درمیان فرق بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے۔اسلئے یہ

آیت بیع اور ربا کے درمیان فرق بیان کرنے کے سلسلہ میں نص ہوگی، اسلئے کہ کفار کا یہ عقیدہ تھا کہ ربا حلال ہے اور اس عقیدہ میں انہوں نے اس قدر غلو کیا کہ ربا کو اصل قرار دے کر بیع کو ربا کے ساتھ تشبیہ دی اور کہا **اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا** (بیع تو ربا کی طرح ہے) پس ان کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بیع ربا کی طرح ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے۔ پس ثابت ہوگیا کہ یہ آیت بیع اور ربا کے درمیان فرق ظاہر کرنے کے واسطے لائی گئی ہے۔

③ ظاہر اور نص کی تعریف مع حکم:۔ ظاہر وہ کلام ہے جس کو سنتے ہی سامع کو اس کلام کا مطلب معلوم ہو جائے یعنی محض صیغہ سے کلام کی مراد سامع کے سامنے ظاہر ہو جائے اور سامع مراد کے سمجھنے میں طلب اور تامل کا محتاج نہ ہو بشرطیکہ سامع اہل زبان ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ متکلم کی کلام سے جو معنی ظاہر ہوتا ہے اس پر قطعی اور یقینی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

نص وہ کلام ہے جس میں ظاہر سے زیادہ وضاحت ہو مگر یہ وضاحت نفس صیغہ میں نہیں ہوتی بلکہ متکلم اس کلام کو اس معنی و مفہوم کیلئے لاتا ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ جو معنی نص سے واضح ہوں ان پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے لیکن مجاز کے ضمن میں تاویل کا احتمال بھی باقی رہتا ہے۔

④ ظاہر و نص میں نسبت:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر اور نص کے درمیان نسبت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ علمائے متاخرین میں یہ بات مشہور ہے کہ ظاہر اور نص کے درمیان تباین کی نسبت ہے اس طور پر کہ نص میں یہ بات شرط ہے کہ متکلم کلام کو اس معنی کیلئے لایا ہو جس معنی میں وہ کلام نص ہے اور ظاہر میں یہ بات شرط ہے کہ متکلم اس کلام کو اس معنی کیلئے نہ لایا ہو جس معنی میں اس کلام کو ظاہر قرار دیا گیا ہے چنانچہ جب **جاء نی القوم** کہا جائے گا تو یہ کلام قوم کی آمد اور آنے کو بیان کرنے کے سلسلے میں نص واقع ہوگا کیونکہ یہ کلام اسی مقصد کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے اور جب **رأیت فلانا حین جاء نی القوم** کہا جائے گا تو یہ کلام فلاں کی رؤیت میں نص اور قوم کی آمد کے سلسلہ میں ظاہر واقع ہوگا کیونکہ اس کلام سے متکلم کا مقصود فلاں کی رؤیت کو بیان کرنا ہے نہ کہ قوم کی آمد کو۔ مگر عامۃ المتقدمین کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے یعنی ظاہر عام مطلق ہے اس طور پر کہ ظاہر اس بات سے عام ہے کہ اس میں سوق پایا جائے یا نہ پایا جائے اور نص خاص مطلق ہے اس طور پر کہ اس میں سوق کا پایا جانا شرط ہے پس جو کلام نص واقع ہوگا وہ ظاہر تو ہوسکتا ہے مگر جو کلام ظاہر واقع ہوگا اس کیلئے نص ہونا ضروری نہیں ہے۔ (قوت الاخیار ۱:۳۶۴)

الشق الثانی ..... **وَالضَّبْطُ : هُوَ سِمَاعُ الْكَلَامِ كَمَا يَحِقُّ سِمَاعُهٗ: اَیْ سِمَاعًا مِثْلَ سِمَاعِ شَيْئٍ يَحِقُّ سِمَاعُهٗ: يَعْنِیْ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی آخِرِهٖ بِتَمَامِ الْكَلِمَاتِ، وَالْهَيْئَةِ التَّرْكِيْبِيَّةِ، وَاِنَّمَا قَالَ ذٰلِكَ: لِاَنَّهٗ كَثِيْرًا مَا يَجِيْئُ السَّامِعُ فِیْ سِمَاعِ مَجْلِسِ الْوَعْظِ بَعْدَ اَنْ مَضٰی شَيْئٌ مِّنْ اَوَّلِهٖ وَفَاتَهٗ وَلَمْ يَعْلَمْهُ الْمُعَلِّمُ لِلْاِزْدِحَامِ حَتّٰی يُرَدِّدَ الْكَلَامَ الْمَاضِیْ بَعْدَ حُضُوْرِهٖ فَمِثْلُ هٰذَا السِّمَاعِ لَايَكُوْنُ حُجَّةً فِیْ بَابِ الْحَدِيْثِ.** (ص ۱۹۴۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ حدیث اور سنت کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) حدیث اور سنت کی تعریف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② عبارت کا خلاصہ:۔ خبر واحد کے حجت ہونے کیلئے اسکے راوی میں جن چار شرائط کا ہونا ضروری ہے ان میں سے دوسری شرط ضبط ہے اس عبارت میں ضبط کی تعریف کا ذکر ہے۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضبط کلام کو کما حقہ سننے کا نام ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ کما حقہ سننے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ سامع اس کلام کو ابتداء سے انتہاء تک کلمات کی ہیئت ترکیبیہ کے ساتھ سنے کیونکہ بسا اوقات سامع وعظ کی مجلس کے سماع میں اس وقت آتا ہے کہ اسکے اوّل سے کچھ حصہ گزر چکا ہوتا ہے اور اس وعظ کا اوّل حصہ اس سامع سے رہ جاتا ہے اور معلم بھی ازدحام کی وجہ سے اسکے دیر سے آنے کو نہیں جانتا کہ وہ گزشتہ کلام کو اسکے حاضر ہونے کے بعد لوٹائے تاکہ وہ اسکو سن

لے پس اس جیسا سماع بابِ حدیث میں حجت نہیں ہوتا بلکہ محض تبرک ہوتا ہے جس طرح وعظ کی مجالس میں بچوں کو تبرکاً لایا جاتا ہے۔

③ حدیث اور سنت کی تعریف:۔ سنت کا لفظ آپ ﷺ کے اقوال اور افعال اور آپ ﷺ کے سکوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور افعال پر بولا جاتا ہے۔ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے قول کو کہتے ہیں۔ البتہ بعض دفعہ سنت کا لفظ حدیث پر بولا جاتا ہے اسی وجہ سے ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ یعنی **باب السنة** میں سنت سے مراد حدیث یعنی فقط قول الرسول ﷺ مراد ہے کیونکہ افعال النبی ﷺ اور افعال صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے آخر میں ایک مستقل فصل میں کیا ہے۔ یہ تعریف صاحب نور الانوار کی عبارت کے مطابق ہے۔ اور مشہور تعریف کے مطابق حدیث مطلقاً آپ ﷺ کے اقوال وافعال وسکوت کا نام ہے اور سنت وہ عمل ہے جس پر آپ ﷺ نے آخر زندگی میں دوام کے ساتھ عمل کیا ہو یعنی سنت دائمی غیر منسوخ عمل کا نام ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل .....**وحكمه ان يتناول المخصوص قطعا ولا يحتمل البيان لكونه بيّنا فلايجوز الحاق التعديل بامر الركوع والسجود على سبيل الفرض** ۔(ص۲۱۔رحمانیہ)

حکم سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔ مذکورہ تفریع کی تشریح بطرز شارح تحریر کریں اور بتائیں تفریع مذکور کا تعلق خاص کے کس حکم سے ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے (۱) حکم کی مراد (۲) تفریع کی تشریح (۳) تفریع کے متعلقہ حکم کی تعیین۔

جواب ..... ① حکم کی مراد:۔ حکم اس اثر کو کہتے ہیں جو کسی شئ پر مرتب ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ **حكم الصلاة سقوط الواجب عن ذمة المكلف بالاداء فى الدنيا و حصول الثواب فى الآخرة** (نماز کا حکم ادائے نماز کے ذریعے دنیا میں مکلّف کے ذمہ سے واجب کا ساقط ہونا اور آخرت میں ثواب کا حاصل ہونا) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اثر جو ادائے صلوۃ پر مرتب ہوتا ہے دنیا میں مکلّف کے ذمہ سے واجب کا ساقط ہونا اور آخرت میں ثواب کا حاصل ہونا ہے۔

② عبارت میں مذکور تفریع کی تشریح:۔ خاص کا پہلا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے مدلول کو قطعی ویقینی طور پر شامل ہوتا ہے اور دوسرا حکم یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود واضح ہونے کی وجہ سے بیانِ تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا۔

خاص کے اس دوسرے حکم پر تفریع قائم کرتے ہوئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ **يٰاَيُّهَا الذين آمنوا اركعوا و اسجدوا** میں رکوع وسجدہ الفاظِ خاص ہیں ان کا معنی قیام سے جھکنا اور زمین پر پیشانی رکھنا ہے۔ ان میں تفسیر وتوضیح کا احتمال نہیں ہے اسلئے طرفین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک آیت کریمہ کی وجہ سے نفسِ رکوع وسجدہ تو فرض ہے مگر حضرت خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ والی حدیث متعلقہ بتعدیلِ ارکان کی وجہ سے تعدیلِ ارکان فرض نہیں ہے جبکہ امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی وجہ سے تعدیلِ ارکان بھی فرض ہے کیونکہ آپ ﷺ کا اعادۂ صلوۃ کا حکم دینا یہ قرینہ ودلیل ہے کہ تعدیلِ ارکان بھی فرض ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہ الفاظِ خاص ہیں ان میں تفسیر کا تو احتمال ہی نہیں ہے لہٰذا دوسری صورت یہ ہے کہ اس حدیث کو آیت کیلئے ناسخ قرار دیا جائے اور خبر واحد سے آیت کا نسخ جائز نہیں ہے لہٰذا ہر ایک مرتبہ کی رعایت کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ کتاب اللہ سے ثابت شدہ چیز (رکوع وسجدہ) کتاب اللہ کے قطعی ہونے کی وجہ سے فرض ہے اور خبر واحد سے ثابت شدہ چیز (تعدیلِ ارکان) خبر واحد کے ظنی ہونے کی وجہ سے واجب ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ تفریع کے متعلقہ حکم کی تعیین:۔ ابھی تفریع کی تشریح کے ضمن میں یہ بات معلوم ہو چکی کہ اس تفریع کا تعلق خاص کے حکم ثانی **لا يحتمل البيان** کے ساتھ ہے۔

الشق الثانی .....**وَاَمَّا الْجُمْلُ فَمَا ازْدَحَمَتْ فِيْهِ الْمَعَانِىْ وَاشْتَبَهَ الْمُرَادُ بِهٖ اِشْتِبَاهًا لَايُدْرَكُ بِنَفْسِ الْعِبَارَةِ بَلْ بِالرُّجُوْعِ اِلَى الْاِسْتِفْسَارِ ثُمَّ الطَّلَبِ ثُمَّ التَّاَمُّلِ وَحُكْمُهٗ اِعْتِقَادُ الْحَقِّيَّةِ فِيْمَا هُوَ الْمُرَادُ وَ**

التَّوَقُّفِ فِيْهِ اِلٰى اَنْ يَتَبَيَّنَ بِبَيَانِ الْجُمْلِ سَوَاءٌ كَانَ بَيَانًا شَافِيًا كَالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ اَوْلَمْ يَكُنِ الْبَيَانُ شَافِيًا كَالرِّبٰوا ۔(ص۱۰۰۔رحمانیہ) عبارت پراعراب لگا کرتشریح کریں، **ازدحام معانی** کی مرادواضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں(۱)عبارت پراعراب(۲)عبارت کی تشریح(۳)**ازدحام معانی** کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مجمل کی تعریف کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مجمل وہ کلام ہے جس میں بہت سے معانی کا ازدحام ہو یعنی بہت سے معانی جمع ہوں اور اس ازدحام کی وجہ سے متکلم کی مراد اس طرح مشتبہ ہوگئی ہو کہ نفسِ عبارت سے اس کی مراد معلوم نہ ہوسکتی ہو بلکہ اوّلاً متکلم سے دریافت کرنا پڑے پھر طلب اور تامل کرنا پڑے۔

اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مجمل کا حکم بیان کیا ہے، مجمل کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ہو اور عمل کرنے کے سلسلہ میں اس قدر توقف ہو کہ مجمل کے بیان سے کلام کی مراد ظاہر ہو جائے۔

متکلم کا یہ بیان کبھی تو ایسا شافی ہوگا کہ اس کے بعد کوئی خفاء نہیں رہے گا۔اس کی مثال باری تعالیٰ کا یہ قول ہے **وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ** اس میں لفظ **صلٰوۃ** مجمل ہے۔اس لئے کہ لغت میں **صلٰوۃ** کا معنی دعا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہاں کونسی دعا مراد ہے جب ہم نے اس کے بارے استفسار کیا تو رسول اکرم ﷺ نے اول تا آخر اس کی تشفی بخش وضاحت فرمادی۔پھر ہم نے جستجو کی **صلٰوۃ** کس کس معنی پر مشتمل ہے۔پس ہم نے دیکھا کہ (صلوٰۃ) قیام قعود رکوع وسجود تحریمہ قرات تسبیحات اوراذکار پر مشتمل ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان تمام چیزوں کی پوری پوری رعایت کی ہے۔پھر جب ہم نے تأمل کیا اور تو ہمیں معلوم ہوا کہ ان میں سے بعضی چیزیں مثلاً قیام رکوع سجود فرض ہیں اور بعضی چیزیں مثلاً قرأتِ فاتحہ واجب ہے اور بعض چیزیں مثلاً تسبیحات رکوع سنت ہیں اور بعض چیزیں مثلاً قعدہ اخیرہ میں **صلوة علی النبی** صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعا مستحب ہے۔پس لفظ صلوٰۃ جو مجمل تھا رسول اللہ ﷺ کے وضاحت فرمانے کے بعد مفسر ہوگیا۔

کبھی متکلم کا بیان غیر شافی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول **وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** میں لفظ ربوا مجمل ہے اس لئے کہ ربوا کا معنی فضل اور زیادتی ہے۔اور ہر فضل اور زیادتی حرام نہیں ہے کیونکہ بیع کو نفع اور زیادتی کے حصول کی غرض سے ہی مشروع کیا گیا ہے۔لہٰذا بیع کے ذریعے جو فضل اور نفع حاصل ہوگا وہ حلال ہوگا اب معلوم نہیں کہ **وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** میں کونسا فضل اور نفع حرام ہے تو آپ ﷺ نے اس کی وضاحت اپنے قول۔**الحنطة بالحنطة والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح والذهب بالذهب والفضة بالفضة مثلا بمثل يدًا بيد والفضل ربوا** سے فرمائی یعنی ان چھ چیزوں میں سے کسی چیز کو اس کی ہم جنس کے عوض فروخت کیا جائے تو دونوں عوض برابر ہوں اور دونوں پر مجلس عقد میں قبضہ ہوا گر کسی جانب زیادتی ہو تو وہ ربوا ہے اور شرعاً حرام ہے۔اس حدیث شریف میں ان چھ چیزوں کا حال تو معلوم ہوا لیکن ان کے علاوہ کا حال معلوم نہیں ہوسکا لہٰذا ہم نے ان چھ چیزوں میں فضل کے حرام ہونے کی علت کو تلاش کیا تا کہ اس علت کے ذریعے ان چھ چیزوں کے علاوہ کا حال بھی معلوم ہو جائے، علماء احناف نے وہ علت قدر اور جنس بیان کی ہے یعنی اگر عوضین قدر وجنس میں متحد ہوں گے تو برابری سے بیع جائز ہے زیادتی حرام ہے اور علماء شوافع نے وہ علت مطعومات میں طعمیت اور اثمان میں ثمنیت بیان کی ہے اور مالکیہ نے وہ علت نقدین میں نقدیت اور اس کے علاوہ میں اقتیات وادخار (ذخیرہ دروزی) بیان کی ہے۔الغرض اللہ تعالیٰ کا بیان غیر شافی تھا۔البتہ ربوا کا حکم جو مجمل تھا رسول اللہ ﷺ کے بیان سے مجمل نہ رہا البتہ مشکل ہونے کی وجہ سے اس میں طلب کی ضرورت ہوئی۔

③ ازدحام معانی کی مراد:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ازدحام معانی کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ میں وضع کے اعتبار سے بہت سے معانی اس طور پر جمع ہوں کہ ان میں سے ایک معنی دوسرے معنی پر راجح نہ ہو، حاصل یہ کہ ازدحام معانی مجمل کی حقیقت میں داخل

0315 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ہے مگر یہ ازدحام کبھی تو حقیقۃً ہوتا ہے جیسے ایک لفظ متعدد معانی کے درمیان مشترک ہو اور اس مشترک میں ترجیح کا دروازہ بند ہو گیا ہو۔ اور یہ ازدحام کبھی تقدیراً ہوتا ہے۔ جیسے لفظ غریب مثلاً **هلوع** ہے کہ یہ لفظ عقلاً بہت سے معانی کا احتمال رکھتا ہے۔ پس معانی کثیرہ کے احتمال رکھنے کی وجہ سے گویا اس میں معانی کا ازدحام ہو گیا۔ اس آیت میں لفظِ **هلوع** باری تعالیٰ کے بیان سے پہلے مجمل تھا اس کی مراد بالکل معلوم نہیں تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا چنانچہ فرمایا **هلوع** کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو ضرر لاحق ہوتا ہے تو وہ بے قرار ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کو بھلائی پہنچتی ہے تو وہ بخیل بن جاتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل .....**وَاَمَّا الثَّابِتُ بِاقْتِضَاءِ النَّصِّ فَمَا لَا يَعْمَلُ النَّصُّ اِلَّا بِشَرْطِ تَقَدُّمِهٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَمْرٌ اِقْتَضَاهُ النَّصُّ لِصِحَّةِ مَاتَنَاوَلَهٗ فَصَارَ هٰذَا مُضَافًا اِلَى النَّصِّ بِوَاسِطَةِ الْمُقْتَضٰى، وَعَلَامَتُهٗ اَنْ يَصِحَّ بِهِ الْمَذْكُوْرُ وَلَايُلْغٰى عِنْدَ ظُهُوْرِهٖ بِخِلَافِ الْمَحْذُوْفِ** ۔(ص۱۶۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح بطرز شارح تحریر کریں۔ مقتضی اور محذوف کے درمیان کیا فرق ہے؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبات کی تشریح ③ مقتضی ومحذوف میں فرق

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں تقسیم رابع کی چوتھی قسم کا بیان ہے۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو چیز اقتضاء النص سے ثابت ہو یعنی مقتضیٰ (اسم مفعول) وہ چیز ہے کہ نص عمل نہیں کرتی مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ چیز نص پر مقدم ہو کیونکہ مقتضیٰ ایسی چیز ہے جس کے وجود کا نص اپنے معنی اور مفہوم کی صحت کیلئے تقاضا کرتی ہے یعنی جب تک مقتضیٰ موجود نہیں ہوگا اس وقت تک نص کا مفہوم درست نہیں ہوگا پس یہ مقتضیٰ نص کی طرف اقتضاء کے واسطہ سے منسوب ہوگا۔ شارح فرماتے ہیں کہ اس عبارت کے حل کے لئے دو توجیہیں کی گئی ہیں: ① متن کی ابتدائی عبارت **الثابت باقتضاء النص** (جو چیز نص کے تقاضا سے ثابت ہو) سے مراد مقتضی (اسم مفعول) ہے اور **اقتضاء النص** میں جو لفظ اقتضاء ہے وہ مصدر ہے اور اپنے مصدری معنی پر محمول ہے اور بواسطۃ المقتضیٰ جو لفظِ مقتضیٰ ہے وہ بھی اقتضاء مصدر کے معانی میں ہے اور **بشرطِ تقدمه** میں لفظ تقدم کو اضافت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔

اب تعریف یہ ہوگئی کہ مقتضی (اسم مفعول) وہ چیز ہے کہ نص عمل نہیں کرتی مگر نص پر اس چیز کے مقدم ہونے کی شرط کے ساتھ کیونکہ یہ مقتضی (اسم مفعول) ایسی شئ ہے جس کے وجود کا نص اپنے مفہوم کی صحت کے لئے تقاضا کرتی ہے۔ لہٰذا مقتضی (اسم مفعول) اقتضاء کے واسطہ سے نص کی طرف مضاف ہوگا۔ اس صورت میں مقتضی (اسم مفعول) کی تعریف ہوگی اور وہ حکم جو مقتضی (اسم مفعول) سے ثابت ہے۔ اس کی تعریف نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ صورت اپنے قرین یعنی اس امر کے مخالف ہوگی جو دلالت النص میں اس کے حکم کی تعریف کی گئی ہے۔ جو حکم دلالت النص سے ثابت ہوتا ہے۔ اور یہاں اقتضاء النص میں نفسِ مقتضی کی تعریف کی گئی ہے۔ بہر حال مذکورہ صورت میں اقتضاء النص کی تعریف دلالت النص کی تعریف کے مخالف ہوگی۔

دوسری توجیہ: یہ ہے کہ **اما الثابت باقتضاء النص** میں اقتضاء مقتضیٰ (اسم مفعول) کے معنی میں ہے۔ اب **اما الثابت باقتضاء النص** کے معنی ہوں گے **اما الثابت بمقتضی النص** یعنی وہ چیز جو مقتضی النص سے ثابت ہوتی ہے وہ حکم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں حکم کی تعریف ہوگی جو مقتضی النص سے ثابت ہوتا ہے اور نفسِ مقتضی کی تعریف نہ ہوگی۔ اور **الا** بشرط تقدمہ میں تقدم ماضی کا صیغہ ہے اب قسم رابع کی تعریف یہ ہوگی ”بہر حال وہ حکم جو مقتضیٰ النص سے ثابت ہے وہ چیز ہے جس میں نص عمل نہیں کرتی مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ شرط نص پر مقدم ہو۔ اور وہ شرط مقتضی ہے کیونکہ وہ شرط ایسا امر ہے جس کا نص اپنے مفہوم کی صحت کیلئے تقاضا کرتی ہے الغرض وہ حکم جسکی ہم تعریف کر رہے ہیں نص مقتضی کی طرف مقتضی (اسم مفعول) کے واسطہ سے

منسوب ہے۔ کیونکہ نص مقتضیٰ مقتضیٰ پر دلالت کرتی ہے اور مقتضیٰ اسکے حکم پر دلالت کرتا ہے۔ باقی عبارت مذکورہ کا دوسرا حصہ و علامته ان یصح الخ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مقتضیٰ اور محذوف کے درمیان فرق کو بیان کیا ہے جسکی تفصیل ابھی مابعد میں آرہی ہے۔

③ مقتضیٰ اور محذوف میں فرق مع امثلہ:۔ مقتضیٰ اور محذوف کے درمیان فرق کو بیان کرتے ہوئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتضی کی علامت یہ ہے کہ جب اسکو عبارت میں ظاہر کردیا جائے تو اس سے کلام مذکور متغیر نہ ہو لفظوں میں اور نہ معنی میں جیسے کسی نے ان اکلت فعبدی حر (اگر میں نے کھایا تو میرا غلام آزاد ہے) کہا پس اگر یہاں مقتضیٰ (اسم مفعول) یعنی طعاما کو ظاہر کردیا جائے اور یوں کہا جائے ان اکلت طعاما فعبدی حر تو باقی کلام فعبدی حر نہ لفظوں میں متغیر ہوتا ہے اور نہ معنی میں بخلاف محذوف کے کہ جب اسکو عبارت میں ظاہر کیا جاتا ہے تو کلام مذکور اپنے سابق طریق سے بدل جاتی ہے جیسے برادران یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں واسئل القریة ہے یہاں لفظ اہل مضاف محذوف ہے اگر اسکو لفظوں میں ظاہر کرتے ہوئے واسأل اهل القرية کہا جائے تو اس صورت میں لفظوں کے اعتبار سے تو یہ تغیر ہوگا کہ قرية ظہورِ اهل سے پہلے بوجہ مفعولیت کے منصوب تھا اور ظہور کے بعد اضافت کی وجہ سے مجرور ہو گیا اور معنی کے اعتبار سے یہ تغیر ہوگا کہ ظہور اہل سے پہلے سوال قریہ سے تھا اور ظہور کے بعد سوال اہل قریہ سے ہو گیا۔

الشق الثانی.....والطعن المبهم من ايمة الحديث لايجرح الراوى عندنا الا اذا وقع مفسرا بما هو جرح متفق على ممن اشتهر بالنصيحة دون التعصب حتى لايقبل الطعن بالتدليس والتلبيس والارسال وركض الدابة۔ (۲۰۴۔رحمانیہ) طعن مبہم اور طعن مفسر کی تعریف ذکر کریں، مذکورہ عبارت کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) طعن مبہم اور مفسر کی تعریف (۲) عبارت کی تشریح۔

جواب..... ① طعن مبہم ومفسر کی تعریف:۔ راوی حدیث پر کوئی محدث مبہم الفاظ جرح کے ذریعہ جرح کرے مثلاً "وهو مجروح، منكر وغيره" تو یہ راوی پر طعن مبہم کہلاتا ہے۔ اور اگر راوی حدیث پر الفاظ جرح جو مبہم ہیں بولے پھر ایسے لفظ سے اسکی تفسیر کردے جو کہ جرح میں متفق علیہ ہیں یا ایسے الفاظ کے ذریعہ جرح کی جو بنات خود جرح میں متفق علیہ ہیں تو یہ طعن مفسر ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جرح معتبر وغیر معتبر کو ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ طعن مبہم یعنی محدث کا صرف یہ کہنا هذا الحديث مجروح او منكر یہ حدیث پر جرح کے لئے کافی نہیں ہے لہٰذا اس طرح کئی حدیث قابل عمل ہوگی۔ البتہ طعن مفسر راوی میں جرح کو پیدا کردے گا اور اس کی روایت مجروح اور ناقابل عمل قرار پائے گی۔ پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طعن مفسر سے حدیث میں جرح کا پیدا ہوجانا ہر عام آدمی کے طعن سے نہیں بلکہ اس شخص کے طعن مفسر سے حدیث مجروح ہوگی اور اس پر عمل نہ ہوگا جو دین میں خیر خواہی چاہنے والا ہو اور متعصب اور متشدد بھی نہ ہو۔ کیونکہ متعصب ومتشدد افراد کی جرح اور طعن اس لئے حجت نہیں ہے کہ ان کی اختلافی حالت سے یہ بعید نہیں کہ یہ جرح وطعن محض تعصب اور تشدد کی وجہ سے ہو۔ پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ بطور تفریع کے چند ان امور کو ذکر کرتے ہیں جن سے حدیث پر طعن نہیں ہوسکتا وہ تقریباً آٹھ چیزیں ہیں۔ ① تدلیس یعنی راوی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ سند کی تفصیل کو چھپا رہا ہے ② تلبیس یعنی راوی اپنے شیخ کے معروف نام یا کنیت کو خلط کررہا ہے ③ ارسال یا تلبیس یعنی اپنے شیخ کا ایسا نام یا ایسی صفت ذکر کرنا جو لوگوں میں مشہور نہ ہو ④ رکض الدابۃ یعنی گھڑ دوڑ وغیرہ میں سواری کا ایڑ لگانا ⑤ مزاح کرنا یعنی دل لگی کے لئے کوئی حق بات مزاحًا کہہ دینا ⑥ کم عمری یعنی یہ کہنا کہ یہ حدیث اس نے نوعمری میں سنی ہے ⑦ کثیر تعداد میں روایات کا نہ ہونا ⑧ کثرت سے مسائل کا استنباط، یہ تمام امور جرح میں معتبر نہیں ہیں۔

0313 6353913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الثالثة : فى اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٤ھ

الشق الاوّل.....وَوَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ بِنَفْسِ الْعَقْدِ فِي الْمُفَوَّضَةِ ، عَطْفٌ عَلَى قَوْلِهٖ صَحَّ إِيْقَاعُ الطَّلَاقِ، وَتَفْرِيْعٌ عَلَى حُكْمِ الْخَاصِ اَیْ وَلِاَجْلِ اَنَّ الْعَمَلَ بِالْخَاصِ وَاجِبٌ وَلَايَحْتَمِلُ الْبَيَانَ وَجَبَ مَهْرُ الْمِثْلِ

بِنَفْسِ الْعَقْدِ مِنْ غَيْرِ تَاخِيْرٍ اِلَى الْوَطْئِ فِى الْمُفَوَّضَةِ ، وَهُوَ اِنْ كَانَ بِكَسْرِ الْوَاوِ فَالْمَعْنَى الَّتِىْ فَوَّضَتْ نَفْسَهَا بِلَا مَهْرٍ وَاِنْ كَانَ بِفَتْحِ الْوَاوِ فَالْمَعْنَى الَّتِىْ فَوَّضَهَا وَلِيُّهَا بِلَا مَهْرٍ وَهُوَ الْاَصَحُّ لِاَنَّ الْاُوْلٰى لَاتَصْلُحُ مَحَلًّا لِلْخِلَافِ اِذْلَا يَصِحُّ نِكَاحُهَا عِنْدَالشَّافِعِيِّ ۔(۲۹۔رحمانیہ) عبارت پر اعراب لگا کر مطلب واضح کریں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا مطلب:۔ حاصلِ عبارت یہ ہے کہ جس عورت کو اس کے ولی نے مہر کے بغیر کسی مرد کے سپرد کر دیا تو ہمارے نزدیک وطی کے بغیر محض عقدِ نکاح سے مہر مثلی لازم ہو جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وطی کے بغیر مہر لازم نہیں ہوگا۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا عطف ماقبل والے جملہ **صح ایقاع الطلاق** پر ہے اور یہ بھی خاص کے اس حکم پر تفریع ہے کہ خاص پر عمل کرنا واجب ہے اور خاص بیّن بنفسہ ہونے کی وجہ سے بیانِ تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **مفوضة** کو بکسر الواو (اسم فاعل) اور بفتح الواو (اسم مفعول) دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

بکسر الواوٗ (اسم فاعل) کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ عورت جس نے اپنے آپ کو بلا مہر سپرد کر دیا اور بفتح الواوٗ (اسم مفعول) کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ عورت جس کو اس کے ولی نے بلا مہر سپرد کر دیا۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں دوسرا احتمال (اسم مفعول) زیادہ صحیح ہے اسلئے کہ پہلی صورت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولی کے بغیر نکاح درست ہی نہیں ہے اسلئے مہر بھی واجب نہیں ہے، لہٰذا دوسرا احتمال زیادہ صحیح ہے تاکہ ہمارے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ثمرۂ اختلاف ظاہر ہو سکے۔

الشق الثانی ..... **واذا اوصى بخاتم لانسان ثم بالفص منه لآخر ان الحلقة للاول والفص بينهما تائيد لمقدمة مفهومة مماقبل وهى ان العام مساو للخاص بمسألة فقهية.** عبارت مذکورہ کی بے غبار تشریح کریں۔

جواب ..... عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے عام کو خاص کے برابر قرار دینے کی تائید میں ایک مسئلہ بیان کیا ہے، اس کا حاصل یہ کہ ایک شخص نے کسی انسان کیلئے اپنی انگوٹھی کی وصیت کی پھر دوسرے کیلئے اس کے نگینہ کی وصیت کی تو انگوٹھی کا حلقہ پہلے شخص کیلئے ہوگا اور نگینہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا دلیل یہ ہے کہ لفظ ''خاتم'' (انگوٹھی) حلقہ و نگینہ کو شامل ہونے کی وجہ سے عام کی مانند و مثل ہے اور لفظ ''فص'' (نگینہ) خاص ہے اور موصی (متکلم) نے اپنی کلام میں عام (خاتم) کے بعد خاص (فص) کو ذکر کیا ہے لہٰذا نگینہ کے متعلق موصیٰ لہ اوّل و ثانی میں اختلاف و تعارض ہو گیا۔ پس عام یعنی وصیتِ اولیٰ کو خاص یعنی وصیتِ ثانیہ کے برابر کرنے کیلئے کہا کہ نگینہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور حلقہ صرف موصیٰ لہ اوّل کیلئے ہوگا کیونکہ حلقہ میں کوئی تعارض نہیں ہے اسکی وصیت صرف موصیٰ لہ اوّل کیلئے کی گئی ہے اور نگینہ کی وصیت دونوں کیلئے کی گئی تھی، اس لئے تعارض پیدا ہوا تھا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... **او بيان ضرورة وهو اما ان يكون فى حكم المنطوق أو ثبت بدلالة حال المتكلم او ثبت ضرورة دفع الغرور عن الناس او ثبت ضرورة كثرة الكلام .** (ص ۲۱۸۔رحمانیہ)

بیان ضرورت کی تعریف کریں، بیان ضرورت کی مذکورہ تمام صورتوں کی وضاحت مثالوں کے ذریعہ کریں۔

جواب ..... ① بیانِ ضرورۃ کی تعریف:۔ بیانِ ضرورۃ وہ بیان ہے جو بوقتِ ضرورت متکلم کی کلام سے قضاءً وضرورۃً سمجھا جائے۔

② بیانِ ضرورۃ کی مذکورہ صورتوں کی وضاحت مع امثلہ:۔ اس عبارت میں بیانِ ضرورت کی چار صورتوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

① یہ ہے کہ متکلم کا بیان منطوق کے حکم میں ہو یا وہ کلام جس سے سکوت کیا گیا ہو اور مقدر تسلیم کیا گیا ہو وہ منطوق کے حکم میں ہو جیسے **ورثه ابواه فلامه الثلث**، اس آیت میں شارح نے اولاً والدین کو مع الشرکت میت کا وارث قرار دیا۔ اسکے بعد والدہ کا حصہ ثلث خاص کر دیا تو یہ بیانِ ضرورت ہے اسلئے کہ اسکے علاوہ جو حصہ (دو ثلث) بچا ہے وہ از خود معلوم ہو گیا کہ اسکا حقدار والد ہے ② یہ ہے کہ

متکلم کی حالتِ ساکتہ دلالت کرے کہ بیانِ ضرورت مکمل ہو چکا ہے اگر ضرورت ہوتی تو متکلم خاموش نہ رہتا، یہاں متکلم کا خاموش رہنا بیانِ ضرورت ہے جیسے آپ کے سامنے لوگ مختلف عقود (مضاربت مشارکت بیع وشراء وغیرہ) کرتے رہے آپ نے ان امور کا ملاحظہ کرنے کے باوجود خاموشی اختیار کی تو یہ ان امور کے جواز کیلئے بیانِ ضرورت ہے کہ اگر یہ امور وعقود جائز نہ ہوتے تو آپ خاموشی اختیار نہ کرتے ③ یہ ہے کہ لوگوں سے ضرر کو دفع کرنے کیلئے ضرورۃً اس کو بیان تسلیم کیا جائے جیسے ایک مالک کے سامنے اس کا غلام خرید وفروخت کرتا ہے اور وہ مالک خاموش رہتا ہے تو مالک کی یہ خاموشی مالک کی طرف سے اجازت سمجھی جائیگی، کیونکہ اگر اس خاموشی کو بیانِ ضرورت کے درجہ میں اجازت پر محمول نہ کریں تو لوگ اس غلام کو عبدِ ماذون سمجھتے ہوئے اس سے خرید وفروخت کرینگے اور ان کا ضرر لازم آئے گا جو کہ حرام ہے اور اس ضرر کو دفع کرنا واجب ہے ④ یہ ہے کہ کثرتِ کلام یا طولِ عبارت ہونے کی وجہ سے اس کو ضرورۃً بیان تسلیم کرلیا جائے کہ وہ عبارت مراد کلام پر دلالت کرتی ہے جیسے **لہ علی مائۃ ودرھم**، اس مثال میں متکلم نے مائۃ کے ساتھ تمیز کو ذکر نہیں کیا، اور عطف کی صورت مابعد میں درہم کا لفظ اس بات کا بیان ہے کہ معطوف علیہ میں بھی مائۃ سے مراد دراہم ہی ہیں اور متکلم نے کثرتِ کلام یا طولِ عبارت سے بچنے کے لئے معطوف علیہ میں تمیز کو ذکر نہیں کیا۔

الشق الثانی.....**اَمَّا الْکِتَابُ فَالْقُرْآنُ الْمُنَزَّلُ عَلَی الرَّسُوْلِ عَلَیْهِ السَّلَامُ ۔ وَهٰذَا تَعْرِیْفٌ لِکُلِّ الْکِتَابِ وَاللَّامُ فِیْهِ لِلْعَهْدِ وَالْمَعْهُوْدُ هُوَ الْکِتَابُ السَّابِقُ ذَکَرَهُ الَّذِیْ کَانَ مُضَافًا اِلَیْهِ لِلْبَعْضِ وَالْقُرْآنُ اَنْ کَانَ عَلَمًا کَمَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ فَهُوَ تَعْرِیْفٌ لَفْظِیٌّ وَابْتِدَاءُ التَّعْرِیْفِ الْحَقِیْقِیِّ مِنْ قَوْلِهِ الْمُنَزَّلُ اِلٰی آخِرِهٖ وَاَنْ کَانَ بِمَعْنَی الْمَقْرُوْءِ اَوْ بِمَعْنَی الْمَقْرُوْنِ فَهُوَ جِنْسٌ لَهٗ وَمَا بَعْدَهٗ فَصْلٌ بِلَا تَکَلُّفٍ ۔** (ص۱۳۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔**کتاب اللہ** کی تعریف اور فوائد قیود بیان کریں۔تعریف لفظی اور حقیقی کے درمیان فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور میں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) کتاب اللہ کی تعریف و فوائد قیود (۴) تعریفِ لفظی وحقیقی میں فرق۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔**کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اولاً کتاب اللہ کی تعریف ذکر کی گئی ہے کہ کتاب اللہ وہ قرآن ہے جو رسول اللہ پر اتارا گیا ہے مصحفوں میں لکھا گیا ہے اور آپ سے تواتر کے ساتھ بغیر کسی شبہ کے منقول ہے۔

سوال ہوتا ہے کہ معرف کی یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نہیں ہے یہ تعریف پورے قرآن کریم کو شامل ہے حالانکہ پورے قرآن کریم میں احکام نہیں ہیں بلکہ اصولِ فقہ میں سے ایک اصل قرآن کریم کی صرف پانچ سو کے قریب آیات ہیں باقی قصص و امثال وغیرہ ہیں جو کہ شریعت کا ماخذ نہیں ہیں۔ **ھٰذا تعریف لکل الکتاب** سے اس سوال کا جواب دیا کہ یہ تعریف تو پورے قرآن کریم کی ہے مگر "**الکتاب**" پر الف لام عہدِ خارجی کا ہے اور وہ معہود کتاب ہے جس کو ماقبل میں (**المراد من الکتاب بعض الکتاب وھو مقدار خمس مائۃ آیۃ**) میں بعض کا مضاف الیہ بنا کر ذکر کیا گیا ہے۔

پس یہاں پر الکتاب سے مراد وہی پانچ سو آیات ہی ہیں لہٰذا تعریف دخولِ غیر سے مانع ہوگئی۔

0313 6357913 maktabatulfiyah@gmail.com

اس کے بعد شارح فرماتے ہیں کہ لفظ **القرآن** میں دو احتمال ہیں (۱) علَم (۲) مصدر۔

اگر **القرآن** علَم ہو جیسا کہ مشہور ہے تو **القرآن** کے ذریعہ کتاب کی تعریفِ لفظی ہوگی اور **المنزل علی الرسول** سے تعریفِ حقیقی کا آغاز ہوگا اور اگر **القرآن** مصدر ہو تو یہ مقروءٌ (مہموز) یا مقرون (صحیح) اسم مفعول کے معنی میں ہوگا، مقروءٌ کی صورت میں وجہِ تسمیہ یہ ہوگی کہ قرآن کریم کو خوب بار بار پڑھا جاتا ہے اسلئے قرآن کہتے ہیں اور مقرون کی صورت میں وجہِ تسمیہ یہ ہوگی کہ قرآن کریم کی آیات ایک دوسرے سے مقترن اور ملی ہوئی ہیں اسلئے اس کو قرآن کہتے ہیں اس کے بعد شارح نے فوائدِ قیود کو بیان کیا کہ لفظ

القرآن کتاب کیلئے جنس ہے کیونکہ قرآن ہر پڑھی جانے والی یا ہر مقترن ومتصل چیز کو شامل ہے اور **المنزل** فصلِ اول ہے اس کے ذریعہ غیر آسمانی کتابیں خارج ہوگئیں **علی الرسول** فصل ثانی ہے اسکے ذریعہ دیگر آسمانی کتابیں تورات، انجیل وزبور خارج ہوگئیں **المکتوب فی المصاحف** یہ فصلِ ثالث ہے اس کے ذریعہ وہ آیات قرآنی خارج ہوگئیں جن کی تلاوت منسوخ ہوچکی ہے اسی طرح وہ قرآتیں خارج ہوگئیں جو مکتوب فی المصاحف نہیں ہے **المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة** یہ فصلِ رابع ہے اس کے ذریعہ وہ آیات خارج ہوگئیں جو بطریق آحاد منقول ہیں جیسے قضاءِ رمضان کے متعلق ایک روایت میں **فعدّة من ایام اخر** کے ساتھ متتابعات کی قید موجود ہے اسی طرح وہ آیات بھی خارج ہوگئیں جو بطریق شہرت منقول ہیں جیسے حدِ سرقہ میں **فاقطعوا ایمانهما** کی قرأت ہے۔

③ کتاب اللہ کی تعریف وفوائد قیود:۔ ابھی عبارت کی تشریح کے ضمن میں اس کا حل گزر چکا ہے۔

④ تعریفِ لفظی وحقیقی میں فرق:۔ تعریفِ لفظی: یہ ہے کہ کسی غیر معروف لفظ کو معروف لفظ سے تعبیر کردیا جائے جیسے لفظِ غضنفر کو اسد سے متعارف کروانا تعریفِ لفظی ہے۔

تعریفِ حقیقی: یہ ہے کہ کسی غیر حاصل صورت کو حاصل کرنے سمجھانے کیلئے جو تعریف کی جائے وہ تعریفِ حقیقی ہے جیسے یہاں پر **الکتاب** کی تعریف کی گئی ہے **القرآن المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف المنقول عنه نقلا متواترا بلا شبهة** ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل .....**وَيَخْتَصُّ مُرَادُهٗ بِصِيْغَةٍ لَازِمَةٍ ۔ بَيَانٌ لِكَوْنِ الْأَمْرِ خَاصًّا يَعْنِيْ يَخْتَصُّ مُرَادُ الْأَمْرِ وَهُوَ الْوُجُوْبُ بِصِيْغَةٍ لَازِمَةٍ لِلْمُرَادِ وَالْغَرَضُ مِنْهُ بَيَانُ الْاِخْتِصَاصِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ أَيْ لَايَكُوْنُ الْأَمْرُ اِلَّا لِلْوُجُوْبِ وَلَا يَثْبُتُ الْوُجُوْبُ اِلَّا مِنَ الْأَمْرِ دُوْنَ الْفَعْلِ فَيَكُوْنُ نَفْيًا لِلْاِشْتِرَاكِ وَالتَّرَادُفِ جَمِيْعًا۔** (۳۲۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں جس سے اشتراک اور ترادف کی نفی واضح ہوجائے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور امر کی مراد صیغۂ لازمہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے یہ عبارت امر کے خاص ہونے کا بیان ہے یعنی امر کی مراد جو وجوب ہے یہ ایسے صیغہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے جو مراد کیلئے لازم ہے اور اس قول سے مقصد جانبین سے اختصاص کو بیان کرنا ہے یعنی امر صرف وجوب کیلئے آتا ہے اور وجوب صرف امر سے ہی ثابت ہوتا ہے، نہ کہ فعل سے۔ پس اس سے اشتراک وترادف دونوں کی نفی ہوگئی۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے مصنف رحمہ اللہ کی غرض صیغۂ امر اور اس کی مراد (وجوب) کے درمیان جانبین سے اختصاص کو بیان کرنا ہے اس سے قبل ایک تمہید کہ بسا اوقات لفظ معنی کے ساتھ خاص ہوتا ہے مگر معنی لفظ کے ساتھ خاص نہیں ہوتا جیسے الفاظِ مترادفہ مثلاً لیث واسد کہ یہ دونوں حیوانِ مفترس (شیر) کے ساتھ مختص ہیں ان کا صرف یہی ایک معنی ہے مگر حیوانِ مفترس ان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اور الفاظ کا بھی یہی معنی ہے مثلاً غضنفر کا بھی یہی معنی ومدلول ہے۔

بسا اوقات اسکے برعکس یعنی معنی لفظ کے ساتھ خاص ہوتا ہے مگر وہ لفظ اس معنی کے ساتھ خاص نہیں ہوتا بلکہ دوسرا معنی بھی ادا کرتا ہے جیسے الفاظِ مشترکہ مثلاً قروء یہ حیض وطہر دونوں معنی ادا کرتا ہے یہاں پر حیض کا معنی قروء کے ساتھ مختص ہے مگر قروء حیض کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ دوسرا معنی (طہر) بھی ادا کرتا ہے اور بسا اوقات دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مختص ہوتے ہیں مثلاً انسان اور حیوان ناطق کہ انسان حیوان ناطق کے غیر پر صادق نہیں آسکتا اور حیوان ناطق انسان کے علاوہ پر صادق نہیں آسکتا یہاں جانبین سے اختصاص ہے۔

اس تمہید کے بعد مصنف رحمہ اللہ کی کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر صیغۂ امر اور اس کی مراد (وجوب) کے درمیان جانبین سے اختصاص ہے بایں طور کہ صیغۂ امر صرف وجوب کے لئے ہے ندب واباحت کے لئے نہیں ہے اور وجوب صرف صیغۂ امر سے ثابت

ہوگا فعلِ نبی ﷺ سے وجوب ثابت نہیں ہوگا۔اس اختصاص کو بیان کرنے سے مقصود اشتراک وترادف والے مذاہب کی نفی کرنا ہے۔یعنی اس مذہب کی بھی نفی کرنی ہے کہ صیغۂ وجوب، ندب واباحت کے درمیان مشترک ہے اور اس مذہب کی بھی نفی کرنی ہے کہ امر وفعلِ نبی میں ترادف ہے اور دونوں سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔

جب یہ کہا کہ صیغۂ امر صرف وجوب پر دلالت کرتا ہے اور صیغۂ امر وجوب کے لئے لازم ہے کبھی وجوب سے جدا نہ ہوگا تو اشتراک کی نفی ہوگئی کہ ندب واباحت پر دلالت نہیں کرتا اور مراد یعنی وجوب صیغۂ امر کے علاوہ فعلِ نبی سے ثابت نہیں ہوگا جب فعلِ نبی سے وجوب ثابت نہ ہوا تو صیغۂ امر اور فعلِ نبی کے درمیان ترادف کی بھی نفی ہوگئی۔(قوت الاخیار۱۰۲:۱)

الشق الثانی.....**ومن وما يحتملان العموم والخصوص وأصلهما العموم يعنى أنهما فى أصل الوضع للعموم ويستعملان فى الخصوص بعارض القرائن سواء استعملا فى الاستفهام أو الشرط أو الخبر وما قيل أن الخصوص يكون فى الأخبار فمنتقض لايطرد ..... فأذا قال من شاء من عبيدى العتق فهو حر فشاؤا عتقوا..... فأن قال لأمته أن كان مافى بطنك غلاما فأنت حرة فولدت غلاما وجارية لم تعتق.**(۸۴۔رحمانیہ)

مذکورہ عبارت کی بے غبار تشریح کریں، خط کشیدہ حصہ سے شارح کی غرض واضح کریں نیز من اور ما کے درمیان فرق مثالوں سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) عبارتِ مخطوطہ کی غرض (۳) مَنْ ومَا میں فرق مع امثلہ۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے الفاظِ عموم میں سے مَنْ اور مَا کا ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ عموم وخصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں یعنی جب مَنْ کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں ایک شخص بھی واقع ہوسکتا ہے اور کئی افراد بھی واقع ہوسکتے ہیں مثلاً مَنْ فِی الدَّارِ کے جواب میں صرف خالد بھی واقع ہوسکتا ہے اور خالد زید بکر وغیرہ بھی واقع ہو سکتے ہیں۔اسی طرح مَا کے جواب میں بھی، مثلاً مَا فِی الدَّارِ کے جواب میں صرف سریر بھی واقع ہوسکتا ہے اور سریر، مکتب وغیرہ متعدد چیزیں بھی واقع ہوسکتی ہیں البتہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے عموم کے لئے ہیں اور بطریقِ مجاز قرائن کی وجہ سے خصوص کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں، خواہ استفہام کے معنی میں مستعمل ہوں یا خبر وشرط کے معنی میں مستعمل ہوں۔

اس کے بعد شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اصولیین کا یہ کہنا کہ مَنْ ومَا اگر شرط یا استفہام کے معنی میں مستعمل ہوں تو پھر صرف عموم کے لئے ہوتے ہیں خصوص کے لئے نہیں ہوتے اور اگر خبر کے معنی میں مستعمل ہوں تو پھر عموم وخصوص دونوں کے لئے آتے ہیں یہ قول نقض زدہ ہے اور عام طور پر جاری نہیں ہے۔

اس کے بعد شارح رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ مَنْ اور کلمہ ما کے عموم پر تفریع قائم کی ہے۔چنانچہ فرمایا کہ اگر کسی مولیٰ نے یہ کہا کہ مَنْ شَاءَ مِنْ عَبِيْدِيْ اَلْعِتْقَ فَهُوَ حُرٌّ (میرے غلاموں میں سے جس نے آزاد ہونا چاہا وہ آزاد ہے) اس میں مَنْ عام ہے اور مشیت جو ایک عام صفت ہے اس کے ساتھ متصف ہے اور مِنْ عَبِيْدِيْ میں مِنْ کے بیانیہ ہونے کا احتمال موجود ہے پس اگر تمام غلاموں نے آزاد ہونا چاہا تو کلمہ مَنْ کے عموم پر عمل کرتے ہوئے تمام غلام آزاد ہوجائیں گے۔

اسی طرح کسی شخص نے اپنی باندی سے کہا اِنْ كَانَ مَا فِی بَطْنِكِ غُلَاماً فَاَنْتِ حُرَّةٌ (تیرے پیٹ میں جو کچھ ہے اگر وہ لڑکا ہے تو تو آزاد ہے) اب اگر اس باندی نے لڑکا ولڑکی دونوں جنے تو یہ آزاد نہ ہوگی کیونکہ اس عبارت میں کلمہ مَا عام ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ وہ سب کچھ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہے تو تو آزاد ہے اب جب اس نے جنا تو وہ پیٹ کا کچھ حصہ لڑکا ہے اور کچھ حصہ لڑکی ہے تو پورے پیٹ میں لڑکا ہونے کی شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے یہ آزاد نہ ہوگی۔

② عبارتِ مخطوطہ کی غرض:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض ان بعض اصولیین پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کلمۂ مَنْ اور مَا جب شرط واستفہام کے معنی میں مستعمل ہوں تو پھر صرف عموم کیلئے ہوتے ہیں خصوص کے لئے نہیں ہوتے اور اگر خبر کے معنی میں مستعمل

ہوں تو پھر عموم خصوص دونوں کیلئے آتے ہیں۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے۔ اس قول پر نقض وارد ہوسکتا ہے، اس لئے کہ اگر کسی نے مَنْ اَبُوْكَ، مَادِيْنُكَ کے ذریعہ سوال کیا تو یہاں پر مَنْ اَبُوْكَ کے جواب میں صرف ایک شخص کا نام آئے گا اسی طرح مَادِيْنُكَ کے جواب میں صرف دین اسلام آئے گا تو یہاں پر یہ دونوں الفاظ استفہام کے لئے مستعمل ہیں اور خصوص کے لئے ہیں لہٰذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ جب یہ شرط واستفہام کے لئے مستعمل ہوں تو صرف عموم کے لئے آتے ہیں۔

③ مَنْ ومَا میں فرق مع امثلہ:۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ مَنْ کا حقیقی استعمال ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے جیسے آپ کا ارشاد ہے مَنْ قتل قتيلا فله سلبه اس میں مَنْ ذوی العقول (قاتل) کے لئے مستعمل ہے اور کبھی مجازاً غیر ذوی العقول کیلئے بھی ہوتا ہے جیسے فمنهم من يمشي على بطنه اس میں مَنْ کا استعمال غیر ذوی العقول (چوپائے) کیلئے ہے۔

کلمۂ مَا (عندالبعض) غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور کبھی مجازاً ذوی العقول کے لئے بھی آتا ہے شارح فرماتے ہیں کہ یہ بعض حضرات کا قول ہے، اکثر حضرت کے نزدیک مَا ذوی العقول وغیر ذوی العقول دونوں کے لئے آتا ہے غیر ذوی العقول کی مثال جیسے مَا فی الدار کے جواب میں کوئی ایسی چیز واقع ہوگی جو غیر ذوی العقول ہوگی مثلاً دراہم ودینار وغیرہ اور ذوی العقول کی مثال جیسے والسماء وما بناها میں مَا سے مراد باری تعالیٰ ہے جو کہ ذوی العقول میں سے ہے۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....وانما يقع على الملك والاجارة والدخول حافيا او متنعلا فيما اذا حلف لايضع قدمه فی دار فلان باعتبار عموم المجازوهو الدخول ونسبة السكنٰی۔ (ص۱۱۰۔رحمانیہ)

مذکورہ عبارت سوال کا جواب ہے سوال اور جواب کی وضاحت کریں۔ نیز بتائیں کہ مذکورہ سوال وجواب کا تعلق کس مسئلہ سے ہے؟

جواب..... ① سوال وجواب کی وضاحت:۔ یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ اے احناف! تم کہتے ہو کہ جمع بین الحقیقت والمجاز بلفظٍ واحدٍ وبوقتٍ واحد ناجائز ہے۔ حالانکہ تم جمع بین الحقیقت والمجاز کرتے ہو، بایں طور کہ کسی نے قسم کھائی واللہ لا اضع قدمی فی دار خالد (قسم بخدا میں خالد کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا) پھر یہ شخص خالد کے گھر میں جوتا پہن کر داخل ہوا یا ننگے پاؤں داخل ہوا بہر صورت حانث ہوجائے گا تو یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے اس لئے کہ ننگے پاؤں داخل ہونا وضع قدم کا حقیقی معنی ہے اور جوتا پہن کر داخل ہونا وضع قدم کا مجازی معنی ہے۔

اسی طرح دارِ خالد کا حقیقی معنی یہ ہے کہ وہ خالد کی ملکیت میں ہو اور مجازی معنی یہ ہے کہ وہ کرایہ وعاریہ کا گھر ہو اب اگر حالف خالد کے مملوکہ گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہوجائے گا اور اگر خالد کے کرایہ وعاریہ والے گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہوجائیگا۔ تو اے احناف تم نے وضعِ قدم اور دارِ خالد دونوں میں حقیقت ومجاز کو جمع کیا ہے، حالانکہ یہ تمہارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا بلکہ عموم مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا عموم مجاز کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لیا جائے کہ معنی حقیقی بھی اسکے افراد میں سے ایک فرد ہو کر اسکے تحت داخل ہو وہ مجازی معنی یہ ہے کہ لا اضع قدمی سے مراد لا ادخل ہے اور لا ادخل کا لفظ دونوں صورتوں کو شامل ہے خواہ وہ جوتا پہن کر داخل ہو یا ننگے پاؤں داخل ہو بہر صورت وہ حانث ہوجائیگا۔ اسی طرح دارِ خالد سے مراد دارِ سکنیٰ ہے (خواہ سکنی بالفعل ہو یا بالقوہ ہو بایں طور کہ وہ فی الحال اس میں رہ رہا ہو یا اس میں فی الحال رہائش نہ ہو مگر ملک ہونے کی وجہ سے بالقوہ اس میں رہنے کی قدرت حاصل ہو) خواہ دارِ مملوکہ ہو یا مستاجرہ ہو یا مستعارہ ہو بہر صورت دارِ سکنی ہی ہوگا اور حالف اس میں داخل ہونے سے حانث ہوجائیگا۔

الحاصل دونوں صورتوں میں حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے نہیں بلکہ عموم مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا۔

0313 6357513 maktabazakariyamultan@gmail.com

② متعلقہ مسئلہ کی نشاندہی:۔ ماقبل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسئلہ ذکر کیا تھا کہ لفظِ واحد سے معنی حقیقی ومجازی دونوں کو ایک ساتھ اسطرح مراد لینا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ مستقل طور پر حکم متعلق ہو یہ احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے ابھی ذکر کردہ سوال وجواب اسی مسئلہ پر نقض تھا، جس کا جواب گزر چکا ہے۔

الشق الثانی.....**وفی للظرفية وهذا هو أصل معناه فی اللغة واتفق أصحابنا فی هذا القدر ولكنهم اختلفوا فی حذفه وأثباته فی ظرف الزمان أی فی كون ما بعده معيارا لما قبله غير فاضل عنه أو كونه ظرفا فاضلا عنه ۔ فقالا هما سواء فی أنه يستوعب جميع مابعده ..... وفرق أبوحنيفة بينهما فيما اذا نوى آخر النهار ۔ وأذا أضيف الى مكان بأن يقول أنت طالق فی مكة يقع حالا ألا أن يضمر الفعل فيصير بمعنى الشرط۔**

عبارت کی تشریح کرتے ہوئے امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف واضح کریں۔ **أن يضمر الفعل** میں **الفعل** سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) امام صاحب وصاحبین رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف مع امثلہ (۳) **الفعل** کی مراد۔ (ص ۱۴۵۔ رحمانیہ)

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فی (حرفِ جار) کے متعلق تفصیل ذکر کی ہے کہ علماءِ احناف اس پر متفق ہیں کہ فی ظرفیت کیلئے موضوع ہے اور لغت میں یہی اس کا اصل معنی ہے، مگر حذفِ فی اور ذکرِ فی میں اختلاف ہے (اختلاف حذف میں نہیں ہے حذف بالاتفاق جائز ہے) بلکہ ذکر وحذف میں سے کون مدخول فی کے استیعاب کا تقاضا کرتا ہے اور کون اس کا تقاضا نہیں کرتا۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ذکر وحذف دونوں برابر ہیں خواہ فی کو ذکر کریں یا حذف کریں، بہرصورت فی استیعاب کے لئے ہوتا ہے یعنی اپنے مابعد کے تمام اجزاء کو گھیر لیتا ہے اور اس کا مابعد اس کے ماقبل کیلئے معیار ہوتا ہے، اس سے زائد و فاضل نہیں ہوتا، گویا صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ذکرِ فی اور حذفِ فی دونوں کا ایک ہی معنی وحکم ہے۔ پس اگر کسی نے اپنی بیوی کو **اَنْتِ طَالِقٌ غَدًا** کہا یا **اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ غَدٍ** کہا اور کوئی نیت نہیں کی تو دونوں صورتوں میں غدٌ کے اول حصہ میں یعنی صبح صادق ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائیگی اور عورت غد کے تمام اجزاء میں مطلقہ ہو جائے گی یعنی طلاق غد کے تمام اجزاء کا استیعاب کر لے گی، اب اگر شوہر نے آخرِ نہار مثلاً عصر کے وقت طلاق کی نیت کی تو دیانۃً اس کی نیت معتبر ہوگی کیونکہ آخرِ نہار اس کی کلام کا محتمل ہے اور آخرِ نہار بھی غد کا ہی ایک حصہ ہے لہٰذا یہ نیت معتبر ہوگی اور قضاءً اس کی نیت معتبر نہ ہوگی یعنی قاضی اس کی نیت کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا اسلئے کہ اسکی یہ نیت خلافِ ظاہر کی نیت ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ فی مذکور ہو یا محذوف ہو بہرصورت طلاق غد کے تمام اجزاء کا استیعاب کر لے گی۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکرِ فی اور حذفِ فی میں مابعد کے استیعاب میں فرق ہے، پس حذف فی کی صورت میں استیعاب ہوگا اور بلانیت صبح ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر آخرِ نہار کی نیت کی تو دیانۃً تصدیق کی جائیگی قضاءً تصدیق نہیں کی جائے گی۔

اگر **انتِ طالق فی غدٍ** کہا تو بلانیت صبح ہی طلاق واقع ہو جائیگی اور آخرِ نہار کی نیت کی صورت میں قضاءً ودیانۃً دونوں طرح اس کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس کی نیت اس کے کلام کا محتمل ہے اور ذکرِ فی استیعاب کا تقاضا نہیں کرتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم کھائی **واللہ لا صومنّ الدھر** (بخدا میں زمانہ بھر روزہ رکھوں گا) اس صورت میں فی محذوف ہے اسلئے یہ کلام استیعابِ دہر کو چاہتی ہے اس صورت میں زندگی بھر روزے رکھنا ضروری ہوگا اور اگر اس نے **واللہ لا صومنّ فی الدھر** (بخدا میں زمانہ میں روزہ رکھوں گا) اس صورت میں ذکرِ فی استیعاب نہیں چاہتا لہٰذا معمولی مقدار کے روزہ سے بھی قسم پوری ہو جائے گی۔

الحاصل صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ذکرِ فی اور حذفِ فی دونوں استیعاب میں برابر ہیں اور امام صاحب کے نزدیک ذکرِ فی استیعاب نہیں چاہتا، البتہ حذفِ فی استیعاب ہی چاہتا ہے۔

0313 635 7913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اگر کسی شخص نے طلاق کو کسی مکان کی طرف منسوب کرتے ہوئے **انتِ طالق فی مکة** کہا تو اس صورت میں فی الحال طلاق واقع ہو جائے گی اس لئے کہ مکان طلاق کے لئے قید بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، طلاق جب بھی واقع ہوگی تمام مکانات میں واقع ہوگی۔ البتہ اگر فعل یعنی مصدر مقدر ہو بایں طور کہ **فی مکة** سے مراد **فی دخولك مكة** ہو تو پھر یہ فی شرط کے معنی میں ہوگا اور دخول کے ساتھ طلاق واقع ہوگی گویا اس نے یوں کہا ہے **ان دخلتِ مكة فانت طلاق**۔

② و ③ امام صاحب وصاحبینؒ کا اختلاف مع امثلہ اور الفعل کی مراد:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں مکمل تفصیل گزر چکی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....**او یکون اتصالا فیه شبهة صورة ومعنی کخبر الواحد وهو کل خبر یرویه الواحد او الاثنان فصاعدا ولاعبرة للعدد فیه بعد ان یکون دون المشهور و المتواتر وانه یوجب العمل دون العلم الیقین بالکتاب والسنة والاجماع والمعقول** ۔ (ص۱۸۸۔رحمانیہ) عبارت کی وضاحت کریں۔ کتاب، سنۃ، اجماع اور معقول کی تشریح بطرز شارح تحریر کریں۔ نیز خبرِ واحد، متواتر اور مشہور کی تعریف وحکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) خبرِ واحد، متواتر ومشہور کی تعریف وحکم۔

جواب..... ① عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں سند کے اتصال کے اعتبار سے حدیث کی تیسری قسم کا ذکر ہے کہ وہ حدیث وخبر اس نوع کی ہو کہ اسکے اتصال میں صورۃً ومعنیً دونوں اعتبار سے شبہ ہو کیونکہ خیر القرون کے کسی بھی زمانہ میں وہ مشہور نہ ہوئی ہو جیسے خبر واحد۔

خبرِ واحد وہ روایت ہے کہ اس کے راوی ایک یا دو یا اس سے زائد ہوں، بعض کی رائے یہ ہے کہ دو کی روایت قابلِ قبول ہے، مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان کے قول پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو روایت متواتر ومشہور سے کم رتبہ پر ہے اس میں کسی خاص تعداد کا اعتبار نہ ہوگا، خواہ وہ راوی ایک ہو دو ہوں، یا اس سے زائد ہوں بہر صورت ان کا درجہ برابر ہے اور یہ خبر خبرِ واحد ہی رہے گی۔

یہ خبرِ واحد عمل کو ثابت کرتی ہے البتہ اس سے علم الیقین کا درجہ حاصل نہ ہوگا اگرچہ اس کا راوی عادل وولی ہو بہر صورت وہ علمِ یقین کا فائدہ نہیں دے گی کیونکہ اس کا رتبہ خبر متواتر ومشہور سے کم ہے۔

اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خبر واحد کا واجب العمل ہونا قرآن وسنت، اجماع وقیاس سب دلائل سے ثابت ہے قرآن کریم سے خبرِ واحد کے واجب العمل ہونے کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے **فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم**، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے طائفہ پر حصولِ علم کے بعد انذار (ڈرانا) واجب کر دیا ہے اور طائفہ کا اطلاق واحد اثنین اور اس سے زائد افراد پر بھی ہوتا ہے اور فرقہ پر اس طائفہ کے قول کو قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب کر دیا ہے پس معلوم ہوا کہ خبر واحد موجب للعمل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے الکتاب سے خبر واحد کے واجب العمل ہونے کیلئے اس آیت کی طرف اشارہ ہو **واذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبنینه للناس ولا تکتمونه**، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر صاحبِ علم پر کتاب اللہ کو بیان کرنا اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا واجب ہے اور اس کا فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب لوگ اس کو قبول بھی کریں پس معلوم ہوا کہ لوگوں کیلئے اس صاحبِ علم کی خبر پر عمل کرنا لازم ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

سنت سے خبرِ واحد کے واجب العمل ہونے کے متعدد دلائل ہیں مثلاً آپ نے صدقہ کے حق میں حضرت بریرہؓ کی خبر کو قبول کیا اور فرمایا **لكِ صدقة ولنا هدية**۔ ہدیہ کے متعلق حضرت سلمانؓ کی خبر کو قبول کرتے ہوئے اسے تناول فرمایا۔ حضرت علی ومعاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنی تحریر دے کر قیصر روم کی طرف روانہ کیا اگر اخبارِ آحاد قابلِ عمل نہ ہوتیں تو آپ ایسا عمل کیوں کرتے۔

اجماع سے خبرِ واحد کے واجب العمل ہونے کی دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انصار کے خلاف یہ خبر دینا تھا **الائمة من**

قریش تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو قبول کیا، کسی نے بھی اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خبر وقول کی بناء پر مسئلہ اکسال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرض غسل کا حکم جاری فرمایا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو قبول کیا۔

قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خبر واحد واجب العمل ہو کیونکہ ہر معاملہ میں خبرِ متواتر یا مشہور کا ہونا ممکن نہیں ہے لہٰذا اگر خبر واحد کو رد کر دیا جائے گا تو شریعت کے بے شمار احکامات معطل ہو جائیں گے۔

② خبر واحد، متواتر و مشہور کی تعریف وحکم:۔ خبرِ متواتر وہ خبر ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ انکی تعداد کو شمار کرنا دشوار ہو، اور اتنی بڑی تعداد کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو جیسے نقل قرآن، اسی طرح بعض حضرات کے بقول حدیث **انما الاعمال بالنیات** اور بعض کے بقول **البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر** خبرِ متواتر کی مثال ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس درجہ کی روایت واجب العمل ہونے کے ساتھ علم یقین کا بھی فائدہ دیتی ہے جس طرح عینی طور پر دیکھنا علم یقین کا فائدہ دیتا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

خبر مشہور وہ خبر ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں آحاد کے قبیل سے تھی اس کے بعد وہ دورِ ثانی وثالث (تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ کا دور) میں وہ خبر اس قدر پھیل گئی کہ اس کو اتنی بڑی جماعت نے نقل در نقل کیا کہ اس جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ومحال ہو، اگر یہ شہرت دورِ ثالث (تبع تابعین رحمہم اللہ کا دور) کے بعد ہوئی تو پھر اس کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ اس زمانہ میں بہت سی اخبارِ آحاد مشہور ہو چکی ہیں تو اگر اس دور کے بعد کی شہرت کا بھی اعتبار کیا جائے تو پھر کوئی بھی خبر واحد خبر واحد نہیں رہے گی، جیسے تعدادِ رکعات اور مقدارِ زکوٰۃ یا نصابِ زکوٰۃ وغیرہ متعدد اس کی مثالیں ہیں۔

اس خبر مشہور کے ذریعہ ایسا علم حاصل ہوتا ہے کہ مخاطب کو اس سے اطمینان وتسلی حاصل ہو جاتی ہے جس کا درجہ ظنِ غالب سے زیادہ اور یقین کے قریب قریب ہے اور اس کا مرتبہ خبرِ متواتر سے کم اور خبرِ واحد سے زیادہ ہے، چنانچہ خبرِ مشہور کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے مثلاً احناف نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کی وجہ سے کفارۂ یمین کی روزوں کو تسلسل کی قید سے مقید کر دیا ہے البتہ خبرِ مشہور کے منکر کو صحیح قول کے مطابق کافر نہیں کہا جائے گا۔ البتہ وہ گمراہ ہوگا (خبرِ واحد کی تعریف وحکم امرِ اوّل میں گزر چکا ہے)۔

الشق الثانی.....**وَالْكُفَّارُ مُخَاطَبُوْنَ بِالْاَمْرِ بِالْاِيْمَانِ وَبِالْمَشْرُوْعِ مِنَ الْعُقُوْبَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ وَبِالشَّرَائِعِ فِی حُكْمِ الْمُؤَاخَذَةِ فِی الْاٰخِرَةِ وَ اَمَّا فِیْ وُجُوْبِ الْاَدَاءِ فِیْ اَحْكَامِ الدُّنْيَا، فَكَذٰلِكَ عِنْدَ الْبَعْضِ وَ الصَّحِيْحُ اَنَّهُمْ لَا يُخَاطَبُوْنَ بِاَدَاءِ مَا يَحْتَمِلُ السُّقُوْطَ مِنَ الْعِبَادَاتِ۔** (ص ۶۸۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کریں۔ وجوب اداء فی احکام الدنیا کے متعلق دونوں مذہبوں کے دلائل تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) وجوب اداء فی احکام الدنیا میں دونوں مذاہب کے دلائل۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور کفار ایمان لانے اور عقوبات اور معاملات سے متعلق احکام کو بجالانے کے مخاطب ہیں اور مواخذہ اخروی کے اعتبار سے عبادات کے بھی مخاطب ہیں۔ اور بعض کے نزدیک احکامِ دنیا کے اعتبار سے بھی وجوب اداء میں مخاطب ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ کفار ان عبادات کے ادا کرنے کے مکلّف نہیں ہوتے جو سقوط کا احتمال رکھتی ہیں۔

③ عبارت کی تشریح:۔ کفار اوامر کے مخاطب ہیں یا نہیں یعنی شارح رحمہ اللہ کے اوامر سے جو چیزیں ثابت ہوتی ہیں کفار ان کے مکلّف ہیں یا مکلّف نہیں ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار ایمان لانے اور حدود وقصاص اور معاملات سے متعلق احکام بجالانے کے مکلّف ومخاطب ہیں کیونکہ ایمان لانے کا حکم واقعی میں کفار ہی کو ہوتا ہے۔

0313 6337913 maktabazakaria@multan@gmail.com

رہا عقوبات یعنی حدود وقصاص کا معاملہ تو انکے زیادہ مستحق کفار ہی ہیں کیونکہ حدود وقصاص کا نفاذ مسلمانوں پر اسلئے ہوتا ہے تا کہ عالَم کا نظم ونسق برقرار رہے اور بقائے عالم کی مصلحت کارفرما رہے اور معاصی سے رکاوٹ اور تنبیہ ہوتی رہے۔ پس جب مسلمانوں پر حدود وقصاص کے نفاذ کا یہ مقصد ہے تو کفار ان چیزوں کے زیادہ مستحق ہیں خاص طور پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدود و کفارات بنی نوع انسان کو معاصی کے ارتکاب سے روکنے کیلئے مشروع کئے گئے ہیں۔ معاصی پر پردہ ڈالنے اور ان کو دور کرنے کیلئے مشروع نہیں کئے گئے ہیں۔ بہرحال جب لوگوں کو معاصی سے روکنے کیلئے مسلمانوں پر حدود جاری کی جا سکتی ہیں تو کفار پر بدرجۂ اولیٰ جاری کی جائیں گی اور رہے معاملات یعنی خرید وفروخت، اجارہ، نکاح وغیرہ تو یہ مسلمانوں اور کافر دونوں کے درمیان جاری ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم کفار کے ساتھ اسی طرح معاملہ کرینگے جس طرح ہم آپس میں کرتے ہیں، ہمارے اور انکے درمیان ہر چیز کے معاملہ میں یکسانیت ہے، بجز شراب اور سور کے، کیونکہ یہ دونوں کفار کیلئے تو مباح ہیں لیکن ہمارے لئے مباح نہیں ہیں۔

حاصل یہ کہ کفار، ایمان، عقوبات، معاملات کے اسی طرح مکلّف ہیں جس طرح سے مسلمان مکلّف ہیں۔ یہ تمام تر تفصیل تو دنیوی احکام کے اعتبار سے تھی۔ اخروی مؤاخذہ کے اعتبار سے کفار عبادات نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے بھی مکلّف اور مخاطب ہیں اور اس میں ہمارے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پورا اتفاق ہے یعنی کفار کو جس طرح نفس ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا اسی طرح فرائض اور واجبات پر ایمان اور اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل جنت کفار سے کہیں گے تمہیں دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا ہے؟ اس پر کفار جواب دیں گے کہ ہم زکوٰۃ اور نماز کی فرضیت پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز وغیرہ عبادات کی فرضیت پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے بھی کفار کو اسی طرح عذاب ہوگا جس طرح ایمان نہ لانے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

باقی رہی یہ بات کہ کفار دنیوی احکام کے اعتبار سے عبادات کے وجوب کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ یعنی احکام دنیا میں کفار پر عبادات کا اداء کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ مشائخ بخارا کا قول یہ ہے کہ کفار، وجوبِ عبادات کے اعتقاد کے تو مخاطب ومکلّف ہیں لیکن ادائے عبادات کے واجب ہونے کے مخاطب نہیں ہیں یعنی کفار، عبادات نماز وغیرہ کے فرض ہونے پر اعتقاد رکھنے کے مکلّف تو ہیں لیکن ادائے عبادت کے مکلّف نہیں ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کے نزدیک کفار کو فرضیتِ عبادات کے اعتقاد کو ترک کرنے کی وجہ سے تو عذاب دیا جائیگا لیکن ادائے عبادات کو ترک کرنے کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جائیگا اور مشائخ عراق اور اکثر شوافع کا مذہب یہ ہے کہ کفار دنیا میں جس طرح فرضیتِ عبادات کے اعتقاد کے مکلّف ہیں اسی طرح ادائے عبادات کے بھی مکلّف ہیں۔ (تحفۃ الافاق)

④ وجوب اداء فی احکام الدنیا میں دونوں مذاہب کے دلائل:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ عراق کا کہنا ہے کہ جس طرح آخرت میں عبادات کے اعتقاد کو ترک کرنے کی وجہ سے بالاتفاق کفار کو عذاب ہوگا اسی طرح عبادات نماز وغیرہ اداء نہ کرنے کی وجہ سے بھی آخرت میں عذاب ہوگا۔ اگر کفار دنیا میں ادائے عبادات کے مکلّف نہ ہوتے تو انکو آخرت میں ترکِ ادائے عبادات پر عذاب کیوں دیا جاتا۔ ادائے عبادات کو ترک کرنے پر عذاب کا دیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ کفار دنیا میں ادائے عبادات کے بھی مکلّف ہیں۔

مشائخ بخارا کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ اے معاذ تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دینا اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو پانچ وقت کی نمازیں فرض ہونے کی خبر دینا اگر وہ اس کو بھی قبول کرلیں تو ان کو زکوٰۃ فرض ہونے کی اطلاع کرنا۔ یہ حدیث شریف اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ کفار عبادات اداء کرنے کے مکلّف ایمان کے بعد ہی ہوتے ہیں، ایمان سے پہلے ادائے عبادات کے مکلّف نہیں ہوتے۔ اور جب کفار ایمان سے پہلے عبادات کے مکلّف نہیں ہوتے تو ادائے عبادات کے ترک کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان کو کوئی عذاب بھی نہ ہوگا۔

0321-6357913 makhazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل.....**والقضاء يجب بما يجب به الاداء عند المحققين خلافا للبعض اى القضاء يجب بالسبب الذى يجب به الاداء عند المحققين من عامة الحنفية خلافا للعراقيين من مشايخنا وعامة اصحاب الشافعي**۔ مسئلہ کی تشریح کریں، ائمہ کا اختلاف اور ثمرۂ اختلاف واضح کریں نیز بتائیں کہ سبب سے کیا مراد ہے؟(۴۲۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مسئلہ کی تشریح مع اختلاف (۲) ثمرۂ اختلاف (۳) سبب کی مراد۔

جواب..... ① مسئلہ کی تشریح مع اختلاف:۔ اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک جو نص اداء کو واجب کرتی ہے بعینہٖ وہی نص قضاء کو واجب کرتی ہے، قضاء واجب کرنے کے لئے کسی نص جدید کی ضرورت نہیں ہے مثلاً **اقيموا الصلوٰة** یہ آیت جس طرح ادائے صلوٰۃ کو واجب کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح قضائے صلوٰۃ کو بھی واجب کرتی ہے۔ قضائے صلوٰۃ کو واجب کرنے کے لئے کسی نئی نص کی ضرورت نہیں ہے اور جس طرح **كتب عليكم الصيام** ادائے صوم کو واجب کرتی ہے بعینہٖ اسی طرح قضائے صوم کو بھی واجب کرتی ہے، قضائے صوم کو واجب کرنے کے لئے کسی مستقل نئی نص کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن حنفیہ کے عراقی مشائخ، معتزلہ اور شوافع کے نزدیک قضاء واجب کرنے کے لئے مستقل نئی نص کا ہونا ضروری ہے۔ ایک نص اداء اور قضاء دونوں کے لئے کافی نہ ہوگی، چنانچہ ان حضرات کے نزدیک ادائے صلوٰۃ کو **اقيموا الصلوٰة** سے واجب کیا گیا ہے اور قضائے صلوٰۃ کو رسول اکرم ﷺ کی حدیث سے واجب کیا گیا ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص نماز کے وقت میں سو گیا اور نماز ادا نہ کر سکا یا نماز کو بھول گیا تو جس وقت اس کو نماز یاد آئے اس وقت پڑھ لے، یہی اس کی نماز کا وقت ہے۔ اسی طرح روزہ کیلئے موجب للاداء **كتب عليكم الصيام** ہے اور موجب للقضاء **فمن كان منكم مريضًا او على سفر فعده من ايام أخر** ہے یعنی رمضان کے مہینے میں اگر کوئی شخص بیمار ہو گیا یا سفر میں رہا اور روزے نہیں رکھ سکا تو دوسرے ایام میں اتنے ہی روزے رکھ لے۔ مگر ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ دونوں نصوص **من نام عن صلوٰة** اور **فمن كان منكم مريضًا** نماز اور روزے کی قضاء کو واجب کرنے کیلئے وارد نہیں ہوئی ہیں بلکہ اس بات پر تنبیہ کرنے کیلئے وارد ہوئی ہیں کہ نماز اور روزہ کی اداء سابقہ دونوں نصوص **اقيموا الصلوٰة، كتب عليكم الصيام** کی وجہ سے تمہارے ذمہ میں باقی ہے، وقت گزر جانے کی وجہ سے ذمہ سے ساقط نہیں ہوئی ہے کیونکہ اداء مکلّف پر اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے اور جس پر حق واجب ہو حق سے اس کے ذمہ کی فراغت یا تو اداء کے ذریعہ ہوتی ہے یعنی من علیہ الحق صاحب حق کا حق ادا کردے یا عجز کے ذریعہ ہوتی ہے یعنی من علیہ الحق صاحبِ حق کا حق ادا کرنے سے عاجز آجائے یا صاحبِ حق کے ساقط کرنے سے ساقط ہوتی ہے یعنی صاحبِ حق اپنا حق ساقط کردے لیکن یہاں تینوں باتیں موجود نہیں ہیں۔ (قوت الاخیار ص ۱۴۲)

② ثمرۂ اختلاف:۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قضاء کے لئے نص اداء کے علاوہ چونکہ دوسری نص کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان کے نزدیک نماز کی اداء **اقيموا الصلوٰة** سے واجب ہوگی اور اس کی قضاء **من نام عن صلاة** سے واجب ہوگی اور روزہ کی اداء **كتب عليكم الصيام** سے واجب ہوگی اور اس کی قضاء **فمن كان منكم مريضًا** سے واجب ہوگی اور جس چیز کی قضاء کے لئے جدید نص وارد نہ ہوئی ہو اس کی قضاء کا سبب تفویت (فوت کر دینا) ہوگا کیونکہ تفویت مکلّف کی طرف سے تعدی اور ظلم ہے اور تعدی ضمان کا سبب ہوتا ہے لہٰذا تفویت بھی ضمان یعنی قضاء کا سبب ہوگا اور نص قضاء کا قائمقام ہوگا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

پس ہمارے اور شوافع کے درمیان اختلاف کا ثمرہ صرف فوات کی صورت میں ظاہر ہوگا مثلاً ایک شخص نذر کے دن میں بیمار ہو گیا یا دیوانہ ہو گیا اور نماز یا روزہ ادا نہ کر سکا تو ہمارے نزدیک چونکہ قضاء کا سبب وہی ہے جو اداء کا سبب ہے اس لئے فوات (فوت ہونے کی صورت) میں بھی قضاء واجب ہوگی اور شوافع کے نزدیک قضاء کے لئے چونکہ جدید نص یا تفویت کا ہونا ضروری ہے اور فوات کی صورت میں دونوں میں سے کوئی نہیں پایا گیا اس لئے فوات کی صورت میں قضاء واجب نہ ہوگی اور بعض حضرات شوافع کے نزدیک فوات بھی تفویت کی طرح نص کے قائم مقام ہے یعنی جس طرح قضاء کیلئے نص جدید نہ ہونے کی صورت میں تفویت قضاء

کا سبب ہوتا ہے اسی طرح فوات (فوت ہونا) بھی قضاء کا سبب ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں باہمی اختلاف کا ثمرہ صرف حکم کی تخریج میں ظاہر ہوگا یعنی ہمارے نزدیک قضاء کیلئے نص جدید ہو یا تفویت ہو یا فوات ہو تمام صورتوں میں سابقہ نص سے قضاء واجب ہوتی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر قضاء کیلئے نص جدید ہو تو قضاء کا سبب نص جدید ہوگا ورنہ تفویت یا فوات سبب ہوگا۔

③ سبب کی مراد:۔ ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں سبب سے مراد وقت نہیں بلکہ وہ نص مراد ہے جو اداء کو واجب کرتی ہے اس لئے کہ وقت وجوبِ اداء کا سبب نہیں ہوتا بلکہ نفسِ وجوب کا سبب ہوتا ہے۔

الشق الثانی .....وَالنَّكِرَةُ فِيْ مَوْضِعِ النَّفْيِ تَعُمُّ وَذٰلِكَ لِاَنَّهَا فِيْ اَصْلِ وَضْعِهَا لِلْمَاهِيَّةِ اَوْ لِفَرْدٍ وَاحِدٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ عَلٰى اِخْتِلَافِ الْقَوْلَيْنِ فَاِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّفْيُ تَعُمُّ اِذْ نَفْيُ الْمَاهِيَّةِ اَوِ الْفَرْدِ الْغَيْرِ الْمُعَيَّنِ لَايَكُوْنُ اِلَّا كَذٰلِكَ فَاِنْ تَضَمَّنَ مَعْنٰى مِنْ اَلْاِسْتِغْرَاقِيَّةِ كَانَ نَصًّا فِيْهِ كَمَا فِيْ لَارَجُلَ فِي الدَّارِ وَقَوْلِهٖ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِلَّا لَكَانَ ظَاهِرًا فِيْهِ وَمُحْتَمِلًا لِلْخُصُوْصِ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى عُمُوْمِهَا الْاِجْمَاعُ وَالْاِسْتِعْمَالُ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِنْ شَيْئٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى ۔(ص۸۶۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی تشریح کریں، عموم نکرہ کی دلیل ''اجماع، استعمال اور آیت قرآنیہ'' کی وضاحت کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) عموم نکرہ کی دلیل (اجماع، استعمال، آیتِ قرآنیہ) کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں ایسے عام کو ذکر کیا ہے جس کا عموم کسی دلیلِ خارجی سے پیش آتا ہے، چنانچہ فرمایا کہ اگر نکرہ پر حرفِ نفی داخل ہو تو وہ عموم کا فائدہ دے گا حرفِ نفی خواہ نفسِ نکرہ پر داخل ہو جیسے **لا رجل فی الدار**، خواہ اس فعل پر داخل ہو جو فعل نکرہ پر واقع ہوا ہے جیسے **مارأیت رجلًا**۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ نکرہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے بعض حضرات کے نزدیک ماہیت کے لئے آتا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک فردِ غیر معین کے لئے آتا ہے پس جب نکرہ پر حرفِ نفی داخل ہوگا تو ماہیت کی نفی ہوگی یا فردِ غیر معین کی نفی ہوگی اور دونوں کی نفی سے عموم ثابت ہوتا ہے چنانچہ جب ماہیت کی نفی ہوگی تو ماہیت کی نفی سے تمام افراد کی نفی ہو جائے گی کیونکہ اگر ایک فرد بھی باقی رہا تو ماہیت باقی رہے گی لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ماہیت کی نفی سے تمام افراد منتفی ہو جائیں گے اور جب تمام افراد منتفی ہو گئے تو عموم ثابت ہو گیا، اسی طرح اگر فردِ غیر معین منتفی ہو گیا تو تمام افراد منتفی ہو جائیں گے کیونکہ ایک فرد بھی اگر باقی رہ گیا تو فردِ غیر معین منتفی نہ ہوگا۔

پھر عموم علی سبیل الوجوب تو اس وقت ہوگا جب کہ حرفِ نفی نکرہ پر داخل ہو اور نکرہ من استغراقیہ کے معنی کو متضمن ہو جیسے **لا رجل فی الدار** یہ اس شخص کے جواب میں ہے جو یہ سوال کرے **ھل من رجل فی الدار؟** جواب اصل میں تھا **لا من رجل فی الدار** من استغراقیہ کو حذف کر دیا گیا مگر اسکے معنی ملحوظ ہیں اور معنی ہیں مکان میں کوئی مرد نہیں ہے اور جیسے **لا الٰہ الا اللّٰہ** کیونکہ یہ کلمہ اس شخص کے سوال کے جواب میں ہے جو یہ کہے **ھل من الٰہ الا اللّٰہ؟** کیا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے جواب دیا گیا **لا الٰہ الا اللّٰہ** یعنی **لا من الٰہ الا اللّٰہ** اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اگر نکرہ پر حرفِ نفی داخل ہو مگر وہ من استغراقیہ کے معنی کو متضمن نہ ہو تو وہ علی سبیل الجواز عموم کا فائدہ دے گا جیسے **لا بیع ولا خلۃ** اور کبھی عموم کا فائدہ نہیں دے گا بلکہ قرینہ کی وجہ سے خصوص کا فائدہ دے گا جیسے **مارأیت رجلا بل رجلین** میں نے ایک آدمی کو نہیں دیکھا بلکہ دو کو دیکھا تو یہاں **رجلا** سے صرف ایک مراد ہے اور اس پر قرینہ لفظ **رجلین** ہے۔

③ عموم نکرہ کی دلیل (اجماع، استعمال، آیتِ قرآنیہ) کی وضاحت:۔ اجماع کے عموم نکرہ ہونے کی دلیل کلمۂ توحید **لا الٰہ الا اللّٰہ** ہے کہ اسکے مفیدِ توحید ہونے پر سب کا اجماع ہے اور یہ کلمہ مفیدِ توحید اُسی وقت ہوگا جب **لَا** کے ذریعہ ہر معبود کی نفی کر دی گئی ہو

اور ہر معبود کی نفی ہی عموم ہے۔استعمالِ عرب کے عموم نکرہ ہونے کی دلیل تشریح میں موجود مثال **هل من رجل فی الدار** کے جواب میں واقع **لا رجل فی الدار** ہے،اگر یہ **لا** عموم نکرہ کی نفی کے لئے نہ ہواور اس جملہ سے رجل کی مطلقاً وعمومی نفی نہ ہوتو پھر اس جملہ کا جواب واقع ہونا صحیح نہیں ہے۔یہ جملہ مذکورہ سوال کا صحیح جواب تب ہی بنے گا جب اس سے عمومی رجل کی نفی ثابت ہو۔

آیتِ قرآنیہ **قالوا ما انزل الله علی بشر من شیئ قل من انزل الکتاب الذی جاء به موسٰی** بھی عموم نکرہ کی دلیل ہے کہ جب یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توارۃ کس نے نازل کی ہے؟ یعنی وہ بھی تو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔اللہ تعالیٰ کے جواب **من انزل الکتاب الذی جاء به موسٰی** میں محمول کو موضوع کے بعض افراد کے لئے ثابت کیا گیا ہے جو کہ موجبہ جزئیہ ہے اور موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ کی نقیض ہوتا ہے اور یہود کا قول تب ہی سالبہ کلیہ بنے گا جب اس میں محمول کے ہر ہر فرد کی موضوع کے ہر ہر فرد سے نفی کی جائے اور یہی عموم ہے۔پس ثابت ہوا کہ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے۔(قوت الاخیار ۱:۳۱۱)

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل .....**وَأَمَّا الثَّابِتُ بِدَلَالَةِ النَّصِّ فَمَا ثَبَتَ بِمَعْنَى النَّصِّ لُغَةً لَا اِجْتِهَادًا، عُدِلَ هٰهُنَا عَنْ طَرِيْقِ الْعِبَارَةِ وَالْاِشَارَةِ وَكَانَ يَنْبَغِيْ أَنْ يَّقُوْلَ: أَمَّا الْاِسْتِدْلَالُ بِدَلَالَةِ النَّصِ فَالْعَمَلُ بِمَا ثَبَتَ..... لٰكِنَّ هٰذِهٖ مُسَامَحَةٌ قَدِيْمَةٌ مِنْ فَخْرِ الْاِسْلَامِ حَيْثُ يَذْكُرُ تَارَةً الْاِسْتِدْلَالَ وَالْوُقُوْفَ وَهُوَ فِعْلُ الْمُجْتَهِدِ، وَتَارَةً الْعِبَارَةَ وَالْاِشَارَةَ، وَهُوَ مِنْ أَقْسَامِ النَّظْمِ حَقِيْقَةً، وَتَارَةً الثَّابِتَ بِالْعِبَارَةِ وَالْاِشَارَةِ وَهُوَ مِنْ صِفَاتِ الْحُكْمِ وَلَا ضَرَرَ فِيْهِ بَعْدَ وُضُوْحِ الْمَقْصُوْدِ** ۔(ص ۱۵۷۔رحمانیہ) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کی تشریح کریں۔

دلالت النص کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد اور دلالت النص کا حکم تحریر کریں۔نص اور دلالت النص میں فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) دلالت النص کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد وحکم (۵) نص اور دلالت النص میں فرق ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور ثابت بدلالۃ النص وہ چیز ہے جو معنیٰ نص سے لغت کے طور پر ثابت ہو،نہ کہ اجتہاد کے طور پر،مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے عدول کیا یہاں پر عبارت النص اور اشارۃ النص کے طریقہ سے،اور مناسب یہ تھا کہ یوں کہتے **اما الاستدلال بدلالة النص فالعمل بما ثبت الخ** ،لیکن یہ علامہ فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی پرانی مسامحت ہے کہ کبھی وہ ذکر کرتے ہیں **الاستدلال والوقوف** حالانکہ یہ مجتہد کے فعل ہیں،اور کبھی وہ ذکر کرتے ہیں **العبارة والاشارة** حالانکہ یہ دونوں حقیقۃً اقسامِ نظم میں سے ہیں اور کبھی وہ ذکر کرتے ہیں **الثابت بالعبارة والاشارة** حالانکہ یہ حکم کی صفات میں سے ہیں اور مقصود کی وضاحت کے بعد اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نظم ومعنی کے اعتبار سے قرآن کریم کی چوتھی تقسیم کے تیسرے فرد کا ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ ثابت بدلالۃ النص وہ چیز ہے جو نص کے معنی سے لغت کے طور پر ہی ثابت ہو،اس کو ثابت کرنے کے لئے کسی اجتہاد وغیرہ کی ضرورت نہ ہو جیسے آیت کریمہ **فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ** جیسے والدین کو اُف کہنا ممنوع ہے اسی طرح اس آیت سے ہر شخص بغیر اجتہاد کے سمجھتا ہے کہ والدین کو مارنا اور گالی دینا بھی حرام ہے کیونکہ جب معمولی ایذاء والا لفظ اُف کہنا صحیح نہیں تو مارنا اور گالی دینا بطریقِ اولیٰ حرام ہے کیونکہ اس میں زیادہ ایذاء رسانی ہے۔

0313 635 3 maktabazakariyamultan@gmail.com

اسکے بعد شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر اعتراض کیا ہے کہ مصنف نے دلالت النص کی تعریف میں وہ طریقہ وانداز اختیار نہیں کیا جو انداز عبارت النص اور اشارۃ النص کی تعریف میں اختیار کیا ہے، مصنف کو چاہئے تھا کہ وہ عبارت النص اور اشارۃ النص کے طرز پر یہاں بھی **اما الاستدلال بدلالة النص فالعمل بماثبت الخ** کہتے یعنی دلالت النص سے استدلال کرنے کا مطلب اس چیز پر عمل کرنا ہے جو معنی نص سے ثابت ہو۔ مگر یہ علامہ فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی پرانی مسامحت ہے چنانچہ وہ کبھی ان تعریفات میں استدلال اور وقوف کا لفظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ دونوں مجتہد کے فعل ہیں اور کبھی وہ تعریف میں عبارت اور اشارت کا لفظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ دونوں حقیقۃً نظم کی اقسام ہیں اور کبھی **الثابت بالعبارة** اور **الثابت بالاشارة** کا لفظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ دونوں ثابت شدہ حکم کی صفات ہیں الحاصل تعریفات میں یہ سب تسامح علامہ فخر الاسلام رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا ہے اور چونکہ مصنف بھی انکے مقلد ہیں اس وجہ سے انکی اتباع کرتے ہوئے مصنف نے بھی وہی الفاظ استعمال کرتے ہوئے تسامح کا ارتکاب کیا ہے، لیکن بہر حال مقصود اور مفہوم واضح ہونے کے بعد اس قسم کے طرز وطریقہ اختیار کرنے میں کوئی حرج وغیرہ والی بات نہیں ہے۔

④ دلالت النص کی تعریف میں مذکور قیود کے فوائد وحکم:۔ شارح نور الانوار ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دلالت النص کی تعریف میں بمعنی النص کی قید فصل اول ہے اس سے عبارت النص اور اشارۃ النص خارج ہو گئے کیونکہ وہ دونوں نفس نظم سے ثابت ہوتے ہیں نہ کہ معنی سے **لغة** کی قید معنی النص کی تمیز اور فصل ثانی ہے اس سے مقتضی اور محذوف کو دلالت النص کی تعریف سے خارج کر دیا کیونکہ ان دونوں کا ثبوت شرعی یا عقلی ہوتا ہے نہ کہ لغوی، اور آخر میں **لا اجتهادًا** کی قید احترازی نہیں بلکہ **لغةً** کی تاکید ہے اور اس سے مقصود ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ دلالت النص قیاس ہی ہے البتہ قیاس خفی ہوتا ہے اور دلالت النص قیاس کی بہ نسبت قیاس جلی ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ دلالت النص کو قیاس قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ قیاس ودلالت النص میں متعدد فرق ہیں

حکم: مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دلالت النص اور اشارۃ النص قطعی الدلالت ہونے میں دونوں برابر ہیں یعنی جس طرح اشارت النص کی دلالت قطعی ہوتی ہے اسی طرح دلالت النص سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ بھی قطعی ہوتا ہے البتہ اگر اشارۃ النص سے ثابت ہونے والی چیز اور دلالت النص سے ثابت ہونے والی چیز کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو اشارۃ النص پر عمل کرنا اولیٰ اور راجح ہے اسلئے کہ اشارۃ النص میں نظم اور معنی دونوں موجود ہوتے ہیں اور دلالت النص میں صرف معنی لغوی معتبر ہوتا ہے۔

⑤ نص اور دلالت النص میں فرق:۔ نص وہ کلام ہے جس میں ظاہر سے زیادہ ظہور پایا جائے متکلم کی طرف سے کسی توضیح کی وجہ سے بایں طور کہ متکلم اس نظم کو اسی معنی کے لئے لایا ہو اور دلالت النص وہ معنی ہے جو نص کے معنی سے لغت کے ذریعے مفہوم ہو اور اس کے جاننے کے لئے اجتہاد واستنباط کی ضرورت نہ ہو۔

الشق الثانی.....**والامر نوعان مطلق عن الوقت كالزكوٰة وصدقة الفطر وهو على التراخي خلافا لكرخي لئلا يعود على موضوعه بالنقض ومقيد به وهو اربعة انواع لانه اما ان يكون الوقت ظرفا للمؤدى وشرطا للاداء وسببا للوجوب ۔** (ص۶۰۔رحمانیہ)

عبارت کی تشریح کریں، خط کشیدہ حصہ کا مطلب بیان کریں، ظرف، شرط اور سبب سے کیا مراد ہے؟ مثال سے واضح کریں۔ امر مقید بالوقت کی چاروں اقسام کی تعریف ومثال ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) عبارتِ مخطوطہ کا مطلب (۳) ظرف، شرط وسبب کی مراد مع امثلہ (۴) امر مقید بالوقت کی چار اقسام کی تعریف ومثال۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ ابتداءً مصنفؒ نے امر کی دو قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے ① مطلق عن الوقت ② مقید بالوقت، پھر مطلق عن الوقت کی ادائیگی میں تاخیر کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے بعد امر کی قسم ثانی مقید کی چار اقسام میں

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

سے قسم اوّل کی وضاحت کی ہے چنانچہ فرمایا کہ پہلی قسم وہ امر یعنی مامور بہ ہے جو وقت کے ساتھ مقید ہو اور وہ وقت فعل مؤدی کے لئے ظرف ہو، اداءِ فعل کے لئے شرط ہو اور نفسِ وجوب کے لئے سبب ہو۔ (اس کی تشریح امرِ ثالث میں آرہی ہے)

② عبارتِ مخطوطہ کا مطلب:۔ یہ عبارت امر (مامور بہ) مطلق عن الوقت کے علی الفور واجب العمل نہ ہونے کی دلیل احناف ہے کہ امر (مامور بہ) مطلق عن الوقت کی وضع سہولت وآسانی کے لئے ہے اگر اس کی ادائیگی فی الفور لازم کی جائے تو پھر یہ خلافِ موضوع لازم آئے گا اور سہولت وآسانی کی بجائے دشواری پیدا ہو جائے گی۔

③ ظرف، شرط وسبب کی مراد مع امثلہ:۔ ظرف: کی مراد یہ ہے کہ وہ وقت فعل مؤدی کے لئے معیار (مکمل وقت کو گھیر لے) نہ ہو بلکہ فعل مؤدی کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچ جائے۔ شرط: کی مراد یہ ہے کہ مامور بہ وقت سے پہلے درست نہ ہو اور وقت کے فوت ہونے سے فوت ہو جائے۔ سبب: کی مراد یہ ہے کہ وہ وقت مامور بہ کے نفسِ وجوب میں مؤثر ہو۔

اس کی مثال نماز کا وقت ہے کہ یہ وقت نماز کیلئے ظرف بھی ہے بایں طور کہ افراط کے بغیر سنت کے مطابق نماز کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچ جاتا ہے اور یہ وقت نماز کیلئے شرط بھی ہے، بایں طور کہ وقت سے پہلے نماز کا ادا کرنا صحیح نہیں ہوتا اور وقت کے فوت ہونے سے ادا فوت ہو جاتی ہے اور یہ وقت نماز کیلئے سبب بھی ہے بایں طور کہ صفتِ وقت کے اختلاف سے ادا مختلف ہو جاتی ہے کہ اگر وقت کامل ہو تو ادا کامل واجب ہوتی ہے اور اگر وقت ناقص ہو تو ادا بھی ناقص ہی واجب ہوتی ہے، گویا وقت وجوبِ ادا میں مؤثر ہونے کی وجہ سے سبب ہے۔ (قوت الاخیار ۱:۲۱۶)

④ امر مقید بالوقت کی چار اقسام کی تعریف ومثال:۔ ① وہ امر یعنی مامور بہ جو وقت کے ساتھ مقید ہو اور وہ وقت فعل مؤدی کیلئے ظرف ہو، اداءِ فعل کیلئے شرط ہو اور نفسِ وجوب کیلئے سبب ہو۔ اس کی مثال نماز کا وقت ہے کہ یہ وقت نماز کیلئے ظرف بھی ہے بایں طور کہ افراط کے بغیر سنت کے مطابق نماز کی ادائیگی کے بعد بھی وقت بچ جاتا ہے اور یہ وقت نماز کیلئے شرط بھی ہے بایں طور کہ وقت سے پہلے نماز کا ادا کرنا صحیح نہیں ہوتا اور وقت کے فوت ہونے سے ادا فوت ہو جاتی ہے اور یہ وقت نماز کیلئے سبب بھی ہے بایں طور کہ صفتِ وقت کے اختلاف سے ادا مختلف ہو جاتی ہے کہ اگر وقت کامل ہو تو ادا کامل واجب ہوتی ہے اور اگر وقت ناقص ہو تو ادا بھی ناقص ہی واجب ہوتی ہے، گویا وقت وجوبِ ادا میں مؤثر ہونے کی وجہ سے سبب ہے۔ ② وہ وقت فعل مامور بہ کیلئے معیار بھی ہو اور اسکے وجوب کا سبب بھی ہو یعنی فعل مامور بہ جس وقت کے ساتھ مقید ہے وہ اس پورے وقت کو گھیر لے اور مامور بہ کی ادائیگی کے بعد وقت کا کوئی حصہ باقی نہ بچے، بلکہ وقت کے بڑھنے سے مامور بہ بڑھ جائے اور وقت کے کم ہونے سے مامور بہ کم ہو جائے جیسے رمضان کا روزہ، یہ ماہِ رمضان روزہ کیلئے معیار بھی ہے کہ گرمی وسردی میں موسم کے اعتبار سے جیسے دن چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اسی طرح روزہ بھی چھوٹا بڑا ہو جاتا ہے اور یہی رمضان کا مہینہ روزوں کے وجوب کا سبب بھی ہے کیونکہ آیت کریمہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" میں روزہ کو ماہِ رمضان کی طرف منسوب کرتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، پس جب رمضان کا مہینہ روزہ کیلئے معیار ہے تو غیر رمضان منتفی ہو جائیگا، رمضان میں غیر رمضان کے روزہ کی نیت کرنا صحیح نہ ہوگا پس یہ روزہ محض روزہ رکھنے کی نیت کے ساتھ بھی درست ہو جائیگا کہ تعین کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح وصف میں خطاء کے باوجود بھی درست ہو جائے گا مثلاً یہ کہے کہ میں نفلی روزہ کی یا کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرتا ہوں تب بھی رمضان کا ہی روزہ ہوگا۔ ③ وقت فعل مامور بہ کیلئے معیار ہو مگر اسکے وجوب کا سبب نہ ہو، جیسے رمضان کے روزے کی قضاء، یعنی جس وقت میں رمضان کے روزہ کی قضاء کی جائے گی وہ روزہ اس پورے وقت کو گھیر لے گا اور مامور بہ کی ادائیگی کے بعد وقت کا کوئی حصہ باقی نہ بچے گا، بلکہ وقت کے بڑھنے سے مامور بہ بڑھ جائیگا اور وقت کے کم ہونے سے مامور بہ کم ہو جائے گا۔ البتہ یہ وقت اس مامور بہ کے وجوب کا سبب نہیں ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک قضاء کا بھی وہی سبب ہے جو ادا کا سبب ہے اور وہ سبب شہودِ شہرِ رمضان ہے۔ ④ مامور بہ مقید بالوقت کا وقت مشتبہ الحال ہو کہ من وجہ معیار کے مشابہ ہو اور من وجہ ظرف کے مشابہ ہو۔ جیسے حج کا وقت، یہ وقت مشتبہ الحال ہے کہ من وجہ معیار کے

0333 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

مشابہ ہے اور من وجہ ظرف کے مشابہ ہے۔ حج کا وقت شوال، ذی قعدہ وذی الحج کے دس ایام ہیں اسی لئے شوال سے قبل حج کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ ارکانِ حج ادا کرنے میں یہ پورا وقت صرف نہیں ہوتا بلکہ ذی الحج کے کچھ ایام صرف ہوتے ہیں اور باقی سارا وقت بچ جاتا ہے، اور فعل مامور بہ کو ادا کرنے کے بعد وقت کا فاضل وزائد ہونا وقت کے ظرف ہونے کی دلیل ہے، پس اس اعتبار سے یہ وقت ظرف کے مشابہ ہے۔ مگر اس پورے وقت میں صرف ایک ہی حج ادا کیا جاسکتا ہے، ایک سے زائد حج ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے، اس اعتبار سے یہ وقت معیار کے مشابہ ہے۔ (قوت الاخیار)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل .....وَكُلٌّ لِلْاِحَاطَةِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاَفْرَادِ وَهِيَ تَصْحَبُ الْاَسْمَآءَ فَتَعُمُّهَا فَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُنَكَّرِ اَوْجَبَتْ عُمُوْمَ اَفْرَادِهٖ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُعَرَّفِ اَوْجَبَتْ عُمُوْمَ اَجْزَائِهٖ حَتّٰى فَرَّقُوْا بَيْنَ قَوْلِهِمْ كُلُّ رُمَّانٍ مَاكُوْلٌ وَكُلُّ الرُّمَّانِ مَاكُوْلٌ بِالصِّدْقِ وَالْكِذْبِ وَاِذَا وَصَلَتْ بِمَا اَوْجَبَتْ عُمُوْمَ الْاَفْعَالِ وَيُثْبِتُ عُمُوْمَ الْاَسْمَآءِ فِيْهِ ضِمْنًا كَعُمُوْمِ الْاَفْعَالِ فِيْ كُلٍّ ۔ (ص۸۵۔رحمانیہ) عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ صدق اور کذب سے کیا مراد ہے؟ انت طالق کل تطلیقة اور انت طالق کل التطلیقة کے درمیان فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) صدق وکذب کی مراد (۴) انت طالق کل تطلیقة، کل التطلیقة میں فرق۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ لفظِ کُلٌّ علی سبیل الافراد افراد یا اجزاء کے احاطہ کیلئے ہوتا ہے یعنی لفظِ کُلٌّ اپنے مدخول کے ہر فرد کو اس طرح کرنے کیلئے آتا ہے گویا اس کے ساتھ کوئی دوسرا فرد نہیں ہے اور یہ لفظ اسماء پر داخل ہو کر ان میں عموم پیدا کر دیتا ہے جیسے کل امرأة اتزوجها فهی طالق (ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے) یہاں کُلٌّ نے اپنے مدخول (اسم امرأۃ) میں عموم پیدا کر دیا کہ وہ جس عورت سے بھی نکاح کرے گا اس کو طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ وہ امرأۃ کے عموم میں داخل ہے، چونکہ کُلٌّ عموم کے لئے آتا ہے اس لئے اگر یہ اسم نکرہ پر داخل ہوگا تو اس کے افراد میں عموم کو ثابت کرے گا جیسے کُلُّ رمان ماکول (انار کا ہر ہر فرد کھایا جاتا ہے) اور اگر اسم معرفہ پر داخل ہوگا تو پھر یہ اس کے اجزاء میں عموم کو ثابت کرے گا جیسے کُلُّ الرمان ماکول (انار کا ہر ہر جزء کھایا جاتا ہے)۔ ان دونوں مثالوں میں صدق وکذب کے اعتبار سے فرق ہے، پہلی مثال درست و سچی ہے کہ انار کا ہر ہر فرد کھایا جاتا ہے اور دوسری مثال کذب وجھوٹی ہے کہ انار کا ہر جزء نہیں کھایا جاتا بلکہ بعض اجزاء (دانے) کھائے جاتے ہیں اور بعض اجزاء (چھلکے وغیرہ) نہیں کھائے جاتے۔

اگر یہ لفظِ کُلٌّ کلمہ مَا کے ساتھ متصل ہو تو وہ عموم افعال کو ثابت کرتا ہے یعنی جن افعال پر کُلَّمَا داخل ہوتا ہے ان کے مصادر میں عموم کو ثابت کرتا ہے، جب لفظِ کُلَّمَا عموم افعال کے لئے ہے تو اس سے ضمناً عموم اسماء بھی ہو جائے گا جیسے کلما تزوجت امرأة فهی طالق جیسے یہاں پر اصلاً حالف ہر بار نکاح کرنے سے حانث ہو جائے گا اسی طرح تبعاً وضمناً ہر عورت کو طلاق ہوتی رہے گی خواہ ایک عورت سے چند مرتبہ نکاح کرے یا عورتیں بدل بدل کر نکاح کرے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے لفظِ کُلٌّ حقیقتاً عموم اسماء کے لئے آتا ہے مگر اس کے ضمن میں عموم افعال بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (قوت الاخیار ج۱ ص۳۲۳)

③ صدق وکذب کی مراد:۔ کمامرّ آنفا۔

④ انت طالق کل تطلیقة، کل التطلیقة میں فرق:۔ ان دونوں جملوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی مثال میں کُلٌّ نکرہ پر داخل ہے لہٰذا یہ عموم افراد کو ثابت کرے گا اور طلاق کا عموم تین ہیں پس تین طلاق واقع ہونگی اور دوسری مثال میں کُلٌّ معرفہ پر داخل ہے

لہٰذا یہ عمومِ اجزاء کو ثابت کرے گا اور طلاق کے اجزاء کا مجموعہ طلاق ہی ہے لہٰذا اس صورت میں ایک طلاق واقع ہوگی۔

الشق الثانی.....**وَمَا يَنْتَهِيْ إِلَيْهِ الْخُصُوْصُ نَوْعَانِ ۔ اَلنَّوْعُ الْاَوَّلُ الْوَاحِدُ فِيْمَا هُوَ فَرْدٌ بِصِيْغَتِهٖ اَوْ مُلْحَقٌ بِهٖ كَالْمَرْأَةِ وَالنِّسَآءِ وَالنَّوْعُ الثَّانِيْ اَلثَّلَاثَةُ فِيْمَا كَانَ جَمْعًا صِيْغَةً وَمَعْنًى لِاَنَّ اَدْنَى الْجَمْعِ اَلثَّلَاثَةُ بِاِجْمَاعِ اَهْلِ اللُّغَةِ وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْاِثْنَانُ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْمَوَارِيْثِ وَالْوَصَايَا اَوْ عَلٰى سُنَّةِ تَقَدُّمِ الْاِمَامِ ۔** (ص۹۱۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مذکورہ مسئلہ کی تشریح کریں، **وقوله عليه السلام: الاثنان**..... کے ذکر کرنے سے مصنفؒ کا مقصد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **الاثنان فما فوقهما الخ** کو ذکر کرنے کا مقصد۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں اُس عدد کو بیان کیا ہے جس پر پہنچ کر عام میں تخصیص ختم ہوجاتی ہے یعنی اس میں مزید تخصیص نہیں ہوسکتی، چنانچہ فرمایا کہ عدد کی دو قسمیں ہیں ① ایک کا عدد، اِس ایک تک تخصیص اس عام میں ہوگی جو اپنے صیغہ ولفظ کے اعتبار سے مفرد ہو جیسے کلمۂ **مَنْ، مَا، طائفة** اور وہ اسمِ جنس جو معرف باللام ہو یا وہ جمع جو مفرد کے ساتھ ملحق ہو مثلاً وہ جمع جو لامِ جنس کے ساتھ معرف ہو کیونکہ لامِ جنس کے داخل ہونے سے اس کی جمعیت باطل ہوجاتی ہے۔ بہرحال مفرد اور مفرد کے ملحقات میں ایک تک تخصیص ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ اگر ان کے تحت ایک بھی باقی نہ رہا بلکہ اس کو بھی خاص کرلیا گیا تو لفظ اپنے معنی سے خالی ہوجائے گا اور لفظ کا بغیر معنی کے ہونا لازم آئیگا حالانکہ یہ باطل ہے جیسے **المرأة** اور **النساء** لفظ **المرأة** اپنے صیغہ کے اعتبار سے مفرد ہے اور معرف باللام ہے اور **النساء** جس کا مفرد من لفظہ نہیں ہے مگر اس پر لامِ جنس داخل ہے دونوں میں ایک تک تخصیص ہوسکتی ہے یعنی اس قدر تخصیص ہوسکتی ہے کہ اس کے تحت کم از کم ایک فرد کا باقی رہنا ضروری ہے۔ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے۔ لیکن صاحبِ کشاف نے کہا کہ جمع معرّف بلامِ جنس جمع بدون لام الجنس کے مانند ہے یعنی اس کی تخصیص کا منتہی تین ہے یعنی تین سے نیچے تخصیص کرنا درست نہیں ہے بلکہ جمع کے تحت کم از تین فرد باقی رہنا ضروری ہے۔

② تین کا عدد، اِس تین تک تخصیص اُس عام میں ہوگی جو صیغہ اور معنی کے اعتبار سے جمع ہو اور اس پر لامِ جنس داخل نہ ہو جیسے **رجال** اور **نساء** اور وہ عام جو صرف معنی کے اعتبار سے جمع ہو جیسے قوم اور رہط تو ان تمام کی تخصیص تین پر پہنچ کر ختم ہوجاتی ہے یعنی ان میں اتنی تخصیص کرنے کی اجازت ہے کہ ان کے تحت کم از کم تین افراد باقی رہ جائیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ باجماع اہلِ لغت جمع کا ادنیٰ درجہ تین ہے لہٰذا اگر جمع کے تحت تخصیص کرنے کے بعد تین افراد بھی باقی نہ رہیں تو لفظ اپنے مقصود سے فوت ہوجائے گا یعنی لفظ (جمع) کا بغیر اپنے مدلول (تین) کے پایا جانا لازم آئے گا حالانکہ یہ باطل ہے۔ (قوت الاخیار ج۱ ص۳۵۱)

③ **الاثنان فما فوقهما الخ** کو ذکر کرنے کا مقصد:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض اصحاب مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقلِ جمع دو ہے لہٰذا ان کے نزدیک عام میں دو تک تخصیص ہوسکتی ہے، ان کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **الاثنان فما فوقهما جماعة** اس حدیث میں دو سے زائد کی طرح دو کو بھی جماعت قرار دیا گیا ہے۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اِس دلیل کے جوابات دیئے ہیں کہ یہ حدیث احکامِ میراث اور احکامِ وصیت پر محمول ہے یعنی وارث کے حقدار بننے اور حاجب بننے میں دو کا بھی وہی حکم ہے جو زائد کا ہے۔

نیز یہ حدیث امام کے مقدم ہونے کی سنت پر محمول ہے یعنی جس طرح مقتدیوں کے زائد ہونے کی صورت میں امام کا مقتدیوں سے آگے کھڑا ہونا مسنون ہے اسی طرح مقتدیوں کے دو ہونے کی صورت میں بھی امام کا آگے کھڑا ہونا مسنون ہے۔

0313 635 7913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل.....وفی قوله ﷺ فليكفر عن يمينه ثم ليأت بالذی هو خير بيان لمجاز كلمة ثم بعد بيان حقيقتها وجواب سوال مقدر وهو ان الشافعی يقول بجواز تقديم الكفارة بالمال على الحنث لانه ﷺ قال من حلف على يمين فرأى غيرها خيرا منها فليكفر عن يمينه ثم ليأت بالذی هو خير ۔ فاتيان الخير كناية عن الحنث وذكرها بلفظ ثم بعد التكفير فعلم ان تقديم الكفارة على الحنث جائز فأجاب المصنفؒ ان لفظ ثم فی هذا الحديث استعير لمعنى الواو عملا بحقيقة الامر تدل عليه الرواية الاخرٰی ۔(ص۱۳۰۔رحمانیہ)

ثم کا معنی حقیقی ذکر کریں، سوال مقدر اور جواب کی تشریح کریں، حقيقة الامر اور الرواية الاخرٰی کی مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) ثُمَّ کا حقیقی معنی (۲) سوالِ مقدر و جواب کی تشریح (۳) حقيقة الامر، الرواية الاخرٰی کی مراد۔

جواب..... ❶ ثُمَّ کا حقیقی معنی:۔ ثُمَّ کا حقیقی معنی تراخی ہے یعنی ثُمَّ یہ بتاتا ہے کہ معطوف کا وجود معطوف علیہ کے وجود سے کچھ دیر بعد ہے مثلاً جاء نی زيد ثم بكر کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس زید و بکر دونوں آئے، مگر بکر آنے میں زید سے کچھ مؤخر ہے۔

❷ سوالِ مقدر و جواب کی تشریح:۔ سوال یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کفارہ بالمال کو حانث ہونے پر مقدم کرنے کے جواز کے قائل ہیں اور احناف اس کے قائل نہیں ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ حدیث ہے من حلف على يمين فرأى غيرها خيرًا منها فليكفر عن يمينه ثم ليأت بالذی هو خير یعنی اگر کسی شخص نے کسی کام پر قسم کھائی پھر اس کے علاوہ کو اس سے بہتر سمجھا تو اس کو اپنی قسم کا کفارہ دینا چاہیے اور پھر وہ کام کرنا چاہیے جو اس سے بہتر ہو۔ یہاں اتیانِ خیر سے کنایۃً حنث (قسم توڑنا) مراد ہے اور اس حانث ہونے کو تکفیر کے بعد کلمہ ثُمَّ کے ذریعہ ذکر کیا ہے لہٰذا اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کفارہ کو حانث ہونے پر مقدم کرنا جائز ہے حالانکہ یہ بات مسلکِ احناف کے خلاف ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ سوال اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حدیث میں کلمہ ثُمَّ واؤ کے معنی میں مستعار ہے، گویا مقید بول کر مطلق مراد ہے اور اس حدیث میں کلمہ ثُمَّ کو واؤ کے معنی میں اس لئے لیا گیا ہے تاکہ امر یعنی فليكفر کی حقیقت (وجوب) پر عمل کیا جاسکے اس لئے کہ اگر ثُمَّ کو اس کی حقیقت پر باقی رکھا گیا اور اس کو واؤ کے معنی میں مستعار نہ لیا گیا تو فليكفر امر کی حقیقت پر عمل کرنا ممکن نہ ہوگا کیونکہ اگر فليكفر امر کو بھی اس کی حقیقت یعنی وجوب پر باقی رکھا گیا تو اس صورت میں حانث ہونے پر کفارہ کی تقدیم کا وجوب ثابت ہوگا حالانکہ حانث ہونے پر کفارہ کی تقدیم بالاجماع واجب نہیں ہے اگرچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے پس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اس حدیث پر عمل کرنے کیلئے امر کو مجازاً اباحت پر محمول کرنا پڑے گا حالانکہ فعل میں مجاز کا ارتکاب کرنے کی بہ نسبت حرف میں مجاز کا ارتکاب کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اور اس پر ایک دوسری روایت یعنی فليات بالذی هو خير ثم ليكفر عن يمينه بھی دلالت کرتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حانث ہونے کی وجہ سے کفارہ ادا کرنے کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں اور ان دونوں میں تعارض ہے اس طور پر کہ پہلی حدیث حانث ہونے پر کفارہ کی تقدیم کا تقاضا کرتی ہے اور دوسری حدیث کفارہ پر حانث ہونے کی تقدیم کا تقاضا کرتی ہے، ان دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق پیدا کرنا واجب ہے۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلی روایت میں کلمہ ثُمَّ کو واؤ کے معنی میں لیا گیا ہے اور واؤ صرف مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے ترتیب کے معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس پہلی حدیث سے کفارہ اور حنث دونوں کا وجوب مفہوم ہوگا اس سے قطع نظر کہ مقدم کون ہے اور مؤخر کون ہے پھر دوسری روایت میں کلمہ ثُمَّ جو اپنی حقیقت پر ہے اس سے ترتیب مفہوم ہوگی اور حانث ہونے پر کفارہ کی تقدیم کا وجوب ثابت ہوگا اور اس صورت میں احناف کا مذہب ثابت ہوگا نہ کہ شوافع کا۔ (قوت الاخیار ج۱ ص۵۲۸)

③ حقیقۃ الامر، الروایۃ الاخریٰ کی مراد:۔ حقیقۃ امر سے مراد امر کا حقیقی معنی وجوب ہے اور الروایۃ الاخریٰ سے مراد وہ حدیث ہے جس میں من حلف علٰی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا فلیأت بالذی ھو خیر ثم لیکفر عن یمینہ کے الفاظ ہیں یعنی جس میں حانث ہونے کو کفارہ ادا کرنے پر مقدم کیا گیا ہے۔

الشق الثانی.....اِعْلَمْ اَنَّ اُصُوْلَ الشَّرْعِ ثَلَاثَۃٌ ۔ وَالْاُصُوْلُ جَمْعُ اَصْلٍ وَھُوَ مَا یُبْتَنٰی عَلَیْہِ غَیْرُہٗ وَالْمُرَادُ بِھَا ھٰھُنَا الْاَدِلَّۃُ وَالشَّرْعُ اِنْ کَانَ بِمَعْنَی الشَّارِعِ فَاللَّامُ فِیْہِ لِلْعَھْدِ اَیِ الْاَدِلَّۃُ الَّتِیْ نَصَبَھَا الشَّارِعُ دَلِیْلًا وَاِنْ کَانَ بِمَعْنَی الْمَشْرُوْعِ فَاللَّامُ فِیْہِ لِلْجِنْسِ اَیْ اَدِلَّۃُ الْاَحْکَامِ الْمَشْرُوْعَۃِ وَالْاَوْلٰی اَنْ یَکُوْنَ الشَّرْعُ اِسْمًا لِلدِّیْنِ فَلَا یَحْتَاجُ اِلَی التَّاوِیْلِ وَاِنَّمَا لَمْ یَقُلْ اُصُوْلُ الْفِقْہِ لِاَنَّ ھٰذِہِ الْاُصُوْلَ کَمَا اَنَّھَا اُصُوْلُ الْفِقْہِ فَکَذٰلِکَ ھِیَ اُصُوْلُ الْکَلَامِ اَیْضًا ۔ اَلْکِتَابُ وَالسُّنَّۃُ وَاِجْمَاعُ الْاُمَّۃِ وَالْاَصْلُ الرَّابِعُ اَلْقِیَاسُ ۔ (ص۱۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی تشریح کریں، کتاب، سنت اور اجماع سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) کتاب، سنت، اجماع کی مراد۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ ماتن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصولِ شرع تین ہیں کتاب اللہ، سنتِ رسول ﷺ، اجماع اور چوتھا اصل قیاس ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصول کا لفظ اَصْــل کی جمع ہے اور اصل ایسی چیز کو کہتے ہیں جس پر دوسری چیز کی بنیاد ہوتی ہے اور یہاں اصولِ شرع سے مراد دلائلِ شرع ہیں، اس لئے کہ علم وشریعت کے مسائل دلائل پر مبنی ہوتے ہیں۔

والشرع ان کان بمعنی الشارع الخ سوال ہوتا ہے کہ شرع کا معنی اظہار ہے جیسے شرع لکم من الدین ماوصّی بہ نوحًا (تمہارے لئے دین میں وہی ظاہر کیا جس کا نوح علیہ السلام کو حکم کیا تھا)۔ اب ماتن رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب ہوگا کہ اظہار کے تین اصول ہیں حالانکہ اصل مقصد احکام کے دلائل کا ثبوت ہے نہ کہ احکام کے اظہار کے دلائل۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے دو جواب دیئے ہیں: ① شرع (مصدر) شارع (اسم فاعل) کے معنی میں ہے اور الشرع کا الف لام عہد کیلئے ہے اور معہود رسول اللہ ﷺ ہیں، مطلب یہ کہ وہ دلائل جن کو شارع نے دلیل قرار دیا ہے ② الشرع (مصدر) المشروع (اسم مفعول) کے معنی میں ہے اور الشرع کا الف لام جنس کیلئے ہے، مطلب یہ کہ احکام مشروعہ کے دلائل تین ہیں۔ الغرض الشرع مصدر، اسم فاعل یا اسم مفعول کے معنی میں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیٰ واظہر یہ ہے کہ الشرع مصدری معنی میں نہ ہو بلکہ دین کا اسم جامد ہو اور الف لام عہد کا ہو اس صورت میں الشرع سے مراد ہمارے نبی ﷺ کا دین مراد ہوگا اور تاویل کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔

وانما لم یقل اصول الفقہ الخ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے اصولِ فقہ کے بجائے اصولِ شرع اس لئے فرمایا کہ جیسے یہ تینوں فقہ کے اصول ہیں اسی طرح علم کلام کے بھی اصول ہیں اور لفظِ شرع احکام نظریہ یعنی علم کلام اور احکام عملیہ یعنی علم فقہ دونوں کو شامل ہے۔ (قوت الاخیار ج۱ ص۳۴)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ کتاب، سنت، اجماع کی مراد:۔ کتاب اللہ سے مراد مکمل قرآن کریم نہیں بلکہ تقریباً پانچ سو آیات ہیں جو احکام پر مشتمل ہیں باقی قصص وامثال وغیرہ ہیں۔ اسی طرح سنت سے مراد بھی اس کا بعض حصہ ہے جس کی مقدار بعض علماء نے تین ہزار احادیث بیان کی ہیں اور اجماع امت سے مراد امتِ محمدیہ ﷺ کا اجماع ہے۔ خواہ یہ اجماع باشندگانِ مدینہ کا ہو، خاندانِ رسالت کا ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہو یا دیگر ان جیسے علماءِ امت کا ہو۔ (ایضاً)

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل .....والی لانتهاء الغاية ایّ لانتهاء المسافة اطلق عليها الغاية اطلاقا الجزء على الكل على ما قيل ثم بين قاعدة انه ایّ موضع تدخل الغاية فيه وایّ موضع لاتدخل ۔ (ص۱۴۴۔رحمانیہ)

عبارت کی تشریح کرتے ہوئے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض واضح کریں، مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ قاعدہ کو ذکر کرکے مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح وغرضِ شارح (۲) قاعدہ کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ..... ❶ عبارت کی تشریح وغرضِ شارح:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کلمہ الٰی انتہاءِ غایت کیلئے موضوع ہے لیکن اس پر سوال ہوگا کہ غایت کا معنی خود نہایت اور انتہاء ہے، لہٰذا اسکا مطلب یہ ہوا کہ کلمہ الٰی انتہاء کی انتہاء کیلئے آتا ہے اور انتہاء کی انتہاء کا کوئی معنی نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہاں غایت سے مراد مسافت ہے اور غایت کا اطلاق مسافت پر ایسا ہے جیسا کہ جزو کا اطلاق کل پر کیونکہ مسافت کل ہے اور غایت یعنی مسافت کا جزو آخر اس کا ایک جز ہے پس جب یہاں غایت سے مسافت مراد ہے تو اب مطلب یہ ہوگا کہ کلمہ الٰی مسافت اور دوری کی انتہاء بیان کرنے کیلئے موضوع ہے اور یہ بات بالکل درست ہے۔

❷ قاعدہ کی وضاحت مع امثلہ:۔ غایت کس مقام پر الٰی کے ماقبل کے حکم میں داخل ہوگی اور کس مقام پر داخل نہیں ہوگی اس بارے میں چار مذہب ہیں ① الٰی کا مابعد اسکے ماقبل کے حکم میں مطلقاً داخل ہوگا ② مطلقاً داخل نہیں ہوگا ③ اگر الٰی کا مابعد اسکے ماقبل کی جنس سے ہو تو داخل ہوگا ورنہ نہیں ④ کلمہ الٰی کی دخول وعدمِ دخول پر کوئی دلالت نہ ہو بلکہ اسکے مابعد کا دخول یا عدم دخول کسی خارجی دلیل کا محتاج ہو، اسی چوتھے مذہب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر غایت بذاتِ خود قائم ہو یعنی ماقبل کا جزو نہ ہو اور تکلم سے پہلے موجود ہو اپنے وجود میں مغیا کی محتاج نہ ہو.....تو اس صورت میں غایتِ ابتداء اور غایتِ انتہاء دونوں مغیا میں داخل نہ ہوں گی جیسے کسی شخص نے اقرار کرتے ہوئے کہا **له من هذا الحائط الٰی هذا الحائط** (اس کیلئے اس دیوار سے لیکر اس دیوار تک ہے) تو یہ دونوں غایتیں یعنی مبدا اور منتہی اقرار میں داخل نہ ہونگی کیونکہ کلمہ الٰی خود تو دخول اور عدمِ دخول پر دلالت نہیں کرتا ہے لیکن اگر غایت غیر مستقل اور مغیا کے تابع ہوتی تو مغیا کے حکم میں داخل ہو جاتی مگر جب یہاں غایت مستقل ہے اور دوسرا کوئی سبب موجود نہیں ہے تو دخول کی دلیل متحقق نہیں ہوئی اور جب دخول کی دلیل متحقق نہیں ہوئی تو غایت مغیا کے حکم میں بھی داخل نہ ہوگی۔

اور اگر غایتِ بذات خود قائم نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، صدرِ کلام اور اوّل کلام غایت کو شامل ہوگا یا نہیں، اگر صدرِ کلام غایت کو شامل ہو تو غایت کا ذکر اس کے ماسوا کو حکم سے خارج کرنے کے لئے ہوگا اور غایت خود مغیا کے حکم میں داخل ہوگی جیسا کہ **وایديكم الى المرافق** میں مرافق ہے کہ مرافق بذاتِ خود قائم نہیں ہے اور صدرِ کلام یعنی ایدی مرافق کو شامل ہے کیونکہ ید کا اطلاق ابط (بغل) تک ہوتا ہے لہٰذا ید مرفق کو شامل ہوگا اور جب ید یعنی صدرِ کلام غایت (مرفق) کو شامل ہے تو قاعدے کے مطابق آیت میں غایت کا ذکر اس کے ماوراء کو مغیا کے حکم یعنی غسل سے خارج کرنے کیلئے ہوگا اور غایت خود مغیا کے حکم یعنی غسل میں داخل ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ ہاتھوں اور مرافق کو دھویا جائے اور مرافق کے ماسواء بغل تک نہ دھویا جائے۔

اور اگر صدرِ کلام غایت کو شامل نہ ہو یا صدرِ کلام کے غایت کو شامل ہونے میں کوئی شبہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں غایت کو اسلئے ذکر کیا جاتا ہے تاکہ حکم کو کھینچ کر غایت تک لایا جاسکے یعنی غایت کے ماقبل کا حکم خود تو غایت تک پہنچ جائے گا لیکن غایت اس حکم میں داخل نہ ہوگی جیسے **اتموا الصيام الى الليل** اس مقام کی مثال ہے جہاں صدرِ کلام غایت کو شامل نہیں ہوتا ہے کیونکہ صوم کے لغوی معنی مطلق امساک یعنی روکنے کے ہیں خواہ یہ روکنا تھوڑی دیر کیلئے ہو لہٰذا صوم یعنی صدرِ کلام لیل یعنی غایت کو شامل نہ ہوگا اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا پھر روزے کی نیت کرلی اور تھوڑی دیر روزہ رکھ کر ہی افطار کرلیا تو حانث ہو جائیگا کیونکہ

شرط یعنی مطلقاً امساک پایا گیا ہے۔ پس اس آیت میں لیل کا ذکر روزے کو لیل کی ذات تک کھینچنے کیلئے ہے یعنی یہ بتلانے کیلئے ہے کہ روزہ لیل شروع ہونے تک رہے گا لیکن صوم کے لیل کو شامل نہ ہونے کی وجہ سے لیل خود روزے میں داخل نہ ہوگی۔ (قوت الاخیار ۱:۵۹۴)

الشق الثانی.....**وقیل ان القران فی النظم بحرف الواو یوجب القران فی الحکم فلاتجب الزکوٰۃ علی الصبی لاقترانها بالصلوٰۃ واعتبروا بالجملة الناقصة وقلنا ان عطف الجملة علی الجملة لا یوجب الشرکة لان الشرکة انما وجبت فی الجملة الناقصة لافتقارها الی ماتتم به فاذا تمت بنفسها لاتجب الشرکة الافیما تفتقر الیه** ۔ (ص ۱۷۳۔ رحمانیہ) وجوہِ فاسدہ میں سے مذکورہ وجہ کی تشریح بطرزِ شارح رحمۃ اللہ علیہ تحریر کریں، **قیل** میں **قائل** سے کون مراد ہیں؟ نیز یہ بتائیں کہ ہمارے ہاں بچہ کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں تو کیوں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مذکورہ وجہِ فاسد کی تشریح (۲) قیل کے قائل کی نشاندہی (۳) بچہ پر زکوٰۃ کے وجوب کا حکم مع الوجہ۔

جواب..... ① مذکورہ وجہِ فاسد کی تشریح:۔ وجوہِ فاسدہ میں سے چوتھی وجہِ فاسد جس کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ قائل ہیں یہ ہے کہ اگر دو کلاموں کو واوٗ کے ذریعہ جمع کر دیا جائے تو یہ **اشتراک (قران) فی الحکم** کو ثابت کرتا ہے کہ یہ دونوں کلام حکم کے اندر شریک ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جملوں کے درمیان مناسبت کی رعایت کرنا ضروری ہے اور مناسبت اسی وقت متحقق ہوگی جبکہ وہ جملے حکم کے اندر شریک ہوں اسلئے **قران فی النظم** کو **اشتراک (قران) فی الحکم** کا موجب قرار دیا گیا ہے اور جب **قران فی النظم**، **اشتراک فی الحکم** کو ثابت کرتا ہے تو نابالغ بچہ پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ باری تعالیٰ کے قول **اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ** میں زکوٰۃ نماز سے متصل ہے اور یہ دونوں جملے یعنی **اقیموا الصلوٰۃ** اور **اٰتوا الزکوٰۃ** کامل اور پورے ہیں، لہٰذا ان میں سے ایک کا دوسرے پر واوٗ کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے اور یہ عطف اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دونوں کا حکم برابر ہو لہٰذا جس طرح نابالغ بچہ پر نماز واجب نہیں ہے اسی طرح زکوٰۃ بھی واجب نہ ہوگی تاکہ **قران فی النظم** کی وجہ سے دونوں کا حکم یکساں ہو جائے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے **قران فی النظم** سے **اشتراک فی الحکم** ثابت کرنے پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مالکیہ نے اس جملہ کاملہ (جو دوسرے جملہ کاملہ پر معطوف ہو مثلاً **زینب طالق وھند طالق**) کو اس جملہ ناقصہ پر قیاس کیا ہے جو جملہ کاملہ پر معطوف ہو مثلاً **زینب طالق وھند**۔ حاصلِ قیاس یہ ہے کہ اگر جملہ ناقصہ کسی جملہ کاملہ پر معطوف ہو مثلاً **زینب طالق و ھند** تو یہ دو جملے بالاتفاق خبر میں شریک ہوتے ہیں یعنی **طالق** میں **زینب** اور **ھند** دونوں شریک ہیں لہٰذا دونوں مطلقہ ہونگی۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے حضرات مالکیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی جملہ کاملہ کسی دوسرے جملہ کاملہ پر معطوف ہو مثلاً **زینب طالق و ھند طالق** تو بھی یہ دونوں جملے خبر میں شریک ہونگے اور زینب اور ہند دونوں پر طلاق واقع ہو جائیگی۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ عطف جملہ علی الجملہ شرکت فی الحکم کو ثابت نہیں کرتا ہے کیونکہ شرکت صرف جملہ ناقصہ میں ثابت ہوتی ہے اسلئے کہ جملہ ناقصہ ایسی چیز کی طرف محتاج ہوتا ہے چنانچہ **زینب طالق و ھند** میں **ھند** کا لفظ **طالق** کا محتاج ہے پس اسی احتیاج کی وجہ سے معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان شرکت آئی ہے اسکے برخلاف جملہ کاملہ معطوفہ علی الکاملہ کہ وہ خود تام ہوتا ہے اپنے تام ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا ہے لہٰذا جب وہ خود ہی تام ہے اور خبر کا محتاج نہیں ہے تو اس میں شرکت ثابت نہ ہوگی۔

الغرض ان حضرات کا جملہ ناقصہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے لہٰذا جملہ تامہ کو جملہ ناقصہ پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا اور **قران فی النظم، اشتراک فی الحکم** کو ثابت نہیں کرے گا، ہاں اگر جملہ تامہ بھی کسی چیز کی طرف محتاج ہو تو اس چیز میں جملہ تامہ بھی شریک ہوگا۔ (قوت الاخیار ج ۱ ص ۶۹۵)

② قیل کے قائل کی نشاندہی:۔ اس وجہِ فاسد کے قائل امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں جیسا کہ ابھی تشریح میں گزرا ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ بچہ پر زکوٰۃ کے وجوب کا حکم مع الوجہ:۔ ہمارے نزدیک بچہ پر زکوٰۃ نہیں ہے مگر اس کی دلیل اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ میں عطف اور قران فی النظم نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کا ارشاد لا زکوٰۃ فی مال الصبی (بچہ کے مال میں زکوٰۃ نہیں) ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل.....اویکون معیارًا له وسببا لوجوبه کشهررمضان فیصیرغیره منفیا،فیصاب بمطلق الاسم ومع الخطاء فی الوصف الافی المسافرینوی واجبا آخرعندابی حنیفةؒ بخلاف المریض .

عبارت کا ترجمہ کرکے تشریح کریں۔ معیار سے کیا مراد ہے؟ مذکورہ عبارت کا تعلق کس بحث سے ہے؟ مسافر کے رمضان میں واجبِ آخر کی نیت کرنے کی صورت میں امام صاحبؒ وصاحبینؒ کے اختلاف کو دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔ (ص ۶۴۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح ③ معیار کی مراد ④ عبارت کی بحث کی نشاندہی ⑤ مسافر کے رمضان میں واجبِ آخر کی نیت میں اختلاف مع الدلائل۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ یا وقت فعل مامور بہٖ کیلئے معیار ہوگا اور اسکے وجوب کیلئے سبب ہوگا جیسے رمضان کا مہینہ، پس اسکا غیر اس سے منتفی ہوجائیگا، پس وہ (رمضان کا روزہ) محض صوم کی نیت کے ساتھ بھی درست ہوجائیگا اور وصف میں خطاء وغلطی کے ساتھ بھی درست ہوجائیگا مگر مسافر میں وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے واجب کی نیت کرسکتا ہے، بخلاف مریض کے۔

② عبارت کی تشریح:۔ امر مقید بالوقت کی چار اقسام میں سے دوسری قسم کا ذکر ہے کہ وہ وقت فعل مامور بہٖ کیلئے معیار بھی ہو اور اسکے وجوب کا سبب بھی ہو یعنی فعل مامور بہٖ جس وقت کے ساتھ مقید ہے وہ اس پورے وقت کو گھیر لے اور مامور بہٖ کی ادائیگی کے بعد وقت کا کوئی حصہ باقی نہ بچے، بلکہ وقت کے بڑھنے سے مامور بہٖ بڑھ جائے اور وقت کے کم ہونے سے مامور بہٖ کم ہوجائے جیسے رمضان کا روزہ، یہ ماہِ رمضان روزہ کیلئے معیار بھی ہے کہ گرمی وسردی میں موسم کے اعتبار سے جیسے دن چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اسی طرح روزہ بھی چھوٹا بڑا ہوجاتا ہے اور یہی رمضان کا مہینہ روزوں کے وجوب کا سبب بھی ہے کیونکہ آیت کریمہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" میں روزہ کو ماہِ رمضان کی طرف منسوب کرتے ہوئے روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، پس جب رمضان کا مہینہ روزہ کیلئے معیار ہے تو غیر رمضان منتفی ہوجائیگا، رمضان میں غیر رمضان کے روزہ کی نیت کرنا صحیح نہ ہوگا پس یہ روزہ محض روزہ رکھنے کی نیت کے ساتھ بھی درست ہوجائیگا کہ تعین کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح وصف میں خطاء کے باوجود بھی درست ہوجائیگا مثلاً یہ کہے کہ میں نفلی روزہ کی یا کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرتا ہوں تب بھی رمضان کا ہی روزہ ہوگا۔

البتہ اگر کوئی مسافر شخص ہے تو وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرسکتا ہے اسلئے کہ مسافر کے حق میں وجوبِ اداء (رمضان کا روزہ) ساقط ہے، لہٰذا اسے روزہ افطار کرنے اور دوسرے واجب روزہ کی نیت کرنے کا اختیار ہوگا، مگر مریض آدمی رمضان میں نفلی روزہ یا کسی دوسرے روزہ کی نیت نہیں کرسکتا، اسلئے کہ مریض کو روزہ رکھنے کی اجازت ورخصت حقیقی عجز کے ساتھ متعلق ہے، فرضی واحتمالی عجز کے ساتھ نہیں ہے۔

③ معیار کی مراد:۔ ابھی تشریح میں گزر چکا ہے کہ معیار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فعل مامور بہٖ جس وقت کے ساتھ مقید ہے وہ اسکو گھیر لے، وہ فعل اس وقت سے کم یا زیادہ نہ ہو بلکہ وقت کے کم یا زیادہ ہونے کے ساتھ خود وہ فعل بھی کم یا زیادہ ہوجائے۔

④ عبارت کی بحث کی نشاندہی:۔ ابھی وضاحت ہوچکی ہے کہ اس عبارت کا تعلق امر مقید بالوقت کی چار اقسام میں سے دوسری قسم کے ساتھ ہے کہ وہ وقت مامور بہٖ کیلئے معیار ہو اور اسکے وجوب کا سبب ہو۔

⑤ مسافر کے رمضان میں واجبِ آخر کی نیت میں اختلاف مع الدلائل:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسافر آدمی رمضان کے مہینہ میں کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرسکتا ہے اور اسکا یہ دوسرے واجب والا روزہ درست ہوجائیگا۔ صاحبینؒ کے نزدیک تندرست

0313 6355 685 maktabazakariyamultan@gmail.com

آدمی کی طرح اگر مسافر آدمی بھی کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرے گا تو اسکی طرف سے وہ رمضان کا روزہ ہی ادا ہوگا دوسرے واجب کا روزہ ادا نہ ہوگا۔امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ مسافر کے حق میں آیت کریمہ "وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ" کی وجہ سے وجوبِ ادا ساقط ہے،لہٰذا اب مسافر کو اختیار ہے کہ روزہ بالکل چھوڑ دے یا کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت کرے،لہٰذا وہ جس روزہ کی نیت کرے گا وہی روزہ ادا ہوگا۔

صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ اصل آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" کی وجہ سے رمضان کے روزہ کے وجوب کا سبب شہودِ شہرِ رمضان ہے اور یہ سبب جیسے مقیم کے حق میں موجود ہے اسی طرح مسافر کے حق میں بھی موجود ہے لہٰذا مقیم کی طرح مسافر پر بھی رمضان کا روزہ واجب ہے،البتہ مسافر کے حق میں آسانی کیلئے افطار کرنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی گئی ،غیر رمضان کا روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی،مگر جب اس نے شریعت کی عطاء کردہ رخصت سے فائدہ نہ اٹھایا اور روزہ رکھنے کی مشقت گوارہ کرلی تو اسکا حکم اصل کی طرف لوٹ جائیگا یعنی شہودِ شہرِ رمضان کے متحقق ہونے کی وجہ سے مقیم ومسافر دونوں کا حکم برابر ہو جائے گا،لہٰذا مقیم ومسافر دونوں جس کی بھی نیت کریں گے وہ رمضان کا ہی شمار ہوگا۔

الشق الثانی .....وانه (العام) يوجب الحكم فيما يتناوله قطعاحتى يجوزنسخ الخاص به كحديث العرنيين نسخ بقوله عليه السلام:استنزهواعن البول۔(ص۷۶۔رحمانیہ) عام کی تعریف وحکم ذکر کریں۔ حکمِ عام میں مذکور قیود کے فوائد بیان کریں۔عبارت کا ترجمہ کرکے تشریح کریں۔بول ما يؤكل لحمه میں ائمہ کا اختلاف لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عام کی تعریف وحکم (۲) حکمِ عام میں مذکور قیود کے فوائد (۳) عبارت کا ترجمہ (۴) عبارت کی تشریح (۵) بول ما يؤكل لحمه میں ائمہ کا اختلاف۔

جواب ..... ❶ عام کی تعریف وحکم:۔ عام وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول ایسے افراد کو شامل ہو جن کی حدود متفق ہوں۔

عام کا حکم یہ ہے کہ وہ جن افراد کو شامل ہوتا ہے ان میں قطعیت وتیقن کو واجب کرتا ہے یعنی عام بھی خاص کی طرح یقین اور قطعی ہونے کا فائدہ دیتا ہے اس کے موجب پر اعتقاد ویقین رکھنا ضروری ہے۔حتیٰ کہ اسکے ذریعے خاص کا نسخ بھی جائز ہے۔

❷ حکمِ عام میں مذکور قیود کے فوائد:۔ عام کے حکم میں مذکور پہلی قید "يوجب الحكم" سے ان اشاعرہ پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ عام مجمل ہے اسلئے کہ جمع قلت وکثرت کے اعداد وشمار مختلف ہیں اور کسی عدد کو دوسرے عدد پر ترجیح نہیں ہے لہٰذا جب تک کسی معین عدد پر دلیل قائم نہ ہوگی اس وقت تک نہ اسپر اعتقاد ضروری ہوگا اور نہ عمل ضروری ہوگا اور مشائخِ ثمرقند پر بھی رد ہے وہ کہتے ہیں کہ اعتقاد کے حق میں تو توقف ہوگا مگر عمل کرنا واجب اور ضروری ہوگا۔ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ جب کوئی وجہ ترجیح موجود نہ ہو اسوقت جمع کو کل پر محمول کیا جائے گا،اس صورت میں ترجیح بلا مرجح بھی لازم نہ آئے گی اور اجمال بھی باقی نہ رہے گا۔

"فيما يتناوله" شارحؒ فرماتے ہیں کہ اس قید سے ان پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر عام واحد کا صیغہ ہو تو وہ فردِ واحد کو ثابت کرتا ہے اور اگر جمع کا صیغہ ہو تو وہ صرف تین کو ثابت کرتا ہے،انکے علاوہ تمام الفاظِ عام قیامِ دلیل پر موقوف ہونگے جس پر دلیل وقرینہ موجود ہو وہ مراد ہوگا،اسلئے کہ لفظ کو معنی سے خالی کرنا تو جائز نہیں ہے،لفظ سے کوئی معنی ضرور مراد ہوگا لہٰذا عام کے مفرد ہونے کی صورت میں اقل عدد "ایک" یقینی ہونے کی وجہ سے مراد ہوگا اور جمع ہونے کی صورت میں اسکا اقل عدد "تین" یقینی ہونے کی وجہ سے مراد ہوگا،کیونکہ مافوق الاقل کو مراد لینا مشکوک ہے کہ یہ مراد ہے یا نہیں ہے،اور اقل یقینی ہے،پس جو چیز یقینی ہو اسکو مراد لینا بہتر ہے۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ لغت کو قیاس کے ذریعہ ثابت کرنا باطل ہے،پس یہ قول بھی باطل ہے،

"قطعا" شارحؒ فرماتے ہیں کہ اس قید سے امام شافعیؒ پر رد مقصود ہے،انکے نزدیک عام ظنی ہے،دلیل یہ ہے کہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جس سے بعض افراد کو خاص نہ کیا گیا ہو،البتہ اگر کسی عام کے متعلق دلیل کے ذریعہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ خصوص کا

0313 6359093 maktabazakariyamultan@gmail.com

احتمال نہیں رکھتا تو وہ عام قطعی ہوگا جب ہر ''عام'' مخصوص منہ البعض ہونے کا احتمال رکھتا ہے تو پھر یہ مفید للیقین نہ ہوا بلکہ مفیدِ ظن ہوا، اور دلیل ظنی ومفیدِ ظن عمل کو واجب کرتے ہیں، یقین کو نہیں۔

ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ احتمال بلا دلیل ہے، لہٰذا اسکا اعتبار نہیں ہے کیونکہ عام کے صیغے بحسب الوضع عموم پر دلالت کرتے ہیں اور اسکی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت عام کے صیغوں سے عموم پر استدلال کرتے ہیں اور قرائن کی طرف محتاج نہیں ہوتے اور عام کا بغیر قرائن عموم پر دلالت کرنا قطعی ہونے کی علامت ونشانی ہے۔

③ عبارت کا ترجمہ:۔ اور بیشک وہ عام حکم کو واجب کرتا ہے ان افراد میں جن کو وہ شامل ہوتا ہے قطعی طور پر، یہاں تک کہ جائز ہے خاص کو عام کے ذریعہ نسخ کرنا، جیسے حدیثِ عرنیین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول **استنزهوا عن البول** کے ذریعہ نسخ کیا گیا ہے۔

④ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں عام کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ یہ اپنے افراد میں اپنے حکم کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے، جب یہ قطعی ہوا تو یہ خاص کے مساوی وبرابر ہوا، کیونکہ خاص بھی قطعی ہوتا ہے، جب یہ خاص کے برابر ہے تو اسکے ذریعہ خاص کو منسوخ کرنا صحیح ہے کیونکہ ناسخ کا منسوخ سے اعلیٰ یا اسکے مساوی ہونا ضروری ہے۔

اسکی مثال حدیثِ عرنیین ہے کہ اس واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو اونٹ کا دودھ وپیشاب استعمال کرنے کی اجازت دی یہ حدیث خاص ہے اور یہ اونٹ کے پیشاپ کے حلال وپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس حدیث کو دوسری حدیث عام "**استنزهوا عن البول فانّ عامّة عذاب القبر منه**" (پیشاپ سے بچو، اسلئے کہ قبر کا عمومی عذاب اسی کی وجہ سے ہوتا ہے) سے منسوخ کیا گیا ہے، پس معلوم ہوا کہ عام کے ذریعہ خاص کو منسوخ کرنا جائز ہے۔

② **بول ما یؤکل لحمه** میں ائمہ کا اختلاف:۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ غیر ماکول اللحم کا بول وبراز نجس ہے۔ اہل ظاہر کے ہاں پاک ہے۔ امام مالک، امام احمد اور امام محمد رحمہم اللہ کے ہاں پاک ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مختار قول بھی یہی ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ کے ہاں ماکول اللحم کا بول وبراز ناپاک ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے۔

جمہور کے دلائل: ① **قوله تعالٰی ویحرم علیهم الخبائث** خبائث وہ چیزیں ہیں جن سے عرب کی طبائع سلیمہ نفرت کرتی ہیں، اِن سے بھی سلیم طبیعت نفرت کرتی ہے، لہٰذا یہ حرام ہیں اور حرمت نجاست کی دلیل ہے، جبکہ حرمت کی بنیاد تعظیم نہ ہو ② **عن ابی هریرة مرفوعًا استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه** (ابن ماجہ، دار قطنی ومستدرک حاکم) یہ صحیح حدیث ہر قسم کے ابوال کو شامل ہے ماکول اللحم کا ہو یا غیر ماکول اللحم کا۔ ③ حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث ہے **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرّ علی قبرین فقال انهما یعذبان ومایعذبان فی کبیر اما هذا فکان لایستترمن بوله**، گو یہ حدیث بول انسانی کے بارے میں ہے تاہم باقی ابوال اسکے ساتھ ملحق ہیں۔ امام مالک، احمد ومحمد رحمہم اللہ کے دلیل: **عن انس قال صلی اللہ علیہ وسلم اشربوا من البانها وابوالها**۔

جواب: ① ضرورت کیلئے علاج پر محمول ہے اور **الا ما اضطررتم الیه** کے تحت داخل ہے۔ غالباً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اُن کی شفاء کا علم ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے **ان فی ابوال الابل شفاء لذروة بطونهم**۔ ② مذکورہ احادیث سے منسوخ ہے۔ ③ محرم مبیح سے راجح ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل .....**وَثُمَّ لِلتَّرَاخِیْ بِمَنْزِلَةِ مَا لَوْسَکَتَ ثُمَّ اسْتَانَفَ حَتّٰی اِذَا قَالَ لِغَیْرِالْمَدْخُوْلِ بِهَا: اَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَفَعِنْدَهٗ یَقَعُ الْاَوَّلُ وَیَلْغُوْ مَابَعْدَهٗ، وَلَوْقَدَّمَ الشَّرْطَ تَعَلَّقَ الْاَوَّلُ بِهٖ وَوَقَعَ الثَّانِیْ وَالْاَخَرَانِ الثَّالِثُ، وَقَالَا: یَتَعَلَّقْنَ جَمِیْعًا وَیَنْزِلْنَ عَلَی التَّرْتِیْبِ۔** (ص۱۲۹۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ تراخی سے مراد تراخی فی التکلم والحکم دونوں ہیں؟ یا صرف تراخی فی الحکم مراد ہے؟ مذکورہ مسئلہ میں امام صاحب اور صاحبین کے اختلاف، دلائل اور ثمرۂ اختلاف کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) تراخی فی التکلم والحکم میں اختلاف مع الدلائل (۳) ثمرۂ اختلاف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامّر فی السوال آنفا۔

② تراخی فی التکلم والحکم میں اختلاف مع الدلائل:۔ اس بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ متفق ہیں کہ "ثم" تراخی کیلئے آتا ہے مگر اس بارے میں اختلاف ہے کہ لفظ وحکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے یا صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے، لفظ میں تراخی کا مطلب یہ ہے کہ متکلم نے پہلے معطوف علیہ کا تکلم کیا پھر کچھ وقفہ وسکوت کے بعد معطوف کا تکلم کیا اور حکم میں تراخی کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم پہلے معطوف علیہ کے لئے ثابت ہوگا پھر کچھ وقفہ وتاخیر کے بعد معطوف کے لئے ثابت ہوگا۔

امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک "ثم" لفظ وحکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے، لفظ میں تراخی کا فائدہ نہیں دیتا۔

امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تکلم میں وصل ہو اور حکم میں تاخیر ہو تو یہ کلام انشائی میں ممنوع ہے اس لئے کہ اس صورت میں معلول (حکم) علت سے متخلف ہوجاتا ہے یعنی اس صورت میں علت تو پائی جائے گی مگر حکم نہیں پایا جائے گا حالانکہ یہ بات ناجائز ہے پس ثابت ہوا کہ ثم حکم اور تکلم دونوں میں تراخی پر دلالت کرتا ہے۔ گویا متکلم نے معطوف علیہ کے تکلم کے بعد سکوت کیا اُس کے بعد معطوف کا تکلم کیا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ثم مطلق تراخی کے لئے موضوع ہے اور مطلق سے فردِ کامل مراد ہوتا ہے اور تراخی کا فردِ کامل حکم اور تکلم دونوں میں تراخی ہے اس لئے کہ اگر حکم میں تراخی ہو اور تکلم میں تراخی نہ ہو تو من وجہ تراخی ہوگی اور من وجہ تراخی نہ ہوگی۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ثم کے ذریعے صرف حکم میں تراخی ہوتی ہے تکلم میں وصل ہوتا ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف دونوں کا تکلم تو ساتھ ساتھ ہوتا ہے مگر معطوف کا حکم معطوف علیہ کے حکم سے کچھ توقف کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ ان کی دلیل لفظ کے ظاہر پر عمل ہے کیونکہ بظاہر معطوف کا لفظ معطوف علیہ کے لفظ سے ملا ہوا ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ انفصال کے ساتھ عطف صحیح نہیں ہوتا یعنی اگر معطوف علیہ کا تلفظ کرنے کے بعد سکوت کیا پھر کچھ وقفہ کے بعد معطوف کا تلفظ کیا تو یہ عطف درست نہ ہوگا پس معلوم ہوا کہ ثم صرف حکم میں تراخی کے لئے ہے، نہ کہ تکلم میں۔

③ ثمرۂ اختلاف:۔ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے مابین اختلاف کا ثمرہ اس مسئلہ میں ظاہر ہوگا کہ اگر کسی نے اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو **انت طالقٌ ثم طالقٌ ثم طالقٌ ان دخلت الدار** کہا تو امام صاحبؒ کے نزدیک پہلی طلاق واقع ہوجائے گی، دوسری اور تیسری لغو ہوجائے گی کیونکہ ثم تکلم میں بھی تراخی پر دلالت کرتا ہے یہ کلام ایسے ہوگیا گویا اُس نے **انت طالقٌ** کہہ کر سکوت کیا پھر بقیہ کلام کا تلفظ کیا پس جب **انت طالقٌ** کے بعد سکوت کیا تو اُس کا شرط (**ان دخلت الدار**) کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا لہٰذا اسکے ذریعے فوری طلاق واقع ہوجائیگی اور عورت غیر مدخول بہا ہونے کی وجہ سے ایک طلاق سے ہی بائنہ ہوجائیگی اور اُس پر عدت بھی واجب نہ ہوگی۔ اسلئے کہ یہ دوسری اور تیسری طلاق کا محل ہی نہیں ہے جب یہ محل نہیں تو دوسری اور تیسری طلاق لغو ہوجائے گی۔

0343 6357913 makkahazakariyamultan@gmail.com

شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے جب شرط مؤخر ہو، اگر شرط مقدم ہو یعنی **ان دخلت الدار فانت طالقٌ ثم طالقٌ ثم طالقٌ** کہا تو امام صاحبؒ کے نزدیک پہلی طلاق شرط پر معلق ہوگی، دوسری طلاق فوراً واقع ہوجائے گی اور تیسری طلاق لغو ہوجائے گی۔ دلیل یہ ہے کہ پہلی طلاق شرط کے ساتھ متصل ہے لہٰذا وہ بالیقین شرط پر معلق ہوگی اور چونکہ تکلم میں تراخی ہے اس لئے یہ ایسے ہوگیا گویا متکلم نے **فانت طالقٌ** کہہ کر سکوت کیا پھر **طالقٌ** کہا تو یہ طلاقِ ثانی اُسی وقت واقع ہوجائے گی کیونکہ پہلی

طلاق شرط پر معلق ہونے کی وجہ سے فی الحال واقع نہیں ہوئی جب پہلی طلاق واقع نہیں ہوئی تو دوسری طلاق کا محل موجود ہے، جب محل موجود ہونے کی وجہ سے دوسری طلاق واقع ہوگی تو تھوڑے سے توقف کے بعد متکلم کا **طالقٌ** کہنا لغو ہو جائے گا کیونکہ طلاقِ ثانی کے بعد غیر مدخول بہا عورت بلا عدت بائنہ ہوگئی ہے لہٰذا محل نہ ہونے کی وجہ سے تیسری طلاق لغو ہو جائے گی۔

صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ تینوں طلاقیں شرط پر معلق ہوں گی اور شرط کے پائے جانے کے وقت تینوں طلاقیں حسبِ ترتیب واقع ہوں گی۔ دلیل یہ ہے کہ **ثـمّ** کی وجہ سے تکلم میں تراخی نہیں ہوتی بلکہ تکلم میں وصل ہوتا ہے جب تکلم میں وصل ہے تو تمام طلاقیں شرط پر معلق ہوں گی خواہ شرط مقدم ہو یا مؤخر ہو۔ البتہ شرط کے پائے جانے کے وقت اُنکا وقوع اُسی ترتیب کے ساتھ ہوگا جس ترتیب سے مذکور ہیں۔ چنانچہ مدخول بہا عورت پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی کیونکہ وہ تین طلاقوں کا محل ہوتی ہے اور غیر مدخول بہا عورت پر صرف پہلی طلاق واقع ہوگی اور اُس کے ذریعے وہ بلا عدت بائنہ ہو جائے گی اور دوسری و تیسری طلاق محل نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہ ہوں گی بلکہ لغو ہوں گی۔ (قوت الاخیار ص ۵۲۴ ج ۱)

الشق الثانی.....**علٰی للالزام فقوله: له علیّ الف درهم یکون دینا الّا ان یتّصل بها الودیعة... فان دخلت فی المعاوضات المحضة کانت بمعنی الباء... وکذا اذا استعملت فی الطلاق عندهما.... و عند ابی حنیفة للشرط۔**

''علٰی'' لغت میں استعلاء کیلئے آتا ہے، استعلاء اور کسی چیز کے ذمہ پر لازم ہونے کے درمیان کیا مناسبت ہے؟ معاوضاتِ محضہ کسے کہتے ہیں؟ باء الصاق کیلئے آتی ہے اور علٰی الزام کیلئے آتا ہے دونوں میں کیا مناسبت ہے؟ لفظِ علٰی جب طلاق میں استعمال ہو تو اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کا اختلاف دلائل سمیت تحریر کریں۔ (بحث حروف المعانی)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① استعلاء اور کسی چیز کے ذمہ پر لازم ہونے میں مناسبت ② معاوضاتِ محضہ کی تشریح ③ باء للالصاق آتی ہے اور علٰی للالزام، دونوں میں مناسبت ④ لفظِ علٰی طلاق میں استعمال ہو تو امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کا اختلاف۔

جواب..... ① استعلاء اور کسی چیز کے ذمہ پر لازم ہونے میں مناسبت:۔ استعلاء کی دو قسمیں ہیں: حقیقی و حکمی۔

استعلاءِ حقیقی یہ ہے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بلند ہو جیسے **زیدٌ علی السطح** (زید چھت پر ہے) یعنی زید چھت سے بلند ہے

استعلاءِ حکمی یہ ہے کہ کسی کے ذمہ کوئی چیز لازم ہو جیسے **لـهٗ علیّ الف درهم** (فلاں کے میرے ذمہ ہزار درہم ہیں) یعنی اس کے ہزار درہم مجھ پر واجب اور سوار ہیں۔ گویا استعلاء میں حقیقی بلندی ہوتی ہے اور الزام میں حکمی بلندی ہوتی ہے۔

② معاوضاتِ محضہ کی تشریح:۔ معاوضاتِ محضہ سے مراد وہ معاوضات ہیں جو اسقاط کے معنی سے خالی ہوں۔ یعنی ان میں عوض اصلی ہو، عارضی نہ ہو اور عوض اس سے کبھی جدا نہ ہوتا ہو۔

③ باء للالصاق آتی ہے اور علٰی للالزام، دونوں میں مناسبت:۔ الصاق و الزام میں مناسبت یہ ہے کہ جب کوئی چیز دوسری چیز پر لازم ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ملصق و لاحق بھی ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز کسی پر لازم ہو مگر ملصق نہ ہو۔

④ لفظِ علٰی طلاق میں استعمال ہو تو امام ابوحنیفہؒ وصاحبینؒ کا اختلاف:۔ لفظِ ''علٰی'' طلاق کے باب میں استعمال ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک یہ ''باء'' کے معنی میں ہوگا جیسا کہ بیع و اجارہ میں لفظِ علٰی باء کے معنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً عورت نے اپنے شوہر سے کہا: **طلّقنی ثلاثا علٰی الف درهم** (مجھے ایک ہزار درہم پر تین طلاق دے) اس کا معنی **بِـالْفِ درهم** ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طلاق اگرچہ اصلاً معاوضات میں سے نہیں ہے مگر جب اس پر عوض داخل ہو جائے تو یہ معاوضات کے معنی میں ہو جاتی ہے۔ اور جب لفظِ علٰی معاوضات پر داخل ہو تو وہ باء کے معنی میں ہوتا ہے، اب **طلّقنی ثلاثا علٰی الف درهم** کا معنی **طلّقنی ثلاثا بالف درهم** ہے، اس میں ایک ہزار درہم عوض اور تین طلاق اس کا معوّض ہوں گی۔ چنانچہ اس صورت میں اگر شوہر نے اپنی عورت کو ایک طلاق

0313 6557913 maktabazakariyamultan@gmail.com

دی تو عورت پر ایک ہزار درہم کی ایک تہائی (۳۳۳ درہم) لازم ہو جائے گی اور عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لفظِ ''علیٰ'' طلاق کے باب میں استعمال ہو تو یہ شرط کیلئے ہوگا، دلیل یہ ہے کہ طلاق اصلاً معاوضات میں سے نہیں ہے کیونکہ معاوضہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں عوض اصلی ہو عارضی نہ ہو اور اس سے کبھی جدا نہ ہوتا ہو، حالانکہ طلاق میں عوض اصلی نہیں بلکہ عارضی ہے اس سے جدا بھی ہو جاتا ہے، چنانچہ طلاق بلا مال بھی ہوتی ہے۔ بہر حال جب طلاق اصلاً معاوضات میں سے نہیں تو یہ معاوضات کے ساتھ لاحق نہ ہوگی اور مذکورہ مثال میں لفظِ علیٰ باء کے معنی میں معاوضہ کیلئے نہ ہوگا بلکہ لفظِ علیٰ مجازا شرط کیلئے ہوگا، گویا عورت نے کہا: **طلّقنی ثلاثا علیٰ شرط الف درھم** (مجھے ایک ہزار درہم کی شرط پر تین طلاق دے)

استعلاء و شرط کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ جیسے استعلاء میں مستعلِی (بلندی چاہنے والا) مستعلی علیہ (جس پر بلندی چاہی گئی ہو) کیلئے لازم ہوتا ہے اسی طرح جزاء شرط کیلئے لازم ہوتی ہے، اسی مناسبت کی وجہ سے علیٰ کو مجازا شرط کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل .....حدیث مرسل کی تعریف کریں۔ حدیث مرسل کی کتنی قسمیں ہیں؟ تمام اقسام کو مع احکام تحریر کریں۔ (۱۹۷)

جواب ..... ❶ حدیث مرسل کی تعریف:۔ حدیث مرسل وہ حدیث ہے جسمیں راوی اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کے واسطوں کو حذف و ترک کرتے ہوئے مثلاً اس طرح روایت کرے **قال رسول اللہ** ﷺ۔

❷ حدیث مرسل کی اقسام مع الاحکام:۔ حدیث مرسل کی چار اقسام ہیں۔ (۱) قرنِ اوّل کا راوی یعنی صحابی ارسال کرتے ہوئے **قال رسول اللہ** ﷺ کہے (۲) قرنِ ثانی کا راوی (تابعی) ارسال کرے (۳) قرنِ ثالث کا راوی (تبع تابعی) ارسال کرے (۴) قرونِ ثلاثہ کے بعد کسی بھی زمانہ کا راوی ارسال کرے یعنی درمیانی واسطوں کو ترک کردے۔

① حدیث مرسل کی پہلی قسم یعنی کوئی صحابی ارسال کرتے ہوئے کوئی روایت کرے تو یہ بالاتفاق قبول ہے اسلئے کہ غالب یہی ہے کہ اس صحابی نے یہ روایت بذاتِ خود آپ ﷺ سے سماعت کی ہوگی اگرچہ یہ گمان بھی ہے کہ شاید اس صحابی نے کسی دوسرے صحابی سے یہ روایت سنی ہو بہر حال صحابی ارسال کرتے ہوئے **قال رسول اللہ**، **سمعت رسول اللہ**، **حدثنی رسول اللہ** کہے، ہر صورت میں یہ مرسل حدیث مقبول ہے۔ ② و ③ حدیث مرسل کی قسم ثانی و ثالث یعنی کوئی تابعی یا تبع تابعی ارسال کرے تو یہ بھی احناف مالکیہ و حنابلہ کے نزدیک قسم اوّل کی طرح مقبول ہے، البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اقسام قابل قبول نہیں ہیں، اسلئے کہ اگر راوی کی صفات مجہول ہوں تو وہ حدیث حجت نہیں ہوتی اور یہاں تو ذات و صفات دونوں مجہول ہیں، لہٰذا یہ بطرق اولیٰ مقبول نہیں ہے البتہ اگر اس روایت کی کسی حجت قطعی سے تائید ہو یا قیاس صحیح سے تائید ہو یا امت نے اسکو قبول کیا ہو یا کسی دوسری صورت سے اسکا اتصال ثابت ہو تو پھر وہ روایت مقبول ہے علامہ ابن العینی شرح المنار میں فرماتے ہیں کہ قرنِ ثانی و ثالث کی مرسل روایت ہمارے نزدیک مقبول ہے اسلئے کہ انکی خیریت و عدالت کی شہادت و گواہی آپ ﷺ سے ثابت ہے اور وہ لوگ اکثر ارسال کرتے تھے اور کسی نے بھی ان پر نکیر و اعتراض نہیں کیا۔ ④ قرونِ ثلاثہ کے بعد کا راوی ارسال کرے تو امام کرخیؒ کے نزدیک یہ بھی مقبول ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک مختلف زمانوں کے لوگوں کے اعتبار سے مراسیل میں فرق نہیں ہے، ان کے نزدیک جن کی مسند روایت مقبول ہے اسکی مرسل بھی مقبول ہے، ابن ابانؒ فرماتے ہیں کہ اسکی مرسل روایت مقبول نہیں ہے اسلئے کہ خیر القرون کا زمانہ قرونِ ثلاثہ تک ہے، اسکے بعد فسق غالب ہو گیا تھا، اسی لئے سند کا بیان ضروری ہے البتہ اگر ایسے راوی کی مرسل ہو جس کو ثقہ روات اس کی مسند کی طرح نقل کرتے ہیں جیسے امام محمد وغیرہ تو پھر اسکی مرسل بھی مقبول ہوگی۔ (جامع الاسرار ص ۹۵۸ تا ۹۷۲)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی ..... ثُمَّ شَرَعَ فِیْ بَیَانِ دَلَائِلِ الْوُجُوْبِ فَقَالَ لِانْتِفَاءِ الْخِیَرَةِ عَنِ الْمَامُوْرِ بِالْاَمْرِ بِالنَّصِّ وَاسْتِحْقَاقِ الْوَعِیْدِ لِتَارِکِهٖ وَلِدَلَالَةِ الْاِجْمَاعِ وَالْمَعْقُوْلِ۔ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، امر کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ لکھیں، عبارت مذکورہ میں ماتن نے موجب امر کے وجوب پر جو دلائل ذکر کئے ہیں ان کی تشریح بطرزِ شارحؒ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) امر کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ (۴) مذکورہ دلائل کی تشریح بطرزِ شارحؒ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ پھر مصنفؒ وجوب کے دلائل کے بیان میں شروع ہوئے اور فرمایا کہ (امر وجوب کیلئے ہے) نصِ قرآنی کے ذریعہ مامور بالامر یعنی مکلّف سے اختیار منتفی ہونے اور اسکا تارک وعید کا مستحق ہونے کی وجہ سے اور اجماع وعقلی دلیل کی وجہ سے۔

③ امر کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:۔ امر کا لغوی معنیٰ حکم کرنا اور اصطلاح میں کسی شخص کا اپنے آپ کو بلند مرتبہ و بزرگ سمجھ کر کسی دوسرے شخص کو کسی کام کرنے کا حکم دینا ہے جیسے اُکْرِمْ (تُو اکرام کر)، اُنْصُرْ (تُو مدد کر)۔

④ مذکورہ دلائل کی تشریح بطرزِ شارحؒ:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے امر کا موجب وجوب ہونے کے دلائل بیان کئے ہیں۔

① کہ نصِ قرآنی کے ذریعے مامور بالامر (مکلّف) سے اختیار منتفی ہے اور وہ نص اللہ تعالیٰ کا قول **وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرًا ان یکون لهم الخیرة من امرهم** (کسی مؤمن مرد اور عورت کے لئے اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کریں تو اُن کے لئے کوئی اختیار باقی رہے) ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم کرنے کے بعد کسی مامور کو اُس کام کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اُس کام کا کرنا لازم ہو جاتا ہے گویا اس سے اختیار منتفی ہو جاتا ہے اور یہی وجوب ہے۔ ② کہ امر کے تارک کا مستحقِ وعید ہونا نص سے ثابت ہے اور وہ نص اللہ تعالیٰ کا قول **فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم** (جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اور اُس کو ترک کرتے ہیں انہیں دنیا میں کوئی فتنہ یا آخرت میں کوئی دردناک عذاب کے آنے سے ڈرنا چاہیے) ہے۔ اور اس قسم کی وعید واجب کے ترک پر ہو سکتی ہے۔ ③ کہ اہلِ لغت اور اہلِ عرف نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی سے کوئی فعل طلب کرے تو وہ صرف امر کے صیغہ سے طلب کرے اور کمالِ طلب وجوب ہی کی صورت میں ہوتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ امر کا موجَب وجوب ہے۔ ④ عقلی دلیل یہ ہے کہ آقا جب اپنے غلام کو کسی کام کرنے کا حکم دے اور غلام وہ کام نہ کرے تو سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے پس اگر امر وجوب کیلئے نہ ہوتا تو غلام سزا کا مستحق نہ ہوتا۔ ان تمام دلائلِ نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہوا کہ امر کا موجَب وجوب ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... **والنهی عن الافعال الحسیة یقع علی القسم الاول وعن الامور الشرعیة یقع علی الذی اتصل به وصفا لان القبح یثبت اقتضاء فلا یتحقق علی وجه یبطل به المقتضی وهو النهی۔** عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ افعالِ حسیہ سے نہی قسمِ اوّل (قبیح لعینہٖ) پر محمول ہوگی اور امورِ شرعیہ سے نہی اس پر محمول ہوتی ہے جسکے ساتھ قبح وصفی متصل ہوتا ہے اسلئے کہ قبح اقتضاءً ثابت ہوتا ہے پس وہ ایسے طریقہ پر متحقق نہ ہوگا جس سے مقتضی یعنی نہی باطل ہو جائے۔

② عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ افعالِ حسیہ سے نہی اطلاق اور عدمِ موانع کی صورت میں ان افعال کے قبیح لعینہٖ ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے قتل، زنا وغیرہ شریعت سے ہٹ کر اپنی ذات کی وجہ سے قبیح ہیں۔ اور امورِ شرعیہ سے نہی اُن امور وافعال کے قبیح لغیرہٖ وصفی ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس کو وصفی کے ساتھ اسلئے مقید کیا گیا ہے کہ اکثر واشہر یہی ہے ورنہ بعض اوقات افعالِ شرعیہ سے نہی قبیح لغیرہٖ مجاورًا پر بھی دلالت کرتی ہے۔ افعال شرعیہ سے نہی اُن افعال کے قبیح لغیرہٖ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نہی افعالِ منہیہ میں قبح کا تقاضا کرتی ہے اور

قاعدہ ہے کہ مقتضیٰ کو ایسے طریقہ سے ثابت کیا جائے کہ مقتضِی باطل نہ ہو پس اگر افعالِ شرعیہ سے نہی کو فی عینہٖ پر محمول کریں جیسا کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے تو اس صورت میں مقتضیٰ کو ثابت کرنے سے مقتضِی (نہی) باطل ہو جائیگی۔ اس لئے کہ نہی کا مقصد یہ ہے کہ بندہ اس فعل پر قادر ہے لیکن شریعت بندہ کو اُس کے ارتکاب سے روکتی ہے تو اگر وہ اپنے اختیار سے رُک جائے تو ثواب پائے گا ورنہ عقاب کا مستحق ہوگا اور اگر بندہ کو منہی عنہ کے ارتکاب کی قدرت ہی نہ ہو اور پھر بندہ کو منع کیا جائے تو یہ نہی نہ ہوگی بلکہ یہ نفی و نسخ ہے جیسے پیالہ میں پانی نہ ہو اور **لاتشرب** کہا جائے تو یہ نفی ہے اور اگر پیالہ میں پانی موجود ہو اور پھر **لاتشرب** کہا جائے تو یہ نہی ہے۔ گویا نہی کے اندر قباحت حکمتِ ناہی کی وجہ سے ہوتی ہے یعنی نہی مقتضِیٔ قباحت ہے اور قباحت مقتضیٰ ہے پس ضروری ہے کہ مقتضیٰ کی رعایت میں مقتضِی کا ابطال لازم نہ آئے بلکہ یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ مقتضِی کی بھی رعایت ہو اور مقتضیٰ کی بھی اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب نہی نہی رہے اور مکلّف کے اندر منہی عنہ کے ارتکاب کی قدرت ہو۔ اور فعلِ شرعی کی قدرت یہ ہے کہ وہ شرعاً موجود ہو سکے مگر شریعت اُس کے ارتکاب سے منع کرے۔

الشق الثانی ..... **ولا یقتضی التکرار ولا یحتمله ای لایقتضی الامر باعتبار الوجوب التکرار کما ذهب الیه قوم ولا یحتمله کما ذهب الیه الشافعیؒ.**

عبارت میں مذکور مسئلہ کی وضاحت کریں، ائمہ کا اختلاف دلائل کے ساتھ تحریر کریں، مقتضی اور محتمل کے درمیان فرق لکھیں۔

جواب ..... ① مسئلہ کی وضاحت اور ائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ احناف کے نزدیک امر مطلق وجوب کے اعتبار سے نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اُس کا احتمال رکھتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے تو اُس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ فعلِ نماز ادا کرو۔ ابو اسحاق اسفرائنی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ امر کا موجب ہی تکرار ہے یعنی امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امر تکرار و عموم کا تقاضا تو نہیں کرتا لیکن تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔ تو مصنفؒ نے اسی مسئلہ کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ امر نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اُس کا احتمال رکھتا ہے۔ ابو اسحاق وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت حج کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا **ایها الناس ان الله کتب علیکم الحج**۔ حضرت اقرع بن حابسؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم پر اسی ایک سال کا حج فرض ہے یا ہر سال کا حج فرض ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا حج ایک ہی مرتبہ فرض ہے اور اس سے زائد نفل ہے۔ تو اِس واقعہ میں حضرت اقرعؓ نے صاحبِ زبان ہونے کے باوجود حج کے حکم میں تکرار سمجھا اِسی لئے انہوں نے اِس کے متعلق سوال کیا۔ اگر امر تکرار کا تقاضا نہ کرتا تو حضرت اقرع بن حابسؓ کے دریافت کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

احنافؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ سوال اس لئے کیا کہ اُن کو یہ بات معلوم تھی کہ تمام عبادات اسبابِ متکررہ کے ساتھ متعلق ہیں جیسے نماز وقت کے ساتھ متعلق ہے، روزہ رمضان کے مہینے کے ساتھ متعلق ہے۔ پس حضرت اقرعؓ نے دیکھا کہ حج بھی وقت کے ساتھ متعلق ہے، چنانچہ نہ وقت سے پہلے اسے ادا کیا جا سکتا ہے اور نہ وقت کے بعد، لہٰذا متکرر ہونے کی وجہ سے حج بھی ہر سال متکرر ہونا چاہیے اور حج کا دوسرا تعلق بیت اللہ کے ساتھ ہے اور بیت اللہ غیر متکرر ہے لہٰذا حج مکرر نہیں ہونا چاہیے تو ان دو علیحدہ علیحدہ وجوہ کی وجہ سے حضرت اقرعؓ پر حج کا معاملہ مشتبہ ہو گیا اس لئے انہوں نے دریافت کیا، نہ اس وجہ سے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ امر کا صیغہ مثلاً **اِضْرِبْ** یہ **اَطْلُبُ مِنْكَ ضَرْبًا** سے مختصر کیا گیا ہے اور اس میں **ضربًا** نکرہ ہے اور نکرہ کلامِ مثبت میں عموم کا احتمال رکھتا ہے لہٰذا جب صیغۂ امر میں عموم اور تکرار کا احتمال ثابت ہو گیا تو معلوم ہوا کہ امر کو عموم اور تکرار پر محمول کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ متکلم اس کی نیت کرے۔ حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ امر ایک صیغہ ہے جس کو طلبِ فعل سے مختصر کیا گیا ہے یعنی **اِضْرِبْ** کا لفظ **اَطْلُبُ مِنْكَ الضَّرْبَ** سے اختصار کیا گیا ہے اور وہ مصدر جس سے اس کو مختصر کیا گیا ہے وہ اس فعل کی حقیقت کا ایک فرد ہے اور فرد عدد کا احتمال نہیں رکھتا لہٰذا امر نہ عموم و تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی عموم و تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

② مقتضیٰ اور محتمل میں فرق:۔ مقتضیٰ جو بغیر نیت کے لفظ سے ہی ثابت ہو اُس کے لئے نیت کی ضرورت نہ ہو اور محتمل جس کا لفظ میں احتمال ہو اور نیت کے ساتھ ثابت ہو بغیر نیت کے ثابت نہ ہو۔

0313 6397913 marfabzakariyamohtaram@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل.....واهل الاجماع من كان مجتهدا صالحا الّا فيما يستغنى فيه عن الاجتهاد ليس فيه هوى ولا فسق،وكونه من الصحابة او من العترة لا يشترط وكذا اهل المدينة او انقراض العصر.... وقيل: يشترط للجماع اللاحق عدم الاختلاف السابق عند ابى حنيفةؒ وليس كذٰلك فى الصحيح.

اشرح العبارة كاملا بحيث لايبقى ايّ ابهام.

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ کن حضرات کا اجماع منعقد ہوتا ہے؟ فرمایا کہ وہ حضرات جو مجتہد و صالح ہوں، ان حضرات میں خواہش پرستی نہ ہو، وہ اہلِ بدعت اور فاسق نہ ہوں۔ مجتہد کا صحابیؓ یا آلِ نبیؐ یا اہلِ مدینہ میں سے ہونا شرط نہیں ہے۔ وہ احکامات جو کہ نصوص سے صراحتاً ثابت شدہ ہیں اور ان میں اجتہاد کی ضرورت ہی نہیں وہ اہل اجتہاد کے اجتہاد سے خارج و مستثنیٰ ہیں اور اس نوع کے مسائل و احکام میں اجماع شرط نہیں، بلکہ ان میں عوام و خواص کا اتفاق کرنا ضروری ہے۔

امام اعظمؒ کے نزدیک اجماعِ لاحق کیلئے شرط یہ ہے کہ اختلافِ سابق نہ پایا جائے یعنی اگر اہلِ عصر اہل اجتہاد کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوگیا اور اسی اختلاف کے ہوتے ہوئے ان حضرات کی وفات ہوگئی تو اسکے بعد اگر ائمۂ وقت یہ ارادہ کریں کہ ان میں سے کسی ایک کے قول پر اجماع منعقد کرلیں تو امام صاحب کے نزدیک اب یہ اجماع معتبر نہ ہوگا اسلئے کہ اجماع لاحق کی شرط معدوم ہے۔ (اصح قول کے مطابق امام صاحب کی جانب اس قول کی نسبت صحیح نہیں۔ بلکہ قول اصح یہ ہے کہ متاخرین کا یہ اجماع معتبر ہوگا اور درمیان سے اختلاف ختم ہوجائے گا اور اس کی نظیر ام ولد کی بیع کا مسئلہ ہے۔

اور کل اہل اجتہاد کا اجماع کرنا شرط ہے اور اگر ان میں سے ایک کا اختلاف ہوگیا تو یہ اختلاف ایسا ہی اجماع کے انعقاد کیلئے مانع ہے جیسا کہ اکثر اہلِ اجتہاد کا اختلاف کرنا۔ اسلئے کہ یہ احتمال ہے کہ اس مخالف کا قول ہی صحیح ہو۔ بعض معتزلہ کی رائے یہ ہے کہ اکثر علماء کے اتفاق سے اجماع منعقد ہوسکتا ہے کیونکہ حق جماعت کے ساتھ ہے۔ (قوت الاخیار)

کن لوگوں کا اجماع معتبر ہے؟ اس سلسلہ میں صاحبِ حسامی نے تین مذاہب کی طرف اشارہ کیا ہے: ① داؤد ظاہری، شیعہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک صرف صحابہ کا اجماع معتبر ہے، صرف صحابہ کو ہی اجماع کا حق ہے، اسلئے کہ "**كنتم خير امة اخرجت للناس** اور **وكذٰلك جعلناكم امة وسطا**" کے اولین مخاطب صحابہ ہی تھے۔ ② امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف مدینہ والوں کا اجماع معتبر ہے۔ اسلئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ اپنے خبث کو اس طرح صاف کردیتا ہے جس طرح لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو، خطا بھی ایک طرح کا خبث ہے، تو مدینہ والوں سے خطا کی نفی ہوگئی۔ نیز مدینہ دارِ ہجرت ہے، صحابہ کا سب سے بڑا مرکزِ علم ہے، آپ کی آرام گاہ ہے، حضور کے احوال سے سب سے زیادہ واقف اہل مدینہ ہیں، لہٰذا صرف اہلِ مدینہ کا اجماع معتبر ہوگا۔ ③ فرقہ زیدیہ اور روافض میں سے فرقہ امامیہ کے نزدیک صرف آلِ رسول کا اجماع معتبر ہے، کیوں کہ یہ سب آپ ﷺ کے قرابتدار ہیں، ان کی شان میں قرآن نے کہا: **انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت**۔

صحیح قول یہ ہے کہ ہر زمانے کے عادل و مجتہد علماء کا اجماع معتبر و حجت ہے، کیونکہ اجماع کے حجت ہونے کے دلائل عام ہیں، ہر زمانہ کے علماء کو شامل ہیں، ان میں نہ اہلِ مدینہ کی تخصیص ہے، نہ صحابہ کی، نہ آلِ رسول کی۔ البتہ عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق اور مبتدع کا قول حجت نہیں ہے، اور مجتہد ہونا بھی ضروری ہے اس وقت جب کہ اجماع ایسی چیز میں ہو جس میں رائے اور اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے جیسے نکاح، طلاق وغیرہ کے احکام، ان میں صرف مجتہدین کا اجماع معتبر ہوگا، غیر مجتہد کی موافقت یا مخالفت سے کوئی فرق پڑے گا۔ اور اگر ایسی چیز میں اجماع منعقد ہورہا ہو جس میں رائے اور اجتہاد کی ضرورت نہ ہو جیسے نقلِ قران، رکعتوں کی تعداد تو ان میں مجتہدین اور غیر مجتہدین سب کا اجماع و اتفاق ضروری ہے، حتی کہ اگر کسی ایک شخص نے بھی مخالفت کی تو اجماع منعقد نہ ہوگا۔ (الفیض الحجازی)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....وَمَتٰی اَمْکَنَ الْعَمَلُ بِهَا سَقَطَ الْمَجَازُ، هٰذَا اَصْلٌ کَبِیْرٌ لَنَا یَتَفَرَّعُ عَلَیْهِ کَثِیْرٌ مِنَ الْاَحْکَامِ اَیْ مَادَامَ اَمْکَنَ الْعَمَلُ بِالْمَعْنٰی الْحَقِیْقِیِّ سَقَطَ الْمَعْنٰی الْمَجَازِیُّ،لِاَنَّهٗ مُسْتَعَارٌ وَالْمُسْتَعَارُ لَایُزَاحِمُ الْاَصْلَ فَیَکُوْنُ الْعَقْدُ لِمَا یَنْعَقِدُ دُوْنَ الْعَزْمِ اَیْ یَکُوْنُ الْعَقْدُ الْمَذْکُوْرُفِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَاعَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ) مَحْمُوْلًا عَلٰی مَایَنْعَقِدُ وَهُوَالْمُنْعَقِدَةُ فَقَطْ لِاَنَّهٗ حَقِیْقَةٌ هٰذَا اللَّفْظِ دُوْنَ مَعْنَی الْعَزْمِ حَتّٰی یَشْمُلَ الْغَمُوْسَ وَالْمُنْعَقِدَةَ جَمِیْعًا لِاَنَّهٗ مَجَازٌ وَالْمَجَازُلَایُزَاحِمُ الْحَقِیْقَةَ وَتَحْقِیْقَةٌ.....(ص۱۰۵۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔مذکورہ مسئلہ کی تحقیق بطرزِ شارح تحریر کریں۔حقیقت ومجاز کی تعریف کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں(۱)عبارت پر اعراب(۲)عبارت کا ترجمہ(۳) مسئلہ کی تحقیق بطرزِ شارحؒ (۴)حقیقت ومجاز کی تعریف۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔کمامّر فی السوال آنفا ۔

② عبارت کا ترجمہ:۔اور جب تک معنیٰ حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہو مجاز ساقط ہو جائے گا، یہ ہمارا ایک بڑا اصول ہے جس پر بہت سارے احکام ومسائل متفرع ہوتے ہیں یعنی جب تک معنیٰ حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہوگا معنیٰ مجازی ساقط رہے گا،اسلئے کہ اسکو عاریۃً لیا جاتا ہے اور عاریۃً لی ہوئی چیز اصل کے مزاحم ومقابل نہیں ہوسکتی،پس عقد کا معنیٰ **ما ینعقد** ہوگا نہ کہ عزم وپختہ ارادہ،یعنی وہ عقد جو اللہ تعالیٰ کے قول **ولٰکن یؤاخذکم بماعقد تم الایمان** میں مذکور ہے وہ صرف **ماینعقد** پر محمول ہوگا،اس لئے کہ وہی اس لفظ کا حقیقی معنیٰ ہے،نہ کہ عزم کا معنیٰ تاکہ وہ یمینِ غموس ومنعقدہ دونوں کو شامل ہو اسلئے کہ عزم مجاز ہے اور مجاز حقیقت کے مزاحم نہیں ہوتا۔

③ مسئلہ کی تحقیق بطرزِ شارح۔اس عبارت میں مصنفؒ نے ایک ایسا ضابطہ بیان فرمایا ہے جس پر بہت سے احکام شرعیہ متفرع ہوتے ہیں ضابطہ یہ ہے کہ جب تک معنیٰ حقیقی پر عمل کرنا ممکن ہو اُس وقت تک معنیٰ مجازی پر عمل نہیں کیا جائے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ معنیٰ مجازی مستعار (عاریۃً لیا ہوا) ہوتا ہے اور معنیٰ حقیقی اصل ہوتا ہے اور شیٔ مستعار اصل کے مزاحم ومقابل نہیں ہوتی یعنی اصل کی موجودگی میں مستعار پر عمل نہیں کیا جاتا،اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مجاز خلیفہ اور حقیقت اصل ہے اور خلیفہ اصل کے معارض و مزاحم نہیں ہوسکتا،یعنی اصل کی موجودگی میں خلیفہ پر عمل نہیں کیا جاتا چنانچہ اس ضابطہ پر تفریع قائم کرتے ہوئے ایک مسئلہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول **وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ** میں عقد کا لفظ یمینِ منعقدہ کے لئے حقیقت اور عزم یعنی دل سے پختہ ارادہ کرنے کے لئے مجاز ہے لہٰذا آیت میں عقد کا لفظ صرف یمینِ منعقدہ پر محمول ہوگا اور عزم (جو کہ یمینِ غموس اور منعقدہ دونوں کو شامل ہے) پر محمول نہ ہوگا اس لئے کہ مجاز حقیقت کے مزاحم نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو دو جگہ ذکر فرمایا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں فرمایا **لَایُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ** (نہیں پکڑتا وہ تمہیں تمہاری بیہودہ قسموں پر لیکن وہ پکڑتا ہے تمہیں اُن قسموں پر جن کا تمہارے دلوں نے کسب اور عزم کیا ہے)۔دوسری جگہ سورہ مائدہ میں فرمایا **وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ** (لیکن پکڑتا ہے اُس قسم پر جس کو تم نے مضبوط باندھا)۔امام شافعیؒ ان دونوں آیتوں میں تطبیق پیدا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دونوں آیتوں کا ایک ہی معنیٰ ہے اسلئے کہ **کَسَبَتْ** کا معنیٰ **عزمت و قصدت** ہے اور عقد کا معنیٰ بھی قصد وعزم ہے اور عزم وارادہ یمینِ غموس ویمینِ منعقدہ دونوں میں ہوتا ہے لہٰذا دونوں آیتیں یمینِ غموس اور منعقدہ دونوں کو شامل ہوں گی مگر سورۂ مائدہ میں مواخذہ کفارہ کے ساتھ مقید ہے اور سورۂ بقرہ میں مواخذہ مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ اگر دو آیتوں میں ایک ہی حکم مذکور ہو مگر ایک جگہ مطلق اور دوسری جگہ مقید ہو تو مطلق حکم کو بھی مقید پر محمول کیا جاتا ہے۔لہٰذا سورۂ بقرہ میں مذکور مواخذہ مطلقہ کو مواخذہ مقیدہ پر محمول کیا جائیگا یعنی جس طرح سورۂ مائدہ میں مواخذہ سے مراد کفارہ ہے اسی طرح سورۂ بقرہ میں بھی مواخذہ سے مراد کفارہ ہی ہوگا۔اور دونوں قسموں پر کفارہ واجب ہوگا۔

03153351313 maktabazakariyamurad@gmail.com

جواب یہ ہے کہ یمینِ غموس میں کفارہ واجب نہ ہونے کی دلیل آیتِ مائدہ **بما عقدتم الایمان** ہے اس میں عزم اور کسب کا معنیٰ مجازی ہے اور منعقدہ کا معنیٰ حقیقی ہے اور ضابطہ ہے کہ جب تک حقیقت کو مراد لیا جاسکتا ہو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا اور یہاں حقیقت یعنی منعقدہ کو مراد لینا ممکن ہے لہٰذا سورۂ مائدہ میں صرف یمینِ منعقدہ مراد ہوگی اور صرف اسی پر کفارہ واجب ہوگا دوسری قسموں پر واجب نہ ہوگا۔ اور آیتِ بقرہ یمینِ غموس اور منعقدہ دونوں کو عام ہے کیونکہ کسب یعنی عزم وارادہ دونوں میں پائے جاتے ہیں اور اس میں جس مواخذے کا ذکر ہے وہ مطلق ہے اور مطلق سے اُس کا فردِ کامل مراد ہوتا ہے اور مواخذے کا فردِ کامل اُخروی مواخذہ ہے لہٰذا آیتِ بقرہ میں اُخروی مواخذہ مراد ہوگا۔ پس آیتِ بقرہ کی وجہ سے یمینِ غموس اور منعقدہ دونوں میں اُخروی مواخذہ اور گناہ لازم ہوگا۔ الغرض آیتِ مائدہ کی وجہ سے کفارہ صرف یمینِ منعقدہ میں واجب ہوگا یمینِ غموس میں واجب نہ ہوگا اور آیتِ بقرہ کی وجہ سے گناہ دونوں میں لازم ہوگا۔ (قوت الاخیار ص ۴۱۵ ج ۱)

④ حقیقت ومجاز کی تعریف:۔ حقیقت: "**کل لفظ وضعه واضع اللغة بازاء شیئٍ فهو حقیقة له**" یعنی ہر وہ لفظ جس کو واضعِ لغت نے جس معین شیٔ کے مقابلہ میں وضع کیا ہے وہ لفظ اس شیٔ کیلئے حقیقت ہے۔

مجاز: "**کل لفظ وضعه واضع اللغة بازاء شیئٍ لو اُستعمل فی غیره فهو مجازله**" یعنی لفظ کا استعمال معنی موضوع لہ کے غیر میں ہو تو وہ مجاز ہے جیسے اسد کا استعمال بہادر شخص کے لئے مجاز ہے۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... **وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ بَعْدَ النَّفْيِ غَيْرَ اَنَّ الْعَطْفَ اِنَّمَا يَصِحُّ عِنْدَ اِتِّسَاقِ الْكَلَامِ وَاِلَّا فَهُوَ مُسْتَانَفٌ كَالْاَمَةِ اِذَا تَزَوَّجَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ مَوْلَاهَا بِمِائَةٍ دِرْهَمٍ فَقَالَ لَا اُجِيْزُ النِّكَاحَ وَلٰكِنْ اُجِيْزُهٗ بِمِائَةٍ وَخَمْسِيْنَ دِرْهَمًا اِنَّ هٰذَا فَسْخٌ لِلنِّكَاحِ وَجَعْلَ لٰكِنْ مُبْتَدَاً لِاَنَّ هٰذَا نَفْيٌ وَاِثْبَاتُهٗ بِعَيْنِهٖ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی مکمل تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ اتساقِ کلام سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) اتساقِ کلام کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ مصنفؒ نے فرمایا کہ حروفِ عاطفہ میں سے ایک "لٰکن" ہے اور کلمہ "لٰکن" نفی کے بعد استدراک کے لئے آتا ہے یعنی کلام سابق سے جو وہم ہوسکتا ہے کہ اس کو دور کرنے کیلئے کلمہ "لٰکن" استعمال ہوتا ہے مثلاً اگر کسی نے "ماجاء نی زید" کہا تو اس سے یہ وہم ہوسکتا ہے کہ شاید عمرو بھی نہ آیا ہو کیونکہ زید عمرو کے درمیان غایت درجہ تعلق اور لگاؤ ہے۔ پس اس وہم کو دور کرنے کے لئے "لکن عمروا" کہا جائے گا یعنی زید تو نہیں آیا البتہ عمرو آیا ہے اور عمرو کے بارے میں نہ آنے کا وہم غلط ہے۔

ماتنؒ فرماتے ہیں کہ "لٰکن" کے ذریعہ عطف اس صورت میں درست ہوگا جبکہ کلام موصول ہو اور مربوط ہو یعنی کلمہ "لٰکن" کلام سابق سے ملا ہوا ہو اور "لٰکن" کا مابعد اس کے ماقبل کے منافی نہ ہو یعنی جس کی نفی کی گئی ہو بعینہٖ اس کا اثبات نہ ہو بلکہ نفی ایک شیٔ کی طرف راجع ہو اور اثبات دوسری شیٔ کی طرف راجع ہو اور اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہوگئی یعنی "لٰکن" کلام سابق سے ملا ہوا نہ ہو یا "لٰکن" کا مابعد اس کے ماقبل کے منافی ہو تو اس صورت میں کلمہ "لٰکن" کا مابعد والا کلام معطوف نہ ہوگا بلکہ یہ کلام مستانف اور مستقل ہوگا ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

③ اتساقِ کلام کی مراد:۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کلام ثابق سے ملا ہوا ہو اور اس کا مابعد اُس کے ماقبل کے منافی نہ ہو۔

الشق الثانی ..... **المشروعات علی نوعین عزیمة ..... وهی اربعة انواع ۔** (ص ۱۷۷۔ رحمانیہ)

عزیمت کی تعریف کریں، عزیمت کے اقسام اربعہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور حکم مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) عزیمت کی تعریف (۲) عزیمت کی اقسام اربعہ کی تعریف وحکم مع امثلہ۔

جواب ..... ① عزیمت کی تعریف:۔ عزیمت وہ حکم ہے جو ابتداء ہی سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم اصلی ہو اور عوارض کے متعلق نہ ہو خواہ اس کا تعلق فعل سے ہو جیسے مامورات یا اس کا تعلق ترکِ فعل سے ہو جیسے محرمات وممنوعات۔ اسکے علاوہ بھی عزیمت کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں۔ ① عزیمت وہ حکم ہے جو ایسے طور پر ثابت ہو جس میں دلیلِ شرعی کی مخالفت نہ ہو ② عزیمت وہ حکم ہے جس کی دلیل مانع سے سلامت ہو ③ عزیمت وہ حکم ہے جو بندوں پر اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے لازم ہو جیسے عباداتِ خمسہ وغیرہ۔

② عزیمت کی اقسام اربعہ کی تعریف وحکم مع امثلہ۔ عزیمت کی چار اقسام ہیں: فرض، واجب، سنت، نفل۔

فرض: وہ حکم ہے جو کمی وزیادتی کا احتمال نہ رکھے، اور ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی ہو جیسے ایمان، روزہ، حج وزکوٰۃ، اس کا حکم دل سے یقین واعتقاد اور عمل بالارکان کا لازم ہونا ہے اس کا منکر کافر ہے اور بلا عذر اس کا تارک فاسق ہے۔

واجب: وہ حکم ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہ ہو مثلاً عام مخصوص منہ البعض، مجمل یا خبر آحاد سے ثابت شدہ احکام، اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا لازم ہے لیکن یقین واعتقاد لازم نہیں ہے یعنی اس کا منکر کافر نہیں ہے اگر کوئی شخص واجب نہ سمجھتے ہوئے عمل کو ترک کرے تو یہ شخص فاسق ہے اور اگر کوئی اہانت کرتے ہوئے عمل کو ترک کرے تو یہ شخص کافر ہے۔

سنت: وہ طریقہ ہے جو دین میں رائج ہو اور فرض وواجب کے علاوہ ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ انسان سے فرض وواجب کے بغیر ہی اس کو قائم کرنے کا مطالبہ کیا جائے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں ① سنن ہدیٰ جن کا تارک ملامت وزجر وتوبیخ کا مستحق ہوتا ہے جیسے جماعت واذان ② سنن زوائد جن کا تارک ملامت اور زجر وتوبیخ کا مستحق نہ ہو جیسے سفید سوٹ پہننا، عمامہ باندھنا۔

نفل: وہ حکم مشروع ہے جس کے کرنے پر انسان کو ثواب دیا جائے گا اور اس کے ترک پر عذاب نہ ہوگا نفل کی یہ تعریف در حقیقت اس کا حکم ہی ہے اور اسلاف سے اسی طرح منقول ہے جیسے نفلی نماز ادا کرنا، نفلی روزے رکھنا، صدقہ ادا کرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل .....**وامّا المؤول: فما ترجح من المشترك بعض وجوهه بغالب الرأی، وحكمه العمل به على احتمال الغلط۔** (ص۹۴۔رحمانیہ) مؤول کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔ بطرزِ شارح عبارت مذکورہ کی تشریح مثال دے کر کریں۔ مؤول کو اقسامِ نظم میں شمار کرنے کی وجہ بطرز شارح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مؤول کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) عبارت کی تشریح مع المثال (۳) مؤول کو اقسامِ نظم میں شمار کرنے کی وجہ۔

جواب ..... ① مؤول کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ مؤول تاویل مصدر سے مشتق ہے بمعنی واپس کرانا۔ کہا جاتا ہے **اوّلہ الیہ** جب کسی کی طرف واپس کرانا ہو، اور اصطلاح میں مؤول وہ لفظِ مشترک ہے جس کے متعدد معانی میں سے کوئی ایک معنی غالب رائے (خبر واحد قیاس وغیرہ مجتہد کی تاویل) سے راجح ہو کر متعین ہو جائے۔

② عبارت کی تشریح مع المثال:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت میں مؤول کی تعریف اور حکم کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ مؤول وہ مشترک ہے جس کا کوئی ایک معنی مجتہد کی تاویل سے راجح ہو کر متعین ہو جائے یعنی جب تک مشترک کے معانی میں سے کسی معنی کو ترجیح نہیں دی جائے گی اس وقت تک اس کو مشترک ہی کہیں گے اور جب کسی ایک معنی کو مجتہد کی تاویل سے ترجیح دیدی جائے گی وہ مشترک مؤول ہو جائے گا۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مؤول کی تعریف میں من المشترک کی قید اس لئے لگائی تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہاں مؤوّل سے وہ مؤوّل مراد ہے جو مشترک سے پیدا ہوتا ہے ورنہ اگر خفی مشکل اور مجمل کا خفاء کسی دلیل

0313 6357913 maktabahazakariyamultan@gmail.com

ظنی سے دور کر دیا جائے تو اس کو بھی مؤول کہتے ہیں لیکن یہ مؤول بیان کی اقسام میں سے ہے نہ کہ نظم کی اقسام میں سے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت **بغالب الرأی** پر اعتراض کیا گیا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مؤول کی جو تعریف کی ہے یہ جامع نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات مشترک کے کسی ایک معنی کو خبرِ واحد کے ذریعے ترجیح دی جاتی ہے حالانکہ غالب الرائے کی قید کی وجہ سے یہ تعریف اس کو شامل نہیں ہے۔ تو شارح رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ متن میں غالب الرائے سے مراد ظنِ غالب ہے ظنِ غالب خواہ خبرِ واحد سے حاصل ہو خواہ قیاس سے خواہ تامل وغیرہ سے حاصل ہو لہٰذا تعریف جامع ہے۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشترک کے چند معانی میں سے کسی ایک معنی کا راجح ہونا کبھی صیغہ اور لفظ میں غور کرنے سے ہوتا ہے جیسے یوں کہا جائے کہ لفظ قروء سے حیض کے معنی مراد ہیں کیونکہ قروء جمع ہے اور اقلِ جمع تین ہیں اور تین پر عمل حیض مراد لینے کی صورت میں ہو سکتا ہے، نہ کہ طہر مراد لینے کی صورت میں۔ اور کبھی سیاق وسباق میں غور کرنے سے ایک معنی راجح ہوتا ہے۔ اگر قرینہ لفظیہ لفظِ مشترک سے مقدم ہو تو اس کو سباق کہتے ہیں اور اگر قرینہ لفظِ مشترک سے مؤخر ہو تو اس کو سباق کہتے ہیں۔ سباق کی مثال **وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْٓءٍ** ہے یعنی لفظ قروء جو مشترک لفظ ہے اس میں حیض کے معنی راجح ہیں اور قرینہ لفظیہ لفظ ثلاثہ ہے جو لفظِ مشترک پر مقدم ہے۔ اور سیاق کی مثال باری تعالیٰ کا قول **اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ** اور **اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ** ہے کیونکہ پہلی آیت میں **احلّ** دوسری آیت میں **احلّنا** مشترک الفاظ ہیں کیونکہ اس کے معنی نزول کرنے کے بھی ہیں اور حلال کرنے کے بھی ہیں لیکن پہلی آیت میں لفظ **الرَّفَثُ** بمعنی جماع جو لفظِ مشترک سے مؤخر ہے اس بات پر قرینہ ہے کہ **اُحِلَّ، حِلٌّ** حلال کرنے سے مشتق ہے نہ کہ **حُلُوْلٌ** سے۔ اور دوسری آیت میں لفظ **دار المقامة** بمعنی جنت جو **احلنا** لفظ مشترک سے مؤخر ہے اس بات پر قرینہ ہے کہ **احلنا، حلول** (نزول کرنے) سے مشتق ہے نہ کہ **حل** سے۔

پھر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حکم کو بیان فرمایا کہ مجتہد کی تاویل سے جو معنی متعین ہوں گے ان پر عمل کرنا واجب ہوگا مگر اس احتمال کے ساتھ کہ ممکن ہے یہ معنی غلط ہوں اور دوسرے معنی صحیح ہوں کیونکہ مجتہد غلطی بھی کرتا ہے اور درست بھی کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ مؤول ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا مگر اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔

③ مؤوّل کو اقسامِ نظم میں شمار کرنے کی وجہ:۔ مؤوّل کا حصول اگرچہ فعلِ تاویل سے ہوتا ہے لہٰذا مؤول کو نظم کی قسم نہیں ہونا چاہئے لیکن اس کے باوجود مؤول کو نظم کی اقسام سے شمار کیا گیا ہے کیونکہ تاویل کے بعد حکم صیغہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور صیغہ نظم کی قبیل سے ہے لہٰذا مؤول نظم کی اقسام میں سے ہوگا اور یہ ایسا ہو گیا گویا نص اس حکم کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔

الشق الثانی.....**و المروی عنه اذا انکر الروایة .... اوعمل بخلافه بعد الروایة ممّا هو خلاف بیقین سقط العمل به.... و ان کان قبل الروایة او لم یعرف تاریخه لم یکن جرحا۔** (بیان طعن یلحق الحدیث)

عبارت کی تشریح کریں۔ مصنفؒ کے قول (**وتعیین الراوی بعض محتملاته لا یمنع العمل به**) کی وضاحت کریں۔

کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا روایت میں طعن کا سبب ہے یا نہیں؟

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کی تشریح ② **وتعیین الراوی بعض محتملاته الخ** کی وضاحت ③ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنے کا حکم۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں راوی یا غیرِ راوی کی جانب سے حدیث کو لاحق ہونے والے طعن کے اسباب کا بیان ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ کسی راوی سے کوئی روایت منقول ہو اور وہ راوی اپنی اس روایت کا انکار کر دے تو انکار کی نوعیت دیکھی جائی گی، اگر انکارِ جاحد ہو یعنی راوی بالکل جھٹلا کر روایت کا انکار کرے مثلاً کہے: **کذّبت علیّ**، یا کہے: **ما رویت لك هٰذا**، تو اس صورت

میں بالاتفاق راوی کے انکار کی وجہ سے اس حدیث پر عمل ساقط ہوجائے گا۔اور اگر راوی کا انکار متوقف ہو یعنی راوی یہ کہے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے تجھے یہ حدیث بیان کی ہے یا کہے کہ میں اس کو نہیں پہچانتا، تو اس صورت میں اختلاف ہے: امام کرخیؒ وامام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس حدیث پر بھی عمل ساقط ہوجائے گا اور امام مالکؒ وامام شافعیؒ کے نزدیک اس حدیث پر عمل ساقط نہ ہوگا۔

راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو اگر یہ عمل کا اختلاف بالیقین ہے تو اس روایت پر بھی عمل ساقط ہوجائے گا۔اگر عمل کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ راوی کو واقفیت ہوچکی ہے کہ وہ روایت منسوخ یا موضوع ہے تو پھر اس روایت سے صرف حجت قائم کرنا ساقط ہوگا۔اگر عمل کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ اس کے ساتھ راوی کی رغبت کم ہے یا غفلت کی وجہ سے عمل کا اختلاف ہے تو اس صورت میں راوی کی عدالت ختم ہوجائے گی، کیونکہ اس صورت میں یہ راوی فاسق یا غافل ومغفّل ہے، جس کی روایت کا اعتبار نہیں۔

اگر راوی کے عمل کا اختلاف روایت لئے جانے سے پہلے ہوا ہے یا تاریخ کا علم نہیں کہ یہ عمل روایت سے پہلے کا ہے یا روایت کے بعد کا ہے تو اس صورت میں یہ عمل جرح نہ ہوگا اور حدیث حجت ہوگی۔روایت سے قبل عمل کی صورت میں کہا جائے گا کہ راوی کا مذہب روایت سے پہلے وہ تھا مگر روایت آنے کے بعد انہوں نے اُس عمل کو ترک کردیا۔دوسری صورت میں کہا جائے گا کہ حدیث اصالتاً حجت ہے مگر تاریخ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس میں ایک درجہ شک وارد ہوگیا اور محض شک کی وجہ سے عمل بالحدیث ساقط نہیں ہوتا۔

② **وتعیین الراوی بعض محتملاته الخ** کی وضاحت:۔ اگر حدیث کے راوی (صحابیؓ) کی جانب سے حدیث کے مشترک معانی میں سے تاویل کے ذریعہ کسی ایک محتمل معنی کی تعیین کردی گئی ہو تو ہم اس معنی پر بھی عمل کریں گے اور اس معنی پر عمل کرنا دوسری تاویل سے مانع نہ ہوگا، بلکہ اس پر بھی عمل کیا جاسکتا ہے، اسلئے کہ صرف راوی کا قول حجت نہیں ہے۔اسکی مثال آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **المتبایعان بالخیار ما لم یتفرّقا** (عاقدین کو فسخ کا اختیار ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں) اس حدیث میں تفرقِ اقوال وتفرّقِ ابدان دونوں احتمال ہیں، راویِ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے تفرقِ ابدن مراد لیا ہے اور امام شافعیؒ کا بھی اسی پر عمل ہے۔جبکہ احناف نے اس سے تفرّقِ اقوال مراد لیا ہے اور اس میں کوئی منافات وتضاد نہیں۔(قوۃ الاخیار۔۲:۳۸)

③ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنے کا حکم:۔ اگر کسی راوی صحابیؓ کا عمل اپنی ایسی روایت کے خلاف ہے جو حدیث ظاہر ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اس کے خفی ہونے کا احتمال نہ ہو تو صحابی کا یہ عمل طعن کا سبب ہوگا، اگر وہ ایسی حدیث ہے جس کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر خفی ہونے کا احتمال ہو تو پھر صحابی کا یہ عمل طعن کا سبب نہ ہوگا۔جیسے عبادہ بن صامتؓ کی حدیث ہے: **البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام**، اس روایت کی وجہ سے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں تغریبِ عام (جلاوطنی) سزا کا جز ہے، احناف کے نزدیک یہ جلاوطنی کا حکم سیاستاً ہے، حدًا نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو جلاوطن کردیا تھا وہ شخص روم میں جاکر مرتد ہوگیا تھا، اسکے بعد حضرت عمرؓ نے قسم کھالی تھی کی آئندہ کسی کو جلاوطن نہیں کروں گا، اگر جلاوطن کرنا حد کا جز ہوتا تو وہ قسم نہ کھاتے۔ اور احادیثِ حدود کے صحابہ کرامؓ پر بالخصوص خلفاءِ راشدین پر مخفی ہونے کا احتمال ہی نہیں ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

0313 6357913 maktabazakariamultan@gmail.com

الشق الاوّل .....**و أما المجاز: فاسم لما أرید به غیر ما وضع له لمناسبة بینهما.**

مجاز کی تعریف میں فوائد قیود واضح کریں۔حقیقت ومجاز کی پہچان کی علامت لکھیں۔**لا یضع قدمه فی دار فلان** سے **جمع بین الحقیقة و المجاز** کے قاعدے پر وارد شدہ اعتراض مع جواب لکھیں۔**استعارة الحکم للسبب** صحیح نہ ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں کا حل چار امور ہیں: ① مجاز کی تعریف میں فوائدِ قیود ② حقیقت ومجاز کی پہچان کی علامت ③ **جمع بین الحقیقة و المجاز** کے قاعدے پر وارد اعتراض مع جواب ④ **استعارة الحکم للسبب** درست نہ ہونے کی وجہ

جواب ..... ① مجاز کی تعریف میں فوائدِ قیود:۔ **غیر ما وضع له** کی قید سے حقیقت کو خارج کر دیا گیا، کیوں کہ حقیقت میں معنی موضوع لہ کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اور **لمناسبة بينهما** کی قید سے ہزل اور وہ تمام امثلہ خارج ہوگئیں جن میں معنی موضوع لہ اور معنی غیر موضوع لہ کے درمیان مناسبت نہ ہو جیسے لفظِ ارض بول کر آسمان کو مراد لیا گیا ہو تو یہ عدم مناسبت کی وجہ سے مجاز نہ ہوگا۔

② حقیقت و مجاز کی پہچان کی علامت:۔ حقیقت و مجاز کی پہچان کی علامت یہ ہے کہ معنی حقیقی اپنے مصداق و مسمّٰی سے کبھی جدا نہیں ہوتا، یعنی لفظ حقیقی کی اس کے معنی موضوع لہ سے نفی کرنا درست نہیں ہے اور معنی مجازی اپنے مصداق و مسمّٰی سے جدا ہوسکتا ہے، یعنی اس کا اپنے مصداق پر صادق آنا بھی درست ہے اور الگ ہونا بھی درست ہے۔

③ **جمع بين الحقيقة و المجاز** کے قاعدے پر وارد اعتراض مع جواب:۔ پہلے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اے احناف! تم کہتے ہو کہ جمع بین الحقیقت والمجاز بلفظٍ واحدٍ و بوقتٍ واحد نا جائز ہے۔ حالانکہ تم خود جمع بین الحقیقت والمجاز کرتے ہو، بایں طور کہ کسی نے قسم کھائی **والله لا اضع قدمی فی دار خالد** (قسم بخدا میں خالد کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا) پھر یہ شخص خالد کے گھر میں جوتا پہن کر داخل ہوا یا ننگے پاؤں داخل ہوا بہر صورت حانث ہو جائے گا تو یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے اس لئے کہ ننگے پاؤں داخل ہونا وضعِ قدم کا حقیقی معنی ہے اور جوتا پہن کر داخل ہونا وضعِ قدم کا مجازی معنی ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ دارِ خالد کا حقیقی معنی یہ ہے کہ وہ خالد کی ملکیت میں ہو اور مجازی معنی یہ ہے کہ وہ کرایہ و عاریہ کا گھر ہو اب اگر حالف خالد کے مملوکہ گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائے گا اور اگر خالد کے کرایہ و عاریہ والے گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائیگا۔ تو اے احناف! تم نے وضعِ قدم اور دارِ خالد دونوں میں حقیقت و مجاز کو جمع کیا ہے، حالانکہ یہ تمہارے نزدیک جائز نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا بلکہ عمومِ مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا عمومِ مجاز کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لیا جائے کہ معنی حقیقی بھی اسکے افراد میں سے ایک فرد ہو کر اسکے تحت داخل ہو وہ مجازی معنی یہ ہے کہ **لا أضع قدمی** سے مراد **لا أدخل** ہے اور **لا أدخل** کا لفظ دونوں صورتوں کو شامل ہے خواہ وہ جوتا پہن کر داخل ہو یا ننگے پاؤں داخل ہو بہر صورت وہ حانث ہو جائیگا۔ اسی طرح دارِ خالد سے مراد دارِ سکنیٰ ہے (خواہ سکنی بالفعل ہو یا بالقوہ ہو بایں طور کہ وہ فی الحال اس میں رہ رہا ہو یا اس میں فی الحال رہائش نہ ہو مگر ملک ہونے کی وجہ سے بالقوہ اس میں رہنے کی قدرت حاصل ہو) خواہ دارِ مملوکہ ہو یا مستاجرہ ہو یا مستعارہ ہو بہر صورت دارِ سکنی ہی ہوگا اور حالف اس میں داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا۔

الحاصل دونوں صورتوں میں حالف جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے نہیں بلکہ عمومِ مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا۔

④ **استعارة الحكم للسبب** درست نہ ہونے کی وجہ:۔ حکم بول کر سبب مراد لینا یا مسبب بول کر سبب مراد لینا صحیح نہیں ہے، دلیل و وجہ یہ ہے کہ حکم و مسبب ثبوت کے اعتبار سے سبب کا محتاج ہوتا ہے کہ اس کے بغیر وہ ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ مسبب اپنے سبب کا اثر ہے اور سبب اس کا مؤثر ہے اور اثر اپنے ثبوت میں مؤثر کا محتاج ہوتا ہے مگر سبب مشروع ہونے کے لحاظ سے حکم و مسبب کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور ضابطہ ہے کہ محتاج الیہ بول کر محتاج مراد لیا جاسکتا ہے مگر محتاج بول کر محتاج الیہ مراد نہیں لیا جاسکتا، مثلاً طلاق بول کر حریت مراد لینا یا نکاح بول کر بیع مراد لینا درست نہیں ہے، البتہ اس کے برعکس حریت بول کر طلاق مراد لینا یا بیع بول کر نکاح مراد لینا درست ہے۔ (قوت الاخیار)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی ..... **الاستثناء يمنع التكلم بحكمه بقدر المستثنى فجعل تكلما بالباقى بعده و عند الشافعي: يمنع بطريق المعارضة.** مذکورہ اختلاف اور فریقین کے دلائل لکھیں۔ اس اختلاف کا ثمرہ ذکر کریں۔

جب چند کلماتِ معطوفہ کے بعد استثناء ہو تو اس کا تعلق تمام معطوفات کے ساتھ ہوگا یا صرف متصل کے ساتھ؟ بطرزِ شارح لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① استثناء کے مفہوم میں اختلاف مع دلائل ② استثناء کے اختلاف کا ثمرہ ③ متعدد کلماتِ معطوفہ کے بعد استثناء کا حکم۔

جواب..... ① استثناء کے مفہوم میں اختلاف مع الدلائل:۔ استثناء کے مفہوم کے متعلق حنفیہ وشوافع کا اختلاف ہے: حنفیہ کے نزدیک اگر کسی کلام میں استثناء آجائے تو یہ مستثنیٰ کی مقدار کے مطابق اسکے حکم سمیت اس کو تکلم سے ہی خارج کر دیتا ہے، گویا کہ متکلم نے مستثنیٰ کی بقدر زبان سے اصلاً کلام کیا ہی نہیں، اور استثناء کے بعد جو کلام باقی رہ گیا ہے متکلم نے اسی کا کلام کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابتداءً تو مستثنیٰ کلامِ سابق میں داخل ہے، البتہ معارضہ کی وجہ سے حکم سے خارج ہوجائے گا، گویا کہ متکلم نے پہلے مستثنیٰ کا بھی تکلم کیا، مگر بعد میں معارضہ کی وجہ سے حکماً یہ مستثنیٰ منہ سے خارج ہوگیا۔ مثلاً "لفلان علیّ الف درهم الا مائة" کا مطلب حنفیہ کے ہاں یہ ہے کہ گویا متکلم نے ہزار کا تکلم ہی نہیں کیا بلکہ متکلم نے فلاں کیلئے نوسو کا اقرار کیا ہے اور شوافع کے نزدیک متکلم نے پہلے ہزار کا اقرار کیا ہے پھر اس میں سے سو کا استثناء وانکار کر رہا ہے تو گویا اس سو میں اقرار وانکار اور نفی واثبات کا تعارض ہوگیا، اسلئے سو درہم ہزار میں سے ساقط ہوجائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ کلمۂ توحید **لا الٰه الا الله** میں غیر اللہ کی نفی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اثبات بھی ہے، لہٰذا اگر کلمۂ توحید میں استثناء صرف بقیہ کا تکلم ہو تو اس کلمہ سے صرف غیر اللہ کی نفی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات نہ ہوگا کیوں کہ معنیٰ ہوگا کہ "لا الٰه الا الله فانه موجود"۔

حنفیہ کی دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عاما" (نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ہزار سال تک رہے مگر پچاس سال۔ یہ پچاس سال دعوت سے قبل یا طوفان کے بعد کا زمانہ ہے) اگر استثناء کو بطریقِ معارضہ تسلیم کریں جیسا کہ شوافع کا قول ہے تو اس قصہ وخبر میں کذب لازم آئے گا، حالانکہ حکم کا سقوط بطورِ معارضہ ایجاب میں تو ہوسکتا ہے اِخبار میں نہیں ہوسکتا۔ (قوت الاخیار)

② استثناء کے اختلاف کا ثمرہ:۔ حنفیہ وشوافع کے اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں سامنے آئے گا جب مستثنیٰ کی جنس اور ماقبل کی جنس مختلف ہو مثلاً "لفلان علیّ الف درهم الا ثوبا"۔ حنفیہ کے نزدیک یہ استثناء درست ہی نہیں ہے اور شوافع کے نزدیک یہ استثناء معتبر ہے، لہٰذا ایک ہزار کی رقم میں سے ایک کپڑے کی مالیت کی بقدر رقم نفی کر دی جائے گی، اسلئے کہ استثناء کا عمل دلیل کی مثل ہے اور جب دلیل میں تعارض ہوجائے تو حتی الامکان اس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ کپڑے کی قیمت کا اندازہ کرتے ہوئے اسکی نفی کر دی جائے۔

③ متعدد کلماتِ معطوفہ کے بعد استثناء کا حکم:۔ اگر متعدد کلماتِ معطوفہ کے بعد استثناء آئے مثلاً "لزيد علیّ الف و لبكر علیّ الف و لخالد علیّ الف الا مائة" تو اس صورت میں شوافع کے نزدیک استثناء یعنی مائۃ کا تعلق تمام کلمات وجملوں کے ساتھ ہوگا جیسا کہ اگر متعدد جملوں کے بعد شرط واقع ہو تو شرط کا تعلق تمام جملوں کے ساتھ ہوتا ہے جیسے "هند طالق و زينب طالق و فاطمة طالق ان دخلت الدار" اس صورت میں تمام زوجات کی طلاق شرط پر موقوف ومعلق ہے، اور چونکہ استثناء وشرط دونوں کا تعلق بیانِ تغییر سے ہے اس لیے دونوں کا حکم ایک ہی ہونا چاہیے۔ احناف کے نزدیک اس صورت میں استثناء کا تعلق صرف اس کلمہ سے ہوگا جو اس کے متصل ہے، دلیل یہ ہے کہ استثناء کلام کو اس نوعیت سے باہر کر دیتا ہے کہ وہ تمام کلام پر عمل کر سکے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ استثناء کا تعلق تمام معطوفہ کلمات سے نہ ہو، بخلاف شرط کے کہ وہ کلامِ سابق کو تبدیل کر دیتی ہے اس وجہ سے اس کا تعلق تمام معطوفہ کلمات کے ساتھ ہی ہوگا۔

0313 6357913 maktabakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الثالثة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل.....وهو اسم للنظم و المعنى جميعا تمهيد لتقسيمه بعد بيان تعريفه يعنى ان القرآن اسم للنظم و المعنى جميعا لا انه اسم للنظم فقط .....الخ

قرآن لفظ ومعنیٰ کا مجموعہ ہے یا صرف نظم یا صرف معنیٰ ہے؟ تفصیل تحریر کریں۔ امام صاحبؒ کے نزدیک عربی زبان پر قادر شخص کیلئے بھی فارسی میں قرأت جائز ہے، مصنفؒ کی بیان کردہ توجیہ وضاحت سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور کا حل مطلوب ہے: ① قرآن کریم کے نظم یا معنیٰ ہونے کی وضاحت ② امام صاحبؒ کے ہاں فارسی میں قراءت کی اجازت اور اس کی وجہ۔

جواب ..... ① قرآن کریم کے نظم یا معنیٰ ہونے کی وضاحت:۔ قرآن کریم کس چیز کا نام ہے؟ اس میں تین اقوال ہیں: ① قرآن کریم صرف نظم ولفظ کا نام ہے۔ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم کی اوصافِ ثلاثہ (**المنزل علی الرسول، المکتوب فی المصاحف، المنقول عنه نقلاً متواترًا**) کے ساتھ لفظ ہی متصف ہوسکتا ہے معنیٰ نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **انا أنزلناه قرآنا عربیا** (ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے) اور عربیت وغیر عربیت کا تعلق الفاظ کے ساتھ ہے، نہ کہ معنیٰ کے ساتھ۔ کیوں کہ معانی مشترکہ طور پر سب زبانوں میں یکساں پائے جاتے ہیں۔ ② قرآن کریم صرف معانی کا نام ہے۔ دلیل یہ ہے کہ نماز میں قراءتِ قرآن فرض ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عربی میں قدرت کے باوجود فارسی میں قراءت کی اجازت دی ہے اور فارسی میں قرآن کریم کے معانی تو موجود ہوسکتے ہیں الفاظ نہیں۔ دوسری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: **و انه لفی زبر الاولین** (یہ قرآن پہلی کتابوں میں موجود ہے) اور پہلی کتابیں غیر عربی میں تھیں، اس لیے قرآن کریم کا پہلی کتابوں میں موجود ہونا معانی کے اعتبار سے ہوسکتا ہے الفاظ کے اعتبار سے نہیں۔ ③ قرآن کریم لفظ ومعنیٰ دونوں کے مجموعہ کا نام ہے اور ماتن وشارح کے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ مذکورہ دونوں اقوال کے دلائل اس قول کے دلائل ہیں۔ باقی قولِ اول کی یہ دلیل کہ اوصافِ ثلاثہ کے ساتھ صرف لفظ متصف ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ الفاظ کے واسطے سے یہ اوصاف معانی میں بھی جاری ہوتے ہیں، لہٰذا معانی بھی منزل، مکتوب ومنقول ہیں۔ قولِ ثانی کی یہ دلیل کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں قراءت کی اجازت دی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی حالت اللہ تعالیٰ سے راز ونیاز کی باتیں کرنے کی حالت ہے اور عربی عبارت معنیٰ خیز، حیرت انگیز اور عاجز کرنے والی ہے، اس لیے ممکن ہے کہ ایک نمازی اس حالت میں بھرپور عبارت زبان پر نہ لاسکے اسلئے اس کو فارسی میں قراءت کی اجازت ہے۔ نیز نمازی کا ذہن عربی الفاظ کی فصاحت وبلاغت اور دیگر مسجع ومقفّٰی عبارتوں وفقروں سے لطف اندوز ہونے میں مصروف ہوسکتا ہے اور اس کا حضورِ قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالص وبے لوث نہ رہے گا، اس لیے غیر عربی میں قراءت کرنے کی اجازت ہے۔

② امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں فارسی میں قراءت کی اجازت اور اس کی وجہ:۔ نماز میں غیر عربی زبان میں قراءت کرنے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ صرف جوازِ صلوۃ کے بارے میں نظمِ قرآن نماز کا رکنِ لازمی نہیں ہے بلکہ انہوں نے صرف معنیٰ کو فریضۂ صلوٰۃ کے ادا ہوجانے کیلئے کافی سمجھا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص غیر عربی میں بلا عذر نماز کی قرأت کرلے تو نماز جائز ہوجائے گی۔ اور جوازِ صلوٰۃ کی تخصیص اسلئے ہے کہ نماز کے علاوہ باقی احکام میں امام صاحب نے بھی نظمِ قرآن کو لازمی قرار دیا ہے جیسے جنبی اور حائض کیلئے قراءۃ قرآن ممنوع ہے۔ یہ عربی النظم کی قراءۃ ممنوع ہے اگر ان میں سے کوئی قرآن مجید کی ایک آیت فارسی زبان میں پڑھ لے تو ان کیلئے جائز ہے کیونکہ یہ حقیقۃً قرآن نہیں ہے کیونکہ نظمِ عربی اس کو شامل نہیں ہے، اسلئے فارسی زبان میں ترجمہ کو قرآن نہیں کہا جائے گا۔ اور اسکی وجہ اوپر امرِ اول کے تحت گزر چکی ہے۔

0313 6357013 maktabazakariyamultan@gma

الشق الثانی.....و منه الامر وهو قول القائل لغیره علی سبیل الاستعلاء افعل...

امر کی تعریف کریں اور تعریف میں قیود کا فائدہ بیان کریں۔ امر میں اشتراک وترادف ہونے کا مطلب واضح کیجیے۔ احناف کے نزدیک امر میں اشتراک وترادف ہے یا نہیں؟ فعلِ نبی ﷺ سے وجوب ثابت ہونے میں اختلاف مع دلائل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① امر کی تعریف اور تعریف میں مذکور قیود کے فوائد ② امر میں اشتراک و ترادف کا مطلب اور عندالاحناف امر میں اشتراک وترادف کا حکم ③ فعلِ نبی ﷺ کے موجب ہونے میں اختلاف مع دلائل۔

جواب ..... ① امر کی تعریف اور تعریف میں مذکور قیود کے فوائد:۔ **اَلْاَمْرُ فَهُوَ قَوْلُ الْقَائِلِ لِغَيْرِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِسْتِعْلَاءِ اِفْعَلْ** (ایک شخص کا خود کو بڑا سمجھتے ہوئے کسی دوسرے کو 'افعل' یعنی یہ کام کر، کہنا خواہ وہ واقعتاً بڑا ہو یا نہ ہو)۔

امر کی اس تعریف میں **قول القائل** کا کلمہ جنس ہے جو تمام الفاظ کو شامل ہے۔ **علی سبیل الاستعلاء** فصل اوّل ہے اس کے ذریعہ التماس اور دعا امر کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ التماس میں طلب فعل مع التساوی ہوتا ہے۔ اور دعاء میں طلب الفعل مع الخضوع ہوتا ہے۔ ماتن کا قول **افعل** یہ فصلِ ثانی ہے اس سے نہی خارج ہو جاتی ہے اس لئے کہ نہی میں قائل اپنے غیر سے **لَا تَفْعَلْ** کہتا ہے نہ کہ افعل یعنی عدمِ فعل کو طلب کرتا ہے۔

② امر میں اشتراک وترادف کا مطلب اور عندالاحناف امر میں اشتراک وترادف کا حکم:۔ امر میں اشتراک کا مطلب یہ ہے کہ صیغۂ امر وجوب، اباحت وندب کے درمیان مشترک ہو، یعنی اس سے صرف وجوب والا معنی ثابت نہ ہو بلکہ امر سے اباحت وندب والا معنی بھی ثابت ہو۔ ترادف کا مطلب یہ ہے کہ جیسے امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے اسی طرح فعلِ نبی ﷺ سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے یعنی وجوب صیغۂ امر وفعلِ نبی ﷺ دونوں سے ثابت ہو۔ گویا وجوب کو ثابت کرنے میں امر اور فعلِ نبی ﷺ دونوں میں ترادف ہے۔

عندالاحناف امر میں اشتراک وترادف نہیں ہے یعنی صیغۂ امر سے صرف وجوب ثابت ہوگا، اباحت وندب ثابت نہ ہوگا۔ اسی طرح وجوب صرف صیغۂ امر سے ثابت ہوگا، فعلِ نبی ﷺ وغیرہ سے وجوب ثابت نہ ہوگا۔

③ فعلِ نبی ﷺ کے موجب ہونے میں اختلاف مع دلائل:۔ عندالاحناف فعلِ نبی ﷺ سے وجوب ثابت نہ ہوگا بلکہ اس فعل پر آپ ﷺ کی مواظبت بھی ہو اور ترک پر انکار بھی ہو تب وجوب ثابت ہوگا، گویا محض فعلِ نبی سے وجوب ثابت نہ ہوگا۔ شوافع کے نزدیک امر کی طرح فعل نبی ﷺ سے بھی وجوب ثابت ہو جاتا ہے، پہلی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **صلوا کما رأیتمونی اُصَلّی** (تم اس طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے) اس ارشاد میں آپ ﷺ نے واضح طور پر امت کو اپنے فعل کی متابعت کا حکم دیا ہے، معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا فعل بھی موجب ہے، اس سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امر کی دو قسمیں ہیں: قول اور فعل۔ گویا فعل بھی قول کی طرح امر کی قسم ہونے کی وجہ سے وجوب کیلئے ہوگا۔

فعل کے امر ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے: **وما امر فرعون برشید** اس میں فرعون کے فعل پر امر کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس کو رشید کے ساتھ متصف کیا گیا ہے، کیونکہ فعل رشید کے ساتھ متصف ہوتا ہے، قول رشید کے ساتھ متصف نہیں ہوتا بلکہ سدید کے ساتھ متصف ہوتا ہے، پس جب امر سے مراد فعل ہے تو معلوم ہوا کہ فعل بھی امر کی قسم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ امر قولی کی طرح فعلِ نبی سے بھی وجوب ثابت ہوگا۔ احناف کی پہلی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بلا افطار مسلسل روزے رکھے، آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی مسلسل بلا افطار روزے رکھنے شروع کر دیے، جب آپ ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون میری مثل ہو سکتا ہے؟ مجھے میرا رب کھلاتا و پلاتا ہے یعنی مجھ پر ایسا فیضانِ باری ہوتا ہے کہ مجھے بھوک و پیاس کا احساس نہیں ہوتا۔ پس اگر فعلِ نبی سے وجوب ثابت ہوتا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع نہ فرماتے۔ معلوم ہوا کہ فعلِ نبی موجب نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز میں جوتے اتار دیے، آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جوتے اتار دیے، بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے؟ مجھے تو فرشتے نے آ کر اطلاع دی کہ میرے جوتے میں نجاست لگی ہوئی ہے، میں نے اس لیے جوتے اتارے تھے، پس تم جوتے دیکھ کر مسجد میں آیا کرو۔ اس حدیث میں بھی آپ ﷺ نے اپنی اتباع سے منع فرمایا ہے، اگر فعل نبی وجوب کیلئے ہوتا تو آپ ﷺ اپنی اتباع سے منع نہ فرماتے۔ پس ثابت ہوا کہ فعلِ نبی سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

امام شافعیؒ کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی وجوب آپ ﷺ کے ارشاد سے ہی ثابت ہوا ہے، فعل سے ثابت نہیں ہوا، اگر آپ ﷺ کا فعل ہی موجب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازخود آپ کا فعل دیکھ کر ہی اتباع کر لیتے، آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرمانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی، پس ثابت ہوا کہ فعلِ نبی سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت میں امر سے مراد فعل ہے اور فعل کو امر سے اس لئے تعبیر کیا کہ امر فعل کا سبب ہوتا ہے، گویا سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے اور سبب کا اطلاق مسبب پر جائز ہے اور یہ مجاز کے قبیل سے ہے، جبکہ ہماری بحث حقیقت میں ہے لہٰذا آیت سے استدلال درست نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ آیت میں امر سے مراد فعل ہے بلکہ امر سے مراد شان وطریق ہے یعنی فرعون کی شان وطریقہ درست نہیں ہے۔ یا امر سے مراد قول ہے اور اس پر قرینہ سابقہ جملہ **فاتبعوا امر فرعون** ہے کیونکہ یہاں امر سے مراد قول ہے، ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں نے فرعون کے امر یعنی اسکی بات کی ان چیزوں میں اطاعت کی جن کا فرعون نے ان کو حکم دیا ہے حالانکہ فرعون کا یہ حکم دینا درست نہیں ہے۔

باقی قول کو رشید کے ساتھ متصف کرنے کا جواب یہ ہے کہ یہ وصف الشیئ باصف صاحب الشیئ کے قبیل سے ہے یعنی کبھی شیئ کو صاحب الشیئ کی صفت کے ساتھ متصف کر دیا جاتا ہے، جیسے **عذابٌ الیمٌ** میں عذاب کو الیم کے ساتھ متصف کیا گیا ہے حالانکہ الیم صاحبِ عذاب کی صفت ہے، اسی طرح اس آیت میں رشید صاحبِ قول کی صفت ہے۔ (قوت الاخیار۔۱:۱۲۹)

(**نوٹ**) شارحؒ فرماتے ہیں کہ یہ سب اختلاف اس صورت میں ہے جب آپ ﷺ نے عمداً وہ فعل کیا ہو، وہ فعل سہواً صادر نہ ہوا ہو اور نہ وہ آپ ﷺ کا کوئی طبعی فعل ہو اور نہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہو۔ وگرنہ بالاتفاق اس فعل سے وجوب ثابت نہ ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل.....**فالواو لمطلق العطف من غیر تعرض لمقارنة ولاترتیب وفی قوله لغیر الموطوء ة: ان دخلت الدارفأنت طالق وطالق وطالق، انما تطلق واحدة عند أبی حنیفة**.....(ص۱۲۳۔رحمانیہ)

واؤ مطلق عطف کیلئے ہے، اس کا مطلب مثال دے کر واضح کریں اور امام شافعی کا مسلک دلیل کے ساتھ لکھیں۔ **وفی قوله لغیر الموطوء ة**..... سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا گیا ہے، سوال اور جواب کی وضاحت کریں۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہما اللہ کا اختلاف بطرزِ شارح تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) واؤ کے مطلق عطف کیلئے ہونے کا مطلب مع مثال (۲) امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک مع الدلیل (۳) **وفی قوله لغیر الموطوء ة** سوال وجواب کی وضاحت (۴) مسئلہ مذکورہ میں امام صاحب اور صاحبین رحمہما اللہ کے درمیان اختلاف۔

جواب ..... (۱) واؤ کے مطلق عطف کیلئے ہونے کا مطلب مع مثال:۔ واؤ مطلق عطف یعنی شرکت کیلئے ہے اسکے معنی میں مقارنت وترتیب ملحوظ نہیں ہوتی۔ مقارنت کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزوں کا ایک زمانہ میں جمع ہونا اور ترتیب کا مطلب حرفِ عطف کے ما بعد کا اسکے ماقبل سے زمانہ میں مؤخر ہونا ہے۔ بہر حال واؤ کے ذریعے ایک مفرد کو دوسرے مفرد پر معطوف کیا جائے تو کبھی شرکت صرف محکوم علیہ میں ہوگی جیسے **قام و قعد زید** اس مثال میں قیام اور قعود دونوں میں زید (محکوم علیہ) کی شرکت کا حکم ہے۔ یا صرف محکوم بہ میں شرکت ہوگی جیسے **قام زید و عمرو** یہاں قیام (محکوم بہ) میں زید اور عمرو دونوں کی شرکت کا حکم ہے۔ اور اگر واؤ کے ذریعہ ایک جملہ کا عطف دوسرے جملہ پر کیا گیا ہو تو شرکت صرف ثبوت اور وجود میں ہوگی جیسے **قام زید و قعد عمرو** میں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ قیامِ زید اور قعودِ عمرو دونوں ثابت اور موجود ہیں۔ الحاصل واؤ نہ تو مقارنت کیلئے ہے اور نہ ہی ترتیب کیلئے اور یہی مذہب احناف کا ہے اور اسی کے قائل نحاتِ بصرہ، نحاتِ کوفہ، امام سیبویہ اور اہلِ لغت ہیں، چنانچہ **جاء نی زید و عمرو** کے معنی احناف وغیرہ کے نزدیک یہ ہیں کہ زید اور عمرو دونوں آنے میں شریک ہیں قطع نظر اس بات سے کہ دونوں ایک ساتھ آئے ہوں یا یکے بعد دیگرے۔

② امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک مع الدلیل:۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے چنانچہ مذکورہ مثال میں ان کے نزدیک **جاء نی زید و عمرو** میں زید کی مجیئت مقدم ہے عمرو کی مجیئت سے یعنی زید پہلے آیا ہے اور عمرو بعد میں آیا۔ دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **نحن نبدا بما بدأ اللہ** یعنی ہم سعی کا طواف اسی جگہ سے شروع کریں گے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد **اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ** ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے سعی کے بیان کا آغاز صفا سے کیا ہے اسی طرح ہم بھی سعی کا آغاز اور ابتداء صفا سے کرینگے۔ شوافع کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ کے اس قول سے یہ سمجھا کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے چنانچہ واؤ اگر ترتیب کیلئے نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نہ فرماتے بلکہ یوں فرماتے **نحن نبدا بالصفا** ہم تو سعی کا آغاز صفا سے کرینگے۔ لیکن **نحن نبدأ** کے بعد **بما بدأ اللہ** فرمانا اور اسکے بعد شہادت میں آیت **ان الصفا** پیش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واؤ سے ترتیب کا معنی اخذ کیا ہے۔

دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد **واركعوا و اسجدوا** ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے ہے کیونکہ رکوع کی تقدیم سجود پر بالاتفاق واجب ہے پس رکوع کی تقدیم کا سجود پر واجب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے کیونکہ اگر واؤ ترتیب کے لئے نہ ہوتی تو رکوع کی تقدیم سجود پر واجب نہ ہوتی۔

③ **و فی قولہ لغیر الموطوءۃ الخ** سوال وجواب:۔ اس عبارت میں احناف پر وارد ہونے والے ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہا **ان دخلت الدار فانت طالق و طالق و طالق** یعنی تینوں طلاقوں کو دخول دار سے معلق کیا اور تینوں کو حرف عطف واؤ کے ساتھ ذکر کیا تو اس صورت میں دخول دار کے وقت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واؤ ترتیب کیلئے ہے چنانچہ ترتیب کی وجہ سے جب پہلی طلاق واقع ہوئی تو وہ ایک طلاق سے بائنہ ہوگئی غیر مدخول بہا عورت ایک طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے اور اس پر عدت واجب نہیں ہوتی۔ جب وہ دوسری اور تیسری طلاق کیلئے بائنہ ہونے کی وجہ سے طلاق کا محل باقی نہ رہی تو اس پر دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہوگی۔ بہر حال پہلی طلاق کا واقع ہونا اور دوسری اور تیسری طلاق کا واقع نہ ہونا یہی ترتیب ہے جو واؤ سے مستفاد ہے۔ پس ثابت ہوا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واؤ ترتیب کے لئے ہے حالانکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ واؤ کے معنی میں ترتیب کے قائل نہیں ہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مذکورہ واؤ مقارنت کے لئے ہے۔ چنانچہ مذکورہ کلام سے ان کے نزدیک تین طلاقیں ایک ساتھ واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بھا عورت پر ایک ساتھ تین طلاقیں واقع بھی کی جا سکتی ہیں۔ بہر حال مذکورہ کلام سے تین طلاقوں کا ایک ساتھ واقع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ واؤ مقارنت کے لئے ہے حالانکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک واؤ مقارنت کیلئے نہیں آتی ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ مثال **ان دخلت الدار فانت طالق و طالق و طالق** میں دخول دار کے وقت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک طلاق کا واقع ہونا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تین کا واقع ہونا اس لئے نہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واؤ ترتیب کیلئے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مقارنت کیلئے ہے جیسا کہ معترض کا خیال ہے بلکہ اسلئے ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کلام کا موجب اور مقتضیٰ افتراق ہے یعنی طلاقوں کے درمیان ترتیب واؤ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ طلاقوں کو یکے بعد دیگرا ایسے طور پر ذکر کرنے سے پیدا ہوئی ہے کہ طلاق اوّل بلا واسطہ شرط پر معلق ہے اور طلاق ثانی طلاق اوّل کے واسطہ سے اور طلاق ثالث طلاق اوّل اور ثانی کے واسطہ سے معلق ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس کلام کا مقتضیٰ افتراق نہ ہوتا یعنی علیحدہ علیحدہ طلاقیں واقع کرنا نہ ہوتا تو قائل تینوں کو ایک ساتھ ذکر کر کے یوں کہتا **ان دخلت الدار فانت طالق ثلاثا** پس جب قائل نے **ثلاثا** کا لفظ ذکر نہیں کیا بلکہ **انت طالق و طالق و طالق** کہا تو معلوم ہو گیا کہ قائل کا مقصد افتراق ہے یعنی قائل تینوں کو الگ الگ

0321-6767913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کر کے واقع کرنا چاہتا ہے۔ بہر حال اس کلام کا موجب افتراق ہے اور افتراق کلمہ واؤ کی وجہ سے متغیر نہیں ہوتا کیونکہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اور مطلق جمع افتراق میں بھی موجود ہے۔ یعنی واؤ جو مطلق جمع کیلئے ہے اسکی وجہ سے افتراق زائل نہیں ہوگا یعنی چند چیزیں الگ الگ مذکور ہونے کے باوجود جمع ہوسکتی ہیں۔ پس جب اس کلام کا مقتضیٰ اور موجب افتراق ہے تو یہ تینوں طلاقیں اسی انداز پر الگ الگ واقع ہونگی جس انداز پر ان کو معلق کیا گیا ہے۔ یعنی پہلی طلاق جو بلا واسطہ شرط پر معلق ہے وہ پہلے واقع ہوگی اور دوسری طلاق جو ایک واسطہ سے معلق ہے وہ اسکے بعد دوسرے نمبر پر واقع ہوگی اور تیسری طلاق جو دو واسطوں سے معلق ہے وہ تیسرے نمبر پر واقع ہو گی اور جب یہ طلاقیں الگ الگ واقع ہوئیں تو غیر مدخول بہا عورت پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہوگئی مگر چونکہ غیر مدخول بہا پر عدت واجب نہیں ہے اسلئے وہ پہلی طلاق کے بعد دوسری اور تیسری طلاق کا محل باقی نہیں رہی۔ اور جب وہ پہلی طلاق کے بعد محل طلاق نہ رہی تو دوسری اور تیسری طلاق اس پر واقع نہ ہوگی بلکہ یہ دونوں رائیگاں چلی جائیں گی۔ بہر حال امام صاحبؒ کے نزدیک پہلی طلاق کا واقع ہونا اور بعد کی دو کا واقع نہ ہونا اسلئے نہیں کہ واؤ ترتیب کیلئے ہے بلکہ اسلئے ہے کہ اس کلام کا موجب افتراق ہے۔

اسی طرح صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تین طلاقیں اسلئے واقع نہیں ہوئیں کہ انکے نزدیک واؤ مقارنت کیلئے ہے بلکہ اسلئے واقع ہوئیں کہ انکے نزدیک اس کلام کا موجب اجتماع ہے کیونکہ اگر اس کلام کا موجب اجتماع نہ ہوتا یعنی ایک بار تینوں کو واقع کرنا مقصود نہ ہوتا تو قائل تینوں کو ایک شرط پر معلق نہ کرتا بلکہ علیحدہ علیحدہ شرطوں پر معلق کرتا پس تینوں طلاقوں کو ایک شرط پر معلق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قائل تینوں کو ایک ساتھ واقع کرنا چاہتا ہے اور اس کلام کا موجب اجتماع ہے اور اجتماع کلمہ واؤ کی وجہ سے متغیر نہیں ہوتا اسلئے کہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے اور مطلق جمع اجتماع میں متحقق ہے اس طور پر کہ جب تین طلاقیں ایک ساتھ واقع ہوں گی تو ان میں جمع کے معنی بھی متحقق ہونگے۔ بہر حال صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اس کلام کا موجب اجتماع ہے یعنی قائل تینوں کو ایک ساتھ واقع کرنا چاہتا ہے اور غیر مدخول بہا کو ایک ساتھ تین طلاقیں واقع بھی کی جاسکتی ہیں۔ لہٰذا اس کلام کی وجہ سے صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور تین طلاقوں کا واقع ہونا اسلئے نہیں ہوگا کہ واؤ مقارنت کیلئے ہے بلکہ اسلئے ہوگا کہ اس کلام کا موجب اجتماع ہے۔

④ امام صاحب اور صاحبین کے درمیان اختلاف:۔ ابھی سوال وجواب کے ضمن میں مکمل اختلاف مع الدلائل ذکر ہو چکا ہے۔

الشق الثانی.....وَاِذَا كَانَتِ الْحَقِيْقَةُ مُتَعَذِّرَةً اَوْ مَهْجُوْرَةً صِيْرَ اِلَى الْمَجَازِ: كَمَا اِذَا حَلَفَ لَايَاْكُلُ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ، مِثَالٌ لِلْمُتَعَذِّرَةِ: اِذْ اَكْلُ النَّخْلَةِ نَفْسَهَا يَتَعَذَّرُ فَيَرَادُ الْمَجَازُ، وَهُوَ ثَمَرُهَا، فَاِنْ لَمْ تَكُنِ الشَّجَرَةُ ذَاتَ ثَمَرٍ يُرَادُ بِهَا ثَمَنُهَا الْحَاصِلُ بِالْبَيْعِ، وَلَوْ تَكَلَّفَ وَاَكَلَ مِنْ عَيْنِ النَّخْلَةِ لَمْ يَحْنَثْ، لِاَنَّ الْمُتَعَذَّرَ لَايَتَعَلَّقُ بِهٖ حُكْمٌ۔ (ص۱۱۵۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ حقیقت متعذرہ اور حقیقت مہجورہ کی تعریف وحکم بیان کریں۔ ترکِ حقیقت کے مقامات مع امثلہ تحریر کریں۔ حقیقت مستعمل ومجاز متعارف ہو تو کس پر عمل ہوگا؟ اختصار سے صرف حکم لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا خلاصہ ③ حقیقت متعذرہ اور مہجورہ کی تعریف وحکم ④ ترکِ حقیقت کے مقامات مع امثلہ ⑤ حقیقت مستعمل ومجاز متعارف کا حکم۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں حقیقت متعذرہ ومہجورہ کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ جب لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا متعذر یا مھجور ہو تو اس وقت لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جیسے کسی نے قسم اٹھائی **و اللہ لا اکل من ھذہ النخلۃ** (خدا کی قسم میں اس کھجور سے نہیں کھاؤں گا) اس میں حالف نے بعینہٖ کھجور کے درخت نہ کھانے کی قسم کھائی ہے اور بعینہٖ کھجور کے درخت کا کھانا متعذر

ہے۔لہٰذا یہاں پر اس کلام کو مجازی معنی پر محمول کریں گے کہ اگر اس درخت کا پھل ہے تو وہی مراد ہوگا وگرنہ اس کی قیمت مراد ہوگی چنانچہ پھل دار درخت کی صورت میں اس کا پھل کھانے سے حانث ہوگا اور اگر پھل نہیں ہے تو پھر حالف اس کی قیمت کھانے سے حانث ہوگا۔اور اگر حالف نے تکلف سے عین نخلہ کھالیا تو حانث نہ ہوگا۔کیونکہ یہ متعذر ہے اور متعذر کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا۔

③ حقیقتِ متعذرہ اور حقیقتِ مہجورہ کی تعریف وحکم:۔ حقیقتِ متعذرہ یہ ہے کہ اس کی طرف بغیر مشقت کے رسائی ممکن نہ ہو یعنی اس حقیقی معنی کی مراد انتہائی متعذر ومشکل ہو،اسکی مثال ابھی گزر چکی ہے۔

حقیقتِ مہجورہ سے مراد یہ ہے کہ اس معنی کی طرف رسائی تو ممکن ہو لیکن لوگوں نے اس کو عملاً چھوڑ دیا ہو جیسے واللہ لا اضع قدمی فی دار فلان (قسم بخدا! میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا) اس کا حقیقی معنی ننگے پاؤں داخل ہونا ہے مگر لوگوں نے عُرف کی وجہ سے اس معنی کو عملا چھوڑ دیا ہے،لہٰذا یہاں مجازی معنی دخول مراد ہے۔ خلاصہ میں ان کا حکم بیان کردیا گیا ہے جب لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا متعذر یا مہجور ہو تو اس وقت لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

④ ترکِ حقیقت کے مقامات مع امثلہ:۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ کے خیال کے مطابق وہ مقامات جن کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے وہ پانچ قرائن ومواضع ہیں ① دلالتِ عادت: یعنی کبھی بلانیتِ متکلم محض دلالتِ عادت کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے دلالتِ عادت کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ کے استعمال اور الفاظ سے معنی سمجھنے میں انسان کو جو عادت ہوتی ہے اس عادت کے دلالت کرنے کی وجہ سے بلانیتِ متکلم معنی حقیقی متروک ہو جاتے ہیں اور معنی مجازی پر عمل ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام اس لئے موضوع ہے تا کہ مخاطب کو سمجھایا جا سکے پس جب کلام عرفا اور عادۃ کسی شئ کے لئے مستعمل ہو اور اس کو معنی لغوی سے نقل کرلیا گیا ہو تو استعمال کی اس عادت اور عرف کو ترجیح حاصل ہوگی اور اس کا معنی حقیقی متروک ہوگا اور دلالتِ عادت کی وجہ سے حقیقت کا متروک ہونا اس صورت میں ہے جب کہ حقیقت مستعمل نہ ہو کیونکہ حقیقت اگر مستعمل ہوگی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حقیقتِ مستعملہ پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔اور مجاز متعارف پر عمل کرنا غیر اولیٰ ہوگا۔

مثلاً کسی شخص نے صلوٰۃ کی نذر مانی اور اس نے کہا **للّٰہ علی ان اصلی** تو اس سے صلوٰۃ مخصوصہ (قیام،قرآت،رکوع،سجود وغیرہ) اور شعائرِ معلومہ کا ادا کرنا لازم ہوگا۔کیونکہ لغت میں صلوٰۃ کے معنی دعاء کے ہیں پھر صلوٰۃ کے معنی ارکانِ معلومہ اور عبادتِ معینہ کی طرف نقل کرلئے گئے اور لغوی معنی دعاء کو چھوڑ دیا گیا ہے حتی کہ جب لفظِ صلوٰۃ بولا جائے گا تو ذہن ارکانِ معلومہ کی طرف منتقل ہوگا،لغوی معنی کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوگا۔لہٰذا اس صورت میں اس پر نماز واجب ہوگی اور دعاء واجب نہ ہوگی۔

② دلالتِ لفظ فی نفسہ: کبھی لفظ کے فی نفسہ دلالت کرنے کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے،فی نفسہ دلالت کا مطلب یہ ہے کہ سیاق وسباق اور عادت کی طرف نظر کئے بغیر لفظ اپنے ماخذ اشتقاق و مادۂ حروف کے اعتبار سے دلالت کرتا ہے۔مثلا لفظ ایسے معنی کیلئے موضوع ہو جس میں قوت ہو،پس جس میں یہ معنی ناقص ہوگا وہ خارج ہو جائے گا،جیسے کسی نے کہا **واللہ لا اکل لحما** تو یہ قسم مچھلی کے گوشت کو شامل نہ ہوگی،کیونکہ **لحم** کا لفظ **التحام** بمعنی شدت سے ماخوذ ہے اور مچھلی کے گوشت میں خون نہ ہونے کی وجہ سے شدت نہیں ہوتی،تو لحم کے ماخذِ اشتقاق و مادۂ حروف کے شدت والے معنی پر دلالت کی وجہ سے مچھلی کے گوشت میں یہ حقیقت متروک ہے،مچھلی کھانے سے یہ شخص حانث نہ ہوگا۔

0313 6357913 maktabazakariyasultan@gmail.com

③ دلالت سیاقِ نظم: کبھی سیاقِ کلام کے دلالت کرنے کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے،یعنی ایسا کلام ہو جس کے ساتھ لفظی قرینہ ہو خواہ وہ مقدم ہو یا مؤخر ہو،وہ قرینہ اس بات پر دال ہو کہ مذکورہ کلام کا حقیقی معنی متروک وغیر مراد ہے۔جیسے **طلّق امرأتي ان كنت رجلا** (اگر تو مرد ہے تو میری بیوی کو طلاق دیدے) **طلّق امرأتی** کا حقیقی معنی متکلم کا مخاطب کو اپنی بیوی پر طلاق واقع کرنے کا وکیل بنانا ہے مگر **ان كنت رجلا** کے قرینہ سے یہ معنی متروک ہے اور یہ کلام زجر وتوبیخ پر

محمول ہے، کیونکہ ان کنت رجلا ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جہاں یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ مخاطب اس فعل سے عاجز ہے۔

④ دلالت حالِ متکلم: کبھی متکلم کے حال اور قصد کے دلالت کرنے کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے یعنی متکلم میں ایسا معنی پیدا ہو جائے جو ترکِ حقیقت پر دال ہو اور یہ محسوس ہو کہ متکلم کا مقصود حقیقت کو ترک کرنا ہے، پس ایسی صورت میں حقیقت کو ترک کر دیا جائے گا اور یہ کلام مجاز احقیقتِ قاصرہ یعنی اخص پر محمول ہوگا اگر چہ کلام کی حقیقتِ کاملہ عموم ہے۔

اسکی مثال **تعال تغدّ معی فقال ان تغدیت فعبدی حرٌ** (آؤ میرے ساتھ کھانا کھاؤ، مدعولہ نے جواب دیا کہ اگر میں نے کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے) ہے، اس جوابی کلام کا حقیقی معنی یہ ہے کہ میں جہاں بھی کھانا کھاؤں میرا غلام آزاد ہے، حقیقی معنی کے اعتبار سے یہ کلام عموم پر دلالت کرتا ہے اور یہ حقیقتِ کاملہ ہے، مگر تغد یہ (کھانا) کا جو معنی اس وقت یہاں متکلم میں پیدا ہوا ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ یہاں داعی کے ساتھ اُسی کھانے کا تناول مراد ہے جس کی طرف اُسے دعوت دی گئی ہے، گویا متکلم کا حال وقصد اس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں غلام کی آزادی مطلقا کھانے پر معلق نہیں کی گئی بلکہ اس کھانے پر معلق کی گئی ہے جس کی طرف اسے دعوت دی گئی ہے، یہ مخصوص حالت اس کلام کی حقیقتِ قاصرہ ہے، بہر حال اس قرینہ کی وجہ سے کلام کی حقیقتِ کاملہ یعنی عموم کو ترک کر دیا جائے گا اور اس کی حقیقتِ قاصرہ یعنی خصوص پر عمل کیا جائے گا۔

⑤ دلالتِ محلِ کلام: کبھی محلِ کلام کے دلالت کرنے کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور مجاز پر عمل کیا جاتا ہے، محلِ کلام کے دلالت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محل اس کلام کے حقیقی معنی کی صلاحیت نہیں رکھتا، اسلئے کہ حقیقی معنی مراد لینے کی صورت میں ایسی ذات (رسول اللہ ﷺ) کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے جو ذات کذب وجھوٹ سے بری ومعصوم ہے۔ لہٰذا ایسے کلام کو مجازی معنی پر محمول کیا جائے گا تا کہ آپ ﷺ کا کاذب ہونا لازم نہ آئے۔ اسکی مثال آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **انّما الاعمال بالنیّات** (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) اس کلام کا حقیقی معنی یہ ہے کہ اعضاء وجوارح کے اعمال نیتوں پر موقوف ہیں، بغیر نیت اعمال واقع ہی نہیں ہوتے حالانکہ یہ بات خلافِ واقع اور جھوٹ ہے، کیونکہ ہمارے بہت سے اعمال بغیر نیت بھی واقع ہو جاتے ہیں، اس لزومِ کذب کی وجہ سے اس ارشاد کو مجازی معنی پر محمول کیا جائے گا اور لفظِ اعمال سے پہلے لفظِ ثواب کو مقدر مانا جائے گا، اب مطلب یہ ہوگا کہ اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے یعنی اعمال پر ثواب اُسی صورت میں مرتب ہوگا جب نیت ہوگی، اگر نیت نہ ہوگی تو ثواب مرتب نہ ہوگا اگر چہ اعمال واقع ہو جائیں گے، پس حدیث کا مطلب بھی درست ہو گیا اور آپ ﷺ کا کاذب ہونا بھی لازم نہ آیا۔ (قوت الاخیار: ج ۱۔ ص ۴۸۰)

⑤ حقیقت مستعمل ومجاز متعارف کا حکم:۔ اگر حقیقت مہجورہ نہ ہو بلکہ مستعملہ ہو اور مجاز متعارف ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک حقیقت پر عمل کرنا اولی ہے، اسلئے کہ حقیقت اصل ہے اور اصل کی موجودگی میں خلیفہ یعنی مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جائے گا۔

صاحبینؒ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق مجاز متعارف پر عمل کرنا اولی ہے اور ایک روایت کے مطابق عمومِ مجاز پر عمل کرنا اولی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل .....**والتقسیم الثالث فی بیان محل الخبر الذی جعل الخبر فیه حجة وهو امّا حقوق اللّٰه تعالی وهو نوعان: العقوبات و غیرها و اما حقوق العباد وهو ثلاثة اقسام: ما فیه الزام محض او لا الزام فیه اصلا او فیه الزام من وجه دون وجه فهٰذه خمسه انواع.....**

0313 6357913 mahmoodbazakariyamultan@gmail.com

عبارت کا ترجمہ کریں۔ مذکورہ اقسامِ خمسہ میں خبرِ واحد کے حجت ہونے کی تفصیل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② حقوق کی اقسامِ خمسہ میں خبرِ واحد کے حجت ہونے کی تفصیل۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ تقسیمِ ثالث محلِ خبر کے بیان میں ہے کہ اس میں خبرِ واحد کو حجت کا مقام دیا گیا ہے اور وہ محل یا حقوق اللہ سے متعلق ہوگا اور اسکی دو قسمیں ہیں عقوبات وغیرہ اور وہ محل یا حقوق العباد سے متعلق ہوگا اور اسکی تین اقسام ہیں: وہ جس میں الزام محض ہو یا اس میں بالکل الزام نہ ہو یا اس میں من وجہ الزام ہو اور من وجہ الزام نہ ہو، پس یہ پانچ اقسام ہیں۔

② حقوق کی اقسامِ خمسہ میں خبرِ واحد کے حجت ہونے کی تفصیل:۔ خبر، واحد کی محلِ خبر و متعلق کے اعتبار سے پانچ اقسام ہیں: ① محلِ خبر کا تعلق حقوق اللہ میں سے عقوبات وسزاؤں کے ساتھ ہو ② محلِ خبر کا تعلق حقوق اللہ میں سے عبادات کے ساتھ ہو، ان دونوں اقسام میں خبرِ واحد حجت ہے۔ البتہ بعض نے تعداد کی شرط لگائی ہے اور بعض نے یہ شرط بھی نہیں لگائی۔ ③ محلِ خبر کا تعلق حقوق العباد کی اس نوع کے ساتھ ہو جس میں من کل وجہ دوسرے پر الزام ہو جیسے کسی کے ذمہ کوئی حق یا دَین ثابت کرنا۔ اس خبر میں وہ تمام شرائط مطلوب ہوں گی جو اخبارِ نبویہ میں لازم ہیں یعنی عقل، عدالت، ضبط، اسلام، عدد، لفظِ شہادت اور ولایت۔ ④ محلِ خبر کا تعلق حقوق العباد کی اس نوع کے ساتھ ہو جس میں دوسرے پر کوئی الزام نہ ہو جیسے وکالت ومضاربت وغیرہ کی خبر دینا۔ اس خبر میں مخبر کا صرف باتمیز ہونا ضروری ہے، خواہ وہ بچہ ہو یا بالغ، آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا حربی، عادل ہو یا فاسق ہو۔ ⑤ محلِ خبر کا تعلق حقوق العباد کی اس نوع کے ساتھ ہو جس میں دوسرے پر من وجہ الزام ہو اور من وجہ الزام نہ ہو، جیسے وکیل کو وکالت سے معزولی کی خبر دینا اور عبدِ ماذون پر حجر و پابندی کی خبر دینا۔ اس قسم میں امام صاحبؒ کے نزدیک شہادت کی دو شرطوں (تعداد و عدالت) میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے، جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک اس میں بھی کوئی شرط نہیں ہے۔ (قوت الاخیار)

الشق الثانی.....عام اور مطلق کی تعریف لکھیں اور انکے درمیان فرق واضح کریں۔ اقتضاء النص واشارۃ النص کی تعریف اور ان میں فرق بیان کریں۔ **شرط الشیئ، سبب الشیئ** اور **علت الشیئ** کی تعریفات اور ان میں فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عام اور مطلق کی تعریف مع فرق (۲) اقتضاء النص اور اشارۃ النص کی تعریف مع فرق (۳) **شرط الشیئ، علت الشیئ** اور **سبب الشیئ** کی تعریفات مع فرق۔

جواب..... ① عام اور مطلق کی تعریف مع فرق:۔ عام: وہ لفظ ہے جو علی سبیل الشمول متفقۃ الحدود افراد کو شامل ہو جیسے قوم کا لفظ اپنے تمام افراد مرد و عورت بچے بوڑھے سب کو شامل ہے۔ مطلق: وہ لفظ ہے جو صرف ذات پر دال ہو اس کے ساتھ کسی وصف وقید کا لحاظ نہ کیا گیا ہو جیسے آیت وضو میں مطلق غسل کا حکم ہے اس میں کوئی وصف وقید ملحوظ نہیں ہے۔ عام اور مطلق میں فرق یہ ہے کہ عام متفقۃ الحدود متعدد افراد کو شامل ہوتا ہے جبکہ مطلق افراد کو شامل نہیں ہوتا بلکہ صرف ذات بلا وصف وقید پر دلالت کرتا ہے۔

② اقتضاء النص اور اشارۃ النص کی تعریف مع فرق:۔ اقتضاء النص کا معنی ہے وہ چیز جس کا نص نے تقاضا کیا ہے اور وہ حکم ہوتا ہے الحاصل اقتضاء النص وہ حکم ہے کہ اس کا مقدم ہونا نص پر عمل کرنے کیلئے شرط ہو یعنی اس کے تقدم کے بغیر نص پر عمل نہ کیا جا سکے کیونکہ یہ ایسا امر ہے جس کا نص مقتضی ہوتا ہے۔ اور اشارۃ النص وہ معنی ہے جو الفاظِ نص سے لغۃً ثابت ہو لیکن وہ نص سے مقصود بھی نہ ہو اور کلام اس کیلئے چلائی بھی نہ گئی ہو۔ ان کے درمیان فرق یہ ہے کہ اشارۃ النص نص کے الفاظ سے لغتاً ثابت ہوتا ہے بخلاف اقتضاء النص کے کہ وہ نص کے الفاظ سے لغتاً ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس پر نظم کی صحت شرعاً یا عقلاً موقوف ہوتی ہے۔

③ **شرط الشیئ، علت الشیئ، سبب الشیئ** کی تعریفات مع فرق:۔ **شرط الشیئ**: وہ چیز ہے جسکی وجہ سے اس شے کا وجود ہو اور اس کے بغیر وہ شیئ وجود میں ہی نہ آئے جیسے وضوء نماز کیلئے شرط ہے اسکے بغیر نماز کا وجود ممکن ہی نہیں ہے۔

0313 3357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

علت الشیئ: وہ شیئ ہے جو فی ذاتہ مشروع نہ ہو بلکہ اس شیئ کیلئے مشروع کی گئی ہو جیسے ملکِ رقبہ ثبوتِ ملکِ متعہ کیلئے علت ہے۔

سبب الشیئ: وہ شیئ ہے جو حکم کی طرف پہنچنے کا ایک راستہ ہو اور اسکی طرف شیئ کے وجود اور وجوب کی نسبت نہ کی جائے جیسے **انت حرۃ** سبب ہے زوالِ ملکِ متعہ کا اور زوالِ متعہ کی "انتِ حرۃ" کی طرف نسبت نہیں کی جاتی بلکہ زوالِ ملکِ رقبہ کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔

ان تینوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ علت کی طرف شیئ کے وجوب کی نسبت کی جاتی ہے اور شرط کی طرف شیئ کے وجود کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور سبب کی طرف نہ شیئ کے وجوب کی نسبت کی جاتی ہے اور نہ وجود کی بلکہ یہ اس شیئ تک پہنچنے کا ایک طریق ہوتا ہے۔

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....وانّما اورد بهٰذا النمط ولم يقل: ان اصول الشرع اربعة: الكتاب والسنة والاجماع والقياس ليكون تنبيها على انّ الاصول الاول قطعية، والقياس ظنی،وهذا باعتبار الاغلب والاكثر والّا فالعام المخصوص منه البعض وخبرالواحد ظنی، والقياس بعلة منصوصة قطعی.(ص۱۲۔رحمانیہ)

عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔قیاس بعلۃ منصوصہ کی مثال سے وضاحت کریں۔نورالانوار کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) قیاس بعلۃ المنصوصہ کی وضاحت (۴) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نورالانوار کا تعارف۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اصول کو اس طرز پر بیان فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ اصولِ شرع چار ہیں کتاب، سنت، اجماع، اور قیاس تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ پہلے تین اصول قطعی اور یقینی ہیں اور قیاس ظنی ہے اور یہ اکثریت اور اغلبیت کے اعتبار سے ہے ورنہ تو عام مخصوص منہ البعض اور خبر واحد ظنی ہیں اور علتِ منصوصہ کی بناء پر قیاس قطعی ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے شارح کی غرض ایک اعتراض کا جواب دینا ہے۔اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اصولِ شریعت کی تعداد صحیح قول کے مطابق چار ہے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس، تو جب قیاس بھی اصولِ شریعت میں داخل ہے تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تین اصول کو ذکر کرنے کے بعد قیاس کو الگ طور پر کیوں ذکر کیا ہے **اصول الشرع اربعة** کیوں نہیں کہا۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مصنف اپنے اس بیان سے مخاطب کو اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اصولِ ثلاثہ قطعی ویقینی ہیں اور اصلِ رابع (قیاس) ظنی وغیر یقینی ہے اگر ان چاروں کو اکٹھا ذکر کیا جاتا تو فرق واضح نہ ہوتا اور چاروں اصول کا مفید للیقین یا مفید لظن ہونے میں یکساں ہونا لازم آتا۔حالانکہ مفید للیقین یا مفید للظن ہونے میں چاروں یکساں نہیں ہے بلکہ پہلے تین مفید للیقین اور چوتھا مفید للظن ہے۔پس اس خاص مقصد کے تحت مصنف نے عبارت میں یہ خاص طرز اختیار کیا ہے۔

اس کے بعد شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے پہلے تین اصول کا قطعی ویقینی ہونا اور چوتھے اصل کا ظنی وغیر یقینی ہونا اکثر و اغلب کے اعتبار سے ہے، وگرنہ عام مخصوص منہ البعض اور خبر واحد پہلی تین اقسام میں سے ہونے کے باوجود ظنی ہیں اور وہ قیاس جس کی بنیاد علتِ منصوصہ پر ہو وہ قیاس قطعی ہوتا ہے۔

③ قیاس بعلۃ المنصوصہ کی وضاحت:۔ قیاس بعلۃ المنصوصہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیاس جس کی بنیاد علتِ منصوصہ پر ہو وہ قیاس مفید للیقین ہوتا ہے جیسے لواطت کی حرمت نصوص میں مذکور نہیں ہے لہٰذا اس کی حرمت قیاس سے ثابت ہونے کی وجہ سے ظنی ہونی چاہئے مگر اس کی حرمت کو وطی کی حرمت پر قیاس کی بنیاد علتِ اذی ہے جو کہ **قل هو اذى فاعتزلوا النساء فی المحيض ولا تقربوا هن** میں منصوص ہونے کی وجہ سے قطعی ومفید للیقین ہے۔

④ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نورالانوار کا تعارف۔ نورالانوار کے مؤلف کا نام شیخ احمد بن ابوسعید ہے مگر عام لوگ آپ کو ملا جیون کے لقب سے جانتے ہیں اور آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف کا اصل وطن مکہ معظمہ ہے پھر آپ کا خاندان ہندوستان میں لکھنؤ کے مضافات میں ضلع رائے بریلی قصبہ امیٹھی میں آباد ہوا اور یہیں ۱۰۴۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔انتہائی کم عمر میں حفظِ قرآن کریم کے بعد دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے لئے اطراف کے شہروں میں گئے بالآخر علاقہ فتح پور کے مقام کورہ میں ۲۲ سال کی عمر میں ملا لطف اللہ سے سندِ فراغت حاصل کی، اس وقت سلطان اورنگزیب عالمگیر کی علم دوستی کا بہت زیادہ چرچا تھا علماء کی قدردانی کی اس کشش نے ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کو بھی سلطانی دربار میں کھینچ لیا۔آپ کے ظاہری وباطنی کمالات

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

سے متاثر ہوکر سلطان عالمگیر نے آپ کی بڑی تعظیم کی اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور ہمیشہ آپ کے ادب واحترام کا لحاظ کیا۔ آپ انتہاء درجہ کے قوی حافظہ کے مالک تھے بڑے بڑے قصیدے ایک ہی دفعہ سن کر یاد کر لیتے اور درسی کتب کی عبارتیں صفحات کے صفحات نوکِ زبان تھے، اٹھاون سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور اسی سفر میں دو ماہ سات روز میں نورالانوار جیسی اہم اور فنی کتاب تصنیف کی، اس کے علاوہ بھی آپ کی متعدد تصانیف ہیں ۱۱۳۰ھ میں دارالسلطنت دہلی میں یہ علمی چراغ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ **(فجزاه الله احسن الجزاء)**

الشق الثانی ..... **وَمِنْهَا ضَمَانُ الْمَغْصُوْبِ بِالْمِثْلِ وَ هُوَ السَّابِقُ اَوْ بِالْقِيْمَةِ اَیْ مِنْ اَنْوَاعِ الْقَضَاءِ ضَمَانُ الشَّیْءِ الْمَغْصُوْبِ بِالْمِثْلِ فِیْ مَا اِذَا غَصَبَ مِثْلِیًّا وَ اسْتَهْلَكَهٗ وَوُجِدَ الْمِثْلُ فِیْ مَا بَیْنَ النَّاسِ اَوْ بِالْقِیْمَةِ فِیْمَا لَمْ یَكُنْ لَهٗ مِثْلٌ اَوْ كَانَ لَهٗ مِثْلٌ وَ لٰكِنْ اِنْصَرَمَ عَنْ اَیْدِی النَّاسِ فَهٰذَا نَظِیْرُ الْقَضَاءِ بِمِثْلٍ مَعْقُوْلٍ.** (ص۴۹۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں۔ **قضاء بمثل معقول، غیر معقول، ذوات القیم** اور **ذوات الامثال** کی تعریفات قلم بند کریں۔ عبارت میں ذکر کردہ مثال کی بطرز شارح تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) **قضاء بمثل معقول، بمثل غیر معقول، ذوات القیم، ذوات الامثال** کی تعریفات (۴) عبارت میں مذکور مثال کی تشریح۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ من جملہ قضاء کی اقسام میں سے شیٔ مغصوب کا تاوان اس کی مثل کے ساتھ ہے اور یہ مقدم ہے یا قیمت کے ساتھ ہے یعنی قضاء کی اقسام میں سے شیٔ مغصوب کا تاوان اس کی مثل کے ساتھ ہے اس صورت میں جبکہ غاصب نے مثلی چیز غصب کر کے اس کو ہلاک کر دیا ہو اور مثل لوگوں میں دستیاب بھی ہو یا شیٔ مغصوب کی قیمت کے ساتھ ہے اس صورت میں جبکہ اس کا مثل نہ ہو یا اس کا مثل تو ہو لیکن لوگوں کے ہاتھوں سے منقطع اور ناپید ہو۔ پس یہ قضاء بمثل معقول کی مثال ہے۔

③ **قضاء بمثل معقول بمثل غیر معقول، ذوات القیم، ذوات الامثال** کی تعریفات:۔

قضاء بمثل معقول: اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر شرع کے عقل کے ذریعے اس کی مماثلت کا ادراک کیا جا سکتا ہو۔

قضاء بمثل غیر معقول: اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر شرع کے عقل کے ذریعے اس کی مماثلت کا ادراک نہ کیا جا سکتا ہو۔ اور عقل اس کی کیفیت معلوم کرنے سے قاصر ہو۔ ذوات القیم: وہ اشیاء کہلاتی ہیں جن کی مثل بازار میں موجود نہیں بایں طور کہ ان کی مثل موجود ہی نہیں ہے، اگر موجود ہے تو ان میں بہت زیادہ تفاوت وفرق ہے جیسے جانور وغیرہ اور غصب کی صورت میں غاصب پر ان کی قیمت واجب ہوتی ہے کیونکہ وہ قیمت شیٔ مغصوب کی مالیت میں مماثل ہوتی ہے۔

ذوات الامثال: وہ اشیاء کہلاتی ہیں جن کی مثل بغیر تفاوت بازار اور مارکیٹ میں موجود ہو یعنی ان مثلین میں ایسا تفاوت نہ ہو جس کا دونوں کے ہم مثل ہونے میں فرق سمجھا جائے یا بالکل تفاوت ہی نہ ہو یا معمولی تفاوت ہو جیسے گندم وغیرہ۔

④ عبارت میں مذکور مثال کی تشریح:۔ مثال کی تشریح یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ذوات الامثال میں سے کوئی چیز غصب کر کے اس کو ہلاک کر دیا ہو اور وہ چیز بازار میں دستیاب ہو تو غاصب پر اس کے مثل کے ساتھ تاوان واجب ہوگا اور اگر وہ شیٔ مغصوب ذوات القیم میں سے ہو یا ذوات الامثال میں سے ہو مگر اس کا مثل بازار سے دستیاب نہ ہو تو غاصب پر اس کی قیمت واجب ہوگی۔ بہر حال پہلی صورت میں مثل اور دوسری صورت میں قیمت کا واجب ہونا حقوق العباد میں قضاء بمثل معقول کی مثال ہے کیونکہ مثل اور قیمت دونوں شیٔ مغصوب کی مثل معقول ہیں۔ ذوات الامثال میں مثل کا شیٔ مغصوب کی مثل معقول ہونا تو بالکل واضح ہے کیونکہ ذوات الامثال میں شیٔ مغصوب کا تاوان صورۃ بھی شیٔ مغصوب کا مماثل ہے اور معنی بھی مماثل ہے۔ صورۃ تو اس لئے مماثل ہے کہ تاوان

0313 6557913 maktabazakariyamultan@gmail.com

میں جو چیز دی گئی ہے وہ شئ مغصوب کی ہم جنس ہے مثلاً گندم کا تاوان گندم کے ساتھ ادا کیا گیا ہو اور معنی مماثل اس لئے ہے کہ شئ مغصوب اور تاوان میں دی گئی چیز دونوں قیمت کے اعتبار سے قریب قریب ہیں۔ مثلاً مغصوب ایک بوری چاول ہو اور اس کا تاوان بھی اسی قدر چاول ہو تو یہ دونوں مالیت میں قریب قریب ہیں گویا کہ ایک جنس کی دو چیزوں کا مالیت کے لحاظ سے قریب قریب ہونا مثل معنوی ہے، بہرحال تاوان میں دی گئی چیز جب شئ مغصوب کی صورۃ بھی مثل ہے اور معنی بھی مثل ہے تو اس کا مثل معقول ہونا ظاہر ہے اور رہا ثانی یعنی تاوان میں شئ مغصوب کی قیمت ادا کرنا اگرچہ صورۃ مثل نہیں ہے لیکن معنی مثل ہے۔ صورۃ تو مثل اسلئے نہیں ہے کہ جو چیز تاوان میں دی گئی ہے یعنی قیمت وہ شئ مغصوب کی ہم جنس نہیں ہے اور معنی مثل اسلئے ہے کہ شئ مغصوب اور اسکی قیمت مالیت میں قریب قریب ہیں۔ اتنی بات ضرور ہے کہ مثل صوری اور مثل معنوی اگرچہ دونوں مثل معقول ہیں لیکن مثل صوری مماثلت میں کامل اور مثل معنوی مماثلت میں قاصر ہے اس فرق کی وجہ سے مصنف رحمہ اللہ نے **وھو السابق** فرمایا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....**وطریق الاستعارة الاتصال بین الشیئین صورة أومعنی۔** (ص۱۱۲۔رحمانیہ)

استعارہ اور مجاز کی تعریف مع امثلہ لکھیں۔ ان کے درمیان فرق بیان کریں۔ **اتصال الحکم بالعلة** اور **اتصال المسبب بالسبب** میں کس کس جانب سے استعارہ جائز ہے؟ اتصال صوری اور اتصال معنوی کی تعریفات اور اتصال صوری کی قسمیں بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) استعارہ اور مجاز کی تعریف مع امثلہ (۲) استعارہ اور مجاز میں فرق (۳) **اتصال الحکم بالعلة** اور **اتصال المسبب بالسبب** میں جوازِ استعارہ کی جانب کی تعیین (۴) اتصال صوری اور معنوی کی تعریفات (۵) اتصال صوری کی اقسام۔

جواب ..... ① استعارۃ اور مجاز کی تعریف مع الامثلہ۔ استعارۃ: **استعمال اللفظ فی غیر ما وضع له لعلاقة التشبیه بینهما** (استعارہ: لفظ کو معنی موضوع لہ کی بجائے معنی غیر موضوع لہ میں استعمال کرنا ہے انکے درمیان علاقہ تشبیہ کی وجہ سے) جیسے لفظ **اسد** کو حیوان مفترس کی بجائے رجل شجاع میں استعمال کرنا انکے درمیان علاقہ تشبیہ (شجاعت) کی وجہ سے ہے۔

مجاز: **استعمال اللفظ فی غیر ما وضع له لعلاقة بینهما** (مجاز: لفظ کو معنی موضوع لہ کی بجائے معنی غیر موضوع لہ میں استعمال کرنا ہے ان کے درمیان تشبیہ کے علاوہ کسی دوسرے علاقے کی وجہ سے) جیسے سماء کا لفظ بادل کی بجائے مطر (بارش) کے لئے استعمال کرنا ان کے درمیان صورۃً اتصال کی وجہ سے ہے۔

② استعارہ اور مجاز کے درمیان فرق:۔ اصولیین کے نزدیک مجاز اور استعارہ میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ دونوں شئ واحد ہیں۔ لیکن اہل بلاغت کے نزدیک استعارہ مجاز کی ایک قسم ہے ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ مجاز اعم مطلق اور استعارہ اخص مطلق ہے اگر معنی حقیقی ومجازی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو تو استعارہ ہے اگر کوئی اور علاقہ ہو تو مجاز ہے۔

③ **اتصال الحکم بالعلة، اتصال المسبب بالسبب** میں جوازِ استعارہ کی جانب کی تعیین:۔ احکام شریعت میں اتصال حکم اور علت کے درمیان بھی جاری ہوتا ہے اور سبب وحکم کے درمیان بھی جاری ہوتا ہے البتہ حکم وعلت میں اتصال جانبین سے ہوتا ہے یعنی سبب بول کر حکم مراد لینا اور حکم بول کر علت مراد لینا دونوں طرح جائز ہے جیسے ملک کا شراء کیساتھ اتصال ہے شراء علت اور ملک حکم و معلول ہے دونوں ایک دوسرے کی جگہ مراد ہو سکتے ہیں۔ لیکن سبب اور مسبب کے درمیان اتصال جانب واحد سے ہوتا ہے یعنی سبب بول کر مسبب تو مراد لے سکتے ہیں مگر مسبب بول کر سبب مراد نہیں لے سکتے اسلئے کہ استعارہ اور اتصال میں ضابطہ یہ ہے کہ محتاج الیہ بول کر محتاج مراد لے سکتے ہیں لیکن محتاج بول کر محتاج الیہ مراد نہیں لیا جا سکتا چونکہ **اتصال الحکم بالعلت** میں احتیاجی دونوں جانب سے متحقق ہے لہٰذا ہر ایک بول کر دوسرا مراد لیا جا سکتا ہے بخلاف **اتصال المسبب بالسبب** کے اس میں حکم اپنے وجود میں سبب کا محتاج

0213 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ہوتا ہے لیکن سبب اپنی مشروعیت میں حکم کا محتاج نہیں ہوتا۔ اسلئے صرف سبب بول کر مسبب مراد لیا جاسکتا ہے جیسے ملکِ متعہ کے زوال کا اتصال ملکِ رقبہ کے زوال کے ساتھ، اس میں اوّل مسبب اور ثانی سبب ہے۔ اسمیں سبب (انت حرة) بول کر مسبب (انت طالق) مراد ہوسکتا ہے مگر مسبب (انت طالق) بول کر سبب (انت حرة) مراد لینا صحیح نہیں ہے۔

④ اتصال صوری اور معنوی کی تعریفات:۔ اتصال صوری: کا مطلب یہ ہے کہ مجازی معنی کی صورت کسی مجاورت کی وجہ سے حقیقی معنی کی صورت کے ساتھ متصل ہوجائے، اس طور پر کہ مجازی معنی حقیقی معنی کے لئے علت ہو یا مجازی معنی حقیقی معنی کے لئے سبب ہو یا حقیقی معنی مجازی معنی کے لئے شرط ہو یا اس کے برعکس۔ اتصال معنوی: کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی معنی اور مجازی معنی دونوں کسی ایسے معنی میں شریک ہوں جو حقیقی معنی کے ساتھ خاص ہو اور حقیقی معنی میں مشہور ہو۔

⑤ اتصال صوری کی اقسام:۔ اتصالِ صوری کی دو قسمیں ہیں ① **اتصال الحکم بالعلة** یعنی حکم کا علت کے ساتھ اتصال ② **اتصال المسبب بالسبب** یعنی مسبب کا سبب کے ساتھ اتصال، ان کی مکمل تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔

الشق الثانی..... **و "حیث" و "أین" اسمان للمکان، فاذا قال: أنت طالق حیث شئت أو أین شئت انه لا یقع مالم تشأ، لانهما لما کانا للمکان والطلاق ممالا یختص بالمکان أصلا، فیحمل علی معنی "إن شئت" فلا یقع مالم تشأ، وتتوقف مشیتها علی المجلس بخلاف "اذا" و "متی"۔** (ص۱۵۱۔رحمانیہ)

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں اور بتلائیں کہ حیث اور أین کو إن کے معنی پر کیوں محمول کیا اذا کے معنی پر کیوں محمول نہیں کیا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) حیث اور این کو اِنْ کے معنی پر محمول کرنے اور اذا کے معنی پر محمول نہ کرنے کی وجہ۔

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور حیث اور این دونوں مکان کے اسم ہیں پس جب کسی نے **انتِ طالق حیث شئت یا این شئتِ** کہا تو عورت جب تک نہ چاہے طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دونوں جب مکان کے لئے موضوع ہیں اور طلاق ان چیزوں میں سے ہے جو مکان کے ساتھ مختص نہیں ہے تو اس قول کو اِنْ شئت کے معنی پر محمول کیا جائے گا لہٰذا جب تک کہ عورت نہ چاہے طلاق واقع نہ ہوگی اور اس عورت کی مشیت مجلس پر موقوف رہے گی بخلاف اذا اور متی کے۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حیث اور این کا ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں کلمے مکان (جگہ) کے لئے موضوع ہیں لیکن اگر کسی نے **انتِ طالق حیث شئتِ یا این شئتِ** کہا تو عورت کی مشیت کے بغیر طلاق واقع نہ ہوگی اور عورت کا یہ چاہنا مجلس کے ساتھ خاص ہوگا یعنی اگر عورت نے مجلس کے بعد چاہا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ دونوں الفاظ مکان کیلئے موضوع ہیں مگر طلاق کسی مکان کے ساتھ خاص نہیں ہوتی بلکہ جب بھی واقع ہوتی ہے تو تمام مکانات میں واقع ہوتی ہے، اسلئے دونوں کو اپنے حقیقی معنی یعنی مکان پر محمول کرنا متعذر ہوگیا اور جب حقیقت متعذر رہ ہوگئی تو مجازاً ان دونوں کو حرفِ شرط یعنی کلمہ اِنْ پر محمول کیا جائے گا اور حیث شئت اور این شئت کا معنی ان شئت ہوگا اور انت طلاق ان شئت کی صورت میں چونکہ طلاق عورت کی مشیت کے ساتھ معلق ہوتی ہے اور عورت کی یہ مشیت مجلس کے ساتھ خاص ہوتی ہے اسی لئے **انتِ طلاق حیث شئت** اور **این شئت** کی صورت میں بھی طلاق عورت کی مشیت کے ساتھ معلق ہوگی اور عورت کی مشیت مجلس کے ساتھ خاص ہوگی۔

③ حیث اور این کو اِنْ کے معنی پر محمول کرنے اور اذا کے معنی پر محمول نہ کرنے کی وجہ:۔ ابھی تشریح میں یہ بات گزر چکی ہے کہ حیث اور این کو اِنْ کے معنی پر محمول نہیں کرینگے بلکہ اِنْ کے معنی پر محمول کرینگے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب یہاں مکان (جگہ کا معنی حیث اور این سے متعذر رہے تو ان کو مکان کے معنی سے خالی کردیا گیا اور اس معنی پر محمول کیا جائے گا جو معنی ان دونوں سے زیادہ قریب ہے اور ان دونوں سے زیادہ قریب اِنْ شرطیہ ہے اسلئے کہ کلمہ اِنْ شرطیہ ہونے میں اذا اور متی کی بہ نسبت اصل ہے کیونکہ

03136359913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اِنْ صرف شرط کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور دوسرے کسی معنی میں مستعمل نہیں ہوتا۔اس کے برخلاف اذا اور متی یہ دونوں کبھی شرط کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور کبھی شرط کیلئے استعمال نہیں ہوتے۔پس یہ دونوں مقید ہوئے اور اِنْ کا کلمہ مطلق ہوا اور مطلق مقید پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ مطلق مقید ہی کا ایک جزء ہے اور جزء کل پر مقدم ہوتا ہے۔پس حیث اور این کلمہ اِنْ سے زیادہ قریب ہوئے نہ کہ اذا سے اور جب ایسا ہے تو حیث اور این کو کلمہ اِنْ کے معنی پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اذا اور متی کے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....والوحی نوعان: ظاهروباطن ، فالظاهر ثلاثة أنواع.....(ص۲۲۵۔رحمانیہ)

وحی اور اس کی قسموں کی تعریفات مع امثلہ تحریر کریں۔وحی کا اطلاق اپنی دو قسموں وحی ظاہر اور باطن پر حقیقت اور مجاز کے طور پر ہے یا اشتراک کے طور پر؟ حضور اکرم ﷺ اور ائمہ مجتہدین کے اجتہاد میں فرق بیان کرتے ہوئے بتلائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد سے ظاہر ہونے والے شرعی حکم کا کیا رتبہ ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) وحی اور اسکی اقسام کی تعریف مع امثلہ (۲) وحی کا اطلاق ظاہر و باطن پر حقیقت و مجاز یا اشتراک کے قبیل سے؟ (۳) حضور ﷺ کے اجتہاد اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اجتہاد میں فرق (۴) حضور ﷺ کے اجتہاد سے ظاہر ہونے والے شرعی حکم کا رُتبہ۔

جواب ..... ① وحی اور اس کی اقسام کی تعریف مع امثلہ:۔ وحی کا لغوی معنی **الاعلام فی خفاء** (چپکے سے بتا دینا) ہے اور اصطلاح میں **الوحی هو اعلام من الله تعالی لنبیه** ﷺ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کو اطلاع کرنا اور بتانا وحی ہے۔خواہ فرشتہ کے ذریعہ ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔وحی کی ابتداءً دو قسمیں ہیں ① ظاہر ② باطن۔پھر ظاہر کی تین اقسام ہیں، تو اس لحاظ سے وحی کی چار قسمیں ہوئیں ہر ایک قسم کی تعریف مع المثال یہ ہے۔

① وہ حکم جو فرشتہ (جبرائیل علیہ السلام) کی زبان سے ثابت ہو اور رسول اللہ ﷺ نے اسے وحی لانے والے فرشتہ کا یقینی علم ہونے کے بعد سنا ہو جیسے قرآن مجید کی آیات **کما قال الله تعالٰی قل نزله روح القدس من ربك الخ** ② وہ حکم جو فرشتہ کے اشارہ سے کلام کئے بغیر آپ ﷺ کیلئے ثابت ہو جیسے نبی علیہ السلام نے فرمایا **ان روح القدس نفث فی روعی** ③ وہ حکم جو الہام کے ذریعے آپ ﷺ کے قلب اطہر پر ظاہر ہو بایں طور کہ آپ ﷺ اس کو اپنے اس نور سے دیکھ لیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس ہے اس کو الہام کہتے ہیں ④ وحی کی چوتھی قسم وحی باطن ہے وحی باطن وہ ہے جو احکامِ منصوصہ میں تامل کے ساتھ اجتہاد کے ذریعے حاصل ہو۔بایں صورت کہ حکمِ منصوص میں سے کسی علت کا استنباط ہو اور اس پر اسی شئ کو قیاس کیا جائے جس کا حال معلوم نہیں ہے۔

② کلمۂ وحی کا اطلاق ظاہر و باطن پر حقیقت و مجاز یا اشتراک کے قبیل سے:۔ کلمہ وحی کا ظاہر و باطن (وحی کی دو اقسام) پر اطلاق حقیقت و مجاز کے قبیل سے بھی ہے کہ ظاہر وحی کی حقیقت اور باطن اس کا مجاز ہے اور یہ اشتراک کے قبیل سے بھی ہے یعنی لفظ وحی مشترک ہے ظاہر اور باطن کے معنی میں یعنی وحی کا معنی ظاہر اور باطن یہ دونوں حقیقت ہیں۔

③ حضور ﷺ کے اجتہاد اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اجتہاد میں فرق:۔ حضور ﷺ کے اجتہاد اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اجتہاد میں فرق یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ سے کسی حادثہ میں خطاء واقع ہو جائے تو خطاء پر تنبیہ کے لئے وحی نازل ہوتی ہے۔اور خطاء برقرار نہیں رہتی بخلاف ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے کہ اگر ان سے کسی حادثہ کے حکم میں خطاء واقع ہو جائے تو وہ برقرار رہتی ہے۔

④ حضور ﷺ کے اجتہاد سے ظاہر ہونے والے شرعی حکم کا رتبہ:۔ حضور ﷺ کے اجتہاد سے ظاہر ہونے والا شرعی حکم حجتِ قطعیہ ہے اور اقسام وحی میں داخل ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

0312 6357913, maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مثالوں کے ساتھ لکھیں۔

عموم مجاز، حقیقت قاصرہ، خبر متواتر، معارضہ، عام مخصوص منه البعض، مطلق، استثناء، تخصیص

جواب.....اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ:۔ عموم مجاز: لفظ کا ایسا مجازی معنی مراد لینا کہ جس سے لفظ کا حقیقی معنی بھی اس کے افراد میں سے ایک فرد بن جائے اور مجازی معنی بھی اس کا ایک فرد ہی ہو جیسے **و اللّٰہ لا یضع قد می فی دار فلان** اس مثال میں وضع قدم کا حقیقی معنی ننگے پاؤں داخل ہونا اور مجازی معنی سوار ہو کر داخل ہونا ہے۔اب وضع قدم سے ہم نے دخول مراد لیا ہے خواہ ننگے پاؤں ہو یا جوتا پہن کر ہو۔لہٰذا معنی حقیقی ومجازی دونوں اس کے تحت داخل ہو گئے۔ حقیقتِ قاصرہ: لفظ معنی موضوع لہ کے ایک جزء پر بولا جائے جیسے لفظِ انسان کا اطلاق اس کے معنی موضوع لہ "حیوان ناطق" کے ایک جزء (ناطق) پر یہ حقیقت قاصرہ ہے۔

خبر متواتر: خبر متواتر وہ خبر ہے جس کو ہر زمانہ میں ایک ایسی جماعت سے دوسری جماعت نے نقل کیا ہو کہ اتنی بڑی جماعت کا عقلاً جھوٹ پر اتفاق کرنا ناممکن ہو اور یہ تعداد ابتداء سے لیکر انتہاء تک موجود ہو۔جیسے قرآن پاک کا نقل ہونا۔

معارضہ: معارضہ لغت میں ممانعۃ کے طریق پر مقابلہ کا نام ہے اور اصطلاح میں خصم ومقابل کی دلیل کے خلاف دلیل کو قائم کرنا معارضہ کہلاتا ہے، اور اصولیین کی اصطلاح میں معارضہ یہ ہے کہ مستدل ایک وصف کو اپنے دعویٰ اور حکم کو ثابت کرنے کیلئے علت بنا کر پیش کرے لیکن اس کا معارض ومقابل اس علت کو اس طرح پلٹ دے کہ وہ مستدل کے دعویٰ اور حکم کیلئے مثبت ہونے کی بجائے اسکے خلاف ہو جائے۔ عام مخصوص منہ البعض: عام مخصوص منہ البعض وہ عام ہے جس کے بعض افراد کو کسی دلیل کی بناء پر حکم سے خاص کر لیا گیا ہو جیسے **اقتلوا المشرکین ولا تقتلوا اھل الذِّمّۃ**۔اس جملہ میں **اقتلوا المشرکین** عام ہے کہ تمام مشرکین کو قتل کرو اور **ولا تقتلوا اھل الذِّمّۃ** سے اہل الذمۃ کو قتل کرنے کے حکم سے خاص کر دیا گیا۔

مطلق: مطلق ہر وہ لفظ ہے جو صرف ذات پر دال ہو اور ذات کے ساتھ کسی وصف وقید کا لحاظ نہ ہو جیسے آیتِ وضوء میں لفظ غُسل بمعنی دھونا اس میں کوئی زائد قید ووصف ملحوظ نہیں ہے۔ استثناء :استثناء کی تعریف یہ ہے کہ اِلَّا یا دیگر حروفِ استثناء کے ذریعے بعض ان افراد کو حکم میں داخل ہونے سے روک دینا جن کو صدر کلام شامل ہے جیسے **جاء نی القوم الا زید** اس مثال میں زید قوم میں داخل تھا الّا کے ذریعے زید کو قوم کے آنے والے حکم میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ تخصیص: کلام مستقل موصول کے ذریعے عام کے بعض افراد کو عام کے حکم سے خارج کرنا اور بعض کو باقی رکھنا تخصیص کہلاتا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد **وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا** آیت میں لفظ **اَلْبَیْعَ** عام ہے یعنی علی الاطلاق ہر طرح کی بیع حلال ہے، **حَرَّمَ الرِّبٰوا** کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ربا کو خاص کر دیا ہے یعنی ربوا حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔تو بیع کے افراد میں سے ایک فرد رباء کو کلام موصول (**حَرَّمَ الرِّبٰوا**) کے ذریعہ عام کے حکم سے نکال دیا اور باقی افرادِ بیع کو **وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ** والے حکم میں باقی رکھا۔

﴿الورقة الثالثة: فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٤٢ھ

الشق الاوّل.....**وانما جعل الخبر حجة بشرائط فی الراوی ،وهی أربعة: العقل والضبط والعدالة والاسلام. فالعقل وهو نور فی بدن الآدمی یضیئ به طریق یبتدأ من حیث ینتهی الیه درک الحواس.**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

عبارت کا ترجمہ وتشریح لکھیں۔خبرِ واحد کے موجبِ عمل ہونے کے لئے خبرِ واحد وراوی کے اندر پائی جانے والی شرطوں کو اجمالا بیان کریں۔عقل کامل اور عقل قاصر کی وضاحت کریں۔خبرِ مشہور میں امام جصاص کا اختلاف وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح ③ خبرِ واحد کے موجب عمل ہونے کیلئے خبرِ واحد وراوی کی شرائط ④ عقلِ کامل وعقلِ قاصر کی وضاحت ⑤ خبرِ مشہور میں امام جصاص کا اختلاف۔(۱۹۴۔رحمانیہ)

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور خبر واحد کو حجت قرار دیا گیا ہے اس کے راوی میں چند شرائط کے ساتھ اور وہ چار شرائط ہیں، عقل، ضبط، عدالت اور اسلام۔ پس عقل بدنِ انسانی میں ایسا نور ہے کہ اس کے ذریعہ راستہ روشن ہو جاتا ہے اور اس کی ایسی جگہ سے ابتداء ہوتی ہے کہ جہاں پر انسانی حواس کے ادراک کی انتہاء ہوتی ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ خبر واحد کے قابلِ عمل و قابلِ اعتبار ہونے کے لئے راوی میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اس عبارت میں اولا ان شرائط کو اجمالا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ چار شرائط ہیں: ① راوی عاقل ہو ② راوی کلام کو کما حقہ سنے سمجھے اور محفوظ کرے ③ راوی عادل ہو ④ راوی مسلمان ہو۔ اس کے بعد شرطِ اول عقل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ عقلِ انسانی ایسا نور ہے جس کے ذریعہ اشیاء کا ادراک ہوتا ہے اور اس ادراک کی ابتداء وہاں سے ہوتی ہے جہاں پر انسانی حواس کے ادراک کی انتہاء ہوتی ہے گویا انسان کے حواس ظاہرہ کی جہاں پر انتہاء ہوتی ہے اس کے بعد عقلِ انسانی کی ابتداء ہوتی ہے۔

③ خبرِ واحد کے موجبِ عمل ہونے کیلئے خبرِ واحد راوی کی شرائط:۔ خبرِ واحد کے معتبر و موجبِ عمل ہونے کیلئے چار شرائط کا تعلق حدیث کے ساتھ ہے ① خبرِ واحد کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو جیسے **مَن مسّ ذکرہٗ فلیتوضأ** یہ حدیث آیت کریمہ **فیہ رجالٌ یحبّون ان یتطھروا** کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہے۔ ② خبرِ واحد حدیثِ مشہور کے خلاف نہ ہو جیسے خبرِ واحد سے آپ ﷺ کا ایک گواہ اور یمین کے ساتھ فیصلہ کرنا ثابت ہے، یہ خبرِ واحد حدیثِ مشہور **البینۃ علی المدعی والیمین علیٰ ما انکر** کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں ہے۔ ③ خبرِ واحد ایسے واقعہ اور حادثہ میں وارد نہ ہوئی ہو جس میں عموم بلویٰ ہو جیسے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ کا پڑھنا، یہ خبرِ واحد سے ثابت ہے حالانکہ یہ نماز ایسی چیز ہے جس میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اشتغال تھا، اگر یہ ایسی ہی بات تھی تو کم از کم شہرت کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہونی چاہیے تھی۔ ④ اُس خبر کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی حادثہ میں اختلاف اور اُس حدیث سے استدلال کا ترک ظاہر نہ ہوا ہو جیسے ایک حدیث ہے **الطلاق بالرجال** بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے کہ طلاق میں مَرد کا اعتبار کیا جائے گا مگر دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس میں اختلاف کیا اور کہا کہ جیسی عورت ہوگی ویسی طلاقیں ہوں گی یعنی آزاد کو تین اور باندی کو دو طلاقیں دی جائیں گی تو اگر یہ حدیث (**الطلاق بالرجال**) ثابت ہوتی تو اِس حدیث کو پیش کر کے فریقِ اوّل فریقِ ثانی کو جواب دے سکتا تھا مگر فریقِ اوّل کا اِس حدیث کا پیش نہ کرنا یہ اِس کے قبول نہ ہونے کی علامت ہے۔

خبرِ واحد کے معتبر و موجبِ عمل ہونے کیلئے راوی میں بھی چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے: ① اس راوی میں عقلِ کامل ہو کیونکہ خبر کی وضع معنی ظاہر کرنے کیلئے ہوتی ہے اور عقل کے بغیر اسکا اعتبار نہیں ہو سکتا ② راوی میں ضبط کامل ہو کیونکہ اس کے بغیر اس خبر کا صدق ممکن نہیں ہے اور ضبط کے کامل ہونے میں چند امور کی رعایت ضروری ہے کہ راوی کامل توجہ سے متکلم کی کلام سنے سمجھے محفوظ رکھے اور اس کلام کے حفظ پر اس کی محافظت کی حدود کی رعایت کرتے ہوئے ثابت قدم رہے تا کہ کلام محفوظ رہے ③ راوی عادل ہو یعنی دین میں استقامت اختیار کرے اور نفسانی خواہشات سے بچے، گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور گناہِ صغیرہ پر اصرار نہ کرے ④ راوی مسلمان بھی ہو یعنی زبان سے ذات وصفات باری تعالیٰ کا اقرار کرے، دل سے تصدیق کرے، جوارح سے عمل کرے۔

④ عقلِ کامل و عقلِ قاصر کی وضاحت:۔ عقلِ کامل سے مراد بالغ کی عقل ہے اور صبی معتوہ و مجنون کی عقل قاصر ہوتی ہے۔ اسی لئے شریعت نے انہیں ذاتی امور میں تصرف کا اہل نہیں بنایا، لہٰذا وہ دینی امور میں بھی تصرف کے اہل نہیں ہیں اور ان کی روایت معتبر نہیں ہے۔ البتہ اگر سماعِ حدیث اور تحملِ حدیث تو قبل البلوغ ہی ہو مگر روایتِ حدیث بعد البلوغ ہو تو پھر صبی کی حدیث معتبر ہے بشرطیکہ اس نے سماع و تحملِ حدیث ایسی عمر میں کیا ہو جب اسے تمیز و شعور حاصل ہو۔

⑤ خبرِ مشہور میں امام جصاص کا اختلاف:۔ خبرِ مشہور دورِ صحابہ یعنی قرنِ اول میں خبرِ واحد تھی پھر دورِ ثانی اور ثالث میں وہ مشہور ہوگئی اور حدیث میں قرنِ ثانی و ثالث کے لوگوں کی عدالت کی شہادت دی گئی ہے، خیر القرون قرنی الخ لہٰذا قرنِ ثانی و ثالث کے

0312 6357913 maktabazakariyasultan@gmail.com

حضرات ثقہ ہیں، غیر متہم بالکذب ہیں، تو جب ایسے حضرات نے حدیث کی شہادت دیدی اور تصدیق کر دی تو یہ حدیث متواتر کے درجہ میں ہوگئی، جبکہ خبرِ واحد کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے، اسلئے خبر مشہور کو خبرِ واحد پر ترجیح ہے۔ امام ابوبکر جصاص نے اس کو متواتر ہی کی ایک قسم قرار دیا، گویا متواتر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس میں عہدِ صحابہ سے آخری ناقل تک روایت کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں ہوں جن کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، دوم عہدِ صحابہ میں تو بڑی تعداد نہ ہو، قرنِ ثانی وثالث میں رواۃ کی اتنی بڑی تعداد ہوگئی ہو۔ خبر مشہور کو چونکہ متواتر کی ایک قسم قرار دیا گیا لہٰذا خبر متواتر کی طرح اس سے بھی علم یقین حاصل ہوگا، البتہ فرق صرف اتنا ہوگا کہ متواتر سے علم یقینی بدیہی حاصل ہوتا ہے اور خبر مشہور سے علم یقینی نظری یعنی استدلالی حاصل ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک خبر مشہور کا منکر بھی کافر ہوگا جیسے متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے۔ (الفیض الحجازی)

الشق الثانی ..... **بیان تبدیل..... وھو النسخ فی اللغة** .....(ص۲۱۹۔رحمانیہ)

نسخ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد جواز نسخ کی دلیل ذکر کریں۔ منسوخ من الکتاب کی اقسام اربعہ مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے (۱) نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) جوازِ نسخ کی دلیل (۳) منسوخ من الکتاب کی اقسام اربعہ مع امثلہ۔

جواب ..... ① نسخ کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ نسخ کا لغوی معنی نقل وتحویل اور رفع وازالہ ہے جیسے **نَسَخَ الْکِتَابَ** (اس نے کتاب منتقل کی) اور **نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ** (سورج نے سایہ کو زائل کر دیا)۔

اصطلاح میں نسخ کا معنی حکم کی تبدیلی ہے، خواہ یہ تبدیلی پہلے حکم کو بالکل ختم کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم لانے کی صورت میں ہو یا کسی سابقہ مطلق وعام حکم میں کوئی قید یا شرط بڑھانے کی صورت میں ہو، یہ متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین کے نزدیک نسخ وہ تبدیلی ہے جس میں پہلے حکم کے ساتھ دوسرے حکم کی کسی بھی طرح تطبیق نہ ہو سکے۔

② جوازِ نسخ کی دلیل:۔ نسخ کے جواز کی پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے **مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا** کہ جب ہم کسی آیت کو نسخ کرتے ہیں یا ذہنوں سے بھلاتے ہیں تو اس آیت سے بہتر دوسری آیت وحکم لے آتے ہیں۔ دوسری دلیل **عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ اَحَادِیْثَنَا یَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا کَنَسْخِ الْقُرْآنِ**۔

③ منسوخ من الکتاب کی اقسام اربعہ مع امثلہ:۔ منسوخ من الکتاب کی چار اقسام ہیں: ① **منسوخ التلاوة والحکم جمیعا:** کہ تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہوں جیسے سورۃ الاحزاب کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ یہ سورۃ البقرۃ کے برابر تھی۔ اب صرف ستر آیات باقی رہ گئی ہیں حکم وآیات سب کچھ منسوخ ہے ② **منسوخ التلاوة دون الحکم:** کہ صرف تلاوت منسوخ ہو حکم باقی ہو جیسے **الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموا هما نکالا من اللّٰه**، اس آیت کی تلاوت تو منسوخ ہوگئی ہے مگر حکم اب بھی باقی ہے ③ **منسوخ الحکم دون التلاوة:** کہ حکم منسوخ ہو گیا ہو مگر تلاوت باقی ہو جیسے **لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ** اس قسم کی آیاتِ صلح وتخییر کا حکم آیاتِ قتال کے ذریعہ منسوخ ہے مگر تلاوت باقی ہے ④ **نسخ وصف الحکم:** کہ آیت کا اصل حکم تو باقی رہے مگر حکم عام اور حکم مطلق کو منسوخ کر دیا گیا ہو مثلاً عاشورہ کا روزہ فرضیت رمضان سے قبل فرض تھا اور فرضیتِ رمضان کے بعد اس کی فرضیت ختم ہوگئی مگر جواز وسنیت باقی ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamuradabad@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل .....**ولا یجوز تخصیص قوله تعالٰی:(و لا تأکلوا ممّا لم یذکر اسم اللّٰه علیه وَمَن دخلهٗ کان اٰمنًا) بالقیاس و خبر الواحد لانّهما لیسا بمخصوصین.**

اس عبارت میں امام شافعیؒ کی جانب سے اعتراض اور اس کا جواب بطرزِ شارح ذکر کریں۔ ماتن کے قول (**فاِن لحقه**

خصوص معلوم او مجهول لا يبقى قطعيا لكنّه لا يسقط الاحتجاج به) کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دوامور کا حل مطلوب ہے:①امام شافعیؒ کی جانب سے اعتراض اوراس کا جواب ②ماتن کے قول **فإن لحقه خصوص معلوم الخ** کی وضاحت۔

جواب ..... ① امام شافعیؒ کی جانب سے اعتراض اوراس کا جواب:۔امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ پر عام کی ان دومثالوں کے ذریعہ اعتراض کیا ہے۔ پہلے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ:(**ولا تأكلوا ممّا لم يذكر اسم الله عليه**)میں کلمۂ ''ما'' عام ہے جو ہراس جانور کوشامل ہے جس پر عمداً یانسیاناً اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، پس ''ما'' کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی بھی متروک التسمیہ جانور حلال نہ ہو، مگراے احناف! تم نے اس عام میں سے متروک التسمیہ نسیانا کوخاص کرلیااور کہا کہ اس کا کھانا تو جائز ہے، متروک التسمیہ عمدا کا کھانا جائز نہیں ہے۔ پس اے احناف! اس متروک التسمیہ نسیانا پر قیاس کرتے ہوئے ہم بھی متروک التسمیہ عمدا کوخاص کرتے ہیں، لہٰذا ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمدا کا کھانا بھی جائز ہے۔ نیز شوافع کی دوسری دلیل خبرِ واحد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان تو اللہ کا نام لیکر ہی ذبح کرتا ہے خواہ تسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے، یعنی مسلمان کا ذبیحہ بہر صورت حلال ہے اوراس کا کھانا جائز ہے، خواہ وہ عمداً تسمیہ چھوڑے یا بھول کر تسمیہ چھوڑے۔

دوسرے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ:(**ومن دخله كان آمنا**)میں کلمۂ ''من'' عام ہے اسکے تحت تین قسم کے لوگ شامل ہیں:① کوئی شخص کسی انسان کو قتل کرنے کے بعد کعبہ میں داخل ہوا② کوئی شخص کسی انسان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد کعبہ میں داخل ہوا③ کوئی شخص کسی انسان کو کعبہ میں داخل ہو کر قتل کردے۔ پس ''من'' کے عموم کا تقاضا ہے کہ ان میں سے ہر شخص مامون ومحفوظ الدم ہو، مگراے احناف! تم نے اس عام میں سے دوسری وتیسری قسم کو خاص کرلیااور کہا کہ کوئی شخص کسی کا ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد کعبہ میں داخل ہو یا کعبہ میں داخل ہو کر کسی کو قتل کردے تو یہ دونوں اس عموم میں شامل نہیں ہیں اور یہ دونوں مامون ومحفوظ الدم نہ ہوں گے ان دونوں سے کعبہ کے اندر ہی قصاص لیا جائے گا۔ پس اے احناف! ان دونوں پر قیاس کرتے ہوئے ہم بھی پہلے شخص کو خاص کرتے ہیں، لہٰذا ہمارے نزدیک کسی کو قتل کرنے کے بعد کعبہ میں داخل ہونے والا بھی مامون نہ ہوگا اس سے بھی کعبہ کے اندر ہی قصاص لیا جائے گا۔ نیز شوافع کی دوسری دلیل خبرِ واحد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **الحرم لا يعيذ عاصيا و لا فارّا بدم** (حرم کسی نافرمان اور خون وقتل کر کے حرم میں آنے والے کو پناہ نہیں دیتا) پس ثابت ہوا کہ وہ مامون نہ ہوگا اس سے کعبہ کے اندر ہی قصاص لیا جائے گا۔

مصنفؒ نے اس عبارت میں حنفیہ کی طرف سے اس اعتراض کا جواب دیا کہ ان دونوں آیات میں قیاس اور خبرِ واحد کے ذریعہ تخصیص کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ امام شافعیؒ کا خیال ہے۔ یعنی یہ دونوں عام ابتداءً مخصوص نہیں ہیں، اسلئے کہ بھول کر تسمیہ چھوڑنے والا سرے سے پہلی آیت میں داخل ہی نہیں ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ ناسی (بھولنے والا) حکماً ذاکر ہوتا ہے کیونکہ نسیان کو شرعی عذر ہونے کی وجہ سے معاف کردیا گیا ہے۔ رہا اس کا مسلمان ہونا تو وہ ذکر اللہ کا داعی ہے، پس عذرِ نسیان کی وجہ سے اس کے مسلمان ہونے کو ذکر کے قائم مقام کردیا اور کہا کہ وہ حکماً ذاکر ہے، جب وہ حکماً ذاکر ہے تو وہ اس آیت میں شامل ہی نہیں ہے۔

اسی طرح ہاتھ پاؤں کاٹ کر بیت اللہ میں داخل ہونے والے کو بھی دوسری آیت سے خاص نہیں کیا گیا بلکہ وہ اس آیت میں داخل ہی نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آیت میں آمن سے مراد آمنِ ذات ہے یعنی بیت اللہ میں داخل ہونے والے کی ذات مامون ہوگئی کعبہ میں ذات مامون ہوتی ہے مال مامون نہیں ہوتا، اور اطراف واعضاء مال کی مانند ہیں، پس یہ بھی مامون نہ ہوں گے۔ پس جب اعضاء مامون ہی نہیں تو ان کو کاٹ کر کعبہ میں داخل ہونے والا شخص آیت میں شامل ہی نہیں ہے۔

03135357917 maktabazakariyamultan@gmail.com

اسی طرح کعبہ میں داخل ہوکر کسی کو قتل کرنے والا بھی اس آیت میں شامل نہیں ہے، کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص مباح الدم ہوکر یعنی مرتد ہوکر یا مرتکبِ زنا ہوکر یا مرتکبِ قتلِ عمد ہوکر کعبہ میں داخل ہو وہ مامون ہے، یہ مطلب نہیں کہ جس نے کعبہ میں داخل ہوکر ان امور کا ارتکاب کیا وہ بھی مامون ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ شخص آیت سے خاص نہیں کیا گیا بلکہ یہ آیت میں شامل ہی نہیں ہے۔

پس اے شوافع! ان دونوں آیات میں تخصیص نہیں کی گئی، لہٰذا تمہارا اس تخصیص پر قیاس کرتے ہوئے تخصیص کرنا جائز نہیں (قوۃ الاخیار)

② ماتن کے قول **فإن لحقه خصوص معلوم الخ** کی وضاحت:۔ عام مخصوص منہ البعض کے متعلق مصنفؒ نے تین مذاہب بیان کئے ہیں، چنانچہ یہ پہلے مذہب کا ذکر ہے کہ جو عام قطعی الدلالت ہوتا ہے اگر اسکو کوئی معلوم المراد یا مجہول المراد مخصِّص لاحق ہوجائے تو وہ عام قطعی الدلالت باقی نہیں رہتا بلکہ خبرِ واحد اور قیاس کی طرح ظنّی ہوجاتا ہے، البتہ اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے یعنی اس سے استدلال ساقط نہیں ہوتا۔ یہی مذہب ہمارے نزدیک مختار و پسندیدہ ہے۔

الشق الثانی.....**وَالْاَوَّلُ عَلٰی نَوْعَیْنِ: اَحَدُهُمَا اِتِّصَالُ الْحُكْمِ بِالْعِلَّةِ كَاِتِّصَالِ الْمِلْكِ بِالشِّرَاءِ وَاِنَّهٗ يُوْجِبُ الْاِسْتِعَارَةَ مِنَ الطَّرَفَيْنِ حَتّٰى اِذَا قَالَ اِنِ اشْتَرَيْتُ عَبْدًا فَهُوَ حُرٌّ وَنَوٰى بِهِ الْمِلْكَ اَوْ قَالَ اِنْ مَلَكْتُ عَبْدًا فَهُوَ حُرٌّ وَنَوٰى بِهِ الشِّرَاءَ يُصَدَّقُ فِيْهِمَا دِيَانَةً وَالثَّانِيْ اِتِّصَالُ الْمُسَبَّبِ بِالسَّبَبِ كَاِتِّصَالِ زَوَالِ الْمِلْكِ الْمُتْعَةِ بِزَوَالِ مِلْكِ الرَّقَبَةِ فَيَصِحُّ اِسْتِعَارَةُ السَّبَبِ لِلْحُكْمِ دُوْنَ عَكْسِهٖ۔(بیان علاقاۃ المجاز)**

شکّل العبارة بالضبط ۔ اذکر الفرق بین الملك و الشراء ثم بیّن علی ایّ شیئ یتفرّع قوله: حتّٰی اذا قال اِن اشتریتُ عبدًا... الخ۔ قال الشارح: فلا یجوز ان یذکر المسبب ویراد به السبب۔ الّا اذا کان المسبب مختصا بالسبب کقوله تعالٰی: اِنِّیْ اَرٰنِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا، فَاِنّ الخمر....الخ اشرح غرض المؤلف بهٰذه العبارة شرحا واضحا۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② شراء و ملک میں فرق اور متفرع علیہ کی وضاحت:۔ **فرق:** شراء علت اور ملک معلول ہے۔ اور شراء کے اندر اصل یہ ہے کہ شراء کی صورت میں شیئ مشتری کے تمام اجزا کا ایک وقت میں مشتری کی ملک میں جمع ہونا شرط نہیں ہے چنانچہ اگر کسی نے کسی شیئ کو متفرق طور پر تھوڑا تھوڑا خرید کیا یعنی ایک جز خرید کر فروخت کردیا پھر دوسرا جز خرید کر بیچ دیا پھر تیسرا جز خریدا تو یہ کہا جائے گا کہ یہ شخص اس شیئ کا مشتری ہے اور اس نے اس شیئ کو خرید کیا ہے، اور ملک میں اصل یہ ہے کہ عرفاً شیئ کے تمام اجزا کا ملک میں جمع ہونا شرط ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص ایک شیئ کے ایک جز کا مالک ہوگیا اور اس کو بیچ دیا پھر دوسرے جز کا مالک ہوا اور اس کو بھی بیچ دیا پھر تیسرے جز کا مالک ہوا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ شخص اس شیئ کا مالک ہے۔ اسی ضابطہ کے تحت اگر کسی نے ان اشتریت عبدا فھو حرّ کہا اور پھر ایک غلام کا نصف خرید کر اس کو فروخت کردیا پھر دوسرا نصف خرید کیا تو یہ دوسرا نصف آزاد ہوجائیگا، اسلئے کہ آزاد ہونے کی شرط یعنی غلام کو خریدنا پایا گیا اگرچہ متفرق طور پر پایا گیا۔ پس جب شرط پائی گئی تو غلام کا وہ حصہ آزاد ہوجائے گا جو حصہ تحقّقِ شرط کے وقت اس کی ملک میں ہے اور جو حصہ پہلے ہی فروخت کرنے کی وجہ سے اس کی ملک سے نکل چکا ہے وہ آزاد نہ ہوگا۔۔ اگر ''اِن ملکتُ عبدا فھو حرّ'' کہا اور پھر ایک غلام کا نصف خرید کر اس کو فروخت کردیا پھر دوسرا نصف خریدا تو یہ نصفِ ثانی آزاد نہ ہوگا کیوں کہ آزاد ہونے کی شرط یہ ہے کہ متکلم غلام کا مالک ہو اور ملک میں اصل یہ ہے کہ شیئ مملوک کے تمام اجزا مالک کی ملک میں جمع ہوں اور یہ شرط یعنی غلام کے تمام اجزا کا ملک کے اندر جمع ہونا نہیں پایا گیا، لہٰذا جب شرط نہیں پائی گئی تو غلام آزاد بھی نہ ہوگا۔

ماقبل میں مصنفؒ نے فرمایا تھا کہ اتصال کی پہلی قسم یہ ہے کہ حکم علت کے ساتھ متصل ہو جیسے ملک شراء سے متصل ہے اور اس قسم میں استعارہ طرفین سے جائز ہے اس پر تفریع قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی نے ''ان اشتریت عبدا فھو حرّ'' کہہ کر ''ان ملکت

0343 6357915 maktabazakariyamultan@gmail.com

عبدافہوحر'' کا ارادہ کیا یا ''ان ملکت عبدافہوحر'' کہہ کر ''ان اشتریت عبدافہوحر'' کا ارادہ کیا تو ان دونوں صورتوں میں دیانۃً قائل کی تصدیق کی جائے گی البتہ پہلی صورت میں قضاءً تصدیق نہیں کی جائے گی اور دوسری صورت میں قضاءً بھی تصدیق کی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ ملک سے شراء مراد لینے کی صورت میں دیانۃً وقضاءً دونوں طرح تصدیق کی جائے گی اور شراء سے ملک مراد لینے کی صورت میں صرف دیانۃً تصدیق کی جائے گی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی۔

③ **الّا اذا کان المسبب مختصا بالسبب الخ** کی تشریح:۔ مسبب بول کر سبب مراد لینا جائز نہیں ہے لیکن اگر مسبب سبب کے ساتھ خاص ہو تو اس صورت میں مسبب بول کر سبب مراد لینا بھی جائز ہے، کیوں کہ اس صورت میں سبب علت کے معنی میں ہوگا اور سبب اسی مسبب کیلئے مشروع ہوگا اور جب سبب علت کے معنی میں ہے تو مسبب معلول کے معنی میں ہوگا، اور یہ گزر چکا ہے کہ معلول بول کر علت مراد لینا جائز ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں مسبب بول کر سبب مراد لینا بھی جائز ہوگا۔ اسکی مثال سیدنا یوسف علیہ السلام کے قید خانہ کے ساتھی کا قول "انی ارانی اعصر خمرا" ہے۔ یہاں خمر سے مراد عنب (انگور) ہے، اور عنب خمر کا سبب اور خمر اس کا مسبب ہے اور یہ مسبب ایسا ہے جو سبب کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ خمر عنب سے ہی تیار ہوتی ہے اور عنب کے علاوہ دوسری چیزوں سے جو نشہ آور مشروب تیار ہوتا ہے اس کو احناف کے نزدیک خمر نہیں کہا جاتا پس جب اس مثال میں مسبب سبب کے ساتھ خاص ہے تو دونوں طرف سے احتیاج آئے گی یعنی سبب مسبب کا محتاج ہوگا اور مسبب سبب کا محتاج ہوگا اور جب اس صورت میں سبب مسبب کا محتاج ہے تو مسبب محتاج الیہ ہوگا اور محتاج الیہ بول کر چونکہ محتاج مراد لیا جاتا ہے اسلئے اس صورت میں مسبب بول کر سبب مراد لینا بھی درست ہوگا۔ (قوت الاخیار)

﴿الورقة الثالثة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....اِعْلَمْ اَنَّ اُصُوْلَ الشَّرْعِ ثَلَاثَةٌ اَلْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَاِجْمَاعُ الْاُمَّةِ وَالْاَصْلُ الرَّابِعُ اَلْقِيَاسُ اَيِ الْاَصْلُ الرَّابِعُ بَعْدَ الثَّلٰثَةِ لِلْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ هُوَ الْقِيَاسُ الْمُسْتَنْبَطُ مِنْ هٰذِهِ الْاُصُوْلِ الثَّلٰثَةِ وَكَانَ يَنْبَغِيْ اَنْ يُقَيِّدَهٗ بِهٰذَا الْقَيْدِ كَمَا قَيَّدَهٗ فَخْرُ الْاِسْلَامِ وَ غَيْرُهٗ لِيَخْرُجَ الْقِيَاسُ الشِّبْهِيُّ وَالْعَقْلِيُّ وَلٰكِنَّهٗ اِكْتَفٰى بِالشُّهْرَةِ ۔ (ص۱۰۔ رحمانیہ) عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ قیاس شبہی اور عقلی کی تعریف کر کے مثال بیان فرمائیں۔ قرآن وسنت اور اجماع سے مستنبط شدہ قیاس کی امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور حل ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی وضاحت ③ قیاس شبہی اور قیاس عقلی کی تعریف مع مثال ④ قرآن وسنت اور اجماع سے مستنبط قیاس کی امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ شارح نور الانوار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کی ادلہ ثلاثہ (کتاب، سنت، اجماع) کے بعد احکام شرعیہ کی چوتھی دلیل قیاس ہے جو مستقل دلیل نہیں ہے بلکہ مذکورہ تینوں دلیلوں سے ماخوذ اور مستنبط ہے۔

وکان ینبغی ان یقیده الخ سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض مصنف رحمۃ اللہ علیہ پر ایک اعتراض کر کے اس کا جواب دینا ہے۔ اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ جب قیاس کی چار قسمیں ہیں اور اس جگہ صرف ایک قسم یعنی قیاس شرعی مراد ہے تو قیاس کی باقی تینوں قسموں کو خارج کرنے کے لئے ماتن کو متن میں **القیاس کو المستنبط من هذه الاصول الثلثة** کی قید کے ساتھ مقید کرنا چاہئے تھا جیسا کہ علامہ فخر الاسلام اور دیگر حضرات مصنفین نے کیا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شہرت پر اکتفاء کرتے ہوئے القیاس کو مذکورہ قید کے ساتھ مقید نہیں کیا یعنی سب ہی لوگ اس بات

سے واقف ہیں کہ اصول فقہ کی کتب میں قیاسِ شرعی مذکور ہوتا ہے، نہ کہ دوسرا کوئی قیاس۔ لہٰذا اس قید کو ذکر کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ چنانچہ اس جگہ قیاس کے ذکر سے ذہن قیاس شرعی ہی کی طرف منتقل ہوگا کسی دوسرے قیاس کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

③ قیاسِ شبہی اور قیاسِ عقلی کی تعریف مع مثال:۔ قیاسِ شبہی: وہ قیاس جس میں حکم علتِ مشابہت ومشاکلت فی الصورۃ کی وجہ سے ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف متعدی ہو جائے جیسے کوئی شخص کہے کہ قعدہ اخیرہ فرض نہیں ہے کیونکہ قعدہ اخیرہ شکل و صورت میں قعدہ اولیٰ کے مشابہ ہے اور قعدۂ اولیٰ فرض نہیں ہے اس لئے قعدۂ اخیرہ بھی فرض نہیں ہے۔

قیاسِ عقلی: وہ قول ہے جو ایسے دو مقدمات سے مرکب ہو جن کے تسلیم کر لینے کے بعد ایک تیسرا قول تسلیم کرنا لازم آئے جیسے ''زید ناطق وکل ناطق انسان'' ان دو مقدمات کو تسلیم کرنے سے تیرا مقدمہ **فزید انسان** تسلیم کرنا لازم آئے گا۔

④ قرآن وسنت اور اجماع سے مستنبط قیاس کی امثلہ:۔ قرآن کریم سے مستنبط قیاس کی مثال لواطت کی حرمت ہے اور اس کی علت قرآن کریم میں حالتِ حیض میں وطی کی حرمت ہے کہ اس کے گندگی ہونے کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے اور یہی علت لواطت میں بھی پائی جارہی ہے، لہٰذا وہ بھی حرام ہے۔

حدیث وسنت سے مستنبط قیاس کی مثال چونے کے ایک قفیز کی بیع کی حرمت چونے کے دو قفیز کے بدلہ میں ہے اس کو قیاس کیا گیا ہے مشہور حدیث **لاتبیعوا الحنطة بالحنطةِ والشعیر بالشعیر..... الّا مثلا بمثل یدا بید والفضل ربوا** پر کہ جس طرح ان چھ اشیاء میں قدر مع الجنس کی علت کی وجہ سے کمی زیادتی حرام ہے اُسی طرح چونے میں بھی یہی علت (قدر مع الجنس) پائی جارہی ہے، لہٰذا اس میں بھی کمی زیادتی حرام ہے۔

اجماع سے مستنبط قیاس کی مثال زانی کے لئے زانیہ ومزنیہ کی ماں کی حرمت ہے اس کو قیاس کیا گیا ہے اجماع سے ثابت شدہ مسئلہ موطوءہ لونڈی کی ماں کی حرمت پر کہ جیسے یہاں جزئیت وبعضیت والی علت کی وجہ سے لونڈی کی ماں حرام ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے اسی طرح یہی علت مزنیہ کی ماں میں بھی موجود ہے، لہٰذا قیاس کی وجہ سے مزنیہ کی ماں بھی زانی پر حرام ہے۔ (ترویح:۳۳۴)

الشق الثانی.....عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص کی تعریف بیان کریں۔ آیت کریمہ: **و علی المولود لہ رزقھنّ و کسوتھنّ** میں عبارۃ النص واشارۃ النص کو متعین کریں۔ قیاس اور دلالت النص میں فرق واضح کرتے ہوئے بتلائیں کہ حدود اور کفارات کا اثبات ان میں سے کس سے صحیح ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص کی تعریف ② **و علی المولود لہ رزقھنّ و کسوتھنّ** میں عبارۃ النص واشارۃ النص کی تعیین ③ قیاس ودلالت النص میں فرق اور حدود وکفارات کے مثبت کی تعیین۔

جواب..... ① عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص کی تعریف:۔ لفظ کی اپنے معنی پر دلالت کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں: ① عبارۃ النص: وہ حکم جو کلام کے ظاہر سے ثابت بھی ہو اور کلام اسکے لئے چلائی بھی گئی ہو یعنی وہ کلام سے مقصود بھی ہو۔ ② اشارۃ النص: وہ حکم جو نظمِ قرآن وغیرہ سے لغۃً ثابت تو ہو مگر کلام اس کیلئے چلائی نہ گئی ہو یعنی وہ کلام سے مقصود نہ ہو اور نہ ہی وہ من کل وجہ ظاہر ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: **و علی المولود لہ رزقھنّ و کسوتھنّ بالمعروف** اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ دودھ پلانے کی اجرت باپ پر واجب ہوگی، لیکن باپ کو مولود لہ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بچوں کا نسب باپ سے ثابت ہوگا ماں سے نہیں۔ پس باپ پر اجرتِ رضاعت کا وجوب اس آیت کا عبارۃ النص ہے کیونکہ کلام اسی کیلئے چلائی گئی ہے اور ظاہرِ کلام سے یہ حکم ثابت بھی ہو رہا ہے اور بچوں کا باپ کی طرف منسوب ہونا اس آیت کا اشارۃ النص ہے، یہ کلام سے ثابت ہو رہا ہے مگر کلام اس مقصد کیلئے چلائی نہیں گئی۔ ان دونوں کی مثال حسیات میں یہ ہے کہ ایک آدمی نے بالقصد وبالارادہ سیدھی نظر سے دوسرے آدمی کو دیکھا اور اسکے ساتھ ساتھ بلا

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

قصد وارادہ گوشۂ چشم (آنکھ کا کنارہ) سے دوسرے لوگ بھی اسکو نظر آ گئے تو یہ پہلا شخص جس کو بالقصد دیکھا گیا ہے یہ عبارۃ النص کے مرتبہ میں ہے اور دیگر لوگ جو بلا قصد نظر آ گئے وہ اشارۃ النص کے مرتبہ میں ہیں۔ ③ دلالۃ النص: وہ حکم ہے جو نص میں مذکور نہ ہو، مگر وہ اس سے بلا غور وفکر سمجھ میں آ جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (**فلا تقل لهما اف**) اس آیت میں والدین کو اُف کہنے سے منع کیا گیا ہے لیکن گالی دینے کا کوئی ذکر نہیں، مگر ہر شخص اس بات سے سمجھ سکتا ہے کہ والدین کو گالی دینا بھی ناجائز ہے، یہ اس آیت کا دلالۃ النص ہے۔

④ اقتضاء النص: نص میں ایسی زیادتی کو کہتے ہیں جس کے بغیر کلام درست نہ ہو سکے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (**حُرّمت عليكم الميتة و الدم**) اس آیت میں "المیتۃ" سے پہلے "اکل" کا لفظ مقدر ماننا پڑے گا، یعنی ان چیزوں کا کھانا تم پر حرام ہے۔

② **و على المولود له رزقهنّ و كسوتهنّ** میں عبارۃ النص واشارۃ النص کی تعیین:۔ **كما مرّ آنفا۔**

③ قیاس و دلالت النص میں فرق اور حدود و کفارات کے مثبت کی تعیین:۔ ① قیاس ظنی ہوتا ہے اور دلالت النص قطعی ہوتی ہے ② قیاس پر صرف مجتہد مطلع ہو سکتا ہے اور دلالت النص پر ہر اہل لغت ③ دلالت النص قیاس سے پہلے ہی مشروع ہے ④ منکرینِ قیاس بھی دلالت النص کا انکار نہیں کرتے۔

اس فرق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حدود و کفارات دلالت النص سے تو ثابت ہوں گے کیونکہ یہ قطعی ہے اور قیاس سے ثابت نہ ہوں گے کیونکہ قیاس ظنی ہے اور ظنی میں احتمالات اور شبہات ہوتے ہیں اور حدود و کفارات شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل ..... **وَإِذَا أُرِيْدَتْ بِهِ الْإِبَاحَةُ أَوِ النَّدْبُ، اَیْ اِذَا أُرِيْدَتْ بِالْأَمْرِ اَلْإِبَاحَةُ أَوِالنَّدْبُ وَعُدِلَ عَنِ الْوُجُوْبِ فَحِيْنَئِذٍ اُخْتُلِفَ فِيْهِ، فَقِيْلَ: اَنَّهٗ حَقِيْقَةٌ لِأَنَّهٗ بَعْضُهٗ أَیْ اِنَّ الْأَمْرَ حَقِيْقَةٌ فِی الْإِبَاحَةِ وَالنَّدْبِ أَيْضًا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بَعْضُ الْوُجُوْبِ وَبَعْضُ الشَّيْئِ يَكُوْنُ حَقِيْقَةً قَاصِرَةً۔** (ص ۳۶۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ وجوب، ندب، حقیقت قاصرہ اور حقیقت کاملہ کی تعریفیں قلم بند کریں۔ اباحت اور ندب مراد لینے کی صورت میں امر حقیقت ہوگا یا مجاز؟ اس سلسلے میں اصولیین کا اختلاف ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) وجوب، ندب، حقیقتِ قاصرہ اور حقیقتِ کاملہ کی تعریف (۴) ندب واباحت مراد لینے میں اصولیین کا اختلاف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب امر سے مراد اباحت یا ندب ہو یعنی جب امر سے اباحت یا ندب کا ارادہ کیا گیا ہو اور وجوب سے اعراض کیا گیا ہو تو اس وقت اس میں اختلاف کیا گیا ہے، پس کہا گیا ہے کہ امر کا استعمال اباحت یا ندب میں یہ بھی حقیقت ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک (اباحت وندب) وجوب کا حصہ ہے اور شئی کا حصہ شئی کی حقیقتِ قاصرہ ہی ہوتا ہے۔

③ وجوب، ندب، حقیقتِ قاصرہ اور حقیقتِ کاملہ کی تعریف:۔ حقیقتِ کاملہ: لفظ کا استعمال اپنے پورے معنی موضوع لہ پر ہو۔

حقیقتِ قاصرہ: لفظ کا استعمال اپنے معنی موضع لہ کے ایک جزء پر ہو۔

وجوب: **جواز الفعل مع حرمة الترك** (فعل کا کرنا جائز اور چھوڑنا حرام ہو)

ندب: **جواز الفعل مع رجحان الفعل** (فعل کا کرنا اور چھوڑنا دونوں جائز ہوں مگر کرنا راجح واولیٰ ہو)

④ ندب واباحت مراد لینے میں اصولیین کا اختلاف:۔ اگر امر کا صیغہ اپنے معنی حقیقی (وجوب) میں مستعمل نہ ہو بلکہ ندب یا اباحت کے لئے مستعمل ہو تو امر کا یہ استعمال حقیقت ہوگا یا مجاز ہوگا اس میں اصولیین کا اختلاف ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

شیخ ابوالحسن کرخی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابوبکر جصاص اور عامۃ الفقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ندب واباحت میں امر کا استعمال حقیقت نہیں بلکہ مجاز ہے کیونکہ اباحت اور ندب میں سے ہر ایک امر کے اصل معنی (وجوب) سے متجاوز ہے اور مجاز کو مجاز اسی لئے کہتے ہیں کہ اصل معنی سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اور اباحت وندب کے امر کے اصل معنی (وجوب) سے متجاوز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وجوب میں دو چیزیں ملحوظ ہیں جوازِ فعل اور حرمتِ ترک، یعنی ان دونوں کے مجموعہ کا نام وجوب ہے، اور ان دونوں چیزوں کا مجموعہ ندب واباحت میں سے کسی میں بھی نہیں پایا جاتا کیونکہ ندب کا معنی **جواز الفعل مع رجحان الفعل** ہے اور اباحت کا معنی **جواز الفعل مع جواز الترك** ہے، پس جب وجوب کا پورا معنی ندب واباحت میں سے کسی میں بھی نہیں پایا جاتا تو امر کا ان معانی میں استعمال مجاز ہوا، نہ کہ حقیقت۔

علامہ فخر الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ ندب واباحت میں بھی امر کا استعمال حقیقت ہی ہے اگر چہ حقیقتِ کاملہ نہیں ہے لیکن حقیقتِ قاصرہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابھی وجوب ندب واباحت کے معانی بیان کئے گئے ہیں ان معانی میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اباحت وندب میں سے ہر ایک وجوب کے معنی کا ایک جزو ہے کیونکہ جواز الفعل سب میں قدر مشترک ہے۔ پس یہ دونوں معنی امر کے معنی کا ایک جزء ہونے کی وجہ سے حقیقت ہی ہیں اگر چہ حقیقتِ کاملہ نہیں ہیں۔ مگر حقیقتِ قاصرہ ضرور ہیں۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قولِ اول کے قائلین نے جنس وفصل دونوں کا خیال رکھتے ہوئے ندب واباحت میں امر کا استعمال مجاز قرار دیا ہے اور قولِ ثانی کے قائلین نے صرف جنس کا خیال کرتے ہوئے ان معانی میں بھی امر کے استعمال کو حقیقت ہی قرار دیا ہے۔

الشق الثانی ..... **وَالنَّهْيُ عَنِ الْاَفْعَالِ الْحِسِيَّةِ يَقَعُ عَلَى الْقِسْمِ الْاَوَّلِ** ..... **فَالنَّهْيُ عَنْ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ عِنْدَ الْاِطْلَاقِ وَعَدَمِ الْمَوَانِعِ يَقَعُ عَلَى الْقُبْحِ لِعَيْنِهٖ اِلَّا اِذَا قَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰى خِلَافِهٖ : كَالْوَطْيِ حَالَةَ الْحَيْضِ حَرَامٌ لِغَيْرِهٖ مَعَ اَنَّهٗ فِعْلٌ حِسِّيٌّ لِقِيَامِ الدَّلِيْلِ ، وَعَنِ الْاُمُوْرِ الشَّرْعِيَّةِ يَقَعُ عَلَى الَّذِيْ اِتَّصَلَ بِهٖ وَصْفًا** (ص ۱۷۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں۔ نہی کی لغوی واصطلاحی تعریف لکھ کر تعریف میں ذکر کردہ قیود کی وضاحت کریں۔ افعالِ حسیّہ وامورِ شرعیّہ کی تعریف بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں ② عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ نہی کی لغوی واصطلاحی تعریف اور فوائدِ قیود کی وضاحت ④ افعالِ حسیّہ اور امورِ شرعیّہ کی تعریف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور افعال حسیّہ سے نہی قسم اوّل پر محمول ہوتی ہے، پس اطلاق اور عدم موانع کی صورت میں ان افعال سے نہی کا اطلاق قبیح لعینہٖ پر ہوتا ہے، مگر جب کہ اسکے خلاف پر دلیل قائم ہو جیسے حالتِ حیض میں وطی کرنا حرام لغیرہٖ ہے باوجودیکہ وہ حسّی فعل ہے اس لئے کہ دلیل موجود ہے۔ اور امورِ شرعیہ سے نہی اس پر واقع ہوتی ہے جس کے ساتھ قبح وصفی متصل ہوتا ہے۔

③ نہی کی لغوی واصطلاحی تعریف اور فوائدِ قیود کی وضاحت:۔ نہی کا لغوی معنیٰ روکنا ہے اور اصطلاح میں **النهي هو قول القائل لغيره على سبيل الاستعلاء لا تفعل (اوطلب الكف عن الفعل على وجه الاستعلاء)** خود کو بڑا سمجھتے ہوئے دوسرے کو کسی کام سے روکنا۔ جیسے **ولا تقربوا الزنا** (زنا کے قریب نہ جاؤ)۔

اس تعریف میں قول القائل بمنزلِ جنس ہے جو تمام الفاظ کو شامل ہے۔ علی سبیل الاستعلاء کی قید سے التماس ودعا خارج ہو گئے، کیونکہ ان میں طلبِ فعل مع التساوی والخضوع ہوتا ہے۔ لاتفعل کے الفاظ سے امر خارج ہو گیا، کیونکہ اس میں اِفعل کا صیغہ ہوتا ہے۔

④ افعال حسیّہ اور امور شرعیّہ کی تعریف:۔ افعالِ حسیّہ: سے مراد وہ افعال ہیں جن کے معانی ورودِ شرع سے پہلے جو تھے وہ معانی ورودِ شرع کے بعد باقی رہیں، شریعت کی وجہ سے ان معانی میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا ہو۔ جیسے قتل، زنا، شراب پینا وغیرہ ان افعال کے معانی شریعت سے پہلے جو تھے اب بھی وہی ہیں ان میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔

امورِ شرعیہ: سے مراد وہ امور ہیں جن کے اصل معانی ورودِ شرع کے بعد متغیر ہوگئے ہوں مثلاً صوم وصلوٰۃ۔ شریعت سے قبل صوم کا معنی مطلق رکنا تھا۔ اسی طرح صلوٰۃ کا معنی مطلق دعا تھا اور شریعت کے آنے کے بعد انکے معانی متغیر ہوگئے ہیں کہ صوم نیت کے ساتھ صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام ہے اور صلوٰۃ قیام قعود رکوع وسجود اور قرأت وغیرہ کے مجموعہ کا نام ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....وَقَدْ تَتَعَذَّرُ الْحَقِيْقَةُ وَالْمَجَازُ مَعًا اِذَا كَانَ الْحُكْمُ مُمْتَنِعًا يَعْنِي قَدْ يَتَعَذَّرُ الْمَعْنَى الْحَقِيْقِيُّ وَالْمَعْنَى الْمَجَازِيُّ مَعًا اِذَا كَانَ كِلَا الْحُكْمَيْنِ مُمْتَنِعًا فَيَلْغُو الْكَلَامُ حِيْنَئِذٍ بِالضَّرُوْرَةِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ لِاِمْرَأَتِهٖ هٰذِهٖ بِنْتِيْ وَهِيَ مَعْرُوْفَةُ النَّسَبِ وَتَوَلَّدَ لِمِثْلِهٖ اَوْ اَكْبَرُ سِنًّا مِنْهُ حَتّٰى لَاتَقَعَ الْحُرْمَةُ بِذٰلِكَ اَبَدًا۔

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ مثالِ مذکور میں معنی حقیقی اور مجازی کیوں متعذر ہیں؟ مذکورہ مثال میں اگر زوج تفریق پر اصرار کرے تو کیا تفریق واجب ہوگی؟ اگر ہاں تو کیوں؟ (ص ۱۱۹۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح ③ مثالِ مذکور میں معنی حقیقی ومجازی کے متعذر رہونے کی وجہ ④ مذکورہ مثال میں زوج کے اصرار پر تفریق کا حکم اور وجہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اگر حقیقت اور مجاز دونوں کا حکم ممتنع ہو تو معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر عمل کرنا ناممکن اور متعذر ہوجاتا ہے اور جب معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر عمل کرنا ناممکن ہو تو اس صورت میں کلام لغو ہوجاتا ہے کیونکہ کلام معنی کا فائدہ دینے کیلئے موضوع ہوتا ہے لیکن جب اسکے معنی حقیقی اور مجازی دونوں پر عمل کرنا ناممکن ہوگیا تو یہ کلام مفیدِ معنی نہ رہا اور جب یہ کلام مفیدِ معنی نہ رہا تو لغو ہوگیا۔ اس کی مثال بقول مصنف رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا **هٰذه بنتي** اور اس عورت کی نسبت قائل کے علاوہ دوسرے شخص سے مشہور ہے درانحالیکہ اس جیسی عورت قائل جیسے مرد سے پیدا بھی ہوسکتی ہے مثلاً عورت کی عمر پندرہ سال ہو اور قائل کی عمر چالیس سال ہو یا وہ عورت قائل سے عمر میں بڑی ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس کلام سے حرمت واقع نہ ہوگی اسکی دلیل یہ ہے کہ جب عورت کا نسب قائل کے علاوہ دوسرے سے مشہور ہے تو اس عورت کا اس قائل کی بیٹی ہونا محال اور ناممکن ہے اگرچہ یہ عورت عمر میں اس قائل سے چھوٹی ہو، اسی طرح جب عورت عمر میں قائل سے بڑی ہو تو بھی اس عورت کا قائل کی بیٹی ہونا محال ہے۔ چونکہ معنی حقیقی ومجازی پر عمل ناممکن ومتعذر ہے لہٰذا قائل کا یہ قول لغو ہوگیا۔

③ مثالِ مذکور میں معنی حقیقی ومجازی کے متعذر رہونے کی وجہ:۔ **هٰذه بنتي** کے حقیقی معنی کے متعذر رہونے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ جب وہ عورت معروفۃ النسب وثابتۃ النسب ہے یا عمر میں قائل سے بڑی ہے تو اس کا قائل کی بیٹی ہونا ناممکن ومحال ہے۔

مجازی معنی کے متعذر رہونے کی وجہ یہ ہے کہ **هٰذه بنتي** کا مجازی معنی **انت طالق** ہے کیونکہ **هٰذه بنتي، انت طالق** کو مستلزم ہے، بایں طور کہ یہ دونوں تحریمِ نکاح پر دال ہیں مگر ان دونوں میں منافات ہے اس لئے کہ طلاق پہلے صحتِ نکاح کا تقاضا کرتی ہے اور بیٹی ہونا دائمی حرمت (عدمِ صحتِ نکاح) کا تقاضا کرتا ہے، پس ان دونوں میں منافات ہوئے اور ایسی دو چیزیں جو باہم متفاوت ہوں ان کے درمیان مجاز واستعارہ جاری نہیں ہوتا لہٰذا یہاں معنی مجازی بھی متعذر ہے۔ (قوت الاخیار ۱:۴۷۸)

④ مذکورہ مثال میں زوج کے اصرار پر تفریق کا حکم اور وجہ:۔ مذکورہ مثال میں زوج نے اپنے قول (ہٰذہ بنتی) پر اصرار کرے تو پھر قاضی ان دونوں میں تفریق کردے گا۔ اور یہ تفریق اسلئے ثابت ہوگی کہ زوج اصرار کرنے کی وجہ سے ظالم ہوگیا ہے، کیونکہ وہ اپنے قول (ہٰذہ بنتی) پر اصرار کی وجہ سے اس عورت کے ساتھ مباشرت وطی سے باز رہے گا اور یہ عورت معلقہ کی مثل ہوجائے گی کہ یہ زوج اس سے مباشرت بھی نہیں کررہا اور مطلقہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ دوسری جگہ نکاح بھی نہیں کرسکتی اور عورت کو معلقہ رکھنے والا شخص ظالم

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ہوتا ہے اور معلقہ عورت مظلوم ہوتی ہے، مظلوم سے ظلم رفع کرنا واجب ولازم ہے، لہٰذا قاضی اس عورت سے ظلم کو رفع کرنے کیلئے ان کے درمیان تفریق کردے گا۔

الشق الثانی.....**وَالرَّاوِیْ .... اِنْ عُرِفَ بِالْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ دُوْنَ الْفِقْهِ كَاَنَسٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنْ وَافَقَ حَدِیْثُهٗ الْقِیَاسَ عُمِلَ بِهٖ وَاِنْ خَالَفَهٗ لَمْ یُتْرَكْ اِلَّا بِالضَّرُوْرَةِ كَحَدِیْثِ الْمُصَرَّاةِ** ۔ (ص۱۹۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں۔ مذکورہ بحث کا تعلق خبر کی کس قسم سے ہے؟ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں دون الفقہ کا لفظ کس اعتبار سے کہا گیا؟ حدیث مصراۃ کی تفصیل ائمہ کے مذاہب کی روشنی میں لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح و بحث کے متعلق کی نشاندہی ④ حضرت انس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما میں دون الفقہ کے لفظ کا استعمال ⑤ حدیث مصراۃ کی تفصیل۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا**۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اگر راوی کی عدالت اور ضبطِ حدیث معروف ہے مگر فقاہت معروف نہیں ہے جیسا کہ حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما اگر اُس کی حدیث قیاس کے موافق ہوگی تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر وہ قیاس کے مخالف ہو تو اُس کو ضرورت کے بغیر ترک نہیں کیا جائے گا جیسا کہ حدیثِ مصراۃ۔

③ عبارت کی تشریح و بحث کے متعلق کی نشاندہی:۔ مذکورہ عبارت و بحث کا تعلق اتصالِ سند کی کیفیت کے اعتبار سے خبر کی قسم ثالث یعنی خبرِ واحد کے ساتھ ہے۔

اگر راوی کی عدالت اور ضبطِ حدیث معروف ہے یعنی راوی کا حافظ وعادل ہونا معروف ہے مگر فقیہ ہونا معروف نہیں ہے جیسے حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما۔ اگر اس قسم کے راوی کی حدیث قیاس کے موافق ہوگی تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اس کو قبول کیا جائے گا۔ اور اگر وہ قیاس کے مخالف ہوگی تو اُس کو ضرورت کے بغیر ترک نہیں کیا جائے گا، انتہائی ضرورت ومجبوری کی صورت میں خبرِ واحد کو ترک کردیا جائے گا، جیسا کہ حدیثِ مصراۃ کو ترک کیا گیا ہے۔

④ حضرت انس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما میں **دون الفقہ** کے لفظ کا استعمال:۔ حضرت انس وحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے متعلق **دون الفقہ** کا لفظ محض مسئلہ ومثال کو سمجھانے کیلئے ایک نکتہ کے طور پر بطورِ ضرورت بامرِ مجبوری استعمال کیا گیا ہے، معاذ اللہ حضرت انس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی جانب حقارت واستخفاف کو منسوب نہیں کیا گیا۔ اس کو صاحبِ اصول الشاشی نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ وہ راوی معروف بالحفظ والعدالت ہو مگر معروف بالفقہ والاجتہاد نہ ہو یعنی ان کو اجتہاد واستنباط کا ملکہ عطاء نہ کیا گیا ہو اور وہ راوی فتویٰ میں مشہور نہ ہو بلکہ کبھی کبھار وہ فتویٰ دیتے ہوں جیسے حضرت ابو ہریرہ وانس بن مالک رضی اللہ عنہما۔ (خیر الحواشی)

⑤ حدیث مصراۃ کی تفصیل:۔ حدیث میں تصریہ سے منع کیا گیا ہے، تصریہ اور مصراۃ الابل کا مطلب یہ ہے کہ جانور کے تھن میں اسے فروخت کرنے سے دو تین روز قبل سے دودھ رہنے دیا جائے اور اسے دوہا نہ جائے تاکہ خریدار یہ سمجھے کہ یہ بہت زیادہ دودھ دینے والا جانور ہے۔

ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ ''مصراۃ'' بکری یا ''محفلہ'' اونٹنی خریدنے والے مشتری کو تین دن کا اختیار ملے گا، چاہے تو وہ اس کو اپنے پاس رکھے یا واپس کردے اور ساتھ میں ایک صاع کھجور بھی لوٹادے، ان کی دلیل "**ولا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعها فهو بخير النظرين بعد ان يحلبها فان رضيها امسكها وان سخطها ردّها وصاعامن تمر**" (مسلم) ہے۔

پھر بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ ایک صاع کھجور ہی لوٹانا ضروری ہے جبکہ دوسرے بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ صاع تمر کا ذکر اتفاقی ہے، ورنہ اصل بات یہ ہے کہ جتنا دودھ نکال کر استعمال کیا ہے اس کی قیمت ادا کرے۔

حنفیہ اور اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں مشتری کو یہ اختیار نہیں کہ وہ بکری بائع کو واپس کرے البتہ مشتری رجوع بالنقصان

0313 6257913 maktabazakariamultan@gmail.com

کرسکتا ہے وہ اس طرح کہ یہ دیکھا جائے گا کہ اس وقت بازار میں اس بکری کی کیا قیمت ہے؟ اور مشتری نے اس کے دودھ سے بھرے ہوئے تھن دیکھ کر کیا قیمت لگائی تھی؟ ان دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا وہ بائع مشتری کو ادا کریگا یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

اس حدیث کے دو جزو ہیں ایک خیار رد اور دوسرا رد کی صورت میں ایک صاع تمر دینا۔ شوافعؒ تو اس کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے دونوں جزو کو اختیار کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ دونوں جزو کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ نہ رد کا اختیار دیتے ہیں اور نہ صاع تمر کے رد کا حکم دیتے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ حدیث کے پہلے جزو پر تو عمل کرتے ہیں کہ مشتری کو رد کا اختیار دیتے ہیں لیکن دوسرے جزو یعنی مبیع کے ساتھ ایک صاع تمر کا رد بھی ضروری ہے، اسے اختیار نہیں کرتے۔ البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صاع کا لوٹانا ضروری نہیں ہے لیکن غالب قوت بلد میں سے ایک صاع کو لوٹانا ضروری ہے، خواہ وہ تمر ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور جنس ہو کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں غالب قوت مدینہ تمر تھی اس لئے حضور ﷺ نے اسی کا حکم دیا، ہمارے شہر میں جو قوت غالب ہوگی، ہمارے ہاں اس کا رد کرنا ضروری ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جتنا دودھ مشتری نے اس شاۃ مصراۃ سے نکالا ہے اس کی قیمت لوٹانا ضروری ہے کیونکہ مضمون دودھ ہی ہے لہٰذا اس کی قیمت واجب ہوگی اور عام طور پر حضور ﷺ کے زمانے میں اس دودھ کی قیمت ایک صاع تمر بنتی تھی، اس لئے آپ ﷺ نے اس کی ادائیگی کا حکم دے دیا، یا پھر مصلحۃً اس کا حکم دیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث کو اس لئے چھوڑا کہ یہ حدیث بہت سے اصولِ شریعہ کے معارض تھی مثلاً ایک اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل مااعتدی علیکم**۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمان بقدرِ نقصان ہوتا ہے، دونوں میں مساوات ہوتی ہے، اگر حدیث پر عمل کرتے ہیں تو ضمان اور نقصان میں مساوات ممکن نہیں اس کے علاوہ یہ حدیث اور بھی اصولِ مسلّمہ کے خلاف ہے۔

حنفیہ کا استدلال: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں یہ بکری بائع کو واپس لوٹانے کی کوئی صورت نہیں، اسلئے کہ جس وقت بائع نے وہ بکری فروخت کی اس وقت بکری کے تھنوں میں جو دودھ تھا وہ بھی فروخت کیا تو وہ دودھ بھی مشتری کی ملکیت میں آ گیا اور وہ دودھ بھی مبیع کا ایک حصہ ہو گیا لہٰذا اگر کسی وقت اس بکری کو واپس لوٹایا جائے گا تو اس دودھ کو بھی لوٹانا ضروری ہوگا جو بیع کے وقت بکری کے تھنوں میں موجود تھا لیکن جب مشتری اس بکری کو خرید کر گھر لایا تو اس میں مزید دودھ پیدا ہو گیا اور یہ دودھ مشتری کی ملکیت اور اس کی ضمان میں پیدا ہوا اور یہ اصول وقاعدہ ہے کہ ''الخراج بالضمان'' یعنی اگر کوئی چیز کسی شخص کی ضمان میں ہے تو اس کے ضمان میں ہوتے ہوئے اس سے جو نفع حاصل ہوگا وہ اسی شخص کی ملکیت ہوگا جس شخص کے ضمان میں وہ چیز ہوگی تو چونکہ یہ بکری مشتری کے ضمان میں ہے اس لئے اس عرصہ میں پیدا ہونے والا دودھ بھی اس کی ملکیت ہونا چاہیے۔ اس قاعدہ کی رُو سے مشتری پر صرف پہلی قسم کا دودھ لوٹانا لازم ہونا چاہیے یعنی وہ دودھ جو بیع کے وقت بکری کے تھنوں میں موجود تھا اور دوسری قسم کا دودھ جو بعد میں پیدا ہوا، اس کا لوٹانا لازم نہ ہونا چاہیے۔ اب اگر ہم مشتری پر کل دودھ کی قیمت لازم کریں تو اس میں مشتری کا نقصان ہے کیونکہ اس دودھ میں وہ دودھ بھی تھا جو اس کے اپنے ضمان میں پیدا ہوا تھا اور اگر ہم مشتری پر بالکل قیمت لازم نہ کریں تو اس میں بائع کا ضرر ہے کیونکہ عقد کے وقت بکری میں جو دودھ تھا وہ بائع کے یہاں پیدا ہوا تھا۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ مشتری پر اس دودھ کی قیمت لازم ہے جو عقد کے وقت تھا اور جو دودھ اس کے بعد اس کی ملکیت میں پیدا ہوا ہے اس کی قیمت لازم نہیں ہے۔ مگر عقد کے وقت کتنا دودھ تھا اور بعد میں کتنا پیدا ہوا؟ یہ معلوم کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اب واپسی کا کوئی راستہ ممکن نہیں اور جب دودھ کے رد کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے تو اس کے بغیر شاۃ مصراۃ کے رد کی بھی کوئی صورت ممکن نہیں ہے اس لئے وہی راستہ باقی رہ گیا ہے جو احنافؒ نے کہا ہے کہ رجوع بالنقصان کر لیا جائے۔ (تقریرِ ترمذی ۱:۱۷۰)

﴿الورقة الثالثة: فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....وَ لَمَّا فَرَغَ الْمُصَنِّفُ عَنْ تَعْرِيْفِ الْخَاصِ وَ تَقْسِيْمِهٖ شَرَعَ فِيْ بَيَانِ حُكْمِهٖ فَقَالَ وَ حُكْمُهٗ اَنْ يَتَنَاوَلَ الْمَخْصُوْصَ قَطْعًا وَلَا يَحْتَمِلُ الْبَيَانَ لِكَوْنِهٖ بَيِّنًا۔

وَمُحَلِّلِيَّةُ الزَّوْجِ الثَّانِيْ بِحَدِيْثِ الْعُسَيْلَةِ لَا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، وَهُوَ جَوَابُ سُؤَالٍ مُقَدَّرٍ يَرِدُ عَلَيْنَا مِنْ جَانِبِ الشَّافِعِيِّ۔

شکل العبارة ثم ترجمها۔ اذکر حکم الخاص مع المثال۔ هل یحتمل الخاص بیان التقریر والتغییر؟ اوضح المسئلة بالدلیل۔ اشرح السوال المقدر اولا ثم اذکر جواب ذٰلك حسبما فسّره الشارح فی الکتاب۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خاص کے حکم کی وضاحت ④ بیانِ تقریر و تغییر کے احتمال کی وضاحت ⑤ سوال و جواب کی وضاحت۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب مصنف رحمۃ اللہ علیہ خاص کی تعریف اور اس کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو خاص کے حکم میں شروع ہوئے پس فرمایا کہ خاص کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے مخصوص کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے، اور وہ واضح ہونے کی وجہ سے بیان کا احتمال نہیں رکھتا۔

③ خاص کے حکم کی وضاحت:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے خاص کے دو حکم بیان کئے ہیں ① یہ اپنے مدلول کو قطعی و یقینی طور پر شامل ہوتا ہے اس میں غیر کا احتمال نہیں ہوتا چنانچہ جب ہم نے **زید عالم** کہا تو اس میں زید خاص ہے غیر کا اس میں احتمال نہیں ہے۔ اور **عالم** بھی خاص ہے اس میں بھی غیر کا احتمال نہیں ہے۔ غرض ان دونوں کلموں (زید اور عالم) میں سے ہر ایک اپنے معنی اور مدلول کو قطعی طور پر شامل ہے اور جب ان میں سے ہر ایک اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہے تو زید پر عالم ہونے کا حکم قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا۔ ② خاص بذاتِ خود واضح ہونے کی وجہ سے کسی تفسیر و توضیح کا احتمال نہیں رکھتا۔ یہ دونوں حکم متحد اور آپس میں متلازم ہیں۔ کیونکہ خاص کا قطعی طور پر اپنے مدلول کو شامل ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ بیان تفسیر کا احتمال نہ رکھے۔ اس میں حکم اول حنفی مذہب کو بیان کرنے کیلئے ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک خاص کا حکم قطعی ہوتا ہے۔ اور دوسرا حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی نفی کرنے کیلئے ہے کیونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک خاص بیانِ تفسیر کا احتمال رکھتا ہے۔

④ بیانِ تقریر و تغییر کے احتمال کی وضاحت:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں لفظِ ''بیان'' سے مراد بیانِ تفسیر ہے کہ خاص بیانِ تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ یہ بذات خود واضح ہونے کی وجہ سے قطعی ہوتا ہے اور بیانِ تفسیر قطعی ہونے کے منافی ہے۔ البتہ خاص بیان تغییر، بیانِ تبدیل اور بیانِ تقریر کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ یہ تینوں بیان قطعی ہونے کے منافی نہیں ہیں۔

⑤ سوالِ مقدر و جواب کی وضاحت:۔ امام شافعی کے وارد کردہ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ شیخین کا یہ کہنا کہ دوسرا شوہر عورت کو پہلے شوہر کیلئے حلِ جدید کیساتھ حلال کرتا ہے یعنی پہلے شوہر کیلئے از سرِ نو حلت پیدا کرتا ہے غلط اور باطل ہے، کیوں کہ عورت کو حلال کرنے کی دلیل یہ آیت ہے: **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره**، اس آیت میں تیسری طلاق کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے ڈالے تو یہ عورت تیسری طلاق کے بعد اس شوہر کیلئے حلال نہیں رہے گی یعنی حرمت غلیظہ ثابت ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح کرے یعنی دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے بعد حرمت غلیظہ ختم ہو جائے گی۔ اس آیت میں کلمہ ''حتی'' ایک لفظ خاص ہے جو غایت اور نہایت کے معنی کیلئے وضع کیا گیا ہے یعنی کلمۂ حتی کا مدلول یہ ہے کہ حتی سے پہلے جو چیز ثابت ہوتی ہے حتی کے بعد وہ چیز منتہی اور ختم ہو جاتی ہے، پس کلمہ حتی کے معنی کی روشنی میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے شوہر کے تین طلاق دینے کی وجہ سے جو حرمت غلیظہ ثابت ہو گئی تھی دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے وہ

0345 6367915 maktabazakariyamultan@gmail.com

حرمت ختم ہوگئی ہے۔کلمۂ حتی صرف اس پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح تین طلاقوں کی وجہ سے ثابت شدہ حرمت غلیظہ کو ختم کر دیتا ہے اس پر قطعاً دلالت نہیں کرتا کہ دوسرا شوہر پہلے شوہر کیلئے جدید اور از سرنو حلت پیدا کرتا ہے۔پس شیخینؒ کا یہ کہنا کہ زوج ثانی زوج اول کیلئے حلِ جدید پیدا کرتا ہے یہ خاص (کلمۂ حتی) کے موجب اور مقتضی کو باطل کرتا ہے۔اور جس صورت میں مغیا موجود ہے یعنی تین طلاقوں کی وجہ سے حرمت غلیظہ، جب اس صورت میں دوسرا شوہر پہلے شوہر کیلئے محلل یعنی حل جدید پیدا کرنے والا نہ ہوسکا تو جس صورت میں مغیا بھی موجود نہیں یعنی تین طلاق سے کم کی صورت میں دوسرا شوہر پہلے شوہر کیلئے بدرجہ اولی محلل نہ ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ دوسرا شوہر پہلے شوہر کیلئے عورت کو حلِ جدید کے ساتھ حلال کرنیوالا نہیں ہے اور شیخینؒ کا قول باطل وغلط ہے۔

ماتنؒ نے شیخین کی طرف سے جواب دیا کہ ہم زوجِ اول کیلئے زوجِ ثانی کے محلل ہونے کو حدیثِ عُسیلہ سے ثابت کرتے ہیں، نہ کہ باری تعالی کے قول حتی تنکح سے۔اور آپ کا اعتراض اس وقت واقع ہوتا ہے جب ''حتی تنکح'' سے زوج ثانی کے محلل ہونے کو ثابت کیا جائے، پس جب ہم حتی تنکح... سے زوج ثانی کے محلل ہونے کو ثابت ہی نہیں کرتے بلکہ حدیثِ عسیلہ سے ثابت کرتے ہیں تو آپ کا اعتراض واقع نہ ہوگا۔حدیثِ عسیلہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرے شوہر رفاعہ نے جب مجھے تین طلاقیں دیں تو میں نے عدت گزارنے کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا، مگر میں نے ان کو نامرد اور عورتوں کے حق میں ناکارہ پایا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم رفاعہ کے پاس لوٹنا چاہتی ہو؟ اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم رفاعہ کے پاس اسوقت تک نہیں لوٹ سکتی ہو جب تک کہ تم عبدالرحمٰن کا تھوڑا سا ذائقہ نہ چکھ لو اور وہ تمہارا ذائقہ نہ چکھ لے یعنی جماع کی لذت اور حلاوت حاصل نہ کرلو۔یہ حدیث اس بات کو بیان کرنے کیلئے لائی گئی ہے کہ حلالہ کیلئے زوج ثانی کا وطی کرنا شرط ہے اور محض نکاح کافی نہیں، جیسا کہ ظاہرِ آیت سے مفہوم ہوتا ہے۔یہ حدیث مشہور ہے، امام شافعیؒ نے بھی حلالہ کے واسطے وطی شرط قرار دینے کیلئے اس کو قبول کیا ہے اور اس جیسی حدیثِ مشہور سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بالاتفاق جائز ہے۔یہ حدیث جس طرح عبارت النص سے حلالہ کیلئے وطی شرط ہونے پر دلالت کرتی ہے اسی طرح اشارۃ النص سے زوج ثانی کے محلل ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زوج ثانی مطلقہ مغلظہ کو زوج اول کیلئے مستقلا حلال کر دیتا ہے اور زوج ثانی زوج اول کیلئے محلل ہے اور جب اس حدیث کے ذریعہ اس صورت میں حلت ثابت ہوگئی جس صورت میں حلت بالکل معدوم تھی یعنی زوج اول کے تین طلاقیں دینے کی صورت میں تو جس صورت میں حلت بالکل معدوم نہیں ہوئی بلکہ حلت ناقص ہے یعنی زوج اول کے تین سے کم طلاق دینے کی صورت میں تو اس صورت میں زوج ثانی بدرجہ اولی اس ناقص حلت کو پورا کردے گا۔کیوں کہ معدوم کو موجود کرنے کی نسبت کسی ناقص چیز کو مکمل کرنا آسان ہے پس ثابت ہوا کہ جس طرح زوج اول کے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کی صورت میں زوج ثانی زوج اول کیلئے محلل ہوتا ہے یعنی زوج اول کیلئے از سرنو تین طلاقوں کا حق ثابت کر دیتا ہے اسی طرح زوج اول کے تین سے کم طلاق دینے کی صورت میں بھی زوج ثانی زوج اول کیلئے محلل ہوگا یعنی زوج اول کیلئے از سرنو تین طلاقوں کا حق ثابت کردے گا۔(قوت الاخیار)

الشق الثانی.....وَمَاتَكَرَّرَ مِنَ الْعِبَادَاتِ فَبِاَسْبَابِهَا لَا بِالْاَوَامِرِ: جَوَابُ سُؤَالٍ يَرِدُ عَلَيْنَا: وَهُوَ اَنَّ الْاَمْرَ اِذَا لَمْ يَقْتَضِ التَّكْرَارَ وَلَمْ يَحْتَمِلْهُ فَبِاَيِّ وَجْهٍ تَتَكَرَّرُ الْعِبَادَاتُ، مِثْلُ: الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ.

شكّل العبارة ثم ترجمها ـ هذه العبارة جواب سؤال يرد علينا.... بيّن الاعتراض ثم اجب عنه.

لمّا لم يحتمل الامر التكرار عند الحنفية فكيف يصح عندهم نية الثلاث فى قول الزوج طلّقى نفسك؟ وهل تصحّ نيّة الثنتين فى قوله طلّقى نفسك. (ص ۳۸۔رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت میں مذکور سوال کا جواب ④ امر کے تکرار کا احتمال نہ رکھنے کے باوجود دو یا تین طلاق کے وقوع کی وجہ۔

0312 6357013 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا ۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جتنی عبادات مکرر ہوتی ہیں وہ اپنے اسباب کی وجہ سے ہوتی ہیں نہ کہ اوامر کی وجہ سے یہ ایک سوال کا جواب ہے جو ہم پر وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ''امر'' جب نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی اس کا احتمال رکھتا ہے تو پھر عبادتیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ کس وجہ سے مکرر ہوتی ہے۔

③ عبارت میں مذکور سوال کا جواب:۔ سوال ہوتا ہے کہ جب امر نہ تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے تو پھر نماز روزہ وغیرہ ان عبادات میں تکرار کیوں ہے؟ جواب کا حاصل ہے کہ عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ میں امر کی وجہ سے تکرار پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ ان کے اسباب کی وجہ سے تکرار پیدا ہوا ہے کیونکہ سبب کا تکرار مسبَّب کے تکرار پر دلالت کرتا ہے چنانچہ نماز کا سبب وقت ہے لہٰذا جب بھی وقت پایا جائے گا نماز واجب ہوگی اور روزہ کا سبب رمضان المبارک کا مہینہ ہے لہٰذا جب بھی رمضان کا مہینہ آئے گا روزہ از خود واجب ہو جائے گا اسی طرح زکوٰۃ کا سبب نصاب ہے لہٰذا جب بھی انسان بقدرِ نصاب مال کا مالک ہوگا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اسی لئے حج زندگی میں فقط ایک بار واجب ہوتا ہے کیونکہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور بیت اللہ میں کوئی تکرار نہیں ہے۔ الحاصل عبادات کا تکرار اسباب کے تکرار کی وجہ سے ہے، نہ کہ امر کے مقتضی کی وجہ سے۔

④ امر کے تکرار کا احتمال نہ رکھنے کے باوجود دو یا تین طلاق کے وقوع کی وجہ:۔ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ احناف کے نزدیک امر نہ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے اور نہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے، حالانکہ احناف کے نزدیک اگر شوہر اپنی بیوی کو **طلّقی نفسك** (تو خود کو طلاق دیدے) کہہ کر تین طلاقوں کی نیت کرے تو یہ نیت کرنا درست ہے چنانچہ اگر بیوی نے اپنے آپکو تین طلاقیں دیں تو شوہر کے تین طلاقوں کی نیت کرنے کی وجہ سے اس پر تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ حالانکہ تین میں تعدد اور تکرار ہے پس ''**طلّقی نفسك**'' کہنے کی صورت میں تین طلاقوں کی نیت سے تین طلاقوں کا واقع ہونا اس بات کی علامت ہے کہ صیغۂ امر تکرار کا احتمال رکھتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ فرد کی دو قسمیں ہیں: فرد حقیقی و فرد حکمی۔ فرد حقیقی اس کو کہتے ہیں جس کے نیچے کوئی عدد نہ ہو مثلاً ایک فرد حقیقی ہے اس کو اقلِ جنس کہا جاتا ہے یعنی جنس کا سب سے کمتر مصداق ایک ہے۔ اور فرد حکمی اسکو کہتے ہیں جو تمام کا مجموعہ ہو، مثلاً تین طلاقوں کا مجموعہ فردِ حکمی ہے اور صیغۂ امر مصدر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اقلِ جنس یعنی فردِ حقیقی پر واقع ہوتا ہے اور کلِ جنس یعنی فرد حکمی کا احتمال رکھتا ہے گویا فرد حقیقی امر کا موجب اور فرد حکمی امر کا محتمل ہے اور موجَب بلا نیت ثابت ہوتا ہے جبکہ محتمل نیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا شوہر کے قول ''طلقی نفسک'' سے فرد حقیقی یعنی ایک طلاق بلا نیت ثابت ہو جائے گی اور فرد حکمی یعنی تین طلاق کا مجموعہ نیت سے ثابت ہوگا۔ یہ خیال رہے کہ لفظ طلقی نفسک سے تین طلاق کا مجموعہ عدد ہونے کی حیثیت سے واقع نہیں ہوگا بلکہ فرد ہونے کی حیثیت سے واقع ہوگا، اسی طرح تین طلاق کا مجموعہ لفظ طلقی کا مدلول ہونے کی وجہ سے واقع نہیں ہوگا بلکہ شوہر کے نیت کرنے کی وجہ سے واقع ہوگا۔ چنانچہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے طلقی نفسک کہا اور شوہر نے کوئی نیت نہ کی تو بیوی اپنے آپکو ایک طلاق دینے کی مجاز ہوگی کیوں کہ ایک فرد حقیقی ہے اور اگر شوہر نے تین کی نیت کی تو بیوی تین طلاق کی مجاز ہو جائے گی، کیوں کہ تین طلاق کا مجموعہ فرد حکمی ہے اور لفظ اس کا احتمال رکھتا ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اگر شوہر نے دو طلاق کی نیت کی تو بیوی اپنے آپکو دو طلاق دینے کی مجازہ نہ ہوگی اور شوہر کا دو طلاق کی نیت کرنا درست نہ ہوگا کیوں کہ دو کا عدد عددِ محض اور خاص عدد ہے، لفظِ طلقی کا نہ فردِ حقیقی ہے اور نہ فرد حکمی، اور لفظِ طلقی نہ دو پر دلالت کرتا ہے اور نہ دو کا احتمال رکھتا ہے، پس جب دو عددِ محض ہے اور صیغۂ امر نہ عدد و تکرار پر دلالت کرتا ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے تو لفظِ طلقی سے دو کی نیت کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ لیکن بیوی اگر باندی ہو تو شوہر کا لفظ طلقی سے دو طلاق کی نیت کرنا بھی درست ہے کیوں کہ جس طرح

آزادعورت تین طلاقوں سے مغلظہ بائنہ ہوجاتی ہے اسی طرح باندی دوطلاقوں سے مغلظہ بائنہ ہوجاتی ہے، پس جس طرح آزاد عورت کے حق میں تین طلاق کا مجموعہ فردِ حکمی ہے اسی طرح باندی کے حق میں دوطلاق کا مجموعہ فردِ حکمی ہے اور سابق میں گذر چکا ہے کہ لفظ سے فردِ حکمی کی نیت کرنا درست ہے لہٰذا بیوی اگر باندی ہو تو لفظ طلقی سے دوطلاق کی نیت کرنا بھی درست ہوگا۔ (قوت الاخیار)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل .....وهماسواء في ايجاب الحكم الاان الاول احق عندالتعارض يعنى ان كلا من العبارة والاشارةقطعى الدلالة على المراد لكن ترجح العبارة على الاشارةوقت التعارض:مثاله ۔(۱۵۷۔رحمانیہ)

عبارت النص اور اشارہ النص کی تعریف کرکے مثالوں سے واضح کریں۔ مذکورہ عبارت کی وضاحت مثال کے ذریعہ کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دوامور ہیں (۱) عبارۃ النص واشارۃ النص کی تعریف مع امثلہ (۲) عبارت کی وضاحت مع مثال۔

جواب ..... ① عبارۃ النص واشارۃ النص کی تعریف مع امثلہ:۔ تفصيله فى الشق الثانى من السوال الاول ۱۴۴۳ھ ۔

② عبارت کی وضاحت مع مثال:۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ عبارۃ النص واشارۃ النص دونوں قطعی طور پر اثبات وایجابِ حکم میں برابر ہیں یعنی دونوں میں سے ہرایک اپنی مراد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے البتہ اگر باہم دونوں میں تعارض ہوجائے تو پھر عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح دی جائیگی، اسکی مثال اکثر مدتِ حیض کا دس یوم ہونا ہے۔ اسکی وضاحت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں ناقصات العقل والدین ہیں، اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عقل کے اعتبار سے دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور دین کے اعتبار سے وہ آدھا زمانہ نہ نماز پڑھتی ہیں اور نہ روزے رکھتی ہیں۔ پس بطور اشارۃ النص معلوم ہوا کہ اکثر مدت حیض پندرہ دن ہے جبکہ اسکے معارض ایک حدیث ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اقل الحيض للجارية البكر والثيب ثلثة ايام وليا ليهنّ واكثره عشرة ايام" ۔ یہ حدیث عبارۃ النص کے طور پر اکثر مدت حیض دس یوم پر دلالت کرتی ہے، جب عبارۃ النص واشارہ النص میں تعارض ہوا تو ہم نے عبارۃ النص کو اشارۃ النص پر ترجیح دیتے ہوئے اکثر مدتِ حیض دس یوم کو قرار دیا۔

﴿الورقة الثالثة فى اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....وبطل شرط الولاء والترتيب والتسمية والنية فى اٰية الوضوء هذا تفريع ثان .....

عرّف الخاص و اذكر اقسامه ۔ اشرح التفريع المذكور شرحا واضحا ۔ اكتب اختلاف الائمة فى اشتراط الولاء و الترتيب و التسمية و النية فى آية الوضوء و عدم اشتراطها ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں: ① خاص کی تعریف ② خاص کی اقسام ③ تفریعِ مذکور کی تشریح ④ وضو میں ولاء، ترتیب، تسمیہ ونیت کی شرط لگانے میں ائمہ کا اختلاف۔ (ص۱۹۔رحمانیہ)

جواب ..... ① خاص کی تعریف:۔ خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفرادی طور پر کسی خاص ومعلوم معنی ومفہوم کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے ''انسان'' ایک خاص ومتعین جنس (حیوان ناطق) کے لئے موضوع ہے اور ''رجل'' ایک خاص ومتعین نوع کے لئے موضوع ہے اور ''زید'' ایک خاص ومتعین شخص کے لئے موضوع ہے۔

② خاص کی اقسام:۔ اسکی تین اقسام ہیں ① خاص الجنس: یعنی معنیٰ کے اعتبار سے اُسکی جنس خاص ہو اگرچہ مصداق متعدد ہوں جیسے انسان ② خاص النوع: یعنی معنیٰ کے اعتبار سے اُسکی نوع خاص ہو اگرچہ مصداق متعدد ہوں جیسے رجل ③ خاص العین: یعنی اُسکا مصداق معین شخص ہو اس میں شرکت کا احتمال نہ ہو البتہ متعدد اوضاع کی وجہ سے اُس میں شرکت ہوسکتی ہو جیسے زید، اسکو اخص الخاص بھی کہتے ہیں۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ و ④ تفریعِ مذکور کی تشریح اور وضو میں ولاء، ترتیب، تسمیہ ونیت کی شرط لگانے والے ائمہ کی نشاندہی:۔ اس تفریع کا حاصل یہ ہے کہ جب خاص واضح ہونے کی وجہ سے کسی بیان وتفسیر کا احتمال نہیں رکھتا تو آیتِ وضو **یٰایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الخ** میں ولاء، ترتیب، تسمیہ ونیت کی شرط لگانا باطل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مواظبت ودوام کی وجہ سے ولاء یعنی پے در پے مسلسل اعضاءِ وضو کو دھونا فرض ہے۔ اصحابِ ظواہر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ارشاد ''تسمیہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا'' کی وجہ سے تسمیہ فرض ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ارشاد **انّما الاعمال بالنیات** کی وجہ سے نیت فرض ہے اسلئے کہ وضو بھی ایک عمل ہے اور ترتیب بھی فرض ہے اسلئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک آدمی کی نماز کو قبول نہیں کرتے جب تک کہ وہ وضو کو اپنے مواقع میں نہ رکھے چنانچہ وہ اپنا چہرہ دھوئے اور پھر اپنے ہاتھ (بازو) دھوئے۔ اس حدیث میں ثُمّ ترتیب پر دال ہے، لہٰذا ترتیب فرض ہے۔

حنفیہ رحمہم اللہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ آیتِ وضو میں ولاء، تسمیہ، ترتیب ونیت کی شرط لگانا باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس آیت میں اعضاءِ اربعہ کے دھونے ومسح کا حکم دیا ہے اور یہ دونوں (غسل ومسح) لفظِ خاص ہیں جو معنی معلوم (پانی بہانا اور تر ہاتھ پھیرنا) کے لئے موضوع ہیں۔ پس ان تمام امور یعنی ولاء، تسمیہ، ترتیب ونیت کو شرط وفرض قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ خاص واضح ہونے کی وجہ سے بیان وتفسیر کا احتمال نہیں رکھتا، چونکہ یہ احادیث اخبارِ آحاد ہیں اس لئے ان کے ذریعہ کتاب اللہ کا نسخ بھی جائز نہیں ہے۔ پس مناسب یہ تھا کہ ان اعمال کو اخبارِ آحاد کی وجہ سے وضو میں واجب قرار دیا جائے جیسا کہ تعدیلِ ارکان کو نماز میں واجب قرار دیا گیا ہے مگر چونکہ وضو میں بالاتفاق کوئی واجب نہیں ہے (اس لئے کہ واجب عملاً فرض کے برابر ہوتا ہے کیونکہ اس کا تارک بھی فرض کے تارک کی طرح مستحقِ عقاب ہوتا ہے اور واجب عباداتِ مقصودہ میں سے ہے جبکہ وضو عبادتِ غیر مقصودہ ہے) اس لئے ہم نے کہا کہ یہ اعمال وضو میں مسنون ہیں۔ (قوت الاخیار ۲:۱۷)

الشق الثانی ..... **"وُجُوْبُ الْفِدْیَةِ فِی الصَّلٰوةِ لِلْاِحْتِیَاطِ" جَوَابُ سُوَالٍ مُقَدَّرٍ تَقْرِیْرُهٗ اَنَّ الْفِدْیَةَ فِی الصَّوْمِ لِلشَّیْخِ الْفَانِیْ لَمَّا کَانَتْ ثَابِتَةً بِنَصٍّ غَیْرِ مَعْقُوْلٍ یَنْبَغِیْ اَنْ تَقْتَصِرُوْا عَلَیْهِ وَ لَمْ تَقِیْسُوْا عَلَیْهِ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْهِ صَلَاةٌ مَعَ اَنَّکُمْ قُلْتُمْ : اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ وَعَلَیْهِ صَلٰوةٌ وَاَوْصٰی بِالْفِدْیَةِ یَجِبُ عَلَی الْوَارِثِ اَنْ یُّفْدِیَ بِعِوَضِ کُلِّ صَلَاةٍ مَا یُفْدٰی لِکُلِّ صَوْمٍ عَلَی الْاَصَحِّ۔ (بیان انواع القضاء)**

شکل العبارة وترجمها۔ اشرح السوال المذکور فی العبارة اوّلا ثم اجب عنه کما اجاب المصنف رحمۃ اللہ علیہ ثانیا۔ عرّف کل قسم من الاقسام الثلثة للقضاء واذکر مثالا لکل واحد منها۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ سوال وجواب کی وضاحت ④ قضاء کی اقسام کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② عبارت کا ترجمہ:۔ نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاط کی وجہ سے ہے یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ اسکی تقریر یہ ہے کہ روزے میں فدیہ شیخ فانی کیلئے چونکہ نص غیر معقول سے ثابت ہے اسلئے مناسب یہ ہے کہ تم اس حکم کو اسی پر منحصر کرو اور اس پر اس شخص کو قیاس نہ کرو جو اس حال میں مرا ہو کہ اس پر نماز فرض ہو حالانکہ تم نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص مرگیا اور اس پر نماز واجب ہوا اور اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو وارث پر واجب ہے کہ وہ اصح قول کے مطابق ہر نماز کے عوض وہ فدیہ دے جو ہر روزے کیلئے فدیہ دیا جاتا ہے۔

③ سوال وجواب کی وضاحت:۔ ماتن کی یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ شیخ فانی کیلئے روزے کا فدیہ ادا کرنا

خلافِ عقل وخلاف قیاس نصِ قرآنی (**و علی الذین یطیقونه فدیه طعام مسکین**) سے ثابت ہے اور جو چیز خلافِ قیاس کسی نص سے ثابت ہو اس پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا روزہ کے فدیہ پر قیاس کر کے نماز کا فدیہ واجب کرنا درست نہ ہوگا حالانکہ حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمہ فرض نمازیں ہوں اور یہ شخص فدیہ دینے کی وصیت کر جائے تو وارث پر واجب ہے کہ وہ میت کی طرف سے ہر نماز کے بدلے ایک فدیہ ادا کرے یہی صحیح قول ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک دن ایک رات کی تمام نمازوں کا ایک ہی فدیہ ادا کرے۔ بہر حال آپ نے نماز کو روزہ پر قیاس کر کے نماز کا وہی فدیہ واجب کیا ہے جو فدیہ شیخ فانی پر روزے کا واجب ہے۔ حالانکہ روزے کا فدیہ خلافِ قیاس ثابت ہے۔

جواب یہ ہی کہ قضا نماز کا فدیہ احتیاط کیوجہ سے واجب کیا گیا ہے، قیاس کی وجہ سے واجب نہیں کیا گیا اور یہ احتیاط اسلئے ہے کہ وہ نص (**وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین**) جو شیخ فانی کیلئے فدیہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے اسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ روزے کے ساتھ مخصوص ہو یعنی فدیہ کا حکم ایسی علت کے ساتھ معلول ہو جو علت روزے کے ساتھ خاص ہے یعنی فدیہ کے حکم کی علت خاص طور پر روزے سے عاجز ہونا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ فدیہ کا حکم ایسی علت کے ساتھ معلول ہو جو عام ہے یعنی وہ علت روزے میں بھی پائی جاتی ہو اور نماز میں بھی پائی جاتی ہو اس سے مراد مطلقا عجز ہے لہٰذا جب روزہ ادا کرنے سے عاجز ہونے کی صورت میں فدیہ مشروع کیا گیا ہے تو نماز ادا کرنے سے عاجز ہونے کی صورت میں بھی فدیہ مشروع ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے احتمال کی بنا پر نماز کا فدیہ واجب نہیں ہوتا اور دوسرے احتمال کی بنا پر نماز کا فدیہ بھی واجب ہوتا ہے، پس احتیاط پر عمل کرتے ہوئے نماز کا فدیہ واجب کر دیا گیا۔ شارحؒ نے احتیاط کے پہلو کو اس طرح پیش کیا کہ نماز روزے کی نظیر ہے کیوں کہ دونوں عبادت بدنیہ مقصودہ ہیں بلکہ نماز اپنی رفعت اور بلندی میں روزے سے زیادہ اہم ہے کیونکہ نماز بلا واسطہ حسن ہے اور روزہ اللہ کے دشمن نفس امارہ کو مغلوب و مقہور کرنے کے واسطہ سے حسن ہے ورنہ روزہ فی نفسہ قبیح ہے کیونکہ روزہ نفس کو بھوکا رکھنے کا نام ہے پس جب غیر اہم عبادت یعنی روزہ نہ رکھنے کی صورت میں فدیہ واجب ہے تو نماز جو اہم ہے اس کا فدیہ اداء کرنے کا حکم بدرجہ اولی دیا جائیگا۔ پس اگر نماز کا فدیہ نماز کی طرف سے بارگاہ خداوندی میں کافی ہو گیا تو بہتر ہے ورنہ اس کو صدقہ کا ثواب تو مل کر ہی رہے گا۔ نماز کا فدیہ چونکہ احتیاط کی وجہ سے واجب ہے نہ کہ قیاس کی وجہ سے، اسی لئے امام محمد نے زیادات میں فرمایا کہ ان شاء اللہ نماز کا فدیہ اس مرنیوالے کو کفایت کر جائے گا حالانکہ قیاسی مسائل مشیت پر کبھی معلق نہیں ہوتے، پس امام محمدؒ کا نماز کے فدیہ کو مشیتِ باری پر معلق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کا فدیہ احتیاط پر مبنی ہے، نہ کہ قیاس پر۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے وارث نے میت کی طرف سے بغیر اس کی وصیت کے قضا روزوں کا فدیہ دیدیا تو ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا فدیہ اس کی طرف سے مقبول ہوگا۔ اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ہمیں فدیہ کے قبول ہونے کی مکمل امید ہے۔ (قوت الاخیار)

④ قضاء کی اقسام کی وضاحت:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۱ھ۔**

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... **ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى الْاَصْلِ الَّذِیْ مَهَّدَهٗ فَقَالَ: وَلِهٰذَا كَانَ الرِّبَا وَسَائِرُ الْبُيُوْعِ الْفَاسِدَةِ وَصَوْمُ يَوْمِ النَّحْرِ مَشْرُوْعًا بِاَصْلِهٖ غَيْرَ مَشْرُوْعٍ بِوَصْفِهٖ لِتَعَلُّقِ النَّهْيِ بِالْوَصْفِ لَا بِالْاَصْلِ....**

ثُمَّ هٰهُنَا سُؤَالٌ مُقَدَّرٌ عَلٰى اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَ هُوَ اَنَّ بَيْعَ الْحُرِّ وَالْمَضَامِيْنِ وَالْمَلَاقِيْحِ وَنِكَاحِ الْمَحَارِمِ مِنَ الْاَفْعَالِ الشَّرْعِيَّةِ مَعَ اَنَّ هٰهُنَا لَمْ يَقَعْ عَلَى الْقُبْحِ لِغَيْرِهٖ، بَلْ عَلَى الْقُبْحِ لِعَيْنِهٖ عِنْدَكُمْ.

شکل العبارة وترجمها۔ ما هو الاصل الذی اشار الیه بقوله: ثم فرع علی الاصل....؟ ثم اوضح

مشروعية الربا والبيوع الفاسدة وصوم يوم النحر باعتبار الاصل دون الوصف كما اوضحها الشارح۔
اجب مما اورده الشارح بقوله:ثم هٰهنا سؤال مقدر۔(النهى عن الافعال الحسيةوعن الامور الشرعية)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں:① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ اصل کی نشاندہی ④ ربا بیوعِ فاسدہ وصوم یوم النحر کی اصل کے اعتبار سے مشروعیت ⑤ سوال وجواب کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فى السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ پھر مصنف نے جس اصل کی تمہید بیان کی تھی اس پر تفریع ذکر کی ہے چنانچہ فرمایا کہ اسی کی وجہ سے ربا اور تمام بیوعِ فاسدہ اور یوم النحر کا روزہ اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہیں اور اپنے وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہیں، اسلئے کہ نہی وصف کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، نہ کہ اصل کے ساتھ....

یہاں ایک سوال مقدر ہے جو امام ابوحنیفہؒ پر وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آزاد آدمی کی بیع، مضامین وملاقیح کی بیع اور محارم کے ساتھ نکاح افعال شرعیہ میں سے ہیں حالانکہ یہ تمام افعال قبح لغیرہ پر محمول نہیں ہیں بلکہ تمہارے نزدیک قبح لعینہ پر محمول ہیں۔

③ اصل کی نشاندہی:۔ شارحؒ فرماتے ہیں کہ اصل سے مراد مصنفؒ کا بیان کردہ یہ دعوی ہے کہ افعال شرعیہ پر وارد شدہ نہی قبح لغیرہ کا فائدہ دیتی ہے یعنی وہ افعال اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہوتے ہیں۔

④ ربا، بیوعِ فاسدہ وصوم یوم النحر کی اصل کے اعتبار سے مشروعیت:۔ مذکورہ اصل پر مصنفؒ نے چند تفریعی مسائل ذکر فرمائے ہیں چنانچہ فرمایا کہ بیعِ ربا، بیع فاسد اور یوم نحر کا روزہ اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہیں اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نہی کا تعلق وصف کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اصل کے ساتھ۔

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ بیع ربا یہ ہے کہ دونوں جانب میں مال ہو اور دونوں طرف کا مال جنس وقدر میں متحد ہو پھر احد العاقدین کیلئے زیادتی کی شرط ہو مثلاً ایک شخص کہے کہ میں تجھ کو ایک سو درہم اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تو مجھ کو ان کے عوض ایک سو بیس درہم ادا کرے گا اور وہ شخص قبول کرلے تو یہ بیع ربا ہے اور بیع ربا اپنی ذات واصل کے اعتبار سے مشروع ہے، کیونکہ بیع کی ذات عوضین ہیں اور وہ دونوں عوض مال ہونے کی وجہ سے محلِ بیع ہو سکتے ہیں اور ایجاب وقبول جو رکنِ بیع ہیں وہ بھی موجود ہیں، پس جب دونوں عوض محل بیع بھی ہیں اور رکن بیع بھی موجود ہے تو یہ بیع اپنی اصل وذات کے اعتبار سے مشروع وجائز ہوگی مگر چونکہ جنس اور قدر کے متحد ہونے کی صورت میں دونوں عوض میں مساوات وبرابری شرط ہے اور اس زیادتی کی شرط لگانے سے مساوات فوت ہو جاتی ہے اسلئے اس مشروط زیادتی کی وجہ سے بیع ربا فاسد ہوگی اور یہ مشروط زیادتی چونکہ بیع ربا میں تابع ہے اسلئے یہ وصف کے مانند ہوگی اور فساد وصف کے ساتھ متعلق ہوگا۔ بہرحال یہ ثابت ہوگیا کہ بیع ربا اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع وفاسد ہے اور جو چیز ذات کے اعتبار سے مشروع اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہو وہ قبیح لغیرہ ہوتی ہے لہٰذا بیع ربا قبیح لغیرہ ہوگی۔ یہی حال تمام بیوع فاسدہ کا ہے مثلاً ایسی شرط کے ساتھ بیع منعقد کی جائے جس کا عقد بیع تقاضہ نہ کرتا ہو اور اس شرط میں احد المتعاقدین یا معقود علیہ کا نفع ہو بشرطیکہ معقود علیہ اہلِ استحقاق میں سے ہو۔ (مثلاً ایک آدمی نے اپنا غلام اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ وہ غلام ایک ماہ تک اس کی خدمت کرے گا تو اس شرط میں بائع کا نفع ہے اور اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط کے ساتھ خریدا کہ بائع اس کا کرتہ سی کر دے گا تو اس میں مشتری کا نفع ہے اور اگر کسی نے اپنا غلام اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ مشتری تادم حیات اس غلام کو فروخت نہیں کرے گا تو اس میں معقود علیہ یعنی غلام کا نفع ہے کیوں کہ غلام بار بار بکنے کو پسند نہیں کرتا اور یہ معقود علیہ اہلِ استحقاق میں سے بھی ہے کیونکہ آدمی ہونے کی وجہ سے غلام کا مشتری پر نہ بیچنے کا حق ثابت ہو جائے گا اور وہ اپنے حق کو

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

حاصل کرنے کیلئے خصومت یعنی مقدمہ بھی دائر کرسکتا ہے)۔ بہرحال بیع فاسد اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع ہے اور شرطِ زائد جو وصف کے درجہ میں ہے اس کی وجہ سے غیر مشروع ہے لہٰذا بیع فاسد بھی قبیح لغیرہ ہوگی۔ اسی طرح یوم نحر کا روزہ اپنی ذات یعنی روزہ ہونے کے اعتبار سے مشروع ہے اور وصف یعنی ضیافتِ خداوندی سے اعراض کرنے کی وجہ سے غیر مشروع ہے لہٰذا یوم نحر کا روزہ بھی قبیح لغیرہ ہوگا۔ الغرض مذکورہ چیزوں میں سے ہر ایک میں نہی کا تعلق وصف کے ساتھ ہے، نہ کہ اصل کے ساتھ اور جہاں نہی کا تعلق وصف کے ساتھ ہو، اصل کے ساتھ نہ ہو وہاں قبح لغیرہ ہوتا ہے لہٰذا بیع ربا وغیرہ تمام چیزیں قبیح لغیرہ ہوں گی۔ (قوت الاخیار)

⑤ سوال وجواب کی وضاحت:۔ امام ابوحنیفہؒ پر وارد سوال مقدر یہ ہے کہ آزاد آدمی کی بیع، مضامین وملاقیح کی بیع اور محارم یعنی ماں نانی وغیرہ کے ساتھ نکاح افعالِ شرعیہ میں سے ہیں لیکن اس کے باوجود احناف کے نزدیک ان چیزوں پر وارد شدہ نہی قبیح لغیرہٖ نہیں ہوتی بلکہ قبح لعینہٖ پر محمول ہوتی ہے حالانکہ احناف کے نزدیک افعالِ شرعیہ پر وارد شدہ نہی قبح لغیرہٖ پر محمول ہوتی ہے۔

احناف کی طرف سے مصنفؒ نے جواب دیا کہ آزاد، مضامین وملاقیح کی بیع اور محارم کے نکاح پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ نفی سے مجاز ہے یعنی اس نہی سے مجازاً نفی مراد ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان صورۃً ومعنیً اتصال ہے۔

صورۃً تو اس لئے کہ نہی اور نفی دونوں میں حرف نفی موجود ہے اور معنیً اسلئے کہ دونوں میں اعدام یعنی کسی چیز کے معدوم ہونے کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پس جب نہی اور نفی کے درمیان مناسبت ہے تو نہی کو مجازاً نفی پر محمول کرنا درست ہے اور جب نہی کو مجازاً نفی پر محمول کیا گیا تو یہ قبح لعینہٖ پر محمول ہوگی کیونکہ نفی سے فعل منفی میں قبح لعینہٖ ثابت ہوتا ہے نہ کہ قبح لغیرہٖ اور جب یہاں نہی کو مجازاً نفی پر محمول کرنے کی وجہ سے قبح لعینہٖ قاعدہ کے مطابق ثابت ہوتا ہے تو اس سے حضرت امام ابوحنیفہؒ پر کوئی اعتراض واقع نہ ہوگا۔

مذکورہ امور پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ مجازاً نفی پر محمول ہے یعنی انشاء کا صیغہ (نہی) اخبار کے صیغہ (نفی) پر محمول ہے پس یہ نہی مجازاً نسخ ہوگی یعنی ان کی مشروعیت کے لئے نسخ ہوگی کیونکہ مذکورہ امور میں نہی کا محل معدوم ہے اس لئے کہ بیع کا محل مال ہے اور آزاد، مضامین اور ملاقیح مال نہیں ہیں اور نکاح کا محل حلال عورتیں ہیں اور محارم وہ عورتیں ہیں جو نص سے حرام قرار دی گئی ہیں پس جب مذکورہ امور میں بیع اور نکاح کا محل اصلاً معدوم ہے تو اس معدوم اصل کے ساتھ نفی متعلق ہوسکتی ہے نہ کہ نہی اور جب مذکورہ امور میں نہی وارد نہیں ہوسکتی اور نفی وارد ہوسکتی ہے تو مذکورہ امور میں وارد شدہ نہی کو مجازاً نفی پر محمول کیا جائے گا اور نفی کے ذریعہ چونکہ قبح لعینہٖ ثابت ہوتا ہے نہ کہ قبح لغیرہٖ، اس لئے مذکورہ امور میں بھی قبح لعینہٖ ثابت ہوگا اور قبح لغیرہٖ کا ثابت ہونا قاعدہ کے عین مطابق ہوگا۔

(نوٹ: ''ملاقیح'' **ملقوحة** کی جمع ہے بمعنی وہ منی کا نطفہ جو رحم مادر میں ہو۔

''حر'' سے مراد آزاد انسان ہے خواہ وہ اصلاً وپیدائشی طور پر آزاد ہو، خواہ آقا نے آزاد کیا ہو۔

''محارم'' وہ رشتہ دار جن سے نکاح حرام ہو خواہ قرابت کی وجہ سے محارم ہوں جیسے ماں، بہن، بیٹی خواہ مصاہرت یعنی سسرال کے لحاظ سے محارم ہوں جیسے موطوءہ کی ماں، بیٹی وغیرہ۔ ''مضامین'' **مضمونه** کی جمع ہے بمعنی وہ منی کا نطفہ جو باپ کی پشت میں ہو۔)

الشق الثانی.....اَمَّا الْمُشْتَرَكُ فَمَا يَتَنَاوَلُ اَفْرَادًا مُخْتَلِفَةَ الْحُدُوْدِ عَلٰى سَبِيْلِ الْبَدَلِ....وحُكْمُهُ التَّوَقُّفُ فِيْهِ بِشَرْطِ التَّأمُلِ لِيُتَرَجَّحَ بَعْضُ وُجُوْهِهٖ لِلْعَمَلِ بِهٖ.... وَلَا عُمُوْمَ لَهٗ اَیْ لِلْمُشْتَرَكِ عِنْدَنَا فَلَا يَجُوْزُ اِرَادَةُ مَعْنَيَيْهِ مَعًا وقَالَ الشَّافِعِیُّ: يَجُوْزُ اَنْ يُرَادَ بِهِ الْمَعْنَيَانِ مَعًا كَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ۔ (بيان المشترك) شكل العبارة واشرحها مع توضيح فوائد القيود الثلثة فی تعريف المشترك: افرادا، مختلفة الحدود، علٰی سبيل البدل۔ ما هو عموم المشترك وكيف استدل الامام الشافعی بالآية علٰی ما ذهب اليه؟ وما هو الجواب عن استدلاله۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح مع فوائدِ قیود ③ عمومِ مشترک کی تعریف اور اس میں اختلاف مع دلائل۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فى السوال آنفا ۔**

② عبارت کا تشریح مع فوائدِ قیود:۔ اس عبارت میں اولاً مشترک کی تعریف کی گئی ہے کہ مشترک وہ لفظ ہے جو علی سبیل البدل دو یا زائد ایسے معانی کیلئے موضوع ہو جو حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہوں اور ان معانی میں سے کسی ایک معنی کو ترجیح نہ ہو جیسے لفظ جاریہ کشتی اور لونڈی کے معنی میں مشترک ہے اور لفظِ عین چشمہ، آنکھ، سونا، آفتاب، مال اور جاسوس کیلئے موضوع ہے جن کی حقیقت مختلف ہے اور کسی ایک معنی کو ترجیح بھی حاصل نہیں ہے۔ اس تعریف میں ''یتناول افرادا'' کی قید سے خاص خارج ہو گیا کیونکہ وہ افراد کو شامل نہیں ہوتا بلکہ فرد کو شامل ہوتا ہے۔ ''مختلفۃ الحدود'' کی قید سے عام خارج ہو گیا کیونکہ اسکے افراد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ ''علی سبیل البدل'' کی قید بیانِ واقعہ کیلئے ہے یا امام شافعیؒ کے قول سے احتراز کیلئے ہے کیونکہ ان کے نزدیک مشترک اپنے افراد کو علی سبیل الشمول وعلی سبیل الاجتماع شامل ہوتا ہے۔ اس کے بعد مشترک کا حکم بیان کیا کہ اسکے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو ترجیح دینے کیلئے توقف کرنا اور اس معنی میں تأمل وغور وفکر کرنا ہے تاکہ اُس معنی پر عمل کیا جا سکے۔

اسکے بعد مابعد میں آنے والے عمومِ مشترک کے اختلاف کو بیان کیا گیا ہے۔

③ عمومِ مشترک کی تعریف اور اس میں اختلاف مع دلائل:۔ عمومِ مشترک یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں لفظِ مشترک کے متعدد معانی کو مراد لیا جائے، یعنی ایک لفظ سے ایک ہی زمانہ میں دو معنوں کا اس طور پر مراد ہونا کہ وہ دونوں ہی مراد اور مدارِ حکم ہوں جیسے لفظِ قروء کا معنی حیض وطہر دونوں ایک ہی وقت میں مراد لینا۔

عندالاحناف عمومِ مشترک ناجائز وباطل ہے، اگر معنی اوّل مراد ہے تو ثانی نہیں اور اگر معنی ثانی مراد ہے تو معنی اوّل مراد نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک عمومِ مشترک جائز ہے، دلیل آیت کریمہ **انّ اللّٰه وملٰئكته يصلّون على النبى** ہے اس آیت میں لفظِ صلوٰۃ مشترک ہے کیونکہ اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی نزولِ رحمت ہے اور اگر اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ استغفار ہے اور اس آیت میں ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں یہ دونوں معنی مراد لئے گئے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ عمومِ مشترک جائز ہے۔

حنفیہ کی طرف سے امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مؤمنین پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اقتداء واتباع واجب ہے اور یہ اُسی وقت درست ہو سکتا ہے جب صلوٰۃ سے ایسا معنی مراد لیا جائے جو سب کو عام وشامل ہو اور وہ معنیٰ اعتناءِ شان (متوجہ ہونا) ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ کی اعتناءِ شان کرتے ہیں یعنی آپ کی شان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لہٰذا اے ایمان والو تم بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ رہو اور یہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصورتِ نزولِ رحمت ہے اور فرشتوں کی طرف سے بصورتِ استغفار ہے اور مؤمنین کی طرف سے بصورتِ دعا ہے۔ الغرض آیت میں صلوٰۃ کا ایسا عام معنیٰ مراد ہے جو ان تمام معانی کو شامل ہے پس یہ عموم مجاز ہے، نہ کہ عموم مشترک۔ پس اس آیت کو عمومِ مشترک کی دلیل بنانا صحیح نہیں ہے (قوت الاخیار ۱:۳۵۷)

0313 6367972 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤٤٥ھ

الشق الاوّل .....الراوى ان عرف بالفقه والتقدم فى الاجتهاد كالخلفاء الراشدينؓ والعبادلة كان حديثه حجة يترك به القياس خلافا لمالك ۔ (اقسام السنة)

من المراد من العبادلة؟ اشرح العبارة المذكورة و حرّر اختلاف الائمة مدلّلا ۔

جواب ..... ① عبادلہ کا مصداق:۔ عبادلہ یہ عبدل کی جمع ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ بعض کے نزدیک ان میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

② عبارت کی تشریح وائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر خبر واحد کا راوی معروف بالفقہ ہے اور درجہ اجتہاد میں سب سے مقدم ہے تو ایسی خبرِ واحد حجت ہوگی اگر ایسی حدیث کا قیاس سے معارضہ ہوگیا تو قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا اور خبر واحد پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں خبرِ واحد کو چھوڑ دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ اس کی مثال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت **من حمل جنازة فليتوضا** ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو قیاس سے رد فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا دو خشک لکڑیاں اٹھانے سے ہمیں وضو لازم ہوتا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ خبرِ واحد اگر قیاس کے مخالف ہوجائے تو خبر واحد کو چھوڑ دیں گے اور قیاس پر عمل کریں گے۔

احناف کی جانب سے اس کا جواب دیا گیا کہ خبرِ واحد اپنی اصل کے ساتھ تو یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور خبرِ واحد میں جو شبہ ہے وہ نفسِ خبر میں نہیں بلکہ اس کے طریقِ وصول میں ہے بخلاف قیاس کے کہ وہ اپنی اصل سے ہی مشکوک ہے اور اپنی صفت کے اعتبار سے بھی (ممکن ہے کہ مجتہد سے قیاس کرنے میں نسیان چوک وغیرہ ہوگئی ہو) اور جب قیاس میں اس قدر ضعف ہے تو وہ خبرِ واحد کے ساتھ کسی بھی وقت مقابلہ نہیں کرسکتا ہے بلکہ خبرِ واحد کو قیاس کے مقابلہ میں راجح قرار دیا جائے گا۔

الشق الثانی ..... **فَرُكْنُ الْمُعَارَضَةِ تَقَابُلُ الْحُجَّتَيْنِ عَلَى السَّوَاءِ لَامَزِيَّةَ لِاِحْدٰهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ فِيْ حُكْمَيْنِ مُتَضَادَّيْنِ وَ شَرْطُهَا اِتِّحَادُ الْمَحَلِّ وَالْوَقْتِ مَعَ تَضَادِّ الْحُكْمِ وَحُكْمُهَا بَيْنَ الْاٰيَتَيْنِ اَلْمَصِيْرُ اِلَى السَّنَةِ۔**

شكل الحديث۔ عرّف المعارضة و بيّن شرائطها۔ اشرح حكم التعارض بين الآيتين و بين السنتين بين القياسين مع الامثلة۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل تین امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② تعارض کی تعریف وشرائط ③ تعارض بین الآیتین، بین السنتین اور بین القیاسین کا حکم۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فى السوال آنفا۔**

② تعارض کی تعریف وشرائط:۔ دو نصوص واحکام محل ووقت میں اتحاد کے ساتھ باہم متضاد وایک دوسرے کے خلاف ہوں، یعنی اگر ایک نص ایک چیز کیلئے محلل ہے تو دوسری نص اُسی چیز کیلئے محرم ہو۔ دو حکم و دلائل یعنی نصوص میں تعارض کے تحقق کیلئے کچھ شرائط ہیں: ① تعارض کا سب سے اعلیٰ وافضل رکن یہ ہے کہ وہ دونوں دلائل درجہ کے اعتبار سے مساوی اور برابر ہوں کسی ایک کو دوسری دلیل وحکم پر ذات وصفات کے اعتبار سے کوئی زیادتی حاصل نہ ہو مثلاً مفسر ومحکم میں تقابل وبرابری نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہوسکتا اسلئے کہ محکم مفسر سے افضل واعلیٰ ہے اس کو مفسر پر ترجیح ہوگی۔ ② اُن دونوں نصوص واحکام کے محل ووقت میں اتحاد ہو اور باہم دونوں حکم متضاد بھی ہوں، پس اگر محل میں یا وقت میں اتحاد نہ ہو یا باہم دونوں حکم متضاد نہ ہوں تو تعارض متحقق نہ ہوگا مثلاً زوجہ سے وطی حلال اور اسکی والدہ سے حرام ہے یہاں اتحادِ محل نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہے، شراب ابتداءِ اسلام میں حلال تھی اور بعد میں حرام ہوگئی یہاں اتحادِ وقت نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہے۔

0313 635 7913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ تعارض بین الآیتین، بین السنتین اور بین القیاسین کا حکم:۔ اگر دو آیتوں کے درمیان تعارض ومعارضہ ہوجائے تو حدیث وسنت کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسے قرآن کریم کی آیت **فاقرؤا ما تيسر من القرآن** اور **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا** باہم متعارض ہیں، اوّل آیت نمازی پر علی العموم قرأت کو لازم کرتی ہے اور دوسری آیت خاص صورت

میں اس کی نفی کرتی ہے حالانکہ مفسرین کی تصریح کے مطابق دونوں آیات کا تعلق نماز سے ہے پس دونوں آیات میں تعارض ہوا، ہم نے سنت کی طرف رجوع کیا تو آپ ﷺ کے ارشاد **من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ** سے یہ تعارض ختم ہوگیا کہ مقتدی قراءت نہ کرے بلکہ وہ خاموشی سے سنے۔ اگر دو حدیثوں وسنتوں کے درمیان تعارض ہوجائے تو پھر قیاس اور اقوالِ صحابہؓ کی طرف رجوع کیا جائے گا، اس کی مثال نمازِ کسوف کی روایات ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سورج گرہن کے موقع پر نماز ادا کی اور اس میں ایک رکوع اور دو سجدے کیے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکوع و دو سجدے کیے، پس ان میں تعارض ہوگیا تو اب قیاس کی طرف رجوع کیا اور قیاس یہ ہے کہ عام نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع و دو سجدے ہیں، لہٰذا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت کو قیاس کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔ اگر دو قیاسوں کے درمیان تعارض واقع ہوجائے تو تعارض کی وجہ سے دونوں قیاس ساقط نہ ہوں گے کہ استصحابِ حال پر عمل واجب ہو بلکہ مجتہد کو اختیار ہوگا کہ اُن دونوں قیاسوں میں سے اپنے دل کی شہادت واطمینان کے ذریعے جس قیاس پر عمل کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شہادتِ قلب وتحری شرط نہیں ہے بلکہ شہادتِ قلب کے بغیر ہی دونوں قیاسوں پر عمل ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ متعدد مسائل میں امام شافعیؒ سے ایک سے زائد اقوال منقول ہیں۔ (قوت الاخیار ۳:۴۷)

﴿سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم﴾

مکتبہ زکریا ملتان ◎ پاکستان
0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس تالیف کو اپنے جملہ محسنین کی طرف خصوصاً محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے طفیل بندہ کو ایمان کی دولت اور علم کی روشنی حاصل ہوئی۔ نیز اپنے والدین مرحومین اور اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ خصوصاً حضرت اقدس مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نوراللہ مرقدہ، خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیضِ عالم اور بے پایاں شفقت کے نتیجہ میں بندہ اس قابل ہوا کہ شائقین علومِ نبویہ کی خدمت میں یہ حقیر سا ہدیہ پیش کر سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے محسنِ انسانیت **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ اور جملہ محسنین کو بہتر سے بہتر جزاء عطاء فرمائے۔ اور اس تالیف کو قبول فرما کر ان تمام حضرات کی ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

العبد محمد یٰسین شاکر

اجمالی فہرست

پرچہ	نام کتاب	صفحہ نمبر
پہلا پرچہ	تفسیر وحدیث (سورۂ یونس تا قصص، ریاض الصالحین)	۰۴
دوسرا پرچہ	گزشتہ سالوں میں کنزالدقائق کے نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پرچے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔	-
تیسرا پرچہ	اصول فقہ (نورالانوار)	۹۵
چوتھا پرچہ	نحو (شرح جامی)	۱۸۷
پانچواں پرچہ	ادب عربی (مقامات حریری، معلم الانشاء)	۲۵۹
چھٹا پرچہ	منطق وبلاغہ (قطبی، دروس البلاغہ، البلاغۃ الواضحۃ)	۳۲۷

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الرابعة : فی النحو(شرح ملا جامی)﴾

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... اَلْمَرْفُوْعَاتُ هُوَ اَیِ الْمَرْفُوْعُ الدَّالُ عَلَیْهِ الْمَرْفُوْعَاتُ لِاَنَّ التَّعْرِیْفَ اِنَّمَا یَکُوْنُ لِلْمَاهِیَةِ لَا لِلْاَفْرَادِ مَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِیَّةِ اَیْ عَلَامَةُ کَوْنِ الْاِسْمِ فَاعِلًا وَهِیَ الضَّمَّةُ وَالْوَاوُ وَالْاَلِفُ وَالْمُرَادُ بِاشْتِمَالِ الْاِسْمِ عَلَیْهَا اَنْ یَکُوْنَ مَوْصُوْفًا بِهَا لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا اَوْ مَحَلًّا وَلَا شَکَّ اَنَّ الْاِسْمَ مَوْصُوْفٌ بِالرَّفْعِ الْمَحَلِّیِّ اِذْ مَعْنَی الرَّفْعِ الْمَحَلِّیِّ اَنَّهٗ فِیْ مَحَلِّ لَوْکَانَ ثَمَّةَ مُعْرَبٌ لَکَانَ مَرْفُوْعًا لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا فَکَیْفَ یُخْتَصُّ الرَّفْعُ بِمَاعَدَا الرَّفْعِ الْمَحَلِّیِّ وَهُوَ یَبْحَثُ مَثَلًا عَنْ اَحْوَالِ الْفَاعِلِ اِذَا کَانَ مُضْمَرًا مُتَّصِلًا۔

عبارت پر اعراب لگا کر مکمل تشریح کریں۔ مرفوعات کے بارے میں لکھیں کہ وہ کتنے اور کون کون سے ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مرفوعات کی تعداد و تعیین۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ مرفوعات کی بحث کو شروع کرتے ہوئے اسم مرفوع کی تعریف ذکر کر رہے ہیں کہ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔

"ای المرفوع الخ" کہہ کر علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کا جواب دیا ہے۔ سوال کی تقریر یہ ہے کہ **ھو** ضمیر کا مرجع مرفوعات ہے یا مرفوع ہے، بہر حال دونوں احتمال باطل ہیں پہلا احتمال اس لئے باطل ہے کہ راجع مرجع کے درمیان افراد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت نہیں رہے گی اس لئے کہ ضمیر مفرد ہے اور مرفوعات جمع ہے اور ضمیر مذکر کی ہے اور مرفوعات مؤنث ہے۔ دوسرا احتمال اس لئے باطل ہے کہ اگر ضمیر کا مرجع مرفوع ہو تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا کیونکہ ماقبل میں مرفوع کا ذکر نہیں گزرا۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ **ھو** ضمیر کا مرجع المرفوع ہے جو کہ المرفوعات کے ضمن سے سمجھا جاتا ہے اور ضمنی مذکور کی طرف ضمیر لوٹانا صحیح ہے جیسے **اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی** اس میں **ھو** ضمیر کا مرجع **عدل** ہے جو کہ **اعدلوا** کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے اس صورت میں کوئی اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔ باقی **ھِیَ** ضمیر لا کر المرفوعات کو مرجع اس لئے نہیں بنایا کہ المرفوعات جمع ہے اور جمع میں افراد ملحوظ ہوتے ہیں۔ تو اس صورت میں افراد کی تعریف لازم آتی ہے حالانکہ تعریف افراد کی نہیں ہوتی بلکہ ماہیت کی ہوتی۔

"ای علامة کون الاسم الخ" کہہ کر علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے علم کے معنی کی تعیین کی ہے کہ اس جگہ علم بمعنی علامت ہے اور نیز اعتراض کو رفع کیا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا علم الفاعلیۃ کہنا اختصار کے منافی ہے اسے چاہئے تھا کہ بجائے علم الفاعلیۃ کہنے کے علم الفاعل کہتے اس لئے کہ فاعل بنسبت فاعلیۃ کے مختصر ہے، جواب کا حاصل یہ ہے کہ صاحبِ کافیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یاء مصدریہ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ رفع اسم کے فاعل ہونے کی علامت ہے ذاتِ فاعل کی علامت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ذاتِ فاعل تو رفع کے بغیر بھی پائی جاتی ہے جیسے **رایت زیدا۔**

"وھی الضمة الخ" سے فاعلیت کی علامت کے مصداق کو بیان کیا کہ وہ تین علامتیں ہیں ① ضمہ ② الف ③ واؤ۔

"والمراد باشتمال الخ" سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک اعتراض کو رفع کرنا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اشتمال کی کئی قسمیں ہیں ① اشتمال الکل علی الجزء ② اشتمال الظرف علی المظروف ③ اشتمال ذی الحال علی الحال ④ اشتمال الموصوف علی

031-6257913 maktabaanwarsultan@gmail.com

الصفت ۔ یہاں اشتمال سے کونسا اشتمال مراد ہے؟ تو علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں اشتمال سے مراد اشتمال الموصوف علی الصفت ہے۔ گویا کہ اسم موصوف ہے اور علم الفاعلیۃ صفت ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح صفت موصوف کے بعد ہوتی ہے اسی طرح فاعلیت کی علامت بھی اسم کے بعد ہوتی ہے۔

ولاشك ان الاسم موصوف الخ سے علامہ جامیؒ کی غرض بعض شارحین پر ردّ کرنا ہے کہ بعض شارحین نے سوالِ مذکور (مرفوع کی تعریف جامع نہیں ہے اسلئے کہ یہ تعریف **قام هٰؤلاء** میں واقع **هٰؤلاء** پر صادق نہیں ہے اسلئے کہ وہ لفظاً وتقدیراً فاعلیت کی علامت پر مشتمل نہیں ہے) کا جواب اس طرح دیا کہ **ما اشتمل علیٰ علم الفاعلیة** یہ مطلق مرفوع کی تعریف نہیں ہے بلکہ یہ مرفوع لفظی یا تقدیری کی تعریف ہے چونکہ **قام هٰؤلاء** میں واقع **هٰؤلاء** نہ لفظاً مرفوع ہے اور نہ تقدیراً مرفوع ہے۔ اسلئے اس پر تعریف کا صادق نہ آنا یہ تعریف کی جامعیت کیلئے مضر نہیں ہے کیونکہ یہ معرَّف کا فرد ہی نہیں ہے۔

علامہ جامیؒ نے اُن پر ردّ کیا کہ فاعل واخواتہ جس طرح معرب ہوتے ہیں اِسی طرح مبنی بھی ہوتے ہیں چنانچہ آگے چل کر مصنفؒ اُس فاعل کے احوال سے بحث کریں گے جو ضمیر متصل ہو اور ظاہر ہے کہ ضمیر متصل مبنی ہے معرب نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُس کا رفع محلی ہے لفظی یا تقدیری نہیں ہے لہٰذا یہ کہنا کہ معرَّف وہ مرفوع ہے جو لفظاً یا تقدیراً مرفوع ہو یہ درست نہیں ہے بلکہ معرَّف مطلق مرفوع ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ہو یا محلی ہو۔

③ مرفوعات کی تعداد ونشاندہی:۔ مرفوعات کی کل آٹھ قسمیں ہیں ① فاعل ② مفعول مالم یسم فاعلہ ③ مبتداء ④ خبر ⑤ اِن اور اسکے متشابہات کی خبر ⑥ کان اور اسکے متشابہات کا اسم ⑦ لائے نفی جنس کی خبر ⑧ ماولا مشابہ بلیس کا اسم۔

الشق الثانی.....**وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ لَفْظِيَةٍ اَوْ عَقْلِيَةٍ جَوَازًا اَیْ حَذْفًا جَائِزًا وَقَدْ يَجِبُ حَذْفُهٗ اِذَا قُطِعَ النَّعْتُ بِالرَّفْعِ نَحْوُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَهْلُ الْحَمْدِ اَیْ هُوَ اَهْلُ الْحَمْدِ كَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ اَیْ هٰذَا الْهِلَالُ وَاللّٰهِ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں۔ وضاحت کریں۔ **الحمد لله اهل الحمد** میں مبتدأ کا حذف کرنا کیوں واجب ہے؟ اور یہ کہ **الهلال والله** از قسم حذف المبتدأ ہے از قسم حذف الخبر نہیں ہے یہ کیوں؟ پوری تفصیل لکھیں۔ (ص ۷۷۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) **الحمد لله اهل الحمد** میں مبتداء کے حذفِ وجوبی کی وجہ (۴) **الهلال والله** میں حذفِ مبتداء کی وجہ۔

جواب.....① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ عبارتِ مذکور کا حاصل یہ ہے کہ کبھی مبتداء کو قرینہ لفظیہ وعقلیہ کے پائے جانے کے وقت جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے مستہل کا قول **الهلال والله** یہ مبتداء محذوف **هٰذا** کی خبر ہے، تقدیرِ عبارت **هذا الهلال والله** ہے۔ لفظیہ وعقلیہ کا اضافہ کر کے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وہم کو دفع کیا ہے وہ وہم یہ ہے کہ شاید قرینہ سے مراد فقط قرینہ لفظیہ ہو اس لئے کہ قرینہ سے متبادر وہی ہوتا ہے تو شارح رحمۃ اللہ علیہ نے لفظیہ وعقلیہ کا اضافہ کر کے بتلا دیا کہ قرینہ سے مراد فقط قرینہ لفظیہ نہیں ہے بلکہ قرینہ میں تعمیم ہے خواہ لفظیہ ہو یا عقلیہ ہو۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

"ای حذفا" کہہ کر بھی شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال کی تقریر یہ ہے کہ جوازاً یہ یحذف کا مفعول مطلق ہے حالانکہ اس میں مفعول مطلق کی فعل مذکور کے معنی پر مشتمل ہونے والی شرط نہیں پائی جاتی ہے کیونکہ یہاں یحذف کا معنی جوازاً پر مشتمل نہیں ہے۔ **ای حذفا** کہہ کر شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جوازاً یہ یحذف کا مفعول مطلق باعتبار موصوف محذوف کے ہے اور وہ موصوف محذوف حذفاً ہے۔ جائزاً کہہ کر بھی ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جوازاً کو حذفاً کی صفت بنانا

درست نہیں اس لئے کہ صفت موصوف پر محمول ہوتی ہے اور یہاں پر جواز اً کا حمل حذف پر درست نہیں ہے کیونکہ حذف جائز ہوتا ہے نہ کہ جواز۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جائز اً کہہ کر اشارہ کیا کہ یہاں پر جواز جائز اً کے معنی میں ہے لہٰذا اس کو حذفاً کی صفت بنانا جائز ہے۔ **قد یجب الخ** کی عبارت سے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وہم کو دور کر دیا، وہم کی تقریر یہ ہے کہ شاید ہر جگہ جوازی طور پر ہی مبتداء کا حذف جائز ہے تو شارح رحمۃ اللہ علیہ نے بتادیا کہ نہیں بلکہ بسا اوقات مبتداء کا حذف واجب بھی ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حذف وجوبی کہاں ہوتا ہے تو ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دو صورتیں ذکر کی ہیں ① نعت کو منعوت سے قطع کر کے مرفوع پڑھا جائے جیسے **الحمد لله اهل الحمد** اس میں **اهل الحمد** یہ دراصل اللہ کی نعت ہے مگر اسکو منعوت سے جدا کر لیا گیا بایں طور کہ اسکو **هو** مبتداء محذوف کی خبر بنا کر مرفوع پڑھا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے **الحمدلله هو اهل الحمد** اسی طرح مستہل کا قول **الهلال والله** اصل میں **هذا الهلال والله** ہے۔

③ **الحمد لله اهل الحمد** میں مبتداء کے حذف وجوبی کی وجہ:۔ عبارت مذکورہ میں مبتداء کا حذف اس لئے واجب ہے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ دراصل صفت تھی مدح اور دم کی زیادتی کے قصد سے اسکو منعوت سے قطع کیا گیا اس لئے کہ جب نعت کو منعوت سے قطع کر کے منعوت کے اعراب کے خلاف مرفوع پڑھیں گے تو سامع یک لخت متوجہ ہوگا کہ نعت کو منعوت کے اعراب کے خلاف مرفوع پڑھنے میں کوئی نہ کوئی راز ہے تو وہ متکلم کی کلام کو غور سے سنے گا۔ اگر مبتداء کو ظاہر کر دیا جائے تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا اس لئے اس صورت میں مبتداء کو حذف کرنا واجب ہے۔

④ **الهلال والله** میں حذفِ مبتداء کی وجہ:۔ **الهلال والله** مبتداء محذوف کی مثال ہے اسمیں خبر محذوف نہیں ہے اس لئے کہ اگر ہم اسمیں خبر کو حذف مانیں تو مستہل کا مقصود فوت ہو جائے گا کیونکہ مستہل کا مقصود شئی کو اشارہ سے متعین کر کے اس پر ھلالیت کا حکم لگانا ہے تا کہ چاند دیکھنے کی کوشش کرنے والے اس کی طرف متوجہ ہوں اور وہ بھی چاند دیکھ لیں جیسا کہ اس شخص نے چاند دیکھ لیا ہے اور یہ مقصد صرف حذفِ مبتداء کی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے حذفِ خبر کی صورت میں یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... **وَنَحْوُ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِأَةَ جَلْدَةٍ اَلْفَاءُ فِيْهِ مُرْتَبِطَةٌ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ لِكَوْنِ الْاَلِفِ وَاللَّامِ فِی الزَّانِيَةِ وَالزَّانِیْ مُبْتَدَأً مَوْصُوْلًا فِيْهِ مَعْنَى الشَّرْطِ وَاِسْمِ الْفَاعِلِ الَّذِیْ هُوَ صِلَتُهٗ كَالشَّرْطِ فَخَبَرُ الْمُبْتَدَأِ كَالْجَزَاءِ وَالْفَاءُ الدَّاخِلَةُ عَلَيْهِ مُرْتَبِطَةٌ بِالشَّرْطِ لِدَلَالَتِهَا عَلٰى سَبَبِيَّتِهٖ لِلْجَزَاءِ۔** (ص ۱۱۳)

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔ آیت **الزانية والزانی** میں امام سیبویہ کا مذہب بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) **الزانية والزانی** میں امام سیبویہ کا مذہب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ ماقبل کی عبارت میں مصنف نے ایک سوال نقل کیا ہے اور اس عبارت سے میں اس سوال کا جواب دیا ہے۔

0313 6357913 makkahazakariyamultan@gmail.com

سوال کی تقریر یہ ہے کہ ابھی ماقبل میں آپ نے یہ ضابطہ بیان کیا کہ وہ فعل جو اسم مذکور کی ضمیر یا اسکے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو تو اگر وہ فعل امر یا نہی ہو تو اس اسم مذکور کو نصب دینا مختار ہے اور آیت کریمہ **الزانية والزانی فاجلدوا** بھی اس قاعدہ کے تحت داخل ہے مگر قراءِ سبعہ اسکے رفع پر متفق ہیں تو نحویوں کا بیان کردہ ضابطہ اس آیت کے ذریعہ منقوض ہے۔ اس نقض کو دور کرنے کیلئے اور آیت کریمہ کو مذکورہ ضابطہ سے خارج کرنے کیلئے نحویوں نے جو حیلے اختیار کئے ہیں اس عبارت میں ان حیلوں کو ذکر کر رہے ہیں جو کہ ضابطہ پر پیدا شدہ سوال کا جواب ہے۔ جواب کی توضیح یہ ہے کہ امام مبرد کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد

الزانية والزانی الخ میں جوفاء ہے یہ فاء شرط کے معنی میں ہے یعنی یہ فاء جزائیہ ہے جو اپنے مدخول کو شرط کے ساتھ ربط دینے کیلئے ہے۔اسلئے کہ **الزانية** کا الف لام **الذی** اسم موصول کے معنی میں ہے اور اسم فاعل اسکا صلہ ہے۔موصول اپنے صلہ سے ملکر مبتداء متضمن معنی شرط ہے۔کیونکہ جب مبتداء اسم موصول ہو اور اسکا صلہ فعل یا ظرف ہو تو وہ مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور فعل اور ظرف شرط کی مانند ہوتے ہیں۔پس اس قول میں اسم فاعل جو کہ موصول کا صلہ ہے وہ شرط کی مانند ہے، اسلئے کہ یہ فعل کے معنی میں ہے۔اور **فاجلدوا الخ** (مبتداء کی خبر) یہ جزاء کی مثل ہے اور اس پر فاء داخل ہے۔یہ فاء خبر کو شرط کے ساتھ ربط دینے کیلئے ہے۔اسلئے کہ یہ فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزاء کا سبب ہے۔اور یہ امر مسلّم ہے کہ اس جیسی فاء کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا لہٰذا تسلیط ممتنع ہوئی۔جب تسلیط ممتنع ہوئی تو یہ قول ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہ ہوا۔لہٰذا ابتداء کی بناء پر رفع واجب ہوگا۔

③ **الزانية والزانی میں امام سیبویہ کا مذہب:۔ الزانية والزانی الخ** کے متعلق امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ اس آیت میں دو جملے ہیں۔اس لئے کہ **الزانية** مبتداء ہے اسکا مضاف محذوف ہے جو کہ ''حکم'' ہے اور **الزانی** یہ **الزانية** پر معطوف ہے اور اسکی خبر محذوف ہے جو کہ **فیما یتلٰی علیکم بعد** ہے۔اصل عبارت یوں تھی **حکم الزانية والزانی فیما یتلٰی علیکم بعد** اور **فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة** یہ دوسرا جملہ ہے حکم موعود کو بیان کرنے کے لئے اور سیبویہ کے نزدیک بھی فاء سببیۃ کے لئے ہے۔جملہ ثانیہ کی تقدیر اس طرح ہے۔**ان ثبت زناهما فاجلدوا کل واحد منهما** اور جب یہ آیت مستقل دو جملے ہیں تو تسلیط ممتنع ہوئی۔اس لئے کہ ایک جملے کا جزء دوسرے جملہ کے جزء کے اندر عمل نہیں کرسکتا۔جب تسلیط ممتنع ہوئی تو یہ قول ضابطہ مذکورہ کے تحت داخل نہ ہوا۔لہٰذا اس قول کے مطابق بھی الزانیۃ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

الشق الثانی.....**و من ثم لم یجز فی ما زید بقائم أو قائما و لا ذاهب عمرو الا الرفع.**

مذکورہ عبارت کس قاعدے پر تفریع ہے؟ قاعدہ ذکر کر کے تفریع کی وضاحت کریں۔نکرہ کے معرفہ سے بدل ہونے کی شرط اور اس کی وجہ لکھیں۔اسمِ ظاہر ضمیر سے بدل بن سکتا ہے یا نہیں؟ بطرزِ شارح مفصل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① متفرع علیہ قاعدہ کی نشان دہی وتفریع کی وضاحت ② نکرہ کے معرفہ سے بدل ہونے کی شرط ووجہ ③ اسمِ ظاہر کے ضمیر سے بدل ہونے کی وضاحت۔

جواب..... ① **متفرع علیہ قاعدہ کی نشان دہی وتفریع کی وضاحت:۔** ماقبل میں ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ جو احوال معطوف علیہ کو عارض ہوتے ہیں حرفِ عطف کی وجہ سے وہی احوال معطوف کو بھی عارض ہوتے ہیں یعنی جو امور معطوف علیہ کے لیے جائز وناجائز ہوتے ہیں یعینہٖ وہی امور معطوف کے لیے بھی جائز وناجائز ہوتے ہیں۔اس ضابطہ پر تفریع قائم کی کہ **ما زید بقائم یا ما زید قائما و لا ذاهب عمرو** میں **عمرو** پر رفع متعین ہے اس میں **بقائم یا قائما** پر عطف کرتے ہوئے نصب یا جر جائز نہیں ہے، اسلئے کہ نصب وجر کی صورت میں یہ بذریعہ عطف **زید** کی خبر ہوگا حالانکہ **ذاهب کا زید** کی خبر واقع ہونا ممتنع ہے، اسلئے کہ معطوف علیہ یعنی **قائم** میں ضمیر ہے جو **ما** کے اسم یعنی **زید** کی طرف راجع ہے اور معطوف یعنی **ذاهب** ضمیر سے خالی ہے کیوں کہ یہ **عمرو** کی خبر مقدم ہے اور یہ **عطف الجملة علی الجملة** کے قبیل سے ہے، نہ کہ **عطف الخبر علی الخبر** کے قبیل سے۔

② **نکرہ کے معرفہ سے بدل ہونے کی شرط ووجہ:۔** نکرہ کے معرفہ سے بدل ہونے کی شرط یہ ہے کہ نکرہ کی کوئی صفت لائی جائے اسلئے کہ صفت نکرہ کو معرفہ کے قریب پہنچادیتی ہے لہٰذا بدل جو نکرہ ہونے کی وجہ سے مبدل منہ سے انقص ہے وہ صفت کی وجہ سے مبدل منہ کے مساوی ہو جائے گا، لہٰذا بدل ومبدل منہ دونوں مساوی ہونے سے ترکیب درست ہو جائے گی، جیسے **لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ**۔

③ **اسمِ ظاہر کے ضمیر سے بدل ہونے کی وضاحت:۔** اسمِ ظاہر ضمیرِ غائب کے علاوہ کسی اور ضمیر (مخاطب ومتکلم) سے بدل الکل نہیں بن سکتا،

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

البتہ ضمیر غائب سے بدل الکل بن سکتا ہے جیسے **ضربته زيدا**۔ اسلئے کہ ضمیر مخاطب ومتکلم دلالت کے اعتبار سے اسمِ ظاہر سے اقویٰ واخص ہیں، پس اگر اسم ظاہر کو ان سے بدل الکل بنایا جائے تو مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئے گا حالانکہ بدل الکل اور مبدل منہ کے مدلول میں عینیت ہوتی ہے، لہٰذا اسم ظاہر کا ضمیرِ مخاطب ومتکلم سے بدل الکل بننا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اسمِ ظاہر کا بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط بننا درست ہے کیوں کہ ان میں بدل کا مدلول بعینہٖ مبدل منہ کا مدلول نہیں ہوتا جیسے **اشتريتك نصفك، اشتريتني نصفي** (بدل البعض کی مثالیں)، **اعجبتني علمك، اعجبتك علمي** (بدل الاشتمال کی مثالیں) اور **ضربتك الحمار، ضربتني الحمار** (بدل الغلط کی مثالیں)۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... وَاِذَا اُضِيْفَ الْاِسْمُ الصَّحِيْحُ اَوِ الْمُلْحَقُ بِهٖ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كُسِرَا اٰخِرُهُ وَالْيَاءُ مَفْتُوْحَةٌ اَوْ سَاكِنَةٌ۔

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔ صحیح اور ملحق بالصحیح کی تعریف کریں اور وجہ الحاق لکھیں۔ یا کے فتح اور سکون میں سے کون سا اصل اور کون سا غیر اصل ہے وضاحت کریں۔ (ص ۱۷۴۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) صحیح اور ملحق بالصحیح کی تعریف (۴) الحاق کی وجہ (۵) یاءِ متکلم کے فتح اور سکون میں سے اصل کی تعیین۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ ان تغیرات کے متعلق ضوابط بیان کر رہے ہیں جو تغیرات اسم کی یاءِ متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں۔ اس ضابطہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کو یاءِ متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اس اسم کے آخر کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیا جاتا ہے اور خود یاء پر دو اعراب جائز ہیں ① یاء کا فتح ② یاء کا سکون۔

③ صحیح اور ملحق بالصحیح کی تعریف:۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کی تعریف یہ ذکر فرمائی ہے کہ صحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو جیسے **زيد** عام ہے کہ شروع میں یا درمیان میں حرفِ علت ہو یا نہ ہو۔ اور ملحق بالصحیح وہ اسم ہے جس کے آخر میں واؤ یا یاء ہوں جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے **دلو، ظبي**۔

④ الحاق کی وجہ:۔ وہ اسم جس کے آخر میں واؤ ماقبل ساکن یا یاء ماقبل ساکن ہو اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ حرفِ علت جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اس لئے کہ سکون کی خفت حرکت کے ثقل کے معارض ہو جائے گی اسی وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔ دوسری وجہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ حرفِ علت جو سکون کے بعد واقع ہو وہ اس حرفِ علت کی مثل ہے جو سکوت کے بعد واقع ہو یعنی ابتداء میں واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی طرح وہ حرف جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر بھی حرکت ثقیل نہیں ہوتی اس وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔

⑤ یاءِ متکلم کے فتح اور سکون میں سے اصل کی تعیین:۔ یاءِ متکلم کو مفتوح اور ساکن پڑھنے کے جواز میں سب کا اتفاق ہے البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ یاءِ متکلم مضاف الیہ میں فتح وسکون میں سے اصل کون ہے بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ سکون اصل ہے اور بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ فتح اصل ہے لیکن علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فتح اصل ہے۔ اس لئے کہ وہ کلمہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہوتی ہے تاکہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے نہ حقیقۃً نہ حکمًا۔ حقیقۃً تو اس وقت لازم آئے گی جب وہ شروع میں ہو اور حکمًا تب لازم آئے گی جب وہ شروع کلام میں نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مستقل کلمہ ہے اگر اس کو ساکن پڑھا جائے تو ابتداء بالسکون حکمی ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرف واحد پر ہے اس میں حرکت اصل ہے۔ پھر وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرکت پر ہو اس میں اخف الحرکات ہونے کی وجہ سے اصل فتح ہے اسی وجہ سے یاء پر فتح اصل ہوا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....واذا اکد الضمیر المرفوع المتصل بارزًا کان او مستترابالنفس والعین ای اذا اردید تاکیده بهما اکد ذلك الضمیر اولًا بمنفصل ثم بالنفس والعین مثل ضربت انت نفسك۔(ص۱۹۳۔امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔ یہاں تین قیود ہیں **المرفوع، المتصل، بالنفس والعین** ان قیود کے فوائد بیان فرمائیں۔**تاکید بالمنفصل اولًا** کی علت بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) قیودِ ثلاثہ کے فوائد (۳) **تاکید بالمنفصل اولا** کی علت۔

جواب ..... ① عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید مقصود ہو تو پہلے اس ضمیر مرفوع متصل کو ضمیر منفصل کے ساتھ مؤکد کریں گے پھر لفظِ نفس اور عین سے اسکی تاکید لائیں گے جیسے **ضربت انت نفسك** اسمیں اولاً "تَ" ضمیر متصل کی **انت** ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے پھر **نفسك** کے ذریعہ اسکی تاکید لائی گئی ہے۔ لہٰذا بلا تاکید **ضربت نفسك** کہنا درست نہ ہوگا۔

② قیودِ ثلاثہ کے فوائد:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ضمیر کو المرفوع کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے کہ اگر ضمیر منصوب یا مجرور کو لفظ نفس اور عین کے ساتھ مؤکد کیا جائے تو پہلے اسکی ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لانا ضروری نہیں ہے جیسے **ضربتك نفسك** اور **مررت بك نفسك** اسی طرح ضمیر کو متصل کی قید کے ساتھ مقید کیا ہے اس لئے کہ اگر ضمیر مرفوع منفصل کی نفس اور عین کے ساتھ تاکید لائی ہو تو اسکو بھی پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ مؤکد کرنا ضروری نہیں ہے جیسے **انت نفسك قائم** اور اسی طرح نفس اور عین کے لفظ کو ذکر کیا ہے کہ اگر ان کے علاوہ کلمات مثلاً **کلٌّ اجمع** وغیرہ سے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے تو اسکو منفصل کے ساتھ مؤکد کرنا ضروری نہیں ہے جیسے **القوم جاء ونی کلهم اجمعون**۔

③ **تاکید بالمنفصل اوّلًا** کی علت:۔ منفصل کے ساتھ تاکید لانے کی شرط اسلئے لگائی کہ اگر پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے تو بعض صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً جب ضمیر مرفوع متصل مستتر کی تاکید لفظِ نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے جیسے **زید اکرمنی هو نفسه** اس میں اگر پہلے ضمیر مرفوع منفصل یعنی **هو** کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے اور **زید اکرمنی نفسه** کہا جائے تو معلوم نہ ہوگا کہ **نفسه، اکرم** کا فاعل ہے یا اس میں جو ضمیر مستتر ہے وہ فاعل ہے اور یہ اسکی تاکید ہے۔ چونکہ اس صورت میں التباس لازم آتا ہے اس التباس سے بچنے کیلئے اولاً تاکید لائی جائیگی لہٰذا باقیوں کو اس پر قیاس کیا جائے گا تاکہ سارے باب کا حکم ایک ہو جائے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....وَنَحْوُ قَضِيَّةٌ أَيْ هٰذِهِ قَضِيَّةٌ وَلَا أَبَاحَسَنٍ لَهَا أَيْ لِهٰذِهِ الْقَضِيَّةِ، هٰذَا جَوَابُ دَخْلٍ مُقَدَّرٍ عَلٰى قَوْلِهٖ: وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً وَجَبَ الرَّفْعُ وَالتَّكْرِيْرُ، فَاِنَّ اِسْمَ "لَا" فِيْهِ مَعْرِفَةٌ لِأَنَّ "أَبَاحَسَنٍ كُنْيَةُ عَلِيٍّ ، وَلَا رَفْعَ فِيْهِ وَلَا تَكْرِيْرَ، بَلْ هُوَ مَنْصُوبٌ غَيْرُمُكَرَّرٍ۔ (ص۱۵۵۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

وان کان معرفة الخ میں کان کی ضمیر کا مرجع ذکر کریں۔ مذکورہ اعتراض اور اس کے جواب کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) **وان کان معرفة الخ** کی ضمیر کا مرجع (۴) عبارت میں مذکور اعتراض و جواب کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا**۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ (اور جیسے **قضیة**) یعنی **هذه قضیة** (**ولا اباحسن لها**) یعنی **لهذه القضیة**۔ یہ ایک سوال مقدر کا

جواب ہے۔ جو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے قول **وان کان معرفة وجب الرفع والتکریر** پر وارد ہوا ہے۔ اسلئے کہ لا کا اسم اس مثال میں معرفہ ہے کیونکہ ابوالحسن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے حالانکہ اسمیں نہ رفع ہے اور نہ ہی اسکا تکرار ہے بلکہ وہ منصوب بلاتکرار ہے۔

③ **وان کان معرفة** کی ضمیر کا مرجع:۔ عبارت **وان کان معرفة** میں جو کان مذکور ہے اس کی ضمیر کا مرجع المسند الیہ ہے جو کہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

④ عبارت میں مذکور اعتراض و جواب کی وضاحت:۔ اس عبارت سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ نے ماقبل میں کہا کہ جب لائفی جنس کا اسم معرفہ ہو تو اسکا تکرار اور اس پر رفع واجب ہے۔ یہ قاعدہ قضیۃ **ولا ابا حسن الخ** کی مثل کے ساتھ منقوض ہے اسلئے کہ اس مثال میں ابوحسن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے حالانکہ اس پر رفع بھی نہیں ہے بلکہ نصب ہے اور نہ اسکا تکرار ہے۔ علامہ ابن حاجب رحمۃ اللہ علیہ نے **متاوّل** کہہ کر اسکا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نکرہ کی تاویل میں ہے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو طرح سے تاویل ہوسکتی ہے۔

پہلی تاویل: یہ ہے کہ اباحسن یہ لائفی جنس کا اسم نہیں ہے بلکہ یہ مضاف محذوف لفظ مثل کا مضاف الیہ ہے۔ اصل عبارت **لا مثل ابی حسن** تھا اور لفظ مثل متوغل فی الابہام ہونے کی وجہ سے اگر معرفہ کی طرف مضاف ہوجائے تو بھی یہ نکرہ ہی رہتا ہے۔ لہٰذا جب لائفی جنس کا اسم نکرہ ہو تو نہ رفع ضروری ہے اور نہ تکرار ضروری ہے۔ دوسری تاویل: یہ ہے کہ اباحسن سے مراد وہ وصف ہے کہ جس کے ساتھ صاحب علم مشہور تھا یعنی فیصل اور اسکا معنی یہ ہے **قضیة ولا فیصل لها** اب بھی لائفی جنس کا اسم نکرہ ہوجائے گا اس لئے کہ جب علم سے مراد وصف مشہور لی جائے تو وہ نکرہ بن جاتا ہے۔ جب لائفی جنس کا اسم نکرہ ہو تو نہ رفع ضروری ہے اور نہ تکرار ضروری ہے۔

الشق الثانی..... **وَلَمَّا كَانَ لِقَائِلٍ أَنْ يَقُوْلَ: هٰذِهِ الْقَاعِدَةُ مُنْتَقِضَةٌ بِقَوْلِهِمْ "اَلَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضِبُ زَیْدٌ اَلذُّبَابُ" فَاِنَّ "یَطِیْرُ" فِیْهِ ضَمِیْرٌ یَعُوْدُ اِلَی الْمَوْصُوْلِ وَ "یَغْضِبُ" اَلْمَعْطُوْفُ عَلَیْهِ لَیْسَ فِیْهِ ذٰلِكَ الضَّمِیْرُ فَاَجَابَ عَنْهُ بِقَوْلِهٖ:.....**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ **هذه القاعدة** سے جس قاعدہ کی طرف اشارہ ہے، اسے ذکر کریں۔ عبارت میں ذکر کردہ اعتراض کی وضاحت کریں اور اس کا جواب تحریر کریں۔ (ص ۱۸۹۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) قاعدہ کی نشاندہی (۴) عبارت میں مذکور سوال و جواب کی وضاحت۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب کسی معترض کیلئے یہ کہنا جائز تھا کہ یہ قاعدہ اہل عرب کے قول **الذی یطیر فیغضب زید الزباب** سے ٹوٹ گیا کیونکہ **یطیر** میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف لوٹ رہی ہے اور **یغضب** جو اس پر معطوف ہے اس میں وہ ضمیر نہیں ہے تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول **انما جاز الخ** سے اسکا جواب دیا ہے۔

③ **هٰذِهِ القاعدة** کا بیان:۔ **هذه القاعدة** سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب معطوف علیہ میں کوئی ضمیر ہو جو ماقبل کی طرف لوٹ رہی ہو تو معطوف میں بھی ماقبل کی طرف لوٹنے والی ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ صاحب کافیہ نے اس قاعدہ کو یوں تعبیر کیا۔ **والمعطوف فی حکم المعطوف علیه فیما یجوزله ویمتنع له من الاحوال العارضة۔**

④ عبارت میں مذکور سوال و جواب کی وضاحت:۔ سوال ہوتا ہے کہ آپکا مذکورہ قاعدہ اہل عرب کے قول **الذی یطیر فیغضب زید الذباب** کے ساتھ منقوض ہے۔ اس لئے کہ **یطیر** معطوف علیہ ہے اور **فاء** عاطفہ **یغضب** معطوف ہے۔ **یطیر** کے اندر ضمیر غائب ہے جو **الذی** اسم موصول کی طرف راجع ہے اور **یغضب یطیر** پر معطوف ہے مگر اس میں کوئی ضمیر نہیں جو **الذی** اسم

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

موصول کی طرف راجع ہو کیونکہ اسکا فاعل (زید) اسم ظاہر ہے۔لہٰذا ضابطہ کا تقاضا تو یہ ہے کہ عطف جائز نہ ہو۔مگر عطف کیا گیا ہے۔علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سوال واعتراض کے چار جواب دیئے ہیں: ① یغضب پر جو فاء داخل ہے یہ عاطفہ نہیں ہے بلکہ فاء سببیہ ہے جب فاء سببیہ ہے تو یہ عطف کی بحث سے خارج ہے لہٰذا اب عطف والے اس قاعدہ پر کوئی نقض وارد نہ ہوا۔

② یہ فاء سببیہ اور عطف دونوں کیلئے ہے۔پھر سوال ہوتا ہے کہ جب فاء عطف اور سببیہ دونوں کے لئے ہے تو عطف کی وجہ سے معطوف کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہے تو جواب یہ ہے کہ چونکہ سبب اور مسبب میں اتصال ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ دونوں جملے جملہ واحدہ کی مثل ہو گئے اور جملہ اولیٰ میں ربط موجود ہے اسی جملہ اولیٰ کے ربط پر اکتفاء کیا گیا ہے۔مذکورہ دونوں جوابوں کے اعتبار سے شعر کا معنی یہ ہے کہ وہ چیز جب اڑتی ہے تو غضبناک ہو جاتا ہے زید مکھی ہے۔③ یہ فاء سببیت کیلئے نہیں ہے لیکن اس فاء سے مفہوم ہوتا ہے کہ جملہ اولیٰ جملہ ثانیہ کیلئے سبب ہے اسلئے کہ فاء سببیت کے لئے بھی مستعمل ہوتی ہے پس سببیہ کا معنی ہی رابط ہو جائے گا اسکی موجودگی میں دوسرے کسی رابط کی حاجت نہیں ہوگی اب معنی یہ ہوگا کہ وہ چیز جو اڑتی ہے پس غضبناک ہو جاتا ہے زید وہ مکھی ہے۔

④ یہ فاء عطف محض کیلئے ہے اور معطوف کے اندر ضمیر مقدر ہے جو کہ موصول کی طرف راجع ہے اصل عبارت یوں تھی **الذی یطیر فیغضب زید بطیر انه الذباب** (معنی وہ چیز کہ اڑتی ہے پس زید اس کے اڑنے سے غضبناک ہو جاتا ہے مکھی ہے)۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٣ھ

الشق الاوّل.....**وشذ اصبح لیل وافتد مخنوق واطرق کرا**۔(ص١٠٥۔امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔**اطرق کرا** کہنے سے شکاری کی مراد واضح کریں۔منادیٰ کی تعریف اور اس کی اقسام واعراب مع امثلہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور کا حل مطلوب ہے (١) عبارت کی وضاحت (٢) **اطرق کرا** سے شکاری کی مراد (٣) منادیٰ کی تعریف (٤) منادیٰ کی اقسام واعراب

جواب..... ① عبارت کی وضاحت:۔اس عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں ہے یہ **اصبح لیل، افتد مخنوق** اور **اطرق کرا** کے ذریعہ منقوض ہے۔اس لئے کہ **اصبح لیل** میں **لیل** اسم جنس ہے اور **اطرق کرا** میں **کرا** اسم جنس ہے اور ان سے حرف نداء کو حذف کر دیا گیا ہے۔تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ شاذ ہے اور یہ ضابطہ کے خلاف ہے۔

② **اطرق کرا** سے شکاری کی مراد:۔یہ ایک منتر ہے جس کے ذریعے شکاری لوگ کروان پرندے کا شکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ **اطرق کرا اطرق کرافان النعامة فی القریٰ** (اے کروان سر نیچے جھکا لے اس لئے کہ شتر مرغ جو کہ تجھ سے بڑا ہے اسے شکار کر لیا گیا ہے اور وہ گاؤں میں پہنچا دیا گیا ہے پس تو کب چھوٹ کر جا سکتا ہے) کہتے ہیں کہ وہ اس منتر کے ذریعے نیچے آجاتا ہے اور شکار کر لیا جاتا ہے۔

③ منادیٰ کی تعریف:۔**المنادیٰ هو المطلوب اقباله بوجه او بقلب بحرف نائب مناب ادعو لفظا او تقدیرا** (منادیٰ وہ ہے کہ جس کے متوجہ ہونے کو خواہ چہرہ سے یا دل سے اس حرف کے ذریعے طلب کیا جائے جو ادعو کے قائمقام ہے عام ہے کہ وہ حرف لفظی ہو یا تقدیری ہو) جیسے **یا زیدُ** یعنی اے زید میری طرف متوجہ ہو۔

④ منادیٰ کی اقسام مع اعراب وامثلہ:۔منادی کی پانچ اقسام ہیں: ① منادیٰ مفرد معرفہ: یعنی وہ منادیٰ جو مضاف وشبہ مضاف نہ ہو نیز نکرہ بھی نہ ہو یہ منادیٰ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے جیسے **یا زیدُ، یا زیدانِ، یا زیدُوْنَ** ② منادیٰ مستغاث باللام: مظلوم آدمی جب کسی کو فریاد ومدد کیلئے بلائے اور اس منادیٰ پر لام داخل ہوتا ہے اور یہ منادیٰ مجرور ہوتا ہے جیسے **یا لزیدٍ** ③ منادیٰ مستغاث بالالف:

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اسمیں بھی مظلوم آدمی کسی کوفریادومدد کیلئے بلاتا ہےاوراس منادیٰ کے بعدالف ہوتا ہے یہ منادیٰ منصوب ہوتا ہے جیسے یـــا زیـــداہ ④ منادیٰ مضاف وشبہ مضاف: یعنی وہ منادیٰ جوکسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو یا اپنے معنی کے تام ہونے میں دوسرے اسم کی طرف محتاج ہو یہ منادی منصوب ہوتا ہے جیسے یا عبداللّٰہ یا طالعًا جبلاً ⑤ نکرہ غیر معین: یعنی وہ منادیٰ جوحرفِ ندا کے داخل ہونے کے بعد بھی نکرہ ہی رہے یہ اسوقت ہوتا ہے جب نابینا نکرہ سے ندا کرے اور یہ منادیٰ بھی منصوب ہوتا ہے جیسے یارجلاً خذبیدی۔

الشق الثانی.....ویجوز حذف العامل فی الحال لقیام قرینة حالیة کقولك للمسافر راشدا مهدیا او مقالیة کقولك راکبا لمن یقول کیف جئت ۔ (ص۱۳۱۔امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔لفظ مهدیا کی ترکیبی حیثیت کو واضح کریں۔

جواب..... ① عبارت کی وضاحت:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کے عامل کو قرینہ کے موجود ہونے کے وقت حذف کرنا جائز ہے عام ہے کہ وہ قرینہ حالیہ ہو یا قرینہ مقالیہ ہو۔قرینہ حالیہ کی مثال جیسے مسافر کو کہا جائے راشدا مهدیا چونکہ مسافر سے متبادر شارع فی السفر ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔اصل میں سِرْ رَاشِدًا مَهْدِيًا تھا۔اس میں راشداً حال ہے اسکا عامل محذوف ہے جو کہ سر ہے اور عامل کو بقرینہ حالِ مخاطب حذف کردیا۔قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے کوئی آدمی کسی آنیوالے کو کہے کیف جئتَ تو وہ جواب میں کہے راکبا اس میں راکبا حال ہے اور اسکا عامل جو کہ جِئْتُ ہے وہ محذوف ہے اصل عبارت جئت راکبا تھی اس پر قرینہ سائل کا سوال ہے کیونکہ جس چیز کے متعلق سائل سوال کررہا ہے مجیب کا جواب بھی اسی کے متعلق ہے۔

② مهدیا کی ترکیبی حیثیت:۔مهدیا کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہیں:① یہ راشدا کی صفت ہے اور راشدا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ اسکا تابع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ② یہ راشدا حال کے بعد دوسرا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....اَلتَّوَابِعُ وَهُوَ جَمْعُ تَابِعٍ مَنْقُوْلٌ عَنِ الْوَصْفِيَّةِ اِلَى الْاِسْمِيَّةِ وَالْفَاعِلُ الْاِسْمِيُّ يُجْمَعُ عَلٰى فَوَاعِلَ كَالْكَاهِلِ عَلَى الْكَوَاهِلِ وَالْمُرَادُ بِهَا تَوَابِعُ الْمَرْفُوْعَاتِ وَالْمَنْصُوْبَاتِ وَالْمَجْرُوْرَاتِ الَّتِیْ هِیَ اَقْسَامُ الْاِسْمِ ۔

عبارت پر اعراب لگائیں۔ترجمہ کریں۔تابع کی تعریف کریں اقسام بیان کریں اور مثالیں دیں۔(ص۱۷۷۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) تابع کی تعریف واقسام مع امثلہ۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ توابع، تابع کی جمع ہے جو وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہے اور فاعل اسمی فواعل پر جمع لایا جاتا ہے جیسے کاہل کی جمع کواہل اور توابع سے مراد مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کے وہ توابع ہیں جو اسم کی اقسام ہیں۔

③ تابع کی تعریف واقسام مع امثلہ:۔ تابع ہر وہ دوسرا اسم ہے جو اپنے سے پہلے اسم کے اعراب کے ساتھ اعراب دیا گیا ہو ایک ہی جہت کے ساتھ۔تابع کی پانچ اقسام ہیں ① نعت جیسے جاء نی رجل عالم ② عطف بالحرف جیسے جاء نی زیدٌ وبکرٌ ③ تاکید جیسے جاء نی زیدٌ نفسُه ④ بدل جیسے جاء نی زید اخوك ⑤ عطف بیان جیسے قام ابو حفص عمر۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....فَمِنْهُ : اَیُ الْمَرْفُوْعِ اَوْ مِمَّا اِشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْفَاعِلِیَّةِ "اَلْفَاعِلُ" وَاِنَّمَا قَدَّمَهٗ : لِاَنَّهٗ اَصْلُ الْمَرْفُوْعَاتِ عِنْدَالْجُمْهُوْرِ : لِاَنَّهٗ جُزْءُ الْجُمْلَةِ الْفِعْلِیَّةِ الَّتِیْ هِیَ اَصْلُ الْجُمَلِ : وَلِاَنَّ عَامِلَهٗ اَقْوٰی مِنْ عَامِلِ الْمُبْتَدَأِ وَقِیْلَ اَصْلُ الْمَرْفُوْعَاتِ الْمُبْتَدَأُ : لِاَنَّهٗ بَاقٍ عَلٰی مَاهُوَ الْاَصْلُ فِی الْمُسْنَدِ اِلَیْهِ ، وَهُوَالتَّقَدُّمُ ، بِخِلَافِ الْفَاعِلِ : وَلِاَنَّهٗ یُحْکَمُ عَلَیْهِ بِکُلِّ حُکْمٍ جَامِدٍ اَوْ مُشْتَقٍ فَکَانَ اَقْوٰی ، بِخِلَافِ الْفَاعِلِ فَاِنَّهٗ لَایُحْکَمُ

عَلَيْهِ اِلَّا بِالْمُشْتَقِ ۔ (ص ۵۷۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا خلاصہ:۔ مرفوعات کی تعریف کرنے کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ بالتفصیل اقسام کو ذکر کررہے ہیں۔ پہلے فاعل کے متعلق ذکر فرمایا کہ مرفوعات میں سے فاعل ہے۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فمنہ کی ہ ضمیر کا مرجع بیان کرتے ہوئے دو احتمال بیان فرمائے ① اسکا مرجع المرفوع ہے جو المرفوعات سے سمجھا جارہا ہے ② اسکا مرجع **ما اشتمل علی علم الفاعلیة** ہے جو کہ مرفوعات کی تعریف کی گئی ہے۔

اس کے بعد شارح رحمۃ اللہ علیہ فاعل کو بقیہ مرفوعات پر مقدم کرنے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ فاعل مرفوعات میں اصل ہے اس وجہ سے اسکو بقیہ اقسام پر مقدم کیا گیا ہے اور اصل ہونے کی دو وجہیں ہیں ① یہ مسند الیہ ہونے کی وجہ سے جملہ فعلیہ کا جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل ہے اور اصل کا جزء ہونے کی وجہ سے یہ بھی اصل ہے ② اسکا عامل مبتداء کے عامل سے اقویٰ ہے۔

قیل سے غیر جمہور مثلاً علامہ زمخشریؒ کا مذہب بیان کیا کہ بعض نحوی مبتداء کو مرفوع کی اصل مانتے ہیں انکی پہلی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنی اصل پر قائم ہے کیونکہ مسند الیہ میں اصل یہ ہے کہ وہ مقدم ہو بخلاف فاعل کے وہ مقدم نہیں ہوتا دوسری دلیل یہ ہے کہ اس پر جامد اور مشتق دونوں کے ذریعہ حکم لگایا جاسکتا ہے۔ بخلاف فاعل کے اس پر صرف مشتق سے حکم لگایا جاتا ہے۔ لہٰذا مبتداء اقویٰ ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣٤ھ

الشق الاوّل ..... **وَقَدْ يَكُوْنُ الْمُبْتَدَأُ نَكِرَةً "وَاِنْ كَانَ الْاَصْلُ فِيْهِ اَنْ يَّكُوْنَ مَعْرِفَةً : لِاَنَّ لِلْمَعْرِفَةِ مَعْنًى مُعَيَّنًا وَالْمَطْلُوْبُ الْمُهِمُّ الْكَثِيْرُ الْوُقُوْعِ فِي الْكَلَامِ اِنَّمَا هُوَ الْحُكْمُ عَلَى الْاُمُوْرِ الْمُعَيَّنَةِ : وَلٰكِنَّهٗ لَايَقَعُ نُكِرَةٌ عَلَى الْاِطْلَاقِ بَلْ "اِذَا تَخَصَّصَتْ" تِلْكَ النِّكْرَةُ بِوَجْهٍ مَامِنْ وُجُوْهِ التَّخْصِيْصِ اِذْ بِالتَّخْصِيْصِ يَقِلُّ اشْتِرَاكُهَا فَتَقْرُبُ مِنَ الْمَعْرِفَةِ** ۔ (ص ۷۰۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں، نکرہ کے مبتداء واقع ہونے کیلئے تخصیص کی تمام وجوہ کو بمع امثلہ مختصراً بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) نکرہ مخصصہ کے مبتداء واقع ہونے کی وجوہِ تخصیص مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا خلاصہ:۔ مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مبتداء میں اگرچہ اصل یہ ہے کہ معرفہ ہو کیونکہ معرفہ میں ایک معین معنی ہوتا ہے اور کلام سے اہم مطلوب اور کثیر الوقوع بھی یہی ہے کہ امور معینہ پر حکم لگایا جاتا ہے اور معرفہ امور معینہ پر دلالت کرتا ہے لیکن بعض اوقات نکرہ میں وجوہ تخصیص میں سے کوئی وجہ تخصیص پائی جائے تو وہ نکرہ بھی مبتداء واقع ہوسکتا ہے کیونکہ نکرہ میں تخصیص کے ذریعہ اشتراک میں قلت ہوجاتی ہے اور وہ نکرہ معرفہ کے قریب ہوجاتا ہے اور قرب شئ، شیئ کے حکم میں ہوتی ہے۔ لہٰذا تخصیص کی وجہ سے نکرہ معرفہ کے حکم میں ہوجانے کے بعد مبتداء واقع ہوسکتا ہے۔

③ نکرہ مخصصہ کے مبتداء واقع ہونے کی وجوہ تخصیص مع امثلہ:۔ نکرہ مخصصہ کے مبتداء واقع ہونے کی بہت سی وجوہ ہیں ان میں سے چھ وجوہ کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے امثلہ کے ضمن میں بیان فرمایا ہے۔ ① صفت کے ذریعہ تخصیص پیدا ہوجائے تو یہ نکرہ بوجہ صفت کے معرفہ کے قریب ہونے کی وجہ سے مبتداء واقع ہوسکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد **ولعبد مؤمن خیر من مشرك**۔ اس مثال میں **عبد** صفت **مومن** کے ساتھ موصوف ہونے کی وجہ سے معرفہ کے قریب ہونے کی وجہ سے مبتداء بن رہا ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② نکرہ میں متکلم کے علم کی وجہ سے بھی تخصیص پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ ارجل فی الدارام امراۃ میں رجل نکرہ مخصّصہ ہے اسلئے مبتداء ہے۔اسی کو عبارت میں اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ جب نکرہ استفہام اورام متصلہ کے درمیان واقع ہوتو مبتداء بن سکتا ہے۔

③ نکرہ جب نفی کے تحت واقع ہوتو عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اور عموم افراد میں تو حد ہوتا ہے۔اور وہ معرفہ کے قریب ہونے کی وجہ سے مبتداء واقع ہوتا ہے جیسے وما احد خیر منك۔احد نکرہ ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہے۔تخصیص کی وجہ سے مبتداء واقع ہونا درست ہے اسی کو دوسرے الفاظ میں اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ وہ نکرہ جسمیں صفتِ عموم کیوجہ سے تخصیص آ گئی ہو وہ نکرہ مبتداء بن سکتا ہے۔

④ نکرہ میں تخصیص پیدا ہو بطریق تخصیص فاعل یا صفت محذوف کیوجہ سے تو یہ نکرہ بھی مبتداء بن سکتا ہے جیسے شر اهر ذا ناب اس مثال میں شر کی فاعل کے ساتھ مشابہت ہے اور یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اسکی صفت عظیم محذوف ہے جس کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگئی ہے لہٰذا اس نکرہ کا مبتداء واقع ہونا درست ہے۔

⑤ کبھی تقدیم ماحقہ التاخیر کے ذریعہ یعنی نکرہ پر کسی ایسی چیز کو مقدم کرلیا جائے جسکا حق مؤخر ہو تو یہ تقدیم بھی نکرہ میں تخصیص پیدا کردیتی ہے جیسے فی الدار رجل میں رجل نکرہ ہے اور خبر کے مقدم ہونے کی وجہ سے رجل باوجود نکرہ کے مبتداء واقع ہورہا ہے۔

⑥ نسبت الی المتکلم کے ذریعہ یعنی ہر وہ نکرہ جسمیں متکلم کی طرف نسبت کرنے سے تخصیص پیدا ہوجائے اس کو بھی مبتداء بنانا جائز ہے جیسے سلام علیك اس مثال میں سلام نکرہ ہے مگر متکلم کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے اسمیں تخصیص پیدا ہوگئی ہے۔

الشق الثانی..... "وَقَدْيَكُوْنُ " الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ "بِغَيْرِ لَفْظِهٖ" اَیْ مُغَايِرٌ اللَّفْظِ فِعْلُهٗ : اِمَّا بِحَسَبِ الْمَادَةِ : مِثْلُ : قَعَدْتُ جُلُوْسًا وَاِمَّا بِحَسَبِ الْبَابِ نَحْوُ : اَنْبَتَ اللّٰهُ نَبَاتًا ، وَسِيْبَوَيْهِ يُقَدِّرُلَهٗ عَامِلًا مِنْ بَابِهٖ: اَیْ قَعَدْتُ وَجَلَسْتُ جُلُوْسًا وَاَنْبَتَ اللّٰهُ فَنَبَتَ نَبَاتًا "وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ" النَّاصِبُ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ "لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا ، كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفَرِهٖ" خَيْرَ مَقْدَمٍ"۔(۸۴۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگائیں،عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ مفعول مطلق میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے فعل مذکور کے لفظ سے ہو جیسے جلست جلوسا لیکن بسا اوقات وہ اپنے فعل کے لفظ سے مغایر ہوتا ہے اور یہ مغایرت یا تو صرف بحسب المادۃ ہوگی یعنی باب ایک ہوگا لیکن مادہ الگ الگ ہوگا جیسے قعدت جلوسا یا صرف حسب الباب ہوگی یعنی مادہ تو ایک ہی ہوگا لیکن باب ایک دوسرے کے مغایر ہوگا جیسے انبت اللہ نباتا اور کبھی باب و مادہ دونوں اعتبار سے مغایرت ہوگی جیسے فاوجس فی نفسه خیفة موسٰی یہ جمہور کا مذہب ہے لیکن امام سیبویہ کہتے ہیں کہ جسطرح مفعول مطلق اور اسکے فعل کے درمیان معنی میں اتحاد ضروری ہے اسی طرح لفظ میں بھی اتحاد ضروری ہے چنانچہ وہ مذکورہ دونوں امثلہ میں مفعول مطلق کے لفظ سے عامل کو مقدر مانتے ہیں چنانچہ یوں کہتے ہیں قعدت جلوسا کی تقدیر قعدت وجلست جلوسا اور انبت اللہ نباتا کی تقدیر انبته اللہ فنبت نباتا ہے۔بسا اوقات مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قرینہ کی موجودگی میں جوازی طور پر حذف کردیا جاتا ہے جیسے سفر سے واپس آنے والے کو تو خیر مقدم کہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل..... "وَقَدِ اسْتَعْمَلُوْا" يَعْنِی الْعَرَبُ "صِيْغَةَ النِّدَاءِ" يَعْنِیْ يَاخَاصَّةً فِیْ الْمَنْدُوْبِ : لِاَنَّهٗ لَايَدْخُلُ عَلَيْهِ سِوَاهَا لِكَوْنِهَا اَشْهَرَصِيَغِهَا ، فَكَانَتْ اَوْلٰی بِاَنْ يُتَوَسَّعَ فِيْهَا بِاسْتِعْمَالِهَا فِیْ غَيْرِ الْمُنَادٰی . وَالْمَنْدُوْبِ فِی اللُّغَةِ : مَيَّتٌ يَبْكِیْ عَلَيْهِ اَحَدٌ وَيُعَدُّ مَحَاسِنُهٗ لِيَعْلَمَ النَّاسُ اَنَّ مَوْتَهٗ اَمْرٌ عَظِيْمٌ لِيَعْذِرُوْهُ فِی الْبُكَاءِ وَيُشَارِكُوْهُ فِی التَّفَجُّعِ ۔ وَفِی الْاِصْطِلَاحِ : هُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ وُجُوْدًا اَوْ عَدَمًا ۔ (۱۰۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔**متفجع علیه وجودا اوعدما** کی مکمل وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں(۱)عبارت پر اعراب(۲)عبارت کا خلاصہ(۳)**متفجع علیه وجود ااوعدما** کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا خلاصہ:۔اس عبارت میں علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے **یاء** حرف ندا کے متعلق ایک فائدہ ذکر کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اھلِ عرب بسا اوقات حروفِ نداء میں سے یاء کو خصوصًا مناڈی مندوب میں استعمال کرتے ہیں اسکے علاوہ کسی صیغہ کو ندب میں استعمال نہیں کرتے اس لئے کہ یاء مناڈی کے صیغوں میں سے سب سے زیادہ مشہور ہے اور اسکی شہرت اس لائق تھی کہ اس میں وسعت دی جائے اور اسکی وسعت کی یہی صورت تھی کہ منادیٰ اور مندوب دونوں میں استعمال کیا جائے۔پھر مندوب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کی فرمایا کہ لغت میں مندوب اس میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی ایک اس کے محاسن کو یاد کر کے روئے تا کہ لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اس کی موت ایک امرِ عظیم ہے اور اسکو رونے پر معذور سمجھتے ہوئے خود بھی اس کے افسوس میں شریک ہو جائیں اور اصطلاح میں مندوب وہ ہے جس کے وجود یا عدم کی صورت میں حرف **واؤ یا یاء** داخل کر کے دردمندی کا اظہار کیا جائے۔

❸ **متفجع علیه وجودا اوعدما** کی وضاحت:۔ عبارت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ماتن نے مندوب کی تعریف میں جو **متفجع علیه** کا لفظ بولا ہے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں تعمیم ہے **متفجع علیه وجودا** اور **متفجع علیه عدما** دونوں کو شامل ہے۔ **متفجع علیه عدما** کا مطلب یہ ہے کہ جس کے نہ ہونے پر گریہ کیا جائے مثلاً وہ میت جس پر رونے والا ''وا'' یا ''یاء'' کے ساتھ روئے اور گریہ کرے جیسے **وا زیداہ** ،**یا زیداہ** اور **متفجع علیه وجودا** کا مطلب یہ ہے جس کے وجود پر گریہ کیا جائے مثلاً مصیبت، حسرت اور سختی جو میت کے نہ ہونے کے وقت حاصل ہو کہا جاتا ہے **واحسرتاہ وا مصیبتاہ** کیونکہ یہ میت کے نہ ہونے کے وقت گریہ کرنے والے کو لاحق ہوتی ہے۔

الشق الثانی .....**اَلرَّابِعُ مِنْ تِلْكَ الْمَوَاضِعِ الَّتِیْ وَجَبَ حَذْفُ النَّاصِبِ لِلْمَفْعُوْلِ بِهٖ فِيْهَا اَلتَّحْذِيْرُ : وَاِنَّمَا وَجَبَ حَذْفُ الْفِعْلِ فِيْهِ لِضِيْقِ الْوَقْتِ عن ذِكْرِهٖ وَهُوَ فِی اللُّغَةِ تَخْوِيْفُ شَيْئٍ عَنْ شَيْئٍ وَتَبْعِيْدِهٖ مِنْهُ ، وَفِیْ اِصْطِلَاحِ النُّحَاةِ مَعْمُوْلُ اَیْ اِسْمٌ عَمِلَ فِيْهِ النَّصْبُ بِالْمَفْعُوْلِيَّةِ بِتَقْدِيْرِ اِتَّقِ تَحْذِيْرًا : اَیْ حُذِرَ ذٰلِكَ الْمَعْمُوْلُ تَحْذِيْرًا : فَيَكُوْنُ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا ، اَوْ ذُكِرَ تَحْذِيْرًا : فَيَكُوْنُ مَفْعُوْلًا لَهٗ ۔**(ص۱۱۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں،عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔**ایاك والاسد،ایاك وان تحذف** ان دونوں مثالوں کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں(۱)عبارت پر اعراب(۲)عبارت کا خلاصہ(۳)**ایاك والاسد، ایاك وان تحذف** دونوں مثالوں کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔**کما مرّ فی السوال آنفا۔**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

❷ عبارت کا خلاصہ:۔اس عبارت میں مفعول بہ کے عامل و ناصب کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی چوتھی جگہ تحذیر کا ذکر ہے۔اور اس جگہ مفعول بہ کے ناصب کو حذف کرنے کا وجوب تنگی وقت اور قلتِ فرصت کی وجہ سے ہے۔اور تحذیر کا لغوی معنی کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے ڈرانا اور دور رکھنا ہے اور نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر وہ ہے جو اتق یا بعد فعل مقدر کا معمول ہو۔یعنی تحذیر ایسا اسم ہے جس میں مفعولیت کی بناء پر نصب والا عمل کیا جائے اتق مقدر کے ساتھ۔آخر میں لفظ تحذیرا کی ترکیبی حیثیت بیان کی ہے کہ تحذیرا یا تو فعل مقدر کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا ذکر فعل کا مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

③ **ایاك والاسد، ایاك وان تحذف** دونوں مثالوں کی وضاحت:۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر کی قسم اوّل کی دو مثالیں اس لئے ذکر کی ہیں تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو کہ قسم اوّل میں محذر منہ میں تعمیم ہے۔ خواہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی ہو۔ پہلی مثال میں محذر منہ (الاسد) اسم صریحی ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ (ان تحذف) اسم تاویلی ہے۔ اس لئے کہ یہ فعل مضارع ہے جو اَنْ ناصبہ مصدریہ کی وجہ سے مصدر کی تاویل میں ہے یا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے دو مثالیں ذکر کی ہیں کہ محذر منہ کبھی اسم ذات ہوتا ہے جیسے الاسد اسم ذات ہے اور کبھی محذر منہ اسم صفت ہوتا ہے جیسے **ان تحذف** یہ اسم صفت ہے۔ ان دونوں مثالوں کی اصل **بعد نفسك من الاسد وبعد الاسد من نفسك، بعد نفسك عن حذف الارنب وبعد حذف الارنب عن نفسك** ہے۔ حذف کا معنی لکڑی سے خرگوش کو مارنا ہے پہلی مثال میں **ایاك والاسد** اس طرح بنا کہ معطوف سے **من نفسك** کو حذف کر دیا معطوف علیہ میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے اور معطوف علیہ میں **من الاسد** کو حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ پھر تنگی وقت کے پیش نظر فعل ناصب کو حذف کر دیا اور ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے نفس کو بھی حذف کر دیا اور ضمیر متصل منفصل بن گئی تو **ایاك والاسد** ہو گیا۔ (**ھٰکذا مثال الثانی**)۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... "**وَتُوْصَفُ النَّكِرَةُ لَا الْمَعْرِفَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ " الَّتِيْ هِيَ فِيْ حُكْمِ النَّكِرَةِ : لِاَنَّ الدَّلَالَةَ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ كَمَا تُوْجَدُ فِي الْمُفْرَدِ كَذٰلِكَ تُوْجَدُ فِي الْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ . وَاِنَّمَا قَيَّدَ الْجُمْلَةَ بِالْخَبَرِيَّةِ : لِاَنَّ الْاِنْشَائِيَّةَ لَا تَقَعُ صِفَةً اِلَّا بِتَاوِيْلٍ بَعِيْدٍ كَمَا اِذَا قُلْتَ : جَاءَنِيْ رَجُلٌ اَضْرِبْهُ : اَيْ مَقُوْلٌ فِيْ حَقِّهٖ اِضْرِبْهُ اَيْ مُسْتَحَقٌّ لِاَنْ يُّؤْمَرَ بِضَرْبِهٖ** ۔ (ص ۱۸۰۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر خلاصہ بیان کریں۔ درج ذیل جملہ کی ترکیب کریں **لان الانشائیة لاتقع صفة الا بتاویل بعید**۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) مذکورہ جملہ کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّفی السوال آنفا**۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں نکرہ کی صفت کے متعلق ایک ضابطہ ذکر کیا گیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگر موصوف نکرہ ہو تو اسکی صفت جملہ خبریہ کو بنایا جا سکتا ہے اگر چہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے اور نہ معرفہ ہوتا ہے البتہ جملہ خبریہ من حیث الجملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ باقی جملہ خبریہ نکرہ کی صفت اسلئے واقع ہو سکتا ہے کہ صفت کیلئے معنی حاصل فی المتبوع پر دال ہونا ضروری ہے اور یہ بات جس طرح مفرد میں پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ میں بھی پائی جاتی ہے اسلئے مفرد کی طرح جملہ خبریہ کا نکرہ کی صفت بننا صحیح ہے۔

باقی جملہ انشائیہ نکرہ کی صفت نہیں بن سکتا اس لئے کہ موصوف اگر نکرہ ہو تو صفت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اور موصوف اگر معرفہ ہو تو صفت توضیح کا فائدہ دیتی ہے۔ پس صفت کا ثابت ہونا ضروری ہے تا کہ وہ موصوف کی تخصیص یا توضیح کا فائدہ دے اور جملہ انشائیہ یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد طلب ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ صفت نہیں بن سکتا۔ البتہ تاویل بعید کے ساتھ صفت بن سکتا ہے مثلاً جب کہا جائے **جاء نی رجل اضربه** تو اس کی تاویل اس طرح ہو گی **جاء نی رجل مقول فی حقه اضربه** چونکہ بغیر تاویل جملہ انشائیہ صفت نہیں بن سکتا اسلئے مصنف نے مطلقاً کہہ دیا کہ نکرہ کی صفت جملہ خبریہ کو بنایا جا سکتا ہے۔

③ مذکورہ جملہ **لان الانشائیة الخ** کی ترکیب:۔ **لام** تعلیلیہ **ان** حرف مشبہ بالفعل **الانشائیة** اسکا اسم **لا** نافیہ **تقع** فعل **ھی** ضمیر فاعل **صفة** مستثنیٰ منہ الا استثنائیہ **باء** جارتاویل بعید موصوف صفت ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر صفۃ محذوف کے متعلق ہو کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے ملکر مفعول بہ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر "اَنْ" کی خبر "اَنْ" اپنے اسم

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر تعلیل ہوئی ماقبل والے جملے کی۔

الشق الثانی.....مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ اَیْ مَفْعُوْلُ فِعْلٍ وَشِبْهِهٖ فَعْلٍ لَمْ يُذْكَرْ فَاعِلُهٗ ، وَاِنَّمَا لَمْ يَفْصِلْهُ عَنِ الْفَاعِلِ وَلَمْ يَقُلْ: وَمِنْهُ كَمَا فَصَّلَ الْمُبْتَدَأَ حَيْثُ قَالَ: وَمِنْهَا الْمُبْتَدَأُ لِشِدَّةِ اِتِّصَالِهٖ بِالْفَاعِلِ حَتّٰى سَمَّاهُ بَعْضُ النُّحَاةِ فَاعِلًا "كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ" اَیْ فَاعِلُ ذٰلِكَ الْمَفْعُوْلِ:وَاِنَّمَا اُضِيْفَ اِلَى الْمَفْعُوْلِ لِمُلَابَسَةِ كَوْنِهٖ فَاعِلًا لِفِعْلٍ مُتَعَلِّقٍ بِهٖ"وَاُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ"۔(ص۶۶۔امدادیہ) عبارت پراعراب لگائیں اوروضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ دوامور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف کا ذکر ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے بتلایا کہ مالم یسم میں جو ما ہے اس سے مراد فعل اور شبہ فعل ہے اور مالم یسم مجازی طور پر لم یذکر کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس فعل یا شبہ فعل کا مفعول جس کے فاعل کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ باقی رہی یہ بات کہ مرفوعات کی بقیہ اقسام کی طرح **ومنہ الفاعل** اور **ومنها المبتداء والخبر** کی طرح اسکو ومنہ کہہ کر ذکر نہیں کیا اس لئے کہ **مفعول مالم یسم فاعله** فاعل کے ساتھ اتنا شدید اتصال رکھتا ہے یہاں تک کہ بعض نحوی اسے فاعل ہی کہتے ہیں۔ اسی شدت اتصال کا تقاضا یہ ہے کہ اسکو جدا نہ رکھا جائے۔ اور **مفعول مالم یسم فاعله** کی تعریف کرتے ہوئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ **مفعول مالم یسم فاعله** ہر اس مفعول کا نام ہے جس مفعول کے فاعل کو حذف کر کے اسکی جگہ اس مفعول کو ٹھہرالیا گیا ہو۔ رہا یہ سوال کہ مفعول کا فاعل نہیں ہوتا بلکہ فعل کا فاعل ہوتا ہے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فاعل کی نسبت مفعول کی طرف ادنیٰ ملابست (یعنی دونوں ایک ہی فعل کے معمول ہیں) کی وجہ سے ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل....."وَقَدْ يَتَعَدَّدُ الْخَبَرُ" مِنْ غَيْرِ تَعَدُّدِ الْمُخْبَرِ عَنْهُ، فَيَكُوْنُ اِثْنَيْنِ فَصَاعِدًا، وَذٰلِكَ التَّعَدُّدُ اِمَّا بِحَسْبِ اللَّفْظِ وَالْمَعْنٰى جَمِيْعًا، وَيُسْتَعْمَلُ ذٰلِكَ عَلٰى وَجْهَيْنِ بِالْعَطْفِ مِثْلُ: زَيْدٌ عَالِمٌ وَعَاقِلٌ ، وَبِغَيْرِ الْعَطْفِ، مِثْلُ: زَيْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ، وَاِمَّا بِحَسْبِ اللَّفْظِ فَقَطْ، نَحْوُ: هٰذَا حُلْوٌ حَامِضٌ، فَاِنَّهُمَا فِی الْحَقِيْقَةِ خَبَرٌ وَاحِدٌ اَیْ مُرٌّ، وَفِی هٰذِهِ الصُّوْرَةِ تَرْكُ الْعَطْفِ اَوْلٰى،وَنَظْرُ بَعْضِ النُّحَاةِ اِلٰى صُوْرَةِ التَّعَدُّدِ وَجَوَازُ الْعَطْفِ۔

عبارت پراعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں۔(ص۴۷۔امدادیہ)

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا خلاصہ:۔ صاحب کافیہ کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کبھی مبتداء کے تعدد کے بغیر خبر متعدد ہوتی ہے۔ مخبر عنہ یعنی مبتداء کے متعدد ہونے کی صورت میں خبر کا متعدد ہونا کثیر الوقوع ہے لیکن بسا اوقات مبتدا ایک ہوتا ہے اور اسکی خبریں دو یا اس سے زائد بھی ہوتی ہیں۔ تعدد یا تو لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے ہوگا یا فقط لفظ کے اعتبار سے ہوگا۔ اگر تعددِ خبر لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے ہو تو اسکا استعمال دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ ① عطف کے ساتھ جیسے **زید عالم و عاقل** ② عطف کے بغیر جیسے **زید عالم عاقل** ۔ اگر تعددِ خبر فقط لفظ کے اعتبار سے ہو جیسے **هذا حلو حامض** ۔ تو حقیقت میں یہ صرف ایک ہی خبر ہے اس لئے کہ ان دونوں سے مقصود **حلو** اور **حامض** کی درمیانی کیفیت کو بیان کرنا ہے۔ اس صورت میں ترکِ عطف اولیٰ ہے اس لئے کہ حقیقت میں خبر متعدد نہیں ہے۔ چونکہ صورۃً تعدد ہے اس لئے نحویوں نے صورۃً تعدد کے پیشِ نظر عطف کو جائز رکھا ہے۔

0311-6357013 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....(وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ مَعْنَى الشَّرْطِ) وَهُوَ سَبَبِيَّةُ الْأُولٰى لِلثَّانِيْ اَوْلِلْحُكْمِ بِهٖ فَلَا يَرِدُ عَلَيْهِ نَحْوُ (وَمَابِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ) فَيُشْبِهُ الْمُبْتَدَأُ الشَّرْطَ فِيْ سَبَبِيَّتِهٖ لِلْخَبَرِ كَسَبَبِيَّةِ الشَّرْطِ لِلْجَزَاءِ (فَيَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِي الْخَبَرِ) وَيَصِحُّ عَدَمُ دُخُوْلِهٖ فِيْهِ نَظْرًااِلٰى مُجَرَّدِ تَضَمُّنِ الْمُبْتَدَأِ مَعْنَى الشَّرْطِ وَاَمَّا اِذَا قُصِدَ الدَّلَالَةُ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَعْنٰى فِيْ اللَّفْظِ فَيَجِبُ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِيْهِ وَاَمَّا اِذَالَمْ تُقْصَدْ فَلَمْ يَجِبْ دُخُوْلُهٗ فِيْهِ، بَلْ يَجِبُ عَدَمُهٗ.....

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت کی تشریح کریں۔کون کون سے چیزیں مبتدا متضمن معنی الشرط واقع ہوسکتی ہیں؟ مثالوں سے واضح کریں۔ **باب کان و علمت** بھی مبتدا متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع ہے پھر **لیت و لعلّ** کو خاص طور پر بیان کرنے کی کیا وجہ ہے؟ مندرجہ ذیل شعر کا ترجمہ، محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد ذکر کریں ؎

فواللّٰه ما فارقتُكم قاليا لكم و لٰكن ما يُقضٰى فسوف يكون ۔ (ص ۷۵۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چھ امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ مبتداء متضمن معنی الشرط والی اشیاء کی وضاحت مع امثلہ ⑤ مبتدا متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء کے دخول سے مانع ہونے میں **لیت و لعلّ** کو خاص طور پر بیان کرنے کی وجہ ⑥ **فواللّٰه ما فارقتُكم الخ** شعر کا ترجمہ، محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّفي السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور مبتداء کبھی شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اور وہ شرط کا معنی اوّل کا ثانی کے وجود کیلئے یا ثانی کے حکم کیلئے سبب ہونا ہے۔لہٰذا اس پر **وما بكم من نعمة فمن اللّٰه** کی مثل سے اعتراض وارد نہ ہوگا۔تو مبتداء خبر کیلئے اس کے سبب ہونے میں شرط کے مشابہ ہوا جس طرح کہ شرط جزاء کیلئے سبب ہے پس خبر میں فاء کا داخل ہونا صحیح ہے اور اس خبر میں اس فاء کا نہ داخل ہونا بھی صحیح ہوگا مبتداء کے محض شرط کے معنیٰ کو متضمن ہونے کی طرف دیکھتے ہوئے۔بہرحال جب لفظ میں اس معنی سببیت پر دلالت کا قصد کیا جائے تو اس خبر میں فاء کا داخل ہونا ضروری ہے اور لیکن جب دلالت کا قصد نہ کیا جائے تو فاء کا داخل ہونا ضروری نہیں ہوگا بلکہ نہ داخل ہونا ضروری ہوگا۔

③ عبارت کی تشریح:۔ صاحبِ کافیہ کی مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کبھی مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے تو اسکی خبر پر فاء کا داخل ہونا صحیح ہے۔علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے شرط کے معنی کا مطلب بیان کیا کہ مبتداء خبر کیلئے سبب ہو عام ہے کہ خبر کی ذات کیلئے سبب ہو یا خبر کے حکم کیلئے سبب ہو۔اوّل کی مثال **اَلَّذِيْ يَاْتِيْنِيْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ** اس میں اتیان سبب ہے استحقاقِ درہم کا اور ثانی کی مثال اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وما بكم من نعمة فمن اللّٰه** اس مثال میں اوّل یعنی حصول نعمت للمخاطبین یہ ثانی یعنی صدور نعمت من اللہ کیلئے اگرچہ سبب نہیں بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے لیکن ثانی کے حکم کیلئے سبب ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حصولِ نعمت للمخاطبین یہ سبب ہے اس بات کا کہ حکم لگایا جائے کہ نعمتوں کا صدور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لہٰذا جب مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہے تو وہ مبتداء شرط کے مشابہ ہوجائیگا جس طرح شرط جزاء کا سبب بنتی ہے اسی طرح یہ مبتداء بھی خبر کا سبب بنتا ہے اور جب مبتداء شرط کے مشابہ ہوجائیگا تو اسکی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہوگا اور فاء کا عدم دخول بھی صحیح ہوگا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultani@gmail.com

باقی رہی یہ بات کہ جب مبتداء شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو پھر اس معنی پر دلالت کا ارادہ کیا جائے گا یا دلالت کا ارادہ نہیں کیا جائے گا۔اگر شرط والے معنی پر دلالت کا ارادہ کیا جائے گا تو خبر پر فاء کا دخول واجب ہوگا اور اگر ارادہ نہ کیا جائے گا تو خبر پر فاء کا عدمِ دخول واجب ہوگا اور جب مبتداء شرط کے معنیٰ کو متضمن ہو قطع نظر اس بات سے کہ اس معنیٰ پر دلالت کا ارادہ ہے یا نہیں تو اس صورت میں خبر پر فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں طرح صحیح ہے۔

④ مبتداء متضمن معنی الشرط والی اشیاء کی وضاحت مع امثلہ:۔ مبتداء جو شرط کے معنی کو متضمن ہو وہ یا تو اسم موصول ہوگا جس کا صلہ

جملہ فعلیہ ہوگا یا وہ جملہ ظرفیہ ہوگا جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہوگا یا وہ نکرہ ہوگا جس کی صفت جملہ فعلیہ ہوگی یا جملہ ظرفیہ ہوگی جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہوگی، اس اعتبار سے مبتداء متضمن معنی شرط کی چار صورتیں ہوئیں: ① اَلَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ یہ اس مبتداء کی مثال ہے جو اسم موصول ہے اور اسکا صلہ جملہ فعلیہ یاتینی ہے ② الذی فی الدار فله درهم یہ اس مبتداء کی مثال ہے جو اسم موصول ہے اور اس کا صلہ ظرفیہ ہے جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہے ③ کل رجل یاتینی فله درهم یہ اس مبتداء کی مثال ہے جو نکرہ ہے اور اسکی صفت جملہ فعلیہ ہے ④ کل رجل فی الدار فله درهم یہ اس مبتداء کی مثال ہے جو کہ نکرہ موصوفہ ہے اور اسکی صفت جملہ ظرفیہ ہے جو جملہ فعلیہ کی تاویل میں ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ دو صورتیں اور بھی ہیں جیسے وہ اسم جو نکرہ موصوفہ بفعل کی طرف مضاف ہو جیسے کل غلام رجل یاتینی فله درهم اور اسی طرح وہ اسم جو نکرہ موصوفہ بظرفیہ مؤوّلہ بفعلیہ کی طرف مضاف ہو جیسے کل غلام رجل فی الدار فله درهم۔

⑤ مبتدا متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء کے دخول سے مانع ہونے میں لیت و لعلّ کو خاص طور پر بیان کرنے کی وجہ:۔

سوال ہوتا ہے کہ باب کان و علمت بھی مبتدا متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع ہوتے ہیں پھر لیت و لعلّ کو خاص طور پر بیان کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ لیت و لعلّ کی تخصیص جمیع ماعدا کے اعتبار سے نہیں بلکہ حروفِ مشبہ بالفعل کے اعتبار سے ہے یعنی حروفِ مشبہ بالفعل میں سے صرف لیت و لعلّ بالاتفاق خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہوتے ہیں اور اس تخصیص کی وجہ حروفِ مشبہ بالفعل میں واقع ہونے والے اختلاف کو بیان کرنے کا اہتمام ہے۔

⑥ فواللّٰه ما فارقتكم الخ شعر کا ترجمہ، محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد:۔ (ترجمہ: قسم بخدا! میں بغض رکھتے ہوئے تم سے جدا نہیں ہوا، لیکن جس چیز کا خدائی فیصلہ کر دیا جائے وہ ہو کر رہتا ہے) یہ شعر مبتدا متضمن معنی شرط پر "لکنّ" کے داخل ہونے کی مثال ہے کہ لکنّ خبر پر فاء کے داخل ہونے سے مانع نہیں ہے۔ چنانچہ فسوف یکون میں خبر پر فاء داخل ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل .....(وَشَرْطُ نَصْبِهٖ) اَیْ شَرْطُ نَصْبِ الْمَفْعُوْلِ فِیْهِ (تَقْدِیْرُ فِیْ) اِذَا التَّلَفُّظُ بِهَا یُوْجِبُ الْجَرَّ (وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ كُلِّهَا) مُبْهَمًا كَانَ الزَّمَانُ اَوْ مَحْدُوْدًا (تُقْبَلُ ذٰلِكَ) اَیْ تَقْدِیْرَ فِیْ: لِاَنَّ الْمُبْهَمَ مِنْهَا جُزْءُ مَفْهُوْمِ الْفِعْلِ فَیَصِحُّ اِنْتِصَابُهٗ بِلَا وَاسِطَةٍ كَالْمَصْدَرِ وَالْمَحْدُوْدُ مِنْهَا مَحْمُوْلٌ عَلَیْهِ: اَیْ عَلَى الْمُبْهَمِ لِاشْتِرَاكِهِمَا فِی الزَّمَانِیَّةِ، نَحْوُ: صُمْتُ دَهْرًا وَاَفْطَرْتُ الْیَوْمَ۔ (ص۱۱۶۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر خلاصہ بیان کریں۔ (وظروف المكان ان كان مبهما قبل ذلك والافلا) کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں: (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) وظروف المكان ان كان الخ کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مجرور فی بھی مفعول فیہ ہے اسی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ فی مقدر ہو اسلئے کہ اگر فی ملفوظ ہوگا تو مفعول فیہ منصوب نہیں ہوگا بلکہ مجرور ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ظروف زمان خواہ مبہم ہوں یا محدود ہوں تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔ مبہم تو اس لئے کہ زمانِ مبہم فعل کے مفہوم کا جزء ہے۔ لہٰذا بلا واسطہ حرفِ جر کے اس کا منصوب ہونا صحیح ہے کیونکہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ جب فعل کے جزء کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کیا جائے تو اسکا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہوتا ہے جیسا کہ مفعول مطلق۔ چونکہ زمان مبہم بھی فعل کے مفہوم کا جزء ہے اور علیحدہ مستقل طور پر مذکور ہے۔ لہٰذا اس

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کا بلاواسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہے اور زمانِ محدود تقدیر فی کو اسلئے قبول کرتا ہے کہ وہ زمانِ مبہم پر محمول ہے اور حمل کی وجہ یہ ہے کہ وہ ظرف وزمان ہونے میں شریک ہیں۔ زمان مبہم کی مثال جیسے **صمت دهرا** اور زمان محدود کی مثال جیسے **افطرت الیومَ**۔

③ **وظروف المکان ان کان الخ** کی وضاحت:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کی حاصل یہ ہے کہ اگر مفعول فیہ ظرف مکان ہوتو پھر اسکی دو قسمیں ہیں ① مکان مبہم ② مکان محدود۔ اگر ظرف مکان مبہم ہوتو وہ تقدیر فی کو قبول کرتا ہے بوجہ محمول ہونے مکان مبہم کے زمان مبہم پر کیونکہ یہ دونوں وصفِ ابہام میں مشارک ہیں اور اگر مکان محدود ہوتو یہ تقدیر فی کو قبول نہیں کرتا اس لئے کہ مکانِ محدود کو زمان مبہم پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ یہ ذات کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں اور صفت کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں۔ ذات کے اعتبار سے اس لئے کہ وہ زمان ہے اور یہ مکان ہے اور صفت کے لحاظ سے اس طرح کہ یہ محدود ہے اور وہ مبہم ہے۔ اس فرق کی وجہ سے اسکو زمانِ مبہم پر محمول نہیں کر سکتے اور یہ تقدیر فی کو قبول نہیں کرتا۔

الشق الثانی ..... **(وَهُوَ) اَیِ الْبَدَلُ اَنْوَاعٌ اَرْبَعَةٌ (بَدَلُ الْكُلِّ) اَیْ بَدَلٌ هُوَ كُلُّ الْمُبْدَلِ مِنْهُ (وَبَدَلُ الْبَعْضِ) اَیْ بَدَلٌ هُوَ بَعْضُ الْمُبْدَلِ مِنْهُ، فَالْاِضَافَةُ فِیْهِمَا مِثْلُهَا فِی خَاتَمُ فِضَّةٍ (وَبَدَلُ الْاِشْتِمَالِ) اَیْ بَدَلٌ مُسَبَّبٌ غَالِبًا عَنِ اشْتِمَالِ اَحَدِ الْمُبْدَلَیْنِ عَلَی الْاٰخَرِ اَمَّا اشْتِمَالُ الْبَدَلِ عَلَی الْمُبْدَلِ مِنْهُ، نَحْوُ: سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ اَوْ بِالْعَكْسِ، نَحْوُ: ﴿یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ﴾**۔ (ص۱۹۵۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ بدل کی تعریف میں قیود کا فائدہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) بدل کی تعریف میں فوائدِ قیود۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا**۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں بدل کی تقسیم اور ہر قسم کی تعریف مع مثال کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا کہ بدل کی چار اقسام ہیں ① بدل الکل جو کہ مبدول منہ کا عین ہوتا ہے ② بدل البعض جو کہ مبدل منہ کا بعض یعنی جزء ہوتا ہے پس بدل کی اضافت کل اور بعض کی طرف ایسی ہے جیسے **خاتم فضة** میں اضافت ہے یعنی اضافۃ بیانیہ ہے ③ بدل الاشتمال یعنی وہ بدل جو احد البدلین میں سے ایک کے دوسرے پر اشتمال کی وجہ سے بطور تغلیب کے ہوتا ہے یعنی اس بدل کا سبب احد البدلین کا دوسرے پر اشتمال ہے پس اسکی دونوں صورتیں ہیں کہ بدل مبدل منہ پر مشتمل ہو یا مبدل منہ بدل پر مشتمل ہو، اوّل کی مثال **سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ** ہے اس میں ثوب بدل زید کو شامل ہے اور ثانی کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول **یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه** ہے کہ اس میں **الشهر الحرام** مبدل منہ **قتال** بدل کو شامل ہے۔ اسلئے کہ **شهر حرام** سے مراد وہ مہینہ ہے جو حالتِ جنگ وقتال میں واقع ہو جائے، پس شہر حرام قتال کو مشتمل ہے ④ بدل الغلط اسکا ذکر عبارت میں نہیں ہے۔

③ بدل کی تعریف میں فوائدِ قیود:۔ تعریف میں تابع کا لفظ بمنزلِ جنس کے ہے تمام توابع کو شامل ہے اور **مقصود بما نسب الی المتبوع** فصل اوّل ہے اس سے نعت، تاکید اور عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ تینوں مقصود بالنسبت نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوعات مقصود ہوتے ہیں۔ **دونہ** فصلِ ثانی ہے اس سے عطف بحرف خارج ہو گیا اس لئے کہ اس میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں، فقط تابع مقصود نہیں ہوتا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ..... **وَالْاَصْلُ فِی الْفَاعِلِ..... اَنْ یَلِیَ الْفِعْلَ الْمُسْنَدَ اِلَیْهِ اَیْ یَكُوْنَ بَعْدَهٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَتَقَدَّمَ عَلَیْهِ شَیْئٌ آخَرُ مِنْ مَّعْمُوْلَاتِهٖ لِاَنَّهٗ كَالْجُزْءِ مِنَ الْفِعْلِ لِشِدَّةِ اِحْتِیَاجِ الْفِعْلِ وَیَدُلُّ عَلٰی ذٰلِكَ اِسْكَانُ اللَّامِ فِیْ**

ضَرَبْتُ لِاَنَّهٗ لِدَفْعِ تَوَالِیْ اَرْبَعِ حَرَکَاتٍ فِیْمَا هُوَ بِمَنْزِلَةِ کَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ۔ فَلِذٰلِكَ جَازَ ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَیْدٌ وَامْتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْدًا لِتَاَخُّرِ مَرْجِعِ الضَّمِیْرِ وَهُوَزَیْدٌ لَفْظًا وَرُتْبَةً فَیَلْزَمُ الْاِضْمَارُ قَبْلَ الذِّکْرِ لَفْظًا وَرُتْبَةً وَذٰلِكَ غَیْرُ جَائِزٍ خَلَافًا لِلْاَخْفَشِ وَابْنِ جِنِّیْ وَمُسْتَنَدُهُمَا فِی ذٰلِكَ قَوْلُ الشَّاعِرِ:

جَزٰی رَبُّهٗ عَنِّیْ عَدِیَّ بْنَ حَاتِمٍ جَزَاءَ الْکِلَابِ الْعَاوِیَاتِ وَقَدْ فَعَلْ (ص۵۸۔امدادیہ)

اصل سے کیا مراد ہے؟ عبارت پر اعراب لگا کر مطلب بیان کریں، عبارت میں مذکور شعر سے اخفش اور ابن جنی کا وجہ استدلال واضح کریں اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب بطرز شارح تحریر کریں نیز شعر کا ترجمہ اور ترکیب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ سات امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) **اصل** کی مراد (۳) عبارت کا مطلب (۴) شعر سے علامہ **اخفش** اور **ابن جنی** کا استدلال (۵) جمہور کی طرف سے استدلال کا جواب (۶) شعر کا ترجمہ (۷) شعر کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّفی السوال آنفا۔**

② **اصل** کی مراد:۔ **اصل** سے مراد شے کی حقیقی حالت ہے جس حالت پر شے بغیر کسی مانع کے ہوتی ہے۔

③ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے متصل ہو یعنی مانع نہ ہونے کی صورت میں فاعل جس حالت پر ہونا چاہئے وہ حالت یہ ہے کہ وہ فعل یا جو فاعل کی طرف مسند ہو رہا ہے (شبہ فعل) کے بعد ہو اور اس فعل یا شبہ فعل کے معمولات میں سے کوئی معمول اس فاعل سے مقدم نہ ہو۔ اس لئے کہ فاعل، فعل اور شبہ فعل کے جزء کی مانند ہے ہر وہ چیز جو کسی شئی کی جز کی مانند ہوتی ہے اس کا اس شئی کے متصل ہونا اولیٰ اور اصل ہے۔ لہٰذا فاعل کا فعل کے متصل ہونا اولیٰ ہے۔ باقی فاعل، فعل یا شبہ فعل کی جزء کی مانند اسلئے ہے کہ فعل شدت کے ساتھ فاعل کی طرف محتاج ہوتا جس طرح کل جزء کا شدت سے محتاج ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ فاعل فعل کا جزء ہے نیز **ضَرَبْتُ** میں لام کلمہ کا اسکان حرکاتِ اربعہ کے تسلسل کو دفع کرنے کیلئے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ فاعل فعل کی جزء کی مانند ہے اگر فاعل، فعل کی جزء کی مانند نہ ہوتا تو لام کلمہ کا اسکان لازم نہ ہوتا۔ اس اصل پر تفریع بیان کرتے ہوئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو مثالیں دی ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اسی اصول (فاعل فعل کے بقیہ معمولات سے مقدم ہوگا) کی وجہ سے **ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَیْدٌ** کہنا صحیح ہے۔ اور **ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَیْدًا** کہنا صحیح نہیں ہے۔ اوّل مثال میں ضمیر کا مرجع جو کہ **زَیْدٌ** ہے رتبۃً مقدم ہے البتہ لفظاً موخر ہے تو اضمار قبل الذکر مطلقاً لازم نہیں آرہا جو کہ ناجائز ہے بلکہ صرف لفظاً اضمار قبل الذکر لازم آرہا ہے اور یہ اضمار قبل الذکر جائز ہے۔ اسلئے مثال اوّل صحیح ہے اور مثالِ ثانی میں ضمیرِ غائب کا مرجع **زَیْدًا** ہے اور یہ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے لفظ اور مرتبہ دونوں اعتبار سے موخر ہے جس کی وجہ سے اضمار قبل الذکر مطلقاً لازم آرہا ہے اور یہ جائز نہیں۔ لہٰذا یہ ترکیب صحیح نہیں ہوگی۔ البتہ امام اخفش اور ابن جنی نے شاعر کے قول **جزی ربه عنی عدی بن حاتم الخ** سے استدلال کرتے ہوئے اس ترکیب کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

④ شعر سے علامہ ''اخفش'' اور ''ابن جنی'' کا استدلال:۔ علامہ اخفش اور ابن جنی نے دوسری مثال میں بھی ترکیب کو جائز قرار دیا ہے اور انکا استدلال شاعر کے اس شعر سے اسطرح ہے کہ **جزی ربه عدی بن حاتم الخ** اس شعر میں محلِ استشہاد **ربه** ہے۔ طریق استدلال یہ ہے **ربه** یہ **جزٰی** کا فاعل ہے۔ اسکے ساتھ جو ضمیر غائب متصل ہے اسکا مرجع ''عدی بن حاتم'' ہے جو کہ **جزی** کا مفعول بہ ہے اور اس ضمیر سے موخر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فاعل کے ساتھ ضمیر مفعول کا اتصال باوجود یکہ مفعول موخر ہے جائز ہے۔

⑤ جمہور کی طرف سے استدلال کا جواب:۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کی طرف سے اس استدلال کے دو جواب دیئے ہیں پہلا جواب تسلیمی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ فاعل کے ساتھ ضمیر مفعول متصل ہے۔ باوجود یہ کہ مفعول اس سے موخر ہے اور فاعل مقدم ہے لیکن یہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ فاعل کے ساتھ ضمیر مفعول کا اتصال مع تاخیر

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

المفعول جائز نہیں ہے۔ یہ وسعتِ کلام میں ہے۔ دوسرا جواب عدمِ تسلیمی ہے کہ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ ربہ میں ضمیر غائب کا مرجع عدی بن حاتم ہے بلکہ ربہ کی ضمیر غائب کا مرجع جزاء مصدر ہے جو کہ جزی فعل مذکور سے مفہوم ہو رہا ہے۔ اب اصل عبارت یوں ہوگی۔ (جزی رب الجزاء)

⑥ شعر کا ترجمہ:۔ عدی بن حاتم کو اسکا رب میری طرف سے بھونکنے والے کتوں کی سی سزا دے دراں حالیکہ اس نے ایسا کر دیا۔

⑦ شعر کی ترکیب:۔ جزی فعل ربہ مضاف، مضاف الیہ ملکر فاعل عنی جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے۔ عدی بن حاتم مفعول بہ جزاء مضاف الکلاب العاویات موصوف صفت ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق واؤ حالیہ قد حرف تحقیق فَعَلَ فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر رب سے حال۔ فعل اپنے فاعل، مفعول بہ، مفعول مطلق و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ..... وَإِذَا تَضَمَّنَ الْخَبَرُ الْمُفْرَدُ اَيِ الَّذِیْ لَيْسَ بِجُمْلَةٍ صُوْرَةً سَوَاءٌ كَانَ بِحَسْبِ الْحَقِيْقَةِ جُمْلَةً اَوْ غَيْرَ جُمْلَةٍ مَالَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ اَيْنَ زَيْدٌ فَزَيْدٌ مُبْتَدَأٌ وَاَيْنَ اِسْمٌ مُتَضَمِّنٌ لِلْاِسْتِفْهَامِ خَبَرُهٗ وَهُوَ ظَرْفٌ فَاِنْ قُدِّرَ بِفِعْلٍ كَانَ الْخَبَرُ جُمْلَةً حَقِيْقَةً مُفْرَدًا صُوْرَةً وَاِنْ قُدِّرَ بِاسْمِ الْفَاعِلِ كَانَ الْخَبَرُ مُفْرَدًا صُوْرَةً وَحَقِيْقَةً وَعَلَى التَّقْدِيْرَيْنِ لَيْسَ بِجُمْلَةٍ صُوْرَةً وَاحْتُرِزَ بِهٖ عَنْ نَحْوِ زَيْدٌ اَيْنَ اَبُوْهُ اِذْ لَاتَبْطُلُ بِتَاخِيْرِهٖ صَدَارَةُ مَالَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ لِتَصَدُّرِهٖ فِیْ جُمْلَتِهٖ..... وَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ۔ (ص۴۷۔ امدادیہ)

اعراب لگائیں، عبارتِ شارح کا مطلب تحریر کریں، تقدیم خبر علی المبتداء کے وجوب کی تمام صورتوں کو مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) شارح رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب (۳) تقدیم خبر علی المبتداء کے وجوب کی صورتیں مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② شارح رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب:۔ الی الذی لیس بجملة الخ سے علامہ جامی کی غرض و اعتراض رفع کرنے ہیں۔

پہلے اعتراض کی تقریر: یہ ہے کہ مفرد چار چیزوں کے مقابلہ میں آتا ہے ① مفرد بمقابلہ جملہ ② مفرد بمقابلہ تثنیہ و جمع ③ مفرد بمقابلہ مرکب ④ مفرد بمقابلہ جملہ شبہ جملہ۔ یہاں مفرد کس کے مقابلہ میں ہے۔

دوسرے اعتراض کا حاصل: یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جو مثال دی ہے وہ مثال ممثل لہ پر منطبق نہیں ہے اسلئے کہ ممثل لہ خبر مفرد ہے اور مثال میں خبر مفرد نہیں ہے بلکہ جملہ ہے۔ اسلئے کہ این جو کہ خبر ہے یہ ظرف ہے اور ظرف اکثر نحویوں کے ہاں مؤوّل بجملۃ ہوتی ہے۔

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ای الذی لیس بجملة الخ کہہ کر پہلے اعتراض کا جواب دیا کہ اس جگہ مفرد جملہ شبہ جملہ کے مقابلہ میں ہے یعنی خبر کے مفرد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خبر جملہ و شبہ جملہ نہ ہو۔ صورۃ کہہ کر دوسرے اعتراض کا جواب دیا کہ خبر کے مفرد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خبر صورۃً جملہ نہ ہو خواہ حقیقۃً جملہ ہو یا نہ ہو اور این زید میں این صورۃً جملہ نہیں ہے اگرچہ حقیقۃً جملہ ہے تو مثال ممثل لہ کے مطابق ہے۔

"فزید مبتداء الخ" سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ مثال کو ممثل لہ پر منطبق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ این زید میں زید مبتداء ہے اور این اسکی خبر ہے جو ایسے معنی (استفہام) پر مشتمل ہے جس کیلئے صدر کلام واجب ہے۔ اسی لئے خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب ہے اور این ظرف ہے اگر اس کا متعلق فعل مقدر مانا جائے جیسا کہ نحاۃِ بصرہ کا مذہب ہے تو خبر حقیقۃً جملہ ہوگی اور صورۃً مفرد ہوگی اور اگر اسکا متعلق اسم فاعل مقدر مانا جائے جیسا کہ نحاۃِ کوفہ کا مذہب ہے تو خبر حقیقۃً بھی مفرد ہوگی اور صورۃً بھی مفرد ہوگی۔ دونوں تقدیروں پر خبر صورۃً جملہ نہیں ہے، لہٰذا مثال ممثل لہ پر منطبق ہے۔ "احتر زبہ الخ" سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض مفرد کی قید کے فائدہ کو بیان کرنا ہے چنانچہ فرمایا کہ مفرد کی قید کے ذریعہ اس خبر سے احتراز ہے جو جملہ ہو اور ایسے معنی کو متضمن ہو جس کیلئے صدرِ کلام

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

واجب ہے جیسے **زید این ابوہ** اس مثال میں **زید** مبتداء ہے **این ابوہ** اسکی خبر ہے۔ جوایسے معنی (استفہام) پر مشتمل ہے جس کیلئے صدرِ کلام واجب ہے۔ اس صورت سے احتراز اس لئے کیا کہ اس میں خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں خبر کی تاخیر سے صدارت کے مقتضی کی صدارت باطل نہیں ہوتی کیونکہ وہ جس جملہ میں ہے اس کے شروع میں ہے۔

③ تقدیم خبر علی المبتداء کے وجوب کی صورتیں مع امثلہ:۔ مبتداء پر خبر کی تقدیم کے وجوب کی چار صورتیں ہیں:

① خبرِ مفرد ایسے معنی کو متضمن ہو جو کلام کی صدارت کو چاہتا ہے وگرنہ صدارت فوت ہو جائے گی جیسے **این زید** اس میں **این** خبر ہے جو استفہام کے معنی کو متضمن ہے اور یہ معنی صدارت کو چاہتا ہے، اس وجہ سے خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔ ② خبر ایسا صیغہ ہو جس کی تقدیم سے مبتداء کا مبتداء ہونا صحیح ہو جیسے **فی الدار رجل** اس مثال میں **فی الدار** خبر ہے اسکو مقدم کرنے کی وجہ سے رجل نکرہ ہونے کے باوجود مبتداء واقع ہو رہا ہے۔ ③ مبتداء میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے **علی التمرة مثلها زبدا** اس مثال میں **مثلها زبدا** ممیّز تمیز ملکر مبتداء ہے اسمیں **ها** ضمیر ہے جو **التمرة** خبر کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اسلئے اسکی خبر کو مقدم کرنا واجب ہے۔ ④ اَنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتداء واقع ہو رہا ہو تو خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے **عندی انك قائم** اس مثال میں **انك قائم** میں اَنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مبتداء واقع ہو رہا ہے اور عندی خبر مقدم ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... **ومنها ای من المواضع التی یجب حذف الفعل الناصب المطلق فیها ماوقع ای موضع مفعول مطلق وقع تفصیلا لاثر مضمون جملة متقدمة والمراد بمضمون الجملة مصدرها المضاف الی الفاعل اوالمفعول وباثره غرضه المطلوب منه وبتفصیل الاثر بیان انواعه المحتملة مثل قوله تعالیٰ فشدوا الوثاق فاما منابعد ای بعد شد الوثاق وامافداً۔** (ص ۸۵۔ امدادیہ)

عبارت مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے مثال مذکور میں مضمون جملہ، غرض مطلوب اور اس کی تفصیل واضح کریں۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع جن میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے ان میں سے ایک موضع اس مفعول مطلق کا ہے جو جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد **فشدو الوثاق فامامنا بعد وامافداء** اس مثال میں **مَنًّا** اور **فِدَاءً** مفعول مطلق ہیں ان سے پہلے انکے ناصب کو وجوبی طور پر حذف کیا گیا ہے جو کہ **تمنون منا بعدوا ما تفدون فداء** تھا۔

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے **ای من المواضع** کہہ کر **منها** کی ضمیر کے مرجع کو بیان کیا کہ اسکا مرجع مواضع ہے۔

"**التی الخ**" سے مواضع کی تعیین کر دی کہ مواضع سے مراد وہ مواضع ہیں جن میں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔

"**ای موضع مفعول مطلق**" کہہ کر اشارہ کیا کہ ما مفعول مطلق سے عبارت ہے اور اسکا مضاف محذوف ہے جو کہ موضع ہے۔

② مضمونِ جملہ، غرضِ مطلوب اور تفصیلِ اثر کی وضاحت:۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مضمون جملہ سے مراد وہ مصدر ہے جو جملہ سے مفہوم ہو اور وہ مضاف ہو فاعل یا مفعول کی طرف اور اثرِ مضمونِ جملہ سے مراد مضمون کی غرض وغایت ہے جو مضمونِ جملہ سے مطلوب ہو اور تفصیلِ اثر سے مراد انواع محتملہ کا بیان ہے۔ اب مثال کی وضاحت یہ ہے کہ **شدو الوثاق** یہ جملہ متقدمہ ہے اور اسکا مضمون **شدو ثاق** ہے اور اس مضمون جملہ سے غرض ومطلوب مَنّ (مشرکین پر احسان کرنا) یا فداء (فدیہ لے کر چھوڑ دینا) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول **امامنا وامافداء** کے ساتھ اس غرضِ مطلوب کی تفصیل کر دی یعنی احسان کرنا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا پس

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

منا اور فداء یہ مفعول مطلق ہیں جو کہ جملہ متقدمہ کے مضمون کی غرض وغایت کا بیان واقع ہیں لہٰذا ان کے فعل ناصب (تمنون و تفدون) کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا۔

الشق الثانی.....وَلِعَدَمِ جَرَيَانِ هٰذِهِ الْقَاعِدَةِ فِی "الَّتِیْ" فِیْ قَوْلِهٖ: "مِنْ أَجْلِكَ يَاالَّتِیْ تَيَمَّتِ قَلْبِیْ، وَأَنْتِ بَخِيْلَةٌ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ" لِأَنَّ لَامَهَالَيْسَتْ عِوَضًا عَنْ مَحْذُوْفٍ، وَإِنْ كَانَتْ لَازِمَةً لِلْكَلِمَةِ حَكَمُوْا عَلَيْهِ بِالشُّذُوْذِ، وَفِی الْغُلَامَانِ فِیْ قَوْلِهٖ: "فَيَا الْغُلَامَانِ اللَّذَانِ فَرَّا" لِانْتِفَاءِ الْأَمْرَيْنِ كِلَيْهِمَا، حَكَمُوْا بِأَنَّهٗ أَشَذُّ شُذُوْذًا۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں۔ دوسرے شعر کو مکمل کریں۔ دونوں اشعار کا ترجمہ اور خط کشیدہ شعر کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) دوسرے شعر کی تکمیل واشعار کا ترجمہ (۵) شعر کی ترکیب۔ (ص ۹۷۔ امدادیہ)

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور اس قاعدہ کے جاری نہ ہونے کی وجہ سے اس **التی** میں جو شاعر کے قول **من اجلك التی الخ** میں ہے اس لئے کہ اسکا لام محذوف کا عوض نہیں ہے اگر چہ کلمہ کو لازم ہے۔ نحویوں نے اس پر شاذ ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اور ان کے قول **فيا الغلامان اللذان فرا** میں **الغلامان** میں دونوں امروں کے منتفی ہونے کی وجہ سے نحویوں نے اس بات کا حکم لگایا ہے کہ یہ سب سے زیادہ شاذ ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا ذکر کردہ قاعدہ (کہ حرفِ نداء اور لام کا جمع ہونا اسوقت جائز ہے جب دو امر موجود ہوں ایک یہ کہ لامِ تعریف یعنی معرف باللام اسم کا الف لام کسی محذوف کے عوض میں ہو دوسرا یہ کہ وہ الف لام اس اسم کو لازم ہو جیسے لفظ اللہ اسمیں الف لام ہمزہ کے عوض ہے اس لحاظ سے یہ لام عوضی ہے اور کلمہ کو لازم ہے جدا نہیں ہوتا) اس التی کے ساتھ منقوض ہے جو اس شعر **من اجلك يا التی تيمت قلبی وانت بخيلة بالوصل عنی** میں ہے۔ اسلئے کہ اس **التی** کا لام اگر چہ لازمی ہے لیکن عوضی نہیں ہے اسکے باوجود اس پر حرفِ نداء بلا فاصلہ داخل ہے۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ چونکہ اس میں ایک شرط "عوضی ہونا" نہیں پائی گئی اس لئے نحوی حضرات اسکو شاذ کہتے ہیں۔

فيا الغلامان سے دوسرے سوال مقدر کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ شاعر کے قول **فيا الغلامان** کے ساتھ منقوض ہے جو کہ شاعر کے قول **فيا الغلامان اللذان فرا** میں واقع ہے۔ اسلئے کہ اس قول میں **الغلامان** کا الف لام نہ تو عوضی ہے اور نہ ہی لازمی اس کے باوجود اس پر حرف نداء بلا فاصلہ داخل ہے۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نحویوں نے قاعدہ کی دونوں شقوں کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس پر **اشذ شذوذًا** کا حکم لگایا ہے۔

④ دوسرے شعر کی تکمیل واشعار کا ترجمہ:۔ **فيا الغلامان اللذان فرا..... اياكما ان تكسبا شرا**

① اے وہ محبوبہ جس نے میرے دل کو پامال کیا تیری وجہ سے (میں یہ مصائب برداشت کر رہا ہوں) اور تو مجھ سے ملاقات کرنے سے بخل کر رہی ہے۔ ② اے دونوں بھاگنے والے غلامو! شر اور برائی کرنے سے بچو۔

⑤ شعر کی ترکیب:۔ **من** جار **اجلك** مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا **هلكت** فعل محذوف کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقصود بالنداء، **يا** حرفِ نداء **التی** اسم موصول **تيمتِ** فعل با فاعل **قلبی** مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر منادیٰ **واؤ** حالیہ **انتِ** مبتداء **بخيلة** صیغہ صفت مع فاعل **بلاء** جار **وصل** مصدر **عنّی** جار مجرور ملکر متعلق ہوا وصل مصدر کے، مصدر اپنے متعلق سے ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا **بخيلة** کے،

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

بخيلة صيغۂ صفت اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال ہوا ماقبل والے جملہ سے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل .....وشرطها ای شرط الاضافة المعنوية تجريد المضاف اذا كان معرفة من التعريف فان كان ذا اللام حذف لامه وان كان علما نكربان يجعل واحدا من جملة من سمى بذالك الاسم وان لم يكن معرفة فلا حاجة الى التجريدبل لايمكن .....(ص۱۱۶۔امدادیه)

عبارت کی تشریح کریں، اضافت معنویہ میں تجرید المضاف من التعریف کیوں ضروری ہے؟ وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) اضافت معنویہ میں تجرید المضاف من التعریف کے ضروری ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف کو تعریف سے خالی کرلیا گیا ہو۔ "اذا" کان معرفه" سے شارح کی غرض ایک اعتراض کو رفع کرنا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مصنف رحمہ اللہ کی عبارت تجرید المضاف من التعریف تقاضا کرتی ہے کہ مضاف پہلے معرفہ ہو پس وہ مواضع کہ جن کے اندر مضاف نکرہ ہے ان کے اندر یہ شرط نہیں پائی جائے گی جیسے غلام زید جب ان کے اندر شرط نہیں پائی جائے گی تو اضافت معنوی بھی متحقق نہیں ہوگی کیونکہ قاعدہ ہے اذا فات الشرط فات المشروط حالانکہ ان مواضع میں اضافت معنویہ متحقق ہے تو شارح رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ شرط اس وقت ہے کہ جب مضاف معرفہ ہوا گر مضاف نکرہ ہو تو تجرید کی حاجت ہی نہیں ہے بلکہ تجرید ممکن ہی نہیں ہے۔

"فان كان ذااللام الخ" سے علامہ جامی رحمہ اللہ نے تجرید المضاف الخ کی کیفیت کو بیان کیا ہے کہ جب مضاف معرف باللام ہو تو لام کو حذف کردیا جائیگا اور اگر مضاف علم ہو تو اسکو نکرہ بنادیا جائے گا باقی علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں ① اس نام کی جماعت میں سے ایک فرد غیر متعین مراد لے لیا جائے ② علم سے وہ وصف مشہور مراد لے لی جائے کہ جسکے ساتھ صاحب علم مشہور ہو۔

② اضافت معنویہ میں تجرید المضاف من التعریف کے ضروری ہونے کی وجہ:۔ اضافت معنویہ میں تجرید المضاف من التعریف اسلئے ضروری ہے کہ اگر مضاف معرفہ ہو تو مضاف الیہ نکرہ ہوگا یا معرفہ ہوگا اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو ادنیٰ کی طلب لازم آئے گی۔ اسلئے کہ جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف میں تخصیص کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ تخصیص ادنیٰ ہے تعریف سے اور تعریف پہلے سے حاصل ہے اور حصولِ اعلیٰ کے بعد ادنیٰ کا حصول مذموم ہے اور اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی۔ کیونکہ جب مضاف بھی معرفہ ہو اور مضاف الیہ بھی معرفہ ہو تو اضافت عبث بے فائدہ ہوگی اسلئے کہ یہ اضافت نہ تعریف کا فائدہ دے گی اور نہ تخصیص کا، اور اضافت ضائع ہو جائیگی پس ضروری ہے کہ مضاف نکرہ ہو۔

الشق الثانی .....فان اعملت الفعل الثانی.... اضمرت الفاعل فی الفعل الاول.... علٰی وفق الاسم الظاهر.... دون الحذف.... خلافا للكسائی.... و جاز ای اعمال الفعل الثانی مع اقتضاء الفعل الاول الفاعل خلافا للفراء

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

عبارت کی واضح تشریح کریں۔ امام کسائی وفراء کا اختلاف دلیل سمیت ذکر کریں۔ وقيل : روی عنه تشريك الرافعين او اضماره بعد الظاهر كما فی صورة تاخير النصب کی وضاحت کریں۔ (بحث: تنازع الفعلین)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کی واضح تشریح ② امام کسائی وفراء کا اختلاف مع دلیل ③ وقيل : روی عنه تشريك الرافعين الخ کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت کی واضح تشریح:۔ اس عبارت میں نحاۃِ بصرہ کے مطابق رفعِ تنازع کی تفصیل کا ذکر ہے۔ بصری کہتے

ہیں کہ دوسرے فعل کو عمل دیکر دیکھیں گے کہ پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا، اگر فاعل کا تقاضا کرے تو فاعل کی ضمیر لگائیں گے (جو مفرد تثنیہ جمع اور مذکر و مؤنث ہونے میں اسمِ ظاہر کے مطابق ہوگی) اور فاعل کے عمدہ ہونے کی وجہ سے اس میں اضمار قبل الذکر جائز ہے اور عمدہ کو حذف کرنا بھی جائز نہیں ہے اور تکرار کی وجہ سے ذکر کرنا بھی درست نہیں ہے۔

② امام کسائی وفراء کا اختلاف مع دلیل:۔ امام کسائی کے نزدیک مذکورہ اختلاف میں فعل اول میں فاعل کی ضمیر نہیں لائی جائے گی بلکہ اس کو حذف کر دیا جائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ فعل اول میں فاعل کی ضمیر لائی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، اس سے بچنے کیلئے فعل اول کے فاعل کو حذف کر دیا جائے گا۔

امام فراء دوسرے فعل کو عمل دینے کے جواز میں جمہور سے اختلاف کرتے ہیں یعنی اُن کے نزدیک اسمِ ظاہر کو دوسرے فعل کا معمول بنانا جائز نہیں، بلکہ فعل اول کو عمل دینا واجب ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اگر دوسرے فعل کو عمل دینا جائز ہو تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی: ① پہلے فعل میں تنازع کو ختم کرنے کے لئے یا ضمیر لائیں گے یا اسمِ ظاہر کو حذف کریں گے، ضمیر کی صورت میں لفظاً ورتبۃً اسمِ مؤخر کا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ② اگر اسمِ ظاہر کو حذف مانیں تو فاعل کا حذف ماننا لازم آئے گا اور فاعل کے عمدہ ہونے کی وجہ سے اُسے حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا فعل اول کو عمل دینا واجب ہے۔

③ وقیل: روی عنه تشریك الرافعین الخ کی وضاحت:۔ امام فراء سے مذکورہ روایتِ متن کے علاوہ دو اور روایتیں بھی مروی ہیں: ① تشریکِ رافعین، یعنی اسمِ ظاہر کو بطریقِ اشتراک دونوں فعلوں کا فاعل بنا دیا جائے۔ ② فعل ثانی کو عمل دیا جائے اور فعل اول کے فاعل کیلئے اسمِ ظاہر کے بعد ضمیرِ منفصل لائی جائے، جیسا کہ ناصب کی تاخیر کی صورت میں ہوتا ہے۔ جیسے ضَرَبَنِیْ وَ اَکْرَمَنِیْ زَیْدٌ هُوَ۔ ضَرَبَنِیْ وَ اَکْرَمْتُ زَیْدًا هُوَ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... وَاِذَا وُجِدَ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ فِی الْکَلَامِ مَعَ غَیْرِهٖ مِنَ الْمَفَاعِیْلِ الَّتِیْ یَجُوْزُ وُقُوْعُهَا مَوْقِعَ الْفَاعِلِ تَعَیَّنَ اَیِ الْمَفْعُوْلُ بِهٖ لَهٗ اَیْ لِوُقُوْعِهٖ مَوْقِعَ الْفَاعِلِ لِشِدَّةِ شِبْهِهٖ بِالْفَاعِلِ فِیْ تَوَقُّفِ تَعَقُّلِ الْفِعْلِ عَلَیْهِمَا فَاِنَّ الضَّرْبَ مَثَلًا کَمَا اَنَّهٗ لَا یُمْکِنُ تَعَقُّلُهٗ بِلَا ضَارِبٍ کَذٰلِكَ لَا یُمْکِنُ تَعَقُّلُهٗ بِلَا مَضْرُوْبٍ بِخِلَافِ سَائِرِ الْمَفَاعِیْلِ فَاِنَّهَا لَیْسَتْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ ، تَقُوْلُ ضُرِبَ زَیْدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْبًا شَدِیْدًا فِیْ دَارِهٖ فَتَعَیَّنَ زَیْدٌ

عبارت پر اعراب لگائیں۔ تشریح کریں اور بتائیں کہ مثال میں ضربًا کی صفت شدیدًا کیوں ذکر کی گئی ہے۔ (۶۷۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) شدیدًا صفت ذکر کرنے کی وجہ

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب کلام میں مفعول بہ بھی پایا جائے اور دوسرے بھی چند ایسے مفاعیل پائے جائیں جو فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو فاعل کے قائم مقام ہونے کے لئے مفعول بہ مقدم و متعین ہوگا کیونکہ اس کو فاعل کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے اس لئے کہ فعل کا سمجھنا جس طرح فاعل پر موقوف ہوتا ہے اسی طرح مفعول بہ پر بھی موقوف ہوتا ہے اور باقی مفاعیل میں یہ وصف نہیں پائی جاتی اس لئے وہ مفعول بہ پر مقدم نہ ہوں گے۔

③ شدیدًا صفت ذکر کرنے کی وجہ:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ضربا مصدر کو شدیدا کی قید کے ساتھ اسلئے مقید کیا تا کہ تنبیہ ہو جائے کہ مصدر اس وقت تک فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا جب تک اس کے ساتھ کسی قید کا اضافہ نہ کیا جائے اس لئے کہ تنہا مصدر کوئی معقول و معتد بہ فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ فعل اس پر دلالت کرتا ہے بخلاف فاعل کے کہ وہ عمدہ ہونے کی وجہ سے معتد بہ فائدے کا محل

0313 6357913 maktabaqakariyamultan@gmail.com

ہوتا ہے لہٰذا جو چیز معتد بہ فائدہ نہیں دیتی وہ فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتی اگر مصدر کو کسی قید کے ساتھ موصوف کیا جائے تو اس سے فائدہ حاصل ہوگا اور پھر مصدر اس وصف کے ساتھ فاعل کے قائم مقام ہو سکے گا۔

الشق الثانی.....①.... **و قالوا یا اللّٰہ خاصۃ**②.... **و لك فی مثل ـ یا تیم تیم عدیّ الضم و النصب**

مذکورہ نحوی مسائل کی وضاحت کریں۔ منادی کس بناء پر منصوب ہوتا ہے؟ سیبویہ، مبرد اور ابوعلی فارسی کا مذہب ذکر کر کے ان کے مذاہب میں فرق بیان کریں۔ کیا منادی و مندوب میں فرق ہے؟ شارح کی تحقیق ذکر کریں۔ (منصوبات۔ بحث المنادی المضاف)

﴿ خلاصۂ سوال ﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① مذکورہ نحوی مسائل کی وضاحت ② منادی کے منصوب ہونے کی وجہ میں سیبویہ، مبرد اور ابوعلی فارسی کا مذہب اور ان کے مذاہب میں فرق ③ منادی و مندوب میں فرق۔

جواب ..... ① **مذکورہ نحوی مسائل کی وضاحت:۔** ①.... **و قالوا یا اللّٰہ خاصۃ:** یہ جملہ سوالِ مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ ماقبل میں کہا گیا کہ جب معرف باللام کو نداء دینی مقصود ہو تو حرفِ نداء و منادی معرف باللام کے درمیان فاصلہ ضروری ہے تا کہ تعریف کے دو آلوں کے درمیان اجتماع لازم نہ آئے، جبکہ **یا اللّٰہ** میں حرفِ نداء بلا فاصلہ معرف باللام پر داخل ہے اور تعریف کے دو آلوے ایک ہی جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ **و قالوا یا اللّٰہ خاصۃ** کہہ کر جواب دیا کہ اگرچہ ''یا اللہ'' میں بظاہر تعریف کے دو آلے جمع ہو رہے ہیں مگر حقیقت میں یہ تعریف کے دو آلوں کا اجتماع نہیں ہے، اسلئے کہ لام ہمزہ محذوفہ کا عوض ہے جو کہ کلمہ کا جزء ہے، پس لام آلۂ تعریف نہیں ہے، آلۂ تعریف صرف ''یا'' حرفِ نداء ہے۔

② ....**ولك فی مثل یاتیم تیم عدی:** اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ **یا تیم تیم عدیّ** کی مثل میں ضمہ اور نصب دونوں اعراب جائز ہیں، ضمہ اسلئے جائز ہے کہ اول منادی مفرد معرفہ ہے جو کہ علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے، نصب اسلئے جائز ہے کہ وہ عدیّ کی طرف مضاف ہے اور منادی مضاف منصوب ہوتا ہے۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں منادی مفرد معرفہ صورۃً مکرر ہو اور ثانی معرفہ کے ساتھ اسم مجرور بالاضافت متصل ہو یعنی اس کے بعد مضاف الیہ واقع ہو۔

② **منادی کے منصوب ہونے کی وجہ میں سیبویہ، مبرد اور ابوعلی فارسی کا مذہب اور ان کے مذاہب میں فرق:۔** سیبویہ کے نزدیک منادی مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اور اس کا ناصب فعل مقدر ہوتا ہے، **یا زید** اصل میں **ادعو زیدا** تھا، کثرتِ استعمال کی وجہ سے فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا۔ حرفِ نداء اس فعل محذوف پر دلالت کرتا ہے اور فعلِ محذوف کا فائدہ دیتا ہے۔

مبرد کے نزدیک منادی حرفِ نداء کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ حرفِ نداء فعل کے قائم مقام ہے۔

ابوعلی کے نزدیک حروفِ نداء اسماءِ افعال میں سے ہیں، پس جس طرح بعض اسماءِ افعال امر کے معنی میں ہوتے ہیں اور مابعد والے اسم کو مفعولیت کی بناء پر نصب دیتے ہیں اسی طرح حروفِ نداء بھی اسماءِ افعال میں سے ہونے کی وجہ سے منادی کو مفعول ہونے کی بناء پر نصب دیتے ہیں۔ ان تینوں مذاہب میں فرق یہ ہے کہ سیبویہ کے نزدیک جملہ کے دونوں جزء یعنی فعل و فاعل مقدر ہیں۔ مبرد کے نزدیک حرفِ نداء جملہ کے دو جزء میں سے ایک جزء یعنی فعل کے قائم مقام ہے اور فاعل مقدر ہے۔ ابوعلی کے نزدیک جملہ کے دو جزء میں سے ایک جزء اسم فعل ہے اور دوسرا جزء وہ ضمیر ہے جو اس کے اندر مستتر ہے۔ (التقریر السامی:۱۷۲)

③ **منادی و مندوب میں فرق:۔** مصنفؒ کی رائے یہ ہے کہ منادی کی تعریف میں مندوب داخل نہیں ہے، اسلئے کہ منادی وہ ہوتا ہے جسکی توجہ کو طلب کیا جائے، اگر وہ توجہ کے قابل نہ ہو تو اس کو ان چیزوں کی جگہ رکھا جاتا ہے جن میں توجہ کی صلاحیت ہوتی ہے، پھر اس کو نداء کی جاتی ہے۔ اور مندوب میں یہ بات نہیں ہوتی، اسلئے کہ مندوب پر محض آہ و زاری کی جاتی ہے، اس کو بلانا یا متوجہ کرنا مقصود نہیں ہوتا، لہٰذا منادی کی تعریف سے مندوب خارج ہو گیا۔ اسی لئے ماتنؒ نے مندوب کے احکام الگ بیان کئے ہیں۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جمہور کی رائے اور شارح کا رجحان اس طرف ہے کہ مندوب منادی میں داخل ہے۔ چنانچہ شارحؒ ماتنؒ پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''یا سماءُ یا جبالُ یا ارضُ'' کو منادی حکمی قرار دے کر منادی میں داخل کرنا اور المطلوب اقبالہ کی قید سے مندوب کو خارج کرنا تحکّم (حکم بلا دلیل) ہے اور اپنی طرف سے ایک رائے قائم کرنا ہے، کیونکہ منادی کی تعریف ''المطلوب اقبالہ'' مندوب پر بھی صادق آتی ہے، اسلئے کہ جب آدمی کسی پر نوحہ وآہ وزاری کرتا ہے اور اس کا نام لیکر مثلاً ''یا محمداہ'' کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے محمد تو کہاں چلا گیا ہے میں تیرا مشتاق ہوں، گویا وہ میت کو پکار رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا مندوب کو بھی منادی میں شامل کرنا چاہئے، جیسا کہ صاحبِ مفصل نے کیا ہے اور سیبویہ جو استاذ الکل ہے اسکی کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ مندوب منادی کے تحت داخل ہے۔ اسلئے مندوب کو منادی سے خارج کرنا تحکم یعنی دلیل کے بغیر حکم لگا دینے کے مترادف ہے۔ (المفتاح السامی:۳۵۲)

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل .....فان كان اى المسند اليه بعد دخولها معرفة بانتفاء شرط النكارة او مفصولا بينه اى بين ذلك المسند اليه وبين لا بانتفاء شرط الاتصال على سبيل منع الخلو سواء كان مع انتفاء شرط كونه مضافا او مشبها به اولاوهى ست صور..... وجب فى جميع هذه الصور الست الرفع ونحو قضية ولااباحسن لها متأوّل ۔(۱۵۵۔امدادیہ) عبارت کی واضح تشریح کریں۔ عبارت میں مذکورہ چھ صورتیں کون سی ہیں؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس عبارت میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) عبارت میں مذکور چھ صورتوں کی نشاندہی۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ عبارت کی تشریح سے قبل تمہید سمجھ لیں کہ لائے جنس کے اسم کے منصوب ہونے کی تین شرائط ہیں: ①لا کے متصل ہو ② نکرہ ہو ③ مضاف یہ شبہ مضاف ہو۔ اب عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر لَا کا اسم لَا کے دخول کے بعد معرفہ ہو یعنی نکرہ والی شرط منتفی ہو یا لَا کا اسم اس کے متصل نہ ہو یعنی اتصال والی شرط منتفی ہو یا یہ دونوں شرطیں منتفی ہوں تو لَا کے اسم پر ابتداء کی بناء پر رفع بھی واجب ہے اور اسم کے ساتھ لَا کا تکرار بھی واجب ہے۔

علی سبیل منع الخلو کا مطلب یہ ہے کہ پہلی شرط منتفی ہو یا دوسری شرط منتفی ہو یا دونوں شرطیں منتفی ہونے میں جمع ہو جائیں یعنی دونوں منتفی ہوں تو ان تینوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔ سواء كان الخ کا مطلب یہ ہے کہ اس حکم (رفع وتکرارِ لا واجب ہے) میں تیسری شرط (اسمِ لَا کا مضاف یا شبہ مضاف ہونا) کے انتفاء یا عدم انتفاء کو اسمیں کوئی دخل نہیں ہے بہر صورت یہی حکم ہے۔

② عبارت میں مذکورہ چھ صورتوں کی نشاندہی:۔ ① لَا کا اسم مفرد معرفہ متصل ہو جیسے لا زيدٌ فى الدار ولا عمروٌ ② لَا کا اسم مضاف معرفہ متصل ہو جیسے لا غلام زيد فى الدارِ ولا عمرو ③ لَا کا اسم مفرد نکرہ منفصل ہو جیسے لَا فى الدار رجل ولا امرأة ④ لَا کا اسم مضاف نکرہ منفصل ہو جیسے لَا فى الدار غلام رجلٍ ولا امرأةٍ ⑤ لَا کا اسم مفرد معرفہ منفصل ہو جیسے لا فى الدار زيد ولا عمرو ⑥ لَا کا اسم مضاف معرفہ منفصل ہو جیسے لا فى الدار غلام زيد ولا عمروٍ۔

03136357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی .....ويكونان (اى البدل والمبدل منه) معرفتين ونكرتين و مختلفين ، واذا كان نكرة من معرفة فالنعت مثل بالناصية ناصية كاذبة ويكونان ظاهرين ومضمرين ومختلفين ولايبدل ظاهر من مضمر بدل الكل الامن الغائب نحو ضربته زيدًا ۔(۱۹۷۔امدادیہ) عبارت کی تشریح کریں اور مثالیں ذکر کریں۔

جواب .....عبارت کی تشریح مع امثلہ:۔ "ويكونان الخ" سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض تعریف وتنکیر کے اعتبار سے بدل کی تقسیم کرنا ہے کہ تعریف وتنکیر کے اعتبار سے بدل کی چار قسمیں ہیں ① بدل ومبدل منہ دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نى زيد اخوك

② بدل ومبدل منہ دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لك ③ مبدل منہ معرفہ وبدل نکرہ ہو جیسے بالناصية ناصية كاذبةٍ ④ مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو جیسے جاء نی رجل غلام زيد۔

"واذا كان البدل الخ" سے ایک ضابطہ بیان کیا کہ جب مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو تو بدل کی نعت لانا واجب ہے تا کہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو جائے کیونکہ نکرہ معرفہ کی نسبت انقص ہوتا ہے لہٰذا اس نکرہ کی صفت لائیں گے تا کہ اسکے ذریعے اس نکارت کی تلافی ہو جائے جو بدل میں ہے جیسے بالناصية ناصية كاذبة اسمیں بدل (ناصية) نکرہ کی صفت (كاذبة) لائی گئی ہے۔

"ويكونان ظاهرين الخ" سے غرض اظہار واضمار کے اعتبار سے بدل کی تقسیم کرنا ہے کہ اظہار واضمار کے اعتبار سے بھی بدل کی چار اقسام ہیں ① بدل ومبدل دونوں اسم ظاہر ہوں جیسے جاء نی زيد اخوك ② بدل ومبدل منہ دونوں اسم مضمر ہوں جیسے الزيدون تقيتهم اياهم ③ مبدل منہ اسم مضمر اور بدل اسم ظاہر ہو جیسے اخوك ضربته زيدًا ④ بدل منہ اسم ظاہر اور بدل اسم مضمر ہو جیسے اخوك ضربت زيدًا اياه۔ "ولا يبدل الخ" سے ایک ضابطہ کی طرف اشارہ ہے کہ اسم مظہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل الکل نہیں بن سکتا جیسے ضربته زيدًا، اسلئے کہ ضمیر مخاطب ومتکلم دلالت کے اعتبار سے اسم ظاہر سے اقوی واخص ہوتی ہیں پس اگر ضمیر مخاطب یا متکلم سے بدل الکل بنایا جائے تو مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئیگا حالانکہ بدل الکل اور مبدل منہ کے مدلول میں عینیت ہوتی ہے۔ بخلاف بدل البعض، بدل الاشتمال وبدل الغلط کے کہ اسم ظاہر کو ضمیر مخاطب ومتکلم سے بدل البعض، بدل الاشتمال وبدل الغلط بنا سکتے ہیں اسلئے کہ انکے اندر مانع مفقود ہے کیونکہ ان میں بدل کا مدلول بعینہٖ مبدل منہ کا مدلول نہیں ہوتا جیسے اشتريتك نصفك، اشتريتني نفسي بدل البعض کی مثال ہیں۔ اعجبني علمك بدل الاشتمال کی مثال ہے ضربتك الحمار، ضربتني الحمار بدل الغلط کی مثال ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل .....فَاِنْ طَابَقَتِ الصِّفَةُ الْوَاقِعَةُ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ اِسْمًا مُفْرَدًا مَذْكُوْرًا بَعْدَهَا نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ وَاَ قَائِمٌ زَيْدٌ وَاحْتَرَزَ بِهٖ عَمَّا اِذَا طَابَقَتْ مُثَنّٰى نَحْوُ اَ قَائِمَانِ الزَّيْدَانِ اَوْ مَجْمُوْعًا نَحْوُ اَقَائِمُوْنَ الزَّيْدُوْنَ فَاِنَّهَا حِيْنَئِذٍ خَبَرٌ لَيْسَ اِلَّا جَارَ الْاَمْرَانِ كَوْنُ الصِّفَةِ مُبْتَدَاً وَمَا بَعْدَهَا فَاعِلَهَا يَسُدُّ مَسَدَّ الْخَبَرِ وَكَوْنُ مَابَعْدَ هَا مُبْتَدَاً وَالصِّفَةِ خَبَرًا مُقَدَّمًا عَلَيْهِ فَهٰهُنَا ثَلَاثُ صُوَرٍ۔ (ص۶۹۔امدادیہ)

مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف کریں۔ عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔ فههٰنا ثلاث صور کی مثالوں کے ذریعہ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح (۴) ثلاث صور کی نشاندہی مع امثلہ۔

جواب ..... ① مبتداء کی قسم ثانی کی تعریف:۔ وہ صفت کا صیغہ جو حرفِ نفی یا حرفِ استفہام کے بعد واقع ہو اور وہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو، اسم ضمیر کو رفع دینے والا نہ ہو جیسے ا قائم الزيدان۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ في السوال آنفا۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے صاحبِ کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک ضابطہ کو بیان کرنا ہے کہ اگر حرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع صفت کا صیغہ اسم ظاہر مفرد کے مطابق ہو تو اسمیں دو امر جائز ہیں: ① صیغۂ صفت مبتداء کی قسم ثانی اور مابعد فاعل قائم مقام خبر ہو۔ ② صیغۂ صفت خبرِ مقدم اور مابعد مبتداء مؤخر ہو۔

"الصفة الواقعة الخ" سے ملّا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ طابقت کی ضمیر کا

مرجع مطلق صفت ہے یا وہ صفت ہے جو حرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو اور مابعد والے اسمِ ظاہر کو رفع دے، دونوں احتمال درست نہیں ہیں۔ مطلق صفت کا مرجع ہونا اسلئے درست نہیں ہے کہ اس صورت میں **قائم زیدٌ** میں بھی دو امر جائز جائز ہونگے حالانکہ اسمیں فقط ایک امر (قائم خبرِ مقدم زید مبتداء مؤخر) جائز ہے اور اگر وہ صفت کا صیغہ مرجع ہے جو حرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو اور مابعد والے اسمِ ظاہر کو رفع دے تو اس صورت میں صیغۂ صفت کے اسم ظاہر کے لئے رافع ہونے کے باوجود جواز الامرین لازم آئے گا حالانکہ اس صورت میں صفت کا مبتدا کی قسمِ ثانی ہونا اور مابعد کا فاعل قائم مقام خبر ہونا متعین ہے۔

"الصفة الواقعة الخ" سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر کا مرجع احتمالِ ثانی یعنی وہ صفت کا صیغہ ہے جو حرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو قطع نظر اس بات کے کہ وہ مابعد والے اسمِ ظاہر کو رفع دینے والا ہو گویا قیدِ اوّل (حرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو) ملحوظ ہے قیدِ ثانی (مابعد والے اسمِ ظاہر کو رفع دے) ملحوظ نہیں ہے اس صورت میں مابعد والے اسمِ ظاہر میں رفع متعین نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض وارد نہ ہوگا۔ **"اسما مفردًا"** کہہ کر بتلا دیا کہ **مفردًا** موصوف محذوف **اسما** کی صفت ہے۔

"مذکورا بعدها" کہہ کر اشارہ کیا کہ صفت مع متعلق کے محذوف ہے۔

"مَا قائمٌ زیدٌ" یہ مذکورہ ضابطہ کی مثال ہے اسمیں صیغۂ صفت حرفِ نفی کے بعد واقع ہے اور اسمِ ظاہر مفرد کے مطابق ہے

"أقائمٌ زیدٌ" یہ حرف استفہام کی مثال ہے اسمیں صیغہ صفت حرفِ استفہام کے بعد واقع ہے اور اسمِ ظاہر مفرد کے مطابق ہے پس ان دونوں مثالوں میں امرین (صیغۂ صفت مبتدا کی قسمِ ثانی اور مابعد فاعل قائم مقام خبر، صیغۂ صفت خبرِ مقدم اور مابعد مبتدا مؤخر) جائز ہیں۔

"واحترز به الخ" سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض مفرد کی قید کے فائدہ کو بیان کرنا ہے کہ اسکے ذریعہ اس صیغۂ صفت سے احتراز ہے جو تثنیہ یا جمع کے مطابق ہو جیسے **اقائمان الزیدان، اقائمون الزیدون** یہاں پر صیغہ صفت کا مبتدا کی قسمِ ثانی بننا درست نہیں ہے، کیونکہ ان میں صیغۂ صفت اسمِ ظاہر کی جگہ اسمِ ضمیر کو رفع دینے والا ہے۔

"کون الصفة الخ" سے **الامران** کے مصداق کو بیان کیا جسکی وضاحت ہو چکی ہے۔

④ **ثلاث صور کی نشاندہی مع امثلہ:۔** اس عبارت میں ثلاث صور سے مراد وہ تین صورتیں ہیں جو جائز و مستعمل ہیں: ① صیغۂ صفت اور اسمِ ظاہر تثنیہ و جمع ہونے میں مطابق ہوں جیسے **اقائمان الزیدان اقائمون الزیدون**، اس صورت میں صیغۂ صفت کا خبرِ مقدم اور اسمِ ظاہر کا مبتداء مؤخر ہونا متعین ہے ② صیغۂ صفت مفرد ہو اور اسمِ ظاہر تثنیہ و جمع ہو جیسے **اقائم الزیدان، اقائم الزیدون**، اس صورت میں صیغۂ صفت کا مبتداء کی قسمِ ثانی ہونا اور اسمِ ظاہر کا خبر ہونا متعین ہے ③ صیغۂ صفت اور اسمِ ظاہر دونوں مفرد ہوں جیسے **اقائم زید**، اس صورت میں امرین جائز ہیں **کما مرّ آنفا** ④ عقلی طور پر یہاں چوتھی صورت بھی ہے کہ صیغۂ صفت تثنیہ و جمع ہو اور اسمِ ظاہر مفرد ہو جیسے **اقائمان زید، اقائمون زید**، یہ صورت ناجائز و غیر مستعمل ہے۔

الشق الثانی.....**وَيُحْذَفُ خَبَرُ لَا هٰذِهِ حَذْفًا كَثِيْرًا أَذَا كَانَ الْخَبَرُ عَامًّا كَالْمَوْجُوْدِ وَالْحَاصِلِ لِدَلَالَةِ النَّفْيِ عَلَيْهِ نَحْوُ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، أَيْ لَا إِلٰهَ مَوْجُوْدٌ إِلَّا اللّٰهُ ، وَبَنُوْتَمِيْمٍ لَا يُثْبِتُوْنَهٗ.** (ص ۸۱۔ امدادیہ)

0311 635 0913 maktabazakaria.mulitan@gmail.com

عبارت پر اعراب لگا کر مطلب بیان کریں۔ مسئلہ کا تعلق کس بحث سے ہے؟ **لایثبتونه** سے کیا مراد ہے؟ تفصیل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مطلب (۳) متعلقہ بحث کی نشاندہی (۴) **لایثبتونه** کی مراد۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا مطلب:۔ صاحبِ کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لائے نفیِ جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے اسلئے کہ نفی اس

پر دلالت کرتی ہے کیونکہ نفی منفی کا تقاضا کرتی ہے اور جب خصوص کا کوئی قرینہ نہیں ہوگا تو نفی عام کی طرف متصرف ہوگی اور جب عام لفظوں میں موجود نہیں ہوگا تو معلوم ہوگا کہ وہ محذوف ہے جیسے **لا الٰہ الّا اللّٰہ** اسمیں **الٰہ**، **لَا** کا اسم ہے اور اسکی خبر (موجود) محذوف ہے اصل عبارت **لا الٰہ موجود الّا اللّٰہ** ہے۔

"**خبر لا**" کہہ کر **یحذف** کی ضمیر کے مرجع کو متعین کر دیا کہ وہ **خبر لَا** ہے۔

"**ھٰذہ**" کہہ کر اشارہ کر دیا کہ صرف **لَا** نفیِ جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے لَا مشابہ بلیس کی خبر اکثر محذوف نہیں ہوتی

"**حذفا**" کہہ کر سوالِ مقدر کا جواب دیا، سوال کی تقریر یہ ہے کہ **کثیرا**، **یحذف** فعل کا مفعول مطلق ہے حالانکہ اسمیں مفعول مطلق کی شرط (فعلِ مذکور کا معنی اس پر مشتمل ہو) نہیں پائی جاتی کیونکہ **یحذف** کا معنی **کثیرا** پر مشتمل نہیں ہے تو **حذفا** کہہ کر جواب دیدیا کہ **کثیرا** مفعول مطلق نہیں ہے بلکہ مفعول مطلق (**حذفا**) محذوف ہے اور یہ **کثیرا** اسکی صفت ہے، **کثیرا** کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ خبر اکثر محذوف ہوتی ہے۔

"**اذا کان الخبر عاما**" کہہ کر وہم کو دور کر دیا کہ **لَا** نفیِ جنس کی خبر کا حذفِ کثیر مطلقاً نہیں ہے بلکہ اسوقت ہے جب وہ خبر عام ہو جیسے موجود، حاصل۔ "**لدلالة النفی علیه**" سے حذفِ خبر کی علت کو بیان کیا ہے جسکی وضاحت ہو چکی ہے۔

③ متعلقہ بحث کی نشاندہی:۔ ابھی ماقبل والی بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس عبارت کا تعلق لانفیِ جنس کی خبر کے ساتھ ہے۔

④ **لایثبتونه** کی مراد:۔ شارح نے مصنف رحمہ اللہ کی عبارت **وبنوتمیم لا یثبتونه** کے دو معانی کی طرف اشارہ کیا **لَا یظهرون** سے پہلے معنی کو بیان کیا کہ وہ لَا نفی جنس کی خبر کو لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے اسلئے کہ انکے نزدیک "**لَا**" نفیِ جنس کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ **اوالمراد** سے دوسرے معنی کی طرف اشارہ ہے کہ بنوتمیم **لَا** نفیِ جنس کی خبر کو بالکل ثابت نہیں کرتے نہ لفظاً اور نہ تقدیراً۔

"**فیقولون الخ**" سے ملّا جامی رحمہ اللہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جب بنوتمیم **لَا** نفیِ جنس کی خبر کے بالکل قائل ہی نہیں ہیں تو پھر انکے نزدیک **لَا اهل ، لامال** یہ کلام فائدہ تامہ کیسے دے گی **فیقولون الخ** سے شارح نے جواب دیا کہ انکے نزدیک **لا** اسم فعل ہے بمعنی **انتفٰی** فعل اور **اهل و مال** اسکا فاعل ہیں تقدیر عبارت ہے **انتفی الاهل، انتفی المال**، اب خبر کی طرف احتیاج ہی نہیں ہے۔

"**وعلی التقدیرین الخ**" سے شارح رحمہ اللہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جہاں پر **لَا** نفیِ جنس کی خبر موجود ہے مثلاً **لَا رجل قائم** وہاں پر مذکورہ توجیہ درست نہیں ہے؟ شارح رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ بظاہر جہاں پر **لَا** نفیِ جنس کی خبر موجود ہے اسکو بنوتمیم صفت پر محمول کرتے ہیں نہ کہ خبر پر جیسے اسی مثال میں **قائم** رجل کی صفت ہے البتہ رجل کے محل کی وجہ سے مرفوع ہے اسلئے کہ "**رجل**" **لَا** کی وجہ سے مبنی ہے اور مبنی کا تابع اس کے محل کے تابع ہوتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٧ھ

الشق الاوّل .....(**وَشَرْطُهَا**) اَیْ شَرْطُ الْحَالِ (**اَنْ تَکُوْنَ نَکِرَةً**) لِاَنَّ النَّکِرَةَ اَصْلٌ **وَالْغَرَضُ وَهُوَ تَقْیِیْدُ الْحَدَثِ الْمَنْسُوْبِ اِلٰی صَاحِبِهَا یَحْصُلُ بِهَا وَالتَّعْرِیْفُ زَائِدٌ عَلَی الْغَرَضِ** (**وَ**) **اَنْ یَکُوْنَ** (**صَاحِبُهَا مَعْرِفَةً**) **لِاَنَّهٗ مَحْکُوْمٌ عَلَیْهِ فِی الْمَعْنٰی فَکَانَ الْاَصْلُ فِیْهِ التَّعْرِیْف** (**غَالِبًا**) اَیْ **لَیْسَ اِشْتِرَاطُهَا بِکَوْنِ صَاحِبِهَا مَعْرِفَةً فِی جَمِیْعِ مَوَادِهَا بَلْ فِی غَالِبِ مَوَادِهَا اَیْ اَکْثَرِهَا**۔ (ص۱۲۴۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر بطرزِ شارح تشریح کریں۔ ذوالحال نکرہ ہونے کی صورت میں تقدیم حال واجب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ **أرسلها العراك** کی تاویل ذکر کریں اور مکمل شعر مع ترجمہ تحریر کریں۔ حال کی تعریف اور مثال لکھیں۔

03135 635915 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح بطرز شارح (۳) ذوالحال نکرہ ہونے کی صورت میں تقدیم حال واجب ہونے کی وجہ (۴) **ارسلها العراك** کی تاویل (۵) شعر کی تکمیل مع ترجمہ (۶) حال کی تعریف ومثال۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّفي السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح بطرز شارح رحمۃ اللہ علیہ:۔ اس عبارت میں ذوالحال وحال کی شرائط کا ذکر ہے۔ حال کی پہلی شرط یہ ہے کہ نکرہ ہو اس لئے کہ کلام میں تنکیر اصل ہے کیونکہ یہ عوارض سے خالی ہوتی ہے اور غرض (معنی حدثی منسوب الی ذی الحال کو مقید کرنا) نکرہ کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے۔ تو پس حال کا معرفہ ہونا امر زائد علی الغرض ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ذوالحال معرفہ ہو اس لئے کہ ذوالحال محکوم علیہ کے معنی میں ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے تا کہ اس پر حال کی صحت کا حکم لگایا جا سکے باقی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا قول **غالبا** معرفۃ سے متعلق نہیں ہے بلکہ غالبا اشتراط کے متعلق ہے پس معنی یہ ہوں گے کہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط اکثر مواد میں ہے، نہ کہ بعض مواد میں یعنی ذوالحال کے تمام مواد میں معرفہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اکثر میں شرط ہے۔

ارسلها العراك الخ سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر ہے کہ حال کے نکرہ ہونے والی شرط **ارسلها العراك** اور **مررت به وحده** وغیرہ سے منقوض ہے اسلئے کہ **العراك** الف لام کی وجہ سے اور **وحده** اضافت کی وجہ سے معرفہ ہیں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ سب نکرہ کی تاویل میں ہیں۔

③ ذوالحال نکرہ ہونے کی صورت میں تقدیم حال واجب ہونے کی وجہ:۔ اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہو کہ جس میں تقدیم کے ماسوا تخصیص کا کوئی شبہ بھی نہ ہو اور حال نکرہ ومعرفہ کے درمیان مشترک بھی نہ ہو تو اِس صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدّم کرنا واجب ہے۔ شارحؒ نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں: ① حال کو ذوالحال پر مقدّم کرنا اسلئے واجب ہے تا کہ نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جائے اسلئے کہ حال اور ذوالحال معناً مبتداء وخبر ہوتے ہیں پس جس طرح مبتداء پر خبر کی تقدیم کی وجہ سے مبتداء میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے اِسی طرح ذوالحال پر حال کی تقدیم کی وجہ سے ذوالحال میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے۔ ② حال کو ذوالحال پر مقدّم کرنا اسلئے واجب ہے تا کہ حالتِ نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسے **ضربت رجلًا راكبًا**۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ **راكبًا، رجلًا** سے حال ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ **راكبًا، رجلًا** کی صفت ہو۔ پس حال ہونے کی صورت میں اس کی تقدیم واجب ہے کیونکہ صفت کی تقدیم موصوف پر ممتنع ہے۔ (التقریر السامی ص ۲۷۸)

④ **ارسلها العراك** کی تاویل:۔ **العراك** اور اسکے مماثل وحده وغیرہ میں دو طرح تاویل کی گئی ہے: ① یہ افعال محذوفہ کے مفعول مطلق ہیں انکے افعال کو سماعی طور پر وجوباً حذف کر دیا گیا ہے اصل عبارت **تعترك العراك، ينفرد وحده، تجتهد جهدك** تھی پس یہ سب جملے ہوئے اور جملہ من حیث الجملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور انکا نصب مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا حال کے نکرہ ہونے والی شرط منقوض نہ ہوئی۔ ② یہ مصادر اگرچہ صورۃً معرفہ ہیں مگر معنیً نکرہ ہیں، اسلئے کہ **العراك** میں الف لام زائدہ ہے اور یہ **معتركةً** کے معنی میں ہے، اور **وحده، منفردا** کے معنی میں ہے اور **جهدك، مجتهدا** کے معنی میں ہے پس اس صورت میں بھی حال نکرہ ہی ہے لہٰذا حال کے نکرہ ہونے والی شرط منقوض نہ ہوئی۔

⑤ شعر کی تکمیل مع ترجمہ:۔ لبید شاعر کا پورا شعر اس طرح ہے:

وارسلها العراك ولم يذدها ولم يشفق على نغص الدخال (ترجمہ: اس وحشی حمار نے ان گدھیوں کو بھیج دیا (چھوڑ دیا) اس حال میں کہ وہ ایک دوسرے پر بھیڑ کر رہی تھیں۔ اور اس نے انہیں بھیڑ کرنے سے نہ روکا اور نغص الدخال کا خوف نہ کیا)۔

⑥ حال کی تعریف ومثال:۔ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی وقوعِ فعل اور صدورِ فعل کی حالت اور کیفیت کو بیان

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کرے جیسے جاء نی زید راکبا، وضربت زیدا مشدودًا، ولقیت عمروًا راکبین، پہلی مثال میں راکبا زید یعنی فاعل سے حال ہے۔ دوسری مثال میں مشدودًا زیدًا یعنی مفعول سے حال ہے۔ تیسری مثال میں راکبین فاعل یعنی ث ضمیر اور مفعول یعنی عمروًا سے حال ہے۔ اور حال کی یہی تین اقسام بھی ہیں۔

الشق الثانی.....**وقد تکون جملة خبریة فالاسمیة بالواو والضمیر أو بالواو أو بالضمیر علی ضعف۔ والمضارع المثبت بالضمیر وحده وماسواهما بالواو والضمیر أو بأحدهما۔** (ص۱۲۹۔امدادیہ)

عبارت کی تشریح کریں۔ جملہ انشائیہ حال کیوں نہیں بن سکتا؟ نیز جملہ خبریہ حالیہ میں رابط کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) جملہ انشائیہ کے حال نہ بننے کی وجہ (۳) جملہ خبریہ حالیہ میں رابط کے ضروری ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کبھی جملہ بھی ہوتا ہے اسلئے کہ جملہ بھی مفردات کی طرح ہیئت پر دلالت کرتا ہے اور حال سے مقصود ہیئت پر دلالت ہوتی ہے لہٰذا مفردات کی طرح جملہ کا حال واقع ہونا درست ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ جملہ حالیہ جملہ خبریہ ہو جو صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہو اسلئے کہ حال ذوالحال سے بمنزلِ خبر کے ہوتا ہے نیز حال کا ذوالحال پر جاری ہونا ذوالحال کے لئے محکوم بہ (خبر) کی قوت میں ہے یعنی جس طرح مبتداء محکوم علیہ اور خبر محکوم بہ ہوتی ہے اسی طرح ذوالحال بمنزلِ محکوم علیہ اور حال بمنزلِ محکوم بہ ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ محکوم بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، لہٰذا یہ حال بھی نہیں بن سکتا۔

چونکہ جملہ افادہ میں مستقل ہوتا ہے اسلئے وہ دوسری شئی کے ساتھ ارتباط کا تقاضا نہیں کرتا مگر حال ذوالحال کے ساتھ مرتبط ہوتا ہے لہٰذا حال جب جملہ ہوگا تو اسکے لئے رابطہ کا ہونا ضروری ہے جو اسکو ذوالحال کے ساتھ ربط دے اور وہ رابطہ واؤ اور ضمیر ہیں۔

جملہ خبریہ اسمیہ ہوگا یا فعلیہ ہوگا۔ فعلیہ ہو کر یا مضارع مثبت ہوگا یا منفی ہوگا اسی طرح فعلیہ ہو کر یا ماضی مثبت ہوگا یا ماضی منفی ہوگا۔ اس طرح یہ کل پانچ جملے بنیں گے ① جملہ اسمیہ ② فعلیہ مضارع مثبت ③ فعلیہ مضارع منفی ④ فعلیہ ماضی مثبت ⑤ فعلیہ ماضی منفی۔

اب عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر حال جملہ اسمیہ ہو تو وہ واؤ اور ضمیر دونوں کے ساتھ متلبس ہوگا اسلئے کہ جملہ اسمیہ استقلال میں سب سے اقویٰ ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اسمیں رابطہ بھی نہایت قوی ہو اور ظاہر ہے کہ دو رابطے ایک سے قوی ہوتے ہیں جیسے **جئت وانا راکب، جئت وانت راکب، جاء زید وهو راکب** ان تینوں مثالوں میں واؤ اور ضمیر دونوں موجود ہیں۔

یا جملہ اسمیہ کے حال ہونے کی صورت میں ربط صرف واؤ کے ساتھ ہوگا اسلئے کہ واؤ اوّل امر میں ربط پر دلالت کرتی ہے کیونکہ واؤ جملہ اسمیہ حالیہ کے شروع میں آئیگی اور یہ جمع مع السابق کیلئے ہے لہٰذا جب اسکے بعد جملہ مذکور ہوگا تو فوراً معلوم ہوگا کہ مابعد ماقبل کے ساتھ مرتبط ہے جیسے **کنت نبیا و آدم بین الماء والطین** یا جملہ اسمیہ کے حال ہونے کی صورت میں ربط صرف ضمیر کے ساتھ ہوگا مگر یہ ضعیف ہے اسلئے کہ ضمیر کا ابتداء میں واقع ہونا واؤ کی طرح واجب نہیں ہے لہٰذا یہ واؤ کی طرح اوّل امر میں ربط پر دلالت نہیں کرے گا جیسے **کَلَّمْتُهٗ فُوْهُ اِلٰی فِیَّ**۔

0313 6357913 maktabazakariyanmtan@gmail.com

اگر حال جملہ فعلیہ مضارع مثبت ہو تو پھر اسمیں ربط صرف ضمیر کے ساتھ ہوگا اسلئے کہ فعل مضارع لفظاً و معناً اسم فاعل کے مشابہ ہے اور اسم فاعل واؤ سے مستغنی ہوتا ہے لہٰذا مضارع بھی واؤ سے مستغنی ہوگا جیسے **جاء نی زید یسرح**۔

اگر حال جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ مضارع مثبت کے علاوہ بقیہ تین جملوں (فعلیہ مضارع منفی، فعلیہ ماضی مثبت، فعلیہ ماضی منفی) میں سے کسی جملہ پر مشتمل ہو تو اسمیں ربط واؤ اور ضمیر دونوں بھی ہوتے ہیں اور تنہا تنہا بھی ہوتے ہیں انمیں تنہا ضمیر پر اکتفاء کرنا ضعیف نہیں ہے اسلئے کہ ان تین جملوں میں سے کسی کے اندر اس درجہ استقلال نہیں ہے جیسا کہ جملہ اسمیہ میں استقلال تھا پس جب انمیں

وہ قوۃِ استقلال نہیں تو صرف ضمیر پر اکتفاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مضارع منفی کی مثالیں: جیسے جاء نی زید ومایتکلم غلامہ، جاء نی زید مایتکلم غلامہ، جاء نی زید وما یتکلم عمرو ۔

ماضی مثبت کی مثالیں: جیسے جاء نی زید وقد خرج غلامہ، جاء نی زید قد خرج غلامہ، جاء نی زید وقد خرج عمرو ۔

ماضی منفی کی مثالیں: جیسے جاء نی زید وما خرج غلامہ، جاء نی زید ما خرج غلامہ، جاء نی زید وما خرج عمرو ۔

② و ③ جملہ انشائیہ کے حال نہ بننے کی وجہ اور جملہ خبریہ حالیہ میں رابط کے ضروری ہونے کی وجہ:۔

ابھی عبارت کی تشریح کے ضمن میں ابتداء میں ان دونوں امر کی وجہ وضاحت کے ساتھ گزر چکی ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل.....والمعطوف فی حکم المعطوف علیه ومن ثم لم یجز فی مازید بقائم أو قائما ولاذاهب عمرو الا الرفع ، وانما جاز الذی یطیر فیغضب زید الذباب لأنها فاء السببیة۔(۱۸۸۔امدادیہ)

عبارت کی مکمل وضاحت کریں، وانما جاز سوال کا جواب ہے پہلے سوال کی تقریر اور جواب کی توضیح بطرزِ شارح تحریر کریں۔

جواب..... ① عبارت کی وضاحت:۔ ماقبل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ضابطہ بیان کیا تھا کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو امور معطوف علیہ کیلئے جائز ہیں وہ امور معطوف کیلئے بھی جائز ہیں اور جو امور معطوف علیہ کیلئے ممتنع ہیں وہ امور معطوف کیلئے بھی ممتنع ہیں۔ اسی ضابطہ پر تفریع قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ما زید بقائم ولا ذاهب عمرو، ما زید قائما ولا ذاهب عمرو، ان دونوں مثالوں میں ذاهب پر رفع متعین ہے نصب وجر جائز نہیں ہے اسلئے کہ اگر اسکو منصوب پڑھیں تو اسکا عطف قائما پر ہوگا اور اگر مجرور پڑھیں تو اسکا عطف بقائم پر ہوگا پس بواسطہ عطف یہ زید کی خبر ہوگا حالانکہ ذاهب کا زید کی خبر ہونا ممتنع ہے اسلئے کہ معطوف علیہ (قائم) کے اندر ضمیر ہے جو ما کے اسم (زید) کی طرف راجع ہے اور معطوف اس ضمیر سے خالی ہے پس ذاهب پر رفع متعین ہوگا اس بناء پر کہ یہ عمروٌ کی خبر مقدم ہے اور یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہوگا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

② وانّما جاز الخ سوال وجواب کی وضاحت:۔ انّما جاز الخ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ مذکورہ قاعدہ (معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے) عربیوں کے قول الذی یطیر فیغضب زید الذباب کے ساتھ منقوض ہے اسلئے کہ یطیر (معطوف علیہ) کے اندر ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور یغضب (معطوف) ضمیر سے خالی ہے۔ جواب ① کا حاصل یہ ہے کہ یغضب پر داخل فاء عاطفہ نہیں ہے بلکہ سببیہ ہے لہٰذا سوال خارج عن البحث ہوا۔ ② کہ یہ فاء عاطفہ وسببیہ دونوں ہے، پھر اعتراض ہوگا کہ فاء عاطفہ کی وجہ سے ضمیر کا ہونا ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سبب مسبب میں اتصال ہوتا ہے اسلئے یہ دونوں جملے جملہ واحدہ کی مثل ہوگئے اور جملہ اولیٰ کے رابط پر اکتفاء کرتے ہوئے جملہ ثانیہ میں رابط کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ③ کہ یہ فاء سببیت کیلئے نہیں ہے لیکن اس سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ جملہ اولیٰ جملہ ثانیہ کیلئے سبب ہے اور جملہ ثانیہ میں سببیت والا معنی ہی رابط ہو جائیگا۔ ④ کہ یہ فاء عطف کیلئے ہی ہے اور معطوف کے اندر ضمیر مقدر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اصل عبارت اس طرح ہے الذی یطیر فیغضب زید بطیر انه الذباب ۔

الشق الثانی.....وَقَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ الرَّافِعُ لِلْفَاعِلِ بِقَرِیْنَةٍ دَالَّةٍ عَلٰی تَعَیُّنِهٖ وُجُوْبًا اَیْ حَذْفًا وَاجِبًا فِیْ مِثْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ اَیْ فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ حُذِفَ الْفِعْلُ ثُمَّ فُسِّرَ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ النَّاشِیْ مِنَ الْحَذْفِ فَاِنَّهٗ لَوْ ذُکِرَ الْمُفَسَّرُ لَمْ یَبْقَ الْمُفَسِّرُ مُفَسِّرًا بَلْ صَارَ حَشْوًا بِخِلَافِ الْمُفَسَّرِ الَّذِیْ فِیْهِ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اِبْهَامٌ بِدُوْنِ حَذْفِهٖ فَاِنَّهٗ يَجُوْزُ الْجَمْعُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مُفَسِّرِهٖ كَقَوْلِكَ جَاءَنِيْ رَجُلٌ اَيْ زَيْدٌ فَتَقْدِيْرُ الْاٰيَةِ وَاِنِ اسْتَجَارَكَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَحَدٌ فِيْهَا فَاعِلُ فِعْلٍ مَحْذُوْفٍ وُجُوْبًا وَهُوَ اِسْتَجَارَكَ الْاَوَّلُ الْمُفَسَّرُ بِاسْتَجَارَكَ الثَّانِيْ ۔(ص۶۱۔امدادیہ) عبارت پراعراب لگائیں، واضح تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ مذکورہ صورت میں حذفِ فعل کیوں واجب ہے؟ کیالفظِ احد کومبتدابنانا جائز ہے؟ اگرنہیں تو کیوں؟ وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مذکورہ صورت میں حذفِ فعل واجب ہونے کی وجہ (۴) لفظِ احد کومبتداء نہ بنانے کی وجہ۔

جواب ..... ❶ عبارت پراعراب:۔ **كمامرّ فى السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے صاحبِ کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کی غرض فاعل کے عامل یعنی فعل کے حذفِ وجوبی کی ایک صورت کو بیان کرنا ہے کہ کبھی فعل رافع للفاعل کوفعل محذوف پر دلالت کرنے والے قرینہ کی موجودگی میں وجوبی طور پر حذف کردیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ میں کہا گیا ہے اوراس کی مثل تمام جگہوں پراسی طرح ہے۔اس مثل سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں قرینہ پائے جانے کی وجہ سے فعل کوحذف کردیا گیا ہومگر حذفِ فعل کے بعد ابہام پیدا ہوگیا ہواور اُس ابہام کورفع کرنے کے لئے ایک دوسرا فعل بطورِ تفسیر ذکر کیا گیا ہو۔

بخلاف المفسر الخ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال کا جواب دینا ہے، سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ مفسَّر اور مفسِّر کا جمع ہونا ناجائز ہے، ہم نہیں مانتے بلکہ مفسِّر اور مفسَّر کا جمع ہونا جائز ہے جیسے **جاء نى رجل اى زيدٌ**، اس میں رجل مفسَّر ہے اور زید مفسِّر ہے اور دونوں جمع ہورہے ہیں۔شارح نے اسکا جواب دیا کہ مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع اس وقت ناجائز ہے جبکہ مفسَّر کے ابہام کی علت حذف ہو اور **جاء نى رجل اى زيدٌ** میں مفسّر کے ابہام کی علت حذف نہیں بلکہ مفسر کے ابہام کی علت رجل کا نکرہ ہونا ہے۔(بقیہ تشریح آئندہ امور میں)

❸ مذکورہ صورت میں حذفِ فعل واجب ہونے کی وجہ:۔ ایسے موضع میں فعل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ اگر فعل مفسَّر کو ذکر کیا جائے تو فعل مفسِّر نہیں رہے گا بلکہ حشو ہوجائے گا۔اس لئے کہ مفسِّر ابہام کو رفع کرنے کے لئے ہوتا ہے جب فعل مفسَّر کو ذکر کیا جائے گا تو ابہام باقی نہیں رہے گا۔گویا اس صورت میں فعل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ اس کا مفسر اس کے قائم مقام ہے اور وہ اس کے ذکر سے مستغنی کردیتا ہے مثلاً آیت کریمہ **وان احد من المشركين استجارك** میں اَحَدٌ فاعل ہے اور اس کا فعل وجوبی طور پر محذوف ہے جو کہ **استجارك** ہے، اصل عبارت **وان استجارك احد من المشركين استجارك** ہے۔آیت میں پہلا **استجارك** محذوف ہے اور دوسرا **استجارك** اس پر دلالت کررہا ہے۔

❹ لفظِ احد کو مبتداء نہ بنانے کی وجہ:۔ اَحَدٌ کومبتداء بنانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اِنْ حرفِ شرط ہے اور حرفِ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اِنْ کا اسم پر داخل ہونا ممتنع ہے لہٰذا مذکورہ امرِ ممتنع کے ارتکاب سے بچنے کے لئے اَحَدٌ کو فاعل ہی بنایا جائے گا، مبتداء نہیں بنا سکتے۔(التقریر السامی:۳۳)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل .....وَ"لَيْتَ" وَ"لَعَلَّ" مِنَ الْحُرُوْفِ الْمُشَبَّهَةِ بِالْفِعْلِ اِذَا دَخَلَ عَلَى الْمُبْتَدَأِ الَّذِيْ يَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ عَلٰى خَبَرِهٖ مَانِعَانِ عَنْ دُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ ،لِأَنَّ صِحَّةَ دُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ اِنَّمَا كَانَتْ لِمُشَابَهَةِ الْمُبْتَدَإِ وَالْخَبَرِ، لِلشَّرْطِ وَالْجَزَاءِ، وَ "لَيْتَ" وَ"لَعَلَّ" تَزِيْلَانِ تِلْكَ الْمُشَابَهَةَ۔ (ص۷۶۔امدادیہ)

اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں۔لیت اور لعل کے خبر کیلئے مانع عن دخول الفاء ہونے کی وجہ تحریر کریں۔فعل کے ساتھ

لیت اور لعل کی مشابہت کی وضاحت کریں۔اِنَّ (بکسر الھمزۃ) کے خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چھ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) لیت و لعل کے خبر پر دخول فاء سے مانع ہونے کی وجہ (۵) لیت اور لعل کی فعل کے ساتھ مشابہت کی وضاحت (۶) اِنَّ (بکسر الھمزۃ) کے دخولِ فاء سے مانع ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّفی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ **لیت** اور **لعل** جو کہ حروف **مشبہ بالفعل** میں سے ہیں جب اس مبتداء پر داخل ہوں جس کی خبر پر فاء کا داخل ہونا صحیح ہو تو یہ دونوں اس فاء کو اس خبر پر داخل ہونے سے روکنے والے ہیں۔اس لئے کہ اس خبر پر فاء کے داخل ہونے کی صحت مبتداء اور خبر کے شرط اور جزاء کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھی اور **لیت** اور **لعل** اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ **لیت** اور **لعل** جو کہ حروف **مشبہ بالفعل** میں سے ہیں یہ جب ایسے مبتداء پر داخل ہوں جو کہ معنی شرط کو متضمن ہو اور اسکی خبر پر دخولِ فاء صحیح ہو تو یہ دونوں خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہو جاتے ہیں اس لئے کہ خبر پر دخولِ فاء کی صحت کا مدار اس بات پر تھا کہ مبتداء اور خبر معنی شرط کو متضمن ہونے کی وجہ سے شرط اور جزاء کے مشابہ ہوتے ہیں اور **لیت و لعل** اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں اس لئے یہ دونوں خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہو جاتے ہیں۔

④ **لیت و لعل** کے خبر پر دخولِ فاء سے مانع ہونے کی وجہ:۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ اس وجہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مبتداء متضمن معنی شرط کی خبر پر فاء کے دخول کا صحیح ہونا یہ مبتداء اور خبر کے شرط اور جزاء کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا اور **لیت** اور **لعل** یہ اس مشابہت کو زائل کر دیتے ہیں اس لئے کہ یہ کلام کو خبریت سے نکال کر انشائیت کی طرف لیجاتے ہیں اور شرط اور جزاء اخبار کی قبیل سے ہیں نہ کہ انشاء کی قبیل سے جب ان دونوں کی وجہ سے مبتداء و خبر کی شرط اور جزاء کے ساتھ مشابہت زائل ہو جائے گی تو مبتداء کی خبر پر فاء کا دخول صحیح نہ ہوگا۔پس **لیت او لعلّ الّذی یأتینی او فی الدار فله درهم** نہیں کہا جائے گا۔

⑤ **لیت** اور **لعلّ** کی فعل کے ساتھ مشابہت کی وضاحت:۔ **لیت** اور **لعل** فعل کیساتھ تین وجہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔

① صیغوی مشابہت: یہ ہے کہ جس طرح فعل ثلاثی اور رباعی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی ثلاثی اور رباعی ہیں۔**لیت** ثلاثی ہے اور **لعل** رباعی ہے۔② معنوی مشابہت: یہ ہے کہ یہ فعل والا معنی دیتے ہیں۔(**لیت** بمعنی **تمنیت** اور **لعل** بمعنی **ترجیت**)

③ عملی مشابہت: یہ ہے کہ جسطرح فعل متعدی دو اسموں پر داخل ہوتا ہے ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی دو اسموں پر داخل ہوتے ہیں ایک کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں۔

⑥ **اِنَّ (بکسر الھمزۃ)** کے دخولِ فاء سے مانع ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت:۔ **اِنَّ** مکسورہ خبر پر دخولِ فاء سے مانع نہیں ہے، اس لیے کہ لیت اور لعل کے دخولِ فاء سے مانع ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں کلام کو خبریت سے انشائیت کی طرف خارج کر دیتے ہیں جب کہ **اِنَّ** مکسورہ کلام کو خبر سے انشاء کی طرف خارج نہیں کرتا۔اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے فرمان "**ان الذین کفروا و ماتوا و هم کفار فلن یقبل من احدهم**" سے بھی ہوتی ہے کہ اس میں **اِنَّ** مکسورہ خبر پر دخولِ فاء سے مانع نہیں ہے، کیوں کہ اس میں مبتدا متضمن معنی الشرط پر **اِنَّ** مکسورہ داخل ہے اور اس کی خبر پر فاء بھی داخل ہے۔

0315 6357513 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....**وتوابع المنادی المبنی من التاکید والصفة وعطف البیان والمعطوف بحرفٍ الممتنع دخول یاعلیه ترفع علی لفظه وتنصب علی محله** ۔(ص۹۳۔امدادیہ)

عبارت کی وضاحت مثالوں کے ذریعہ کریں،**المعطوف بحرفٍ الممتنع**.....کی مراد واضح کریں۔

جواب ..... ① عبارت کی وضاحت مع امثلہ:۔ عبارت کی وضاحت یہ ہے کہ منادیٰ مبنی کے وہ توابع جو مفرد ہوں (خواہ وہ تابع تاکید ہو یا صفت ہو یا عطفِ بیان ہو یا ایسا معطوف بحرف جس پر دخولِ یاءِ ممتنع ہو یعنی معطوف بحرف معرف باللام ہو) ان سب کو لفظ پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے اور محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔

تاکید کی مثال (**یاتیمُ اجمعون واجمعین**) صفت کی مثال (**یازید العاقلُ والعاقلَ**) عطفِ بیان کی مثال (**یا غلام بشرٌ و بشرًا، یا زید و الحارثُ والحارثَ**)۔ان تمام مثالوں میں توابع پر لفظ پر محمول کرتے ہوئے رفع بھی پڑھ سکتے ہیں اور محل پر محمول کرتے ہوئے نصب بھی پڑھ سکتے ہیں۔(التقریر السامی:۱۸۳)

② **المعطوف بحرف الممتنع الخ کی مراد:۔** ابھی وضاحت کے ضمن میں اس کی مراد گزر چکی ہے کہ اس سے مراد وہ معطوف بحرف ہے جو معرف باللام ہو جیسے **یازید والحارث** میں **الحارث** معرف باللام ہے اس پر دخولِ یاءِ ممتنع ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل .....**وھی معنویة ولفظیة فالمعنویة ان یکون المضاف غیر صفة مضافة الی معمولها وھی اما بمعنی اللام فیما عدا جنس المضاف وظرفه واما بمعنی من فی جنس المضاف واما بمعنی فی فی ظرفه**

وھی معنویة میں **ھی** ضمیر کا مرجع متعین کریں، عبارت کی تشریح کریں، اضافت معنویہ کی تینوں قسموں کو مثالوں سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) ضمیر کا مرجع (۲) عبارت کی تشریح (۳) اضافتِ معنویہ کی اقسامِ ثلاثہ کی وضاحت۔

جواب ..... ① **ھِیَ** ضمیر کا مرجع:۔ **ھِیَ** ضمیر کا مرجع اضافت بتقدیرِ حرفِ جر ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اضافت بتقدیرِ حرفِ جر کی اقسام کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اضافت بتقدیرِ حرفِ جر کی دو اقسام ہیں ① معنویہ ② لفظیہ۔ پھر اضافتِ معنویہ کی تعریف وعلامت کی طرف اشارہ کیا کہ اسکی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، اب اس میں تعمیم ہے کہ خواہ مضاف صفت کا صیغہ ہی نہ ہو یا صفت کا صیغہ ہو مگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو، دونوں صورتیں اضافتِ معنویہ کی ہیں (اگر مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو تو یہ اضافتِ لفظیہ ہے) اسکے بعد اضافتِ معنویہ کی تین اقسام کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر مابعد والے امر میں آرہا ہے۔

③ اضافتِ معنویہ کی اقسامِ ثلاثہ کی وضاحت:۔ اضافتِ معنویہ کی تین قسمیں ہیں: ① اضافت بمعنی اللام ② اضافت بمعنی مِن ③ اضافت بمعنی فی۔ وجہ حصر یہ ہے کہ مضاف الیہ یا تو مضاف کی جنس سے ہوگا یا مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہوگا یا ان میں سے کچھ بھی نہ ہوگا اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس بھی نہ ہو اور اس کیلئے ظرف بھی نہ ہو تو اضافت بمعنی اللام ہوگی جیسے **غلام زید ای غلام لزید** اور اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو تو اضافت بمعنی مِن ہوگی جیسے **خاتم فضة ای خاتم من فضة** اور اگر مضاف الیہ مضاف کیلئے ظرف ہو تو اضافت بمعنی فی ہوگی جیسے **ضرب الیوم ای ضرب واقع فی الیوم**۔(التقریر السامی ص ۴۳۸)

الشق الثانی .....**ولافصل بین ان یکون (النعت) مشتقا او غیره اذا کان وضعه لغرض عمومًا مثل تمیمی وذی مال او خصوصًا مثل مررت برجل ای رجل**۔(ص ۱۷۹۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت کی تشریح کریں، مصنف (علامہ ابن حاجبؒ) کا مقصد واضح کریں اور یہ بتائیں کہ **عمومًا وخصوصًا** سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد (۳) عمومًا وخصوصًا کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نعت کے مشتق ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے، نعت خواہ مشتق ہو یا نہ ہو اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہے۔ بشرطیکہ اس غیر مشتق نعت کی وضع ایسے معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو اس کے

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

متبوع میں پایا جاتا ہو۔(مزید تفصیل مابعد والے امر میں ہے)

② مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد:۔ صاحبِ کافیہ کی غرض ایک مختلف فیہ مسئلہ میں جمہور نحویوں پر ردّ کرنا ہے۔مختلف فیہ مسئلہ یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے یا نہیں ہے؟ جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے حتیٰ کہ اگر کہیں نعت غیر مشتق ہوتو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائیگا۔مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نعت کا مشتق ہونا شرط نہیں ہے بلکہ جس طرح مشتق نعت واقع ہوسکتا ہے اسی طرح غیر مشتق بھی نعت واقع ہوسکتا ہے بشرطیکہ اس غیر مشتق کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کیلئے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو، بطریقِ خصوص ہو یا بطریقِ عموم ہو۔بطریقِ عموم کا مطلب یہ ہے کہ جمیع استعمالات میں ہو مثلاً **تمیمی** اور **ذو مال**۔ **تمیمی** ہمیشہ اس ذات پر دلالت کریگا جو قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب ہو اور ذو مال ہمیشہ اس ذات پر دلالت کریگا جو صاحبِ مال ہو۔

بطریقِ خصوص کا مطلب یہ ہے کہ وہ بعض استعمالات میں پایا جائے بایں طور کہ بعض مواضع میں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے اور بعض مواضع میں معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے وہاں تو اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہے اور جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے وہاں اسکا نعت واقع ہونا صحیح نہیں ہے جیسے **مررت برجل ای رجل**۔اس میں **ای رجل** کا معنی ہے کامل فی الرجولیت پس اس ترکیب کے اندر **ای رجل** کمال فی الرجولیت پر دلالت کررہا ہے اور یہ ایسا معنی ہے جو اس کے متبوع یعنی رجل میں پایا جاتا ہے لہٰذا اسکا نعت بننا صحیح ہے۔(التقریر السامی:۵۰۲)

③ عموماً وخصوصاً کی مراد:۔ عموماً کا مطلب یہ ہے کہ نعت غیر مشتق کی وضع اپنے متبوع میں پائے جانے والے معنی پر جمیع استعمالات میں یعنی دائمی ہو۔خصوصاً کا مطلب یہ ہے کہ نعت غیر مشتق کی وضع اپنے متبوع میں پائے جانے والے معنی پر دائمی نہ ہو بلکہ بعض اوقات ہو اور بعض اوقات نہ ہو۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل .....وَهُوَ اَیْ عَمَلُ لَیْسَ فِیْ لَا دُوْنَ مَا شَاذٌّ قَلِیْلٌ لِنُقْصَانِ مُشَابَهَةٍ لَا بِلَیْسَ لِاَنَّ لَیْسَ لِنَفْیِ الْحَالِ وَلَا لَیْسَ کَذٰلِكَ فَاِنَّهٗ لِنَفْیٍ مُطْلَقًا بِخِلَافِ مَا فَاِنَّهٗ اَیْضًا لِنَفْیِ الْحَالِ فَیَقْتَصِرُ عَمَلُ لَا عَلٰی مُوْرَدِ السِّمَاعِ نَحْوُ قَوْلِهٖ شعر "مَنْ صَدَّ عَنْ نِیْرَانِهَا.....فَاَنَا اِبْنُ قَیْسٍ لَا بَرَاحُ" اَیْ لَا بَرَاحٌ لِیْ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ تَکُوْنَ لِنَفْیِ الْجِنْسِ لِاَنَّهَا اِذَا کَانَتْ لِنَفْیِ الْجِنْسِ لَا یَجُوْزُ فِیْهَا بَعْدَهَا اَلرَّفْعُ مَالَمْ یَتَکَرَّرْ وَلَا تَکْرَارَ فِی الْبَیْتِ۔(۸۲-امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں، **ما و لا** کے درمیان فرق بیان کریں، عبارت میں شعر مذکور کی نحوی ترکیب لکھ کر شاعر کا مقصد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **ما، لا** میں فرق (۴) شعر کی ترکیب (۵) شاعر کا مقصد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا**۔

② عبارت کی تشریح:۔ ماقبل میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوعات میں سے **مَا و لَا** کو ذکر کیا تھا کہ یہ دونوں مبتداء وخبر پر داخل ہونے اور نفی کے معنی پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے **لَیْسَ** کے مشابہ ہوتے ہیں، تو یہاں ان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ **لَیْسَ** والا عمل **لَا** میں (نہ کہ **ما** میں) شاذ وقلیل ہے، اس لئے کہ **لَا** کی مشابہت **لَیْسَ** کے ساتھ ناقص وکم ہے کیونکہ **لَیْسَ** حال کی نفی کے لئے آتا ہے جبکہ **لَا** مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور **مَا** بھی حال کی نفی کے لئے آتا ہے۔پس جب **لَا** کی مشابہت **لَیْسَ** کے ساتھ ناقص ہے تو اس کا عمل موردِ سماع پر بند رہے گا جیسا کہ شاعر کے قول میں ہے **مَنْ صَدَّ عَنْ نِیْرَانِهَا۔ فَاَنَا اِبْنُ قَیْسٍ لَا بَرَاحُ** (جو

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

شخص جنگ سے اعراض کرنا چاہتا ہے، کرے، میں تو قیس کا بیٹا ہوں مجھے کوئی زوال نہیں ہے) یہاں لَا کی خبر محذوف ہے، یہ اصل میں لَا بَرَاحَ لِیْ تھا۔ اس شعر میں لَا نے اپنا عمل کیا ہے یہاں لَا نفی جنس کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر یہ لَا نفیِ جنس کے لئے ہو تو پھر لَا کے تکرار کے بغیر رفع جائز نہیں ہوگا اور شعر میں لَا کا تکرار نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں رفع نہیں ہے بلکہ نصب ہی ہے جب لَا کے بعد نصب ہے تو معلوم ہوا کہ یہ لَا مشابہ بلیس ہے اور اس نے لَیْسَ کی مثل عمل کیا ہے۔

③ مَا، لَا میں فرق:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

④ شعر کی ترکیب:۔ مَنْ شرطیه فعل وفاعل عن جاره نیرانها مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرطیہ فلیصدّ (فعل محذوف) جزا ہے، شرط وجزا ملکر معلل فا تعلیلیہ انا ضمیر مبتداء ابن قیس مضاف ومضاف الیہ ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر تعلیل، معلل تعلیل ملکر جملہ تعلیلیہ ہوا۔ لَا مشابہ بلیس براح اس کا اسم لی (محذوف) خبر لَا اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

⑤ شاعر کا مقصد:۔ اس شعر میں شاعر کا مقصد اپنی شجاعت وبہادری کو بیان کرنا اور رفقاء کی بزدلی پر تعریفیں کرنا ہے کہ کوئی میدانِ جنگ سے بھاگنا چاہتا ہے تو بھاگ جائے میں ابنِ قیس ہوں میں میدان سے نہیں بھاگوں گا۔

الشق الثانی.....**المفعول له هو ما فعل لاجله فعل مذكور مثل ضربته تاديبا وقعدت عن الحرب جبنا، خلافا للزجاج فانه عنده مصدر..... ورد قول الزجاج بان صحة تاويل نوع بنوع لاتدخله فی حقيقته الا ترى ان صحة تاويل الحال بالظرف من حيث ان معنى جاء زيد راكبا جاء زيد وقت الركوب من غير ان تخرج عن حقيقتها۔** مفعول لہ کی تعریف کی تشریح کریں۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟ مذکورہ مسئلہ میں قول زجاج کو واضح کیجئے، شارح رحمۃ اللہ علیہ نے قولِ زجاج کی جو تردید ذکر کی ہے اسے وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔ (ص ۱۱۸۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) مفعول لہٗ کی تعریف کی تشریح (۲) دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ (۳) قولِ زجاج کی وضاحت (۴) قولِ زجاج کی تردید۔

جواب..... ① مفعول لہٗ کی تعریف کی تشریح:۔ مفعول لہٗ وہ اسم ہے جس کو حاصل کرنے کے ارادہ سے یا جس کے پائے جانے کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہے جیسے **ضربتُ زيدًا تاديبًا** (میں نے ادب سکھانے کے لئے زید کو مارا ہے) اور **قعدتُ عنِ الحرب جبنًا** (میں بزدلی کی وجہ سے جنگ سے بیٹھ گیا)۔ پہلی مثال میں میرے ضرب کی وجہ حصولِ ادب ہے اور دوسری مثال میں میرے قعود کی علت جُبن (بزدلی) کا پایا جانا ہے۔

② دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ:۔ ابھی تشریح سے معلوم ہوا کہ مفعول لہٗ کی دو اقسام ہیں پہلی مثال اُس مفعول لہٗ کی ہے جسکی تحصیل کیلئے فعلِ ضرب واقع ہوا ہے اور دوسری مثال اُس مفعول لہٗ کی ہے جسکے وجود یعنی پائے جانے کی وجہ سے فعلِ قعود واقع ہوا ہے۔

③ قولِ زجاج کی وضاحت:۔ زجاج کے نزدیک مفعول لہٗ مستقل معمول نہیں ہے بلکہ یہ مفعول مطلق ہے جو باعتبار لفظ کے فعل کا مغایر ہے چنانچہ زجاج کے نزدیک **ضربته تاديبًا** کا معنی ہے **ادبته بالضرب تاديبًا** یا **ضربته ضرب تاديب** اور **قعدت عن الحرب جبنًا** اسکا معنی **جنبت فی القعود عن الحرب جبنًا** یا **قعدت قعود جبنٍ** ہے۔

④ قولِ زجاج کی تردید:۔ زجاج کا یہ قول مردود ہے اس لئے کہ اگر ایک نوع کی دوسری نوع کے ساتھ تاویل کرنی صحیح ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی نوع دوسری نوع کی حقیقت میں داخل ہوکر اس کا عین بن جائے، ورنہ تو تاویل کے ذریعے حال کو بھی مفعول فیہ بنا سکتے ہیں اس لئے کہ مثلاً **جاء زيدٌ راكبًا** اس کی تاویل کرکے اس کو **جاء زيدٌ وقت الركوب** کے معنی میں کر سکتے

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ہیں اور یہ تاویل اس امر کے بغیر صحیح ہوجاتی ہے کہ حال اپنی حقیقت سے نکل جائے، مطلب یہ ہے کہ حال اپنی حقیقت سے بھی خارج نہیں ہوگا اور یہ تاویل بھی صحیح ہوجائے گی۔(التقریر السامی:۲۷۷)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل .....وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا فِيْ مِثْلِ زَيْدٌ لِمَنْ قَالَ:مَنْ قَامَ؟

"وَلِيَبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ.....وَمُخْتَبِطٌ مِمَّاتُطِيْحُ الطَّوَائِحُ" (ص۶۰۔رحمانیہ)

عبارت کی تشریح کریں اور بتائیں کہ مصنف نے دومثالیں کیوں ذکر فرمائی ہیں۔شعر کی لغوی تحقیق کرکے مکمل ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں:(۱)عبارت کی تشریح (۲) دومثالیں ذکر کرنے کی وجہ (۳) شعر کی لغوی تحقیق (۴) شعر کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حل یہ ہے کہ کبھی قرینہ کی موجودگی میں فاعل کے فعل کو جوازی طور پر حذف کرنا بھی جائز ہے اور یہ قرینہ کبھی سوالِ محقق ہوتا ہے جیسے زَيْدٌ اس شخص کے سوال کے جواب میں جو سوال کرے کہ مَنْ قَامَ؟ تو جواب میں قَامَ فعل کو حذف کرکے صرف زَيْدٌ سے جواب دیدیا اور کبھی یہ قرینہ سوالِ مقدر ہوتا ہے جیسے شاعر ضرار بن نشہل کا قول اپنے بھائی یزید بن نشہل کے مرثیہ میں ہے "وَلِيَبْكَ يَزِيْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ.....وَمُخْتَبِطٌ مِمَّاتُطِيْحُ الطَّوَائِحُ" اس میں ضَارِعٌ فعل محذوف يَبْكِيْهِ کا فاعل ہے اور اسپر قرینہ سوال مقدر ہے کہ جب شاعر نے لِيَبْكَ يَزِيْدُ کے ذریعہ یزید پر رونے کا حکم دیا تو سوال پیدا ہوا کہ مَنْ يَبْكِيْهِ؟ تو شاعر نے جواب دیا ضَارِعٌ ای يَبْكِيْهِ ضَارِعٌ ۔

② دومثالیں ذکر کرنے کی وجہ:۔ ابھی معلوم ہوچکا ہے کہ جب کسی قرینہ کی موجودگی میں فاعل کا فعل جوازی طور پر حذف کیا جاتا ہے تو وہ قرینہ کبھی سوال محقق ہوتا ہے اور کبھی سوال مقدر ہوتا ہے زَيْدٌ سوالِ محقق کی مثال ہے اور شعر میں ضَارِعٌ سوالِ مقدر کی مثال ہے۔

③ شعر کی لغوی تحقیق:۔ "لِيَبْكَ" یہ اَلْبُكَاءُ (ضرب) سے امر غائب مجہول کا صیغہ ہے بمعنی رونا۔

"ضَارِعٌ" یہ ضَرَاعَةٌ (کرم) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی کمزور عاجز ذلیل۔

"خُصُوْمَةٌ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی جھگڑا کرنا، جھگڑے میں غالب آنا۔

"مُخْتَبِطٌ" یہ اِخْتِبَاطٌ (افتعال) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی سائل بلاوسیلہ۔

"تُطِيْحُ" یہ اِطَاحَةٌ (افعال) سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ہلاک کرنا۔

"اَلطَّوَائِحُ" یہ خلافِ قیاس مُطِيْحَةٌ کی جمع ہے بمعنی حوادث

④ شعر کی ترکیب:۔ لیبك فعل امر مجہول یزید نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

ضارعٌ اسم فاعل ل جارہ خصومة مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا اسم فاعل کے، اسم فاعل اپنے متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ مختبط اسم فاعل مِنْ جارہ مَا مصدریہ تطیح فعل الطوائح فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر مصدر کی تاویل میں ہوکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا اسم فاعل کے، اسم فاعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر فاعل ہوا فعل محذوف یبکیه کا، فعل اپنے فاعل و مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی .....وَهُوَ اَیْ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰی حَذْفٌ فِيْ اٰخِرِهٖ اَیْ اٰخِرِ الْمُنَادٰی تَخْفِيْفًا اَیْ لِمُجَرَّدِ التَّخْفِيْفِ لَالِعِلَّةٍ اُخْرٰی مُفْضِيَةٍ اِلَی الْحَذْفِ الْمُسْتَلْزِمِ لِلتَّخْفِيْفِ، فَعَلٰی هٰذَا يَكُوْنُ ذٰلِكَ التَّعْرِيْفُ مَخْصُوْصًا بِتَرْخِيْمِ الْمُنَادٰی وَيُعْلَمُ مِنْهُ تَرْخِيْمُ غَيْرِالْمُنَادٰی بِالْمُقَايَسَةِ وَيُمْكِنُ حَمْلُهٗ عَلٰی تَعْرِيْفِ التَّرْخِيْمِ مُطْلَقًا

0313 6367913 maktabazakaria7multan@gmail.com

بِارْجَاعِ الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ اِلَى التَّرْخِيْمِ مُطْلَقًا وَالضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ اِلَى الْاِسْمِ وَشَرْطُهٗ اَیْ شَرْطُ تَرْخِيْمِ الْمُنَادٰى عَلٰى تَقْدِيْرِ الْاَوَّلِ اَوْ شَرْطُ التَّرْخِيْمِ اِذَا كَانَ وَاقِعًا فِى الْمُنَادٰى عَلَى التَّقْدِيْرِ الثَّانِىْ اُمُوْرٌ اَرْبَعَةٌ ۔

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔ تقدیر اوّل وتقدیر ثانی سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔ (ص ۹۹۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) تقدیر اوّل وثانی کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فى السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے مصنفؒ کی غرض ترخیم کی تعریف کرنا ہے کہ ترخیم منادٰی کا مطلب منادی کے آخر کو تخفیف کی غرض سے حذف کرنا ہے جیسے یَاحَارِثُ سے یَاحَارُ ۔

"**اى ترخيم المنادى**" کہہ کر **هو** ضمیر کا مرجع بیان کیا جو درحقیقت سوال مقدر کا جواب ہے، سوال یہ ہے کہ **هُوَ** ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ اگر مرجع مطلق ترخیم ہے تو بعد میں **وشرطه** صحیح نہیں ہے اسلئے کہ وہ ترخیم منادی کی شرائط ہیں اور اگر مرجع ترخیم منادٰی ہے تو پھر مطلق ترخیم کی تعریف معلوم نہ ہوگی؟ شارح نے **اى ترخيم المنادٰى** کہہ کر جواب دیدیا کہ **هُوَ** کا مرجع ترخیم منادٰی ہے، باقی یہ سوال کہ پھر مطلق ترخیم کی تعریف معلوم نہ ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ دونوں کی تعریف ایک ہی ہے اسلئے ترخیم منادٰی سے مطلق ترخیم کی تعریف بھی معلول بھی ہوجائے گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مرجع مطلق ترخیم ہی ہے باقی یہ سوال کہ شرائط ترخیم منادی کی ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ شرائطِ مطلق ترخیم کی ہی شرائط ہیں، جبکہ وہ منادٰی میں واقع ہو۔

"**اى آخر المنادٰى**" کہہ کے آخرہ کی ضمیر کے مرجع کو بیان کردیا۔

"**اى لمجرد التخفيف الخ**" سے غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے، سوال کی تقریر یہ ہے کہ ترخیم کی تعریف "**قَاضٍ رَامٍ دَاعٍ**" وغیرہ پر بھی صادق ہے اسلئے کہ انکے آخر کو بھی تخفیف کیلئے حذف کیا گیا ہے حالانکہ اس کو ترخیم نہیں کہا جاتا۔

شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہاں حذف سے مراد ایسا حذف ہے جو محض تخفیف کی وجہ سے ہو اور مذکورہ امثلہ میں حذف محض تخفیف کی غرض سے نہیں ہے "**وشرطه**" سے شارح کی غرض "**شرطه**" کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اگر ماقبل والی تعریف ترخیم منادٰی کی ہے تو یہ شرائط بھی ترخیم منادی کی ہیں اور اگر تعریف مطلق ترخیم کی ہے تو پھر یہ شرائط بھی مطلق ترخیم کی ہیں جبکہ وہ منادٰی میں واقع ہو۔

③ تقدیر اوّل وثانی کی مراد:۔ تقدیر اوّل سے مراد ماقبل والی تعریف کا ترخیم منادٰی کی تعریف ہونا ہے اور تقدیر ثانی سے مراد تعریف کا مطلق ترخیم کی تعریف ہونا ہے۔ (التقریر السامی ۲۰۷)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل .....**ولايضاف اسم مماثل للمضاف اليه فى العموم والخصوص كليث واسد وحبس ومنع لعدم الفائدة بخلاف كل الدراهم وعين الشيئ فانه يختص به وقولهم:سعيد كرزمتأول ۔**

مذکورہ عبارت کی واضح تشریح کریں۔ عبارت میں مذکورہ قاعدہ پر "**سعيد كرز**" کے ذریعہ جو اعتراض وارد ہوتا ہے اعتراض اور جواب دونوں کو واضح کریں۔ (ص ۱۷۳۔ امدادیہ)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے مصنفؒ کی غرض ایک قاعدہ وضابطہ بیان کرنا ہے کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے حمائل ومشابہ ہوں تو ان میں سے ایک اسم کی دوسرے کی طرف اضافت کرنا صحیح نہیں ہے جیسے "**ليث واسد**" اور **حبس ومنع**۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس اضافت سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا یہ اضافت لغو وبے فائدہ ہوگی۔

"**بخلاف كل الدراهم**" سے مصنف کی غرض ایک استثنائی صورت کو بیان کرنا ہے کہ عام کی اضافت خاص کی طرف کرنی

جائز ہے اسلئے کہ یہ اضافت مفید ہے اس سے مضاف (عام) میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے جیسے "کل الدراھم وعین الشیئ" اسمیں کُلٌ اضافت سے پہلے عام تھا دراہم ودنانیر وغیرہ سب کو شامل تھا مگر جب اسکی اضافت دراہم کی طرف کی تو اسمیں تخصیص آ گئی کہ یہ دراہم کے ساتھ خاص ہو گیا، اسی طرح عَیْنٌ بھی اضافت سے پہلے عام تھا جو موجود ومعدوم سب کو شامل تھا جب اسکی اضافت شیئ کی طرف کی تو اس میں تخصیص آ گئی اور موجود کے ساتھ خاص ہو گیا۔

② مذکورہ قاعدہ پر اعتراض وجواب کی وضاحت:۔ مصنفؒ کے ذکر کردہ قاعدہ وضابطہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ آپ نے کہا کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں حمائل ومشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے حالانکہ "سعید کرز" میں "سعید" کی اضافت "کرز" کی طرف کی گئی ہے؟ تو مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ متاوّل ہے۔ اسکی وضاحت یہ ہے کہ ان میں سے ایک اسم مدلول پر محمول ہے اور دوسرا اسم نفسِ لفظ پر محمول ہے، پس "جاء نی سعید کرز" کا معنی یہ ہے کہ میرے پاس وہ ذات آئی جو مسمّٰی بلفظِ کرز ہے۔ (التقریر السامی ص ۴۷۳)

الشق الثانی ..... **والخلیل فی المعطوف یختار الرفع وابو عمرو النصب وابوالعباس ان کان کالحسن فکالخلیل والا فکابی عمرو۔**

المعطوف سے کیا مراد ہے؟ عبارت میں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے ائمہ نحاۃ کے اقوال اور ہر ایک کی دلیل ذکر کریں۔

﴿خلاصہ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) **المعطوف** کی مراد (۲) مسئلہ کی وضاحت (۳) ائمہ نحاۃ کے اقوال مع الدلائل۔

جواب ..... ① **المعطوف** کی مراد:۔ اس عبارت میں **المعطوف** سے مراد وہ معطوف بحرف ہے جس پر دخولِ یاءِ ممتنع ہو۔

② مسئلہ کی وضاحت:۔ وہ معطوف بحرف جس پر دخولِ یاءِ ممتنع ہو جب وہ منادیٰ مبنی کا تابع ہو تو اُس میں جمہور کے نزدیک رفع اور نصب دونوں جائز ہیں، سیبویہ کے استاذ خلیل بن احمد اور مشہور نحوی ابوعمرو بن العلاء کا بھی یہی مذہب ہے البتہ اولویت میں اختلاف ہے۔ خلیل کے نزدیک ایسے معطوف میں رفع مختار واولیٰ ہے اور ابوعمرو کے نزدیک ایسے معطوف میں نصب مختار واولیٰ ہے جبکہ ابوالعباس کا مذہب دونوں کے درمیان ہے کہ اگر معطوف الحسن کی مثل ہو یعنی اُس سے لام کو حذف کرنا جائز ہو تو پھر خلیل کا مذہب مختار ہے اور اگر معطوف الحسن کی مثل نہ ہو یعنی اُس سے لام کو حذف کرنا جائز نہ ہو تو پھر ابوعمرو کا مذہب مختار ہے۔

③ ائمہ نحاۃ کے اقوال مع الدلائل:۔ ائمہ کے اقوال ابھی مسئلہ کی وضاحت میں گزر چکے ہیں۔

خلیل بن احمد کی دلیل یہ ہے کہ معطوف حقیقت میں مستقل منادیٰ ہوتا ہے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اُس کو اُسی حالت پر رکھا جائے جو حالت حرفِ نداء کے داخل ہونے کے بعد مستقل منادیٰ کی ہوتی ہے اور منادیٰ مستقل پر ضمہ ہوتا ہے یا الف ہوتا ہے یا واؤ ہوتا ہے لہٰذا اس پر بھی ضمہ یا الف یا واؤ ہونا چاہیے۔ مگر چونکہ معرّف باللام ہونے کی وجہ سے اس پر حرفِ ندا کا دخول ممتنع ہے اس لئے منادیٰ مستقل کی پوری رعایت نہیں ہو سکتی بلکہ مبنی علی علامتِ الرفع کی بجائے اس کو معرب مرفوع پڑھیں گے تاکہ حتی الامکان منادیٰ مستقل کی رعایت ہو سکے، اسلئے ایسے معطوف پر رفع مختار واولیٰ ہے۔ ابوعمرو بن العلاء کی دلیل یہ ہے کہ جب معرّف باللام ہونے کی وجہ سے اس پر حرفِ نداء کی تقدیر ممتنع ہے تو یہ مستقل منادیٰ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کا حکم تابع والا حکم ہوگا اور منادیٰ مبنی کا تابع اُس کے محل کے تابع ہوتا ہے اور متبوع کا محل نصب ہے اس لئے اِس پر بھی نصب ہی مختار واولیٰ ہوگا۔

ابوالعباس کی دلیل یہ ہے کہ جب معطوف الحسن کی مثل ہو اور اُس سے لام کو حذف کرنا جائز ہو تو اس سے لام کو دور کر کے اِس کو مستقل منادیٰ بنانا ممکن ہے۔ لہٰذا اس کا حکم مستقل منادیٰ والا ہوگا اور اس میں مستقل منادیٰ کی رعایت کی جائے گی اور رفع مختار واولیٰ ہوگا۔ اور اگر معطوف **الحسن** کی مثل نہ ہو یعنی اُس سے لام کو حذف کرنا جائز نہ ہو تو اُس کو مستقل منادیٰ بنانا ممتنع ہے پس اُس کیلئے تابع

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

والاحکم ہوگا اور منادیٰ مبنی کا تابع اُسکے محل کے تابع ہوتا ہے اور متبوع کا محل نصب ہونے کی وجہ سے اس میں بھی نصب مختار واولیٰ ہوگا۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل.....**واذا تعذر البدل من حيث حمله على اللفظ أى لفظ المستثنى منه، فعلى الموضع أى يحمل على موضع المستثنى منه، لا على لفظه عملا بالمختار على قدر الامكان.** (ص ۱۴۷۔امدادیہ)

عبارت کی مثالوں سے وضاحت کریں۔**عملا بالمختار** اشکالِ مقدر کا جواب ہے، اشکال اور اس کے جواب کی تفصیل لکھیں۔بدل کی تعریف ذکر کریں نیز بدل کی کتنی قسمیں ہیں؟ صرف نام تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....مذکورہ بالا سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت مع امثلہ (۲) **عملا بالمختار** کی تشریح (۳) بدل کی تعریف (۴) بدل کی اقسام۔

جواب ..... ❶ عبارت کی وضاحت مع امثلہ:۔اس عبارت میں مستثنیٰ کی ان صورتوں کا ذکر ہے جن صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر رہو تو ان میں مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کر کے بدل بنائیں گے جیسے **ما جاء نی من احد الا زید** اس مثال میں **زید** یہ بدل ہے اور **احد** کے محل پر محمول ہو کر مرفوع ہے اور **احد** کے لفظ پر محمول ہو کر مجرور نہیں ہے اور جیسے **لا احدَ فیها الا عمروٌ** اس مثال میں **عمرو** یہ **احد** سے بدل ہے اور یہ اسکے لفظ پر محمول ہو کر منصوب نہیں ہے بلکہ محل پر محمول ہو کر مرفوع ہے۔اسی طرح **مَا زَيْدٌ شَيْئًا اِلَّا شَيْءٌ لَا يُعْبَأُبِهٖ** ۔اس مثال میں **شئی** یہ **شیئًا** کے لفظ پر محمول ہو کر منصوب نہیں ہے بلکہ مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول ہو کر مرفوع ہے۔

❷ **عملا بالمختار** کی تشریح:۔**عملاً بالمختار** سے علامہ جامی رحمہ اللہ کی غرض ایک سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جب مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرنا متعذر رہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو استثناء کی بناء پر منصوب پڑھا جائے تو عملاً بالمختار کہہ کر اسکا جواب دیا کہ مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کر کے بدل بنایا جائیگا تا کہ حتی الامکان مختار مذہب پر عمل ہو سکے۔

❸ بدل کی تعریف:۔بدل وہ تابع ہے کہ جو حکم اس کے متبوع کی طرف منسوب ہو بعینہ وہی حکم تابع کی طرف منسوب ہو اور اس نسبت سے وہ تابع ہی مقصود ہو متبوع مقصود نہ ہو جیسے **جاء نی زید اخوك** اس میں **زید** متبوع اور **اخوك** تابع ہے اور اس میں جو فعل کی نسبت **زید** کی طرف ہے وہی نسبت **اخوك** کی طرف بھی ہے مگر مقصود بالنسبت اخوک ہے زید نہیں ہے۔

❹ بدل کی اقسام:۔بدل کی کل چار اقسام ہیں: ① **بدل الكل من الكل** وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول اور مبدل منہ کا مدلول بعینہ ایک ہی ہو جیسے **جاء نی زید اخوك** اس میں **زید** اور **اخوك** کا مدلول ایک ہی شخص ہے ② **بدل البعض من الكل** وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا عین نہ ہو بلکہ جز اور بعض ہو جیسے **ضربتُ زيدا رأسه** اس میں راسہ کا مدلول زید کا کل نہیں بلکہ ایک جزء اور حصہ ہے ③ **بدل الاشتمال** وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا کل بھی نہ ہو اور جزء بھی نہ ہو بلکہ اس کا متعلق ہو جیسے **سُلِب زيدٌ ثوبه** اس میں **ثوبہ** زید کا کل بھی نہیں ہے اور جز بھی نہیں بلکہ محض اس کا متعلق ہے ④ **بدل الغلط** وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد واقع ہو جیسے **جاء نی زيدٌ بكرٌ** اس میں متکلم **جاء نی بكرٌ** کہنا چاہتا تھا مگر متکلم نے پہلے غلطی سے **زید** کا لفظ بولا پھر فوراً اس کے تدارک کیلئے **بکر** کا لفظ ذکر کر دیا کہ **بکر** آیا ہے **زید** نہیں ہے۔

الشق الثانی.....**وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا اَيِ الْخَبَرُ الَّذِیْ وَقَعَ ظَرْفَ زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ اَوْ جَارٌ اَوْمَجْرُوْرًا فَالْاَكْثَرُ مِنَ النُّحَاةِ وَهُمُ الْبَصْرِيُّوْنَ عَلٰى اَنَّهٗ ..... مُقَدَّرٌ ..... بِجُمْلَةٍ۔** (ص ۲۷۔امدادیہ)

0313 6357913 maktabazakaryamuhan@gmail.com

عبارت پر اعراب لگائیں۔ جب خبر ظرف ہو تو اس کا متعلق اسم ہوگا یا فعل ہوگا؟ اختلاف مع دلائل ذکر کریں۔ تقدیمِ مبتدا واجب ہونے کی صورتیں اور تقدیم واجب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② خبر ظرف ہونے کی صورت میں متعلق کی تعیین میں اختلاف مع دلائل ③ تقدیمِ مبتدا واجب ہونے کی صورتیں مع الوجہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② خبر ظرف ہونے کی صورت میں متعلق کی تعیین میں اختلاف مع دلائل:۔ خبر جب ظرف ہو (خواہ ظرفِ حقیقی ہو یا مجازی ہو یعنی ظرفِ زمان ہو یا ظرفِ مکان ہو یا جار و مجرور ہو) تو وہ اکثر نحویوں یعنی بصریین کے نزدیک مؤول بجملہ ہوتی ہے یعنی فعل کو مقدر مانا جائے گا اور ظرف فعل کے متعلق ہو کر خبر ہوگا۔ جبکہ نحاۃِ کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ اسم فاعل کو مقدر مانا جائے گا اور اس وقت خبر مفرد ہوگی اس لئے کہ اسم فاعل اپنے فاعل سے ملکر مفرد ہوتا ہے۔ نحاۃِ بصرہ یعنی اکثر کی دلیل یہ ہے کہ ظرف کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے جو اس ظرف میں عمل کرے اور عمل میں اصل فعل ہے، پس جب عامل کو مقدر ماننا ہی ہے تو اصل کو مقدر ماننا اولیٰ ہے لہٰذا فعل کو مقدر مانا جائے گا۔ نحاۃِ کوفہ کی دلیل یہ ہے کہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل افراد یعنی مفرد ہونا ہے لہٰذا اسم فاعل کو مقدر مانا جائے گا کیونکہ اسم فاعل اپنے فاعل کے ساتھ ملکر مفرد ہوتا ہے۔ (التقریر السامی ص ۸۵)

③ تقدیمِ مبتدا واجب ہونے کی صورتیں مع الوجہ:۔ چار صورتوں میان مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے: ① جب مبتدا صدارتِ کلام والے معنی پر مشتمل ہو، یعنی مبتدا ایسے معنی پر مشتمل ہو جو معنی اس بات کا تقاضا کرے کہ مجھے شروع میں ہونا چاہئے، لہٰذا اس تقاضا کو پورا کرنے کیلئے مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے۔ (اور متعدد اشیاء ایسی ہیں جو صدارتِ کلام کا تقاضا کرتی ہیں: استفہام جیسے **مَنْ ابوك**، قسم جیسے **والله لاضربن زيدا**، تمنی جیسے **ليتني كنت ترابا**، ترجی جیسے **لعل الله يحدث بعد ذٰلك امرا**، شرط جیسے **اِن تكرمني اكرمك**، لامِ ابتدا جیسے **لزيدٌ قائمٌ**، بعضوں نے ضمیر شان کو بھی ان میں شمار کیا ہے)

② مبتدا و خبر دونوں معرفہ ہوں اور کسی ایک کے مبتدا و خبر ہونے پر کوئی قرینہ بھی نہ ہو، جیسے **الله ربنا**۔ ③ جب مبتدا و خبر اصلِ تخصیص میں برابر ہوں، اگرچہ قدرِ تخصیص میں فرق ہو، یعنی مبتدا و خبر معرفہ نہ ہوں بلکہ نکرہ مخصصہ ہوں، جیسے **افضل منّی افضل منك**۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں مبتدا کو مقدم کرنا واجب ہے، وگرنہ التباس لازم آئے گا اور پتہ نہیں چلے گا کہ مبتدا کون ہے اور خبر کون ہے۔

④ خبر مبتدا کا فعل ہو، جیسے **زيدٌ قامَ**۔ اس میں قام جملہ فعلیہ ہو کر زید کا فعل ہے، اگر مبتدا کو مقدم نہ کریں تو مبتدا کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا، جیسے اسی مثال کو **قام زيد** پڑھیں تو زید جو پہلی مثال میں مبتدا تھا وہ اس مثال میں فاعل بن رہا ہے۔ (المفتاح السامی: ۲۳۴)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل .....**وترخيم المنادى جائز اى واقع فى سعة الكلام فى غير ضرورة شعرية دعت اليه فان دعت اليه ضرورة فبالطريق الاولى وهو فى غيره اى غير المنادى واقع ضرورة اى لضرورة شعرية داعية اليه لافى سعة الكلام** ۔ (ص ۹۹۔ امدادیہ)

عبارت کا مطلب بیان کریں۔ ترخیم منادی کی تعریف و اعراب ذکر کریں۔ ترخیم منادی کیلئے کیا شرائط ہیں؟ ان کی وجوہات بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا مطلب (۲) ترخیم منادی کی تعریف (۳) ترخیم منادی کی شرائط مع وجوہات

جواب ..... ① عبارت کا مطلب:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ترخیم منادی ہر حال میں جائز ہے خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو کیونکہ جب ضرورت یعنی وزن شعری کے بغیر جائز ہے تو ضرورت کی صورت میں بطریقِ اولیٰ جائز ہے البتہ غیرِ منادی میں ترخیم ضرورت

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

مثلاً وزن شعری وغیرہ کے وقت تو جائز ہے، ضرورت کے بغیر مثلاً نثر کلام میں جائز نہیں ہے۔

② ترخیم منادیٰ کی تعریف واعراب:۔ منادیٰ کے آخری حرف کو کسی قاعدہ وقانون کے بغیر محض تخفیف کی غرض سے حذف کرنا جیسے **یامالك سے یامالُ، یاحارث سے یاحارُ۔**

منادیٰ مرخم پر دوطرح سے اعراب پڑھا جاسکتا ہے ① ضمہ: منادیٰ مستقل ہونے کیوجہ سے اور محذوف کو بمنزلِ **نسیًا منسیًا** کے سمجھتے ہوئے جیسے **یا مالُ یا حارُ** اس صورت میں منادیٰ مفرد معرفہ ہوگا اور مبنی برضم ہوگا۔ ② حرکتِ اصلیہ: جو ترخیم سے پہلے اس حرف پر تھی مثلاً یا حارث میں ثاء کی موجودگی میں راء پر کسرہ تھا تو ثاء کے حذف کرنے کے بعد بھی راء پر کسرہ ہی پڑھا جائیگا گویا کہ آخری حرف حذف ہوا ہی نہیں جیسے **یامالكُ میں یامالُ، یامالِ اور یاحارثُ میں یاحارُ، یاحارِ۔**

③ ترخیم منادیٰ کی شرائط مع وجوہات:۔ ترخیم منادیٰ کی چار شرطیں ہیں جن میں سے تین عدمی ہیں اور ایک وجودی ہے۔ تین عدمی یہ ہیں: ① منادیٰ مضاف نہ ہو، نہ حقیقۃً نہ حکمًا۔ وجہ یہ ہے کہ مضاف ومضاف الیہ معنی کے اعتبار سے بمنزلہ کلمہ واحدہ ہیں، جیسے کلمہ کے جب تک تمام اجزاء نہ ملائے جائیں کلمہ کا معنی سمجھ نہیں آتا اسی طرح جب تک مضاف ومضاف الیہ کو نہ ملایا جائے ان کا معنی بھی سمجھ نہیں آتا، اگر ان کے الفاظ کا لحاظ کریں تو یہ دو کلمے ہیں کہ دونوں پر الگ الگ اعراب جاری ہوتا ہے۔ پس اگر معنی کے اعتبار سے پہلے جز یعنی مضاف کے آخر میں ترخیم کریں کہ منادی یہی ہے تو یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وسطِ کلمہ میں ترخیم لازم آئے گی اور اگر دوسرے جز یعنی مضاف الیہ کے آخر میں ترخیم کریں تو یہ بھی صحیح نہیں ہے اسلئے کہ یہ کلمہ کا آخر تو ہے مگر یہ منادی نہیں ہے اور ترخیم منادی کے آخر سے حذف کرنا ہے۔

② منادیٰ مستغاث نہ ہو، نہ مستغاث باللام ہو اور نہ مستغاث بالالف ہو۔ مستغاث باللام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ منادی مبنی برضم ہوتا ہے یا اسکے قائم مقام ہوتا ہے یا منصوب ہوتا ہے اور مستغاث باللام مجرور ہونے کی وجہ سے اس کے اندر نداء کا اثر نہیں ہوتا، یہ نہ مبنی برضم ہوتا ہے اور نہ منصوب ہوتا ہے، جب اس میں نداء کا اثر ظاہر نہیں ہوتا تو اس میں ترخیم کا اثر بھی ظاہر نہ ہوگا۔

مستغاث بالالف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں الف کا اضافہ درازیٔ صوت کی وجہ سے کیا گیا ہے جب اس میں قصدًا زیادتی کی گئی ہے تو اس میں ترخیم نہیں ہوسکتی کیونکہ ترخیم میں آخر سے حذف کیا جاتا ہے۔

③ منادی جملہ نہ ہو، وجہ یہ ہے کہ جب کسی کو جملہ سے نداء دیں گے تو یہ جملہ اس کا علم ہوگا کیونکہ جملہ جب کسی کا علم ہو تو یہ کسی واقعہ کے پسِ منظر میں ہوتا ہے، اب اس میں ترخیم کے ذریعہ تبدیلی کریں تو وہ واقعہ جو نام سے سمجھ آرہا تھا وہ سمجھ نہیں آئے گا کیونکہ واقعہ میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، اسلئے شرط لگائی کہ منادی جملہ نہ ہو۔

④ وجودی شرط یہ ہے کہ دو امروں میں سے ایک امر پایا جائے وہ دو امر یہ ہیں: ① منادیٰ علم ہو اور زائد علی الثلاثہ ہو، علم ہونا اسلئے شرط ہے کہ علم کثرت سے منادی بنتا رہتا ہے اور کثرت موجبِ تخفیف ہوتی ہے، لہٰذا ترخیم کے ذریعہ اس مین تخفیف کریں گے اور تخفیف کے بعد باقی ماندہ حروف محذوف حروف پر دال ہونگے، چونکہ علم کے حروف متعین ہوتے ہیں اس لئے ترخیم میں کوئی التباس پیدا نہ ہوگا۔

② منادی کے آخر میں تاء تانیث ہو، اگرچہ وہ زائد علی الثلاثہ یا علم نہ ہو۔ اسلئے تاءِ تانیث ایسی چیز ہے جو معمولی سے مقتضی للسقوط کی وجہ سے ساقط ہوجاتی ہے، پس جب یہ تاءِ تانیث منادی کے آخر میں آئے گی تو ترخیم کی صورت میں آسانی سے گر جائے گی۔ (المفتاح السامی:۴۰۵)

الشق الثانی.....**وفی مثل لاحول ولا قوة الا باللّٰه خمسة او جه بحسب اللفظ لا بحسب التوجيه فانها بحسب التوجيه تزيد عليها۔** (ص۱۵۶۔امدادیہ)

عبارت کی وضاحت کریں۔ لائے نفیِ جنس کے اسم کا اعراب ذکر کریں۔ **وفی مثل لا حول ولا قوة الّا باللّٰه** سے کون سا

مقام مراد ہے؟۔ **لا حول ولا قوة الّا باللّٰه** میں پانچوں احتمالات مع وجوہات تفصیل سے بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① عبارت کی وضاحت ② لائے جنس کے اسم کا اعراب ③ مثل کی مراد ④ **لا حول ولا قوة الّا باللّٰه** میں پانچوں احتمالات مع وجوہات۔

جواب ..... ① عبارت کی وضاحت:۔ مذکورہ عبارت کی توضیح یہ ہے کہ **لا حول ولا قوة** کی مثل میں پانچ وجہ سے پڑھنا جائز ہے اور یہ پانچ صورتیں بحسب اللفظ ہیں نہ کہ بحسب التوجیہ یعنی لا میں یہ توجیہ نہیں کی جائے گی کہ یہ نفی جنس کیلئے ہے یا مشابہ بلیس ہے یا زائدہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں ان وجوہ کا انحصار صرف پانچ میں نہیں رہے گا۔

② لائے جنس کے اسم کا اعراب:۔ لائے جنس کا اسم منصوب ہوتا ہے اور اس کی تین شرطیں ہیں: ① لا کا اسم لا کے ساتھ ملا ہوا ہو، درمیان میں فاصلہ نہ ہو ② لا اسم نکرہ ہو، معرفہ نہ ہو ③ لا کا اسم مضاف یا شبہ مضاف ہو، جیسے **لا غلام رجل**۔

③ مثل کی مراد:۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف کے طور پر لَا مکرر ہو اور ہر لا کے بعد نکرہ بلا فصل واقع ہو۔

④ **لا حول ولا قوة الّا باللّٰه** میں پانچوں احتمالات مع وجوہات:۔ مذکورہ مثل کو پانچ طریقوں پر پڑھنا جائز ہے:

① دونوں کا فتح: جیسے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** اس بناء پر کہ دونوں جگہ لائے جنس کا ہے اور اس کا اسم نکرہ مفردہ بلا فصل ہے اور لائے جنس کا اسم جب نکرہ مفردہ بلا فصل ہو تو وہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے۔ اگر دونوں کی خبر ایک محذوف ہو تو پھر عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوگا، تقدیر عبارت اس طرح ہوگی **لا حول ولا قوة موجودان الا باللّٰه** اور اگر دونوں کی خبر ایک محذوف نہ ہو بلکہ علیحدہ علیحدہ خبر ہو تو پھر عطف الجملۃ علی الجملہ کے قبیل سے ہوگا تقدیر عبارت اس طرح ہوگی **لا حول عن المعصية موجود الا باللّٰه ولا قوة على الطاعة موجود الا باللّٰه** ② اوّل کا فتح اور ثانی کا نصب: جیسے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةً اِلَّا بِاللّٰهِ** اس بناء پر کہ پہلا لائے جنس کا ہو اور دوسرے کا نصب اس بناء پر کہ دوسرا "لا" زائدہ ہے نفی کی تاکید کیلئے اور ثانی اوّل کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب ہو ③ اوّل کا فتح ثانی کا رفع: جیسے **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ** اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لائے جنس کا ہو اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ دوسرا لا زائدہ ہو اور دوسرے اسم کا عطف اوّل اسم کے محل پر ہو اس لئے کہ وہ مرفوع بالابتداء ہے ④ دونوں کا رفع: دونوں پر ابتداء کی وجہ سے رفع ہو جیسے **لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ** اس لئے کہ یہ جواب ہے قائل کے قول **أبغير الله حول وقوة** کا چونکہ سوال میں یہ دونوں مرفوع ہیں لہٰذا جواب میں بھی یہ مرفوع ہوں گے تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے۔ پس اس وقت دونوں لا زائدہ ہونگے ⑤ اوّل کا رفع اور ثانی کا فتح: جیسے **لَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** اوّل کا رفع اس بناء پر کہ پہلا **لا** لیس کے معنی میں ہے لیکن یہ ضعیف ہے اسلئے کہ **لا** بمعنی **لیس** کا عمل قلیل ہے اور دوسرے کا فتح اس بناء پر کہ دوسرا **لا** نفی جنس کا ہے۔ باقی اس وجہ میں عامل کے مختلف ہونے کی بناء پر عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے نہیں ہو سکتا کیونکہ انکی خبریں اعراب کے اعتبار سے مختلف ہیں لہٰذا یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہی ہوگا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل .....وَمَا أَجَازَهُ الْكُوفِيُّوْنَ مِنْ تَرْكِيْبِ "الثَّلَاثَةِ الْأَثْوَابِ" وَشِبْهُهُ مِنَ الْعَدَدِ الْمُعَرَّفِ بِاللَّامِ الْمُضَافِ اِلٰى مَعْدُوْدِهِ نَحْوُ: اَلْخَمْسَةُ الدَّرَاهِمِ، وَالْمِائَةُ الدِّيْنَارِ ضَعِيْفٌ قِيَاسًا وَاسْتِعْمَالًا۔ (۱۶۷۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ تشریح عبارت کرتے ہوئے بتلائیں کہ مذکورہ ترکیب **قیاسًا واستعمالًا** کیوں ضعیف ہے؟ وجہ لکھیں۔ **قیاسًا واستعمالًا** کیوں منصوب ہیں؟ وجہ نصب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح

(۴) مذکورہ ترکیب کے قیاسًا واستعمالًا ضعیف ہونے کی وجہ (۵) قیاسًا واستعمالًا کے منصوب ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّفی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور وہ ترکیب جس کو کوفیوں نے جائز قرار دیا ہے یعنی الثلاثۃ الاثواب اور اسکے مشابہ وہ عدد جو معرف باللام ہو کر اپنے معدود کی طرف مضاف ہو جیسے **الخمسة الدراهم، المائة الدينار** قیاس اور استعمال کی رو سے ضعیف ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے صاحبِ کافیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ ابھی ماقبل میں آپ نے **تجريد المضاف** کی جو شرط لگائی ہے وہ غیر مسلم ہے اسلئے کہ نحاۃِ کوفہ نے ان اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں تعریف باللام کو جائز رکھا ہے جیسے **الثلاثة الاثواب، الخمسة الدراهم، المائة الدينار۔**

صاحبِ کافیہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نحاۃِ کوفہ کا ان اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں تعریف باللام کو جائز رکھنا قیاس واستعمال دونوں اعتبار سے ضعیف ہے۔

④ مذکورہ ترکیب کے **قیاسًا واستعمالًا** ضعیف ہونے کی وجہ:۔ مذکورہ ترکیب قیاس کے اعتبار سے اسلئے ضعیف ہے کہ اگر یہ ترکیب صحیح قرار دی جائے تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئیگی (اس لئے کہ مضاف پہلے سے ہی معرف باللام ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے اور اضافت کا مقصد بھی تخصیص ومعرفت ہے) اور تحصیلِ حاصل مذموم و بے فائدہ ہے۔ مذکورہ ترکیب استعمال کے اعتبار سے اسلئے ضعیف ہے کہ فصحاء وبلغاء کی کلام میں مضاف میں ترک لام ثابت ہے جیسا کہ ذوالرمہ شاعر کے اس شعر میں ہے **ثلاث الاثافی والديار البلاقع** اسمیں ثلاث اپنے معدود وتمیز الاثافی کی طرف مضاف ہے اور غیر معرف باللام ہے۔

⑤ **قیاسًا واستعمالًا** کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ **قیاسًا و استعمالًا** معطوف علیہ ومعطوف ملکر **ضعیفٌ** سے تمیز ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔

الشق الثانی .....**انا ابن التارك البكرى بشر.....** (ص ۱۹۸۔امدادیہ)

عطف بیان اور بدل کے درمیان لفظی اور معنوی فرق بیان کریں۔ شعر مکمل کریں۔ شعر پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ شعر کی ترکیب کریں۔ **مثل انا ابن التارك** سے کون سی ترکیب مراد ہے؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں: ① عطف بیان اور بدل میں لفظی ومعنوی فرق ② شعر کی تکمیل، اعراب و ترجمہ ③ شعر کی ترکیب ④ **مثل انا ابن التارك** کی مراد۔

جواب ..... ① عطف بیان اور بدل میں لفظی ومعنوی فرق:۔ معنوی فرق: عطف بیان اور بدل میں معنوی فرق یہ ہے کہ بدل میں تابع مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان میں متبوع مقصود ہوتا ہے اور یہ اس کو بیان کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ فرق واضح تھا اس لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا۔ لفظی فرق: یہ فرق چونکہ مخفی تھا اس کو مصنف نے اس شعر میں ذکر کیا ہے:

انا ابن التارك البكرى بشر عليه الطير ترقبه وقوعا

0313 6257913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اس شعر میں بشر کو البکری کا عطفِ بیان بنانا تو جائز ہے مگر بدل الکل بنانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو التارک جس طرح البکری پر داخل ہے اسی طرح بشر پر بھی داخل ہوگا۔ تقدیرِ عبارت ہو جائے گی **التارك بشر** یہ ترکیب **الضارب زيد** کی مثل ہوگی جو کہ جائز نہیں ہے۔

② شعر کی تکمیل، اعراب وترجمہ:۔ **اَنَا اِبْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِیِّ بِشْرٍ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا**

(میں بیٹا ہوں ایسے شخص کا جو چھوڑنے والا ہے بکری بشر بہادر کو اس حال میں کہ اس پر پرندے واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں)۔

③ شعر کی ترکیب:۔ **انا** ضمیر مبتداء **ابن** مضاف **التارك** مضاف الیہ مضاف **البکری** معطوف علیہ **بشر** عطفِ بیان، معطوف علیہ وعطفِ بیان ملکر ذوالحال **علیہ** جار مجرور ملکر متعلق ہوا **کائنة** اسم فاعل کے، **کائنة** اسم فاعل اس میں **ھی** ضمیر ذوالحال **الطیر** مبتدا مؤخر، **ترقب** فعل **ھی** ضمیر مستتر ذوالحال ہ ضمیر مفعول بہ **وقوعا** حال، ذوالحال وحال ملکر فاعل **ترقب** فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، **کائنة** کی ضمیر ذوالحال اپنے حال سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبرِ مقدم، مبتداء مؤخر وخبرِ مقدم ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر حال، ذوالحال وحال ملکر لفظا مضاف الیہ ومحلاً مفعول بہ، **التارك** اسم فاعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر مضاف الیہ ہوا **ابن** کا، مضاف ومضاف الیہ ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

④ **مثل انا ابن التارك** کی مراد:۔ ① **مثل انا ابن التارك الخ** سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع ایسا معرف باللام ہو جو صیغۂ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو۔ جیسے اس شعر میں بشر عطفِ بیان ہے اور اسکا متبوع "**البکری**" معرف باللام ہے اور یہ متبوع صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے۔ ② اس مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ اگر اس کو عطفِ بیان بنائیں تو اس کا ایک حکم ہو اور اگر اس کو بدل بنائیں تو اس کا دوسرا حکم ہو۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... نحو کی تعریف، موضوع وغرض، اس فن میں لکھی گئی مشہور قدیم وجدید کتابوں کا مختصر تعارف ذکر کریں۔ شرح جامی کا تعارف اور ماتن وشارح کا مختصر خاکہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) نحو کی تعریف، موضوع وغرض (۲) فن کی مشہور کتب کا مختصر تعارف (۳) شرح جامیؒ کا تعارف (۴) ماتن وشارح رحمہما اللہ کا تعارف۔

جواب ..... ① نحو کی تعریف، موضوع وغرض:۔ تعریف: **ھو علم باصول یعرف بھا احوال اواخرالکلم الثلاث من حیث الاعراب والبناء وکیفیت ترکیب بعضھا مع بعض**، علم نحو ان چند قوانین کا جاننا ہے جن کے ذریعے تین کلموں (اسم، فعل، حرف) کے آخر کے احوال معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے معلوم ہوسکیں اور بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنے کا طریقہ معلوم ہو۔ موضوع: علم نحو کا موضوع کلمہ وکلام (**من حیث الاعراب والبناء**" ہے۔ کون معرب ہے اور کون مبنی ہے)

غرض: علم نحو کی غرض ذہن کو کلامِ عربی میں واقع ہونے والی لفظی غلطی سے بچانا ہے۔

② فن کی مشہور کتب کا مختصر تعارف:۔ فنِ نحو کی ویسے تو بے شمار قدیم وجدید کتب ہیں مگر یہاں پر مختصر طور پر صرف ان کتب کا تعارف پیشِ خدمت ہے جو اس وقت داخلِ نصاب ہیں۔

ہدایۃ النحو: یہ کتاب مشہور وصحیح قول کے مطابق شیخ سراج الدین عثمان نظامی اودھی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی ولادت ۶۵۶ھ میں لکھنوتی ریاست اودھ میں ہوئی، ابتداءِ جوانی میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محمد ایوبی کی خانقاہ دہلی میں حاضر ہوکر علوم باطنی کی تربیت حاصل کی اور اس کے بعد چھ ماہ کے مختصر عرصہ میں علوم ظاہرہ سے فراغت حاصل کی اور سلطان المشائخ کی طرف سے علومِ باطنی میں خلافت حاصل کی اور اسکے بعد علومِ ظاہری وباطنی کے ذریعہ لوگوں کو فیض پہنچایا اور اسی دوران مختلف کتب بھی تحریر کیں جن میں سے یہ کتاب سب سے زیادہ مشہور ہے اور ۷۵۸ھ میں علوم ظاہری وباطنی کا یہ چشم وچراغ لکھنوتی قدیم میں غروب ہوا، اپنی اس کتاب کے متعلق خود مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسمیں انتہائی مختصر طور پر نحو کے قواعد وضوابط کو جمع کیا ہے اس میں الفاظ تھوڑے مگر معانی بہت ہیں، اور یہ حشو وتطویل سے خالی مضبوط کتاب ہے اور میں نے اس میں نحو کے ان تمام مسائل

0313 6057913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کو جمع کیا ہے جن کا جاننا ضروری ہے اور یہ کافیہ کی ترتیب کے مطابق ہے یعنی اس میں پہلے اسم پھر فعل اور پھر حرف کی بحث ہے اور اسم کی بحث میں بھی مرفوعات مقدم ہیں پھر منصوبات اور پھر مجرورات کو ذکر کیا گیا ہے۔

کافیہ: یہ جمال الملت والدین شیخ ابوعمر عثمان بن عمر بن ابوبکر بن یونس مالکی کی تصنیف ہے۔ ''کافیہ'' کو اپنے حُسنِ ترتیب اور اختصار وایجاز اور **خیر الکلام ماقل ودل** کا مصداق ہونے کی وجہ سے بے انتہاء مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس میں علمِ نحو کے تمام قواعد نہایت اختصار اور عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں۔ علمِ نحو کا یہ جامع اور مستند ذخیرہ سات سو (۷۰۰) برس سے داخلِ نصاب ہے اور عربی فارسی اور اردو زبان میں اس کی بکثرت شروحات لکھی گئیں۔

نحو میر: یہ ابوالحسن زین الدین علی بن محمد بن علی کی تحریر کردہ تصنیف ہے۔ آپ کی ولادت ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ ہے۔ آپ میر سید شریف جُرجانی اور میر سید السند کے القاب سے مشہور ہیں۔ بچپن ہی سے آپ کو علومِ عربیہ کی طرف فطری رجحان تھا چنانچہ آپ کی یہ تصنیف آپ کی صلاحیتوں پر دال ہے اور اس کتاب میں نحو کے قواعد وضوابط کو انتہائی اختصار کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔

③ شرح جامی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:۔ یہ علامہ عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ علمِ نحو کی وہ مشہور تصنیف ہے جس کو علمِ نحو کی دیگر تمام کتب پر فضیلت حاصل ہے جو کہ درحقیقت علامہ ابن الحجب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ فنِ نحو کی مشہور کتاب ''کافیہ'' کی شرح ہے۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس شرح میں ''کافیہ'' کی دیگر تمام شروح کی ابحاث کو ایک اچھے انداز میں جمع کیا ہے اور علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اپنے بیٹے ضیاء الدین یوسف کیلئے لکھی تھی اسی وجہ سے اسکا اصل نام ''الفوائد الضیائیہ'' ہے اور انکی یہ تصنیف اپنی مثال آپ ہے۔

④ ماتن وشارح رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف:۔ ماتن کا نام شیخ جمال الملت والدین ابوعمر عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس مالکی ہے۔ آپ ابن الحجب کے ساتھ مشہور ہیں، آپ ۵۷۰ھ کے آخر میں مصر کی اُسنا نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قاہرہ میں قرآن مجید اور تمام علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں خصوصاً مذہب مالکی کی کتبِ فقہ کا علم حاصل کیا اور علامہ شاطبی اور علامہ ابوالجود سے علم قرأت حاصل کیا۔ آپ کو علمِ نحو کے ساتھ ساتھ علمِ فقہ اور اصولِ فقہ وعربیت میں مہارتِ تامہ حاصل تھی چنانچہ فقہ مالکی میں مختصر، اصولِ فقہ میں منتہی اور مختصر المنتہی، صَرف میں شافیہ، نحو میں کافیہ اور اُس کی شرح وافیہ اور ایضاح شرح مفصّل اور علمِ عروض میں قصیدۂ غراء وغیرھم کو بے انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی۔ خصوصی طور پر آپ کا یہ متن المعروف ''کافیہ'' اپنے حسنِ ترتیب اور اختصار وایجاز اور خیر الکلام ماقل ودل کا مصداق ہونے کی وجہ سے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ برس ہا برس سے داخلِ نصاب ہے اور عربی، فارسی، اردو زبان میں اس کی بکثرت شروح موجود ہیں۔ آپ بروز جمعرات ۱۶ شوال ۶۴۶ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

شارح رحمۃ اللہ علیہ کا نام ابوعبدالرحمٰن بن احمد بن محمد ہے، غیر مشہور لقب عمادالدین اور مشہور لقب نورالدین ہے۔ کنیت ابوالبرکات اور تخلص جامی تھا۔ آپ ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ کو خراسان کے قصبہ جام میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے پھر میر سید شریف کے شاگرد خواجہ علی سمرقندی سے اور علامہ تفتازانی کے شاگرد علامہ شہاب الدین محمد بن جاجری سے حاصل کی اور پھر مولانا جند اصولی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے وہ فرماتے تھے کہ جب سے سمرقند آباد ہوا ہے اُس وقت سے عبدالرحمٰن جامی جیسا ذہین وفطین آدمی یہاں نہیں آیا۔ آپ نے عربی، فارسی میں بے شمار کتابیں لکھیں جن کی تعداد ۵۴ تک پہنچتی ہے۔ کافیہ کی شروح میں آپ کی تصنیف شرح جامی کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور یہ داخلِ نصاب ہے۔ کافیہ کی اکثر شروح اور نحوی مباحث کو اس شرح میں عقلیت کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے اور اس کتاب کا اصل نام فوائد ضیائیہ ہے اور علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۱ سال کی عمر میں ۱۸ محرم ۸۹۸ھ کو ہرات میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (درسی تقریر) **فجزاهم الله احسن الجزا**۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....**وَلَمَّا كَانَ الْخَبَرُ الْمُعَرَّفُ فِيمَا سَبَقَ مُخْتَصًّا بِالْمُفْرَدِ لِكَوْنِهِ قِسْمًا مِنَ الْاِسْمِ فَلَمْ يَكُنِ**

اَلْجُمْلَةُ دَاخِلَةٌ فِيْهِ اَرَادَ اَنْ يُشِيْرَ اِلٰى اَنَّ خَبَرَ الْمُبْتَدَأِ قَدْ يَقَعُ جُمْلَةً اَيْضًا فَقَالَ وَ اَلْخَبَرُ قَدْ يَكُوْنُ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ وَ فِعْلِيَّةً مِثْلُ زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الظَّرْفِيَّةَ لِاَنَّهَا رَاجِعَةٌ اِلَى الْفِعْلِيَّةِ وَاِذَا كَانَ الْخَبَرُ جُمْلَةً وَالْجُمْلَةُ مُسْتَقِلَّةٌ بِنَفْسِهَا لَاتَقْتَضِى الْاِرْتِبَاطَ بِغَيْرِهَا فَلَا بُدَّ فِى الْجُمْلَةِ الْوَاقِعَةِ خَبَرًا عَنِ الْمُبْتَدَأِ مِنْ عَائِدٍ يَرْبِطُهَا بِهٖ ۔(ص۷۲۔امدادیہ)

مبتداًاورخبر کی تعریف کریں، مذکورہ عبارت پراعراب لگا کرتشریح کریں، عائد کی کتنی صورتیں ہیں؟ تمام صورتوں کومثالوں کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) مبتدأ وخبر کی تعریف (۲) عبارت پراعراب (۳) عبارت کی تشریح (۴) عائد کی تمام صورتوں کی وضاحت۔

جواب ..... ① مبتدأوخبر کی تعریف:۔ مبتدا وہ اسم ہے جوعوامل لفظیہ سے خالی ہواور مسندالیہ واقع ہوخواہ اسم حقیقی ہو یا تاویلی ہو۔

خبر: وہ اسم ہے جوعوامل لفظیہ سے خالی ہواور مسند واقع ہوجیسے **زیدٌ قائمٌ** میں **زید** مبتدااور **قائم** خبر ہے۔

② عبارت پراعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

③ عبارت کی تشریح:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی عبارت ایک تمہید ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ماقبل میں جس خبر کی تعریف مذکور ہوئی وہ خبر مفرد کے ساتھ مختص تھی اسلئے کہ وہ اسم کی قسم ہے اوراسم کلمہ مفرد کوکہتے ہیں اوراس میں جملہ داخل نہ تھا تو ماتن نے چاہا کہ اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اور جملہ ہونے کی صورت میں کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے جیسے **زید ابوہ قائم** اور کبھی جملہ فعلیہ ہوتی ہے جیسے **زید قام ابوہ** ۔اور جملہ ظرفیہ کو ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے اسلئے ذکر نہیں کیا کہ راجح قول کے مطابق ظرف فعل کے متعلق ہوتا ہے اور فعل اپنے فاعل وظرف سے ملکر جملہ فعلیہ ہی ہوتا ہے گویا جملہ ظرفیہ جملہ فعلیہ کی طرف لوٹ جاتا ہے اسلئے اس کو ذکر نہیں کیا۔

خبر جب جملہ واقع ہوتو جملہ کے مستقل بنفسہا ہونے کی وجہ سے اس میں مبتدأ کے ساتھ ربط پیدا کرنے کے لئے عائد (ضمیر) کا ہونا ضروری ہے جومبتدأوخبر میں ربط پیدا کرے۔

④ عائد کی تمام صورتوں کی وضاحت:۔ عائد کبھی ضمیر ہوگی جیسے **زید ابوہ قائم** و **زید قام ابوہ** میں ہٗ ضمیر ہے۔

عائد کبھی غیر ضمیر ہوگی پھراس کی تین صورتیں ہیں ① عائد لام ہوجیسے **نعم الرجل زید** اس تقدیر پر کہ **نعم الرجل** خبر مقدم ہواور **زید** مبتدأ مؤخر ہواس میں **الرجل** کا لام عائد ہے ② اسم ظاہر اسم ضمیر کی جگہ ہوجیسے **الحاقة ماالحاقة** اسکی اصل **الحاقة ماهی** ہے **هی** ضمیر کی جگہ اسم مظہر **الحاقة** کو رکھا گیا ہے اسمیں **الحاقة** مبتدأ ہے اور **ما** استفہامیہ مبتدأ ثانی ہے اور **الحاقة** یہ خبر ہے مبتدأ ثانی کی یا ماخبر مقدم ہے اور **الحاقة** مبتدأ مؤخر ہے۔ بہرحال جوصورت بھی ہو **ما الحاقة** جملہ ہوکر خبر ہے **الحاقة** اوّل کی۔اس میں **الحاقة** راجع ہے **الحاقة** اوّل کی طرف جوکہ مبتدأ ہے ③ خبر مبتدأ کی تفسیر ہوجیسے **قل هو الله احد** اسمیں **هو** ضمیر مبتدأ ہے **الله احد** اسکی خبر ہے اور اسمیں **هو** کی تفسیر **الله** سے کرکے اللہ کو اسکی طرف عائد کیا گیا ہے۔(التقریر السامی ۸۴)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....**الرابع: التحذير، وهو معمول بتقدير "اتق" تحذيرا مما بعده أو ذكر المحذر منه مكررا**.....

تحذیر کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور اقسام مع امثلہ تحریر کریں۔تحذیر کی قسم اوّل اور قسم ثانی میں کس قسم کے فعل کو مقدر مانا جاتا ہے؟ شارح کا اس سلسلے میں بیان کردہ قاعدہ ذکر کریں۔**تحذيرا** اور **مكررا** کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں اور **الطريق الطريق** کی ترکیب لکھیں۔(ص۱۱۴۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) تحذیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی (۲) تحذیر کی اقسام مع امثلہ (۳) تحذیر کی

قسم اوّل وثانی کے فعل مقدر کی تعیین میں شارح کا بیان کردہ قاعدہ۔(۴) **تحذیرا** اور **مکررًا** کے منصوب ہونے کی وجہ۔ (۵) **الطریق الطریق** کی ترکیب۔

جواب ..... ① تحذیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی:۔ تحذیر کا لغوی معنی ایک شئی کو دوسری شئی سے ڈرانا، ایک شئی کو دوسری شئی سے دور کرنا اور اصطلاح میں تحذیر وہ اسم ہے جو اتق یا بعد مقدر کا معمول ہو۔

② تحذیر کی اقسام مع امثلہ:۔ تحذیر کی دو قسمیں ہیں ① اتق یا بعد مقدر کا معمول ہو اور ما بعد سے ڈرایا گیا ہو جیسے **ایاك والاسد** ② اتق یا بعد مقدر کا معمول ہو اور یہ معمول محذّر منہ ہو جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہو جیسے **الطریق الطریق**۔

③ تحذیر کی قسم اوّل وثانی کے فعل مقدر کی تعیین میں شارح کا بیان کردہ قاعدہ:۔ تحذیر کی قسم اوّل کا فعل مقدر **بَعِّدْ** ہے **ایاك والاسد** اصل میں **بعد نفسك من الاسد و الاسد من نفسك** تھا۔ اور قسم ثانی کا فعل مقدر **اِتَّقِ** ہے۔ اصل میں **اتق الطریق اتق الطریق** تھا۔ شارح رحمہ اللہ کے بیان کردہ ضابطہ کی تفصیل یہ ہے کہ تحذیر کی پہلی قسم میں فعل **اِتَّقِ** کو مقدر ماننا درست نہیں ہے اس لئے کہ **اِتَّقِ** فعل لازم ہے اور فعل لازم کا مفعول نہیں ہوتا مثلاً **اتقیت زیدا من الاسد** نہیں کہہ سکتے البتہ پہلی قسم میں مناسب **بَعِّدْ** اور **نَحِّ** ہے اور اسی طرح ثانی قسم میں **بَعِّدْ** کو مقدر ماننا درست نہیں ہے مثلاً **بعد الطریق الطریق** کہنا درست نہیں ہے کیونکہ مخاطب سے راستہ کو دور کرنا مقصود نہیں بلکہ راستے سے مخاطب کو دور کرنا مقصود ہے چونکہ مصنف رحمہ اللہ کی عبارت صحیح نہیں تھی اس لئے شارح نے اس عبارت کی درستگی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تحذیر کی اگر یہ تعریف کی جائے **التحذیر هو معمول بتقدیر بعد او اتق ونحوهما** تو مناسب ہے تاکہ جہاں جس فعل کو مقدر ماننا ہو مقدر مانا جاسکے۔

④ **تحذیرا** اور **مکررًا** کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ **تحذیرا**: کے منصوب ہونے میں دو احتمال ہیں پہلا احتمال یہ ہے کہ یہ **حُذِرَ** فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے **حذر ذالك المعمول تحذیرا**۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ **ذَكِّرْ** فعل محذوف کا مفعول لہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے **ذکر ذالك المعمول تحذیرا**۔

مکررًا: یہ **ذِكْرًا** مفعول مطلق محذوف کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

⑤ **الطریق الطریق** کی ترکیب:۔ الطریق اوّل متبوع اور ثانی تابع ہے۔ تابع اور متبوع ملکر مفعول بہ ہے فعل مقدر **اِتَّقِ** کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی.....**وقد یحذف عامله أی عامل خبر "کان" وهو "کان" لا "خبرکان" وأخواتها لأنه لا یحذف من هذه الأفعال الا "کان" وانما اختصت بهذا الحذف لکثرة استعمالها فی مثل: "الناس مجزیون بأعمالهم ان خیرا فخیر، وان شرافشر" ویجوزفی مثلهاأربعة أوجه**.....(ص۱۵۲۔امدادیہ)

عبارت کی تشریح کریں، **مثلها** کی ضمیر کا مرجع ذکر کرنے کے بعد اسمیں وجوہِ اربعہ بیان کریں، خبر **کان** کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ جواز لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) **مثلها** کی ضمیر کا مرجع (۳) ذکر کردہ وجوہِ اربعہ کی وضاحت (۴) کان کی خبر کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات کان کی خبر کے عامل یعنی محض **کان** کو **الناس مجزیون باعمالهم ان خیرا فخیر و ان شرا فشر** کی مثل میں حذف کر دیا جاتا ہے اور اس جیسی صورت میں ترکیبی اعتبار سے چار وجہیں جائز ہیں۔ شارح رحمہ اللہ نے **ای عامل خبر کان** کہہ کر عاملہ کی ہ ضمیر کے مرجع کو متعین کیا ہے کہ اس ضمیر غائب کا مرجع **خبر کان** ہے اور پھر **وهو کان** کہہ کر **عامل خبر کان** کا مصداق متعین کر دیا کہ وہ کان ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

وانما اختصت الخ سے صرف کان کو حذف کرنے کی وجہ بیان کررہے ہیں کہ کان بقیہ افعال کی بنسبت کثیر الاستعمال ہے اور کثرت خفت کو چاہتی ہے۔ اور تخفیف بعض دفعہ حذفیت میں ہوتی ہے اسلئے کان کو حذف کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ مثال مذکورہ میں حذف کیا گیا ہے۔ اور بقیہ افعال کثیر الاستعمال نہیں ہیں اس لئے ان کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔

② **مثلها** کی ضمیر کا مرجع:۔ **ای فی مثل هذه الصورة** کہہ کر شارح رحمۃ اللہ علیہ نے **مثلها** کی ضمیر کے مرجع کو بیان کیا ہے کہ اس کا مرجع صورۃِ مذکور ہے

③ ذکر کردہ وجوہِ اربعہ کی وضاحت:۔ پہلی وجہ: اوّل کا نصب اور ثانی کا رفع جیسے **ان خیرًا فخیرٌ** اوّل کا نصب اس لئے ہے کہ وہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے "**ان کان عمله خیرا فجزائه خیر**۔ پس یہاں تین امور محذوف ہیں۔ جانبِ شرط میں کان اور اسکا اسم (عملہ) اور جانب جزاء میں مبتدا (جزاء) شارح فرماتے ہیں کہ قلتِ حذف کی وجہ سے یہ وجہ سب سے اقوی ہے۔

دوسری وجہ: دونوں کا نصب جیسے **ان خیرا فخیرا** اس بناء پر کہ یہ دونوں کان مع اسم محذوف کی خبر ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ **ان کان عمله خیرا فکان جزائه خیرا** یہاں چار امور محذوف ہیں جانبِ شرط میں کان اور اسکا اسم (عملہ) اور جانب جزاء میں بھی کان اور اسکا اسم (جزاء)۔ تیسری وجہ: دونوں کا رفع جیسے **ان خیر فخیر** اوّل کا رفع اس بناء پر کہ کان مع خبر محذوف کا اسم اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ وہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے **ان کان فی عمله خیر فجزائه خیر** یہاں چار امور محذوف ہیں۔ جانبِ شرط میں کان اور اسکی خبر اور جانب جزاء میں مبتداء (جزاءٌ)۔

چوتھی وجہ: اوّل کا رفع ثانی کا نصب جیسے **ان خیر فخیرا** اوّل کا رفع اس بناء پر کہ وہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے اور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ وہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے **ان کان فی عمله خیر فکان جزائه خیرا**، یہاں پانچ امور محذوف ہیں۔ جانبِ شرط میں کان اور اسکی خبر اور جانبِ جزاء میں کان اور اس کا اسم جزاءٌ۔

علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان وجوہ کی قوت اور ضعف کا مدار قلت و کثرتِ حذف پر ہے۔ جو کہ پہلی صورت میں تین امور کے حذف کی وجہ سے حذف کی قلت ہے اس لئے وہ سب سے اقویٰ ہے اور چوتھی صورت میں پانچ امور کے حذف کی وجہ سے حذف کی کثرت ہے اس لئے وہ صورت ضعیف ہے اور درمیانی دو صورتیں متوسط ہیں اس لئے کہ ان میں چار امور محذوف ہیں۔

④ کان کی خبر کے عامل کو حذف کرنے کی وجہ:۔ ابھی تشریح کے ضمن میں وجہ گزر چکی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... **وذو لایضاف الی مضمر ، لأنه وضع وصلة الی الوصف بأسماء الأجناس والضمیر لیس باسم جنس ، وقد أضیف الیه علی سبیل الشذوذ، کقول الشاعر "انما یعرف ذاالفضل من الناس ذووه"**

عبارت کی تشریح کریں۔ آخری خط کشیدہ جملے کی نحوی ترکیب کریں۔ بتلائیں کہ عبارت کا تعلق کس بحث سے ہے اور **ذو** بغیر اضافت کے کیوں استعمال نہیں ہوتا۔ (ص ۱۷۶۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) آخری مخطوطہ جملہ کی ترکیب (۳) متعلقہ بحث کی نشاندہی (۴) **ذو** کے بغیر اضافت استعمال نہ ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے **ذو** کے متعلق ایک ضابطہ بیان کیا ہے ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ **ذو** ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ **ذو** اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اسکو ماقبل کی صفت بنانے کیلئے وضع

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کیا گیا ہے اور ضمیر اسم جنس نہیں ہوتی پس اگر یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو تو اسکی وضع کے خلاف لازم آئے گا۔ باقی شاعر کے قول **انما یعرف ذاالفضل من الناس ذووہ** میں **ذو** کا ضمیر کی طرف مضاف ہونا ضابطہ کے خلاف ہے جیسا کہ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ **ذو** کبھی کبھی خلافِ قیاس ضمیر کی مضاف ہوتا ہے جیسا کہ شعر مذکور میں ہے۔

② آخری مخطوطہ جملہ کی ترکیب:۔ **ان** حرف مشبہ بالفعل **ما** کافہ **یعرف** فعل **ذا الفضل** مضاف، مضاف الیہ ملکر مفعول بہ مقدم **من الناس** جار مجرور ملکر متعلق ہوا **یعرف** کے **ذووہ** مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل مؤخر۔ فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

③ متعلقہ بحث کی نشاندہی:۔ مذکورہ عبارت کا تعلق اضافت کی بحث سے ہے جو کہ مجرورات کی مباحث میں سے ہے۔

④ **ذو** کے بغیر اضافت استعمال نہ ہونے کی وجہ:۔ **ذو** اضافت سے منقطع نہیں ہوتا اسلئے کہ **ذو** کی وضع اسلئے ہوتی ہے تا کہ وہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو بالفاظِ دیگر **ذو** کا معنی ہے **صاحب** جیسے ذو مال اور صاحب ہمیشہ کسی اسم کی طرف مضاف ہی ہوتا ہے۔

الشق الثانی.....مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مثالوں سمیت تحریر کریں۔

تمییز، مفعول لہ، منصوب بنزع الخافض، منصوب علی المدح، تاکید، عطف بیان، عطف نسق، نعت، اعراب، اسم متمکن۔

جواب.....مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ:۔ **التمییز ما یرفع الابہام المستقر عن ذات مذکورۃ او مقدرۃ** تمییز وہ اسم ہے جو ذاتِ مذکورہ یا ذاتِ مقدرہ سے اس ابہام کو رفع کرے جو معنی موضوع لہ میں راسخ ہو چکا ہو جیسے **عندی عشرون درھما، عندی رطل زیتا** وغیرہ۔ **المفعول لہ ھو ما فعل لا جلہ فعل مذکور** مفعول لہ وہ اسم ہے جس کے حصول یا اس کے وجود کے باعث فعل مذکور کیا گیا ہو جیسے **ضربتہ تادیبا، قعدت عن الحرب جبنا۔**

منصوب بنزع الخافض: وہ اسم ہے جس سے خافض یعنی حرفِ جر کو دور کر کے اسے منصوب بنا دیا جائے جیسے **جلست جلسۃ القاری** اس میں **جلسۃ** سے حرفِ جر کاف کو حذف کر کے اس کو نصب دیا گیا ہے۔

مخصوص بالمدح: وہ اسم ہے جو فعل مدح کے فاعل کے بعد بولا جائے جیسے **نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ** میں لفظ **زید**۔

التاکید تابع یقرر امر المتبوع فی النسبۃ اوفی الشمول تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے امر کو نسبت یا شمول میں پختہ کرے جیسے **جاء جاء زید** اور **جاء نی القوم کلھم۔** **العطف البیان تابع غیر صفۃ یوضح متبوعہ** عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت کا صیغہ نہ ہونے کے باوجود اپنے متبوع کی وضاحت کرے جیسے **اقسم باللّٰہ ابو حفص عمر۔**

العطف بالحروف تابع مقصود بالنسبۃ مع متبوعہ یتوسط بینہ وبین متبوعہ احد الحروف العشرۃ عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ نسبت سے اپنے متبوع کے ساتھ وہ بھی مقصود ہو اس کے اور اسکے متبوع کے درمیان دس حروف میں سے کوئی ایک حرف ہو جیسے **جاء نی زید و عمرو**۔ اسی عطف بالحروف کو عطفِ نسق کہتے ہیں۔

النعت تابع یدل علی معنی فی متبوعہ مطلقا۔ نعت وہ تابع ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو معنی اسکے متبوع میں ہے مطلقاً یعنی ہر حال میں جیسے **جاء نی رجل عالم۔**

الاعراب ما اختلف اخر المعرب بہ ذاتا او صفۃ ۔اعراب وہ حرف یا حرکت ہے جس حرف یا حرکت کے ساتھ معرب کا آخر تبدیل ہو اس حیثیت سے کہ وہ معرب ہے اختلاف ذاتی ہو یا صفتی ہو یعنی حرف حرف سے بدلے یا حرکت حرکت سے بدلے جیسے **جاء نی زید ورایت زیدا و مررت بزید جاء نی اخوک ورایت اخاک و مررت باخیک۔**

اسم متمکن: وہ اسم ہے جس پر تنوین تمکن کی داخل ہو یا یوں بھی تعریف کی جاتی ہے **کل اسم رکب مع غیرہ ولم یشبہ**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

مبنی الاصل وہ اسم جو غیر سے ملا ہوا ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو جیسے **زید** جو کہ **قام زید** میں واقع ہے۔

﴿الورقة الرابعة: فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل.....**وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ الرَّافِعُ لِلْفَاعِلِ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ دَالَّةٍ عَلٰى تَعْيِيْنِ الْمَحْذُوْفِ جَوَازًا** اَیْ حَذْفًا جَائِزًا **فِیْ مِثْلِ زَیْدٍ** اَیْ فِیْمَا کَانَ جَوَابًا لِسُؤَالٍ مُحَقَّقٍ **لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ سَائِلًا عَمَّنْ يَقُوْمُ بِهِ الْقِيَامُ فَيَجُوْزُ اَنْ تَقُوْلَ زَيْدٌ بِحَذْفِ قَامَ** اَیْ قَامَ زَیْدٌ **وَيَجُوْزُ اَنْ تَقُوْلَ قَامَ زَيْدٌ بِذِكْرِهٖ ، وَاِنَّمَا قُدِّرَ الْفِعْلُ دُوْنَ الْخَبَرِ لِاَنَّ تَقْدِيْرَ الْخَبَرِ يُوْجِبُ حَذْفَ الْجُمْلَةِ وَتَقْدِيْرَ الْفِعْلِ حَذْفَ اَحَدِ جُزْاَيْهَا وَالتَّقْلِيْلُ فِی الْحَذْفِ اَوْلٰی۔**

عبارت مذکورہ پر اعراب لگائیں۔عبارت کی اس طرح تشریح کریں جس سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود واضح ہو جائے۔ **وانما قدر الفعل** سے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جس اشکال کا جواب دیا ہے اس کی وضاحت کریں۔(ص ۶۰۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **انّما قدّر** اشکال وجواب کی وضاحت۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔**کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔اس عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض فاعل کے عامل کے احوال کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کبھی قرینہ کی موجودگی میں فاعل کے فعل کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کوئی شخص سوال کرے **مَنْ قَامَ** اور اسکے جواب میں صرف **زیدٌ** کہا جائے تو یہ **زَیْدٌ** فعل محذوف (**قَامَ**) کا فاعل ہے جس کو قرینہ (سائل کا سوال) کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

"الرّافع للفاعل" کہہ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے دو سوالوں کا جواب دیا ہے۔پہلا سوال: یہ ہے کہ قرینہ کی موجودگی میں جس طرح فعل کو حذف کیا جاتا ہے اس طرح شبہ فعل کو بھی حذف کیا جاتا ہے تو یہاں مصنف کا فعل کو خاص کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرا سوال: یہ ہے کہ حذفِ فعل فعل کے احوال میں سے ہے اور یہاں پر بحث فاعل کے احوال سے ہو رہی ہے تو یہ حذفِ فعل سے بحث کرنا غیر موضوع سے بحث کرنا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

"الرافع للفاعل" کہہ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں سوالوں کا جواب دیدیا کہ یہاں فعل سے مراد مطلق **رافع للفاعل** ہے اور یہ شبہ فعل کو بھی شامل ہے لہٰذا پہلا سوال رفع ہو گیا اور دوسرے سوال کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر فعل سے مراد وہ فعل ہے جو **رافع للفاعل** ہو اور **رافع للفاعل** فاعل کے متعلقات میں سے ہونے کی وجہ سے خارج عن المبحث نہیں ہے۔

"دالّةٌ علی تعیین المحذوف" کہہ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وہم کو دور کر دیا کہ یہاں پر قرینہ سے مراد **قرینه دالّه علی تعیین المحذوف** ہے **قرینه دالّه علی تعیین المعنی** مراد نہیں ہے۔

"ای فیما کان جوابا لسوال محقق" کہہ کر مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض مثل کی مراد کو متعین کرنا ہے کہ **مثل زید** سے مراد وہ فاعل ہے جو سوالِ محقق کا جواب واقع ہو۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ **انّما قدر الخ** اشکال وجواب کی وضاحت:۔ **انّما قدر الفعل الخ** سے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ایک اشکال کا جواب دینا ہے اشکال کی تقریر یہ ہے کہ آپ نے **زید** کو حذفِ فعل کے باب سے بنایا، حذفِ خبر کے باب سے کیوں نہیں بنایا؟ حالانکہ اولیٰ یہ تھا کہ اسکو حذفِ خبر کے باب سے بناتے تاکہ سوال وجواب میں مطابقت ہو جاتی کیونکہ سوال (**مَنْ قَامَ**) جملہ اسمیہ ہے اور حذفِ فعل کی صورت میں یہ جملہ فعلیہ ہے لہٰذا اولیٰ پر عمل کرنے کیلئے اسکو حذفِ خبر کے باب سے بنانا چاہئے تھا۔**انّما قدر الفعل** سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا جواب دیدیا کہ اسکو حذفِ خبر کے باب سے بنائیں تو جملہ کا حذف لازم آئے گا اسلئے کہ **زید قام** میں **زید** مبتدا

ہے **قـــام** فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ہے اور اگر اسکو حذفِ فعل کے باب سے بنائیں تو صرف جملہ کی ایک جزء (فعل) کا حذف لازم آئیگا اور تقلیل فی الحذف تکثیر فی الحذف سے اولیٰ ہے۔ اسلئے اسکو حذفِ فعل کے باب سے بنایا گیا ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ اس صورت میں سوال (جملہ اسمیہ) و جواب (جملہ فعلیہ) میں مطابقت نہیں رہے گی اسکا جواب یہ ہے کہ سوال بھی معنوی طور پر درحقیقت جملہ فعلیہ ہی ہے کیونکہ **مَنْ قَامَ** کا معنی ہے **اقـام زيـد ام بكر ام خالد** اب ہر ہر شخص کا نام ذکر کرنا دشوار ہے اسلئے ایسا عام لفظ (مَنْ) استعمال کیا جو تمام افراد کو شامل ہے اور یہ لفظ استفہامیہ ہے جو کہ صدارتِ کلام کا مقتضی ہے اس لئے اس کو شروع میں لے آئے۔

الشق الثانی.....**المفعول فيه: هو ما فعل فيه فعل مذكور من زمان أو مكان.**

مفعول فیہ کی تعریف لکھ کر اس کے منصوب ہونے کی شرط لکھیں۔ وہ کون سا ظرف زمان ومکان ہے جہاں **فی** کا مقدر ہونا جائز ہے اور کہاں **فی** کا ذکر کرنا ضروری ہے؟ مکانِ مبہم سے کیا مراد ہے؟ **دخلت** کا مابعد مفعول بہ ہے یا مفعول فیہ؟ بطرزِ شارح لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مفعول فیہ کی تعریف ونصب کی شرط ② **فی** مقدر ومذکور والے ظروف کی نشان دہی ③ مکانِ مبہم کی مراد ④ دخلت کے مابعد کے مفعول فیہ یا مفعول بہ ہونے کی تفصیل۔

جواب..... ① مفعول فیہ کی تعریف ونصب کی شرط:۔ مفعول فیہ وہ زمان یا مکان ہے جس میں فعلِ سابق واقع ہو جیسے **جلستُ امامك، صمتُ يوم الجمعة**۔ ان میں **امامك** اور **يوم الجمعة** مفعول فیہ ہیں کیوں کہ ان میں فعل سابق **جلوس وصوم** واقع ہوا ہے۔

② **فی** مقدر ومذکور والے ظروف کی نشان دہی:۔ ظروفِ زمان کی تمام اقسام خواہ زمان مبہم ہوں یا محدود وہ تقدیرِ **فی** کو قبول کرتی ہیں جیسے **صمت دهرا، افطرت اليوم**۔ اور ظروفِ مکان میں سے مکانِ مبہم بھی تقدیرِ **فی** کو قبول کرتا ہے جیسے **جلستُ خلفك**۔ البتہ مکانِ محدود تقدیرِ **فی** کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس میں **فی** کو ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے **جلست فی المسجد**۔ مزید تفصیل.... **كما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ**۔

③ مکانِ مبہم کی مراد:۔ مکانِ مبہم سے مراد جہاتِ ستہ (**امام، خلف، يمين، يسار، فوق، تحت**) ہیں اور یہ ہر جہت وسمت انقطاعِ ارض وخلاء تک ہے یعنی یہ جہات لامحدود ہونے کی وجہ سے مبہم ہیں۔

④ **دخلتُ** کے مابعد کے مفعول فیہ یا مفعول بہ ہونے کی تفصیل:۔ بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہے، مگر اصح یہ ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے، اصل میں اس کا استعمال حرفِ جر کے ساتھ ہونا چاہیے مگر کثرتِ استعمال کی وجہ سے حرفِ جر کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا **دخلتُ** کے مابعد کو بھی ظرفِ مکان مبہم پر محمول کیا جائے گا۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ ماتن کے مذکورہ قول پر اعتراض کرتے ہیں کہ **دخلتُ** کا مابعد مفعول بہ ہوتا ہے نہ کہ مفعول فیہ۔ دلیل یہ ہے کہ مفعول فیہ ایک زائد چیز ہے اور اسے اس وقت لایا جاتا ہے جب کلام کا معنی پورا ہو جاتا ہے اور فعل متعدی جس طرح فاعل کے بغیر پورا نہیں ہوتا اسی طرح مفعول بہ کے بغیر بھی اس کا معنی پورا نہیں ہوتا، تو مفعول فیہ تب آئے گا جب مفعول بہ آچکا ہوگا، اگر مفعول بہ نہ آیا ہو تو تکمیلِ فعل کے لیے مفعول بہ چاہیے نہ کہ مفعول فیہ، تو جب تک **دخلتُ** کا مابعد ذکر نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اس کا معنی پورا نہ ہوگا۔ اس کا معنی پورا کرنے کے لیے کوئی چیز چاہیے اور وہ چیز مفعول بہ ہے نہ کہ مفعول فیہ، کیوں کہ **دخلتُ** کا معنی **دار** کو ذکر کرنے سے پورا ہو رہا ہے لہٰذا **دار** مفعول بہ ہوگا مفعول فیہ نہ ہوگا۔ اس کی تائید سے قبل ضابطہ سمجھیں کہ مفعول فیہ جب کسی مکانِ خاص کی طرف منسوب ہو تو مفعول فیہ میں واقع ہونے والے فعل کی نسبت اس مکانِ عام کی طرف بھی ہوتی ہو جو اس مکانِ خاص کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ کو بھی شامل ہے مثلاً **ضربت زيدا فی الدار** میں جیسے ضرب کی نسبت مکانِ خاص (**دار**) کی طرف درست ہے اسی طرح **ضربت زيدا فی البلد** میں مکانِ عام (**بلد**) کی طرف بھی درست ہے مگر **دخلت الدار** میں یہ ضابطہ مفقود ہے، اس لیے کہ یہاں **دخلت الدار** کہنا درست ہے مگر **دخلت**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

البلد کہنا درست نہیں ہے، معلوم ہوا کہ دخول میں یہ علامت نہیں پائی جاتی، لہٰذا **الدار** کا لفظ **دخلت** کا مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں ہے، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فعل کو مفعول بہ کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں فعل متعدی ہو۔ اور وہ مصدر جو **فُعُوْلٌ** کے وزن پر ہو وہ لازمی ہوتا ہے نہ کہ متعدی۔ لہٰذا **دخول** یعنی **دخلت** کو مفعول بہ کی ضرورت نہیں ہے، پس مابعد والا اسم (**دار**) مفعول فیہ ہے نہ کہ مفعول بہ۔ باقی تائید کے لیے پیش کردہ ضابطہ اکثری ہے کلی نہیں ہے، اس کے خلاف بھی ہوسکتا ہے مثلاً ایک **دار** کے متعدد **بیوت** ہیں، مگر کوئی شخص اس کے ایک کمرے میں بیٹھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں پورے گھر میں بیٹھا ہوں، یہاں بیٹھنے کی نسبت مکانِ خاص (**بیت**) کی طرف درست ہے مگر مکانِ عام (**دار**) کی طرف درست نہیں ہے، معلوم ہوا کہ یہ ضابطہ اکثری ہے۔ **اصح** کے متعلق شارح نے دوسرا قول ذکر کیا ہے کہ بعض کے نزدیک **اصح** سے مراد مذہبِ اصح نہیں ہے بلکہ "**اصح**" استعمال کی صفت ہے یعنی اصح استعمال مراد ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ **دخلت** کے استعمال کے دو طریقے ہیں: ① **فی** کے ساتھ، جیسے **دخلت فی الدار** ② **فی** کے بغیر جیسے **دخلت الدار** اور **دخلت المسجد**، یہ دونوں استعمال صحیح ہیں مگر **فی** کے بغیر استعمال اصح ہے۔ (المفتاح السامی)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل ..... **ولا یؤکد بکل واجمع الاذو اجزاء یصح افتراقها حسا او حکما مثل اکرمت القوم کلهم واشتریت العبد کله بخلاف جاء زید کله ۔ واذا اکد الضمیر المرفوع المتصل بالنفس والعین اکد بمنفصل مثل ضربت انت نفسك ۔** تاکید کی تعریف واقسام بیان کریں، عبارت کی بطرزِ شارحؒ دل نشین تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) تاکید کی تعریف واقسام (۲) عبارت کی تشریح بطرزِ شارحؒ۔

جواب ..... ① تاکید کی تعریف واقسام:۔ **التاکید تابع یقرر امر المتبوع فی النسبة اوفی الشمول** تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے حال کو نسبت یا شمول میں ثابت کرے۔ نسبت میں ثابت کرنے کا مطلب یہ کہ جس کو منسوب یا منسوب الیہ قرار دیا گیا ہے واقعی وہی منسوب یا منسوب الیہ ہے۔ شمول میں ثابت کرنے کا مطلب یہ کہ حکم واقعی تمام افراد کو شامل ہے، ایسا نہیں کہ بعض کو شامل ہو۔ جیسے **جاء جاء زید** اور **جاء نی القوم کلهم**۔

تاکید کی دو قسمیں ہیں: لفظی ومعنوی۔ تاکیدِ لفظی وہ تابع ہے جس میں لفظ کو مکرر ذکر کیا جائے جیسے **جَاءَ زَيْدٌ زَيْدٌ**۔

تاکیدِ معنوی آٹھ لفظوں کے ذریعے ہوتی ہے ① و ② **نفسٌ**، **عَيْنٌ**: یہ دونوں لفظ واحد تثنیہ جمع تینوں کی تاکید کیلئے آتے ہیں بشرطیکہ ان کے صیغے اور ضمیروں کو بدل دیا جائے جیسے **جَآءَ زَيْدٌ نَفْسُهٗ، جَآءَ الزَّيْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ، جَآءَ زَيْدٌ عَيْنُهٗ**۔

③ **كِلَا**: یہ تثنیہ مذکر کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے **جَآءَ الرَّجُلَانِ كِلَا هُمَا**۔ ④ **كِلْتَا**: یہ تثنیہ مؤنث کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے **جَاءَتِ الْمَرْاَتَانِ كِلْتَاهُمَا**۔ ⑤ و ⑥ **كُلٌّ، اَجْمَعُ**: یہ دونوں واحد اور جمع کی تاکید کے لئے آتے ہیں جیسے **قَرَءَتْ الْكِتَابَ كُلَّهٗ، جَآءَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، اِشْتَرَيْتُ الْفَرَسَ اَجْمَعَهٗ، جَآءَ النَّاسُ اَجْمَعُوْنَ**۔ ⑦ و ⑧ **اَكْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ**: یہ سب **اَجْمَعُ** کے تابع ہوتے ہیں یعنی **اَجْمَعُ** کے بغیر استعمال نہیں ہوتے اور نہ ہی **اَجْمَعُ** پر مقدم ہوتے ہیں جیسے **جَآءَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ، اَكْتَعُوْنَ، اَبْتَعُوْنَ، اَبْصَعُوْنَ**۔

② عبارت کی تشریح بطرزِ شارحؒ:۔ اولاً ایک ضابطہ کا بیان ہے کہ **كُلٌّ** اور **اجمع** کے ذریعہ اس چیز کی تاکید لائی جائے گی جو اجزاء والی ہو اور اجزاء میں تعمیم ہے کہ مفرد ہوں یا جمع ہوں اور اجزاء بھی ایسے ہوں جن کا حسًّا یا حکمًا افتراق (جدا ہونا) صحیح ہو۔ باقی اجزاء کو ذکر کرنے کے بعد افراد کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اجزاء افراد کو بھی شامل ہیں اس لئے کہ جب تک کلی کے افراد کا بحیثیت مجتمع لحاظ نہ کیا جائے اور جب تک اس کے افراد اجزاء نہ ہو جائیں اس وقت تک **كُلٌّ**، **اجمع** کے ساتھ اس کی تاکید لانا صحیح

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

نہیں ہے جیسے **اکرمت القوم کلهم**، یہ اس مؤکد کی مثال ہے جس کے اجزاء کا افتراق حسًّا صحیح ہے اور **اشتریت العبد کله**، یہ اس مؤکد کی مثال ہے جس کے اجزاء کا افتراق حکمًا صحیح ہے۔ (التقریر السامی: ۵۵۴)

الشق الثانی ..... **وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ النَّاصِبُ لِلْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ حَذْفًا وَاجِبًا قِيَاسِيًّا اَیْ حَذْفًا قِيَاسِيًّا يُعْلَمُ لَهٗ ضَابِطَةٌ كُلِّيٌّ يُحْذَفُ مَعَهُ الْفِعْلُ لُزُوْمًا فِیْ مَوَاضِعَ مُتَعَدِّدَةٍ مِنْهَا مَا وَقَعَ مُثْبَتًا بَعْدَ نَفْیٍ.....**

عبارت پر اعراب لگا کر مکمل تشریح کریں، **مثبتا** قید اتفاقی ہے یا احترازی؟ مثال کے ساتھ وضاحت کریں، حذف فعل وجوباً کی کتنی شکلیں ہیں؟ مثال دے کر واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **مثبتا** کی قید اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت (۴) حذف فعل وجوباً کی اشکال مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت سے صاحبِ قافیہ کی غرض مفعول مطلق کے فعل ناصب کے متعلق تفصیل ذکر کرنا ہے کہ کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے۔ قیاسی کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے حذف کا ایک ضابطہ کلیہ معلوم ہو جس کے ذریعے فعل کو لزومی طور پر حذف کر دیا جائے۔

③ **مثبتا** کی قید اتفاقی یا احترازی ہونے کی وضاحت:۔ **مثبتًا** کی قید احترازی ہے اتفاقی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مفعول مطلق مثبت واقع ہو یعنی اس کے اثبات کا ارادہ کیا گیا ہو نہ کہ نفی کا۔ اس لئے کہ اگر اس سے نفی کا ارادہ کیا گیا ہو تو پھر اُس کو حذف کرنا واجب نہیں ہے جیسے **مازیدٌ یسیر سیرًا۔**

④ حذف فعل وجوباً کی اشکال مع امثلہ:۔ ① وہ جگہ جہاں پر مفعول مطلق مثبت واقع ہو منفی نہ ہو اور نفی یا معنیٰ نفی کے بعد واقع ہو اور نفی یا معنیٰ نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکتا ہو جیسے **مَاانت الّا سیرًا ومَا انت الّا سیر البرید۔** ② وہ مقام جہاں مفعول مطلق مکرر ہو اور ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکتا ہو جیسے **زیدٌ سیرًا سیرًا۔** ③ وہ جگہ جہاں مفعول مطلق سابقہ جملہ کے مضمون کی غرض وغایت کا بیان واقع ہو جیسے **فشدوا الوثاق فامّا منّا بعد وامّا فداءً۔** ④ وہ مقام جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع ہو اس حال میں کہ وہ افعال جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرے اور وہ ایسے جملہ کے بعد واقع ہو جو ایسے اسم پر مشتمل ہو جو مفعول مطلق کے ہم معنیٰ ہو اور صاحب اسم پر مشتمل ہو جیسے **مررت به فاذا له صوتٌ صوت حمارٍ۔** ⑤ وہ مقام جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون وخلاصہ واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے معنیٰ کے علاوہ کسی اور معنیٰ کا احتمال نہ ہو جیسے **له علیّ الف درهمٍ اعترافًا۔** ⑥ وہ مقام جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون وخلاصہ واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے معنیٰ کے علاوہ کسی اور معنیٰ کا احتمال ہو جیسے **زیدٌ قائمٌ حقًّا۔** ⑦ وہ مقام جہاں مفعول مطلق تثنیہ کی صورت پر ہو یعنی تکثیر وتکریر کے لئے ہو جیسے **لبیّك** یہ اصل میں **اُلِبُّ لَكَ اِلْبَابَيْنِ** ہے۔

0313 6357913 maktabazakriyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل ..... **ویعرب ای المستثنی علی حسب العوامل ای بما یقتضیه العامل من الرفع والنصب والجر اذا کان المستثنی منه غیر مذکور ویختص ذلك المستثنی باسم المفرغ..... وهو فی غیر الموجب لیفید مثل ما ضربنی الا زید الا ان یستقیم المعنی مثل قرأت الا یوم کذا۔** (۱۴۵۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت کی تشریح کریں، **مستثنی مفرغ** کی وجہ تسمیہ ذکر کریں، **ان یستقیم المعنی** میں استقامت معنیٰ سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) مستثنیٰ مفرغ کی وجہ تسمیہ (۳) استقامتِ معنی کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مستثنیٰ کی قسم ثالث کے اعراب کا ذکر ہے کہ جب مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور مستثنیٰ کلامِ غیر موجب میں واقع ہو تو مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا یعنی اگر عامل رفع کا مقتضی ہوگا تو مستثنیٰ مرفوع ہوگا، اگر عامل نصب کا مقتضی ہوگا تو مستثنیٰ منصوب ہوگا اور اگر عامل جر کا مقتضی ہوگا تو مستثنیٰ مجرور ہوگا۔ باقی مستثنیٰ کے کلامِ غیر موجب میں واقع ہونے کی شرط اسلئے لگائی ہے تا کہ وہ کلام صحیح معنی میں فائدہ دے جیسے **ماضربنی الّا زیدٌ، مارأیت الّا بکرًا ، ما مررتُ الّا بخالدٍ** ۔

② مستثنیٰ مفرغ کی وجہ تسمیہ:۔ مستثنیٰ مفرغ وہ مستثنیٰ ہے جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو۔ اس کو مفرغ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے عامل کو مستثنیٰ منہ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

③ استقامتِ معنی کی مراد:۔ **الّا ان یستقیم المعنی** کلامِ سابق سے استثنیٰ ہے، مطلب یہ کہ کلامِ موجب میں مستثنیٰ کا اعراب جمیع اوقات میں عامل کے مطابق نہیں ہوتا مگر جب معنی درست رہے۔

استقامتِ معنی کی دو صورتیں ہیں ① حکم اس قبیل سے ہو کہ جس کا اثبات علی سبیل العموم صحیح ہو جیسے **کل حیوان یحرك فکه الاسفل عند المضغ الا التمساح** (ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے مگر مگرمچھ) اس میں تحریکِ فکِ اسفل کا حکم علی سبیل العموم ہر حیوان کیلئے ثابت کیا گیا ہے، پھر اس سے مگرمچھ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور یہ صحیح ہے ② دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قرینہ ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہ سے مراد ایسا بعض معین ہے کہ جس میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہے جیسے **قراءت الا یوم کذا** کہ میں نے ہر دن قراءت کی مگر فلاں دن۔ یہ معنی صحیح ہے اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ متکلم دنیا کے تمام ایام کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ ہفتہ کے دن یا مہینہ کے دن یا سال کے دن وغیرہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ (التقریر السامی: ۳۷۱)

الشق الثانی.....**النعت: تابع یدلّ علٰی معنی فی متبوعه مطلقا....وفائدته....ویوصف بحال الموصوف وبحال متعلقه....ومن ثم حسن قام رجل قاعد غلمانه وضعف قام رجل قاعدون غلمانه۔**

اوضح تعریف النعت وانکر فوائده المذکورة فی الکتاب واشرح قوله:یوصف بحال الموصوف.... شرحا واضحا فی کم شیئ تتبع الصفة الموصوف؟ اوضح التفریع الذی ذکره المؤلف بقوله : ومن ثم حسن....الخ

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① نعت کی تعریف وفوائد ② یوصف بحال الموصوف الخ کی تشریح ③ موصوف وصفت میں مطابقت والی اشیاء ④ تفریع کی وضاحت۔

جواب ..... ① نعت کی تعریف وفوائد:۔ صفت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں موجود ہو (جو اپنے متبوع کی اچھی یا بُری حالت کو بیان کرے)۔

فوائد: ① اگر نعت اور منعوت دونوں نکرہ ہوں تو نعت منعوت کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے تخصیص کا معنی قلتِ اشتراک ہے یعنی منعوت نعت سے پہلے جن افراد پر صادق آتا تھا نعت کے بعد ان تمام افراد پر صادق نہ آئے بلکہ ان میں سے بعض افراد پر صادق آئے جیسے **جاء نی رجل عالمٌ** میں **رجلٌ** منعوت **عالمٌ** نعت ہے اور منعوت (**رجلٌ**) نعت سے پہلے عام تھا خواہ رجل عالم ہو یا جاہل ہو لیکن نعت (**عالمٌ**) کے بعد اس میں تخصیص پیدا ہوگئی اور رجل جاہل اس سے خارج ہو گیا۔ ② اگر نعت اور منعوت دونوں معرفہ ہوں تو نعت منعوت کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے، توضیح کا مطلب **رفع الاحتمال عن المعارف** ہے جیسے **جاء نی زید الفاضل** میں زید منعوت اور فاضل نعت ہے، نعت سے پہلے زید میں احتمال تھا کہ زید فاضل ہے یا غیر فاضل، نعت کے بعد یہ احتمال دور ہو گیا، پس معلوم ہوا کہ زید فاضل ہے۔ ③ کبھی نعت منعوت کی محض تعریف ومدح کیلئے ہوتی ہے، تخصیص وتوضیح کیلئے نہیں ہوتی جیسے **بسم اللّٰه الرحمٰن**

0311 6357913 makkahbazakariyamultan@gmail.com

الرحیم میں لفظ اللہ منعوت اور الرحمٰن، الرحیم نعتیں ہیں جو محض منعوت کی تعریف ومدح کیلئے ہیں، نہ کہ تخصیص اور توضیح کیلئے۔ ④ کبھی نعت منعوت کی مذمت کیلئے ہوتی ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، اس میں الشیطان منعوت اور رجیم نعت ہے جو منعوت کی مذمت کیلئے ہے۔ ⑤ کبھی نعت منعوت کی تاکید کیلئے ہوتی ہے جیسے نفخة واحدة میں نفخة منعوت اور واحدة نعت ہے چونکہ وحدت نفخة کی ة سے مفہوم ہوگئی تھی اسلئے واحدة اسکی تاکید کیلئے ہے۔

② یوصف بحال الموصوف الخ کی تشریح:۔ اس عبارت میں صفت کی دو اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔ صفت کی دو قسمیں ہیں: ① جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اسکے موصوف میں پایا جائے یعنی وہ اپنے متبوع کی اچھی یا بُری حالت کو بیان کرے جیسے مررتُ برجلٍ حسنٍ اس میں حسن صفت نے اپنے متبوع یعنی رَجُلٌ کی خوبصورتی کو بیان کیا ہے۔ ② جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اسکے موصوف کے متعلق میں پایا جائے یعنی وہ اپنے متبوع کے متعلق کی اچھی یا بُری حالت کو بیان کرے جیسے مررتُ برجلٍ حسن غلامه، اس میں حسن صفت نے غلامه کی خوبصورتی کو بیان کیا ہے جو کہ رجل متبوع کا متعلق ہے۔

③ موصوف وصفت میں مطابقت والی اشیاء:۔ صفت کی پہلی قسم دس چیزوں میں اپنے متبوع (موصوف) کے موافق وتابع ہوتی ہے: ① تا ③ اعراب یعنی رفع، نصب، جر ④ و ⑤ تعریف وتنکیر ⑥ تا ⑧ افراد تثنیہ جمع ⑨ و ⑩ تذکیر وتانیث۔ مگر ایک وقت میں چار چیزوں میں مطابقت ہوگی، رفع نصب جر میں سے ایک، افراد تثنیہ جمع میں سے ایک، تعریف وتنکیر میں سے ایک، تذکیر وتانیث میں سے ایک، جیسے جاء نی رجل عالم، رجلان عالمان، رجال عالمون، رأیت رجلا عالما، مررت برجل عالم، جاء نی زید العالم، جاء تنی امرأة عالمة۔

صفت کی دوسری قسم پانچ چیزوں میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے: ① تا ③ اعراب یعنی رفع نصب جر ④ و ⑤ تعریف وتنکیر۔ مگر ایک وقت میں دو چیزوں میں مطابقت ہوگی۔ رفع نصب وجر میں سے ایک، تعریف وتنکیر میں سے ایک، جیسے جَاءَ تْنِیْ اِمْرَأَةٌ عَالِمٌ اِبْنُهَا، مَرَرْتُ بِرَجُلٍ عَالِمَةٍ بِنْتُهٗ۔

④ تفریع کی وضاحت:۔ اس عبارت میں اسی اصول مذکور پر تفریع بیان فرمارہیں کہ صفت کی قسم ثانی پہلی پانچ چیزوں میں فعل کی طرح ہوتی ہے، لہٰذا جب فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو، اس وقت مؤنث کا صیغہ لانا کوئی ضروری نہیں، لفظوں کو دیکھ کر مذکر کا صیغہ بھی لاسکتے ہیں اور مؤنث کا صیغہ بھی لایا جاسکتا ہے، لہٰذا ''قام رجل قاعدا وقاعد غلمانہ'' عمدہ مثال ہے، جیسا کہ ''قام رجل یقعد غلمانہ'' اچھی مثال ہے کیونکہ فاعل غلمان غلام کی جمع ہے، تو اس کیلئے مفرد کا لفظ لانا مستحسن اور اچھا ہے کیونکہ صفت جب اسم ظاہر کی طرف مسند ہو تو وہ فعل کی طرح ہوجاتی ہے جب فعل کا مفرد لانا مستحسن ہے تو صفت کا مفرد لانا بھی مستحسن اور اچھا قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح جب فاعل جمع مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کا مفرد لانا مستحسن ہے جیسا کہ باقی مثالوں میں اس قسم کا فعل لانا مستحسن ہے۔ یقعد اور قاعد یہ آپس میں برابر ہیں یقعد فعل ہے اور قاعد صفت کا صیغہ ہے۔

''قام رجل قاعدون غلمانہ'' کی ترکیب وجملہ ضعیف ہے، اسلئے کہ غلمان اسم ظاہر ہے اور جمع ہے اور قاعدون کا فاعل ہے، پس فاعل اسم ظاہر کو تثنیہ اور جمع کے صیغہ کے ساتھ لانا ضعیف ہے، اسلئے کہ اس میں واؤ اور نون بھی فاعل ہیں اور تکرارِ فاعل ضعیف ہے۔ لیکن یہ ضعیف ہے ممتنع نہیں ہے، اسلئے کہ اس میں یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ واؤ اور نون علامتِ فاعل ہیں، فاعل نہیں ہیں، لہٰذا تکرارِ فاعل لازم نہیں آتا۔ بہرحال اس میں احتمالِ فاسد (تعددِ فاعل کا اشتباہ) موجود ہے، اس بنا پر اس ترکیب کو ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز یہ تاویل بھی کی جاسکتی ہے کہ غلمان فاعل سے بدل ہے۔ بہرحال اس ترکیب سے پہلی ترکیب (قام رجل قاعد غلمانہ) کا حسن ہونا معلوم ہوگیا کہ جب فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کا مفرد لانا بہرحال بہتر ہے تاکہ تکرارِ فاعل کا اشتباہ لازم نہ آئے۔ (المفتاح السامی)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الرابعة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل.....ومنها ماوقع للتشبيه علاجا بعد جملة مشتملة على اسم بمعناه وصاحبه نحو مررت به فاذا له صوت صوت حمار وصراخ صراخ الثكلٰى۔ (ص۸۶۔امدادیہ)

ومنها میں **ھا** ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے عبارت کا مفہوم تحریر کریں۔ پانچ قیود جس مفعول مطلق میں پائی جائیں وہاں اس کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے، مذکورہ عبارت کی روشنی میں ان قیودات کو اجمالا بیان کریں۔ **مررت به فاذا له صوت صوت حمار** میں پانچوں قیدیں پائے جانے کی وضاحت کریں۔ ابنِ حجرؒ نے دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟ دونوں مثالوں میں کیا فرق ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں ① **منها** کی ضمیر کا مرجع وعبارت کا مفہوم ② مفعول مطلق کے حذفِ عامل کی قیودِ خمسہ کی وضاحت ③ **مررت به فاذا له صوت صوت حمار** میں پانچوں قیدیں پائے جانے کی وضاحت ④ دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ اور دونوں مثالوں میں فرق؟

جواب..... ① **منها** کی ضمیر کا مرجع وعبارت کا مفہوم:۔ **منها** کی ضمیر کا مرجع مواضع ہے جیسا کہ **ای تلك المواضع** کہہ کر شارح رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اور مواضع سے مراد وہ مقام ہے جہاں مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع جہاں پر مفعول مطلق کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کرنا واجب ہے ان میں سے ایک موضع وہ مفعول مطلق ہے جو تشبیہ کیلئے واقع ہو یعنی اس کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی گئی ہو اس حال میں کہ وہ افعالِ جوارح میں سے کسی فعل پر دلالت کرے اور وہ ایسے جملہ کے بعد واقع ہو جو ایسے اسم پر مشتمل ہو جو مفعول مطلق کے ہم معنی ہو اور صاحبِ اسم پر مشتمل ہو۔

② مفعول مطلق کے حذفِ عامل کی قیودِ خمسہ کی وضاحت:۔ مذکورہ مقام وموضع میں مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنے کی پانچ قیود وشرائط ہیں: ① مفعول مطلق تشبیہ کیلئے واقع ہو یعنی اس کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دینا مقصود ہو۔ ② وہ علاج کیلئے ہو یعنی وہ ان افعالِ جوارح میں سے ہو جن کا تعلق انسان کے اعضاءِ ظاہرہ کے ساتھ ہے، ان افعال میں سے نہ ہو جن کا تعلق افعالِ باطنہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ ③ مفعول مطلق جملہ کے بعد واقع ہو۔ ④ وہ جملہ ایسے اسم پر مشتمل ہو جو اسم مفعول مطلق کا ہم معنی ہے۔ ⑤ وہ جملہ صاحبِ اسم پر مشتمل ہو۔ جب یہ سب شرائط پائی جائیں گی اس وقت مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔

③ **مررت به فاذا له صوت صوت حمار** میں پانچوں قیدیں پائے جانے کی وضاحت:۔ اس مثال میں **صوت حمار** مصدر ہے جو تشبیہ کیلئے ہے، افعالِ جوارح میں سے بھی ہے، جملہ (**له صوت**) کے بعد واقع ہے اور یہ جملہ مفعول مطلق کے ہم معنی اسم (**صوت**) پر مشتمل ہے اور صاحبِ اسم پر بھی مشتمل ہے جو کہ **له** کی "ہ" ضمیر ہے۔

④ دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ اور دونوں مثالوں میں فرق؟:۔ دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ اور ان میں فرق یہ ہے کہ مصدر کی دو قسمیں ہیں: حقیقی وغیر حقیقی۔ پہلی مثال مصدر غیر حقیقی کی اور دوسری مثال مصدر حقیقی کی ہے۔ تو دو مثالیں ذکر کرکے اشارہ کردیا کہ مصدر حقیقی ہو یا غیر حقیقی ہو دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyasultan@gmail.com

نیز پہلی مثال میں مصدر نکرہ کی طرف مضاف ہے اور دوسری مثال میں مصدر معرفہ کی طرف مضاف ہے۔ تو دو مثالیں ذکر کرکے اشارہ کردیا کہ مصدر نکرہ کی طرف مضاف ہو یا معرفہ کی طرف مضاف ہو دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

الشق الثانی.....وَقَوْلُ اِمْرَئِ الْقَيْسِ (كَفَانِيْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ) لَيْسَ مِنْهُ اَیْ مِنْ بَابِ التَّنَازُعِ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى عَلٰى تَقْدِيْرِ تَوَجُّهِ كُلٍّ مِنْ كَفَانِيْ وَلَمْ اَطْلُبْ اِلٰى قَلِيْلٍ مِنَ الْمَالِ لِاسْتِلْزَامِهٖ عَدَمَ السَّعْيِ لِاَدْنٰى

مَعِيْشَةٍ وَانْتِفَاءَ كِفَايَةِ قَلِيْلٍ مِنَ الْمَالِ وَثُبُوْتَ طَلَبِهِ الْمُنَافِيْ لِكُلٍّ مِنْهُمَا۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ تنازع الفعلین کی تعریف کریں۔ عبارت کی وضاحت کریں۔ (ص ٦٦۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ تنازع الفعلین کی تعریف ④ عبارت کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور امرء القیس کا قول (كَفَانِيْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ) باب تنازع میں سے نہیں ہے، فسادِ معنیٰ کی وجہ سے **کفانی** اور **لم اطلب** میں سے ہر ایک کے **قلیلٌ من المال** کی طرف متوجہ ہونے کی تقدیر پر اس لئے کہ یہ (ہر فعل کا **قلیلٌ من المال** کی طرف متوجہ ہونا، یہ تین باتوں کو) مستلزم ہے ① کمتر معیشت کیلئے کوشش نہ کرنا ② تھوڑے مال کا کافی نہ ہونا ③ اُس چیز کی طلب کا ثابت ہونا جو ان سابقہ دونوں باتوں میں سے ہر ایک کے منافی ہے۔

③ **تنازع الفعلین** کی تعریف:۔ **تنازع الفعلین** کا مطلب یہ ہے کہ دو فعل آپس میں اس بات میں جھگڑا کریں کہ مابعد میں آنے والا اسم ظاہر میرا معمول ہے یعنی دونوں فعل مابعد والے اسم ظاہر میں عمل کرنے کا تقاضا کریں جیسے **ضربت واکرمت زیدا**۔

④ عبارت کی وضاحت:۔ **تنازع الفعلین** میں نحاۃ بصرہ کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے اور نحاۃ کوفہ کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے۔ (اس بات پر تمام کوفی و بصری متفق ہیں کہ پہلے اور دوسرے فعل کو عمل دینا اور اسم ظاہر کو انکا معمول بنانا جائز ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کس فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے؟ نحاتِ کوفہ کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا یعنی اسم ظاہر کو پہلے فعل کا معمول بنانا اولیٰ ہے دلیل یہ ہے کہ جو فعل پہلے آیا ہے وہ تقدم کی وجہ سے زیادہ حق رکھتا ہے لہٰذا پہلے کو ہی عمل دینگے۔ اور نحاتِ بصرہ کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا اولیٰ اور افضل ہے۔ دلیل یہ ہے کہ دوسرا فعل اسم ظاہر کے قریب اور متصل ہے تو قرب وجوار کی وجہ سے وہی عمل کا زیادہ حق رکھتا ہے۔)

نحاۃ کوفہ نے امرأ القیس کے قول **کفانی ولم اطلب قلیل من المال** سے استدلال کیا ہے کہ اس میں شاعر نے فعل اوّل کو عمل دیا ہے کہ اس قول میں **کفانی** اور **لم اطلب** دونوں **قلیلٌ من المال** کی طرف متوجہ ہیں پہلا فعل فاعل ہونے کی بناء پر **قلیلٌ من المال** کے مرفوع ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور دوسرا فعل مفعول ہونے کی وجہ سے **قلیلٌ من المال** کے منصوب ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو امراء القیس نے **قلیلٌ من المال** کو مرفوع پڑھ کر فعل اوّل کو عمل دیا۔ معلوم ہوا ہے کہ فعل اوّل کو عمل دینا اولیٰ ہے وگرنہ فصیح وبلیغ شاعر فعل اوّل کو عمل نہ دیتا۔

مصنفؒ اس عبارت میں نحاۃ بصرہ کی جانب سے جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوفیوں کا امرأ القیس کے شعر سے استدلال کرنا درست نہیں ہے اسلئے کہ اگر اس شعر کو تنازع الفعلین سے بناتے ہوئے فعل اوّل کو عمل دیں تو معنی میں فساد لازم آئے گا۔ اس فساد کی تفصیل یہ ہے کہ شاعر کا قول **انما اسعی لادنی معیشۃٍ** ادنی معیشت کی سعی نہ کرنے یعنی قلیل مال کے طلب نہ کرنے کو مستلزم ہے اسلئے کہ یہ جملہ مثبت ہے جو کہ **لَوْ** کے دخول کے بعد منفی ہوگیا' پس اگر شاعر کا قول **لم اطلب** قلیل المال کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ نحاۃِ کوفہ کی رائے ہے تو یہ قلیل مال کے طلب کرنے کو مستلزم ہوگا' اسلئے کہ یہ جملہ منفی ہے جو کہ **لَوْ** کی جزاء پر معطوف ہونے کی وجہ سے مثبت ہوگیا' تو دونوں مصرعوں میں تعارض پیدا ہوگیا کیونکہ پہلے مصرعہ سے قلیل مال کا طالب نہ ہونا اور دوسرے مصرعہ سے قلیل مال کا طالب ہونا لازم آرہا ہے نیز پہلے مصرعہ سے قلیل مال کا کفایت نہ کرنا اور دوسرے مصرعہ سے قلیل مال کا طالب ہونا لازم آیا جو کہ خلافِ مقصود ہونے کی وجہ سے فاسد ہے پس معلوم ہوا کہ فعل ثانی اس اسم کی طرف متوجہ نہیں ہے جس کی طرف فعلِ

0213 6357913 mekkahazakariyamultan@gmail.com

اوّل متوجہ ہے بلکہ فعل اول قلیل من المال کی طرف متوجہ ہے اور فعل ثانی (لم اطلب) کا مفعول العزو المجد محذوف ہے اور اس پر قرینہ یہ دوسرا بیت ہے وقد یدرك المجد المؤثل امثالی اب معنی درست ہو جائیگا کہ میں ادنیٰ معیشت کی سعی نہیں کرتا اور مجھے قلیل مال کفایت بھی نہیں کرتا بلکہ میں ہمیشہ والی عظیم المرتبت بزرگی طلب کرتا ہوں اور میں اُسی کیلئے سعی وکوشش کرتا ہوں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....وَقَدْ يَكُوْنُ لِلتَّاكِيْدِ وَالنَّوْعِ وَالْعَدَدِ مِثْلُ جَلَسْتُ جُلُوْسًا وَجِلْسَةً وَجَلْسَةً فَالْاَوَّلُ اَیِ الَّذِیْ لِلتَّاكِيْدِ لَايُثَنّٰى وَلَايُجْمَعُ بِخِلَافِ اَخَوَيْهِ اللَّذَيْنِ هُمَا لِلنَّوْعِ وَالْعَدَدِ۔(ص۸۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔مفعول مطلق کی تعریف کریں اور مثال دیں۔مفعول مطلق من غیر لفظہ کی دونوں قسموں کی مثال اور امام سیبویہ کا جمہور کے ساتھ اختلاف بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) مفعول مطلق کی تعریف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے مفعول مطلق کی اقسام کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تین اقسام ہیں: ① مفعول مطلق برائے تاکید: وہ مصدر جو فعل مذکور کی محض تاکید کیلئے لایا گیا ہو اور یہ اسوقت ہے جب مصدر کا مدلول فعل کے مدلول سے زائد نہ ہو جیسے جلستُ جُلوسا ② مفعول مطلق برائے عدد: وہ مصدر ہے جو یہ بتلائے کہ فعل مذکور کتنی بار واقع ہوا یعنی یہ بتلائے کہ فاعل سے جب فعل مذکور سرزد ہوا تو اسکی کیا تعداد تھی۔جیسے جلستُ جَلْسَةً، جَلْسَتَيْنِ، جَلَسَاتٌ (بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا، دو مرتبہ بیٹھنا اور کئی بار بیٹھنا) ③ مفعول مطلق برائے بیانِ نوع: وہ مصدر جو فعل کی نوعیت کو بیان کرے یعنی جب فاعل سے فعل واقع ہوا تو اس وقت فعل کی کیا نوعیت تھی اور یہ اسوقت ہوگا جب مصدر کا مدلول فعل مذکور کے مدلول کی جزء ہو جیسے جلستُ جلسة۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفعول مطلق کی تین اقسام میں سے پہلی قسم (مفعول مطلق برائے تاکید) تثنیہ اور جمع نہیں لائی جاتی، اسکی وجہ یہ ہے کہ مفعول مطلق کی یہ قسم ایسی ماہیت پر دلالت کرتی ہے جو دلالت علی التعدد سے خالی ہو اور تثنیہ وجمع ہونا تعدد کو مستلزم ہے، پس اگر اسکو تثنیہ وجمع لایا جائے تو اجتماعِ نقیضین کی خرابی لازم آئے گی، جو کہ صحیح نہیں ہے۔

البتہ دوسری اور تیسری قسم مفعول مطلق برائے عدد وبیان نوع مقصود کے موافق تثنیہ اور جمع لائی جاتی ہیں۔

③ مفعول مطلق کی تعریف مع المثال:۔ مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل مذکور کے معنی میں ہو خواہ اس فعل کے مادہ سے ہو یا اسکے مغایر ہو۔جیسے ضربتُ ضربا ،اَنْبَتَ اللّٰهُ نَبَاتًا ،قعدتُ جلوسا۔

④ مفعول مطلق من غیر لفظہ کی دونوں قسموں کی مثال اور امام سیبویہ کا جمہور کے ساتھ اختلاف:۔ مفعول مطلق کبھی فعل مذکور کے مادہ ولفظ سے ہوتا ہے جیسے ضربتُ ضربا۔ مفعول مطلق بسا اوقات فعل مذکور کے مغایر ومن غیر لفظ ہوتا ہے۔پھر یہ مغایرت بسا اوقات باب کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ فعل ومصدر کا باب الگ الگ ہوتا ہے جیسے اَنْبَتَ اللّٰهُ نَبَاتًا (انبتَ و نباتا کا باب الگ الگ ہے) اور بسا اوقات مغایرت مادہ کے اعتبار سے ہوتی ہے کہ فعل ومصدر کا مادہ الگ الگ ہوتا ہے جیسے قعدتُ جلوسا۔

امام سیبویہ رحمۃ اللہ علیہ جمہور سے اختلاف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جیسے مفعول مطلق اور اسکے فعل میں معنی کے اعتبار سے اتحاد ضروری ہے اسی طرح لفظ ومادہ کے اعتبار سے بھی اتحاد ضروری ہے، چنانچہ وہ مذکورہ مثالوں میں مفعول مطلق کے باب سے ہی فعل کو مقدر مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی اصل اَنْبَتَ اللّٰهُ فَنَبَتَ نَبَاتًا اور قعدتُ و جلستُ جلوسا ہے۔

0313 6357975 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....وَالْبَدَلُ وَ الْمَعْطُوْفُ غَيْرُ مَا ذُكِرَ حُكْمُهٗ اَیْ حُكْمُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حُكْمُ الْمُنَادٰی الْمُسْتَقِلِّ مُطْلَقًا اَیْ حَالَ كَوْنُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُطْلَقًا فِیْ هٰذَا الْحُكْمِ غَيْرَ مُقَيَّدٍ بِحَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ اَیْ سَوَاءٌ كَانَا مُفْرَدَيْنِ اَوْ مُضَافَيْنِ اَوْ مُضَارِعَيْنِ لِلْمُضَافِ اَوْ نَكِرَتَيْنِ ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ غیر ماذکر حکمہ سے کیا مراد ہے؟ بدل اور معطوفِ مذکور کے منادیٰ مستقل کے حکم میں ہونے کی وجہ لکھ کر مفرد، مضاف، شبہ مضاف اور نکرہ کی صورتوں میں دونوں کی مثالیں تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ غیر ماذکر حکمہ کی مراد ④ بدل ومعطوفِ مذکور کے منادیٰ مستقل کے حکم میں ہونے کی وجہ ⑤ بدل ومعطوفِ مذکور کے مفرد، مضاف، شبہ مضاف اور نکرہ کی صورتوں کی امثلہ۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا ۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ بدل اور جو معطوف مذکورہ معطوف کے علاوہ ہو (وہ معطوف بحرف جس پر یاء کا داخل ہونا ممتنع نہیں) اس کا حکم یعنی ان میں سے ہر ایک کا حکم منادی مستقل کا حکم ہے مطلقا، یعنی اس حال میں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس حکم میں مطلق ہے، احوال میں سے کسی حال کے ساتھ مقید نہیں ہے، یعنی خواہ وہ دونوں مفرد ہوں یا مضاف ہوں یا شبہ مضاف ہوں یا نکرہ ہوں۔

③ غیر ماذکر حکمہ کی مراد:۔ ماذکر حکمہ سے مراد وہ معطوف بحرف ہے جس پر ''یاء'' کا داخل ہونا ممتنع ہے۔ پس غیر ماذکر حکمہ سے مراد وہ معطوف بحرف ہوا جس پر یاء کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہے۔

④ بدل اور معطوفِ مذکور کے منادیٰ مستقل کے حکم میں ہونے کی وجہ:۔ بدل مقصود بالذات ہوتا ہے اور مبدل منہ بدل کیلئے بطور تمہید ہوتا ہے، لہٰذا حقیقت میں منادی بدل ہوا، نہ کہ مبدل منہ۔ اسلئے بدل کا حکم مستقل منادی والا ہوگا۔

وہ معطوف بحرف جس پر یاء کا داخل ہونا ممتنع نہیں ہے اس کا حکم مستقل منادی والا حکم اسلئے ہے کہ حرفِ عطف حرفِ نداء کے قائم مقام ہے اور اس پر حرفِ نداء کے دخول سے کوئی چیز مانع بھی نہیں ہے، لہٰذا اس میں حرفِ نداء مقدر ہوگا، پس جب اس میں حرفِ نداء مقدر ہوگا تو یہ منادی مستقل ہوگا۔

⑤ بدل ومعطوفِ مذکور کے مفرد، مضاف، شبہ مضاف اور نکرہ کی صورتوں کی امثلہ:۔ بدل مفرد یعنی غیر مضاف کی مثال: یَـا زیـدُ عمرٌو ۔ بدل مضاف کی مثال: یَـا زیدًا اخا عمرٍو ۔ بدل شبہ مضاف کی مثال: یـا زیدُ طالعًا جبلًا ۔ بدل نکرہ کی مثال: یا زید رجلا صالحا ۔ معطوف بحرف مفرد یعنی غیر مضاف کی مثال: یا زید و عمرو ۔ معطوف بحرف مضاف کی مثال: یا زید و اخا عمرو ۔ معطوف بحرف شبہ مضاف کی مثال: یا زید و طالعا جبلا ۔ معطوف بحرف نکرہ کی مثال: یا زید و رجلا صالحا ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤٤۳ھ

الشق الاوّل.....ولاتفيد الاضافة اللفظية فائدة الاتخفيفاً لاتعريفا ولا تخصيصًا لكونها فی تقدير الانفصال فی اللفظ لا فی المعنی بان يسقط بعض المعانی عن ملاحظة العقل بازاء مايسقط من اللفظ بل المعنی علی ماكان عليه قبل الاضافة ، ومن ثم جاز مررت برجل حسن الوجه وامتنع مررت بزيد حسن الوجه ۔ (ص ۱٦۷۔ امدادیہ)

اضافتِ لفظیہ کی تعریف کریں، عبارت مذکورہ کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔ تخفیف فی اللفظ کی کتنی صورتیں ہیں؟ تمام صورتوں کو مثالوں کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) اضافتِ لفظیہ کی تعریف (۲) عبارت کا مطلب (۳) تخفیف فی اللفظ کی صورتیں مع امثلہ۔

0313 6557713 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① اضافتِ لفظیہ کی تعریف:۔ اضافتِ لفظیہ کی تعریف یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول (فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو جیسے **ضارب زیدٍ** اسمیں ضارب صیغۂ صفت اپنے معمول کی طرف مضاف ہے۔

② عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اضافتِ لفظیہ کے فائدہ کو بیان کرنا ہے کہ اضافتِ لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی کیونکہ اسمیں مضاف الیہ اگرچہ مضاف کے ساتھ لفظوں میں متصل ہے مگر حقیقت میں وہ دونوں منفصل ہیں جب وہ دونوں منفصل ہیں تو حقیقت کے اعتبار سے وہ مضاف ومضاف الیہ بھی نہیں ہیں کیونکہ مضاف ومضاف الیہ میں اتصال ضروری ہے اور اس اضافت میں وہ اتصال موجود نہیں ہے پس جب ان میں اضافتِ حقیقیہ نہیں ہے تو اسکا ثمرہ یعنی تعریف وتخصیص بھی حاصل نہیں ہوگا۔

"**لا فی المعنی**" کہہ کر اشارہ کردیا کہ اضافتِ لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے تخفیف فی المعنی کا فائدہ نہیں دیتی یعنی ایسا نہیں ہے کہ لفظ سے جتنا حصہ ساقط ہوا ہے اتنا حصہ معنی سے بھی ساقط کردیا جائے۔

"**ومن ثم جاز الخ**" سے ماقبل پر تفریع قائم کی کہ اضافتِ لفظیہ چونکہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی اسی وجہ سے **مررت برجل حسن الوجه** یہ ترکیب جائز ہے اور **مررت بزید حسن الوجه** یہ ترکیب صحیح نہیں ہے کیونکہ پہلی ترکیب میں موصوف وصفت دونوں نکرہ ہیں اور صفت کا صیغہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہے اور تعریف کا فائدہ بھی حاصل نہیں ہورہا اسلئے یہ ترکیب جائز ہے اور دوسری ترکیب میں موصوف (زید) معرفہ ہے اور صفت (حسن الوجہ) نکرہ ہے چونکہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لہٰذا موصوف وصفت کے درمیان مطابقت نہیں پائی گئی اسوجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہے۔

③ تخفیف فی اللفظ کی صورتیں مع امثلہ:۔ تخفیف فی اللفظ کی تین صورتیں ہیں: تخفیف فقط مضاف میں ہو، تخفیف فقط مضاف الیہ میں ہو، تخفیف مضاف ومضاف الیہ دونوں میں ہو۔

① تخفیف فقط مضاف میں ہو تو اسکی پھر دو صورتیں ہیں۔(۱) مضاف مفرد ہو اسمیں فقط حذفِ تنوین کے ذریعہ تخفیف ہوگی حذفِ تنوین حقیقتاً کی مثال جیسے **ضاربُ زیدٍ** حذفِ تنوین حکماً کی مثال جیسے **حواجّ بیت الله** (۲) مضاف تثنیہ یا جمع ہو، اسمیں نونِ تثنیہ یا نونِ جمع کے ساقط ہونے کے ذریعہ تخفیف ہوگی جیسے **ضاربا زیدٍ وضاربوا زیدٍ**۔ ② تخفیف فقط مضاف الیہ میں ہو: اسکی صورت یہ ہے کہ مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کرکے صیغۂ صفت میں ضمیر کو مستتر مان لیا جائے جیسے **القائم الغلام** اصل میں **القائم غلامه** تھا۔ ③ تخفیف مضاف، مضاف الیہ دونوں میں ہو: جیسے **زید قائم الغلام** یہ اصل میں **زید قائم غلامه** تھا۔ مضاف سے تنوین حذف ہوگئی اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کرکے **القائم** کے اندر مستتر مان لیا گیا ہے۔

الشق الثانی ..... **وَإِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَرْفُوْعِ لَا الْمَنْصُوْبِ وَالْمَجْرُوْرِ الْمُتَّصِلِ بَارِزًا كَانَ أَوْ مُسْتَتِرًا، لَا الْمُنْفَصِلِ أُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ أَوَّلًا ، ثُمَّ عُطِفَ عَلَيْهِ، مِثْلُ: ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدٌ ، وَزَيْدٌ ضُرِبَ هُوَ وَغُلَامُهُ، إِلَّا أَنْ يَقَعَ فَصْلٌ، فَيَجُوْزُ تَرْكُهُ أَيْ تَرْكُ التَّاكِيْدِ لِأَنَّهُ قَدْ طَالَ الْكَلَامُ بِوُجُوْدِ الْفَصْلِ**.....(ص۱۸۶۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کا طریقہ مثال سے واضح کریں اور بتلائیں کہ عطف کی صورت میں ضمیر منفصل کیساتھ تاکید لانا کیوں ضروری ہے۔ **الا أن يقع فصل فيجوز تركه** کی مثال دے کر وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا طریقہ مع مثال (۴) ضمیر متصل کی منفصل کے ساتھ بصورتِ عطف تاکید ضروری ہونے کی وجہ (۵) **الا ان يقع فصل فيجوز تركه** کی مثال سے وضاحت۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب ضمیر مرفوع، نہ کہ منصوب و مجرور متصل پر عطف کیا جائے بارز ہو یا مستتر، نہ کہ منفصل تو اوّلاً اس کی ضمیرِ منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائیگی پھر اس پر عطف کیا جائیگا جیسے **ضربت انا و زیدٌ ، زیدٌ ضُرب هو وغلامه** مگر یہ کہ فصل واقع ہو جائے تو تاکید کو ترک کرنا جائز ہے اس لئے کہ فصل کے پائے جانے کی وجہ سے کلام طویل ہو جاتی ہے۔

③ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا طریقہ مع مثال:۔ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا طریقہ ترجمہ سے واضح ہے کہ پہلے ضمیرِ مرفوع منفصل کے ذریعہ ضمیرِ متصل کی تاکید لائیں گے پھر حرفِ عطف کے ذریعہ اسپر عطف کرینگے جیسے **ضربت انا و زیدٌ۔**

④ ضمیر متصل کی منفصل کے ساتھ بصورتِ عطف تاکید ضروری ہونے کی وجہ:۔ مذکورہ تاکید کے ضروری ہونے کے متعلق شارح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضمیر مرفوع متصل جس فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے وہ لفظاً و معناً اس فعل کے جزء کی مانند ہوتی ہے، لفظاً اس طرح اس فعل کے متصل ہے کہ منفصل ہونا جائز ہی نہیں ہے مثلاً خالی "تُ" ضمیر قابلِ استعمال ہی نہیں ہے، اور معناً اس طرح اس فعل کے متصل ہے کہ اس فعل کا فاعل ہے اور فاعل جزء کی مثل ہوتا ہے اور فاعل کے بغیر فعل تام ہی نہیں ہو سکتا، اب اگر تاکید کے بغیر اس ضمیر متصل پر عطف کریں تو یہ کلمہ کے بعض حروف پر عطف سمجھا جائے گا اور کلمہ کے بعض حروف پر عطف کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اوّلاً ضمیر منفصل کے ذریعہ اسکی تاکید لائیں گے اور پھر اس پر عطف کریں گے، اس تاکید سے ضمیر متصل اگرچہ جزء کی ہی مثل ہے مگر حقیقت میں منفصل و مستقل ہے کیونکہ بوقتِ تاکید اس کو اپنے فعل سے علیحدہ کر کے لانا جائز ہے، پس اسکے لئے ایک قسم کا استقلال حاصل ہو جائے گا اور اسپر عطف صحیح ہو جائے گا۔

⑤ **الا ان یقع فصل فیجوز ترکه** کی مثال سے وضاحت:۔ اس عبارت میں مذکورہ ضابطہ سے استثناء کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل اور اسکے معطوف کے درمیان کوئی فاصلہ ہو تو ترکِ تاکید جائز ہے۔ خود وہ فاصلہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو۔ اس لئے کہ فصل کے ذریعہ کلام میں طوالت پیدا ہو جاتی ہے اب اگر تاکید بالمنفصل کی جائے تو مزید طوالت پیدا ہو جائے گی حالانکہ کلام میں اختصار مطلوب ہوتا ہے اس لئے تاکید کو چھوڑنے کے ساتھ اختصار مستحسن ہے جیسے **ضربت الیوم و زیدا** اس مثال میں **زید** کا عطف ہے **تاء** ضمیر مرفوع متصل پر اس میں حرف عطف سے پہلے **الیوم** کا فاصلہ ہے اور جیسے **ما اشرکنا ولا آباء نا** اس مثال میں **آباء نا** کا عطف ہے **اشرکنا کی نا** ضمیر پر حرفِ عطف کے بعد **لا** زائدہ ہے اور فاصلہ ہونے کی وجہ سے یہ عطف جائز ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی النحو (شرح جامی)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل .....**ومِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَا مُحْتَمَلَ لَهَا نَحْوُ لَهٗ عَلَیَّ اَلْفٌ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا وَیُسَمّٰی تَاکِیْدًا لِنَفْسِهٖ ومِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ مُحْتَمَلٌ غَیْرُهٗ نَحْوُ: زَیْدٌ قَائِمٌ حَقًّا وَیُسَمّٰی تَاکِیْدًا لِغَیْرِهٖ۔**

شکل العبارة ثم ترجمها واشرحها بحیث یظهر الفرق بین "له علیّ الف درهم اعترافا" و"زید قائم حقا"۔

عرّف المفعول المطلق وعیّن المفعولات الآتی مع ذکر سببها: فضرب الرقاب، ضربتُه تادیبا، کرهتُ کراهتی۔

اوضح صورة المغایرة بین الفعل والمفعول المطلق فی قوله تعالٰی: فاوجس فی نفسه خیفة موسٰی۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ دونوں مثالوں میں فرق ④ مفعول مطلق کی تعریف و مفعولات کی تعیین ⑤ فعل و مفعول مطلق میں مغایرت کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② عبارت کا ترجمہ:۔ ان مقامات میں سے وہ مقام ہے جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہ ہو جیسے **لہ علیّ الف درھمٍ اعترافًا** اور اس نوع کا نام تاکید لنفسہ رکھا جاتا ہے اور ان مقامات میں سے وہ مقام ہے جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے معنی کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال بھی ہو جیسے **زیدٌ قائمٌ حقًّا** اور اس نوع کا نام تاکید لغیرہ رکھا جاتا ہے۔

③ دونوں مثالوں میں فرق:۔ **لہ علیّ الف درھم اعترافا:** یہ اس مصدر کی مثال ہے جو ایسے جملہ کا مضمون اور خلاصہ واقع ہے جس جملے میں اعتراف کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال نہیں ہے اور وہ جملہ ''لہ علی الف درہم'' ہے اس لیے کہ اس جملہ کا مضمون اعتراف ہی ہے۔ لہٰذا اعتراف کے فعل ناصب کو قیاسی طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔ **زید قائم حقا:** اس مصدر کی مثال ہے جو ایسے جملہ کا مضمون اور خلاصہ واقع ہے جس جملے میں غیر حق یعنی باطل کا احتمال بھی ہے اس لیے کہ زید قائم یہ جملہ خبر یہ ہے اور جملہ خبر یہ صدق و کذب اور حق و باطل دونوں معانی کا احتمال رکھتا ہے، پس حقا کے فعل ناصب **اَحِقُّ** کو وجوبی قیاسی طور پر حذف کر دیا۔

④ مفعول مطلق کی تعریف و مفعولات کی تعیین :۔ **تعریف: کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۳ھ۔**

مفعولات کی تعیین: **ضرب الرقاب:** یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جس کا فعل حکمًا مذکور ہے، اس کی اصل **فاضربوا ضرب الرقاب** ہے۔ **ضربتُہ تادیبا:** یہ مفعول لہ کی مثال ہے۔ کیونکہ فعل کے اس مصدر یعنی مفعول مطلق کے ہم معنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فعل اس اسم کے معنی پر ایسے مشتمل ہو جیسے کل جز پر مشتمل ہوتا ہے، یہاں فعل بمنزلِ کل ہے اس میں دو چیزیں (معنی و زمانہ) ہیں اور اسم میں صرف معنی ہوتا ہے۔ پس اس مثال میں فعل و اسم دونوں کا فاعل ایک ہی ہے مگر ان میں اشتمال والا معنی نہیں ہے، کیونکہ ضرب کا کوئی ایسا معنی نہیں ہے جو تادیبا پر ایسے مشتمل ہو جیسے کُل جز پر مشتمل ہوتا ہے۔

کرھتُ کراھتی: (میں نے اپنے مکروہ جاننے کو مکروہ جانا) یہ بظاہر مفعول مطلق معلوم ہو رہا ہے اسلئے کہ یہ اسم ہے، اس سے پہلے فعل ہے اور یہ اس کا ہم معنی بھی ہے، مگر یہ مفعول مطلق نہیں بلکہ مفعول بہ ہے، کیونکہ کرہتُ والا فعل اس پر واقع ہو رہا ہے۔

⑤ مذکورہ مثال میں فعل و مفعول مطلق میں مغایرت کی وضاحت:۔ **فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسٰی:** (پس ڈر گئے موسیٰ علیہ السلام اپنے آپ میں ڈرنا) یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو صرف فعلِ سابق کا ہم معنی ہے، دونوں کے باب و مادہ میں مغایرت ہے۔

الشق الثانی.....**ولك ای وجاز لك فی مثل یا تیم تیم عدی ای فی ترکیب تکرر فیہ المنادی المفرد المعرفۃ صورۃ ووَلِیَ الثانی اسمٌ مجرورٌ بالاضافۃ فی الاولِ:اَلضمُّ والنصبُ وفی الثانی النصبُ فَحَسْبُ، امّا الضمُّ فی الاول.... وتمام البیت یا تیم تیم عدی.... (بحث المنادی مضاف)**

اشرح العبارۃ بحیث تتضح المسئلۃ ویظھر الفرق بین اعراب الاسم الاول والثانی۔ اکمل البیت واذکر اسم الشاعر مع بیان سبب انشاد ھذا البیت۔ کلمۃ "تیم" ھل ھی مضاف الٰی عدیّ المذکور ام الٰی عدیّ المحذوف؟ اذکر المسئلۃ فی ضوء اختلاف علماء النحو۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کی تشریح مع فرق ② شعر کی تکمیل، شاعر نام، سببِ ورود ③ مضاف الیہ کی تعیین مع اختلاف۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح مع فرق:۔ مصنفؒ ایک مثال کی صورت میں ایک مسئلہ وضابطہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی ایسی ترکیب ہو جس میں منادی مفرد معرفہ دوبار لایا جائے اور دوسرے منادی کے ساتھ اسم مجرور بالاضافت متصل ہو یعنی اس کے بعد مضاف الیہ واقع ہو تو پہلے منادی پر دو اعراب پڑھ سکتے ہیں ① اسکو مبنی قرار دیتے ہوئے ضمہ بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ یہ مفرد معرفہ

ہے۔ ② اس کو منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ اس صورت میں منادی اول کو مضاف اور منادی ثانی کے ساتھ جو اسم مجرور ملا ہوا ہے اس کو مضاف الیہ قرار دیں گے۔، یہ سب بحث پہلے منادی کے بارے میں ہے۔ دوسرے منادی میں نصب ہی پڑھا جائے گا۔ جیسے یا تیم تیم عدی الخ اس مثال میں دو منادی ہیں، یہاں پہلے منادی کو دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں، اگر یہ دیکھیں کہ یہ مفرد معرفہ ہے تو اس کو علامت رفع پر مبنی بر ضم پڑھیں گے، اگر اسے عدی کی طرف مضاف مانیں تو اسے منصوب پڑھیں گے (تیم ثانی، تیم اول کی تاکید لفظی ہے جو کہ مضاف تیم اول اور مضاف الیہ عدی کے درمیان بطور فاصل کے ہے)

② شعر کی تکمیل، شاعر نام، سبب ورود:۔ مکمل شعر یوں ہے: **یا تیمُ تیمَ عَدِیٍّ لَا اَبَا لَکُمْ ۞ لَایَلْقِیَنَّکُمْ فِیْ سَوْئَۃٍ عُمَرُ۔**
(ترجمہ: اے تیم عدی، تیم عدی تمہارا باپ نہ ہو۔ عمر کہیں تمہیں برائی میں نہ ڈال دے)۔ قبیلہ تیم عدی کے دو شاعر (عمر اور جریر) تھے، عمر نے جریر کی مذمت کا ارادہ کیا، جریر کو اس کی اطلاع ہوگئی، جریر نے اس کی مذمت سے پہلے ایک شعر کہا اور شعر میں اس نے عمر کی پوری برادری کو خطاب کیا اور کہا اے تیم عدی! تم عمر کو میری ہجو سے روکو، ورنہ یہ تمہیں بڑائی میں ڈال دے گا، وہ اس طرح کہ جب یہ میری بڑائی بیان کرے گا، تو میں جواب دوں گا، پھر میں صرف اس کی بڑائی بیان نہیں کرونگا، بلکہ تم سب کی برائی بیان کروں گا، جس سے تم ذلیل ہو جاگے۔

③ مضاف الیہ کی تعیین مع اختلاف:۔ دوسرا تیم منصوب ہی ہے، نصب کی وجہ میں مبرد ہے اور سیبویہؒ کا اختلاف ہے، سیبویہ کہتے ہیں کہ اصل میں عدی پہلے تیم کا مضاف الیہ ہے اور جو تیم ثانی ہے وہ پہلے کی تاکید اور تابع ہے تو یہ مضاف کا تابع ہوا، لہٰذا اس پر نصب آئے گا۔ اسی کو شارحؒ نے تابع مضاف کہا ہے یعنی یہ مضاف کا تابع اور اس کی تاکید ہے۔ سیرانی اور مبرد کا کہنا ہے کہ دونوں تیم مضاف ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کا مضاف الیہ اپنا، اپنا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے کا مضاف الیہ مذکور ہے اور دوسرے تیم کا مضاف الیہ محذوف ہے، اصل عبارت **یا تیم عدی تیم عدی** ہے، اس صورت میں دوسرا تیم مضاف ہونے کے ساتھ ساتھ منادی کا تابع بھی ہے، اصل منادی یا تیم ہے، یہ تابع مضاف ہوگا اسی کو شارحؒ **او تابع مضاف** سے بیان فرما رہے ہیں یعنی یہ منادی کا ایسا تابع ہے جو مضاف ہے۔ بہر کیف دونوں صورتوں میں اس پر نصب آئے گا۔ (المفتاح السامی: ۳۹۷)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل .....**وَلَا یُضَافُ مَوْصُوْفٌ اِلٰی صِفَۃٍ مَعَ بَقَاءِ الْمَعْنَی الْمُفَادِ بِالتَّرْکِیْبِ الْوَصْفِیِّ بِحَالِہٖ لِاَنَّ لِکُلٍّ مِنْ ھٰذَیْنِ التَّرْکِیْبِ الْوَصْفِیِّ وَالْاِضَافِیِّ مَعْنًی آخَرَ لَا یَقُوْمُ اَحَدُھُمَا مَقَامَ الْآخَرِ وَلِھٰذَا الْمَعْنٰی بِعَیْنِہٖ لَا تُضَافُ صِفَۃٌ اِلٰی مَوْصُوْفِھَا فَلَا یُقَالُ: مَسْجِدُ الْجَامِعِ بِمَعْنَی الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ وَجَرْدُ قَطِیْفَۃٍ بِمَعْنٰی قَطِیْفَۃٍ جَرْدٍ خِلَافًا لِلْکُوْفِیَّۃِ۔ (المجرورات۔ بحث منع الاضافۃ فی الموصوف و الصفۃ)**

شکل العبارۃ ثم ترجمھا۔ اشرح العبارۃ و اوضح غرض المؤلف ایضاحا تاما۔ ما ھی القاعدۃ الاولٰی والثانیۃ وما الذی یرد علی القاعدتین وما ھو الجواب عن ذٰلک۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ①

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور موصوف کو اس کی صفت کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا ترکیب وصفی سے حاصل ہونے والے معنی کے اس کی حالت پر باقی رہتے ہوئے اسلئے کہ ترکیب وصفی اور اضافی کی دو ہیئتوں میں سے ہر ایک کیلئے دوسرا معنی ہے کہ ان میں سے کوئی دوسرے کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور بعینہ اسی وجہ سے صفت کو بھی اس کے موصوف کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا مسجد

الجامع بمعنی المسجد الجامع اور جرد قطیفۃ بمعنی قطیفۃ جرد نہیں کہا جاسکتا، برخلاف کوفیوں کے۔

③ عبارت کی تشریح ومؤلف کی غرض:۔ اس عبارت میں ماتنؒ نے اضافت کے بارے میں دو ضابطے بیان کئے ہیں:

① موصوف کی صفت کی طرف اضافت جائز نہیں یعنی موصوف کو موصوف رکھتے ہوئے صفت کی طرف مضاف نہیں کیا جاسکتا۔

② اسی طرح صفت کو صفت والے معنی پر باقی رکھتے ہوئے اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں کیا جاسکتا، یوں سمجھیں کہ ترکیب توصیفی، ترکیب توصیفی رہتے ہوئے ترکیب اضافی نہیں بنے گی بلکہ ترکیب توصیفی ہی رہے گی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دو ترکیبیں ہیں: ترکیب توصیفی وترکیب اضافی۔دونوں ترکیبوں کا اپنا اپنا معنی ہے، جو اسی ترکیب سے حاصل ہوتا ہے، دوسری ترکیب سے حاصل نہیں ہوتا، اسلئے ہر ترکیب کو اسی حالت پر باقی رکھا جائے گا، دوسری ترکیب سے اسے تبدیل نہیں کیا جائے گا تاکہ معنی مقصود حاصل ہوسکے، اگر ایک ترکیب کو دوسری ترکیب سے تبدیل کردیا جائے تو معنی مقصود حاصل نہیں ہوگا، مثلاً ترکیب توصیفی میں صفت اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے۔اور ترکیب اضافی میں مضاف الیہ، مضاف کا غیر ہوتا ہے۔ترکیب توصیفی میں موصوف، صفت دونوں کا اعراب ایک ہوتا ہے اور ترکیب اضافی میں اعراب ایک نہیں ہوتا۔اسی وجہ سے ترکیب توصیفی ترکیب اضافی میں تبدیل نہیں ہوسکتی، ہاں اگر توصیفی کی ترکیب کو ختم کردیا جائے تو پھر گنجائش ہے۔لہٰذا ان فرقوں کے ہوتے ہوئے ایک ترکیب دوسری ترکیب کی جگہ نہیں لے سکتی۔ دونوں قاعدوں پر تفریع قائم کی کہ اسی وجہ سے ''المسجد الجامع'' (جامع مسجد) میں ''مسجد الجامع'' نہیں کہا جائے گا، یعنی موصوف کی اضافت صفت کی طرف نہیں کی جائے گی کیونکہ مسجد موصوف ہے اور الجامع اس کی صفت ہے اور موصوف کی اضافت صفت کی طرف جائز نہیں۔اسی طرح ''قطیفۃ جرد'' (پرانا کمبل یا پرانی چادر) میں ''جرد قطیفۃ'' کہنا جائز نہیں کیونکہ اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہورہی ہے اور دوسرے قاعدہ کی رو سے یہ بھی ناجائز ہے۔

کوفیوں کے نزدیک موصوف کی اضافت صفت کی طرف اور صفت کی اضافت موصوف کی طرف جائز ہے، لہٰذا کوفیوں کے نزدیک مسجد الجامع کی ترکیب جائز ہے اور یہ المسجد الجامع کے معنی میں ہے، اسی طرح جرد قطیفۃ کی ترکیب بھی جائز ہے اور یہ قطیفۃ جرد کے معنی میں ہے، کوفیوں کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر اضافت سے تخفیف کا فائدہ حاصل ہورہا ہو تو اضافت جائز ہوتی ہے، پہلی مثال میں تخفیف حذفِ لامِ تعریف سے حاصل ہورہی ہے اور دوسری مثال میں تخفیف حذفِ تنوین سے حاصل ہورہی ہے۔دوسری دلیل یہ ہے کہ اہل عرب سے بھی اسی طرح سنا گیا ہے یعنی یہ امثلہ مسموعہ ہیں لہٰذا مسجد الجامع اور المسجد الجامع میں کوئی فرق نہیں ہے، اسی طرح جرد قطیفۃ اور قطیفۃ جرد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

④ قواعد کی وضاحت اور قواعد پر اعتراض وجواب:۔ ① موصوف کو موصوف رکھتے ہوئے صفت کی طرف اضافت جائز نہیں۔

② صفت کو صفت والے معنی پر باقی رکھتے ہوئے اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں کیا جاسکتا۔

پہلے قاعدہ پر اعتراض ہوتا ہے کہ مسجد الجامع، صلوۃ الاولی اور بقلۃ الحمقاء جیسی مثالوں میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف کی گئی ہے، پہلی مثال میں الجامع صفت اور مسجد موصوف ہے، دوسری مثال میں صلوۃ موصوف اور الاولی صفت ہے، تیسری مثال میں بقلۃ موصوف اور الحمقاء صفت ہے۔ان تمام مثالوں میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے۔معلوم ہوا کہ موصوف کی صفت کی طرف اضافت جائز ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ یہاں موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں ہے، بلکہ درمیان میں کوئی دوسرا لفظ ہے جس کی طرف اضافت کی گئی ہے، موصوف کی صفت کی طرف اضافت نہیں کی گئی، مثلاً مسجد الجامع متاول ہے مسجد الوقت الجامع کے ساتھ، پس مسجد وقت کی طرف مضاف ہے، جامع کی طرف مضاف نہیں ہے یعنی موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف نہیں اور جامع مسجد کی صفت نہیں بلکہ الوقت کی صفت ہے تو دو جہتوں سے اشکال دور ہوا۔

0213 6357913 maktabazakeriyamultan@gmail.com

الغرض پہلی مثال میں وقت کا لفظ درمیان میں لاکر اسکے ساتھ تاویل کی گئی ہے کہ مسجد اور جامع کے درمیان وقت کا لفظ ہے، اب اس میں دو احتمال ہیں: وقت کو مقدر مانا جائے یا محذوف مانا جائے، جب وقت کو مقدر مانا جائے گا تو اس وقت اس کا اعتبار ہوگا اور جب محذوف مانا جائے گا تو یہ بالکل نسیا منسیا ہوگا، اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ جب وقت کو مقدر مانیں گے تو اعتراض دو وجہ سے دور ہوگا اور اگر وقت کو محذوف مانیں گے تو اعتراض ایک وجہ سے دور ہوگا، چنانچہ ہم وقت کو مقدر مانتے ہیں تا کہ دو طرح سے اعتراض دور ہو جائے۔

دوسری و تیسری مثال (صلوٰۃ الاولی، بقلۃ الحمقاء) بھی اسی قیاس پر ہیں۔ ''صلوۃ الاولی'' الصلوۃ الاولی والصلوۃ الساعۃ الاولی اور ''بقلۃ الحمقاء'' بقلۃ الحبۃ الحمقاء دونوں احتمالوں کے ساتھ متأول ہیں۔ اگر ''الساعۃ والحبۃ'' مقدر ہوں تو دو وجہ سے اعتراض دور ہوگا۔ اس طرح کہ الصلوۃ اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہے اور ''اولی'' صلوۃ کی صفت نہیں ہے۔ اسی طرح بقلۃ اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہے اور ''حمقاء'' بقلۃ کی صفت نہیں ہے۔ اس طرح اگر الساعۃ اور الحبۃ محذوف ہوں تو ایک وجہ سے اعتراض دور ہوگا کہ ''اولی'' صلوۃ کی صفت نہیں بلکہ الساعۃ کی صفت ہے اور ''حمقاء'' بقلۃ کی صفت نہیں بلکہ الحبۃ کی صفت ہے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوسکتی۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں صفت کی موصوف کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ مثلاً جرد قطیفۃ (جھالروالی پرانی چادر) اخلاق ثیاب (پھٹا ہوا کپڑا) وغیرہ۔ یہاں پہلی مثال میں قطیفۃ موصوف اور جرد صفت ہے اور دوسری مثال میں ثیاب موصوف اور اخلاق صفت ہے، یہاں پر صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے۔ جواب یہ ہے کہ ان مثالوں میں بھی تاویل کی گئی ہے اور تاویل یہ ہے کہ پہلی مثال اصل میں قطیف جرد تھی۔ وہ قطیفہ جو کہ جرد ہے، تو جرد سے قطیفہ کو حذف کرلیا گیا۔ اور جرد کو بمنزلۂ اسم کے قرار دے دیا گیا کہ یہ مطلق اسم ہے بمعنی پرانی چادر، لہٰذا اب جب یہ نام بن گیا (کیونکہ بسا اوقات صفت کو علم بنا دیا جاتا ہے) تو اس میں ابہام تھا کہ یہ جرد قطیفہ بھی ہوسکتا ہے اور غیر قطیفہ بھی۔ جیسا کہ خاتم میں ابہام تھا کہ خاتم فضہ کی بھی ہوسکتی ہے، ذہب وحدید کی بھی ہوسکتی ہے، لہٰذا اس ابہام کو دور کرنے کیلئے اس کی جنس کی طرف اضافت کردی جو اس کی تخصیص کا سبب بنتی ہے کیونکہ جس طرح خاتم کی تخصیص فضہ سے ہوتی ہے اسی طرح جرد کی تخصیص بھی قطیفۃ سے ہوتی ہے، تو یہ قطیفہ، جرد کی صفت نہیں ہے، بلکہ قطیفہ ایک جنس ہے جس سے جرد خاص ہو رہا ہے۔ کیونکہ جرد عام تھا اس میں ابہام تھا، قطیفہ لائے تو جرد خاص ہوگیا کہ وہ جرد مراد ہے جو قطیفہ ہے، لہٰذا یہ صفت کی طرف اضافت نہیں ہے۔

اسی طرح اخلاق ثیاب اصل میں ثیاب اخلاق تھا۔ موصوف ثیاب کو حذف کردیا۔ اب اخلاق محض اسم ہوگیا صفت نہیں رہا، جب یہ نام بن گیا تو اس میں ابہام پیدا ہوگیا۔ اس ابہام کو دور کرنے کیلئے اس کی اضافت اسم جنس کی طرف کردی گئی، جس سے یہ خاص ہوگیا۔ تو اخلاق ثیاب کہہ دیا۔ گویا اخلاق، ثیاب بھی ہوسکتا ہے اور غیر ثیاب بھی۔ جب تخصیص کردی گئی تو ثیاب اخلاق کی صفت نہیں رہا بلکہ ثیاب وہ جنس بن گیا ہے جس سے اخلاق خاص ہو رہا ہے۔ جس طرح خاتم فضۃ سے خاص ہو رہا ہے۔ لہٰذا مذکورہ مثالوں میں یہ تاویل ہے اور یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف نہیں ہے۔ لہٰذا مذکورہ اعتراض رفع ہوگیا۔

﴿الورقة الرابعة فی النحو﴾

0313 6357913 maktabazaryaminjan@gmail.com

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....(و اذا انتفی الاعراب) الدال علی فاعلیة الفاعل و مفعولیة المفعول بالوضع (لفظا فیهما) ای فی الفاعل المتقدم ذکره صریحا و فی ضمن الامثلة ، و المفعول المتقدم ذکره فی الامثلة (و القرینة)ای الامر الدال علیهما لا بالوضع.....

ترجم العبارة ۔ ماهی القرینة و کم قسما لها؟ووضّح الفرق بین الاعراب و القرینة ۔ اشرح العبارة

شرحا تامّا مع ذكر صور تقديم الفاعل على المفعول به مع الوجه فى كلّ صورة ـ هل تقديم الفاعل على المفعول واجب ام لا فى الامثلة:ضربت موسى حبلى و اكل الكمثرى يحيى؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل چار امور مطلوب ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② قرینہ کی تعریف واقسام اور اعراب و قرینہ میں فرق ③ عبارت کی تشریح وتقدیمِ فاعل واجب ہونے کے مقامات مع الوجہ ④ **ضربت موسى حبلى و اكل الكمثرى يحيى** میں فاعل کی تقدیم کا حکم۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب اعراب منتفی ہو (جو دلالت کرتا ہے فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کی وجہ سے) لفظا ان دونوں میں (یعنی فاعل میں جس کا ذکر صراحتا اور امثلہ کے ضمن میں گزر چکا ہے اور مفعول میں جس کا ذکر امثلہ میں گزر چکا ہے) اور قرینہ (یعنی وہ امر جو ان دونوں پر دلالت کرنے والا ہے وضع کے بغیر)

② قرینہ کی تعریف واقسام اور اعراب وقرینہ میں فرق:۔ قرینہ وہ علامت ہے جو فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کے بغیر دلالت کرتا ہے۔ قرینہ کی دو قسمیں ہیں: قرینہ لفظیہ، قرینہ عقلیہ ومعنویہ۔ قرینہ لفظیہ اس قرینہ کو کہا جاتا ہے کہ کوئی ایسا لفظ موجود ہو جو فاعل کے فاعل ہونے یا مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کے بغیر دلالت کرے۔ مثال جیسے ضربت موسی حُبلی، مارا موسی کو جبلی نے۔ یہاں قرینہ لفظیہ موجود ہے کہ ضربتْ مؤنث کا صیغہ ہے اور حُبلی بھی مؤنث ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل فاعل کے مطابق آئے گا۔ یہاں پر فعل مؤنث ہے اور بعد میں ایک اسم مذکر اور دوسرا مؤنث ہے تو ضربت کا فاعل حُبلی ہی بنے گا موسی نہیں بنے گا۔ ل

قرینہ معنویہ یا عقلیہ اسے کہتے ہیں کہ لفظ تو کوئی ایسا موجود نہ ہو جو فاعل کے فاعل ہونے پر بغیر وضع دلالت کرے البتہ عقل فیصلہ کرے یا کلام کا معنی بتائے کہ اس فعل کا فاعل یہ ہے۔ جیسے **اكل الكمثرى يحيى** (کھایا امرود کو گلہری یا یحیٰ نے) اس میں قرینہ لفظیہ نہیں ہے کہ جو فاعل کے فاعل ہونے پر دلالت کرے البتہ عقلی طور پر سمجھ میں آ رہا ہے کہ کھانے کا کام یحیٰ ہی کر سکتا ہے، امرود نہیں۔ امرود ہمیشہ ماکول ہوتا ہے، اکل نہیں ہوتا۔ خواہ یحیٰ کسی انسان کا نام ہو یا گلہری کا نام ہو۔ اس میں یہ صفت موجود ہے کہ وہ آکل ہے تو یہ معنی فیصلہ کر رہا ہے کہ اس کا فاعل یحیٰ ہے، کمثری نہیں ہے۔ پس یہ قرینہ معنویہ وعقلیہ ہے۔

شارح کی عبارت سے اعراب وقرینہ کے درمیان فرق یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اعراب فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کی وجہ سے دلالت کرتا ہے اور قرینہ فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کی وجہ سے نہیں بلکہ وضع کے بغیر دلالت کرتا ہے، گویا ان میں وضع اور عدمِ وضع کا فرق ہے۔

③ عبارت کی تشریح و تقدیمِ فاعل واجب ہونے کے مقامات مع الوجہ:۔ چار جگہ پر فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے:
① جب فاعل ومفعول کا اعراب لفظی نہ ہو اور کوئی قرینہ بھی فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دال نہ ہو جیسے **ضرب موسٰى عيسٰى**، یہاں اگر فاعل کو مقدم نہ کریں تو التباس کا اندیشہ ہے پتہ نہیں چلے گا کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔ ② جب فاعل ضمیر متصل ہو خواہ ضمیر بارز ہو یا مستتر ہو جیسے ضربتْ زيدا، زيدٌ ضرب غلامهُ، فاعل ضمیر متصل ہونے کی صورت میں مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اس تقدیمِ مفعول کی صورت میں ضمیر متصل ہی نہیں رہے گی، جو کہ درست نہیں ہے۔ ③ جب فاعل کا مفعول **الّا** کے بعد واقع ہو اور **الّا** فاعل ومفعول کے درمیان واقع ہو جیسے **ماضرب زيدٌالّا عمروا** ۔ ④ جب فاعل کا مفعول معنیً **الّا** کے بعد واقع ہو، معنیً **الّا** سے مراد **انّما** ہے، اسلئے کہ **الّا** نفی کے بعد آ کر حصر کے ساتھ اثبات کرتا ہے جیسے **انّما ضرب زيدٌ عمروا** ۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں تقدیمِ مفعول کی صورت میں جو حصر مطلوب ہے وہ حاصل نہ ہوگا اور خلافِ مقصود لازم آئے گا،

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اسلئے فاعل کومفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔(المفتاح السامی:۱۳۰)

④ ضربت موسی حبلی و اکل الکمثری یحیی میں فاعل کی تقدیم کا حکم:۔ ان دونوں مثالوں میں فاعل کومفعول پر مقدم کرنا واجب نہیں ہے، اسلئے کہ فاعل کی تقدیم وہاں لازم ہے جہاں کوئی اعراب لفظی وقرینہ نہ ہومگر یہاں دونوں مثالوں میں قرینہ موجود ہے، پہلی مثال میں فعل مؤنث کا صیغہ ہے اور حبلی بھی مؤنث ہے، تو فعل کا مؤنث ہونا یہ قرینہ ہے کہ فاعل حبلی ہی ہے۔ دوسری مثال میں قرینہ معنویہ ہے کہ فاعل یحیٰ ہی ہے کیونکہ کمثری (امرود) ماکول ہوتا ہے اکل نہیں ہوسکتا۔

الشق الثانی.....(وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ) اَلْعَامِلُ فِی الْمَفْعُوْلِ بِهٖ (لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ) مَقَالِيَةٍ اَوْ حَالِيَةٍ (جَوَازًا)، نَحْوُ: "زَيْدًا" لِمَنْ قَالَ: مَنْ اَضْرِبُ؟ اَیْ اِضْرِبْ زَيْدًا، فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِيْنَةِ الْمَقَالِيَةِ الَّتِیْ هِیَ السُّوَالُ، وَنَحْوُ: "مَكَّةَ" لِلْمُتَوَجِّهِ اِلَيْهَا: اَیْ تُرِيْدُ مَكَّةَ، فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِيْنَةِ الْحَالِيَةِ۔ (ص۸۹۔امدادیہ)

شکل العبارة ثم اشرحها مع توضیح الامثلة للقرینة المقالیة و الحالیة۔ اذکر المقامات التی حذف الفعل فیه وجوبا۔ عرّف المفعول به مع ذکر فوائد القیود۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح ③ مفعول بہ کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کے مقامات ④ مفعول بہ کی تعریف وفوائدِ قیود۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ میں اصل تو یہ ہے کہ اسکے فعل ناصب کو ذکر کیا جائے لیکن بسا اوقات اسکے عامل کو حذف بھی کر دیتے ہیں بشرطیکہ کوئی قرینہ موجود ہو خواہ وہ قرینہ مقالیہ ہو یا حالیہ ہو۔ پھر حذف کی بھی دو صورتیں ہیں حذفِ جوازی حذفِ وجوبی۔ اس عبارت میں صرف حذفِ جوازی کو ذکر کیا گیا ہے۔ قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے **زیدا** اس شخص کے جواب میں جو یہ کہے **مَنْ اَضْرِبُ** (میں کس کو ماروں) تو مجیب جواب میں صرف **زیدا** کہہ سکتا ہے یعنی زید کو **اضرب زیدا** کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس محذوف پر سائل کا سوال جو کہ قرینہ مقالیہ ہے دلالت کر رہا ہے۔ اور اگر **اضرب زیدا** کہنا چاہے تو یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ قرینہ حالیہ کی مثال جیسے جو شخص مکہ کی جانب ارادۂ حج سے متوجہ ہوا سے کہا جائے **مکّۃ** یہ فعل محذوف **ترید** کا مفعول بہ ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں **اترید مکة** قرینہ حالیہ یعنی حج کیلئے جانا اس پر دال ہے کہ فعل محذوف ہے۔

③ مفعول بہ کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کے مقامات:۔ مفعول بہ کے فعل کو چار مقام پر وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے: ① پہلا مقام سماعی ہے یعنی اہلِ عرب سے اس جگہ فعل کا حذف سنا گیا ہے، کوئی قاعدہ وقانون نہیں ہے جیسے **امرأ و نفسه، انتهوا خیرا لکم، اهلًا وسهلًا**۔ ② دوسرا مقام تحذیر ہے یعنی کسی چیز سے ڈرانا۔ تو جب کسی کو کسی چیز سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے وہاں فقط محذر منہ (مفعول بہ) کو ذکر کر دیا جاتا ہے اور اسکے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ فعل عموما **اتّق** امر حاضر کا صیغہ ہوتا ہے جیسے **ایّاك والاسد** اصل میں **اتّق نفسك من الاسد والاسد من نفسك** تھا۔ اور تحذیر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ محذر منہ کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے **الطریق الطریق** اصل میں **اِتّقِ الطریق اتق الطریق** تھا۔ دونوں جگہ پر فعل کو حذف کر دیا اور فقط مفعول بہ کو ذکر کر دیا گیا۔ ③ تیسرا مقام **ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر** ہے یعنی وہ اسم جس کے بعد فعل یا شبہ فعل یعنی اسم فاعل یا اسم مفعول ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم مذکور کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل نہ کر رہا ہو بایں طور کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل یا اس کے کسی مناسب کو ضمیر کی بجائے خود اس اسم پر مسلط کر دیا جائے یعنی اس اسم سے پہلے ذکر کر دیا جائے تو وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کو بھی نصب ہی دے جیسے **زیدا ضربته** میں **ضربت** کو ضمیر کی بجائے **زیدًا** سے پہلے ذکر کر دیا جائے تو وہ **زیدًا** کو

03135611779 13 maktabazakariyamultan@gmail.com

نصب ہی دیگا اس وجہ سے **زیدًا** کے فعل کو حذف کر دیا۔ ④ چوتھا مقام منادٰی ہے، منادٰی ہر وہ اسم ہے جسے حرفِ نداء کے ذریعے پکارا گیا ہو جیسے **یا عبداللہ**۔ اس مثال میں **عبداللہ** منادٰی مفعول بہ ہے جسے **یا** حرفِ نداء کے ذریعے پکارا گیا ہے اور فعل ناصب (**ادعو**) کو حذف کر دیا گیا ہے اور اُس کی جگہ یا حرفِ نداء کو ذکر کیا گیا ہے تا کہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے اختصار حاصل ہو سکے۔

④ مفعول بہ کی تعریف وفوائدِ قیود:۔ **المفعول به هو ما وقع عليه فعل الفاعل** (مفعول بہ وہ اسم ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو)۔ **ما** سے مراد اسم ہے بوجہ مفعول مطلق کی تعریف میں ذکر کے اس جگہ **ما** کے لفظ پر اکتفاء کیا گیا۔ اور **وقع عليه فعل الفاعل** سے مراد فعل کا اس کے ساتھ بلا واسطہ حرف جر کے تعلق ہونا ہے چنانچہ **نعبد اياك** میں **اياك** ضمیر مفعول پر مفعول بہ کی تعریف صادق آرہی ہے اور **مررت بزيد** میں **زید** پر یہ تعریف صادق نہیں آرہی۔ اس لئے کہ پہلی مثال میں بلا واسطہ حرف جر کے فعل کا تعلق ہے اور دوسری مثال میں اگر چہ مرورِ فعل کا **زید** کے ساتھ تعلق تو ہے لیکن حرف جر کے واسطہ سے ہے اسلئے وہ مفعول بہ نہیں ہے **وقع عليه فعل الفاعل** کی قید سے مفعول لہٗ مفعول معہ اور مفعول فیہ اس تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ فاعل کا فعل ان پر واقع نہیں ہے بلکہ یہ فاعل کا فعل اسمیں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ ہے اور اسی طرح مفعول مطلق بھی تعریف سے خارج ہو گیا کیونکہ یہ فعل کے مغایر ہوتا ہے بخلاف مفعول مطلق کے وہ فعل مذکور کی جز ہوتا ہے نہ کہ مغایر۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... **وَيَسْتَوِي الْأَمْرَانِ اَيِ الرَّفْعُ وَالنَّصْبُ فَلِلْمُتَكَلِّمِ اَنْ يَخْتَارَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِلَاتَفَاوُتٍ فِيْ مِثْلِ زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًوا اَكْرَمْتُهٗ اَيْ عِنْدَهٗ اَوْ فِيْ دَارِهٖ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَاِلَّا لَايَصِحُّ الْعَطْفُ عَلَى الصُّغْرٰى لِعَدَمِ الضَّمِيْرِ.**

شكل العبارة ۔ لماذا اضاف الشارح "عنده او فی داره"۔ اشرح العبارة بكل وضوح۔ مالمراد بمثل زيد قام و عمروًا اكرمته ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② **عنده او فی داره** کے اضافہ سے غرضِ شارح ③ عبارت کی تشریح ④ مثل کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا ۔**

② **عنده او فی داره** کے اضافہ سے غرضِ شارح:۔ **عنده او فی داره** سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ اوپر ذکر کردہ مثال **زيدٌ قام وعمروًا اكرمته** کی مثل میں **عمروًا** پر نصب پڑھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نصب کی صورت میں اسکا عطف صغری (**قَامَ**) پر ہوگا اور جس طرح "**قام**" **زيدٌ** کی خبر ہے اسی طرح **عمروًا اكرمته** بھی اسکی خبر ہوگا حالانکہ اسکا خبر بننا صحیح نہیں ہے اسلئے کہ خبر جب جملہ ہو تو اسمیں عائد (ضمیر) کا ہونا ضروری ہے اور اسکے اندر کوئی عائد نہیں ہے۔ **عنده او فی داره** کہہ کر شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ عائد مقدر ہے جو کہ **عنده یا فی داره** میں واقع ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ وہ اسم جو بادی النظر میں ایسی جگہ واقع ہو جہاں اسکے **ما اضمر عامله على شريطة التفسير** کا گمان ہوتا ہو خواہ وہ واقعہ میں **ما اضمر عامله الخ** ہو یا نہ ہو ایسے اسم کے اعراب کی پانچ اقسام ہیں: اس عبارت میں مذکورہ اسم کے اعراب کی تیسری قسم کا ذکر ہے کہ ایسے اسم پر رفع ونصب دونوں مساوی ہیں یعنی متکلم کو مکمل اختیار ہے کہ رفع ونصب میں جس کو چاہے بغیر تفاوت کے اختیار کرے جیسے **زيدٌ قام وعمروًا اكرمته** (مثل کی مراد میں اسکی مکمل وضاحت آرہی ہے)

④ مثل کی مراد:۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ ما اضمر عاملہ جس جملہ کے اندر واقع ہے اسکا عطف ہو جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر کہ جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو جیسے **زيد قام و عمروًا اكرمته** اسمیں اگر عمروٌ کو مرفوع پڑھیں تو یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور اس کا

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

عطف جملہ کبری (زید قام) پر ہوگا اور اگر اسکو منصوب پڑھیں تو یہ جملہ فعلیہ ہوگا اور اسکا عطف جملہ صغری (قام) پر ہوگا۔ چونکہ دونوں وجہوں میں معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان تناسب حاصل ہے لہٰذا دونوں امر مساوی ہونگے کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہ ہوگی۔

الشق الثانی .....**فان کان الفعل لفظا وجاز العطف فالوجهان مثل جئت انا وزيد وزيدًا والاتعين النصب مثل جئت وزيدا وان كان معنى وجاز العطف تعين العطف نحو مالزيد وعمرو والاتعين النصب مثل مالك وزيدا وماشانك وعمروا لان المعنى ما تصنع** ۔(ص۱۲۱۔امدادیہ)

شكل العبارة۔اشرح العبارة مع الامثلة بايضاح وتفصيل ۔ ما هو العامل فی المفعول معه عند جمهور النحاة ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح ③ مفعول معہ کے عامل کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا ۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مفعول معہ کے متعلق عطف کے جائز اور ناجائز ہونے کی تفصیل کا ذکر ہے کہ اگر مفعول معہ کا فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا عطف واؤ کے ماقبل پر جائز ہو تو مفعول معہ میں عطف اور نصب بنابر مفعولیت دونوں امر جائز ہیں جیسے **جئت انا و زيد و زيدا** پس اسمیں عطف بھی جائز ہے اس لئے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے اور اس صورت میں زید کو مرفوع پڑھیں گے اور زید کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے نصب دینا بھی جائز ہے جیسے **جئت انا وزيدا۔**

والا تعين النصب الخ کا مطلب یہ ہے کہ اگر واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو پھر مفعول معہ پر نصب متعین ہوگا جیسے **جئت و زيدا** اسمیں فاصلہ نہ ہونے کی وجہ سے عطف جائز نہیں ہے یعنی نہ تو ضمیر متصل اور اسکے معطوف کے درمیان ضمیر منفصل سے فاصلہ ہے اور نہ ظرف وغیرہ ہے اسلئے یہاں نصب متعین ہے اور اگر فعل معنوی ہو یعنی ایسا امر ہو کہ جو لفظ سے مستنبط ہوتا ہو اور عطف بھی جائز ہو تو عطف متعین ہوگا کیونکہ کلام کو عامل معنوی کے عمل پر بلا طلبِ حاجۃ محمول نہیں کیا جائے گا جبکہ اسکے جواز کی دوسری وجہ (عطف) بھی موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عامل معنوی پر کلام محمول کرنے کی کوئی ضرورت وداعی نہ ہو اور عطف ہوسکتا ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے **ما لزيد و عمرو** اور اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب متعین ہوگا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی وجہ ہی نہیں جو اختیار کی جاسکے جیسے **مالك وزيدا و ما شانك و عمروا** کہ ان دونوں مثالوں میں عطف ممتنع ہے اسلئے کہ ضمیر مجرور پر بغیر اعادۂ جار کے عطف جائز نہیں ہے اور اس جگہ اعادۂ جار نہیں ہے اور اسی طرح عمرو کا عطف شان پر درست نہیں اس لئے کہ اس وقت خلافِ مقصود لازم آئے گا کیونکہ مقصود دونوں کی شان سے سوال کرنا ہے نہ کہ ایک کی شان اور دوسرے کی ذات کے متعلق پس اس صورت میں عطف ممتنع ہے اور نصب پڑھنا متعین ہے۔

③ مفعول معہ کے عامل کی وضاحت:۔ جمہور کے نزدیک مفعول معہ میں عامل وہ فعل یا معنی فعل ہے جو واؤ سے پہلے واقع ہے، وہی اس معمول میں بھی عمل کرتا ہے جس کے مصاحب مفعول معہ ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فعل یا معنی فعل اپنے معمول میں براہِ راست عمل کرتے ہیں اور مفعول معہ میں واؤ کے واسطہ سے عمل کرتے ہیں۔ عبدالقاہر جرجانیؒ کے نزدیک مفعول معہ کا عامل ''واؤ'' ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٤٥ھ

الشق الاوّل .....① **و عاملها اى عامل الحال اما الفعل.... او شبهه.... او معناه۔** ② **و ارسلها العراك و مررتُ به وحده و نحوه متأوّلٌ۔** **عرّف الحال مع ذكر فوائد القيود ۔اشرح العبارة شرحا تاما مع توضيح الامثلة۔ "ارسلها العراك" الحال فی هٰذا المثال ليست نكرة فماذا يكون التاويل فيه؟**

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حال کی تعریف مع فوائدِ قیود ② عبارت کی تشریح

③ارسلها العراك... کی تاویل۔

جواب ..... ① حال کی تعریف مع فوائدِ قیود:۔ لغوی معنی: پھرنا یعنی وہ چیز جو تبدیلی کو قبول کرے۔ اصطلاح میں **الحال ما يُبيّن هيأة الفاعل او المفعول به لفظا او معنى** (وہ لفظ جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی حالت اور کیفیت کو بیان کرے اس حیثیت سے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ ہیں، خواہ وہ فاعل یا مفعول لفظی ہوں یا معنوی ہوں)۔ جیسے **جاء نی زید راکبا، ضربت زیدا مشدودًا، لقیتُ عمروًا راکبین** ۔ پہلی مثال میں **راکبا** زید یعنی فاعل سے حال ہے۔ دوسری مثال میں **مشدودًا** زید یعنی مفعول سے حال ہے۔ تیسری مثال میں **راکبین** فاعل یعنی تُ ضمیر اور مفعول یعنی **عمروًا** سے حال ہے۔

هيئة کے لفظ سے تمیز نکل گئی، اسلئے کہ وہ حالت کو بیان نہیں کرتی بلکہ ذات کو بیان کرتی ہے۔ **الفاعل او المفعول** کے لفظ سے وہ چیز نکل گئی جو حال تو بیان کرے مگر فاعل یا مفعول کا حال بیان نہ کرے، مثلاً مبتدا کی صفت جو مبتدا کی حالت کو بیان کرے، جیسے **زید العالم اخوك**۔ **حیثیة** کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو فاعل یا مفعول کی حالت تو بیان کرے مگر اس حیثیت سے بیان نہ کرے کہ وہ فاعل یا مفعول ہے۔ مثلاً فاعل یا مفعول کی صفت، یہ بھی فاعل یا مفعول کی حالت تو بیان کرتی ہے مگر فاعل یا مفعول ہونے کی حیثیت سے بیان نہیں کرتی۔ احترازی مثال: **ضرب زید الجاهل**۔

حال کی تعریف میں فاعل و مفعول بہ میں تعمیم ہے، خواہ وہ فاعل یا مفعول حقیقی ہو یا حکمی ہو۔ اس تعمیم سے حال کی تعریف میں مفعول معہ بھی داخل ہو گیا، کیونکہ مفعول معہ معنی میں فاعل یا مفعول بہ کے ہوتا ہے، اسلئے کہ مفعول معہ یا فاعل سے فعل کے صدور میں اس کا مصاحب ہوتا ہے یا مفعول بہ پر فعل کے وقوع میں اس کا مصاحب ہوتا ہے۔ اسی طرح اس تعمیم سے حال کی تعریف میں وہ حال بھی داخل ہو گیا جو مفعول مطلق سے حال واقع ہوتا ہے، اسلئے کہ مفعول مطلق مفعول بہ کے معنی میں ہی ہوتا ہے۔ جیسے **ضربتُ الضربَ شديدا** کا معنی **احدثت الضرب شديدا** ہے۔ پس الضرب جو کہ مفعول مطلق ہے یہ مفعول بہ حکمی ہے۔ اسی طرح وہ حال بھی داخل ہو جائے گا جو مضاف الیہ سے حال واقع ہو، اسلئے کہ مضاف الیہ سے حال بنانا تب ہی صحیح ہوتا ہے جب مضاف فاعل یا مفعول بہ ہو اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کرنا صحیح ہو، پس اس وقت مضاف الیہ نیابتِ مضاف کی وجہ سے گویا فاعل یا مفعول ہوگا۔ (التقریر السامی)

② عبارت کی تشریح:۔ ماتن کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کا عامل فعل بھی ہوتا ہے، شبہ فعل بھی ہوتا ہے اور معنی فعل بھی ہوتا ہے۔ فعل میں تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو۔

شبہ فعل سے مراد وہ اسم ہے جو فعل کے مادہ سے بھی ہو اور فعل والا عمل بھی کرے۔ جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ۔

اسم فاعل کی مثال: **زیدٌ ذاهبٌ راكبًا**۔ اسم مفعول کی مثال: **زیدٌ مضروبٌ قائما**۔ صفت مشبہ کی مثال: **زیدٌ حسن ضاحكا**۔

معنی فعل سے مراد یہ ہے کہ وہ فعل کی تصریح یا تقدیر کے بغیر سیاقِ کلام سے مستنبط ہو۔ جیسے اشارہ، تنبیہ، نداء، تمنی، ترجی و تشبیہ۔

اشارہ و تنبیہ کی مثال: **هٰذا زیدٌ قائما ای اُشیر زیدا قائما یا اُنبّه زیدا قائما**۔ نداء کی مثال: **یا زیدٌ قائما ای ادعو زیدًا قائما**۔ تمنی کی مثال: **لیتَكَ عندنا مقیما ای تمنّیتُك عندنا مقیما**۔ ترجی کی مثال: **لعلّه فی الدار قائما ای ترجّیتُه فی الدار قائما**۔ تشبیہ کی مثال: **كانّه اسدٌ صائلا ای اُشبّهه اسدا صائلا** ۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ **ارسلها العراك... کی تاویل:۔ كما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۷ھ**

الشق الثانی .....**ومن جهة انّها تفيد تخفيفا جاز تركيب الضاربا زيد والضاربوا زيد.... وامتنع الضارب زيد.... خلافا للفراء فانّه يجوز تركيب الضارب زيد....**

اذكر وجه امتناع الضارب زيد. اشرح ما استدل به الفراء على جواز الضارب زيد و اجب عن الدليلين حسب بيان الشارح . عرّف الاضافة اللفظية والمعنوية .

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:①الضارب زید کی وجہِ امتناع ②الضارب زید کے جواز پر امام فراء کا استدلال وجواب ③اضافت لفظیہ ومعنویہ کی تعریف۔

جواب..... ① الضاربُ زیدٍ کے ممتنع ہونے کی وجہ:۔اس ترکیب کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے اضافتِ لفظیہ کا فائدہ (تخفیف فی اللفظ) حاصل نہیں ہورہا، کیوں کہ ضاربٌ سے تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہے، نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ پس اضافتِ لفظیہ والا فائدہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہے۔

② الضارب زید کے جواز پر امام فراء کا استدلال وجواب:۔امام فراء نحوی نے الضارب زیدٍ کے جواز پر بطورِ دلیل شعر (الواهب المأة الهجان وعبدها) پیش کیا ہے، اس شعر میں عبدها کا لفظ المائة پر معطوف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور جو عامل معطوف علیہ کا ہوتا ہے وہی عامل معطوف کا بھی ہوتا ہے، لہٰذا تقدیرِ عبارت الواهب عبدها ہوگئی اور یہ ترکیب بالکل الضارب زیدٍ کی طرح ہوگئی پس معلوم ہوا کہ الضاربُ زیدٍ کا استعمال بھی درست ہے۔مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ترکیب ضعیف ہے۔شارح نے اس جواب کی دو تقریریں کی ہیں: ① یہ قول فصاحت میں اس قدر قوی نہیں ہے کہ اس سے استدلال کیا جاسکے، کیوں کہ اضافتِ لفظیہ کا تخفیف والا فائدہ اس میں حاصل نہیں ہورہا، لہٰذا الضاربُ زیدٍ کی طرح اس کا یہ مماثل بھی درست نہیں ہے۔ ② یہ تقریر اس بات پر مبنی ہے کہ ضَعُفَ کا فاعل استدلال ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ فراء کا یہ استدلال ضعیف ہے، اس کی دو وجہیں ہیں: ۱۔ ضعف کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس پر کوئی صریح دلیل نہیں ہے کہ عبدها مجرور ہے اور الواهب اس کی طرف مضاف ہے، کیوں کہ عبدها کے نصب کا بھی احتمال ہے، یا تو اس بناء پر کہ یہ المائة کے محل پر محمول ہے اور المائة محلاً منصوب ہے اس لیے کہ یہ الواهب کا مفعول بہ ہے۔یا پھر اس لیے کہ یہ الواهب کا مفعول معہ ہے۔ ۲۔ ضعف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایک چیز معطوف میں جائز ہوتی ہے اور معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی جیسے رُبَّ شَاةٍ وَ سَخْلَتِهَا، اس ترکیب میں سخلتها کا شاة پر عطف ہے اور رب عطف کے واسطے سے سخلتها معرفہ پر بھی داخل ہے اور یہ جائز ہے مگر بغیر عطف کے رب کو سخلتها پر داخل کرکے رب سخلتها کہنا جائز نہیں ہے۔اسی طرح یہاں بھی بذریعہ عطف الواهب عبدها جائز ہو مگر بغیر عطف کے جائز نہ ہو۔(التقریر السامی:۴۲۲)

③ اضافت لفظیہ ومعنویہ کی تعریف:۔كما مرّ في الشق الاول من السوال الثالث۱۴۳۸ھ .

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿جزى الله عنّا سيّدنا ومولانا محمدًا ما هو اهلهٗ﴾

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس تالیف کو اپنے جملہ محسنین کی طرف خصوصاً محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے طفیل بندہ کو ایمان کی دولت اور علم کی روشنی حاصل ہوئی۔ نیز اپنے والدین مرحومین اور اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ خصوصاً حضرت اقدس مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نوراللہ مرقدہ، خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیضِ عالم اور بے پایاں شفقت کے نتیجہ میں بندہ اس قابل ہوا کہ شائقین علومِ نبویہ کی خدمت میں یہ حقیر سا ہدیہ پیش کر سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے محسنِ انسانیت **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ اور جملہ محسنین کو بہتر سے بہتر جزاء عطاء فرمائے۔ اور اس تالیف کو قبول فرما کر ان تمام حضرات کی ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

العبد محمد یٰسین شاکر

اجمالی فہرست

پرچہ	نام کتاب	صفحہ نمبر
پہلا پرچہ	تفسیر وحدیث (سورۂ یونس تا قصص، ریاض الصالحین)	۰۴
دوسرا پرچہ	گزشتہ سالوں میں کنزالدقائق کے نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پرچے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔	-
تیسرا پرچہ	اصول فقہ (نورالانوار)	۹۵
چوتھا پرچہ	نحو (شرح جامی)	۱۸۷
پانچواں پرچہ	ادب عربی (مقامات حریری، معلم الانشاء)	۲۵۹
چھٹا پرچہ	منطق وبلاغہ (قطبی، دروس البلاغہ، البلاغۃ الواضحۃ)	۳۲۷

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الخامسة فی الادب (مقامات ومعلم الانشاء)﴾

﴿الورقة الخامسة : فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل .....وَاَنْ تُسْعِدَنَا بِالْهِدَايَةِ اِلَى الدِّرَايَةِ وَتَعْضُدَنَا بِالْاِعَانَةِ عَلَى الْاِبَانَةِ وَتَعْصِمَنَا مِنَ الْغَوَايَةِ فِى الرِّوَايَةِ وَتَصْرِفَنَا عَنِ السَّفَاهَةِ فِى الْفُكَاهَةِ حَتّٰى نَأْمَنَ حَصَائِدَ الْاَلْسِنَةِ۔ (مقدمہ۔ص۱۵)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۸)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور یہ کہ علم اور سمجھ کی طرف رہنمائی کے ذریعے آپ ہماری مدد کریں اور بیان کرنے پر تعاون کے ساتھ ہمیں قوت دیں اور بات نقل کرنے میں گمراہی سے ہمیں بچائیں۔ اور مزاح میں بے وقوفی سے ہمیں پھیر دیں یہاں تک کہ ہم زبان کی کٹی ہوئی کھیتیوں کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْاِبَانَةُ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی ظاہر کرنا، مجرد بَيَانًا (ضرب) بمعنی ظاہر ہونا۔

"تُسْعِدَنَا" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِسْعَادًا (افعال) بمعنی مدد وتعاون کرنا۔

"تَعْضُدَنَا" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل مضارع معلوم از مصدر عَضْدًا (نصر) بمعنی قوی کرنا، مدد کرنا۔

"اَلْغَوَايَةُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی گمراہ ہونا۔ "اَلسَّفَاهَةِ" یہ باب کرم کا مصدر ہے بمعنی احمق وبیوقوف ہونا۔

"اَلْفُكَاهَةِ" بضم الفاء اسم مصدر ہے بمعنی مزاح، بفتح الفاء مصدر ہے (سمع) بمعنی مذاق کرنا۔

"نَأْمَنَ" صیغہ جمع متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اَمَانًا (سمع) بمعنی محفوظ ہونا، امن والا ہونا۔

الشق الثانی .....اَخْبَرَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ رَاَيْتُ مِنْ اَعَاجِيْبِ الزَّمَانِ اَنْ تَقَدَّمَ خَصْمَانِ اِلٰى قَاضِىْ مُعَرَّةِ النُّعْمَانِ اَحَدُهُمَا قَدْ ذَهَبَ مِنْهُ الْاَطْيَبَانِ وَالْاٰخَرُ كَاَنَّهُ قَضِيْبُ الْبَانِ فَقَالَ الشَّيْخُ اَيَّدَ اللّٰهُ الْقَاضِىْ كَمَا اَيَّدَ بِهِ الْمُتَقَاضِىْ

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (مقامہ۸۔۱۲۸) (درسِ مقامات۔۳۳۵)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے بیان کیا ہے کہ میں نے زمانے کے عجیب وغریب واقعات میں سے ایک واقعہ دیکھا ہے کہ کوہِ نعمان کے شہر معرہ کے قاضی کے پاس دو جھگڑا کرنے والے آئے۔ ان میں سے ایک سے دونوں اچھی چیزیں (کھانے و جماع کی لذت) چلی گئی تھیں۔ اور دوسرا گویا کہ بان درخت کی شاخ ہے تو شیخ نے کہا، اللہ تعالیٰ قاضی کی مدد کرے جیسے کہ حق طلب کرنے والے کی اس کے ذریعہ مدد کی۔

③ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَعَاجِيْبُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد اُعْجُوْبَةٌ ہے بمعنی وہ چیز جس پر تعجب کیا جائے۔

"اَلْاَطْيَبَانِ" یہ اسم تفضیل اَطْيَبُ کا تثنیہ ہے بمعنی پاکیزہ وحلال۔ "اَلْبَانُ" یہ ایک مشہور درخت کا نام ہے۔

"قَضِيْبٌ" یہ صفت کا صیغہ ہے اس کی جمع قُضْبَانٌ ہے بمعنی کٹی ہوئی شاخ۔

"اَيَّدَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تائید (تفعیل) بمعنی مدد کرنا، طاقت دینا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل .....ثُمَّ اِنَّهٗ فَرَضَ لَهُمَا فِى الصَّدَقَاتِ حِصَّةً وَنَاوَلَهُمَا مِنْ دَرَاهِمِهَا قُبْضَةً وَ قَالَ لَهُمَا تَعَلَّلَا

بِهٰذِهِ الْعُلَالَةِ وَ تَنَدَّيَا بِهٰذِهِ الْبُلَالَةِ وَ اصْبِرَا عَلٰى كَيْدِ الزَّمَانِ وَكَدِّهٖ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِنْ عِنْدِهٖ۔

عبارت پراعراب لگائیں، ترجمہ کریں، فعسی سے آخرتک جملہ کی ترکیب کریں۔(مقامہ۹۔ص۱۴۴)(درسِ مقامات:۳۷۹)

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور بے شک اس (قاضی) نے صدقات میں سے ان کا ایک حصہ مقرر کر دیا اور اس صدقے کے درہموں میں سے ایک مٹھی ان کو بخش دی۔ اور ان سے کہا کہ اس تھوڑی سی چیز سے تم اپنے نفس کو بہلاؤ اور اس معمولی پانی سے سیراب ہو جاؤ اور زمانہ کے مکر اور سختی پر صبر کرو پس شاید کہ اللہ تعالیٰ فراخی یا کوئی مناسب حکم صادر فرمادے۔

③ فعسی الخ کی ترکیب:۔ فا تعلیلیہ عسی فعل از افعال مقاربہ اللّٰہ اس کا اسم ان مصدریہ یاتی فعل وفاعل باء جار الفتح معطوف علیہ او عاطفہ امر موصوف من جار عندہٖ مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر کائن کے متعلق ہو کر شبہ جملہ ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا یاتی کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر بتاویل مصدر خبر ہوئی عسٰی کی، عسٰی اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی ..... وَاَعْتَصِمُ مِمَّا يَصِمُ وَاَسْتَرْشِدُ اِلٰى مَا يُرْشِدُ فَمَا الْمَفْزَعُ اِلَّا اِلَيْهِ وَلَا الِاسْتِعَانَةُ اِلَّا بِهٖ وَلَا التَّوْفِيْقُ اِلَّا مِنْهُ وَلَا الْمَوْئِلُ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ وَهُوَ نِعْمَ الْمُعِيْنُ۔

عبارت پراعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔(مقدمہ۔ص۲۹)(درسِ مقامات:۵۵)

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور بچتا ہوں میں اس چیز سے جو عیب لگائے اور رہنمائی طلب کرتا ہوں اس چیز کی طرف جو راہنمائی کرے۔ کیونکہ اسی کی طرف پناہ کی جگہ ہے اور اسی سے مدد ملنے کی امید ہے اور اسی کی طرف سے توفیق ہے اور وہی ملجاء وماویٰ ہے اور اسی پہ میں نے بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف لوٹتا ہوں۔ اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور وہ بہترین مددگار ہے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق:۔ "اَلْمَفْزَعُ" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر فَزَعًا (سمع) بمعنی پناہ پکڑنا۔

"اَعْتَصِمُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِعْتِصَامٌ (افتعال) بمعنی بچنا وبازرہنا۔

"اَلْمَوْئِلُ" بمعنی پناہ گاہ از مصدر وَأْلًا (ضرب) بمعنی پناہ پکڑنا۔

"نَسْتَعِيْنُ" صیغہ جمع متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِسْتِعَانَةٌ (استفعال) بمعنی مدد طلب کرنا۔

"اَلْمُعِيْنُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِعَانَةٌ (افعال) بمعنی مدد کرنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ..... درج ذیل میں سے کسی عنوان پر مضمون لکھیں۔ سقوط من السطح، یوم مطیر۔

جواب ..... **.....سقوط من السطح.....**

ذهبت يوما الى صديق حميم كنت احبه حبا جما، واضعه منى موضع الروح والقلب وقد تعلمنا معنا وتساهمنا فى اعمال كثيرة واشغال متنوعة فذهبت الى داره ونا ديت باسمه وقرعت بابه فاخبرت بانه موجود على سطح بيته الا على وقد دعانى اليه فلما سمعت هذا رقيت اليه الدرجات توا فوصلت اليه ووجدته يلعب بطيارة رفعها فى الفضاء يرخى عنانها تارة فترتفع وتعلو فى كبد السماء ويشدها اخرى فتهبط و تهدأ فكان فرحان مسرورا بلعبته غير مبال بمواقع قدميه ولا بموقع وقوفه و بما وراء ه وقد نبهته مرارا على ذلك فكان يتنبه اذا نبهته ثم ينهمك فى لعبه فيغفل ولذلك خفت على نفسه وغفلت مرة انظر الى شيء اخر فلم يرد بصرى

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الاصيحته ارتجع بصرى فرأيت جسمه المتهاوى الساقط من السطح فسعيت نازلا اصرخ واقول سقط فلان سقط فلان ولما وصلت اليه رأيته كالمغشى عليه لانه قد كان جرح جراحات شديدة جعلته كالميت وجزعت عليه جزعا شديدا وتاسفت له وتالمت نفسى لشدة البرحاء ولم املك عينىَّ من البكاء وبينما كنت اجزع حضر اهله فى دهش و اضطرب بالغين ولما رأوه فى تلك الحالة المبرحة بكواله وجزعوا بلغ جزع وبدأوا يصرخون من الدهشة والحزن وحضر الناس و تجمعوا يشاهدون الحادث كل يعلق على ما حدث ويتحدث عنه ويلوم بعضهم الاباء والاولياء حيث يسمحون لاولادهم الرقى الى السطوح المنفسخة المسطحة حتى يسقطوا وبعضهم اشار باستحضار سيارة الاسعاف فاخبر الاسعاف فحضروا بسرعة فائقة وتبينوا وتعرفوا الواقعه وضمدوا الجراح ثم اخذوه الى المستشفى الى ان يشفى و يعافى من جراحاته .

ولم يشف صديقى الا بعد مدة شهر تعطل فيه عن المدرسة فلم يتلق الدروس ذلك الا وان ولم يكن كل ما حدث الا لعدم مبالاته للعواقب واضاعة وقته فيما لا يفيده فى الدين والحياة .

..... يوم مطير .....

يوم الجمعة الماضى نهضت من فراشى مبكرا لامتع نفسى من اعتدال الجوورقة النسيم فكانت السماء صافية والجو ملائما معتدلا لم يعكر صفوه السحاب وطلعت الشمس وارتفعت رويدا رويدا تلمع كانها قرص من ذهب او جذوة من لهب فسرت بذلك المنظر اعظم السرور و نزلت الى حديقتى الغناء فى واجهة بيتى اشم روائح الوردو الرياحين.

اذبداء المطلع يغبر و بعض الغمام يغشى السماء فما كان الا هنيهة من الزمن حتى هبت الرياح و ثارت العواصف و تغير كل شيء من هدوء الى اضطراب و كادت البيوت ان تتقوض والاشجار ان تنقلع و شرعت الرياح تزجى سحابا ثم تولف بينه فتجعله ركاما فعبس الجو واظلمت الدنيا واسود ما بين الفضاء و ناظرى وانقلب اليوم الضحوك البسام الى يوم عبوس متقطب قمطرير وما لبثت هذه الحال الا قليلا حتى نزل المطررذاذا ثم اشتد شيئا فشيئا حتى صارو ابلا كانما الموازيب تنصب حتى بلغ السيل الزبىٰ واستمر على ذلك ساعات رايت فيها القيعان قد انعمرت فى المياه والترع قد امتلات والسواقى جرت ورايت الشوارع المرصوفة قد نظفت تنظيفا اما غير المرصوفة فكانت مجموعة من ماء ووحل و حفر. واما الناس فكانوا يحبرون الى هنا و هناك و قد نشروا المظلات و قاية من البلل وانحبس كثير من الناس فى الدور و المنازل و لم يستطيعوا ان الى المواضع العامة حتى انقطع عنهم والهاطل و كثير من غيرهم لم يكترثوا وما ازالوا مختلفين الى كل مكان يقضون حوائجهم و يفرحون بنزول الامطار غير مبالين بالبلل. و بعد ساعات هدات الامطار و انقطع نزول الماء و بدات السحب تنفشع و تتناثروبدت السماء من خلال الفرجات نقية مغسولة و بعدلاى راينا السحب تتبدد و تنسحب عن بسيط السماء و تنهزم امام الشمس المشرقة الحامية و طلعت الشمس و حلت انوارها الدافئة على اديم الارض فحمد الناس الله على نعمه الوافرة اذ يرسل مطرا فيحى الارض ثم يرسل الشمس لتجدد حياتها و تنمى نباتها .

الشق الثانی .....اپنے والد صاحب کے نام ایک صفحہ پر مشتمل خط لکھیں، جس میں سردی کی ضروری اشیاء منگوانے کا ذکر ہو۔

03176357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب .....والد کے نام سردی کی ضروری اشیاء منگوانے کیلئے خط:۔

الجامعة خير المدارس ملتان ۱۴۳۳/۱/۱۰ھ

حضرت صاحب السيادة والسماحة والدى الجليل المفخم اطال الله تعالى بقاءكم

السلام عليكم ورحمة الله و بركاته

ارجو الله ان تكونوا على احسن مايرام من صحة و سعادة و هناء و انا والحمد لله فى صحة كاملة وراحة تامة۔ و بعد فانه لم يصدر الينا من حضرتكم كتاب من ايام خفت فيها من ان يكون امر منى ظهر لا يرضيكم فجعل سيادتكم عاتبا على فانى لا ادرى احال حائل من البريد ام هو عدم سماع و قتكم الثمين بان تبعثوا بكتاب الى يحل من قلبى محل الغيث۔

ان طلائع الشتاء يا سيدى قدبدت ههنا واخذت البرودة فى الليل و فى الجوتسرى و بدات اشعر بشئ من القرو الصر فى الليل واحسب ان عدة ايام اخر تكفى لان نحتاج الى ملاحف القطن واردية الصوف و الى المعاطف والصدريات وحاجتى فى ذلك كذلك حملنى على الكتابة الى سيادتكم لتبعثوا بها فى اقرب فرصة۔

و انى لازال اتمثل نصائحكم الغالية التى لا تزال تزودنى بمعان قيمة فانى احافظ على دروسى و اداوم على الحضور فى الدرس بالمواعيد لمحدودة واعرف قيمة الفرص والأوقات۔

و اخيرا ارجو فضيلتكم ان لا تقطعونا من كتبكم الرقيقة الفياضة بالنصائح وان لا تتناسونا فى ادعيتكم المستجابة و سلموا على امى المحبوبة المؤقرة۔

وادعو الله ان يديم صحتكم و يبارك فى عمركم و تقبلوا اخيرا لائق التحية۔

والسلام

ولدك البار محمد اسامه

﴿الورقة الخامسة : فى الأدب العربى﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل .....فَقَالَ اَيُّمَ اللّٰهِ لَلْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ وَلَلصِّدْقُ حَقِيْقٌ بِاَنْ يُسْتَمَعَ اِنَّهٗ يَا قَوْمُ لَنَجِيُّكُمْ مُنْذُالْيَوْمِ قَالَ فَكَاَنَّ الْجَمَاعَةَ اِرْتَابَتْ بِعِزْوَتِهٖ وَاَبَتْ تَصْدِيْقَ دِعْوَتِهٖ فَتَوَجَّسَ مَاهَجَسَ فِىْ اَفْكَارِهِمْ وَفَطَنَ لِمَا بَطَنَ مِنْ اِسْتِنْكَارِهِمْ ۔ عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، فتوجس ماهجس فى افكارهم وفطن لما بطن من استنكارهم کی ترکیب کریں۔(مقامہ۲۔ص۵۶)(درسِ مقامات۔ص۱۱۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق (۴) فتوجس ماهجس الخ کی ترکیب۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ كمامرّ فى السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اوراس نے کہا کہ اللہ کی قسم حق بات پیروی کے زیادہ لائق ہے، اور البتہ سچ بات سننے کے زیادہ مناسب ہے بیشک اے قوم ان اشعار کا کہنے والا آج تم سے سرگوشی کررہا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جماعت نے اسکے اس نسبت کرنے پر شک کیا اور اسکے دعویٰ کی تصدیق سے انکار کیا پس اس نے محسوس کرلیا اس چیز کو جو انکے افکار میں کھٹکی اور سمجھ گیا وہ انکی مخفی ناگواری کو۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق:۔ "حَقِيْقٌ" صیغہ واحد بحث صفت مشبہ از مصدر حَقٌّ (نصر) بمعنی لازم وثابت ہونا۔

"یُتَّبَعَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر اِتِّبَاعٌ (افتعال) بمعنی پیروی کرنا۔
"لَنَجِیُّکُمْ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَنْجِیَۃٌ ہے بمعنی ہم راز و سرگوشی کرنے والا، مصدر نَجْوًا (نصر) بمعنی سرگوشی کرنا۔
"اِرْتَابَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِرْتِیَابًا (افتعال) بمعنی شک کرنا۔
"فَتَوَجَّسَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تَوَجُّسًا (تفعل) بمعنی ہلکی آواز پر کان لگانا، سننا۔
"ھَجَسَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر ھَجْسًا (نصر وضرب) بمعنی گزرنا کھٹکنا۔
"بَطَنَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر بَطْنًا و بُطُوْنًا (نصر) بمعنی پوشیدہ ہونا۔
"بِعَزْوَتِہٖ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی نسبت کرنا۔

④ فَتَوَجَّسَ مَا ھَجَسَ الخ کی ترکیب:۔ فاء تفریعیہ تَوَجَّسَ فعل وفاعل ما موصولہ ھَجَسَ فعل وفاعل فی جارہ افکار ھم مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا ھَجَسَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر مفعول بہ ہوا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ فَطِنَ فعل وفاعل لام جارہ ما موصول بَطَنَ فعل وفاعل من جارہ استنکارھم مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا بَطَنَ کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول اپنے صلہ سے ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا فَطِنَ کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

الشق الثانی..... رَوَی الْحَارِثُ بْنُ ھَمَّامٍ قَالَ حَضَرْتُ دِیْوَانَ النَّظْرِ بِالْمَرَاغَۃِ وَقَدْ جَرٰی بِہٖ ذِکْرُ الْبَلَاغَۃِ فَاجْمَعَ مَنْ حَضَرَ مِنْ فُرْسَانِ الْیَرَاعَۃِ وَاَرْبَابِ الْبَرَاعَۃِ عَلٰی اَنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مَنْ یُّنَقِّحُ الْاِنْشَاءَ وَیَتَصَرَّفُ کَیْفَ شَاءَ وَلَا خَلَفَ بَعْدَ السَّلَفِ مَنْ یَّبْتَدِعُ طَرِیْقَۃً غَرَّاءَ۔ (مقامہ ۶۔ص ۱۰۱)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص ۲۵۹)

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ھمام نے بیان کیا کہ میں شہر مراغہ میں مجلس فکر ونظر میں حاضر ہوا۔ اس حال میں کہ بلاغت کا ذکر چل پڑا۔ پس حاضرین میں سے قلم کے شہسوار اور اھلِ کمال نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو انشاء کو عمدہ و پاکیزہ کر سکے اور اس میں جس طرح چاہے تصرف کر سکے۔ اور بزرگوں کے بعد کوئی ایسا جانشین نہیں رہا جو طریقہ ایجاد کر سکے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق:۔ "حَضَرْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر حُضُوْرًا (نصر) بمعنی حاضر ہونا۔ "جَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر جَرْیًا و جِرْیَانًا (ضرب) بمعنی جاری ہونا۔
"فَاَجْمَعَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِجْمَاعًا (افعال) بمعنی اتفاق کرنا۔
"لَمْ یَبْقَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم معلوم از مصدر بَقَاءً (سمع) بمعنی باقی رہنا۔
"یُنَقِّحُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَنْقِیْحٌ (تفعیل) بمعنی صاف کرنا، چھانٹنا۔
"یَتَصَرَّفُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَصَرُّفًا (تفعل) بمعنی پھیرنا، تصرف کرنا۔
"شَاءَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر مَشِیْئَۃً (ضرب) بمعنی چاہنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل..... وَالَّذِیْ زَیَّنَ الْجِبَاہَ بِالطُّرَرِ، وَالْعُیُوْنَ بِالْحَوَرِ، وَالْحَوَاجِبَ بِالْبَلَجِ، وَالْمَبَاسِمَ بِالْفَلَجِ، وَالْجُفُوْنَ بِالسَّقَمِ، وَالْاُنُوْفَ بِالشَّمَمِ، وَالْخُدُوْدَ بِاللَّھَبِ، وَالثُّغُوْرَ بِالشَّنَبِ، وَالْبَنَانَ بِالتَّرَفِ،

0313 6357912 maktabazahariyamultan@gmail.com

وَالْخُصُوْرَ بِالْهَيَفِ اِنَّنِیْ مَاقَتَلْتُ ابْنَكَ سَهْوًا، وَلَاعَمْدًا، وَلَاجَعَلْتُ هَامَتَهٗ لِسَيْفِیْ غِمْدًا۔ (مقامہ ۱۰۔ص ۱۴۹)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔ سھوا اور عمدا کے نصب کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) سھوًا اور عمدًا کے نصب کی وجہ۔ (درسِ مقامات۔ص ۴۰۲)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اس ذات کی قسم جس نے مزین کیا پیشانی کو زلفوں سے اور آنکھوں کو سخت سیاہی وسفیدی کی آمیزش سے اور ابروؤں کو کشادگی سے اور دانتوں کو خلاء سے اور پلکوں کو باریکی سے اور ناک کو بلندی سے اور رخساروں کو سرخی سے اور دانتوں کو تازگی وچمک سے اور پوروں کو نرمی وتروتازگی سے اور کمر کو پتلے پن سے، بے شک میں نے تیرے بیٹے کو نہ قصداً قتل کیا ہے اور نہ بھول کر اور نہ ہی اس کی کھوپڑی کو اپنی تلوار کا نیام بنایا ہے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اَلْجِبَاهَ" یہ جمع ہے اس کا مفرد جَبْهَةٌ ہے بمعنی پیشانی۔

"زَيَّنَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تَزْيِيْنٌ (تفعیل) بمعنی مزین کرنا۔

"اَلطُّرَرَ" یہ جمع ہے اسکا مفرد طُرَّةٌ ہے بمعنی پیشانی کے بال۔ "اَلْحَوَرُ" بمعنی آنکھ کی سیاہی اور سفیدی کا شدید گہرا ہونا۔

"اَلْبَلَجُ" بمعنی ابروؤں کے درمیان کا فاصلہ مصدر بَلَجًا (سمع) بمعنی ظاہر وروشن ہونا۔

"اَلْمَبَاسِمُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَبْسَمٌ ہے بمعنی دانت۔ "اَلْهَيَفِ" بمعنی باریک، مصدر باریک کمر ہونا۔

"فَلَجٌ" بمعنی دانتوں کا درمیان فاصلہ، مصدر فَلَجًا (سمع) بمعنی قدم، ہاتھ یا دانتوں کے درمیانی فاصلہ ہونا۔

"وَالسَّقَمُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَسْقَامٌ ہے بمعنی بیماری، مصدر سُقْمًا و سَقَمًا (سمع وکرم) بمعنی بیمار ہونا

"اَلشَّمَمُ" بمعنی ناک کے بالائی حصہ کی بلندی، مصدر شَمَمًا (سمع) بمعنی نرمی وتروتازگی۔

"اَلشَّنَبُ" بمعنی تروتازگی، مصدر شَنَبًا (سمع) بمعنی دانتوں کا سفید وچمکدار ہونا۔

"اَلتَّرَفُ" بمعنی نرمی وتروتازگی، مصدر نَرَفًا (سمع) بمعنی تروتازہ ہونا۔

④ سھوًا اور عمدًا کے نصب کی وجہ:۔ یہ دونوں قتلت کے فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

الشق الثانی.....وَنَسْتَغْفِرُكَ مِنْ سَوْقِ الشَّهَوَاتِ اِلٰى سُوْقِ الشُّبُهَاتِ كَمَا نَسْتَغْفِرُكَ مِنْ نَقْلِ الْخُطُوَاتِ اِلٰى خِطَطِ الْخَطِيْئَاتِ، وَ نَسْتَوْهِبُ مِنْكَ تَوْفِيْقًا قَائِدًا اِلَى الرُّشْدِ، وَ قَلْبًا مُتَقَلِّبًا مَعَ الْحَقِّ وَلِسَانًا مُتَحَلِّيًا بِالصِّدْقِ، وَ نُطْقًا مُؤَيَّدًا بِالْحُجَّةِ، وَاِصَابَةً ذَائِدَةً عَنِ الرَّيْغِ وَ عَزِيْمَةً قَاهِرَةً هَوَى النَّفْسِ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔ (درسِ مقامات۔ص ۱۵) (مقدمہ۔۱۳)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور ہم پناہ طلب کرتے ہیں تجھ سے خواہشاتِ نفسانی کے شبہات کے بازار کی طرف لے جانے سے جیسا کہ پناہ طلب کرتے ہیں تجھ سے گناہوں کی زمین کی طرف قدم بڑھانے سے۔ اور توفیق طلب کرتے ہیں تجھ سے راہِ ہدایت کی طرف لے جانے والی اور حق کے ساتھ پلٹنے والا دل اور سچائی سے آراستہ زبان اور دلیلوں سے مضبوط گفتگو، کجروی سے بچانے والا امرِ حق اور خواہشاتِ نفسانی پر غالب آجانے والے ارادہ کا ہبہ طلب کرتے ہیں۔

③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "نَسْتَغْفِرُكَ" یہ باب استفعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مغفرت طلب کرنا۔

"سَوْقٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی ہانکنا۔ "نَسْتَوْهِبُ" یہ باب استفعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ہبہ طلب کرنا۔

0313 6537913 maktabazakariyamultan@gmail.com

"نَقْلٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی پھیرنا و منتقل کرنا۔ "مُتَقَلِّبًا" یہ باب تفعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی پلٹنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل .....درج ذیل جملوں کی عربی بنائیں: حج مختلف علاقوں اور ملکوں کے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کرتا ہے اور حج میں دیگر بڑے فوائد بھی ہیں جن کو دوسرے طریقوں سے حاصل نہیں کیا جاسکتا، وہ یہ ہے کہ بیت اللہ الحرام ہزاروں مسلمانوں کو فریضہ ادا کرنے کیلئے جمع کرتا ہے جو مختلف جنسوں اور علاقوں کے ہوتے ہیں، اور یہ لوگ بہت بڑی تعداد میں ہوتے ہیں اور انکو صرف کلمۂ اسلام جمع کرتا ہے۔

جواب .....مذکورہ اردو جملوں کی عربی:۔ والحج یجمع بین مسلمی مختلف الدیار والاوطان فی محل واحدو فی الحج منافعة جلیلة اخری لا تحصل من طریق آخرو ھی ان یجتمع بیت اللّٰہ الحرام لتادیة فریضة الحج الوف من المسلمین من اجناس مختلفة و شعوب متفرقة بعدد ضخیم لا تجمعھم الکلمة الاسلام۔

الشق الثانی .....القلم نعمة من اللّٰہ، الفرس میں سے کسی ایک پر دس سطروں کا مضمون لکھیں۔

جواب .... القلم نعمة من اللّٰہ .....

القلم نعمة اللّٰہ التی انعم بھا علی الانسان یرفع اللّٰہ به کثیرا من الناس من المنزلة الوضیعة الی المنزلة الرفیعة و یسقط اللّٰہ به کثیرا من الناس فیعیشون جھالا رعاع الناس لا قیمة لھم فی الحیاة ولاوقار لھم ولاعز، ولایعباء بھم احدو قداقسم اللّٰہ تعالی به فقال "ن والقلم وما یسطرون" و ذکرہ فی کلامه المجید۔

انّه رخیص جدًا لکثرة ما یصنع فثمنه قلیل وعمله جلیل لا یصنع الامن الخشب القصیر التافه او بقطعة صغیرة من الحدید الرخیص غیر انه یؤدی اعمالا ضخاما و یقضی مآرب کثیرة للانسان۔ و به تقضی اموالناس و تعاردفة الحکم علی البلاد۔ و به یتمیز الانسان من الحیوان ویخترع المخترعات و یدلی بحکم ویتقدم فی علوم و معارف فانما جعله اللّٰہ نعمة عظیمة قلما تسویجھا نعمة من نعم الدنیا فحق لنا ان نستخدمه فی الخیر ولرضا اللّٰہ سبحانه فانه من عطایاہ العظیمة و من نعمه الجلیلة۔

..... الفرس .....

الفرس حیوان من خیر دواب اللّٰہ تعالی خلقھا اللّٰہ تعالی مسخرة للانسان انه مفطور علی صفات نبیلة عظیمة ویؤدی اعمالاً کبیرة سامیة وھو اجمل الحیوانات صورة یسر الناظرین بروعة جماله ویوجد فی سائر الالوان لکن غالب لونه احمر واسود وخیر الخیل الادھم الاقرح الارثم، ثم الاقرح المحجل، طلق الیمین فان لم یکن ادھم فکمیت علی ھذہ الشیبة کما قال النبی ﷺ۔

وجسمه اکبر واطول من البقر بقلیل ویعرف الفرس من ھیئته الجمیلة من بعید یزینه عنقه الجمیل بعرفه الرائع، ویزداد جماله فی وقت الجری لا سیما حین یعد وضبحا ویوری قدحا والفرس لاجل صفاته النبیلة وخصائصه الجلیلة محبب الی الخالق والمخلوق فخصه اللّٰہ تعالی بشرف الذکر فی کلامه الحمید فقال: والعدیٰت ضبحا o فالموریٰت قدحا o فالمغیرات صبحاo فاثرن به نقعا o فوسطن به جمعاo وحرض النبی ﷺ المؤمنین علی القتال باقتناء الخیل قائلاً:من احتبس فرسا فی سبیل اللّٰہ ایمانا باللّٰہ وتصدیقا بوعدہ فان شبعه وریه وروثه وبوله فی میزانه یوم القیامة والشعراء مولعون به حیث یذکرونه فی المواقف الحربیة و الحماسیة افتخارا واعتزازا۔ واماالقیاد الفرس واستسلامه لسیدہ فانه ضرب مثل فی ھذا شھد له القرآن ایضا فھو یخاطر بنفسه ویستمیت اذعانا لسیدہ۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ومنافعه فی شتی جوانب الحیاة غیر خافیة فانه رفیق وفیٌّ فی السفر یرافق صاحبه فی جمیع شدائد السفر من الحر والقر والجوع و العطش وتزداد ضرورته و اهمیته فی الحرب اذا الفرس یقوم بدور عظیم بجانب سیده فی الانتصار علی الاعداء

وینفع الفرس فی مناسبات اخر ایضا من الاعیاد والافراح فضلا علی الامور التجاریة والشئون المنزلیة والحوادث واطوارئ ولذلك ولع الناس باقتنائه بعضهم لحاجتهم وبعضهم لاظهار الغنی والسراوة فکلهم مجزیون بنیاتهم لکن الیوم قل نفعه وغناه الاختراع المراکب الالیة والسیارات والطائرات وکلها اسرع سیرا من الفرس فاثرها الناس علی الفرس علی کل حال فالخیل نعمة من اللّٰه واية من آیاته فی خلقه ورکوبه واقتنائه من علائم الرجولة والبطولة۔

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٣١ھ

الشق الاوّل .....حَدَّثَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ لَمَّا اقْتَعَدْتُ غَارِبَ الْاِغْتِرَابِ وَاَنَاَتْنِی الْمَتْرَبَةُ عَنِ الْاَتْرَابِ طَوَّحَتْ بِیْ طَوَائِحُ الزَّمَنِ اِلٰی صَنْعَاءِ الْیَمَنِ فَدَخَلْتُهَا خَاوِیَ الْوِفَاضِ بَادِیَ الْاِنْفَاضِ لَا اَمْلِكُ بُلْغَةً وَ لَا اَجِدُ فِیْ جِرَابِیْ مُضْغَةً فَطَفِقْتُ اَجُوْبُ طُرُقَاتِهَا مِثْلَ الْهَائِمِ وَ اَجُوْلُ فِیْ حَوْمَاتِهَا جَوَلَانَ الْحَائِمِ وَاَرُوْدُ فِیْ مَسَارِحِ لَمَحَاتِیْ وَمَسَایِحِ غَدَوَاتِیْ وَرَوْحَاتِیْ کَرِیْمًا اُخَالِقُ لَهٗ دِیْبَاجَتِیْ وَاَبُوْحُ اِلَیْهِ بِحَاجَتِیْ اَوْ اَدِیْبًا تُفَرِّجُ رُؤْیَتُهٗ غُمَّتِیْ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔(مقامہ۱۔ص۳۱)(درسِ مقامات:۵۹)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے بیان کیا کہ جس وقت میں سفر کے کندھے پر سوار ہوا اور دور کر دیا مجھے فکر نے ہم عمروں سے تو زمانے کے حوادث نے پھینک دیا مجھے صنعاءِ یمن کی طرف پس داخل ہوا میں اس میں ایسے حال میں کہ خالی تھیلوں والا تھا ظاہر افلاس والا تھا، نہیں مالک تھا میں تھوڑی سی مقدار گزران کا (بھی) اور نہیں پاتا تھا میں اپنے تھیلے میں (گوشت کا) ایک لقمہ پس شروع ہوا میں طے کرتے ہوئے اسکے راستے مثل حیران کے اور گھومتے ہوئے اسکے بڑے حصوں میں مثل پیاسے کے گھومنے کے (اور شروع ہوا میں) تلاش کرتے ہوئے اپنے لمحات کی چراگاہوں میں اور اپنے اوقاتِ صبح اور اپنے اوقاتِ شام کی سیر گاہوں میں کسی ایسے شریف کو کہ پرانا کروں میں جسکے سامنے اپنے چہرے کو اور ظاہر کروں اسکی طرف اپنی حاجت کو یا ایسے ادیب کو کہ کھول دے جس کا دیدار میری مشکل کو۔

③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "لَا اَمْلِكُ" یہ باب ضرب سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مالک ہونا۔

"لَا اَجِدُ" یہ باب ضرب سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مطلوب کو پانا۔ "اَلْاَتْرَابِ" یہ تِرْبٌ کی جمع ہے بمعنی ہم عمر۔

"فَطَفِقْتُ" یہ باب سمع وضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی شروع کرنا۔ "طَوَائِحُ" یہ طَائِحَةٌ کی جمع ہے بمعنی حوادثِ زمانہ۔

"اَنَاَتْ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی دور کرنا۔ مجرد میں نَئْیًا (فتح) بمعنی دور ہونا۔

"اَجُوْلُ" یہ نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی گھومنا۔ "اُخَالِقُ" یہ افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پرانا کرنا۔

الشق الثانی .....وَلَبِثْنَا عَلٰی ذَالِكَ بُرْهَةً یُنْشِئُ لِیْ کُلَّ یَوْمٍ نُزْهَةً وَیَدَرَّأُ عَنْ قَلْبِیْ شُبْهَةً اِلٰی اَنْ جَدَحَتْ لَهٗ یَدُ الْاِمْلَاقِ کَأْسَ الْفِرَاقِ وَاَغْرَاهُ عَدَمُ الْعُرَاقِ بِتَطْلِیْقِ الْعِرَاقِ وَلَفَظَتْهُ مَعَاوِرُ الْاِرْفَاقِ اِلٰی مَفَاوِزِ الْاٰفَاقِ وَنَظَمَهٗ فِیْ سِلْكِ الرِّفَاقِ خُفُوْقُ رَایَةِ الْاِخْفَاقِ فَشَحَذَ لِلرَّحْلَةِ غِرَارَ عَزْمَتِهٖ وَ ظَعَنَ یَقْتَادُ الْقَلْبَ بِاَزِمَّتِهٖ ؎

فَمَا رَاقَنِیْ مَنْ لَاقَنِیْ بَعْدَ بُعْدِهٖ ❁ وَلَا شَاقَنِیْ مَنْ سَاقَنِیْ لِوِصَالِهٖ

وَلَا لَاحَ لِیْ مُذْ نَدَّ نِدٌّ لِفَضْلِهٖ ❁ وَلَا ذُوْ خِلَالٍ حَارَ مِثْلَ خِلَالِهٖ۔ (مقامہ۲۔ص۵۱)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق اور دوسرے مقامہ کا خلاصہ لکھیں۔ دوسرے شعر کی ترکیب لکھیں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔** (درسِ مقامات:۱۰۳)

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور ٹھہرے ہم اس پر ایک مدت تک کہ پیدا کرتا تھا وہ میرے لئے ہر دن تازگی اور دور کرتا تھا میرے دل سے شبہ کو یہاں تک کہ حرکت دی اس کیلئے افلاس کے ہاتھ نے جدائی کے پیالے کو اور ابھارا اسکو گوشت اتاری ہوئی ہڈیوں کے فقدان نے عراق چھوڑ دینے پر اور پھینک دیا اسکو نفع کے فقدانوں نے اطراف کے صحراؤں کی طرف اور پرو دیا اسکو رفیقوں کی لڑی میں ناکامی کے جھنڈے کی حرکت نے، چنانچہ اس نے سفر کیلئے اپنے ارادہ کی دھار کو تیز کیا اور کوچ کیا اس حال میں کہ وہ دل کو اپنی لگاموں سے کھینچ رہا تھا ؎ سو مجھے اچھا و بھلا معلوم نہیں ہوا اسکے بعد جو بھی شخص مجھ سے ملا اور نہ ہی مجھے شوق دلایا کسی شخص نے جس نے مجھے اپنے وصال کی طرف ہنکایا۔ اور نہ ہی فضیلت میں اس کا کوئی ہمسر ظاہر ہوا جب سے وہ گیا، اور نہ ہی کوئی ایسا دوست جس نے اُس جیسی خصلتیں جمع کی ہوں۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **"مَفَاوِزُ"** یہ جمع ہے اس کا مفرد **مَفَازَةٌ** ہے بمعنی صحرا و میدان، بیابان۔

"نُزْهَةً" یہ مفرد ہے اس کی جمع **نُزَهٌ** ہے بمعنی تفریح، مصدر **نَزَاهَةً** (سمع کرم) بمعنی پاک دامن ہونا۔

"جَدَحَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **جَدْحًا** (فتح) بمعنی خلط کرنا، گھولنا۔

"اَغْرَا" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **اغراءً** (افعال) بمعنی برانگیختہ کرنا، شوق و رغبت دلانا۔

"اَلْعُرَاقُ" یہ جمع ہے اسکا مفرد **عَرْقٌ** ہے بمعنی وہ ہڈی جس سے گوشت اتار لیا گیا ہو، مصدر (نصر) بمعنی ہڈی سے گوشت اتارنا۔

"مَعَاوِزُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد **مِعْوَزٌ** ہے بمعنی تنگی، **عَوْزًا** (نصر و سمع) بمعنی محتاج ہونا، دشوار ہونا۔

"اَلْاِرْفَاقُ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی نفع دینا، مدد کرنا۔ **"خُفُوْقٌ"** یہ باب نصر و ضرب کا مصدر ہے بمعنی لہلہانا، حرکت کرنا۔

④ دوسرے مقامہ کا خلاصہ:۔ حارث بن ہمام کی عراق کے شہر حلوان میں ابوزید سروجی کے ساتھ یادگار ادبی مجلسیں جمتی رہیں۔ ابوزید کچھ عرصہ بعد عراق سے کوچ کر جاتا ہے اور دونوں کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے۔ حارث اپنے وطن لوٹ آتا ہے۔ ایک دن کتب خانہ میں حاضر ہوتا ہے جہاں ادیبوں کی محفل لگتی ہے ایک صاحب آتے ہیں اور مطالعہ میں مشغول ایک دوسرے آدمی سے پوچھتے ہیں آپ کونسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں؟ وہ کہتا ہے مشہور شاعر ابوعبادہ کی کتاب پڑھ رہا ہوں پوچھتے ہیں اس میں کوئی انوکھا شعر نظر سے گزرا؟ کہتا ہے ہاں اور ابوعبادہ کا وہ شعر سناتا ہے جس میں دانتوں کو اولوں اور موتیوں سے تشبیہ دی گئی ہے، آنے والے صاحب کہتے ہیں یہ کوئی خاص شعر نہیں اور پھر خود دانتوں کی تشبیہات پر مشتمل دو شعر سناتے ہیں، حاضرین اسے پسند کر کے پوچھتے ہیں یہ کس کے شعر ہیں؟ وہ کہتا ہے میرے ہیں۔ حاضرین کو یقین نہیں آتا، اس لئے ایک آدمی داد دمشقی کا ایک شعر سناتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ اگر آپ واقعی شاعر ہیں تو اس طرح پر مزید شعر کہہ دیں وہ صاحب نرالی تشبیہات پر مشتمل چار شعر کہتے ہیں اور حاضرین سے اپنا لوہا منواتے ہیں۔ حارث جب غور سے دیکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے آنے والے شخص ابوزید سروجی ہیں جن سے حلوان میں ان کی ملاقاتیں رہی تھیں۔ اور جن کی ڈاڑھی اب سفید ہو چکی ہوتی ہے اور حالت تبدیل۔ حارث بن ہمام تعجب سے پوچھتا ہے اس قدر جلد یہ تغیر کیسا؟ ابوزید پانچ اشعار میں جواب دے کر کہتے ہیں کہ حوادثِ زمانہ نے مجھے بوڑھا اور متغیر کر دیا ہے۔

⑤ شعر کی ترکیب:۔ **ف** عاطفہ **فصیحہ** **مَا** رَاقَ فعل **نون** وقایہ **کای** ضمیر مفعول بہ **مَنْ** موصولہ **لَاقَ** فعل وفاعل **نون** وقایہ **کای** ضمیر مفعول بہ **بَعْد** مضاف **بُعْدِهٖ** مضاف ومضاف الیہ ملکر مضاف الیہ ہو کر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ ومفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول وصلہ ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ **واؤ** عاطفہ **لَا** نافیہ **شَاقَ** فعل **نون** وقایہ **کای** ضمیر مفعول بہ **مَنْ** موصولہ **سَاقَ** فعل وفاعل **نون** وقایہ **کای** ضمیر مفعول بہ **لام** جارہ **وصاله** مضاف و مضاف الیہ ملکر مجرور، جار و مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ، موصول وصلہ

ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۱ھ

الشق الاوّل..... فَعَاهَدَهُ الشَّيْخُ عَلٰى اِتِّبَاعِ مَشُوْرَتِهٖ، وَالْاِرْتِدَاعِ عَنْ تَلْبِيْسِ صُوْرَتِهٖ، وَ فَصَلَ عَنْ جِهَتِهٖ وَ الْخَتْرُ يَلْمَعُ مِنْ جَبْهَتِهٖ۔ قَالَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ: فَلَمْ اَرَ اَعْجَبَ مِنْهَا فِی تَصَارِيْفِ الْاَسْفَارِ، وَلَاقَرَأْتُ مِثْلَهَا فِی تَصَانِيْفِ الْاَسْفَارِ۔ (مقامہ ۸۔ص ۱۳۵)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔ (درسِ مقامات۔ص ۳۵۷)

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس بوڑھے نے اس قاضی کے مشورے پر چلنے اور دھوکہ دینے کی صورت سے باز رہنے کا عہد کیا اور اس سے وہ علیحدہ ہوگیا اس حال میں کہ مکر وفریب اس کی پیشانی سے چمک رہا تھا۔ حارث بن ہمام کہتا ہے کہ میں نے نہ تو سفر کی گردشوں میں اس سے زیادہ کوئی عجیب قصہ دیکھا اور نہ کتابوں کی تصنیف میں ایسا واقعہ پڑھا۔

③ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی:۔ "فَعَاهَدَ" یہ باب مفاعلہ سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی عہد کرنا۔

"اَلْاِرْتِدَاعُ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی رکنا وباز رہنا۔ "قَرَأْتُ" یہ باب فتح سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پڑھنا۔

"فَصَلَ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی علیحدہ ہونا، جدا ہونا۔

"يَلْمَعُ" یہ باب فتح سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چمکنا اور روشن ہونا۔

"لَمْ اَرَ" یہ باب فتح سے نفی جحد بلم معلوم کا صیغہ ہے بمعنی دیکھنا۔ "تَصَانِيْفُ" یہ تصنیف کی جمع ہے بمعنی مرتب۔

الشق الثانی..... يَا مَنْ تَظَنَّى السَّرَابَ مَاءً ۔۔۔ لَمَّا رَوَيْتُ الَّذِیْ رَوَيْتُ

مَاخِلْتُ اَنْ يَّسْتَسِرَّ مَكْرِیْ ۔۔۔ وَاَنْ يُّخِيْلَ الَّذِیْ عَنَيْتُ

وَاللّٰهِ مَا بَرَّةٌ بِعِرْسِیْ ۔۔۔ وَلَا لِیْ اِبْنٌ بِهٖ اكْتَنَيْتُ

وَاِنَّمَا لِیْ فُنُوْنُ سِحْرٍ ۔۔۔ اَبْدَعْتُ فِيْهَا وَمَا اقْتَدَيْتُ

لَمْ يَحْكِهَا الْاَصْمَعِیُّ فِيْمَا ۔۔۔ حَكٰى وَلَا حَاكَهَا الْكُمَيْتُ

شكل الابيات و ترجمها ۔ حقّق الكلمات المعلمة لغويا وصرفا۔ عرّف الاصمعی و الكميت بايجاز ۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔ (مقامہ:۵)(درسِ مقامات:۲۴۹)

② اشعار کا ترجمہ:۔ اے وہ شخص! جس نے گمان کرلیا چمکتی ریت کو پانی جب روایت کی میں نے وہ چیز جس کی روایت کی میں نے، نہیں خیال کیا میں نے اس بات کا کہ چھپ جائے گا میرا مکر اور یہ کہ مشتبہ ہوجائے گی وہ چیز جو مراد لی میں نے، اللہ کی قسم نہ کوئی برّہ میری دلہن ہے اور نہ کوئی میرا بیٹا ہے کہ جس کے ساتھ میں نے کنیت اختیار کی ہو اور بے شک میرے لئے جادو کے فنون ہیں جن کو میں نے ایجاد کیا ہے اور میں نے کسی کی اقتداء نہیں کی، نہ اصمعی نے ان کو ان واقعات میں حکایت کیا جو اس نے حکایت کئے اور نہ کمیت نے ان کو بُنا ہے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "رَوَيْتُ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نقل کرنا۔

"يَسْتَسِرُّ" یہ باب استفعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی راز چھپانا۔

"يُخِيْلُ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پوشیدہ ہونا۔

"عَنَيْتُ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مراد لینا۔

"اِكْتَنَيْتُ" یہ باب افتعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی کنیت رکھنا۔

0313 6357[illegible]3 maktabazakariyamultan@gmail.com

"اَبْدَعْتُ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی بغیر نمونہ کے چیز پیدا کرنا و بنانا۔

"مَا اِقْتَدَیْتُ" یہ باب افتعال سے منفی ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اقتداء و پیروی کرنا۔

④ اصمعی وکمیت کا تعارف:۔ اصمعی عربی لغت کے شہرہ آفاق امام ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے: عبدالملک بن قریب بن عبدالملک بن علی بن اصمع۔ چوتھی پشت میں ان کے دادا کا نام اصمع ہے، ان ہی کی طرف نسبت کر کے انہیں اصمعی کہتے ہیں۔ ۱۲۲ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۱۶ھ میں بصرہ ہی میں وفات پائی، انتہاء درجہ کا حافظہ تھا، لغت کپے شمار دفتر حفظ تھے۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اصمعی اور امام ابوعبیدہ فضل بن الربیع کے پاس گئے، فضل نے اصمعی سے پوچھا گھوڑے کے متعلق آپ نے کچھ لکھا ہے؟ اصمعی نے کہا ایک کتاب لکھی ہے، پھر ابوعبیدہ سے پوچھا: اس نے کہا میں نے پچاس جلدیں لکھی ہیں، اس پر فضل بن ربیع نے ابوعبید سے کہا تم نے پچاس جلدیں گھوڑے کے متعلق لکھی ہیں، سامنے گھوڑا کھڑا ہے سر سے لیکر پاؤں تک اس گھوڑے کے ایک ایک عضو کا نام ذرا بتا دو، ابوعبیدہ نے کہا یہ میرے بس کی بات نہیں، ہم نے اہلِ عرب سے جیسے سنا محفوظ کر لیا۔ فضل نے اصمعی سے کہا کہ آپ بتائیں، اصمعی اٹھے اور گھوڑے کی پیشانی سے لے کر پاؤں تک ایک ایک عضو کا نہ صرف یہ کہ نام بتاتے رہے بلکہ ساتھ ساتھ اسکے متعلق کہے گئے اشعار بھی سناتے رہے، فضل بن الربیع نے وہ گھوڑا انعام میں اصمعی کو دیدیا۔ ابن خلکان کی روایت میں ہے کہ فضل نے ابوعبیدہ سے پوچھا کہ اصمعی کی اس تفصیل سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ ابوعبیدہ نے کہا بعض میں غلطی کی اور بعض نام صحیح بتائے ہیں، جو صحیح بتائے ہیں وہ تو مجھ سے سیکھے ہیں اور جن میں غلطی کی معلوم نہیں وہ کہاں سے لیے ہیں۔ لکھا ہے کہ ابوعبیدہ کو چھیڑنے کیلئے اصمعی ان کے پاس اسی گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے تھے۔

کمیت: یہ عربی ادب کے مشہور شاعر ہیں، ان کے متعلق ابوعکرمہ کہتے تھے: اگر کمیت کے اشعار نہ ہوتے تو عربی زبان کا کوئی ترجمان نہ ہوتا۔ الاعلام میں لکھا ہے کہ کمیت نے پانچ ہزار سے زائد اشعار کہے ہیں۔ کمیت فطری ذہین وحاضر گو تھے، علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ کمیت ابھی بچے ہی تھے، ایک دن مشہور شاعر فرزدق کے پاس کھڑے ہو کر شعر پڑھنے لگے، فرزدق نے ازراہ تفنن کمیت سے کہا: اے لڑکے! اگر میں تیرا والد ہوتا تو یہ بات تیرے لئے خوشی کا باعث ہوتی؟ کمیت نے کہا اپنے والد کے بدل کی تو میں تمنا نہیں کرتا البتہ اگر آپ میری والدہ ہوتے تو مجھے خوشی ہوتی، یہ مسکت جواب سن کر فرزدق نے کہا کہ اس جیسا واقعہ میرے ساتھ کبھی پیش نہیں آیا۔ کمیت کی شاعری کا اکثر حصہ بنو ہاشم کی مدح اور بنو امیہ کی مذمت کے گرد گھومتا ہے، وہ بنو امیہ کو غاصب کہتے ہیں کہ بنو امیہ نے بنو ہاشم کا حق خلافت غصب کیا ہے، اسکی وجہ سے کمیت کو بڑی تکلیفیں اور قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔ ہشام بن عبد الملک نے انہیں قید کیا مگر وہ جیل سے فرار ہو گئے، کئی سال گمنامی میں گزارے، ہشام نے انہیں گرفتار کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن گرفتار نہ ہو سکے، ایک دن خود ہشام کے دربار میں حاضر ہو کر ہشام کی خدمت میں ایک فصیح خطبہ پڑھا، یہ خطبہ سنتے ہی ہشام کا غصہ ختم ہو گیا، اس نے کمیت کو بڑے انعام واکرام سے نوازا۔ کمیت ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (درس مقامات)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل .....ذهبت يوما الى صديق حميم كنت احبه حبّا جمّا، واضعه منى موضع الروح والقلب، وقد تعلمنا معا، وتساهمنا فى اعمال كثيرة واشغال متنوعة، فذهبت الى داره وناديت باسمه، وقرعت بابه، فاخبرت بانه موجود على سطح بيته الاعلى وقد دعانى اليه فلما سمعت هذا رقيت اليه الدرجات تؤًا، فوصلت اليه، ووجدته يلعب بطيارة رفعها فى الفضاء يرخى عنانها تارة فترتفع وتعلو فى كبد السماء، ويشدها أُخرى فتهبط وتهد أفكان فرحان مسرور بلعبته غيرمبال بمواقع قدميه ولابموقع وقوفه وبما وراء ه وقدنبهته مرارا على ذلك، فكان ينتبه اذا نبهته ثم ينهمك فى لعبه فيغفو۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

درج ذیل عربی جملوں کا اردو میں ترجمہ کیجئے۔ (ص ۳۸۔ مجلس نشریاتِ اسلام)

جواب ..... عربی جملوں کا اردو ترجمہ:۔ میں ایک دن اپنے گہرے دوست کے پاس گیا جس سے مجھے بڑی محبت تھی جسے میں اپنے دل و جان کی جگہ سمجھتا تھا۔ ہم اکٹھے ہی پڑھے تھے، نیز بہت سے کاموں میں اور کئی طرح کے مشاغل میں باہم شریک رہے تھے چنانچہ میں اس کے گھر گیا اور نام لے کر اسے آواز دی اور اس کے دروازے پر دستک دی۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ اپنے مکان کی بالائی چھت پر موجود ہے۔ مجھے بھی اس نے اپنی طرف بلا لیا۔ جب میں نے یہ سنا تو فوری سیڑھیاں چڑھتا ہوا اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کو اس حال میں پایا کہ ایک پتنگ سے کھیل رہا ہے۔ اسے فضاء میں بلند کر رکھا ہے، کبھی اس کی ڈور ڈھیلی کر دیتا ہے تو وہ اوپر کو اٹھتی ہے اور بلند ہو کر فضاءِ آسمان کو چھونے لگتی ہے اور کبھی ڈور کو کھینچ لیتا ہے تو پتنگ نیچے اتر کر سکون پکڑتی ہے اور وہ اپنے کھلونے میں ایسا مست و مگن تھا کہ اسے اپنے پیروں کی جگہ، ٹھہرنے کے موقع اور پیٹھ پیچھے کی کوئی پرواہ نہ تھی میں نے اس غفلت پر اس کو بار بار ٹوکا میرے ٹوکنے پر وہ ہوش میں آجاتا مگر کھیل میں پھر ہوش کھو بیٹھتا اور مدہوش ہو جاتا۔

الشق الثانی ..... النزھۃ پر کم از کم بیس سطروں کا مضمون لکھیں۔

جواب .... **النزهة** .....

كان يوم الجمعة الماضي يوم عطلة في المدرسة فقضينا زملاء الصف الرابع ان نقوم بنزهة فتلاهبنا له وقصدنا الخروج صباح الجمعة فنهضت من فراشي مبكرا، ومن حسن المصادفة ان اليوم كان معتدل الجو صافي السماء فاجتمع الزملاء في بيتي طبقا للوعد ففكرنا اولا في اختيار المحل الممتع لنزهتنا فاستقر رأينا على الخروج الى ضاحية من ضواحي المدينة فهيئنا الزاد من انواع الاطعمة والالوان الفواكه والمشروبات والحوائج اللازمة للسفر ثم بدانا السفر راكبين على الدراجات فمررنا اثناء السفر من بين الحقول الخضرة والمزارع الخصبة نمتع انفسنا ونقر اعيننا بمناظر الفطرة ومظاهر القدرة حتى وصلنا الى ارض مرتفعة في وسط الخضراء فاخترناها للجلوس والطعام فتشاورنا اولا في طبخ الطعام ووليا الرفيقين منا هذا العمل وتوليت نفسي امر الحطب فجئت به من ساعتي من ارض قريبة وتوجه بعض الرفقاء تلقاء الغابة حاملي بنادقهم للاصطياد فاصطادوا بعض الطيور واعطوها الطابخين فنصبت القدور واشعلت النيران تحتها فطبخ الصديقان الطعام واحسنا الطبخ وخلال انطباخ الطعام جلسنا نتبادل الافكار ونتجاذب اطراف الحديث اذ جرت بيننا المباراة الشعرية فقدم كل رفيق ما كان عنده من احسن الشعر واجود البيت و مما استحسنه جميع الشركاء واثنوا على قائله :

ولما رأيت الشيب ايقنت انه ... نذير لجسمي بانهدام بنائه

اذا ابيض مخضر النبات فانه ... دليل على استحصاده وفنائه

وقول ابي الفتح علي بن محمد البستي: اذا مر بي يوم ولم اتخذ يدًا ... ولم استفد علما فما ذاك من عمري

واصدق كلمة لبيد: الا كل شيء ما خلا الله باطل ... وكل نعيم لا محالة زائل

واستمرت هذه الحفلة الى ساعة ونصف وكانت حفلة منشطة سارة لا تنسى ثم اقبلنا على الطعام وقد غلبنا الجوع فتغدينا بشهوة ورغبة وبعد الفراغ قلنا في الهاجرة لساعة تحت الاشجار الظليلة ثم قمنا لصلوة الظهر فصليناها جماعة ثم خرجنا متفرجين متنزهين من بين المزارع والمراعي فحظينا برؤية المناظر البهيجة ونشق الهواء المنعش الصّحّيّ ثم قصدنا العود فركبنا الدراجات وعدنا فكهين مسرورين .

وحقا وجدنا و لمسناحياة في الجسم والعقل لما تزودنا من الهواء الطلق في الاجواء الفسيحة وانما

0313 6377913 maktabazakariyamultan@gmail.com

النزهة لتنشط الرجل وتجعل قواه النائمة خية متحفزة و المؤمن القوى خير من المؤمن الضعيف .

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل .....

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِثَغْرٍ رَاقَ مَبْسِمُهٗ وَرَانَهٗ شَنَبٌ نَاهِيْكَ مِنْ شَنَبِ

يَفْتَرُّ عَنْ لُؤْلُؤٍ رَطْبٍ وَ عَنْ بَرَدٍ وَ عَنْ اَقَاحٍ وَ عَنْ طَلٍّ وَعَنْ حَبَبِ

فَاسْتَجَادَهٗ مَنْ حَضَرَ ، وَاسْتَحْلَاهُ ، وَاسْتَعَادَهٗ مِنْهُ ، وَاسْتَمْلَاهُ ، وَسُئِلَ لِمَنْ هٰذَا الْبَيْتُ ، وَ هَلْ حَيٌّ قَائِلُهٗ اَوْ مَيِّتٌ فَقَالَ: اَيْمُ اللّٰهِ! لَلْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُتَّبَعَ۔ (مقامہ۲۔ص۵۶)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۱۴)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ میرا نفس فدا ہو ایسے دانتوں پر جن کی جائے تبسم خوشگوار ہے اور اسے مزین کیا ہے ایسی چمک نے جو کافی ہے تجھے ہر چمک سے۔ وہ تر و تازہ موتیوں سے اور اولوں سے اور گلِ بابونہ سے کلی سے اور بلبلوں سے مسکراتی ہے۔ حاضرین نے اس کو شیریں جانا اور اس کو اس سے دوبارہ کہلوایا اور اس کی املاء کو طلب کیا اور پوچھا گیا کہ یہ شعر کس کے ہیں اور کیا اس کا کہنے والا زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ تو اس نے کہا اللہ کی قسم البتہ حق زیادہ لائق ہے اس بات کے کہ اس کی اتباع کیا جائے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "رَاقَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی خوشگوار ہونا۔

"فَاسْتَجَادَهٗ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جید و عمدہ سمجھنا۔

"حَضَرَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی حاضر ہونا۔

"اِسْتَحْلَاهُ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی میٹھا سمجھنا۔

"اِسْتَعَارَهُ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی عود کو طلب کرنا (اعادہ کرنا)۔

"اِسْتَمْلَاهُ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی املاء (لکھنا) کو طلب کرنا (لکھوانا) ۔

الشق الثانی .....لٰكِنْ لَا آتِیْ غَيْرَ الْمُوَاتِیْ ،وَلَا اَسِمُ الْعَاتِیْ بِمِرْاعَاتِیْ وَلَا اُصَافِیْ مَنْ يَأْبٰی اِنْصَافِیْ وَلَا اُوَاخِیْ مَنْ يُّلْغِیْ الْاَوَاخِیْ وَلَا اُمَالِیْ مَنْ يُّخَيِّبُ اٰمَالِیْ وَلَا اُبَالِیْ بِمَنْ صَرَمَ حِبَالِیْ وَلَا اُدَارِیْ مَنْ جَهِلَ مِقْدَارِیْ وَلَا اُعْطِیْ زِمَامِیْ مَنْ يُّخْفِرُ ذِمَامِیْ۔ (مقامہ۴۔ص۷۹)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں، چوتھے مقامہ کا خلاصہ لکھیں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۸۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق ④ چوتھے مقامہ کا خلاصہ۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ لیکن میں اپنے موافق کے علاوہ کسی شخص کے پاس نہیں آتا اور نہیں علامت لگاتا میں متکبر پر اپنی مراعات کے ساتھ اور نہیں صفائی کا معاملہ کرتا اُس شخص سے جو انکار کرے میرے انصاف کرنے کا اور نہیں بھائی بناتا میں اُس شخص کو جو بیکار کر دیتا ہے (بھائی چارے کی) رسیوں کو اور نہیں مدد کرتا میں اس شخص کی جو ناکام بنائے میری آرزوؤں کو اور نہیں پرواہ کرتا میں اسکی جو کاٹ ڈالے میری رسیوں کو اور نہیں دلجوئی کرتا میں اس شخص کی جو جاہل ہو میرے مرتبے سے اور نہیں دیتا میں اپنی باگ اس شخص کو جو توڑے میرے عہد کو۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اَلْمُوَاتِیْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُوَاتَاۃً (مفاعلۃ) بمعنی موافقت کرنا۔
"لَا اَسِمُ" صیغہ واحد متکلم بحث نفی مضارع معلوم از مصدر وَسْمًا (ضرب) بمعنی علامت لگانا۔
"لَا اُصَافِیْ" صیغہ واحد متکلم بحث نفی مضارع معلوم از مصدر مُصَافَاۃً (مفاعلۃ) بمعنی خالص محبت کرنا، مجرد صَفْوًا (نصر) بمعنی صاف وخالص ہونا۔ "اَلْعَاتِیْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر عُتُوًّا، عِتِیًّا (نصر) بمعنی تکبر کرنا۔
"صَرَمَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر صَرْمًا (ضرب) بمعنی کاٹنا۔
"یُخْفِرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِخْفَارٌ (افعال) بمعنی وعدہ خلافی کرنا۔
زِمَامٌ: اس کی جمع اَزِمَّۃٌ، ذَمَائِمُ ہے بمعنی عہد وپیمان۔ اَلْاَوَاخِیْ: اس کا مفرد اَخِیَّۃٌ ہے بمعنی جانور باندھنے والی رسی۔

④ چوتھے مقامہ کا خلاصہ:۔ چوتھے مقامہ میں علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے دو آدمیوں کی فصیح گفتگو بیان کی ہے۔ جن کا رویہ اور برتاؤ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ ایک کا برتاؤ اور معاملہ یہ ہے کہ اس نے اچھائی اور دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کا وطیرہ اختیار کیا ہے، وہ ہر برائی کا بدلہ نیکی اور اچھائی سے دیتا ہے جبکہ دوسرے آدمی کا مزاج ترکی بہ ترکی ہے۔ اچھائی کا بدلہ اچھائی کے ساتھ اور برائی کے بدلہ میں برائی ہی اس کا شیوہ ہے، قصہ یہ ہے کہ حارث بن ہمام اپنے چند دوستوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اخیر رات میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ لوگ سوجاتے ہیں تو دو آدمیوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔ حارث بن ہمام کان لگاتے ہیں ایک آدمی دوسرے سے پوچھتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ آپ کے برتاؤ کی کیا نوعیت ہے؟ وہ بڑے فصیح انداز میں جواب دیتا ہے کہ میں برائی کا جواب بھی اچھائی سے دیتا ہوں، وہ اپنی گفتگو ختم کرتا ہے دوسرا کہتا ہے کہ میں تو برابری کا معاملہ کرتا ہوں، اچھائی کا بدلہ اچھائی سے اور برائی کا جواب برائی سے دیتا ہوں۔ گفتگو ختم ہوتی ہے اور صبح ہونے لگتی ہے تو حارث ان کی فصاحت سے بڑا متاثر ہوتا ہے۔ جب ان سے ملتا ہے تو وہاں ابوزید سروجی اور اس کا بیٹا ہوتا ہے دونوں بڑی خستہ حالت میں ہوتے ہیں، اسلئے حارث بن ہمام اصحاب خیر سے ان کیلئے تعاون کرنے کو کہتا ہے اور ہم سفر ان کی خوب مدد کرتے ہیں، لوگوں سے پیسے بٹورنے کے بعد ابوزید حارث بن ہمام سے اجازت لیتا ہے کہ میں قریبی بستی میں غسل کرکے ابھی آتا ہوں، بیٹے کو لے کر رفو چکر ہوجاتا ہے۔ قافلہ سفر کافی انتظار کرتا ہے بالآخر سمجھ جاتا ہے کہ آدمی نے دھوکہ دیا ہے، حارث ابن ہمام اپنا کجاوا کستا ہے تو پالان کی لکڑی پر ابوزید کے تین شعر لکھے ہوئے پاتا ہے۔ جن میں حارث کے احسان اور اپنے فرار کا ذکر ہوتا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... فَضَحِكَ الْقَاضِیْ حَتّٰی هَوَتْ دَنِیَّتُهٗ ، وَ ذَوَتْ سَكِیْنَتُهٗ فَلَمَّا فَاءَ اِلَی الْوَقَارِ وَ عَقَّبَ الْاِسْتِغْفَارَ بِالْاِسْتِغْفَارِ قَالَ: اَللّٰهُمَّ بِحُرْمَةِ عِبَادِكَ الْمُقَرَّبِیْنَ، حَرِّمْ حَبْسِیْ عَلَی الْمُتَأَدِّبِیْنَ ، ثُمَّ قَالَ لِذَالِكَ الْاَمِیْنِ: عَلَیَّ بِهٖ، فَانْطَلَقَ مُجِدًّا فِیْ طَلَبِهٖ، ثُمَّ عَادَ بَعْدَ لَاْیٍ بِهٖ مُخْبِرًا بِنَأْیِهٖ، فَقَالَ لَهُ الْقَاضِیْ: اَمَا اِنَّهٗ لَوْ حَضَرَ لَكُفِیَ الْحَذَرَ۔
عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (مقامہ ۹۔ ص ۱۴۶) (درسِ مقامات۔ ۳۸۳)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس قاضی ہنس پڑا یہاں تک کہ اس کی ٹوپی گر پڑی اور اس کا وقار زائل ہوگیا۔ پھر جب وہ وقار کی طرف لوٹا اور شدتِ ضحک کے پیچھے استغفار کو لایا، تو کہا اے اللہ! اپنے مقرب بندوں کی حرمت کے طفیل ادب والوں پر میرے قید ڈالنے کو حرام کردے۔ پھر اس امین سے کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ اس کی تلاش میں کوشش کرتے ہوئے نکلا، اور کچھ دیر کے بعد اس کی دوری کی خبر دیتے ہوئے لوٹا۔ پس اس کو قاضی نے کہا اگر وہ حاضر ہوتا تو وہ خوف وخطر سے کفایت کیا جاتا۔

③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "عَقَّبَ" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پیچھے لانا، عقب میں لانا۔
"فَضَحِكَ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ہنسنا۔ "فَاءَ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی لوٹنا۔

0313 6337913 maktabazakariyamultan@gmail.com

"هَوَتْ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نیچے گرنا۔ "حَرَّمَ" یہ باب تفعیل سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے بمعنی حرام کرنا۔
"ذَوَتْ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مرجھانا، تازگی کا زائل ہونا۔

الشق الثانی.....وَرَصَّعْتُهٗ فِيْهَا مِنَ الْاَمْثَالِ الْعَرَبِيَّةِ وَاللَّطَائِفِ الْاَدَبِيَّةِ وَالْاَحَاجِي النَّحْوِيَّةِ وَالْفَتَاوَى اللُّغَوِيَّةِ وَالرَّسَائِلِ الْمُبْتَكِرَةِ وَالْخُطَبِ الْمُحَبَّرَةِ وَالْمَوَاعِظِ الْمُبْكِيَةِ وَالْاَضَاحِيكِ الْمُلْهِيَةِ مِمَّا اَمْلَيْتُ جَمِيْعَهٗ عَلٰى لِسَانِ اَبِيْ زَيْدٍ السُّرُوْجِيِّ وَاسْتَنَدْتُ رِوَايَتَهٗ اِلَى الْحَارِثِ بْنِ هَمَّامٍ الْبَصْرِيِّ (مقدمہ:۲۱)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق ذکر کریں، ابوزید سروجی اور حارث بن ہمام کا مختصر تعارف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) ابوزید سروجی اور حارث بن ہمام کا تعارف۔ (درسِ مقامات۔ص ۴۱)

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جڑ دی میں نے ان میں عربی کہاوتیں، ادبی لطیفے، نحوی پہیلیاں، لغوی فتاوی، نرالے رسالے، مزین خطبے، رلا دینے والی نصیحتیں اور غافل کر دینے والی ہنسی کی باتیں۔ اس قسم میں سے کہ میں نے ان تمام کو ابوزید سروجی کی زبان سے املاء کروایا اور اس کی روایت کو حارث بن ہمام بصری کی طرف منسوب کیا۔

③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:۔ "رَصَّعْتُهٗ" یہ ترصیع (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ ہے بمعنی کسی چیز کو جوڑنا، ملانا اور ٹانکنا۔
"اَلْاَمْثَالُ" یہ مثل کی جمع ہے بمعنی مثل وقولِ مشہور۔ "اَلْمُبْتَكِرَةُ" یہ اِبْتِكَارٌ (افتعال) سے اسم فاعل ہے بمعنی ایجاد کرنا۔
"اَللَّطَائِفُ" یہ لطیفہ کی جمع ہے بمعنی عجیب اور عمدہ بات، اور وہ نکتہ جس کے بیان سے نفس میں خوشی ہو۔
"اَلْاَحَاجِيُّ" یہ اُحْجِيَّةٌ کی جمع ہے بمعنی چیستان و پہیلی۔ "اَلْخُطَبُ" یہ خُطْبَةٌ کی جمع ہے بمعنی خطاب۔
"اَلْمُحَبَّرَةُ" یہ تَحْبِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول ہے بمعنی مزین کرنا۔
"اَلْاَضَاحِيكُ" یہ اُضْحُوْكَةٌ کی جمع ہے بمعنی لطیفہ، خوشی والی بات، ہنسی۔
"اَلْمُلْهِيَةُ" یہ "الهاء" (افعال) مصدر سے اسم فاعل ہے بمعنی مشغول کرنا۔

④ ابوزید سروجی اور حارث بن ہمام کا تعارف:۔ علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے مقامات میں دو آدمیوں کو مستقل ذکر کیا ہے کہ ایک قصہ کا راوی اور حکایت کرنے والا اور دوسرا قصہ کا ہیرو اور مرکزی کردار، قصہ کے راوی کا نام حارث بن ہمام ہے، حارث کے معنی کھیتی کرنیوالا، کسب کرنیوالا اور ہمام کے معنی اپنے کاموں کی طرف توجہ دینے والا اور ظاہر ہے اس دنیا میں ہر آدمی حارث بھی ہے اور ہمام بھی، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الجامع الصغیر میں یہ حدیث نقل کی ہے اصدق الاسماء حارث وهمام یعنی حارث اور ہمام سچے نام ہیں اس بناء پر راوی کا نام علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے حارث بن ہمام رکھا ہیرو اور مرکزی کردار کا نام ابوزید سروجی رکھا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک فرضی نام ہے مسجد بنی حرام میں جس شخص نے خطبہ دیا اور تقریر کی تھی حریری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے اس کا نام ابوزید سروجی رکھ دیا اور بعضوں کا کہنا ہے کہ یہ علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے زمانے کے ایک ادیب مطہر بن سلام کی کنیت ہے حریری نے اس کو اپنے مقامات کا مرکزی کردار قرار دیا ہے علامہ قفطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب انباہ الرواۃ میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن پہلی بات دل کو زیادہ لگتی ہے کہ یہ فرضی نام ہے جس طرح حارث بن ہمام فرضی نام ہے۔

0313 6357913 maktabakarimia@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل.....درج ذیل جملوں کا اردو میں ترجمہ کریں۔

الكهرباء تسير الترام الذى ينتشر فى المدينه كالشرايين فى الجسم، فيربط بين انحائها، ويقرب اجزائها، ويصلها بضواحيها التى لولاه لم نبلغها الا بالمشقة والتعب، فتسهل اعمالنا، لأ ننانصل الى

غایاتنا فی اقرب زمن، وتروج التجارة اذ تقتصر بفضله المسافات ، ویتوفربه الوقت، وهی تدیر الألات التی تخرج النسیج والتی لم تکن تدار الا بایدی الأقویاء مناقبل اکتشافها ۔(ص۱۹۔مجلس نشریاتِ اسلام)

جواب .....مذکورہ عربی جملوں کا اردو میں ترجمہ:۔ اور وہ بجلی اس ٹرام کو چلاتی ہے جو شہروں میں ایسے پھیلی ہوئی ہے جیسے رگیں جسم میں، وہ شہر کے اطراف کو باہم ملاتی اور اس کے اجزاء کو ایک دوسرے سے قریب کرتی اور شہر کو نواحی علاقوں سے ملاتی ہے جن تک ٹرام نہ ہونے کی صورت میں مشقت وزحمت جھیلے بغیر ہم نہ پہنچ سکتے تو (ٹرام کی بدولت) ہمارے کام آسان ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ہم بہت جلد اپنے مقاصد تک پہنچ جاتے ہیں اور تجارت کی ترقی ہوتی ہے اس لئے کہ ٹرام کی بدولت فاصلے مختصر ہو جاتے ہیں اور اس کے ذریعے وقت کی بچت ہوتی ہے اور بجلی کپڑا بننے والی مشینوں کو چلاتی ہے۔ اور ایسی مشینوں کو بھی جو بجلی کی دریافت سے پہلے قوی ہیکل لوگوں کے ہاتھوں سے ہی چل سکتی تھی۔

الشق الثانی .....درج ذیل عنوان پر دس سطروں میں مضمون لکھیں: السفر بالقطار۔

جواب ..... **السفر بالقطار** .....

انا لا احب الاسفار واکره الخروج من بیتی بالطبع الا لحاجة شدیدة ففی الشهر السالف اکرهنی بعض اقاربی ان اسافر الیهم للشرکة فی حفلة زواج وهم یسکنون فی کراتشی منذ زمن طویل فوافقتهم علی مضض وتهیات للسفر قبل ایام فحجزت المقعد فی القطار و اعددت الحوائج المطلوبة من الامتعة والزاد ففی مساء الارتحال توجهت الی المحطة متشوشا متفکرا فبلغت المحطة قبل مجیئی القطار بنصف ساعة وبدات اتمشی علی الرصیف منتظرا للقطار ودق الجرس حین حان موعد القطار فاستعد الرکاب وبدات الحرکة علی الرصیف فجاء القطار و وقف علی الرصیف بضع دقائق و کان المنظر ملحوظا فبعض الناس ینزلون وبعضهم یرکبون والحمالون یصیحون ویحرون فرکبت بسم الله ووصلت الی مقعدی بشق النفس لان القطار کان قطار رکاب غاصا بالمسافرین وجو العربة کان غیر ملائم لی لان رفقة السفر کلهم قوم منکرون فبعضهم یدخنون السیجارة و بعضهم یخوضون فی حدیث فارغ واخرون قائمون سدوا الطریق لضیق المکان فضجرت من هذه الفعلات وضاق بها صدری و مما اسیت علیه غایة الاسا ان ثلث صلوات ادرکتنا فی القطار لکن لم ینهض للصلوة الا ثلثة رجال او اربعة من جمیع العربة فالی الله المشتکی وبالجملة ترک هذا السفر اثرا سیئا فی نفسی ففی الساعة الثامنة صباحا وصلت الی محطتی فنزلت شاکرا لله ، وانطلقت الی منزلی راکبا عربة الخیل و لا انسی انطباعات السفر فتلقیت منه دروسا معظمها انه لا ینبغی للانسان ان یسافر وحده بل یطلب الرفیق قبل الطریق وانه لا بد من حجز المقعد لکل من یرید ان یحفظ من وعثاء سفر القطار۔

وفی الختام یجب من ادخال التحسینات فی مصلحة السکة الحدیدیة لتقل متاعب السفر وتنحل مشاکل المسافرین وقد صح ما قیل: ان السفر قطعة من السقر ۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤۳۳ھ

الشق الاوّل .....فَقَالَ اَتَقَلَّبُ فِی الْحَالَیْنِ بُؤْسٍ وَرُخَاءٍ وَاَنْقَلِبُ مَعَ الرِّیْحَیْنِ زَعْزَعٍ وَرُخَاءٍ فَقُلْتُ کَیْفَ اِدَّعَیْتَ الْقَوْلَ وَمَامِثْلُکَ مَنْ هَزَلَ فَاسْتَسَرَّ بِشْرُهُ الَّذِیْ کَانَ تَجَلّٰی ثُمَّ اَنْشَدَ حِیْنَ وَلّٰی۔

تَعَارَجْتُ لَارَغْبَةً فِی الْعَرَجِ وَلٰکِنْ لِأُقْرَعَ بَابَ الْفَرَجْ

وَاُلْقِیَ حَبْلِیْ عَلٰی غَارِبِیْ وَاَسْلُكُ مَسْلَكَ مَنْ قَدْ مَرَجْ
فَاِنْ لَامَنِی الْقَوْمُ فَقُلْتُ اعْذِرُوْا فَلَیْسَ عَلٰی اَعْرَجٍ مِنْ حَرَجْ (مقامہ:۳)

عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب کریں۔ (درسِ مقامات۔ص ۱۶۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) آخری شعر کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس اس نے کہا میں دو حالتوں میں تبدیل ہوتا رہتا ہوں کبھی سختی میں اور کبھی فراخی میں اور دو قسم کی ہواؤں کے ساتھ یعنی آندھی اور نرم ہوا کے ساتھ پھرتا رہتا ہوں۔ میں نے کہا، تو نے سست لنگڑے پن کا کیسے دعویٰ کیا، تجھ جیسا تو کوئی مسخرا ہی نہیں۔ اس کا کھلا ہوا چہرہ کملا (شرما) گیا۔ پھر اس نے جاتے وقت یہ شعر پڑھے: بہ تکلف لنگڑا بنا میں نہ از روئے رغبت کے لنگڑے پن میں اور لیکن تا کہ کھٹکھٹاؤں میں کشادگی کے دروازے کو اور تا کہ ڈالوں میں اپنی رسّی کو اپنی گردن پر اور چلوں اس شخص کے راستے پر جس نے خلط ملط کر دیا، پس اگر ملامت کرے گی مجھ کو قوم تو کہوں گا میں کہ معذور رکھو مجھے کیونکہ لنگڑے پر کوئی حرج نہیں۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "بُؤْسٌ" بمعنی تنگی وفقر وفاقہ مصدر (سمع) بمعنی حاجت مند ہونا۔
"رُخَاءٌ" بمعنی وسعت وکشادگی، مصدر (سمع) وسعت وکشادگی والا ہونا، خوش عیش ہونا۔
"زَعْزَعٌ" بمعنی آندھی، طوفان، مصدر زَعْزَعَةً (فعللۃ) بمعنی سخت حرکت دینا۔
"اَلْقَزَلُ" بمعنی لنگڑا پن، مصدر (ضرب) بمعنی کودنا، لنگڑے کی چال چلنا۔
"هَزَلَ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی ہنسی مذاق کرنا، ٹھٹھا و تمسخر کرنا، بیہودہ گوئی۔
"فَاسْتَسَرَّ" یہ باب استفعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پوشیدگی طلب کرنا، بہت آہستہ بات کرنا۔
"وَلّٰی" باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پیٹھ پھیرنا۔ "حَبْلِیْ" مفرد ہے اسکی جمع حِبَالٌ حُبُلٌ ہے بمعنی رسی۔
"مَرَجَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ملانا، خلط کرنا۔

④ آخری شعر کی ترکیب:۔ **فاء** تفریعیہ **ان** شرطیہ **لَامَ** فعل **نون** وقایہ **یاء** ضمیر مفعول بہ **القوم** فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط، **قُلْتُ** فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول، **اِعْذِرُوْا** فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا، قول اپنے مقولہ سے مل کر جزاء، شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ شرطیہ ہوا، **فاء** تعلیلیہ **لیس** فعل ناقص **علی اعرج** جار مجرور مل کر ثابت کے متعلق ہو کر **لیس** کا اسم، **من حرج** جار مجرور مل کر ثابت کے متعلق ہو کر **لیس** کی خبر **لیس** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر تعلیل ہوئی۔

الشق الثانی.....**فَقَالَ اَرْعَی الْجَارَ وَ لَوْ جَارَ وَاَبْذُلُ الْوِصَالَ لِمَنْ صَالَ وَاَحْتَمِلُ الْخَلِیْطَ وَلَوْ اَبْدَی التَّخْلِیْطَ وَاَوَدُّ الْحَمِیْمَ وَلَوْ جَرَّعَنِی الْحَمِیْمَ وَاُفَضِّلُ الشَّفِیْقَ عَلَی الشَّقِیْقِ وَاُفِیْ لِلْعَشِیْرِ وَاِنْ لَّمْ یُکَافِئْ بِالْعَشِیْرِ وَاَسْتَقِلُّ الْجَزِیْلَ لِلنَّزِیْلِ وَاَغْمُرُ الرَّمِیْلَ بِالْجَمِیْلِ۔** (مقامہ۴۔ص۷۷)

درج بالا عبارت کا سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۷۸)

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ پس وہ کہنے لگا میں اپنے پڑوسی کی رعایت کرتا ہوں اگر چہ وہ ظلم کرے اور میں اس شخص کو بھی وصال (محبت) عطا کرتا ہوں جو مجھ پر حملہ کرے، اور میں ساتھی کو برداشت کرتا ہوں اگر چہ وہ گڑبڑ ظاہر کرے اور دوست سے محبت کرتا ہوں اگر چہ وہ مجھے گرم پانی گھونٹ گھونٹ کر پلائے اور میں دوست کو فضیلت وترجیح دیتا ہوں حقیقی بھائی پر اور میں پورا حق دیتا ہوں معاشرت اختیار کرنے والے کو اگر چہ وہ مجھے دسواں حصہ بھی نہ دے اور قلیل سمجھتا ہوں میں کثیر کو مہمان کیلئے اور ڈھانپ لیتا ہوں میں رفیقِ سفر کو عطایا کے ساتھ۔

0312 6357913 maktabazakriyamultan@gmail.com

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی اور صرفی تحقیق:۔ "اَرْعٰی" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر رِعَایَۃً (فتح) بمعنی رعایت کرنا۔ "جَارَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر جَوْرًا (نصر) بمعنی ظلم کرنا۔
"اَبْذُلُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر بَذْلًا (نصر) بمعنی خرچ کرنا۔
"صَالَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر صَوْلًا و صَوْلَۃً (نصر) بمعنی حملہ کرنا۔
"اَلْخَلِیْطُ" صیغۂ صفت ہے اسکی جمع خُلُطٌ ، خُلَطَاءٌ ہے بمعنی خلط ملط رکھنے والا، شریک، مصدر (ضرب) بمعنی خلط کرنا۔
"اَلتَّخْلِیْطُ" یہ باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی ملانا۔ "اَلْعَشِیْرُ" مفرد ہے اس کی جمع اَعْشِرَاءُ ہے بمعنی دسواں حصہ۔
"اَلْحَمِیْم" یہ مفرد ہے اس کی جمع حِمَّاءٌ ہے بمعنی گہرا و مخلص دوست، اگر اس کی جمع حَمَائِمُ ہو تو بمعنی گرم کھولتا ہوا پانی۔
"جَرَّعَنِی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر تَجْرِیْعٌ (تفعیل) بمعنی گھونٹ گھونٹ کر کے پلانا۔
"اَغْمُرُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر غَمْرًا (نصر) بمعنی ڈھانپنا۔
"اَلشَّقِیْق" بمعنی ٹکڑا، آدھا، سگا بھائی، مصدر شَقًّا (نصر) بمعنی چیرنا، پھاڑنا، ٹکڑے کرنا۔
"اَلْعَشِیْرُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع عُشَرَاءُ ہے بمعنی ساتھ رہنے والا، معاشرت اختیار کرنے والا۔
"اَسْتَقِلُّ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر استقلال (استفعال) بمعنی کم و قلیل سمجھنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... وَالسَّمْحُ یُغْذِیْ وَالْمَحِكُ یُقْذِیْ وَالْعَطَاءُ یُنْجِیْ وَالْمِطَالُ یُسْجِیْ وَالدُّعَاءُ یَقِیْ وَالْمَدْحُ یُنَقِّیْ وَالْحُرُّ یَجْزِیْ وَالْاِلْطَاطُ یُخْزِیْ وَاطِّرَاحُ ذِی الْحُرْمَۃِ غَثٌّ وَمَحْرَمَۃٌ بَنِی الْاَمَالِ بَغْیٌ وَمَاضِیْ الْاَغْبِیْنُ وَلَاغْبِنَ اِلَّا ضَنِیْنٌ وَلَاخَزَنَ اِلَّا شَقِیٌّ وَلَاقَبْضَ رَاحَۃَ تَقِیٌّ وَمَا فَتِیٌّ وَعْدُكَ یَفِیْ وَآرَاؤُكَ تَشْفِیْ وَهِلَالُكَ یُضِیْ وَ حِلْمُكَ یُغْضِیْ وَآلَاؤُكَ تُغْنِیْ وَاَعْدَاؤُكَ تُثْنِیْ وَحُسَامُكَ یُفْنِیْ ۔(مقامہ ۶۔ص ۱۱۰)

عبارت کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں اور یہ بتائیں کہ یہ عبارت کس مقدمہ کی ہے؟ (درسِ مقامات۔۲۸۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) مقامہ کی تعیین۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور سخی آدمی غذا دیتا ہے اور بخیل آنکھوں میں دھول ڈالتا ہے اور بخشش نجات دلاتی ہے، اور ٹالنا غمگین کرتا ہے اور دعاء شرم سے بچاتی ہے اور تعریف پاک وصاف کر دیتی ہے، اور شریف آدمی اچھا بدلہ دیتا ہے اور حق سے انکار کرنا رسوا کر دیتا ہے اور صاحبِ عزت کو دور پھینکنا گمراہی ہے اور امیدواروں کو محروم کرنا ظلم اور سرکشی ہے اور سوائے بے وقوفوں کے کوئی بخل نہیں کرتا اور سوائے بخیل کے کوئی دھوکہ نہیں دیا جاتا۔ بدبخت کے علاوہ کوئی خزانہ جمع نہیں رکھتا اور نیک پرہیز گار کبھی اپنی مٹھی بند نہیں کرتا، آپ کا وعدہ ہمیشہ وفا ہوتا ہے، آپ کی آراء شفاء بخشتی ہیں، آپ کا چاند روشن رہتا ہے، آپ کا حلم چشم پوشی کرتا ہے، آپ کی نعمتیں غنی بناتی ہیں، آپ کے دشمن بھی (آپ کی) تعریف کرتے ہیں، آپ کی تیز تلوار فناء کر دیتی ہے۔

③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:۔ "اَلسَّمْحُ" بمعنی جواں مرد سخی جو کھانا کھلائے یا دے۔
"اَلْمَحِكُ" بمعنی بخیل اور کنجوس (فتح وسمع) بمعنی گفتگو میں جھگڑنا۔ "یُقْذِیْ" یہ اِقْذَاءٌ (افعال) سے مضارع ہے بمعنی تنکا نکالنا یا ڈالنا۔
"اَلْمِطَالُ" مصدر (مفاعلہ) مجرد مَطْلًا (نصر) بمعنی ٹال مٹول کرنا، تاخیر کرنا۔
"یُنَقِّیْ" یہ اِنْقَاءٌ (افعال) سے مضارع ہے بمعنی پاک کرنا۔ "اِطِّرَاحٌ" باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی پھینکنا و دور کرنا۔

"غَیٌّ" بمعنی گمراہی۔مصدر غَیًّا (ضرب) غَوَایَۃً (سمع) بمعنی گمراہ ہونا، مجرم ہونا۔
"مَحْرَمَۃٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع مَحَارِمُ ہے بمعنی وہ چیز جس کی حرمت وعزت واجب ہو۔
"بَغْیٌ" بمعنی زیادتی وظلم۔مصدر بَغْیًا و بَغَاوَۃً (ضرب) بمعنی طلب کرنا، نافرمانی کرنا، ظلم وزیادتی کرنا۔
"ضَنَّ" (نصر) سے ماضی ہے بمعنی بخل کرنا، ضَنِیْنٌ بمعنی بخیل۔"خَزَنَ" خَزْنَۃً (نصر) سے ماضی ہے بمعنی مال کا جمع کرنا۔
"تَشْفِیْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر شِفَاءً (ضرب) بمعنی شفاء وتندرستی دینا۔
"حِلْمٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَحْلَامٌ ہے بمعنی عقل ودانائی۔مصدر حِلْمًا (کرم) بمعنی بُردبار ہونا۔
"یُغْضِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اِغْضَاءً (افعال) بمعنی چشم پوشی کرنا۔
"حُسَّامٌ" بمعنی کاٹنے والی تیز تلوار۔مصدر حَسْمًا (ضرب) بمعنی کاٹنا، جڑ سے اُکھاڑنا، رگ کاٹ کر اُس پر داغ لگانا۔

④ مقامہ کی تعیین:۔ اس عبارت کا تعلق المقامة السادسه المراغية سے ہے۔

الشق الثانی.....فَاَشَارَ مَنْ اِشَارَتُہٗ حُکْمٌ وَ طَاعَتُہٗ غُنْمٌ اِلٰی اَنْ اُنْشِیءَ مَقَامَاتٍ اَتْلُوْفِیْھَا تِلْوَ الْبَدِیْعِ وَاِنْ لَمْ یُدْرِکِ الظَّالِعُ شَاْوَ الضَّلِیْعِ فَذَاکَرْتُہٗ بِمَا قِیْلَ فِیْمَنْ اَلَّفَ بَیْنَ کَلِمَتَیْنِ وَ نَظَمَ بَیْتًا اَوْ بَیْتَیْنِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ فذاکرته بما قیل میں ما قیل سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) ما قیل کی مراد۔ (مقدمہ:۱۹)(درسِ مقامات:۳۴)

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ چنانچہ اس شخص نے (مجھے) اشارہ کیا جس کا اشارہ حکم (کا درجہ رکھتا) ہے اور جس کی فرمانبرداری غنیمت ہے اس بات کی طرف کہ میں مقامات لکھوں۔اس میں علامہ بدیع الزمان کی پیروی کروں۔اگرچہ لنگڑا بیل قوی گھوڑے کی رفتار کو نہیں پاسکتا تو میں نے انہیں وہ بات یاد دلائی جو اس شخص کے بارے میں کہی گئی ہے جس نے دو کلمے تالیف کئے ہوں یا ایک دو شعر نظم کئے ہوں۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "حُکْمٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی امر وحکم کرنا۔
"غُنْمٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع غُنُوْمٌ ہے بمعنی غنیمت، بغیر محنت ومشقت کے چیز کا حاصل ہونا۔
"اَلظَّالِعُ" یہ باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی لنگڑا کر چلنا۔"شَاْوًا" بمعنی مدت وغایت، اور مصدر (نصر) بمعنی آگے بڑھنا۔
"اَلضَّلِیْعُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع ضُلَّعٌ ہے بمعنی قوی، ضَلَاعَۃً مصدر (کرم) بمعنی قوی ہونا۔
"فَذَاکَرْتُہٗ" یہ مذاکرۃً (مفاعلہ) مصدر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مذاکرہ کرنا، ایک دوسرے کو یاد دلانا۔
"نَظَمَ" نَظْمًا (ضرب) مصدر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پرونا، شعر بنانا۔

④ ما قیل کی مراد:۔ مذکورہ مقولہ کے بارے میں ایک قول ابوعمرو بن العلاء کا ہے کہ آدمی لوگوں کے افواہ سے اس وقت تک محفوظ رہتا ہے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لکھ دے یا کوئی شعر نہ کہہ دے۔دوسرا قول عتابی کا مشہور ہے کہ جب آدمی کوئی کتاب لکھ لیتا ہے تو وہ مدح وذم کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیتا ہے آگے کتاب اچھی ہوگی تو حسد کا نشانہ بنے گا بری ہوگی تو مذمت کا ہدف بنے گا۔

0313 6357911 maktabazaryvsultan@gmail.com

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل.....فَدَخَلَ ذُوْلِحْیَۃٍ کَثَّۃٍ وَھَیْئَۃٍ رَثَّۃٍ فَسَلَّمَ عَلَی الْجُلَّاسِ وَجَلَسَ فِیْ اُخْرَیَاتِ النَّاسِ ثُمَّ اَخَذَ یُبْدِیْ مَافِیْ وِطَابِہٖ وَیُعْجِبُ الْحَاضِرِیْنَ بِفَصْلِ خِطَابِہٖ فَقَالَ لِمَنْ یَّلِیْہِ مَاالْکِتَابُ الَّذِیْ تَنْظُرُ

فِيْهِ؟فَقَالَ: دِيْوَانُ اَبِیْ عُبَادَةَ اَلْمَشْهُوْدُ لَهٗ بِالْاِجَادَةِ فَقَالَ حَلَّ عَثَرْتَ لَهٗ فِيْمَا لَمَحْتَهٗ عَلٰى بَدِيْعِ اِسْتَمْلَحْتَهٗ فَقَالَ نَعَمْ قَوْلُهٗ (كَاَنَّمَا يَبْسِمُ عَنْ لُؤْلُؤٍ.....) (مقامہ۲۔ص۵۴) (درسِ مقامات۔ص۱۰۸)

عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، شعر کو مکمل کر کے اسکی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) شعر کی تکمیل (۵) شعر کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ تو داخل ہوا ایک گھنی داڑھی والا اور پراگندہ شکل والا پس سلام کیا بیٹھنے والوں پر اور بیٹھ گیا لوگوں کی پچھلی جماعتوں میں پھر شروع ہوا ظاہر کرتے ہوئے اس چیز کو جو اس کے مشکیزوں میں تھی اور تعجب میں ڈالتے ہوئے حاضرین کو اپنے فصل خطاب کے ساتھ پھر کہا اس شخص کو جو متصل تھا اسکے کہ کیا ہے وہ کتاب کہ نظر کر رہا ہے تو اس میں پس کہا اس نے کہ ایسے ابوعبادہ کا دیوان ہے کہ جسکی عمدگی کی شہادت دی گئی ہے، پس کہا اس نے کیا تو مطلع ہوا ہے اس حصہ میں جو تو نے دیکھا ہے کسی ایسی بات پر جس کو تو نے عمدہ سمجھا ہو؟ اس نے کہا جی ہاں وہ اسکا قول **كانما يبسم عن لؤلؤ الخ** ہے گویا کہ وہ مسکراتا ہے تہہ بہ تہہ موتی سے یا اولے سے یا گلِ بابونہ سے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْاِجَادَةُ" بمعنی عمدگی و بہتری، مصدر (افعال) بمعنی عمدہ و بہتر ہونا، جید ہونا۔

"كَثَّةٍ" یہ مفرد ہے اس کی جمع كِثَاثٌ ہے بمعنی گھنی، مصدر كَثَثًا و كَثَاثَةً (سمع) بمعنی گھنا ہونا۔

"رَثَّةٍ" یہ مفرد ہے اس کی جمع رِثَّاتٌ ہے بمعنی بوسیدہ، مصدر رَثًّا (ضرب) بمعنی بوسیدہ ہونا۔

"جُلَّاسٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد جَالِسٌ (اسم فاعل) ہے از مصدر جُلُوسًا (ضرب) بمعنی بیٹھنا۔

"اُخْرَيَاتٌ" جمع ہے اسکا مفرد اُخْرٰى ہے بمعنی پیچھے کے اطراف۔ "وِطَابِهٖ" یہ جمع ہے اسکا مفرد وَطَبٌ ہے بمعنی مشکیزہ۔

"يَلِيْهِ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر وَلْيًا (ضرب) بمعنی قریب ہونا۔

"عَثَرْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر عَثْرًا و عُثُوْرًا (نصر) بمعنی مطلع ہونا۔

"لَمَحْتَهٗ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر لَمْحًا (فتح) بمعنی جلدی سے دیکھنا۔

"اِسْتَمْلَحْتَهٗ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِمْلَاحٌ (استفعال) بمعنی عمدہ پانا، عمدہ سمجھنا۔

④ شعر کی تکمیل:۔ **كَاَنَّمَا يَبْسِمُ عَنْ لُؤْلُؤٍ۔ مُنَضَّدٍ اَوْ بَرَدٍ اَوْ اَقَاحٍ۔**

(ترجمہ) گویا کہ وہ مسکراتا ہے تہہ بہ تہہ موتی سے یا اولے سے یا گلِ بابونہ سے۔

⑤ شعر کی ترکیب:۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ما کافہ **يبسم** فعل وفاعل **عن** جارہ **لؤلؤ** موصوف **منضد او برد او اقاح** یہ سب معطوف علیہ ومعطوف ملکر صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی .....**فقال له يا هذا ان البغاث بارضنا لايستنسر والتمييز عندنا بين الفضة والقضة متيسّر و قل من استهدف للنضال فخلص من الداء العضال او استثار نقع الامتحان فلم يقذ بالامتهان فلا تعرض عرضك للمفاضح ولا تعرض عن نصاحة الناصح۔** (مقامہ۶۔۱۰۵) (درسِ مقامات:۲۷۱)

عبارت کا ترجمہ وخط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ **ان البغاث بارضنا لا يستنسر** کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) **ان البغاث بارضنا لايستنسر** کا مطلب۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ صدر دیوان نے اس سے کہا ارے! ہماری زمین میں چھوٹے پرندے گدھ (کی طرح قوی

اور تیز) نہیں بن سکتے اور ہمارے ہاں چاندی اور کنکر میں تمیز بڑی آسان ہے اور وہ لوگ بہت کم ہیں جو تیر اندازی کا نشانہ بنیں اور پھر وہ لاعلاج بیماری سے خلاصی پالیں یا امتحان کا غبار اڑائیں اور ذلت کا تنکا ان کی آنکھ میں نہ پڑے۔ لہٰذا تو اپنی عزت کو رسوائیوں کیلئے پیش نہ کر اور نصیحت کرنے والے کی نصیحت سے اعراض نہ کر۔

② الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْبُغَاثُ" یہ پرندہ کا نام ہے جو خاکی رنگ، لمبی گردن والا ہے اور آہستہ اڑتا اور گدھ سے چھوٹا ہے۔ "اَلْقِضَّةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع قَضَضٌ ہے بمعنی چھوٹی کنکری۔

"لَایَسْتَنْسِرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث منفی مضارع معلوم از مصدر استنسار (استفعال) ای لا یصیر نسرا۔

"اَلْعُضَالُ" بمعنی لاعلاج وسخت بیماری، مصدر عَضْلًا (نصر) بمعنی دشوار ہونا۔

"اِسْتَثَارَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِثَارًا (استفعال) بمعنی غبار اڑانا۔

"نَقْعٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع نُقُوْعٌ، نِقَاعٌ ہے بمعنی غبار۔ "اَلْاِمْتِهَانُ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی ذلیل وحقیر ہونا۔

"لَمْ یَقْذِ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم معلوم از مصدر قَذًی، قَذْیَانًا (سمع) بمعنی آنکھ میں تنکا پڑنا۔

"لِلْمَفَاضِحِ" جمع ہے اسکا مفرد مِفْضَحٌ ہے بمعنی رسوائی والا کام۔ "نَصَاحَةً" باب فتح کا مصدر ہے بمعنی نصیحت کرنا و مخلص ہونا۔

③ ان البغاث بارضنا لایستنسر کا مطلب:۔ مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہاں کمزور پرندہ گدھ کی طرح قوی و طاقتور نہیں ہوسکتا بلکہ جس کی جتنی حیثیت ہو وہ اتنی ہی رہتی ہے (الحاصل جاہل آدمی ہماری مجلس میں عالم شمار نہیں ہوسکتا)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل.....وما کنت لاصل الیه الا بتخطی رقاب الجمع المنهی عنه فی الشرع و عفت ان یتأذی بی قوم او یسری الیّ لوم فسدکت بمکانی وجعلت شخصه قید عیانی الی ان انقضت الخطبة وحقت الوثبة فخففت الیه وتوسمته علی التحام جفنیه فاذا لمعیتی لمعیة ابن عباس وفراستی فراسة ایاس۔

ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، فراستِ ایاس کا کوئی ایک واقعہ ذکر کریں۔ (مقامہ ۷۔ ص ۱۲۴) (درسِ مقامات: ۳۱۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۳) فراستِ ایاس کا واقعہ۔

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور مَیں اُس تک نہیں پہنچ سکتا تھا مگر مجمع کی گردنوں کو پھلانگ کر جو کہ شریعت میں ممنوع ہے اور مَیں نے ناپسند کیا کہ قوم کو میری وجہ سے تکلیف ہو یا لوگوں کی ملامت میری طرف سرایت کرے پس مَیں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا اور مَیں نے اُس کی شخصیت کو اپنے مشاہدہ کی قید بنائے رکھا یہاں تک کہ خطبہ ختم ہوگیا اور کودنا جائز ہوگیا تو میں تیزی سے اُس کی طرف جانے لگا اور میں نے اُس کی دونوں پلکوں کے جوڑ پر غور کیا تو میری ذکاوت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ذکاوت کی طرح اور میری فراست قاضی ایاسؒ کی فراست جیسی رہی۔

② کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "عِفْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر عِیَافَةً (سمع، اجوف) بمعنی ناپسند کرنا۔

"یَسْرِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر سُرًی و مَسْرًی (ضرب، ناقص) بمعنی رات کو چلنا۔

"اَلْوَثْبَةُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی اٹھنا و کودنا۔ "اَلْمَعِیَّةُ" یہ اسم ہے بمعنیٰ ذکاوت وذہانت، عقل مندی۔

"تَوَسَّمْتُهُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر تَوَسُّمًا (تفعل، مثال) بمعنی غور کرنا و نشان لگانا۔

"اِلْتِحَامُ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی ملنا و جڑنا۔ مجرد میں لَحْمًا (نصر) بمعنی جوڑنا و ملانا۔

③ فراستِ ایاس کا واقعہ:۔ ایک بار قاضی ایاس چند لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا، تین عورتیں بھی اس جگہ موجود تھیں۔ قاضی ایاس نے کہا ان تین عورتوں میں سے ایک حاملہ، ایک مرضعہ اور ایک باکرہ ہے۔ تحقیق کرنے پر ان عورتوں

0313 6557913 makkahzakariyamultan@gmail.com

کے متعلق قاضی ایاس کی بات درست نکلی۔ جب ایاس سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس کا کیسے اندازہ ہوا؟ فرمانے لگے حادثے کے وقت ان عورتوں میں سے ایک نے اپنا ہاتھ پیٹ پر رکھا، میں سمجھا حاملہ ہے، دوسری نے پستان پر اپنا ہاتھ رکھا میں نے نتیجہ نکالا کہ یہ مرضعہ ہے، تیسری نے اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا، میں نے اس سے اس کے باکرہ ہونے پر استدلال کیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خوف اور خطرے کے وقت انسان کو فطری طور پر اپنی سب سے زیادہ عزیز چیز کی فکر ہوتی ہے اور اسی پر ہاتھ رکھتا ہے۔

علامہ ابن خلکانؒ نے قاضی ایاسؒ کی فراست کا ایک اور دلچسپ واقعہ بھی لکھا ہے مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر سو سال کے قریب ہوگئی تھی، بھوؤں کے بال سفید ہو چکے تھے، لوگ کھڑے رمضان کا چاند دیکھ رہے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ سامنے چاند نظر آ گیا، لوگوں نے دیکھا کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے "وہ سامنے مجھے نظر آ رہا ہے" قاضی ایاس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا، حقیقت سمجھ گئے، ان کی بھوؤں کا ایک سفید بال آنکھ کی جانب جھک گیا تھا۔ قاضی ایاس نے وہ بال درست کرتے ہوئے پوچھا: ابوحمزہ! اب ذرا بتائیں چاند کہاں ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ افق کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے اب تو نظر نہیں آ رہا

الشق الثانی..... وَاسْتَقَلْتُ مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ الَّذِیْ فِیْهِ یَحَارُ الْفَهْمُ وَیَفْرُطُ الْوَهْمُ وَ یُسْبَرُ غَوْرُ الْعَقْلِ وَتَبِیْنُ قِیْمَةُ الْمَرْءِ فِی الْفَضْلِ وَیُضْطَرُّ صَاحِبُهٗ اِلٰی اَنْ یَکُوْنَ کَحَاطِبِ لَیْلٍ اَوْجَالِبِ رِجْلٍ وَ خَیْلٍ وَ قَلَّمَا سَلِمَ مِکْثَارٌ اَوْ اُقِیْلَ لَهٗ عِثَارٌ۔ (مقدمہ۔ص۲۰) (درسِ مقامات۔ص۳۵)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ کحاطب لیل أو جالب رجل و خیل میں تشبیہ کا مفہوم لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) تشبیہ کا مفہوم۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور معافی چاہی میں نے اس مقام سے کہ جہاں انسانی فہم حیران ہو جاتی ہے اور وہم بڑھ جاتا ہے اور عقل کی گہرائی جانچی و پرکھی جاتی ہے اور فضیلت میں آدمی کی قیمت ظاہر ہوتی ہے اور صاحبِ تصنیف مجبور ہو جاتا ہے اس بات کی طرف کہ وہ رات کو لکڑیاں چننے والے کی مثل یا پیادہ وسواروں کو کھینچنے والے کی مثل ہو جائے اور بہت کم محفوظ رہتا ہے کثرت سے بولنے والا یا بہت کم اس کی لغزش درگزر و معاف کی جاتی ہے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اِسْتَقَلْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **استقلال** (استفعال) بمعنی لغزش و غلطی کی معافی طلب کرنا۔ "غَوْرٌ" بمعنی گہرائی، مصدر (نصر) بمعنی پانی کا زمین میں چلا جانا۔

"یَحَارُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر حَیْرَةً (سمع) بمعنی حیرت کرنا۔

"یَفْرُطُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر فَرْطًا (نصر) بمعنی بڑھنا، سبقت کرنا۔

"یُسْبَرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مجہول از مصدر سَبْرًا (نصر وضرب) بمعنی جانچنا، آزمانا۔

"کَحَاطِبِ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر حَطْبًا (ضرب) بمعنی لکڑیاں جمع کرنا۔

"جَالِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر جَلْبًا (نصر وضرب) بمعنی کھینچنا و حاصل کرنا۔

"رِجْلٌ" جمع ہے اسکا مفرد رَاجِلٌ ہے بمعنی پیدل چلنے والا۔ "خَیْلٌ" جمع ہے اسکا مفرد مستعمل نہیں ہے بمعنی گھوڑا و شہسوار۔

"مِکْثَارٌ" مبالغہ کا صیغہ ہے از مصدر کَثْرَةً (کرم) بمعنی زیادہ ہونا۔ "عِثَارٌ" باب نصر کا مصدر ہے بمعنی لغزش کرنا و پھسلنا۔

"اُقِیْلَ" صیغہ واحد مذکر بحث فعل ماضی مجہول از مصدر اِقَالَةً (افعال) بمعنی بیع فسخ کرنا، لغزش درگزر کرنا۔

④ تشبیہ کا مفہوم:۔ "حاطبُ لیل" رات کو لکڑیاں چننے والا چونکہ اچھی و بری لکڑی میں تمیز نہیں کر سکتا اس لئے اس کے ساتھ اس

شخص کو تشبیہ دی جاتی ہے جو اچھی بری کلام میں تمیز نہ کرے اور جو کچھ منہ میں آئے وہ کہہ دے۔

"جَالبُ رِجْلٍ وخَيْلٍ" پیادہ اور سوار کو بیک وقت کھینچنا مشکل کام ہے اور اس میں بڑی مشقت ہوتی ہے کیونکہ پیادہ کی رفتار سست اور سوار کی رفتار تیز ہوتی ہے یعنی صاحبِ تصنیف بھی پیادہ وسوار کو کھینچنے والے کی مثل بڑی تکلیف ومشقت میں ہوتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کیلئے صوفیائے کرام نے جو خدمات کی ہیں وہ اس ملک میں اصلاح ودعوت کے سلسلہ کی کوششوں میں درجۂ اوّل کا مقام رکھتی ہیں وہ لوگ دور دور کے ملکوں سے اپنی راحت وآرام کو تج دیکر یہاں آئے اور انہوں نے اس سرزمین میں حق وایمان کے پودے بٹھائے اور پھر لگاتار انکی آبیاری کی، آج کے کلمہ گو انکے احسانات سے زیربار ہیں۔

جواب ..... اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ۔ انّ الخدمات التی قام بها مشائخ التصوف لنشر الاسلام فی الهند هی تحتل الدرجة الاولٰی من بین المجهورات التی بذلت للاصلاح والدعوة فی هٰذه الدولة، وهم قد ضحّوا راحتهم و نعمتهم وجاؤ امن بلادٍ بعیدة الیٰ هنا، و غرسوا فی هٰذا البقعة شجرات الحق والایمان وتواصلوا فی سقایتها فمسلموا هٰذا العصر مثقلون بمنتهم۔

الشق الثانی ..... الشیخ ولی اللہ پر دس سطروں پر مشتمل مضمون لکھیں۔

جواب .... **الشیخ ولی اللہؒ** .....

الشیخ حجة الاسلام ولی الله الدهلوی امام فی بیان اسرار الشریعة حجة الله فی الهند ومجدد عظیم لدینه فی هٰذه البلاد، لقد قلب الاوضاع الفاسدة واقام بناء العلم الدینی والمعرفة الاسلامیة۔

ولدالامام فی عاصمة الهند ۱۱۱۴ھ ونشافیها۔ رباه والده الشاه عبدالرحیم تربیة دینیة بحتة فلما عقل وبلغ سن الرشد وجدالهند سیئة الحال وکان یخاف علی حیاتها الدینیة اذکان الناس متورطین فی العقائد الجاهلیة والاوهام والخرافات الی الحد الاقصٰی فنهض الامام لاصلاح الاحوال المختلف وشمرعن ساقه فاوقف بتوفیق الله العزیز تیارالجهالة وقام باعمال مجیدة باقیة الذکر عبر التاریخ۔ وکانٍ منشورة وحاصل اهدافه الدفاع عن حوزة الاسلام ورسم صورتهٖ الاصلیة المحضة بتمامها فتلقی مقاومة قاسیة ومعارضة شدیدة من العلماء المعاصرین والحکام الجائرین والشعب الذین کانوا منحرفین عن الاسلام الحقیقی۔ اما علمآء الدین فی الهند فی زمانهٖ فکانوا فریقین فریق حقانی معتصم بالکتاب والسنة مجتنب عن التقالید الجاهلیة والرسوم البدعیة وفریق راغب عن السنة ومائل الی البدعات والمحدثات بل ممیل الیها۔ فهٰذا الفریق عارض الامام واتخذه عدوّا۔ استخدم الامام القلم لنشر فکرتهٖ وجعل التالیف والتحریر طریق دعوتهٖ فترجم القراٰن الکریم الی اللّسان الفارسی۔ ومن ماثرهٖ الجلیلة عرف الحدیث النّبویّ فی الهند حق تعریفه والحق الصحاح الست بمنفج التعلیم وألف کتبا هامة عظیمة القدرِ اشهرها حجة الله البالغة، والفوز لکبیر وازالة الخفاءِ وکاتب الحکّام موجها ایّاهم الٰی الرجوع الی الحق فانتجت دعوتهٗ نتائج حسنة وتوفی رحمه الله تعالٰی فخلف کتبًا عدیدة قیمة جعلها الٰی کلمة باقیة فی عقبهٖ واؤلادا صالحین علماء ربّانییّن حذوا حذوهٗ فاثارهم العلمیّة حیةً باقیةً الٰی الیوم رحمهم الله تعالٰی رحمةً واسعةً۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....وكنا مع ذلك نسير النجاء ولا نرحل الا كل هو جاء و اذا نزلنا منزلا او وردنا منهلا اختلسنا اللبث ولم نطل المكث فعن لنا اعمال الركاب فی لیلة فتیة الشباب غدافیة الاهاب فاسرینا الی ان نضا الیل شبابه و سلت الصبح خضابه۔(مقامہ۴۔ص۷۶)

عبارت کا واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔(درسِ مقامات۔ص۱۷۳)

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور ہم اس کے ساتھ تیز رفتار چل رہے تھے اور ہم نہیں سفر کرتے تھے یا ہم نہیں سوار ہوتے تھے مگر ہر تیز رفتار اونٹنی پر، اور جب ہم اترتے تھے کسی منزل پر یا وارد ہوتے تھے گھاٹ پر تو اُچک لیتے تھے ہم رہائش کو اور نہیں طویل کرتے تھے ہم ٹھہرنے کو پس درپیش آیا ہمیں سواریوں کو کام میں لانا ابتدائی جوانی والی سیاہ کوے کی کھال والی رات میں تو چلے ہم رات کو یہاں تک کہ کھینچ لیا رات نے اپنی جوانی کو اور زائل کر دیا صبح نے رات کے خضاب کو۔

② کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "اَلنَّجَاءُ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی تیز رفتار چلنا۔

"هَوْجَاء" یہ مفرد ہے اس کی جمع هُوجٌ ہے بمعنی تیز رفتار اونٹنی، مصدر هَوَجًا (سمع) بمعنی تیز ہونا۔

"مَنْهَلًا" یہ ظرف کا مفرد کا صیغہ ہے اس کی جمع مَنَاهِلُ ہے بمعنی گھاٹ، چشمہ، پانی پینے کی جگہ۔

"اِخْتَلَسْنَا" یہ اختلاس (افتعال) سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اُچک لینا۔

"فَعَنَّ" یہ "عَنًّا" (نصر وضرب) سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سامنے آنا، پیش آنا، ظاہر ہونا۔

"اَلرِّكَابُ" یہ رَاحِلَةٌ کی جمع من غیر لفظہ ہے بمعنی سواری واونٹنی۔ "فَتِيَّةٌ" یہ فَتِيٌّ کا مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی طاقتور جوان۔

"غُدَافِيَّةٌ" یہ غُدَافٌ کی طرف منسوب ہے بمعنی سیاہ کوّا۔ "اَلْاِهَابُ" مفرد ہے اسکی جمع اُهُبٌ، اَهَبٌ ہے بمعنی کھال وجلد۔

"نَضَا" یہ نَضْوٌ (نصر) سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی کھینچنا۔ "خِضَابَهٗ" بمعنی رنگ، رنگ کرنے کی چیز۔

"سَلَتَ" یہ سَلْتًا (ضرب) سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی زائل کرنا وختم کرنا۔

الشق الثانی.....

لجوب البلاد مع المتربة ... أحب إلى من المرتبة
لأن الولاة لهم نبوة ... و معتبة يالها معتبة
وما فيهم من يرب الصنيع ... ولا من يشيد ما رتبه
فلا يخدعنك لموع السراب ... ولا تاب أمرا إذا ما اشتبه
فكم حالم سره حلمه ... وأدركه الروع لما انتبه (مقامہ۶)

مذکورہ اشعار کا سلیس ترجمہ کریں، آخری شعر کا مطلب واضح کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔(درسِ مقامات:۲۹۹)

جواب..... ① اشعار کا ترجمہ:۔ ① مختلف شہروں کا چکر نفر وفاقہ کے ساتھ مجھے مرتبہ وعہدہ سے زیادہ محبوب ہے ② اس لئے کہ حاکموں کے لئے اچٹنا ہے اور ان کا عتاب کس قدر سخت عتاب ہوتا ہے ③ ان حکام میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو اچھے عمل کی تربیت کرے اور نہ کوئی ایسا ہے جو اپنے مرتب کردہ امور کو مضبوط کرے ④ لہٰذا سراب کی چمک آپ کو ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ آ تو ایسے معاملہ میں جو مشتبہ ہو ⑤ اس لئے کہ کتنے خواب دیکھنے والے ہیں ان کا خواب ان کو خوش کر دیتا ہے حالانکہ ان کو خوف لاحق ہوتا ہے جب وہ جاگتے ہیں۔

0313-6377913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② آخری شعر کا مطلب:۔ شعر کا ترجمہ ابھی گزرا ہے، مطلب یہ ہے کہ بہت سے لوگ اچھے اچھے حسین خواب دیکھتے ہیں لیکن جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو کسی مصیبت وخوف میں گرفتار ہوتے ہیں ان بادشاہوں کا اعزاز و اکرام اور انعام بھی اسی حسین خواب کی مانند دھوکہ وفریب ہے جس پر نہ اعتماد کرنا چاہئے اور نہ ہی اس کے دوام کی امید رکھنی چاہئے۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "لَجَوْبٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی طے کرنا۔ "اَلْمَتْرَبَةُ" بمعنی خاک آلود، مصدر تَرَبًا (سمع) بمعنی بہت مٹی والا ہونا۔ "اَلْمَرْتَبَةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع مَرَاتِبُ ہے بمعنی مطلق مرتبہ، اعلیٰ مرتبہ۔

"نَبْوَةٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی اچٹنا، اپنی جگہ نہ ٹھہرنا۔ "لُمُوْعٌ" یہ باب فتح کا مصدر ہے بمعنی چمکنا اور روشن ہونا۔

"مَعْتَبَةٌ" یہ باب نصر وضرب کا مصدر ہے بمعنی کسی فعل پر سرزنش کرنا، ناراضگی ظاہر کرنا۔

"اَلصَّنِيْعُ" بمعنی نیکی واحسان، اچھا عمل، مصدر صَنْعًا و صُنْعًا (فتح) بمعنی نیکی کرنا، احسان کرنا۔

"يُشَيِّدُ" یہ تَشْيِيْدٌ (تفعیل) سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے، مجرد شَيْدًا (ضرب) بمعنی بلند کرنا ومضبوط کرنا۔

"حَالِمٌ" یہ حُلْمًا حُلُمًا (نصر) سے اسم فاعل ہے بمعنی خواب دیکھنا اور حِلْمًا (کرم) بمعنی بردبار ہونا۔

"اَلرَّوْعُ" بمعنی خوف، ڈر ولڑائی، مصدر (نصر) بمعنی گھبرانا وڈرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل .....وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شِرَّةِ اللَّسَنِ وَفُضُوْلِ الْهَذَرِ كَمَا نَعُوْذُبِكَ مِنْ مَعَرَّةِ اللَّكَنِ وَفُضُوْحِ الْحَصَرِ وَ نَسْتَكْفِيْ بِكَ الْاِفْتِتَانَ بِاِطْرَاءِ الْمَادِحِ وَاِغْضَاءِ الْمُسَامِحِ كَمَا نَسْتَكْفِيْ بِكَ الْاِنْتِصَابَ لِاِزْرَاءِ الْقَادِحِ وَهَتْكِ الْفَاضِحِ۔

عبارت پر اعراب لگائیں اور سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (مقدمہ۔ص۱۲) (درسِ مقامات:۱۳)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور پناہ مانگتے ہیں ہم تیری زباں آوری کی تیزی سے اور بے ہودہ گوئی کی زیادتی سے، جیسا کہ پناہ مانگتے ہیں ہم تیری لکنت کے عیب اور بندش کی رسوائی سے اور کفایت طلب کرتے ہیں ہم تیری فتنہ میں پڑ جانے سے مدح کرنے والے کے مبالغے کی وجہ سے اور تسامح کرنے والے کی چشم پوشی کی وجہ سے جیسا کہ کفایت طلب کرتے ہیں ہم تیری نشانہ بننے سے عیب گو کے عیب لگانے کیلئے اور رُسوا کرنے والے کی پردہ دری کے لئے۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "شِرَّةٌ" یہ باب نصر وسمع کا مصدر ہے بمعنی شریر ہونا۔ اسم مصدر بمعنی تیزی ونشاط۔

"اَللَّسَنِ" بمعنی فصاحت، زبان کی تیزی وزبان درازی۔ مصدر لَسَنًا (سمع) بمعنی فصیح ہونا۔

"فُضُوْلٌ" ① فَضْلٌ کی جمع ہے بمعنی زیادتی ② یہ اسم مفرد ہے بمعنی بے فائدہ وبے کار۔

"اَلْهَذَرُ" اسم مصدر ہے بمعنی بکواس وبیہودہ گوئی۔ مصدر هَذْرًا (نصر وضرب) بمعنی بکواس کرنا، هَذَرًا (سمع) بیہودہ ہونا۔

"مَعَرَّةٌ" یہ اسم ہے بمعنی عیب ومضرت، گناہ۔ مصدر عَرًّا (نصر) بمعنی عیب لگانا۔

"اَللَّكَنِ" اسم بمعنی زبان کی لکنت۔ مصدر لَكَنًا ولُكْنَةً (سمع) بمعنی لکنت ہونا۔

"فُضُوْحٌ" یہ اسم مصدر ہے بمعنی رسوائی۔ مصدر فَضْحًا (فتح) بمعنی شرمندہ کرنا، رسواء کرنا۔

"اَلْحَصَرِ" (بفتح الصاد) مصدر سمع بمعنی بند ہونا وتنگ ہونا، (بسکون الصاد) مصدر نصر بمعنی بند کرنا وتنگ کرنا۔

"اَلْاِفْتِنَانُ" یہ مصدر (افتعال) ہے بمعنی فتنہ میں پڑنا وفتنہ میں ڈالنا۔ مجرد فُتُوْنًا و فِتْنَةً (ضرب) بمعنی فتنہ میں پڑنا، ڈالنا۔

"اِطْرَاءٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی تعریف میں مبالغہ کرنا۔ مجرد طَرَاوَةً (کرم) طَرَاءَةً (سمع) بمعنی نرم وتازہ ہونا۔

"اِغْضَاءٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی چشم پوشی ولاپرواہی کرنا۔

0313 6357913 maktabakanzulimran@gmail.com

"اَلْمُسَامِحُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُسَامَحَةً (مفاعلہ) بمعنی چشم پوشی کرنا۔
"اَلْاِنْتِصَابُ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی کھڑا ہونا وقائم ہونا۔ مجرد نَصْبًا (ضرب) بمعنی کھڑا کرنا وقائم کرنا۔
"اِزْرَاءٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے اور مجرد زِرَايَةً (ضرب) بمعنی عیب لگانا۔
"اَلْقَادِحُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر قَدْحًا (فتح) بمعنی عیب لگانا، چھیلنا وتراشنا۔
"هَتْكٌ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی پردہ اُٹھانا، پردہ دری کرنا، بے عزتی کرنا۔
"اَلْفَاضِحُ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر فَضْحًا (فتح) بمعنی شرمندہ کرنا ورسواء کرنا۔

الشق الثانی .....اَتَظُنُّ اَنْ سَتَنْفَعُكَ حَالُكَ اِذْ اَنْ اِرْتِحَالُكَ اَوْ يُنْقِذُكَ مَالُكَ حِيْنَ تُوْبِقُكَ اَعْمَالُكَ اَوْ يُغْنِىْ عَنْكَ نَدَمُكَ اِذَا زَلَّتْ قَدَمُكَ اَوْ يَعْطِفُ عَلَيْكَ مَعْشَرُكَ يَوْمَ يَضُمُّكَ مَحْشَرُكَ هَلَّا اِنْتَهَجْتَ مَحَجَّةَ اهْتِدَائِكَ وَعَجَّلْتَ مُعَالَجَةَ دَائِكَ وَفَلَلْتَ شَبَاةَ اعْتِدَائِكَ وَقَدَعْتَ نَفْسَكَ فَهِىَ اَكْبَرُ اَعْدَائِكَ ۔ (مقامہ ا: ص ۳۶)
عبارت پر اعراب لگائیں اور واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات: ۱۷)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كمامرّ فى السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ کیا گمان کرتا ہے تو اس بات کا کہ عنقریب نفع دے گا تجھ کو تیرا حال جب قریب آجائے گا تیرا کوچ، یا بچائے گا تجھ کو تیرا مال جس وقت کہ ہلاک کریں گے تجھ کو تیرے اعمال یا فائدہ دے گی تجھ کو تیری شرمندگی جبکہ پھسلے گا تیرا قدم یا مہربان ہوگا تجھ پر تیرا قبیلہ جس دن جمع کرے گا تجھ کو تیرا محشر؟ کیوں نہیں چلا تو اپنی ہدایت کے راستے پر اور کیوں نہیں جلدی کی تو نے اپنی بیماری کے علاج میں اور کیوں نہیں کُند کر دیا تو نے اپنی زیادتی کی تیزی کو اور کیوں نہیں منع کیا تو نے اپنے نفس کو کیونکہ وہ تیرا بڑا دشمن ہے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "يضمك" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر ضَمًّا (نصر) بمعنیٰ ملانا۔
"اِرْتِحَالٌ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنیٰ کوچ کرنا، مراد موت ہے۔ مجرد رَحْلًا رَحِيْلًا (فتح) بمعنیٰ پالان رکھنا۔
"يُنْقِذُكَ" صیغہ واحدہ مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِنْقَاذٌ (افعال) بمعنیٰ بچانا، نجات دلانا۔
"تُوْبِقُكَ" صیغہ واحدہ مؤنث غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِيْبَاقٌ (افعال) بمعنیٰ ہلاک کرنا۔
"زَلَّتْ" صیغہ واحدہ مؤنث غائب بحث ماضی معلوم از مصدر زَلِيْلًا و زَلَلًا (ضرب، سمع) بمعنیٰ پھسلنا۔
"يَعْطِفُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر عَطْفًا و عُطُوْفًا (ضرب) بمعنیٰ مائل ہونا، شفقت ومہربانی کرنا۔
"مَعْشَرٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع مَعَاشِرُ ہے بمعنیٰ خاندان وقبیلہ۔ "مُعَالَجَةٌ" یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنیٰ علاج کرانا۔
"اِنْتَهَجْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث ماضی معلوم از مصدر اِنْتِهَاجٌ (افتعال) بمعنیٰ روش اور طریقہ اختیار کرنا۔
"مَحَجَّةٌ" بمعنیٰ وسط راہ، مصدر حَجًّا (نصر) بمعنیٰ قصد کرنا، دلیل میں غالب آنا۔
"فَلَلْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث ماضی معلوم از مصدر فَلًّا (نصر) بمعنیٰ کند کرنا۔
"شَبَاةٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع شَبَاءٌ، شَبَوَاتٌ ہے بمعنی دھار، بچھو، تلوار کی نوک، ہر چیز کی تیزی۔
"قَدَعْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر قَدْعًا (فتح) بمعنیٰ روکنا، قَدَعًا بمعنیٰ رُکنا۔

0313 6357013 makhzakaryanmultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل .....عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔ اسلامی قانون کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی سب نعمتیں عام ہیں ان سے جو چاہے اپنی ضرورت بھر فائدہ اٹھائے مثلاً دریاؤں اور چشموں کا پانی سب کیلئے عام ہے، ہاں اگر کوئی محنت وقابلیت صرف کر کے ان سے نہریں نکالے یا بند باندھ کر اس پانی کو مفید بنائے تو اسے حق ہے کہ وہ اپنی محنت وقابلیت کا بدلہ لے۔ اسی طرح جنگل کی لکڑی از خود اگنے والی

گھاس جنگل کے رہنے والے جانور اور زمین پر کھلی ہوئی کانیں سب کیلئے ہیں جو چاہے ضرورت بھر فائدہ اٹھائے ان پر کوئی پابندی قائم نہیں کی جاسکتی لیکن اگر کوئی ان نعمتوں کو سمیٹ کر اپنی ضرورت سے زائد اپنے پاس ذخیرہ کرے تو اُس کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

جواب .....اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ **انّ جميع نعم الله المخلوقة عامّة بحكم القانون الاسلامیّ فمن شاء يتمتع بها وفق حاجته مثل ماء الانهار و العيون فانها عامّة للجميع اّلا اذا فجر احد منها الانهار او اقام سَدّا فجعلَ الماءَ مفيدًا ببذل جهده واهليتّهٖ فحقّ له ان ينال جزاء جهده و اهليتّهٖ وكذلك خشبُ الغابة والحشيش الفطريّ والوحش والمعادن المفتوحة على الارض للجميع فمن شاء فليتمتع بهاوفق الحاجة لايحجر عليها ايّ حجر لٰكن ان شاء احد ان يكتنز هٰذه النعم فضلا عن حاجته و يجعلها ذخيرة فاضلةً عنده لا يُرخّص له بذلك.**

الشق الثانی .....مندرجہ ذیل عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں۔(ص۲۹۔مجلس نشریاتِ اسلام)

ان منافع السيارة لكثيرة منها انها سريعة سرعة فائقة تقطع الاميال فی بضع دقائق و يبلغ راكبها فی اقل وقت الی ابعد مدی ولا تزال سرعتها تزداد علی الايام والليالی . فسبحان الذی سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الٰی ربنا منقلبون . وان فی السيارة مقاعد مريحة ينعم الراكب بالقعود عليها لنعومتها وانقباضها الی تحت بنعومة وانبساطها حين تخلو والرجل اذا جلس عليها فكانما جلس علی فراشه فی بيته وانها تسير بخفة عجيبة حتی فی بعض الاحيان لايشعر الذی تمر بجانبه ان سيارة مرت به ومزايا السيارة لكثيرة و بعضها هذه التی ذكرناها.

جواب .....عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ:۔ موٹر کے منافع بہت ہیں، منجملہ ان کے ایک نفع یہ ہے کہ وہ بہت تیز رفتار ہے چند منٹ میں میلوں کی مسافت طے کرلیتی ہے اور اس کا سوار ذرا سے وقت میں دور دراز پہنچ جاتا ہے اور دن رات اس کی تیز رفتاری بڑھتی جارہی ہے۔ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیرفرمان کردیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو اپنے کنٹرول میں کرلیتے اور موٹر میں آرام دہ سیٹیں ہوتی ہیں، سیٹوں کے نرم (وگداز) ہونے کے سبب نیز نیچے کی طرف انکے سکڑ (کر بیٹھ) جانے او رخالی ہوتے وقت انکے کھل جانے کے سبب سوار ان پر بیٹھ کر چین محسوس کرتا ہے۔ آدمی جب ان پر بیٹھتا ہے تو (یوں محسوس کرتا ہے) گویا وہ اپنے گھر میں اپنے بستر پر بیٹھا ہے اور موٹر بہت سُبک رفتاری سے چلتی ہے حتیٰ کہ کبھی کبھار جسکے پاس سے گزر جاتی ہے اسے محسوس تک نہیں ہوتا کہ موٹر اسکے ساتھ سے گزری ہے اور موٹر کی خصوصیات بہت ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں۔

﴿الورقة الخامسة :فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل .....

اَكْرِمْ بِهٖ اَصْفَرَرَاقَتْ صُفْرَتُهٗ جَوَّابَ الْاٰفَاقِ تَرَامَتْ سَفْرَتُهٗ
مَائُوْرَةً سُمْعَتُهٗ وَشُهْرَتُهٗ قَدْ اُوْدِعَتْ سِرَّالْغِنٰی اَسِرَّتُهٗ
وَقَارَنَتْ نُجُحَ الْمَسَاعِیْ خَطْرَتُهٗ وَحُبِّبَتْ اِلَی الْاَنَامِ غُرَّتُهٗ
كَاَنَّمَا مِنَ الْقُلُوْبِ نُقْرَتُهٗ بِهٖ يَصُوْلُ مَنْ حَوَتْهُ صُرَّتُهٗ (مقامہ۳)

اشعار پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں، پہلے دو شعر کی ترکیب کریں۔ مقامہ ثالثہ کا نام اور خلاصہ تحریر کریں۔(درسِ مقامات:ص۱۴۵)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں(۱)اشعار پر اعراب(۲)اشعار کا ترجمہ(۳)کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق

(۴) پہلے دوشعر کی ترکیب (۵) مقامہ ثالثہ کا نام وخلاصہ۔

جواب ..... ① اشعار پر اعراب:۔ **كمامرّ فی السوال آنفا۔**

② اشعار کا ترجمہ:۔ وہ کس قدر باعزت ہے (اکرام والا ہے)۔ اس حال میں کہ زرد ہے تعجب میں ڈالتی ہے اس کی زردی، طے کرنے والا ہے آفاق کو، دور ہو گیا اس کا سفر، منقول ہے اس کا آوازہ اور اس کی شہرت، بے شک ودیعت رکھ دی گئی ہیں غنا کے راز میں اس کی لکیریں، اور ساتھی بن گئی کوششوں کی کامیابی کی اس کی حرکت اور محبوب بنا دی گئی لوگوں کی طرف اُس کی پیشانی کی چمک، گویا کہ دلوں سے ہے اس کی ڈلی، اسی کے ذریعے حملہ کرتا ہے وہ شخص کہ جمع کر لے اُس کو جس کی ہمیانی (یا تھیلی)۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "جَوّابُ" یہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مصدر جَـوْبًـا و تَـجْـوَابًـا (نصر) بمعنی طے کرنا، کاٹنا، تراشنا۔

"اَصْفَرَ" بمعنی زرد۔ مصدر صَفَرًا ، صُفُوْرًا (سمع) بمعنی خالی ہونا، صَفِيْرًا (ضرب) بمعنی سیٹی بجانا۔

"رَاقَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معلوم از مصدر رَوْقًا (نصر) بمعنی پسند آنا، بھلا لگنا۔

"تَرَامَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث ماضی معلوم از مصدر تَرَامِيْ (تفاعل) بمعنی دور ہونا وطویل ہونا۔

"سُفْرَةٌ، سَفْرَةٌ" بمعنی سفر۔ مصدر سَفَرًا و سُفُوْرًا (نصر وضرب) بمعنی سفر کرنا، واضح ومنکشف ہونا۔

"مَاثُوْرَةٌ" صیغہ واحد مؤنث بحث اسم مفعول از مصدر اَثْرًا (نصر وضرب) بمعنی نقل کرنا، ترجیح دینا، اَثَرٌ بمعنی نشان، حدیث، سنت۔

"سِرٌّ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَسْرَارٌ و اَسِرَّةٌ اور جمع الجمع اَسَارِيْرُ ہے بمعنی لکیر۔ سِرٌّ جمع اَسْرَارٌ بمعنی بھید۔

"نُجْحٌ" بمعنی کامیابی۔ مصدر نَجَاحًا، نَجْحًا، نُجْحًا (فتح) بمعنی کامیاب ہونا۔ آسان ہونا۔

"مَسَاعِيْ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَسْعٰی ہے بمعنی "کوشش، مصدر سَعْيًا (فتح) بمعنی کوشش کرنا۔

"غُـرَّتُـه" یہ مفرد ہے اس کی جمع غُـرَرٌ ہے بمعنی گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، ہر چیز کا اول حصہ، سفیدی، مصدر غَـرَارًا و غَرَارَةً (سمع) بمعنی سفید ہونا و چمکنا۔ "اَسِرَّتُهٗ" یہ جمع ہے اس کا مفرد سِرَارٌ و سِرٌّ ہے بمعنی لکیریں۔

"نُقْرَةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع نُقَرٌ ، نِقَارٌ ہے بمعنی خالص سونا و چاندی۔ مصدر نَقْرًا (نصر) بمعنی کھٹکھٹانا۔

"يَصُوْلُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر صَوْلًا (نصر) بمعنی حملہ کرنا۔

"حَوَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر حَوَايَةً (ضرب) بمعنی جمع کرنا۔

"صُرَّةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع صُرَرٌ و صُرَّاتٌ ہے بمعنی تھیلی۔ مصدر صَرًّا (نصر) بمعنی (تھیلی میں) جمع کرنا۔

④ پہلے دوشعر کی ترکیب:۔ **اكرم** فعل تعجب ہے یہ میں باء زائدہ ہے اور ضمیر ذوالحال **اصفر** موصوف **راقت صفرته** جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر حال اوّل **جواب اٰفاق** مضاف مضاف الیہ ملکر موصوف، **ترامت سفرته** جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر حال ثانی، ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے ملکر فاعل **اكرم** کا، فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ **ماثورة** خبر مقدم **سمعتهٗ** مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ **شهرتهٗ** معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتداء مؤخر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ **قد** برائے تحقیق، **اودعت** ماضی مجہول **سرّ الغنی** مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ اور **اسرته** نائب فاعل، فعل اپنے نائب فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

⑤ مقامہ ثالثہ کا نام اور خلاصہ:۔ مقامہ ثالثہ کا نام دینار یہ ہے، اسکی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ یہ مقامہ دینار کی مدح و مذمت پر مبنی ہے۔

مقامہ کا خلاصہ ہے کہ حارث بن ہمام چند دوستوں کے ساتھ شعر وشاعری کی مجلس میں بیٹھا ہوتا ہے، اسی دوران ایک بوسیدہ حال لنگڑا شخص ان کی مجلس میں آتا ہے اور بڑے فصیح و بلیغ انداز میں اپنی بدحالی و کسمپرسی اور مصائبِ زمانہ کا تذکرہ کرتا ہے، حارث اس کے انداز سے متأثر ہو کر ایک دینار نکالتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم اشعار میں اس دینار کی تعریف کرو تو یہ تمہارا ہے، لنگڑا شخص اس

دینار کی تعریف کر دیتا ہے، حارث دوسرا دینار نکالتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم اشعار میں اس دینار کی مذمت بیان کرو تو یہ بھی تمہارا ہے، لنگڑا شخص اشعار میں اس دینار کی مذمت کر دیتا ہے اور دونوں دینار وصول کر لیتا۔ حارث کو شک پڑتا ہے کہ یہ بہروپیا ابوزید سروجی محسوس ہوتا ہے اور یہ لنگڑا پن اس کا مکر وفریب ہے، وہ اس لنگڑے کے پاس جا کر کہتا ہے کہ صحیح چال چلو، میں نے تمہیں پہچان لیا ہے، تم نے یہ مکر وفریب کیوں کیا؟ ابوزید تسلیم کرتا ہے اور آخر میں اشعار ہی میں اس مکر کی وجہ بیان کرتا ہے کہ مجھے لنگڑا بننے کا شوق نہیں ہے میں حالات سے تنگ آ کر یہ صورت بنانے پر مجبور ہوا ہوں، تا کہ لوگوں کی بخشش سے خوشحالی کا دروازہ کھٹکھٹا سکوں۔

الشق الثانی.....اَمَا اَلْحِمَامُ مِیْعَادُكَ فَمَآ اِعْدَادُكَ وَ یَا اَلْشَیْبِ اِنْذَارُكَ فَمَآ اَعْذَارُكَ وَفِی اللَّحْدِ مُقِیْلُكَ فَمَا قِیْلُكَ وَاِلَی اللّٰهِ مَصِیْرُكَ فَمَنْ نَّصِیْرُكَ ۔ طَالَمَا اَیْقَظَكَ الدَّهْرُ فَتَنَاعَسْتَ وَجَذَبَكَ الْوَعْظُ فَتَقَاعَسْتَ وَتَجَلَّتْ لَكَ الْعِبَرُ فَتَعَامَیْتَ ۔ (مقامات:ص۳۷) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ کیا نہیں موت تیرے وعدے کا وقت؟ پس کیا تیری تیاری ہے؟ ایسے حال میں کہ بڑھاپے کے ساتھ تجھ کو ڈرانا ہے پس کیا تیرے عذر ہوں گے؟ ایسے حال میں کہ لحد میں تیرا قیلولہ ہوگا پس کیا تیری بات ہوگی؟ ایسے حال میں کہ اللہ ہی کی طرف تیرا لوٹنا ہوگا پس کون تیرا مددگار ہوگا؟ بسا اوقات جگایا تجھ کو زمانے نے! پس اُونگھ ظاہر کی تو نے اور کھینچا تجھ کو وعظ نے! پس پیچھے ہٹ گیا تُو اور ظاہر ہوگئیں تیرے لئے عبرتیں، پس تُو بتکلف اندھا بن گیا۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْحِمَامُ" (بکسر الحاء) بمعنی موت (بفتح الحاء) بمعنی کبوتر۔

"مِیْعَادٌ" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر وَعْدًا، عِدَةً (ضرب) بمعنی وعدہ کرنا۔

"اِعْدَادٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی تیار کرنا۔ مجرد عَدًّا (نصر) بمعنی شمار کرنا۔

"اَلْمَشِیْبُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی بوڑھا ہونا، بالوں کا سفید ہونا۔

"اِنْذَارٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی ڈرانا۔ مجرد نَذْرًا (سمع) بمعنی تیار کرنا، چوکنا ہونا۔

"اَعْذَارٌ" (بالفتح) عُذْرٌ کی جمع ہے (بالکسر)۔ مصدر (افعال) بمعنی عذر ظاہر کرنا۔ مجرد عُذْرًا (نصر وضرب) بمعنی عذر قبول کرنا۔

"طَالَمَا" اصل میں طَالَ مَا ہے، صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر طُوْلًا (نصر وکرم) بمعنی طویل ولمبا ہونا۔

"تَنَاعَسْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی معلوم از مصدر تَنَاعُسًا (تفاعل) بمعنی بتکلف اونگھنا۔ مجرد نَعْسًا (نصر وفتح) بمعنی اونگھنا۔ نُعَاسٌ بمعنی اُونگھ، حواس کی سُستی۔ "مَقِیْلٌ" مصدر (ضرب) بمعنی قیلولہ کرنا، دوپہر کو سونا۔

"جَذَبَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر جَذْبًا (ضرب) بمعنی کھینچنا۔

"تَقَاعَسْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی معلوم از مصدر تَقَاعُسًا (تفاعل) بمعنی بتکلف سینہ نکالنا۔ مجرد قَعْسًا (سمع) بمعنی پیٹھ دھنسا کر سینہ نکالنا۔ "اَلْعِبَرُ" یہ عِبْرَةٌ کی جمع ہے بمعنی عبرت پکڑنا۔ مصدر عَبْرًا (نصر) بمعنی غمگین ہونا، آنسو بہانا۔

"تَعَامَیْتَ" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل ماضی معلوم از مصدر تَعَامِیْ (تفاعل) بمعنی بتکلف اندھا بننا۔ مجرد عَمًی (سمع) بمعنی اندھا ہونا۔

0313 6257913 maktabazakriyaanjan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل.....وَمَنْ حَكَمَ بِاَنْ اَبْذُلَ وَتَخْزُنَ وَ اَلِیْنَ وَتَخْشُنَ وَ اَذُوْبَ وَتَجْمُدَ وَاَنْكُوَ وَتَخْمُدَ لَا وَاللّٰهِ بَلْ نَتَوَازَنُ فِیْ الْمَقَالِ وَزْنَ الْمِثْقَالِ وَنَتَحَاذٰی فِیْ الْفِعَالِ حَذْوَالنِّعَالِ حَتّٰی نَأْمَنَ التَّغَابُنَ وَنُكْفَی التَّضَاعُنَ ، وَاِلَّا فَلِمَ اَعْلُكَ وَ تُعِلُّنِیْ وَاُقِلُّكَ وَتَسْتَقِلُّنِیْ وَاَجْتَرِحُ لَكَ وَ تَجْرَحُنِیْ وَاَسْرَحُ اِلَیْكَ وَ

تُسَرِّحُنِیْ وَکَیْفَ یُجْتَلَبُ اِنْصَافٌ بِضَیْمٍ وَاَنَّیٰ تُشْرِقُ شَمْسٌ مَعَ غَیْمٍ ۔ (مقامہ۴۔ص۸۱)

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (درسِ مقامات۔ص۱۸۶)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور کس شخص نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں خرچ کرتا رہوں اور تُو جمع کرتا رہے، میں نرم ہوتا رہوں اور تُو سخت ہوتا رہے، میں پگھلتا رہوں اور تُو جمتا رہے، میں بھڑکتا رہوں اور تُو بجھتا رہے، نہیں خدا کی قسم! ہم ایک دوسرے کے ساتھ بات (طرزِ تکلم) میں مثقال کے وزن کی مثل برابری کریں گے اور جوتوں کی برابری کی طرح کام کرنے میں ہم برابر تقسیم کریں گے یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے محفوظ ہو جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ حسد رکھنے سے کفایت کئے جائیں، وگرنہ پس کیوں میں تجھے سیراب کرتا رہوں اور تُو مجھے بیمار کرتا رہے، میں تجھے بلند کرتا رہوں اور تُو مجھے حقیر سمجھتا رہے، میں تیرے لئے کماتا رہوں اور تُو مجھے زخمی کرتا رہے، میں تیری طرف آتا رہوں او رتُو مجھے چھوڑتا رہے اور کیسے انصاف حاصل کیا جاسکتا ہے ظلم کے ساتھ اور کیسے سورج طلوع ہوسکتا ہے بادل کے ساتھ۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "**اَبْذُلُ**" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف از مصدر **بَذْلًا** (نصر) بمعنیٰ خرچ کرنا۔

"**تَخْزُنُ**" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر **خَزْنًا** (نصر) بمعنیٰ جمع کرنا، ذخیرہ کرنا۔

"**اَلِیْنُ**" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف از مصدر **لَیْنًا** (ضرب) بمعنیٰ نرم ہونا۔

"**تَخْشُنُ**" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر **خَشُوْنَةً، خَشَانَةً** (کرم) بمعنیٰ سخت ہونا، کھردرا ہونا۔

"**اَذُوْبُ**" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف از مصدر **ذَوْبًا وذَوَبَانًا** (نصر) بمعنیٰ پگھلنا۔

"**تَجْمُدُ**" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر **جَمْدًا وجُمُوْدًا** (نصر) بمعنیٰ جم جانا۔

"**اَذْکُوْ**" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معروف از مصدر **ذَکَاءً** (نصر) بمعنیٰ شعلہ بھڑکنا۔

"**تَخْمُدُ**" صیغہ واحد مذکر حاضر بحث مضارع معروف از مصدر **خَمْدًا و خُمُوْدًا** (نصر وسمع) بمعنیٰ شعلہ کا بجھنا۔

"**اَلتَّضَاغُنُ**" **ای التحاسد** باب تفاعل کا مصدر ہے بمعنیٰ کینہ وحسد رکھنا۔

"**اَلتَّغَابُنُ**" باب تفاعل کا مصدر ہے بمعنیٰ ایک دوسرے کو دھوکہ دینا، نقصان دینا۔

"**اَعَلُّ**" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر **عَلًّا و عَلَلًا** (نصر) بمعنیٰ سیراب ہونا وسیراب کرنا۔

"**تُعِلُّ**" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **اِعْلَالٌ** (افعال) بمعنیٰ بیمار کرنا ومریض بنانا۔

"**اُقِلُّ**" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر **اِقْلَالٌ** (افعال) بمعنیٰ بلند کرنا واُٹھانا۔ مجرد **قَلِیْلًا** (نصر) بمعنیٰ کم ہونا۔

"**تَسْتَقِلُّ**" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **اِسْتِقْلَالٌ** (استفعال) بمعنیٰ قلیل وحقیر سمجھنا۔

"**اَجْتَرِحُ**" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر **اِجْتِرَاحٌ** (افتعال) بمعنیٰ کمانا۔

"**تَجْرَحُ**" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **جَرْحًا** (فتح) بمعنیٰ زخمی کرنا، **جَرَحًا** (سمع) بمعنیٰ زخمی ہونا۔

"**اَسْرَحُ**" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر **سَرَحًا** (سمع) بمعنیٰ اپنے کام کاج کے لئے نکلنا۔

"**تُسَرِّحُ**" صیغہ واحد مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **تَسْرِیْحٌ** (تفعیل) بمعنیٰ چھوڑنا۔

"**ضَیْمٌ**" یہ مفرد ہے اس کی جمع **ضُیُوْمٌ** ہے بمعنیٰ ظلم۔ مصدر **ضَیْمًا** (ضرب) بمعنیٰ ظلم کرنا۔

الشق الثانی ..... فَلَمَّا اسْتَحْلَسَ وَکُنَتِیْ وَاَحْضَرْتُهٗ عُجَالَةَ مُکْنَتِیْ قَالَ لِیْ یَاحَارِثُ ! اَمَعَنَا ثَالِثٌ ؟ فَقُلْتُ لَیْسَ اِلَّا الْعَجُوْزُ قَالَ مَادُوْنَهَا سِرٌّ مَحْجُوْزٌ، ثُمَّ فَتَحَ کَرِیْمَتَیْهِ وَرَاَرَاَ بِتَوْاَمَتَیْهِ فَاِذَا سِرَاجَا وَجْهٍ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

يَقِدَانِ كَأَنَّهُمَا الْفَرْقَدَانِ ۔ فَابْتَهَجْتُ بِسَلَامَةِ بَصَرِهٖ وَعَجِبْتُ مِنْ غَرَائِبِ سِيَرِهٖ وَلَمْ يُلْقِنِيْ قَرَارٌ وَلَا طَاوَعَنِيْ اِصْطِبَارٌ حَتّٰى سَأَلْتُهٗ مَادَعَاكَ اِلَى التَّعَامِيْ مَعَ سَيْرِكَ فِي الْمَعَامِيْ وَجَوْبِكَ الْمَوَامِيْ وَ اِيْغَالِكَ فِي الْمَرَامِيْ ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ (مقامہ ۷۔ص ۱۲۵) (درسِ مقامات: ۳۲۵)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ في السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس جب وہ میرے گھر میں مقیم ہوگیا اور میں نے اپنی طاقت کے مطابق جلدی میں تیار کیا گیا کھانا اس کے سامنے حاضر کیا تو وہ مجھ سے کہنے لگا حارث! کیا ہمارے ساتھ کوئی تیسرا ہے؟ میں نے کہا بوڑھی کے علاوہ کوئی نہیں، کہنے لگا اس سے کوئی راز چھپا نہیں، پھر اس نے اپنی دونوں آنکھوں میں سے ایک کھولی اور دونوں جڑواں (آنکھوں) سے گھورنے لگا، اس کے چہرے کے دونوں چراغ روشن تھے، گویا کہ وہ فرقدان ستارے ہوں تو میں اس کی بینائی کی سلامتی پر خوش ہوا اور اس کے طرزِ زندگی کے عجائب سے مجھے تعجب ہوا، مجھے قرار نہیں ملا اور صبر نے میری موافقت نہ کی یہاں تک کہ میں نے اس سے پوچھا انجان بیابانوں میں چلنے، وسیع جنگلوں کو قطع کرنے اور مختلف شہروں میں تیرے جلدی میں داخل ہونے کے باوجود تجھے کس چیز نے بتکلف اندھا بننے کی دعوت دی (یعنی تو چلتا پھرتا آدمی ہے پھر اس طرح حیلہ کر کے کیوں رقم بٹورتا ہے)۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اِسْتَحْلَسَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِحْلَاسٌ (استفعال) حَلَسًا (سمع) بمعنی مقیم ہونا، جم کر بیٹھنا، حِلْسٌ بمعنی ٹاٹ۔ "مَكْنَةٌ" اسم ہے بمعنی قدرت، استطاعت، قوت وشدت۔

"وُكْنَةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَوْكُنٌ، اَوْكَانٌ، وُكُنٌ، وُكْنَاتٌ، وُكَنَاتٌ ہے بمعنی گھونسلہ، آشیانہ، گھر۔

"مَحْجُوْزٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر حَجْزًا و حِجَازَةً (نصر، ضرب) بمعنی منع کرنا و دفع کرنا۔

"رَأْرَءَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر رَأْرَأَةً (فعللۃ) بمعنی گھمانا، گھورنا۔

"تَوْأَمَتَيْهِ" یہ تَوْأَمَةٌ کا تثنیہ ہے اس کی جمع تَوَائِمُ، تُؤَامٌ ہے بمعنی جڑواں۔

"يَقِدَانِ" صیغہ تثنیہ مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر وَقْدًا، قِدَةً (ضرب) بمعنی بھڑکنا و روشن ہونا، وَقُوْدٌ بمعنی ایندھن۔

"اَلْفَرْقَدَانِ" یہ فَرْقَدٌ کا تثنیہ ہے، قطب شمالی میں واقع روشن ستارہ، نیل گائے کا بچہ۔

"اِبْتَهَجْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِبْتِهَاجٌ (افتعال) بمعنی خوش ہونا۔ مجرد بَهْجًا (سمع) خوش کرنا، (کرم) خوش ہونا۔ "سِيَرٌ" یہ سِيْرَةٌ کی جمع ہے بمعنی طرزِ زندگی، سَيْرٌ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی چلنا۔

"طَاوَعَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر مُطَاوَعَةٌ (مفاعلۃ) بمعنی موافقت کرنا، فرمانبرداری کرنا۔

"اِصْطِبَارٌ" یہ باب افتعال کا مصدر ہے بمعنی صبر کرنا، صَبْرٌ بمعنی بہادری و دلیری۔

"اَلتَّعَامِيْ" یہ باب تفاعل کا مصدر ہے بمعنی بتکلف اندھا بننا۔ مجرد عَمًى (سمع) بمعنی اندھا ہونا، جاہل ہونا۔

"اَلْمَعَامِيْ" یہ مَعْمَاةٌ کی جمع ہے بمعنی بیابان و نامعلوم جنگل۔ "جَوْبٌ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی طے کرنا، کاٹنا و تراشنا۔

"اَلْمَوَامِيْ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَوْمَاةٌ ہے بمعنی صحرا و جنگل۔

"اِيْغَالٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی جلدی کرنا۔ مجرد وُغُوْلًا (ضرب) بمعنی گھسنا و چھپنا۔

"اَلْمَرَامِيْ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَرْمًى ہے بمعنی مقصد، وہ شہر جس سے دوسرے شہر کا قصد کیا جائے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... عَلٰى أَنِّيْ وَإِنْ أَغْمَضَ لِيَ الْفَطِنُ الْمُتَغَابِيْ وَنَضَحَ عَنِّيَ الْمُحِبُّ الْمُحَابِيْ لَا أَكَادُ أَخْلُصُ مِنْ غُمُرِ جَاهِلٍ أَوْ ذِيْ غِمْرٍ مُتَجَاهِلٍ يَضَعُ مِنِّيْ لِهٰذَا الْوَضْعِ، وَيُنَدِّدُ بِأَنَّهٗ مِنْ مَّنَاهِي الشَّرْعِ ، وَمَنْ نَقَدَ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الْاَشْيَاءَ بِعَيْنِ الْمَعْقُوْلِ وَاَنْعَمَ النَّظَرَفِيْ مَبَانِي الْاُصُوْلِ نَظَمَ هٰذِهِ الْمَقَامَاتِ فِيْ سِلْكِ الْاِفَادَاتِ۔

عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی اورصرفی تحقیق لکھیں۔علی أنی ترکیب میں کس سے متعلق ہے؟ وضاحت کریں۔(مقدمہ۔ص ۲۶۔اسلامی کتب خانہ لاہور) (درسِ مقامات:۴۹)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) علی انی کے متعلق کی نشاندہی۔

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ علاوہ ازیں اگرچہ بتکلف اپنے کو غبی ظاہر کرنے والا ذکی مجھ سے چشم پوشی کرے اور مخلص دوست میری طرف سے دفاع کرے تاہم ناتجربہ کار جاہل اور بتکلف نادان بننے والے کینہ ور سے چھٹکارا نہیں پاسکتا۔وہ تو اس وضع (تصنیف) کی وجہ سے میرا مرتبہ گھٹائے گا اور پکار پکار کر کہے گا کہ یہ منہیاتِ شرع میں سے ہے اور جو شخص چیزوں کو عقل کی آنکھ کے ساتھ پرکھے اور گہرا کرے نظر کو قواعد کی بنیادوں میں تو وہ پروئے گا اِن مقامات کو افادات کی لڑی میں۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْفَطِنُ" صیغۂ صفت از مصدر فَطَنًا (سمع) بمعنی ذکی وذہین ہونا۔

"اَغْمَصَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِغْمَاضٌ (افعال) بمعنی آنکھ بند کرنا۔

"اَلْمُتَغَابِیْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَغَابِیْ (تفاعل) بمعنی بتکلف غبی اور کند ذہن بننا۔

"نَضَحَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم، از مصدر نَضْحًا بمعنی دفاع کرنا۔

"اَلْمُحَابِیْ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُحَابَاةٌ (مفاعلہ) بمعنی بغیر بدلے کے عطاء کرنا۔

"غُمْرٌ" یہ صیغۂ صفت ہے اس کی جمع اَغْمَارٌ ہے بمعنی جاہل ونا تجربہ کار، مصدر غَمَارَةً (کرم) بمعنی جاہل ہونا۔

"غِمْرٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع غُمُوْرٌ ہے بمعنی حسد وکینہ، مصدر (سمع) بمعنی کینہ والا ہونا۔

"مُتَجَاهِلٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَجَاهُلٌ (تفاعل) بمعنی بتکلف جاہل بننا۔

"یَضَعُ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر وَضْعًا (فتح) بمعنی رکھنا، جمانا، مرتبہ سے گھٹانا۔(کرم) بمعنی کمینہ ہونا۔

"یُنَدِّدُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَنْدِیْدًا (تفعیل) بمعنی ظاہر کرنا۔

"مناهی" یہ مَنْهِیٌّ کی جمع ہے صیغہ جمع مذکر بحث اسم مفعول، مصدر نَهْیًا (فتح) بمعنی روکنا، منع کرنا۔

"نَقَدَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر نَقْدًا (نصر) بمعنی کھرا کرنا، پرکھنا۔

"مَبَانِیْ" یہ مَبْنٰی کی جمع ہے بمعنی عمارت۔مصدر بَنَاءٌ، بِنَایَةٌ، بُنْیَانًا (ضرب) بمعنی بنانا۔

"سِلْكٌ" یہ اسم جمع ہے اس کا مفرد سِلْكَةٌ ہے بمعنی لڑی۔مصدر سُلُوْكًا (نصر) بمعنی چلنا۔

④ علی انی کے متعلق کی نشاندہی:۔ یہ مابعد میں آنے والے فعل لااکاد اخلص کے متعلق ہے۔

0313 6357013 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر جامع مضمون عربی میں لکھیں جو کم از کم دس سطروں پر مشتمل ہو۔

(۱) الوالدین (بیان درجة الابوین وضرورة اکرامهما وخدمتهما) (۲) السخاء (۳) سیرة سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ۔

جواب ..... **الوالدین**.....

فضل الوالدین علی الابنآء عظیم جدًا لا مجال لانکارہٖ ولایمکن لانسان ان یجازی فضلهما ولو بملءِ الارض ذهبًا لان نفسه وماله لوالدیه وقد جآء فی کتاب اللّٰه: اما یبلغن عندك الکبر احدهما او کلاهما فلا تقل

لهما افٍ الاية وقد اردف الله ذكر الاحسان اليهما ذكر الاجتناب من الشرك ۔ وهكذا جعل الرسول ﷺ الشرك و عقوق الوالدين فى عدادٍ واحدٍ اذعدهما من اكبر الكبآئر ولو قيل لماذا كانت هٰذه الدرجة للوالدين؟ فنقول لانهما من اكبر المحسنين الى الانسان علٰى وجه الارض اذهما وسيلة تولدهٖ فلولا الوالدان لما ظهر ولدٌ الٰى حيز الوجود ابدًا فاذا اشتكٰى اوبكٰى طارنومهما فكم من ليالٍ باتاها ساهرين عليه وعلى الاخص امّه فانها حملته وهنًا علٰى وهنٍ وارضعته عامين فانه لازال لها خلال هٰذه المدة شغلًا شاغلًا فضحت نفسها لنفسهٖ تنام بنومه و ترق بارقهٖ ۔ ووردت احاديث كثيرة فى فضل الاحسان الى الوالدين منها قوله صلى الله عليه وسلم فى جواب رجلٍ قال يا رسول الله من احق بحسن الصحبة؟ امك ثم امك ثم اباك ثم ادناك ادناك وفى بعض الروايات رضى الرّبّ فى رضى الوالد وسخط الرب فى سخط الوالد ۔

وبقيع النظر عن النقل يوجب العقل ايضًا الاحسان الى الوالدين لانهما احسنا الى الاولاد مالم يحسن احدٌ اليهما ، وهل جزآءُ الاحسان الا الاحسان فعلٰى كل ولدٍ ان يخفض لهما جناح الذّلّ من الرحمة ويقول رب ارحمهما كما ربيٰنى صغيرًا۔ ولاريب انهما لنعمة من نعم الله سبحانه۔ (توضیحات الانشاء ص۱۰۶)

.....السّخَاء.....

ان السخاء من الاخلاق الكريمة نوه به جميع الملل والنحل ، ففضيلته غير منكرةٍ والسخى ينال مكانةً عاليةً و منزلةً رفيعًا فى قلب كل امرئٍ سواءٌ كان مسلمًا او غير مسلمٍ لان السخاء من الخصال الفطرية الانسانية يحب صاحبه الى الله تعالٰى والى خلقه ويبارك للسخى فى ماله كما جآء فى الحديث واما البخيل فساقطٌ فى نظر الجميع لايقيم له احدٌ وزنًا ولا يعبأبه ، فالناس كلهم يحذرون من معاشرته ويبتعدون من معاملته نافرين من دآئه فكل يميل عنه ويتحاشاه لانهم يآئسون من خيرهٖ وانسانيته فهو مقيت عند الله وعند الناس يتلف ماله كما نص عليه الحديث ولا شك انا السخآء نبلٌ و كرامة والبخل شينٌ و شناعة ونبيّنا ﷺ كان اجود خلق الله كما هو مروى ما سئل رسول الله ﷺ شيئًا فقال لا ۔

والسّخآء اعظم وسيلة لحصول البركة ولنيل رضآءِ الله تعالٰى فى الدارين كما جاء فى قصة رجلٍ اعمٰى ردّ الله عليه بصره واعطاه واديًا من الغنم ثم اتاه ملكٌ فى صورتهٖ و هيئته وسأله فقال خذما شئت وَدَعْ ما شئت فقال الملك امسك مالك فانما ابتليتم فقد رضى الله عنك وسخط علٰى صاحبيك وهٰذا بفضل سخائه و شكره فالسّخآء خلقٌ لابُدَّ منه للحياة الشريفة الكريمة۔ (توضیحات الانشاء ص۱۰۳)

.....سیدنا عمر بن عبدالعزیز.....(توضیحات الانشاء ص۱۲۰)

ولد سيدنا عمر بن العزيز بالمدينة المنورة سنة احدٰى و ستين و يصل نسبه لابيه الى مروان ولامه الٰى سيدنا عمر بن الخطاب فلما عقل عمر بن عبدالعزيز و بلغ العمر الذى فيه يقبل الناس على التعلم والتثقف احب احواله ومال اليهم واعتنى بتربيته سيدنا عبدالله بن عمرؓ فحاز بذلك درجة الفضل والسعادة و بلغ اشد كمال العلم والدين ۔ اوّلًا فاز بمنصب الامارة على المدينة المنورة سهل له ذالك ۔

ثم اراد الله به و بالامة الاسلامية خيرًا انتقلت الخلافة اليه انتقلت اليه بغتة لم يكن يرجوها ولم يكن على بال احد ان ذلك كائن فتجرد عمر بن عبدالعزيز من جميع ما كان يختص به متنعما و تزهد

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

فی الدنیا اقصی غایة الزهد و اخذ الناس علی الباطل وارجعهم الی الحق و هجر جمیع المألوفات التی الفها اخذ الزکاة و سمع للمظلوم ونصر الحق وحرم اسرة الخلافة من جمیع الاختصاصات فاصبحوا کجمیع الناس ۔ هو مجدد الاسلام للمائة الاولٰی وکان رجلًا لن ینساه التاریخ و عمل اعمالًا عظیمة۔

وفی الامارة شدد علی نفسه وعلی اهله ما لم یشدد مثله علی احد، حرم نفسه واهله من الحیاة السهلة المستریحة حتی کان لایجد احیانا مایکفی لضرورته فضلا عما یرغب فیها النفس من الکمالیات ۔

وفی السنة الواحدة بعد المائة الاولٰی من الهجرة انتقل الی رحمة الله ، طیب الله ثراه و رفع درجاته۔

﴿الورقة الخامسة :فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل.....فَلَمَّا رَاَیْتُ تَلَهُّبَ جَذْوَتِهٖ وَتَاَلُّقَ جَلْوَتِهٖ اَمْعَنْتُ النَّظَرَ فِیْ تَوَسُّمِهٖ وَسَرَّحْتُ الطَّرْفَ فِیْ مِیْسَمِهٖ فَاِذَا هُوَ شَیْخُنَا السَّرُوْجِیُّ وَقَدْ اَقْمَرَ لَیْلُهُ الدَّجُوْجِیُّ فَهَنَّأْتُ نَفْسِیْ بِمَوْرِدِهٖ وَابْتَدَرْتُ اسْتِلَامَ یَدِهٖ ۔ وَ قُلْتُ لَهٗ مَا الَّذِیْ اَحَالَ صِفَتَكَ حَتّٰی جَهِلْتُ مَعْرِفَتَكَ وَاَیُّ شَیْبٍ شَیَّبَ لِحْیَتَكَ حَتّٰی اَنْكَرْتُ حُلْیَتَكَ فَاَنْشَاَ یَقُوْلُ:

وَقْعُ الشَّوَائِبِ شَیَّبْ ... وَالدَّهْرُ بِالنَّاسِ قُلَّبْ

اِنْ دَانَ یَوْمًا الشَّخْصِ ... فَفِیْ غَدٍ یَّتَغَلَّبْ

فَلَا تَثِقْ بِوَمِیْضٍ ... مِنْ بَرْقِهٖ فَهُوَ خُلَّبْ

وَاصْبِرْ اِذَا هُوَ اَضْرٰی ... بِكَ الْخُطُوْبَ وَاَلَّبْ (مقامہ۲)

عبارت کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، مذکورہ اشعار کی ترکیب لکھیں۔(درسِ مقامات۔ص۱۲۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) پہلے دو اشعار کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس جب دیکھا میں نے اس کی چنگاری کی بھڑک کو اور اس کے ظاہر کی چمک کو تو گہرا کیا میں نے نظر کو اُس کو علامت سے پہچاننے میں اور چھوڑ دی میں نے نظر اُس کی علامت (یا حُسن) میں پس اچانک وہ ہمارا شیخ سروجی تھا ایسے حال میں کہ چاند کی طرح ہو چکی تھی اس کی شب تاریک پس مبارک باد دی میں نے اپنے نفس کو اُس کے وارد ہونے کی اور سبقت کی میں نے اُس کے ہاتھ چوم لینے میں، اور میں نے اُسے کہا کہ کس چیز نے آپ کی حالت بدل دی یہاں تک کہ میں آپ کی پہچان سے جاہل رہا؟ اور کس چیز نے آپ کی داڑھی کو سفید کر دیا یہاں تک کہ میں نے آپ کے حلیہ کو ناآشنا سمجھا؟ پس اس نے شعر پڑھے کہتے ہوئے، مصائب کے واقع ہونے نے بوڑھا کر دیا اور زمانہ لوگوں پر بہت تبدیل ہونے والا ہے، اگر تابع ہو جائے کسی دن کسی شخص کے تو کل آئندہ میں غالب ہو جاتا ہے پس نہ بھروسہ کرنا اُس (زمانے) کی بجلی کی معمولی چمک پر کیونکہ وہ بہت دھوکے باز ہے اور صبر کر جب وہ بھڑکائے تیرے اوپر حوادثات اور جمع کرے کیونکہ سونے کی ڈلی کیلئے کوئی عار نہیں ہے جبکہ اُسے آگ میں لوٹ پوٹ کیا جائے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "تَلَهُّبَ" یہ مصدر ہے (تفعل) بمعنیٰ آگ کا بھڑکنا۔

"جَذْوَتِهٖ" یہ مفرد ہے اس کی جمع جُذیٰ ہے بمعنیٰ دہکتی ہوئی چنگاری۔ "تالق" یہ مصدر ہے (تفعل) بمعنیٰ چمکنا۔

"جلوته" جلوة یہ مصدر ہے جو خلوة کی ضد ہے (نصر) بمعنیٰ نقاب ہٹانا اور چہرہ ظاہر کرنا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

"لیله" یہ مفرد ہے اس کی جمع لَیَالٍ ہے اور یہ نہار کا مقابل ہے بمعنیٰ رات ہے۔
"تَوَسُّمِهٖ" یہ مصدر ہے (تفعل) بمعنیٰ علامات کے ذریعے کسی شیٔ کو معلوم کرنا، فراست سے معلوم کرنا۔
"مِیْسَمِهٖ" یہ مفرد ہے اسکی جمع مَیَاسِمُ، مَوَاسِمُ ہے بمعنیٰ علامت، وہ آلہ جس سے جانوروں پر نشان لگاتے ہیں۔
"بِمَوْرِدِهٖ" مورد مصدر میمی ہے (نصر) بمعنیٰ آنا۔ "قُلَّبٌ" یہ مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنیٰ بہت پینترے بدلنے والا۔
"وَابْتَدَرْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث ماضی معلوم از مصدر اِبْتِدَارٌ (افتعال) بمعنیٰ سبقت کرنا۔
"اَحَالَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِحَالَةٌ (افعال) بمعنیٰ تبدیل کرنا۔ مجرد حَوْلًا (نصر) تبدیل ہونا۔
"شَیَّبَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَشْیِیْبٌ (تفعیل) بمعنیٰ سفید و بوڑھا کرنا۔ مجرد شَیْبًا (ضرب) بمعنیٰ بوڑھا ہونا۔ "اَلشَّوَائِبُ" یہ شَائِبَةٌ کی جمع ہے بمعنیٰ آلودگی، مصیبت، آمیزش۔ از مصدر شوبًا (نصر) بمعنیٰ خلط کرنا۔
"دَانَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر دَوْنًا و دُوْنًا (نصر) بمعنیٰ مطیع ہونا۔
"یَتَغَلَّبُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر تَغَلُّبٌ (تفعل) بمعنیٰ غالب ہونا اور غلبہ پانا۔
"فَلَا تَثِقْ" صیغہ واحد مذکر بحث نہی حاضر معلوم از مصدر ثِقَةً (حسب) بمعنیٰ بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا۔
"خُلَّبٌ" بمعنیٰ بغیر بارش خالی چمک۔ مصدر خلابةٌ (نصر) بمعنیٰ دھوکہ دینا ایسے بادل سے بھی چونکہ آدمی دھوکہ میں مبتلا ہوتا ہے اس لئے اسے خُلَّبٌ کہتے ہیں۔ "بومیض" یہ مصدر ہے (ضرب) بمعنیٰ معمولی چمک۔
"اضری" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر اِضْرَاءٌ (افعال) بمعنیٰ بھڑکانا۔

② پہلے دو اشعار کی ترکیب:۔ وقع الشوائب مضاف و مضاف الیہ ملکر مبتدا شیّب جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ واؤ استینافیہ الدھر مبتدا بالناس جار مجرور ملکر متعلق مقدم قلّب فعل مع فاعل و متعلق جملہ فعلیہ ہو کر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ اِنْ شرطیہ دان فعل مع فاعل یوما مفعول فیہ لشخص جار مجرور ملکر متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول فیہ و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط فاء جزائیہ فی غد جار و مجرور ملکر متعلق مقدم یتغلّب فعل و فاعل اپنے متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا، شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

الشق الثانی.....وَكَانَ بِالْمَجْلِسِ كَهْلٌ جَالِسٌ فِی الْحَاشِیَةِ عِنْدَ مَوَاقِفِ الْحَاشِیَةِ فَكَانَ كُلَّمَا شَطَّ الْقَوْمُ فِیْ شَوْطِهِمْ وَنَثَرُوا الْعَجْوَةَ وَالنَّجْوَةَ مِنْ نَوْطِهِمْ یُنْبِئُ تَخَازُرُ طَرْفِهٖ وَ تَشَامُخُ اَنْفِهٖ اَنَّهٗ مُخْرَنْبِقٌ لِّیَنْبَاعَ وَ مُجَرْمَزٌ سَیَمُدُّ الْبَاعَ وَنَابِضٌ یَّبْرِی النِّبَالَ وَ رَابِضٌ یَّبْغِی النِّضَالَ۔ (مقامہ ۶۔ ص ۱۰۲) (درسِ مقامات: ۲۶۰)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔ مذکورہ عبارت کس مقامہ سے ماخوذ ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) مقامہ کی تعیین۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② عبارت کا ترجمہ:۔ مجلس میں ایک اُدھیڑ عمر آدمی کنارے پر خادموں کے کھڑے ہونے کی جگہوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا (اس کی حالت یہ تھی کہ) جب بھی لوگ (کلام کے میدان میں) اپنی گردش میں دور چلے جاتے اور اپنے توشہ دان سے عمدہ اور ردی کھجور کو بکھیرتے (عمدہ اور ردی کلام مراد ہیں اور توشہ دان سے ذہن و دماغ مراد ہیں) تو اس آدمی کا آنکھ کے کنارہ سے دیکھنا اور ناک چڑھانا اس بات کی خبر دیتا تھا کہ وہ خاموشی سے سر جھکانے والا ہے تاکہ حملہ کر سکے اور سمٹ کر بیٹھنے والا ہے کہ عنقریب دراز کریگا بازوؤں کو (پرندہ بسا اوقات اُڑنے اور پھڑ پھڑانے سے پہلے سکڑتا ہے) اور کمان کا چلہ کھینچنے والا ہے کہ تراشے (کلام کے) تیروں کو اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تیر اندازی چاہتا ہے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْحَاشِيَةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع حَوَاشِیْ ہے بمعنی طرف وکنارہ۔
"كَهْلٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع كُهُوْلٌ و كُهْلَانٌ ہے بمعنی اُدھیڑعمر (۳۰ سے ۵۰ سال)۔ مصدر كَهْلًا (فتح) اُدھیڑعمر ہونا۔
"شَطَّ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر شَطًّا و شُطُوْطًا (نصر وضرب) بمعنی دور ہونا، حد سے بڑھنا۔
"شَوْطٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَشْوَاطٌ ہے بمعنی چکر۔ مصدر شَوْطًا (نصر) بمعنی دوڑنا و چکر لگانا۔
"اَلْعَجْوَةُ" عمدہ ومشہور کھجور کا نام ہے۔ "اَلنَّجْوَةُ" بمعنی ردّی وگھٹیا کھجور۔
"نَوْطٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَنْوَاطٌ ہے بمعنی تھیلا۔ مصدر نَوْطًا (نصر) بمعنی لٹکانا۔
"تَخَازُرٌ" یہ باب تفاعل کا مصدر ہے، مجرد خَزْرًا (نصر) دونوں کا معنی آنکھ کے کنارہ سے دیکھنا، خَزَرًا (سمع) تنگ آنکھ والا ہونا۔
"تَشَامُخٌ" یہ باب تفاعل کا مصدر ہے۔ مجرد شَمْخًا و شُمُوْخًا (فتح) بمعنی تکبر کرنا، بلند ہونا۔
"مُخْرَنْبِقٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِخْرِنْبَاقٌ (انفعلال) بمعنی سر جھکانا، زمین سے چمٹنا۔
"لِيَنْبَاعَ" صیغہ واحد مذکر امر غائب معلوم از مصدر اِنْبِيَاعٌ (انفعال) بمعنی خود کو پھیلانا۔ مجرد بَوْعًا (نصر) بمعنی دینے کیلئے ہاتھ پھیلانا۔
"مُجْرَمِزٌّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِجْرِمَّازٌ (افعنلال) بمعنی سکڑنا، سمٹنا، لوٹنا و بھاگنا۔
"اَلْبَاعُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَبْوَاعٌ و بَاعَاتٌ ہے بمعنی دونوں پھیلے ہوئے بازوؤں کا درمیانی فاصلہ، مراد بازو ہیں۔
"نَابِضٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر نَبْضًا و نَبْضَانًا (ضرب) بمعنی کمان کا چلّہ کھینچنا۔
"يَبْرِيْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر بَرْيًا (ضرب) بمعنی تراشنا۔
"اَلنِّبَالُ" یہ نَبْلٌ کی جمع ہے بمعنی تیر۔ مصدر نَبَالَةً (نصر) بمعنی ذوالفضل وعظیم القدر ہونا۔
"رَابِضٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر رَبْضًا و رُبُوْضًا (ضرب) بمعنی گھٹنے کے بل بیٹھنا۔
"اَلنِّضَالُ" یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی مقابلہ کرنا۔ مجرد نَضْلًا (نصر) بمعنی غالب آنا۔

④ مقامہ کی تعیین:۔ اس عبارت کا تعلق مقامہ سادسہ مراغیّہ سے ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۷ھ

الشق الاوّل ..... لَمْ يَبْقَ صَافٍ وَ لَا مُصَافٍ وَ لَا مَعِيْنٌ وَ لَا مُعِيْنٌ
وَ فِي الْمَسَاوِيْ بَدَا التَّسَاوِيْ فَلَا اَمِيْنٌ وَ لَا ثَمِيْنٌ

ثُمَّ قَالَ لَهَا مَنِّي النَّفْسَ وَ عِدِيْهَا وَاجْمَعِي الرِّقَاعَ وَ عُدِّيْهَا فَقَالَتْ لَقَدْ عَدَدْتُهَا لَمَّا اسْتَعَدَّتْهَا فَوَجَدْتُ يَدَ الضَّيَاعِ قَدْ غَالَتْ اِحْدَى الرِّقَاعِ فَقَالَ تَعْسًا لَكِ يَا لَكَاعِ اِنْحَرَمْ وَيْحَكِ الْقَنَصَ وَالْحِبَالَةَ وَالْقَبَسَ وَالذُّبَالَةَ اِنَّهَا لَضِغْثٌ عَلٰى اِبَّالَةٍ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (مقامہ ۷۔ ص ۱۲۲) (درسِ مقامات: ۳۱۲)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ نہ کوئی صاف آدمی رہا اور نہ کوئی مخلص دوستی کرنے والا رہا، نہ چشمہ رہا اور نہ مددگار۔ برائیوں میں برابری شروع ہوگئی، پس نہ کوئی امانت دار رہا اور نہ کوئی قیمتی۔ پھر اس نے کہا اپنے آپ کو امیدوار رکھو اور اپنے نفس سے وعدہ کرلو (کہ آج نہیں تو کل مل جائے گا) اور رقعوں کو جمع کر کے گن لو، تو وہ کہنے لگی میں نے واپس لیتے ہوئے ان کو گن لیا تھا، ضیاع کے ہاتھ نے ایک رقعہ تلف کر دیا ہے (یعنی ایک رقعہ گم ہوگیا ہے) تو بوڑھے نے کہا، اے کمینی! ہلاکت ہو تجھے، تیرا ناس ہو، کیا ہم محروم کر دیئے جائیں گے شکار سے بھی اور رسّی سے بھی، شعلہ وروشنی سے بھی اور بتی سے بھی، یہ تو نقصان پر نقصان ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "صَافٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر صَفْوًا و صَفَاءً (نصر) بمعنی صاف ہونا، خالص وعمدہ ہونا۔ "مُصَافٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر مُصَافَاةً (مفاعلہ) بمعنی خالص محبت کرنا۔

"مَعِیْنٌ" صیغہ صفت بمعنی چشمہ وجاری پانی۔ مصدر مَعْنًا (فتح) ومَعُوْنًا (کرم) بمعنی آہستہ آہستہ بہنا۔

"اَلْمَسَاوِیْ" خلافِ قیاس سُوْءٌ کی جمع ہے بمعنی بُرائی۔ مصدر سَوْءٌ (نصر) بمعنی بُرا ہونا۔

"اَمِیْنٌ" یہ صیغہ صفت ہے اس کی جمع اُمَنَاءُ ہے بمعنی امانتدار۔ مصدر اَمَانَةً (کرم) بمعنی امین وامانتدار ہونا۔

"ثَمِیْنٌ" صیغہ صفت ہے، از مصدر ثَمَانَةً (کرم) بمعنی قیمتی ہونا۔ "اَلضَّیَاعُ" یہ باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی ہلاک ہونا۔

"مَنِّیْ" صیغہ واحد مذکر امر حاضر معلوم از مصدر تَمْنِیَةً (تفعیل) بمعنی رغبت دلانا، آرزومند بنانا۔

"عِدِیْ" صیغہ واحد مؤنث امر حاضر معلوم از مصدر وَعْدًا و عِدَةً (ضرب) بمعنی وعدہ کرنا۔

"اِسْتَعَدْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از باب استفعال بمعنی لوٹنے کو طلب کرنا۔ مجرد عَوْدًا (نصر) بمعنی لوٹنا۔

"غَالَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر غَوْلًا (نصر) بمعنی اچانک ہلاک کرنا۔

"تَغَسًّا" یہ باب فتح وسمع کا مصدر ہے بمعنی ہلاک ہونا۔ "اَلذُّبَالَةُ" یہ مفرد ہے اسکی جمع ذُبَالٌ ہے بمعنی چراغ کی بتّی۔

"لَکَاعٌ" یہ مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی کمینی۔ مصدر لَکَعًا ولَکَاعَةً (سمع) بمعنی کمینی واحمق ہونا۔

"اَلْقَنَصَ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَقْنَاصٌ ہے بمعنی شکار۔ مصدر قَنَصًا (ضرب) بمعنی شکار کرنا۔

"اَلْحِبَالَةُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع حَبَائِلُ ہے بمعنی رسّی وپھندا۔ مصدر حَبْلًا (نصر) بمعنی رسّی سے باندھنا۔

"اَلْقَبَسُ" بمعنی شعلہ۔ مصدر قَبْسًا (ضرب) بمعنی لینا وحاصل کرنا۔

"ضِغْثٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَضْغَاثٌ ہے بمعنی بوجھ وگٹھڑی۔ مصدر ضَغْثًا (فتح) بمعنی ملانا وجمع کرنا۔

الشق الثانی .....وَمَاقَصَدْتُ بِالْاِحْمَاضِ فِیْهِ اِلَّا تَنْشِیْطَ قَارِئِیْهِ وَتَکْثِیْرَ سَوَادِ طَالِبِیْهِ وَلَمْ اُوْدِعْهُ مِنَ الْاَشْعَارِ الْاَجْنَبِیَّةِ اِلَّا بَیْتَیْنِ فَذَّیْنِ اَسَسْتُ عَلَیْهِمَا بُنَیَّةَ الْمَقَامَةِ الْحُلْوَانِیَّةِ وَاٰخَرَیْنِ تَوْأَمَیْنِ ضَمَّنْتُهُمَا خَوَاتِمَ الْمَقَامَةِ الْکَرَجِیَّةِ وَمَاعَدَا ذٰلِکَ فَخَاطِرِیْ اَبُوْعُذْرِهٖ وَمُقْتَضِبُ حُلْوِهٖ وَمُرِّهٖ (مقدمہ: ص۲۲) (درسِ مقامات: ۴۲)

عبارت پر اعراب لگا کر واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں "ابوعذرہ" کا موقع استعمال واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) ابوعذرہ کا موقعِ استعمال۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور نہیں ارادہ کیا میں نے اس کتاب میں ایک اسلوب سے دوسرے اسلوب کی طرف منتقل ہونے سے مگر پڑھنے والوں کو چُست کرنے کا اور اُس کے طلباء کی جماعت کو بڑھانے کا، اور نہیں ودیعت رکھے میں نے اس میں کوئی اجنبی اشعار مگر دو جدا جدا اشعار جن پر مَیں نے مقامہ حلوانیہ کی بنیاد رکھی، اور دوسرے دو جڑواں اشعار جن کو میں نے مقامہ کرجیہ کے آخر میں ملایا ہے اور اِن کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اُس سب کا میرا ہی دل ودماغ موجد ہے اور اُس کی مٹھاس وکھٹاس کو کاٹنے والا ہے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "تَنْشِیْطٌ" یہ باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی خوش کرنا، چست بنانا۔

"اِحْمَاضٌ" یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی سنجیدہ باتوں سے گپ شپ کی طرف منتقل ہونا۔

"لَمْ اَوْدِعْه" صیغہ واحد متکلم بحث نفی جحد بلم معروف از مصدر ایداعًا (افعال، مثال) بمعنی ودیعت رکھنا۔
"فَذَّیْنِ" یہ فَذٌّ کا تثنیہ ہے بمعنی تنہا واکیلا جمع اَفْذَاذٌ ہے۔ مصدر فَذًّا (نصر، مضاعف) بمعنی الگ وتنہا ہونا۔
"بُنَیَّةٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع بُنًی وبِنًی ہے بمعنی عمارت وڈھانچہ، بنیاد۔
"فَخَاطِرِیْ" خَاطِرٌ بمعنی دل میں گزرنے والا خیال، مجازا ذہن وقلب۔ مصدر خُطُوْرًا (نصر) بمعنی دل پر خیال کا گزرنا۔
"مُقْتَضِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اقتضابٌ (افتعال) بمعنی کاٹنا۔

④ ابوعذرہ کا موقع استعمال:۔ ابوعذرہ کا معنی پہلا کاریگر وموجد اور مصنف ہے اور یہ لفظ سب سے پہلے کام کرنے والے کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے "فُلَانٌ ابو عذرها" فلاں آدمی اس عورت کا پہلا شوہر ہے۔ یہاں پر مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں چار اشعار کے علاوہ باقی ست کچھ میری ہی ایجاد وتحریر ہے میں نے وہ کسی سے نقل نہیں کی، میں ہی اسکا مصنف ہوں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل .....كانت الآلات والماكينات تحرك و تدار بمشقة عظيمة قبل اكتشافات الكهرباء فلما اكتشف سهل ادارتها و تحريكها وتحملت الكهرباء وحدها ما كان يتحمله الوف من الناس من تسيير الآلات والماكينات ، فبذلك يسهل كل عمل صناعي فالمعامل والمصانع تعمل بسرعة فائقة و توفر لاهلها مالا كثيرا و منافع جمة و تقدم للأمة المصنوعات الكثيرة فلايقل للناس مايحتاجون اليها من مصنوعات و اشياء و منتجات ۔ (ص۴۹۔ مجلس نشریاتِ اسلام) عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں۔

جواب ..... عبارت کا اردو میں ترجمہ:۔ بجلی کی دریافت سے پہلے آلات اور مشینیں بڑی مشقت کے ساتھ چلائی اور گھمائی جاتی تھیں، جب بجلی دریافت ہوئی تو ان کو گھمانا اور حرکت میں لانا آسان ہوگیا، آلات اور مشینوں کے چلانے کا وہ بوجھ جسے ہزاروں لوگ اٹھاتے تھے تنہا بجلی نے اُٹھالیا، اس کی بدولت ہر صنعتی عمل آسان ہورہا ہے، کارخانے اور ملیں بہت تیزی سے مصروفِ عمل ہیں اور اپنے مالکان کو بہت مال اور وافر منافع فراہم کررہی ہیں لہٰذا لوگوں کو جن مصنوعات (مختلف) اشیاء اور پیداوار کی احتیاج پڑتی ہے وہ ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتے۔

الشق الثانی .....انہوں نے اس زندگی کی چول بٹھادی مگر اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی کو خطرے میں ڈال کر اور اپنا سب کچھ قربان کرکے انہوں نے اس مقصد کی خاطر بادشاہی کا تاج ٹھکرادیا۔ دولت اور عیش کی بڑی سے بڑی پیش کش کو نامنظور کیا، محبوب وطن کو چھوڑا۔ ساری عمر بے آرام رہے، پیٹ پر پتھر باندھے، کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا، گھر والوں کو فقر وفاقہ میں شریک رکھا، دنیا کی ہر قربانی میں، ہر ہر خطرے میں پیش پیش اور ہر فائدے اور ہر لذت سے دور رہے لیکن دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک کہ دنیا کو صحیح رُخ پر نہ ڈال دیا اور تاریخ کا دھارا نہ بدل دیا۔ (ص۱۱۳۔ مجلس نشریاتِ اسلام) عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔

جواب ..... عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ قد قوّموا سَقُبَ هذه الحياةِ لٰكن خاطروا بحياتهم وحياة عآئلتهم وضَحّوا بمالديهم لهٰذا الهدف ورفضوا تاج الملوكية وردّوا الطُّروحات العظيمة من الثَّرآء والرّغادة وهاجروا الوطن العزيز ولم يصيبوا راحةً مَدَى العمر وشدُّوا الاحجار علٰى بطونهم ولم يشبَعوا من الطعام قطّ واشركوا اهلهم فى الفقر والمجاعة متقدمين فى كل تَضْحِيَّةٍ وخطرٍ مبتعدين عن كل فائدةٍ ولذةٍ لٰكن لم يخرجوا من الدنيا مالم يوجهوا الدنيا الى صراطٍ مستقيمٍ ولم يغيّروا تيّار التاريخ۔

﴿الورقة الخامسة : فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... قَالَ: نَظَمَنِیْ وَ اَخْدَانًا لِیْ نَادٍ لَمْ یَخِبْ فِیْهِ مُنَادٍ، وَ لَا کَبَا قَدْحُ زِنَادٍ، وَ لَا نَکَثَ نَارُ عِنَادٍ فَبَیْنَا نَحْنُ نَتَجَاذَبُ اَطْرَافَ الْاَنَاشِیْدِ وَنَتَوَارَدُ طُرَفَ الْاَسَانِیْدِ اِذْوَقَفَ بِنَا شَخْصٌ عَلَیْهِ سَمَلٌ وَفِیْ مَشْیَتِهٖ قَزَلٌ فَقَالَ:یَا اَخَائِرَ الذَّخَائِرِ وَ بَشَائِرَالْعَشَائِرِ عِمُوْا صَبَاحًا وَاَنْعِمُوْا اِصْطِبَاحًا وَانْظُرُوْا اِلٰی مَنْ کَانَ ذَانَدِیٍّ وَنَدِیْ وَجِدَةٍ وَجَدِیْ وَعَقَارٍوَقُرَیْ وَمَقَارٍوَقِرَیْ ۔

عبارت پراعراب لگا کرسلیس ترجمہ کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔(مقامہ ثالثہ۔ص۶۴)(درسِ مقامات:۱۳۳)

جواب ..... ❶ عبارت پراعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کاترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے کہا کہ مجھے اور میرے دوستوں کو ایک ایسی مجلس نے پرو دیا جس میں منادی (پکارنے والا) اور سائل محروم ونامراد نہیں رہا، اور نہ چقماق کی رگڑ بے آگ رہی اور نہ ہی عناد کی آگ اس میں بھڑکی ہے۔اسی دوران کہ ہم ترانوں کے اطراف کو کھینچ رہے تھے اور دلچسپ ومستند واقعات پر پے درپے وار کررہے تھے اچانک ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص آ کھڑا ہوا جس پر پرانی چادر تھی اور اس کی چال میں لنگڑاپن تھا اور کہنے لگا اے بہترین زخیرو اور قبیلوں کو خوشخبری دینے والو تم صبح کو خوشگوار رہو اور صبح کی شراب نوشی سے خوشحال رہو، ذرا اُس شخص کی طرف دیکھو جو مجلس اور سخاوت والا تھا، تونگری اور عطیے والا، زمین اور بستیوں والا، پیالوں، حوضوں اور مہمان نوازی والا تھا۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "نَتَجَاذَبُ" صیغہ جمع متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر تَجَاذُبًا (تفعل) بمعنی مل کر کسی چیز کو اس طرح کھینچنا کہ ایک آدمی ایک طرف سے اور دوسرا دوسری طرف سے کھینچے، باہم کشمکش کرنا۔ یہاں نزاع وبحث ومباحثہ کرنا مراد ہے۔ "عِمُوْا" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث امر حاضر معلوم از مصدر وَعْمًا (ضرب، مثال) بمعنی خوشگوار ہونا۔

اَخْدَانٌ: جمع ہے، اس کا واحد خِدْنٌ ہے بمعنی دوست وساتھی۔

لَمْ یَخِبْ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر خَیْبَةً (ضرب۔اجوف) بمعنی نامراد ونا کام ہونا۔

کَبَا: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر کَبْوًا، کُبُوًّا (نصر۔ناقص) بمعنی آگ نہ نکلنا وروشن نہ ہونا۔

نَکَثَ: صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر نُکُوًّا (نصر۔ناقص) بمعنی تیز ومشتعل ہونا۔

اَلْاَنَاشِیْدِ: یہ اُنْشُوْدَةٌ کی جمع ہے بمعنی ترانہ وگیت۔ طُرَفَ: یہ طُرْفَةٌ کی جمع ہے بمعنی دلچسپ بات، اچھوتی بات۔

"اَخَائِرَ" یہ خَیِّرٌ (اسم تفضیل) کی جمع ہے بمعنی بہتر۔ "بَشَائِرَ" یہ بَشَارَةٌ کی جمع ہے بمعنی خوشخبری وخوش کرنے والی بات۔

"نَدِیٍّ" بمعنی مجلس جب تک لوگ اُس میں موجود ہوں۔مصدر نَدْوًا (نصر، ناقص) بمعنی جمع ہونا۔

"عَقَارٍ" یہ مفرد ہے اس کی جمع عَقَارَاتٌ ہے بمعنی غیر منقولہ جائیداد، جاگیر، زمین، گھر وغیرہ۔

"مَقَارٍ" یہ مِقْرَاةٌ کی جمع ہے بمعنی بڑا پیالہ وحوض۔مصدر قَرْیٌ (ضرب، ناقص) بمعنی جمع کرنا۔

0313 6357911 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی .....قَالَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ: فَلَمَّا وَعَیْتُ مَادَارَ بَیْنَهُمَا تُقْتُ اِلٰی اَنْ اَعْرِفَ عَیْنَهُمَا فَلَمَّا لَاحَ اِبْنُ ذُکَاءَ وَاَلْحَفَ الْجَوَّ الضِّیَاءُ غَدَوْتُ قَبْلَ اِسْتِقْلَالِ الرِّکَابِ وَلَا اِغْتِدَاءَ الْغُرَابِ وَجَعَلْتُ اَسْتَقْرِیْ صَوْبَ الصَّوْتِ الْلَیْلِیِّ وَاَتَوَسَّمُ الْوُجُوْهَ بِالنَّظَرِ الْجَلِیِّ اِلٰی اَنْ لَمَحْتُ اَبَارِیْدِ وَاِبْنَهٗ یَتَحَادَثَانِ وَعَلَیْهِمَا بُرْدَانِ رَثَّانِ فَعَلِمْتُ اَنَّهُمَا نَجِیًّا لَیْلَتِیْ وَصَاحِبَا رِوَایَتِیْ ۔(مقامہ رابعہ۔ص۸۴)(درسِ مقامات۔ص۱۹۵)

سلیس ترجمہ کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔"ابن ذکآء" سے کیا مراد ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا چار امور ہیں: (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) "اِبْنُ ذُکَاءَ" کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ھمام نے کہا کہ جب میں نے وہ باتیں محفوظ کرلیں جو اُن دونوں کے درمیان چلیں تو میں اس بات کا مشتاق ہوا کہ میں ان کی شخصیت کو پہچانوں چنانچہ جب صبح طلوع ہوئی اور اُس نے فضاء کو روشنی پہنا دی تو سواریوں کے اٹھنے اور کوّے کے صبح کے وقت چلنے سے پہلے میں چل نکلا اور تلاش کرنے لگا میں رات والی آواز کی جہت کو اور غور کرنے لگا چہروں میں ظاہری نگاہ سے یہاں تک کہ میں نے ابوزید اور اُس کے بیٹے کو باتیں کرتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ اُن پر دو پرانی چادریں تھیں پس جان لیا میں نے کہ بلاشبہ یہی دونوں میری رات کے سرگوشی کرنے والے اور میری رات کی قصہ گوئی کرنے والے ہیں۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "رَثَّانِ" یہ رَثٌّ کا تثنیہ ہے، اسکی جمع رِثَاثٌ ہے بمعنی بوسیدہ و پرانا۔

"وَعَیْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر وَعْیًا (ضرب، لفیف) بمعنی یاد کرنا، جمع کرنا۔

"دَارَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر دَوْرًا (نصر، اجوف) بمعنی گھومنا۔

"تُقْتُ" صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر تَوْقًا (نصر، اجوف) بمعنی مشتاق ہونا۔

"لَاحَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر لَوْحًا (نصر، اجوف) بمعنی ظاہر ہونا۔

"اَلْحَفَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِلْحَافًا (افعال) بمعنی کپڑا اولباس پہنانا۔

"اِسْتِقْلَالٌ" یہ باب استفعال کا مصدر ہے بمعنی اٹھانا، بلند کرنا، کم سمجھنا، کوچ کرنا۔

"اَسْتَقْرِیْ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر استقراءٌ (استفعال، ناقص) بمعنی تلاش کرنا۔

"صَوْبَ" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی برسنا، بہنا، اُترنا، پہنچنا، جہت و بارش۔

"اَتَوَسَّمُ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر تَوَسُّمًا (تفعل، مثال) بمعنی علامت سے تلاش کرنا، پہچاننا۔

"بُرْدَانِ" یہ بُرْدٌ کا تثنیہ ہے، اسکی جمع اَبْرَادٌ، بُرُوْدٌ ہے بمعنی کپڑا، چادر، کمبل۔

"نَجِیًّا" یہ نجیٌّ کا تثنیہ ہے نون تثنیہ اضافت سے گر گیا ہے بمعنی بھیدی، سرگوشی کرنے والے۔

④ "اِبْنُ ذُکَاءَ" کی مراد:۔ ذُکَاءٌ سورج کا نام ہے اور ابن ذکاء سے مراد صبح ہے اسلئے کہ یہ سورج کی روشنی وچمک کا نتیجہ ہوتی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل .....وَاسْتَحَالَتِ الْحَالُ وَاَعْوَلِ الْعِیَالُ وَخَلَتِ الْمَرَابِطُ وَرَحِمَ الْغَابِطُ وَاَوْدَی النَّاطِقُ وَالصَّامِتُ وَرَثَی لَنَا الْحَاسِدُ وَالشَّامِتُ وَاَلَ بَنَا الدَّهْرُ الْمُوْقِعُ وَالْفَقْرُ الْمُدْقِعُ اِلٰی اَنِ احْتَذَیْنَا الْوَجٰی وَاغْتَذَیْنَا الشَّجٰی وَاسْتَبْطَنَّا الْجَوٰی وَطَوَیْنَا الْاَحْشَاءَ عَلَی الطَّوٰی وَاکْتَحَلْنَا السُّهَادَ وَاسْتَوْطَنَّا الْوِهَادَ وَاسْتَوْطَأْنَا الْقَتَادَ وَتَنَاسَیْنَا الْاَقْتَادَ وَاسْتَطَبْنَا الْحَیْنَ الْمُجْتَاحَ وَاسْتَبْطَأْنَا الْیَوْمَ الْمُتَاحَ۔ (مقامہ۳۔ص۶۶)

عبارت پر اعراب لگا کر واضح ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، **اودی الناطق والصامت** جملہ کا موقع استعمال ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ **ناطق** اور **صامت** سے کیا مراد ہے۔(درسِ مقامات۔ص۱۳۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) **اودی الناطق والصامت** جملہ کا موقع استعمال (۵) **ناطق** اور **صامت** کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور حال تبدیل ہوگیا اور اہل وعیال آہ وبکا کرنے لگے اور اصطبل خالی ہوگئے اور رشک کرنیوالا رحم کرنے لگا اور بولنے والا وخاموش رہنے والا (دونوں طرح کا مال) ہلاک ہوگیا، حسد کرنیوالا اور مصیبت پر خوش ہونے والا رحم کھانے لگا اور ہلاک کرنیوالا زمانہ وخاک میں ملانے والا فکر ہم پر لوٹ آیا یہاں تک کہ ہم نے برہنہ پائی کو جوتا اور حلق میں اٹکنے والی ہڈی کو غذا بنایا اور سوزشِ غم سے پیٹ بھرا اور آنتوں کو بھوک پر لپیٹا اور ہم نے بیداری کو سرمہ بنایا اور ہم نے گڑھوں کو وطن بنایا اور ہم نے خاردار درخت کو نرم سمجھا اور ہم کجاؤوں کو بھول گئے اور ہم نے ہلاک کرنیوالی ہلاکت کو اچھا سمجھا اور ہم نے موت کیلئے مقررہ دن کو سست پایا۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اِسْتَوْطَنَّا" صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از باب استفعال (مثال) بمعنی وطن وٹھکانہ بنانا۔

"اِسْتَحَالَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِحَالٌ (استفعال، اجوف) بمعنی تبدیل ہونا۔

"اَلْمَرَابِطُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد مَرْبَطٌ ہے بمعنی جانور باندھنے کی جگہ، اصطبل۔ مجرد میں رَبْطًا (نصر، ضرب) بمعنی باندھنا۔

"اَلشَّجِیُ" یہ اسم ہے بمعنیٰ حلق میں اٹکنے والی ہڈی۔ مصدر شَجًی (سمع) غمگین ہونا۔ شَجْوًا (نصر) غمگین کرنا۔

"اِسْتَبْطَنَّا" صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِبْطَانٌ (استفعال، صحیح) بمعنی پیٹ بنانا۔ بُطُوْنًا (نصر) مخفی ہونا۔

"اِسْتَطَبْنَا" صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِطَابَةٌ (استفعال، اجوف) بمعنی اچھا پانا، طیب سمجھنا۔

④ **اودی الناطق والصامت** جملہ کا موقع استعمال:۔ جس ترتیب سے بھی یہ مادہ کہیں پایا جائے گا وہاں ہلاکت کا معنیٰ ملحوظ ہوگا چنانچہ دیت کو بھی دیت اسی لئے کہتے ہیں کہ انسان دیت کے ذریعے ہلاکت سے بچ جاتا ہے اسی طرح دوا کو بھی دوا اسی لئے کہتے ہیں کہ انسان دوا کھا کر ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔

⑤ **ناطق** اور **صامت** کی مراد:۔ **ناطق** سے بولنے والا مال مراد ہے جیسے گھوڑا، گائے، بھینس، اونٹ، بکری وغیرہ۔

صامت سے نہ بولنے والا، خاموش رہنے والا مال مراد ہے جیسے درہم، دنانیر وغیرہ۔

الشق الثانی ..... **فَقَالَ لَهٗ نَاظُوْرَةُ الدِّيْوَانِ وَ عَيْنُ اُولٰئِكَ الْاَعْيَانِ: مَنْ قَارِعُ هٰذِهِ الصَّفَاةِ وَ قَرِيْعُ هٰذِهِ الصِّفَاتِ؟ فَقَالَ: اِنَّهٗ قِرْنُ مَجَالِكَ وَ قَرِيْنُ جِدَالِكَ وَاِذَا شِئْتَ ذَاكَ فَرَضٌ نَجِيْبًا وَ ادْعُ مُجِيْبًا لِتَرٰى عَجِيْبًا، فَقَالَ لَهٗ يَا هٰذَا! اِنَّ الْبُغَاثَ بِاَرْضِنَا لَا يَسْتَنْسِرُ وَالتَّمِيْرُ عِنْدَنَا بَيْنَ الْفِضَّةِ وَالْقِضَّةِ مُتَيَسِّرٌ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ **ان البغاث بارضنا لا یستنسر** کا مطلب واضح کریں۔ **فقلّدوه فی هذا الامر الزعامة تقلید الخوارج ابانعامة** کا کیا مفہوم ہے؟ (مقامہ ۶۔ ص ۱۰۵) (درسِ مقامات: ۲۷۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ **ان البغاث بارضنا لا یستنسر** کا مطلب ④ **فقلّدوه فی هذا الامر الزعامة الخ** کا مفہوم۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ صدرِ دیوان اور سرداروں کے سردار نے اس سے کہا: اس چٹان کو کھٹکھٹانے والا اور ان صفات کا سردار کون ہے؟ اس نے کہا: وہ آپ کی جولانگاہ کا ساتھی اور آپ کے مناظرے کا حریف ہے (یعنی وہ شخص میں ہوں) اگر تم چاہو تو اصیل گھوڑے کو سدھار دو اور جواب دینے والے کو بلاؤ تا کہ انشاء وکلام کا عجیب کمال دیکھ لو، صدرِ دیوان نے اس سے کہا ارے! ہماری زمین میں چھوٹے پرندے گدھ (کی طرح قوی اور تیز) نہیں بن سکتے اور ہمارے ہاں چاندی اور کنکر میں تمیز بڑی آسان ہے۔

③ **ان البغاث بارضنا لا یستنسر** کا مطلب:۔ مذکورہ ضرب المثل کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہاں کمزور پرندہ گدھ کی طرح قوی وطاقتور نہیں ہوسکتا بلکہ جس کی جتنی حیثیت ہو وہ اتنی ہی رہتی ہے یعنی جاہل آدمی ہماری مجلس میں عالم شمار نہیں ہوسکتا، صلاحیت

ہوگی تو اس مجلس میں کچھ کہہ سُن سکے گا۔

④ **فقلّدوہ فی ھذا الامر الزعامۃ الخ** کا مفہوم:۔ جب خوارج کا امیر زبیر بن علی سلیطی قتل ہوا تو انہوں نے عبیدہ بن ہلال یشکری کو اپنا امیر بنانا چاہا مگر عبیدہ بن ہلال نے ان کو مشورہ دیا کہ ابونعامہ قطری بن فجاءۃ کو اپنا امیر بنالو، چنانچہ انہوں نے فوراً اسکو اپنا امیر منتخب کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ مذکورہ واقعہ میں بھی حاضرینِ مجلس نے اپنے معاملہ کی قیادت اُس شخص کے سپرد کردی اور بلاچوں وچرا اس کی بات ماننے پر آمادہ ہوگئے، جیسا کہ خوارج بلاچوں وچرا ابونعامہ کی امارت پر آمادہ ہوئے۔

﴿الورقۃ الخامسۃ : فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... فَلَمَّا لَمْ يُسْعِفْ بِالْإِقَالَةِ وَلَا أَعْفَى مِنَ الْمَقَالَةِ لَبَّيْتُ دَعْوَتَهُ تَلْبِيَةَ الْمُطِيعِ وَ بَذَلْتُ فِيْ مُطَاوَعَتِهِ جُهْدَ الْمُسْتَطِيعِ وَأَنْشَأْتُ عَلَى مَا أُعَانِيهِ مِنْ قَرِيحَةٍ جَامِدَةٍ وَفِطْنَةٍ خَامِدَةٍ وَ رَوِيَّةٍ نَاضِبَةٍ وَ هُمُومٍ نَاصِبَةٍ خَمْسِيْنَ مَقَامَةً تَحْتَوِيْ عَلَى جِدِّ الْقَوْلِ وَهَزْلِهِ وَرَقِيقِ اللَّفْظِ وَ جَزْلِهِ۔ (مقدمہ۔ص۲۰)(درسِ مقامات:۳۸)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، خمسین کے منصوب ہونے کی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) خمسین کے منصوب ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ چنانچہ جب اُس نے معافی کو پورا نہ کیا اور کہنے سے مجھے بَری ومعاف نہ کیا تو مَیں نے اُس کی دعوت پر اطاعت کرنے والے کی طرح لبیک کہا اور اُس کی موافقت میں مَیں نے صاحبِ استطاعت کی طرح کوشش صَرف کی اور میں نے پچاس مقامے لکھے باوجود اس کے کہ میں برداشت کررہا تھا جمی ہوئی طبیعت، بجھی ہوئی زکاوت، خشک ہونے والی فکر اور تھکا دینے والے غموں کی تکلیف کو جو مشتمل ہیں قول کی سنجیدگی اور اُس کی ہنسی مذاق، لفظ کی باریکی اور عظیم ہونے پر۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "لَمْ يُسْعِفْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر اِسْعَافٌ (افعال) مجرد سَعْفًا بمعنی حاجت پوری کرنا، مدد کرنا۔

"أُعَانِيهِ" صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر مُعَانَاةٌ (مفاعلہ، ناقص) بمعنی برداشت کرنا۔

"نَاضِبَةٌ" صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر نُضُوْبًا (نصر) بمعنی خشک ہونا۔

"جزله"، یہ صفت کا مفرد کا صیغہ ہے اس کی جمع جِزَالٌ ہے۔ مصدر جَزَالَةٌ (کرم) بمعنی عظیم ہونا۔

④ خمسین کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ یہ لفظ انشأتُ فعل کا مفعول بہٖ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ..... وکیف یجتلب انصاف بضیم وانی تشرق شمس مع غیم ومتی اصحب ود بعسف وایّ حر رضی بخطة خسف ولله ابوك حیث یقول

0313 6557913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جزیت من اعلق بی وده ... جزآء من یبنی علی اسه

وکلت للخل کما کال لی ... علی وفآء الکیل او بخسه

ولم اخسره وشر الوری ... من یومه اخسر من امسه (مقامہ۴)

عبارت کا ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب کریں۔ (درسِ مقامات:۱۸۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح (۳) آخری شعر کی نحوی ترکیب

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور انصاف ظلم کے ساتھ کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے اور سورج بادل کے ساتھ کیسے طلوع ہوسکتا ہے اور محبت کب ظلم کو ساتھ لے سکتی ہے اور وہ کون سا شریف آدمی ہے جو ذلت کے معاملہ پر راضی ہو، اللہ ہی کے لئے ہے تیرے والد کی خوبی جس وقت اُس نے یہ شعر کہے۔ مَیں نے اُس شخص کو جس نے میرے ساتھ اپنی محبت کا تعلق قائم کیا اُس آدمی جیسا بدلہ دیا جو عمارت کو اُس کی بنیاد پر بناتا ہے اور مَیں نے اپنے دوست کو اُسی طرح کیل کر کے دیا جس طرح اُس نے مجھے پورا پورا یا کمی کے ساتھ کیل کر کے دیا حالانکہ مَیں نے اُس کو خسارہ میں نہیں ڈالا اور مخلوق میں سے بدترین وہ شخص ہے جس کا آج کا دن اُس کے کل کے دن سے زیادہ خسارے والا ہو۔

❷ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "عَسْفٌ" بمعنی ظلم وموت۔ مصدر عَسْفًا (ضرب) بمعنی ظلم کرنا۔

"ضَيْمٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع ضُيُوْمٌ ہے بمعنی ظلم۔ مصدر ضَيْمًا (ضرب، اجوف) بمعنی ظلم کرنا۔

"خُطَّةٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع خُطَطٌ ہے بمعنی خصلت، عادت ومعاملہ۔

"اَسٌّ" (الف پر تینوں حرکتوں کے ساتھ) یہ مفرد ہے اس کی جمع اَسَاسٌ ہے بمعنی بنیاد۔

"كَالَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر كَيْلًا ومَكِيْلًا (ضرب، اجوف) بمعنی وزن وکیل کرنا۔

❸ آخری شعر کی نحوی ترکیب:۔ واؤ عاطفہ لم اخسر فعل مع فاعل ہٗ ضمیر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا ماقبل والے جملہ پر۔ واؤ استینافیہ شر الوری مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتداء من موصولہ یومہ مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتداء اخسر اسم تفضیل من جارہ امسہ مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر اسم تفضیل کے متعلق ہو کر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر صلہ، موصول صلہ ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... الكرم ثبت الله جيش سعودك يزين واللوم غض الدهر جفن حسودك يشين والاروع يثيب و المعور يخيب والحلاحل يضيف و الماحل يخيف والسمح يغذى و المحك يقذى والعطاء ينجى والمطال يشجى والدعاء يقى والمدح ينقى والحر يجزى۔ (مقامہ۔۶) (درسِ مقامات:۲۸۱)

عبارت کا ترجمہ کریں، مخطوطہ کلمات کی لغوی تشریح کریں، "اللوم غض الدهر جفن حسودك يشين" کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح (۳) "اللوم غض الدهر جفن حسودك يشين" کی نحوی ترکیب۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ سخاوت مزین کرتی ہے (اللہ آپ کی برکت کے لشکر کو ثابت رکھے) اور کمینہ پن عیب دار بناتا ہے (زمانہ تیرے حاسد کی پلک کو نیچے رکھے) بہادر شریف آدمی بدلہ دیتا ہے اور بدکردار آدمی محروم کرتا ہے اور سردار آدمی مہمان نوازی کرتا ہے اور مکار، حیلے باز آدمی ڈراتا ہے اور سخی آدمی غذا دیتا ہے اور بخیل آدمی آنکھ میں تنکا ڈالتا ہے اور بخشش نجات دیتی ہے اور حق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا غمگین کرتا ہے اور دعا حفاظت کرتی ہے اور مدح پاک صاف کرتی ہے اور شریف آدمی بدلہ دیتا ہے۔

0313 6357923 maktabazakariyamultan@gmail.com

❷ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "مَحِكٌ" بمعنی بخیل۔ مصدر مَحْكًا ومَحَكًا (فتح، سمع) بمعنی گفتگو میں جھگڑنا، خرید وفروخت کے وقت بھاؤ میں اصرار ولجاجت سے کام لینا۔ "سُعُوْدٌ" یہ باب فتح کا مصدر ہے بمعنی بابرکت وخوش بخت ہونا۔

"حَسُوْدٌ" یہ مفرد ہے اسکی جمع حُسُدٌ ہے بمعنی وہ شخص جو طبعًا حاسد ہو۔ مصدر حَسَدًا وحَسَادَةً (نصر، ضرب) بمعنی حسد کرنا۔

"مُعْوِرٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِعْوَارٌ (افعال) بمعنی ظاہر ہونا۔ مجرد عَوْرًا (سمع) بمعنی کانا ہونا۔

"مَاحِلٌ" بمعنی مکار، سازشی ودغاباز۔ مصدر مَحْلًا (فتح، سمع) بمعنی حیلہ کرنا، شکایات وسازش کرنا۔

③ "اللوم غض الدهر جفن حسودك يشين" کی نحوی ترکیب:۔ اللوم مبتداء یشین فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ غض فعل الدهر فاعل جفن مضاف حسودك مضاف ومضاف الیہ ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ (معترضہ) ہوا۔

الشق الثانی ..... وَمُتْرَفٍ لَوْلَاهُ دَامَتْ حَسْرَتُهُ وَجَيْشِ هَمٍّ هَزَمَتْهُ كَرَّتُهُ
وَبَدْرِ تَمٍّ اَنْزَلَتْهُ بَدْرَتُهُ وَمُسْتَشِيْطٍ تَتَلَظّٰى جَمْرَتُهُ
اَسَرَّ نَجْوَاهُ، فَلَانَتْ شِرَّتُهُ وَكَمْ اَسِيْرٍ اَسْلَمَتْهُ اُسْرَتُهُ
أَنْقَذَهُ حَتّٰى صَفَتْ مَسَرَّتُهُ وَحَقِّ مَوْلًى اَبْدَعَتْهُ فِطْرَتُهُ (مقامہ۳)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کریں، وکم أسير أسلمته أسرته کی نحوی ترکیب کریں۔ (درسِ مقامات:۱۴۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) اشعار پر اعراب (۲) اشعار کا ترجمہ (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) وكم اسير اسلمته اسرته کی ترکیب۔

جواب ..... ① اشعار پر اعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا۔

② اشعار کا ترجمہ:۔ اور کتنے متکبر یا خوشحال مالدار ہیں اگر وہ دینار نہ ہوتا تو ان کی حسرت ہمیشہ رہتی اور کتنے غم کے لشکر ہیں جن کو اسکے حملے نے شکست دی اور کتنے ماہِ کامل ہیں جن کو اس کی ہمیانی نے اتار دیا اور کتنے غصے والے ہیں جن کا انگارا بھڑکتا ہے اس نے چپکے سے سرگوشی کی ان کی تیزی نرم ہوگئی اور کتنے قیدی ہیں جن کو ان کے قبیلہ نے رسوا کر دیا۔ اس نے ان کو چھڑا دیا یہاں تک کہ ان کی فرحت صاف ہوگئی۔ مولیٰ کے حق کی قسم جس کی فطرت نے اس کو بہت اچھا پیدا کیا ہے۔

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ مُتْرَفٍ صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر اِتْرَافٌ (افعال) بمعنی مال کا آدمی کو سرکش بنانا۔
"هَزَمَتْهُ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر هَزْمًا (ضرب) بمعنی شکست دینا۔
"بَدْرِ تَمٍّ" بدر مفرد ہے اس کی جمع بُدُوْرٌ ہے بمعنی چودھویں رات کا چاند۔
"مُسْتَشِيْطٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِسْتِشَاطٌ (استفعال) بمعنی بھڑکنا، مجرد شَيْطًا (ضرب) بمعنی جلنا۔
"تَتَلَظّٰى" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَلَظِّيًا (تفعل) بمعنی بھڑکنا، مجرد لَظًى (سمع) بمعنی بھڑکنا۔
"اَسَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْرَارٌ (افعال) بمعنی پوشیدہ طور پر بات کرنا۔
"نَجْوَاهُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع نَجَاوٰی ہے بمعنی سرگوشی، مصدر نَجْوًا (نصر) بمعنی سرگوشی کرنا۔
"فَلَانَتْ" صیغہ واحد مونث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر لِيْنًا (ضرب) بمعنی نرم ہونا۔

④ وكم اسير اسلمته اسرته کی ترکیب:۔ كم خبریہ ممیّز اسير موصوف اسلمت فعل هٗ ضمیر غائب مفعول بہ اسرته مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت۔ موصوف اپنی صفت سے ملکر تمیز، ممیّز تمیز ملکر مبتداء، مابعد والا جملہ خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل .....فَقَالَ الْحَدَثُ: أَمَّا الشَّيْخُ فَأَصْدَقُ مِنَ الْقَطَا وَ أَمَّا الْإِفْضَاءُ فَفَرَطَ عَنْ خَطَإٍ، وَ قَدْ رَهَنْتُهُ عَنْ أَرْشِ مَا أَوْهَنْتُهُ مَمْلُوْكًا لِيْ مُتَنَاسِبَ الطَّرَفَيْنِ مُنْتَسِبًا إِلَى الْقَيْنِ نَقِيًّا مِنَ الدَّرَنِ وَ الشَّيْنِ يُقَارِنُ مَحَلَّهُ سَوَادَ الْعَيْنِ يُفْشِيْ الْإِحْسَانَ وَ يُنْشِئُ الْإِسْتِحْسَانَ وَ يُغْذِيْ الْإِنْسَانَ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، مذکورہ عبارت کا تعلق کس "مقامہ" سے ہے؟ مقامہ کا نام لکھیے۔ خط کشیدہ کلمات کی تحقیق کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ متعلقہ مقامہ کی نشان دہی۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مر في السوال آنفًا**

② عبارت کا ترجمہ:۔ نوجوان نے کہا: بہرحال شیخ قطا پرندے سے بھی زیادہ سچا ہے، اور رہا پھاڑنے کا عمل سو وہ غلطی سے سرزد ہوا ہے، جب کہ میں نے جس چیز کو خراب کیا ہے اس کے تاوان میں اس کے پاس ایسے مملوک وغلام کو رہن رکھوایا ہے جس کے دونوں اطراف برابر ہیں، جو لوہار کی طرف منسوب ہے، وہ ہمہ قسم کے میل کچیل وعیب سے پاک ہے، اس کا محل آنکھ کی سیاہی کے ساتھ ملتا ہے، وہ احسان ونیکی پھیلاتا ہے، خوب صورتی کو پیدا کرتا ہے اور انسان (آنکھ کی پتلی) کو غذا دیتا ہے۔

③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **قَطَا**: یہ ایک پرندہ ہے جو پانی کو دیکھ کر قطا قطا کی آواز لگاتا ہے اور اسکی یہ آواز دورانِ سفر پانی کی بالکل صحیح خبر ہوتی ہے۔ **خَطَا**: یہ اسم ہے بمعنی گناہ وغلطی، بعض نے کہا کہ اس سے مراد غیر ارادی گناہ ہے۔

أَرْشٌ: یہ مفرد ہے اس کی جمع **أُرُوْشٌ** ہے بمعنی دیت ورشوت۔ مصدر **أَرْشًا** (نصر۔ مہموز) بمعنی دیت دینا۔

أَوْهَنْتُ: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از باب افعال (مثال) بمعنی کمزور کرنا۔

اَلْقَيْنُ: یہ مفرد ہے اسکی جمع **قِيَانٌ** ہے بمعنی لوہار۔ **شَيْنًا**: یہ باب ضرب (اجوف) کا مصدر ہے بمعنی عیب لگانا۔

اَلدَّرَنُ: یہ مفرد ہے اس کی جمع **اَدْرَانٌ** ہے بمعنی میل کچیل۔ مصدر **دَرَنًا** (سمع) بمعنی میلا ہونا۔

مَحَلٌّ: یہ ظرف کا مفرد ہے اس کی جمع **مَحَالٌّ** ہے از مصدر **حَلَلًا حُلُوْلًا** (نصر وضرب۔ مضاعف) نازل ہونا واترنا۔

④ متعلقہ مقامہ کی نشان دہی:۔ اس عبارت کا تعلق آٹھویں مقامہ "المعرّيّة" سے ہے۔

الشق الثانی.....**قَالَ: هَتَفَ بِيْ دَاعِي الشَّوْقِ إِلٰى رَحْبَةَ مَالِكِ بْنِ طَوْقٍ، فَلَبَّيْتُهُ مُمْتَطِيًا شِمِلَّةً وَ مُنْتَضِيًا عَزْمَةً مُشْمَعِلَّةً، فَلَمَّا أَلْقَيْتُ بِهَا الْمَرَاسِيَ، وَ شَدَدْتُ أَمْرَاسِيَ، وَ بَرَزْتُ مِنَ الْحَمَّامِ بَعْدَ سَبْتِ رَأْسِيَ رَأَيْتُ غُلَامًا أُفْرِغَ فِيْ قَالِبِ الْجَمَالِ وَ أُلْبِسَ مِنَ الْحُسْنِ حُلَّةَ الْكَمَالِ.**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، مذکورہ عبارت کا تعلق کس "مقامہ" سے ہے؟ مقامہ کا نام لکھیے۔ خط کشیدہ کلمات کی تحقیق کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ متعلقہ مقامہ کی نشان دہی۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مر في السوال آنفًا**

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمام نے کہا کہ مجھے شوق کے داعی نے مالک بن طوق کے شہر رحبہ کی طرف پکارا، میں نے تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر بلند عزم کو نیام سے نکالتے ہوئے لبیک کہا، پس جب میں نے وہاں اپنے لنگر ڈال دیے اور اپنی رسیاں باندھ لیں اور حمام سے اپنے سر کا حلق کروانے کے بعد نکلا تو میں نے ایک غلام (لڑکے) کو دیکھا جو جمال وخوب صورتی کے سانچہ میں ڈھالا گیا تھا اور اسے حسن سے کمال کا جوڑا پہنایا گیا تھا۔

③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **أَمْرَاسٌ**: یہ **مَرَسٌ** کی جمع ہے اور **مَرَسٌ مَرَسَةٌ** کی جمع ہے بمعنی رسی۔

هَتَفَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **هَتْفًا و هُتَافًا** (ضرب) بمعنی چیخنا ونعرہ لگانا۔

مُنْتَضِيًا: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **اِنْتِضَاءٌ** (افتعال۔ ناقص) بمعنی سونتنا ونیام سے نکالنا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

عَزْمَةً: بمعنی پختہ ارادہ۔ مصدر عُزْمًا مَعْزِمًا عَزِيْمًا عَزِيْمَةً (ضرب) بمعنی پختہ ارادہ کرنا۔

اَلْمَرَاسِيْ: یہ جمع ہے اس کا مفرد مِرْسَاةٌ ہے بمعنی کشتی یا بحری جہاز کا لنگر۔ مصدر رَسْوًا و رُسُوًّا (نصر۔ناقص) بمعنی ثابت وراسخ ہونا، لنگر انداز ہونا۔ مُشْمَعِلَّةٌ: صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل از باب افعلال بمعنی چست ہونا۔

④ متعلقہ مقامہ کی نشان دہی:۔ اس عبارت کا تعلق دسویں مقامہ "الرحبیّة" سے ہے۔

﴿الورقة الخامسة : فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤٤٠ھ

الشق الاوّل .....فَلَمَّا نُثِلَتِ الْكَنَائِنُ، وَفَاءَتِ السَّكَائِنُ، وَرَكَدَتِ الزَّعَازِعُ، وَكَفَّ الْمُنَازِعُ، وَسَكَنَتِ الزَّمَاجِرُ، وَسَكَتَ الْمَزْجُوْرُ وَالزَّاجِرُ، اَقْبَلَ عَلَى الْجَمَاعَةِ ،وَقَالَ: لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا، وَجُزْتُمْ عَنِ الْقَصْدِ جِدًّا، وَعَظَّمْتُمُ الْعِظَامَ الرُّفَاتَ وَاَفْتَتَمْ فِي الْمَيْلِ اِلٰى مَنْ فَاتَ۔ (مقامہ۶۔ص۱۰۲)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ لفظوں کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، یہ کس مقامہ کی عبارت ہے۔ (درسِ مقامات:۲۶۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) مقامہ کی تعیین۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس جب تمام ترکش خالی کر دیئے گئے اور سکون لوٹ آیا اور تیز ہوائیں رک گئیں، جھگڑنے والا باز آ گیا، شور وہنگامے پر سکون ہو گئے ڈانٹ زدہ اور ڈانٹنے والا خاموش ہو گئے تو وہ جماعت کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ تم یقیناً ایک ناپسندیدہ چیز لائے ہو، تم نے اعتدال ومیانہ روی سے بہت تجاوز کیا اور بوسیدہ ہڈیوں کی بہت تعظیم کی، ان لوگوں کی طرف مائل ہونے میں تجاوز کیا جو فوت ہو چکے ہیں۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "نُثِلَتْ" صیغہ واحد مونث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر نَثْلًا (نصر وضرب) بمعنی تیر بکھیرنا خالی کرنا۔ "فَاءَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر فَيْئًا (ضرب) بمعنی لوٹنا۔

"اَلْكَنَائِنُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد كَنَانَةٌ ہے بمعنی ترکش، مصدر كَنًّا و كُنُوْنًا (نصر) بمعنی کسی چیز کو چھپانا۔

"سَكَائِنُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد سَكِيْنَةٌ ہے بمعنی سکون ووقار، مصدر سُكُوْنًا (نصر) بمعنی ٹھہرنا وسکون کرنا۔

"اَلزَّعَازِعُ" یہ زَعْزَعَةٌ کی جمع ہے بمعنی تیز ہوا، آندھی، مصدر زَعْزَعَةً (فعللۃ) بمعنی سخت حرکت دینا۔

"اَلزَّمَاجِرُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد زَمْجَرَةٌ ہے بمعنی شور وہنگامہ، از مصدر زَمْجَرَةً بمعنی شور مچانا۔

"اِدًّا" یہ مفرد ہے اسکی جمع اِدَادٌ، اِدَدٌ ہے بمعنی دشوار وہولناک کام، مصیبت، مصدر اَدًّا (نصر وضرب) بمعنی مصیبت میں ڈالنا۔

"جُزْتُمْ" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر جَوْرًا (نصر) بمعنی تجاوز کرنا، حد سے گزرنا۔

"اَلرُّفَاتُ" اسم ہے بمعنی چورہ وریزہ، ہر وہ چیز جو ٹوٹ جائے اور بوسیدہ ہو جائے، مصدر رَفْتًا (نصر وضرب) بمعنی توڑنا وکوٹنا۔

④ مقامہ کی تعیین:۔ اس عبارت کا تعلق المقامة السادسة المراغية سے ہے۔

الشق الثانی .....قَالَ الْحَارِثُ بْنُ هَمَّامٍ، فَلَمَّا خَلَبَنَا بِعُذُوْبَةِ نُطْقِهٖ وَعَلِمْنَا مَاوَرَاءَ بَرْقِهٖ اِبْتَدَرْنَا فَتْحَ الْبَابِ وَتَلَقَّيْنَاهُ بِالتَّرْحَابِ وَقُلْنَا لِلْغُلَامِ هَيَّا وَهَلُمَّ مَاتَهَيَّأَ فَقَالَ الضَّيْفُ وَالَّذِيْ اَحْلَفَنِيْ ذَرَاكُمْ لَاتَلَمَّظْتُ بِقِرَاكُمْ اَوْ تَضْمَنُوْا لِيْ اَنْ لَّاتَتَّخِذُوْنِيْ كَلًّا وَلَا تَجَشَّمُوْا لِاَجْلِيْ اَكْلًا فَرُبَّ اُكْلَةٍ هَاضَتِ الْاٰكِلَ وَحَرَمَتْهُ مَاْكَلَ وَشَرَّ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اَلْاَضْيَافِ مَنْ سَامَ التَّكْلِيْفَ وَاَذَى الْمُضِيْفَ خُصُوْصًا اَذًى يَعْتَلِقُ بِالْاَجْسَامِ وَيُفْضِيْ اِلَى الْاَسْقَامِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ (مقامہ خامسہ) (درس مقامات:۲۲۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ کہتا ہے حارث بن ہمام پس جب دھوکہ دیدیا ہم کو اُس نے اپنی گفتار کی مٹھاس کے ساتھ اور جان لیا ہم نے اُس کی بجلی کے ماوراء کو تو جلدی کی ہم نے دروازے کو کھولنے میں اور لے لیا ہم نے اس کو مرحبا مرحبا کے ساتھ اور کہا ہم نے غلام کو کہ جلدی کر جلدی کر اور لا وہ چیز جو تیار ہو، پس کہا مہمان نے قسم ہے اُس ذات کی جس نے اتارا مجھ کو تمہارے صحن میں، نہیں چکھوں گا میں تمہاری مہمانی کو یہاں تک کہ تم ضمانت دو مجھ کو اس بات کی کہ نہیں بناؤ گے تم مجھ کو بوجھ اور نہ مشقت اٹھاؤں گے تم میری خاطر کھانے کی کیونکہ بہت سے لقمے ہیں جو بدہضمی کرتے ہیں اور کھانے والے کو اور منع کرتے ہیں اس کو کھانے کی چیزوں سے اور بدترین مہمان وہ شخص ہے جو پہنچائے تکلیف اور ایذاء دے میزبان کو خصوصاً ایسی تکلیف جو متعلق ہو جسموں کے اور پہنچائے بیماریوں کی طرف۔

③ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **تَلَمَّظْتُ:** صیغہ واحد متکلم بحث ماضی معلوم از مصدر **تلمظ** (تفعل) بمعنیٰ کھانے پینے کے بعد زبان کو ہونٹوں پر پھیرنا، یا زبان سے منہ کے اندر دانت وغیرہ میں بچے ہوئے کھانے کو تلاش کرنا۔

اَحَلَّنِيْ: صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر **احلال** (افعال۔مضاعف) بمعنیٰ اتارنا۔

تَضْمَنُوْا: صیغہ جمع مذکر حاضر بحث مضارع معلوم از مصدر **ضمانًا** (سمع) بمعنیٰ ضامن ہونا۔

لَاتَجَشَّمُوْا: صیغہ جمع مذکر حاضر بحث نہی حاضر معلوم از مصدر **تجشم** (تفعل) بمعنیٰ مشقت اٹھانا۔

هَاضَتْ: صیغہ واحدہ مؤنثہ غائبہ بحث ماضی معلوم از مصدر **هَيْضًا** (ضرب۔اجوف) بمعنیٰ توڑنا، نرم کرنا۔

سام: صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر **سَوْمًا** (نصر۔اجوف) بمعنیٰ مکلّف بنانا کسی کام کا پابند بنانا۔

يَعْتَلِقُ: صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از باب افتعال۔ مجرد میں باب سمع سے بمعنیٰ چمٹ جانا۔

اَلْاَسْقَامُ: سُقْمٌ کی جمع ہے بمعنیٰ بیماری۔ باب ضرب سے بمعنیٰ بیمار ہونا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل .....

غسان اسرتی الصمیمة و سروج تربتی القدیمة
فالبیت مثل الشمس اش راقا و منزلة جسیمة
و الربع کالفردوس مط یبة و منزهة و قیمة
واها العیش کان لی فیها و لذات عمیمة
ایام اسحب مطرفی فی روضها ماضی العزیمة (سادسہ)

اشعار کا ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ پہلے دو اشعار کی ترکیب کریں۔ (درس مقامات:۲۹۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① اشعار کا ترجمہ ② خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ③ پہلے دو اشعار کی ترکیب۔

جواب ..... ① اشعار کا ترجمہ:۔ غسان میرا اصلی خاندان ہے اور سروج میرا پرانا وطن ہے۔ پس میرا گھر چمک و بلندی کے اعتبار سے سورج کی طرح تھا۔ عمدگی، پاکیزگی و قیمت کے لحاظ سے جنت الفردوس کی طرح مکان تھا۔ کس قدر عمدہ و اچھی تھیں سروج

0313.6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

میں میری زندگی وعام نعمتیں۔جن دنوں میں اپنی ریشمی چادر اسکے باغات میں کھینچتا تھا،اپنے عزم پر عمل کرگزرنے والا تھا۔

② خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ اُسْرَۃٌ : یہ مفرد ہے اسکی جمع اُسَرٌ ہے بمعنی خاندان ومضبوط زرہ۔

اَلصَّمِیْمَۃُ : یہ صَمِیْمٌ کا مؤنث ہے بمعنی اصل،خالص وسخت۔

سَرُوْجٌ : یہ علاقہ کا نام ہے جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابوزید کی نسبت سروجی ہے۔

اَلرَّبْعُ : یہ مفرد ہے اس کی جمع رِبَاعٌ رُبُوْعٌ اَرْبُعٌ اَرْبَاعٌ ہے بمعنی گھر،گھر کے اردگرد،اُترنے کی جگہ،موسمِ بہار گزارنے کی جگہ۔

لَذَّاتٌ : یہ جمع ہے اس کا مفرد لَذَّۃٌ ہے بمعنی خوشی،مزہ،حصولِ مرغوبات،شراب۔

③ پہلے دو اشعار کی ترکیب:۔ غسان مبتدا اسرتی مضاف ومضاف الیہ ملکر موصوف الصمیمة صفت،موصوف وصفت ملکر خبر،مبتدا وخبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ سروج تربتی القدیمة (سابقہ ترکیب پر) جملہ اسمیہ ہوکر معطوف ،معطوف علیہ ومعطوف ملکر جملہ اسمیہ معطوفہ ہوا۔

ف عاطفہ البیت مبتدا مثل الشمس مضاف ومضاف الیہ ملکر ممیّز اشراقا معطوف علیہ واؤ عاطفہ منزلة جسیمة موصوف وصفت ملکر معطوف،معطوف علیہ ومعطوف ملکر تمیز،ممیّز وتمیز ملکر خبر،مبتدا وخبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی.....فبینا انا عند حاکم الاسکندریة فی عیشة عریة و قد احضر مال الصدقات لیفظه علی ذوی الفاقات اذ دخل شیخ عفریة تعتله امرأة مصیبة فقالت ایدالله القاضی و ادام به التراضی انی امرأة من اکرم جرثومة و اطهر ارومة و اشرف خؤولة و عمومة میسمی الصون و شیمتی الهون و خلقی نعم العون و بینی بین جاراتی بون ..... (مقامہ تاسعہ) (درس مقامات:۳۶۴)

عبارت کا ترجمہ کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔عبارت کا تعلق کس مقامہ سے ہے؟ مقامہ کا نام وخلاصہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں:①عبارت کا ترجمہ ②خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ③مقامہ کا نام وخلاصہ

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اس دوران کہ میں ایک ٹھنڈی ہوا والی شام میں اسکندریہ کے حاکم کے پاس تھا اور اس نے صدقات کا مال منگوایا تھا تاکہ وہ اُسے حاجتمندوں پر تقسیم کرے،اس دوران ایک بدہیئت شخص داخل ہوا اسے بچوں والی ایک عورت گھسیٹ رہی تھی،پس وہ عورت کہنے لگی:اللہ تعالی قاضی کی تائید کرے اور اسکے ذریعے ایک دوسرے کی رضامندی کو دوام بخشے،بیشک میں ایک معزز اصل،ایک پاک نسل اور شریف ننھیال ودھیال سے تعلق رکھنے والی عورت ہوں،حفاظت میری علامت ہے،نرمی میری عادت ہے،میرے اخلاق بہترین معاون ہیں،میرے اور میری پڑوسن عورتوں کے درمیان بہت فرق ہے۔

② خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ عَرِیَّۃٌ: یہ مفرد ہے اس کی جمع عَرَایَا ہے بمعنی ٹھنڈی ہوا۔

لِیَفُظَّهٗ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر فَضًّا (نصر۔مضاعف) بمعنی تقسیم کرنا۔

اَلْفَاقَاتُ: یہ جمع ہے اس کا مفرد فَاقَۃٌ ہے بمعنی حاجت،فقر محتاجی۔ خُؤُوْلَۃٌ: یہ جمع ہے اس کا مفرد خَالٌ ہے بمعنی ماموں۔

عِفْرِیَۃٌ: اسکی جمع عَفَارٰی ہے،عِفْرِیَۃٌ اسکی جمع عَفَارِیْتُ ہے بمعنی خبیث وچالاک۔

تَعْتِلُهٗ: صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر عَتْلًا (نصر وضرب) بمعنی سختی سے کھینچنا وگھسیٹنا۔

اَرُوْمَۃٌ: یہ مفرد ہے اس کی جمع اَرُوْمٌ ہے بمعنی درخت کی جڑ واصل ۔

③ مقامہ کا نام وخلاصہ:۔اس مقامہ کا نام المقامة التاسعة الاسکندریة ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ حارث بن ہمام اسکندریہ کے حاکم کے پاس بیٹھا تھا کہ اس دوران ایک بچوں والی عورت ایک مرد کو گھسیٹ کر حاکم کے پاس لائی اور اس کی شکایت عرض کی کہ اس شخص نے ہمارے

0313 6357913 maktabazakariyasultan@gmail.com

ساتھ دھوکہ کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ میرے والد نے بڑے بڑے رشتے ٹھکرائے تھے کہ میرا رشتہ کسی ہنرمند سے کریں گے، اس شخص نے حاضر ہوکر میرے والد سے کہا کہ میں ہنرمند ہوں، موتی پروتا ہوں اور دیناروں کے عوض انہیں فروخت کرتا ہوں، میرے والد نے اس سے میرا نکاح کردیا، حالانکہ یہ بالکل نکما وفارغ آدمی ہے اور یہ میرا جہیز بھی فروخت کرچکا ہے، میں اِسے کمانے کا کہتی ہوں تو کہتا ہے کہ میرا ہنر ادب ہے جو کہ کساد بازاری کا شکار ہے، اسکی مانگ ختم ہوچکی ہے، لہٰذا آپ ہمارا فیصلہ فرمائیں، حاکم نے آدمی سے صورتحال پوچھی تو اس نے کچھ سوچ وفکر کے بعد اشعار کی صورت میں جواب دیا کہ موتی پرونے سے میری مراد نظم واشعار تھے جو کہ میرا ذریعۂ معاش تھے مگر اب ادب کا کوئی پرسانِ حال نہیں، ادب کی قدر وقیمت ختم ہوچکی ہے، میں نے انتہائی مجبوری میں جہیز فروخت کیا ہے، اسکے علاوہ میرے پاس کوئی چارۂ کار نہ تھا، حاکم کو اشعار سُن کر ان پر رحم آتا ہے اور وہ عورت کو صبر کی تلقین کے ساتھ کچھ عطیہ دے کر ان کو رخصت کرتا ہے۔ حارث بن ہمام کہتا ہے کہ میں نے ان کو پہچان لیا تھا وہ ابوزید سروجی اور اسکی بیوی تھی جو حاکم کو دھوکہ دے چکے تھے۔ (درسِ مقامات)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل .....مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک عنوان پر عربی میں مضمون لکھیں۔ الامانة، دین الفطرة۔

جواب ....**الامانة**.....

الامانة من افضل الصفات الانسانية ولا منكر لفضلها الا من سفه نفسه فان فضلها و شرفها مسلم فی جمیع الانام سواء کانوا مسلمین او غیر مسلمین والرجل الامین مکرم و محبب عند الخالق والخلق کافة یثق به الناس و یعتمدون علیه فی جمیع المعاملات و حرض اللّٰه ورسوله علی اداء الامانة تحریضا بلیغا و ذم الخیانة ذما کثیرا۔ فقال اللّٰه جل مجده ان اللّٰه یا مرکم ان تودوا الامانات الی اهلها ان اللّٰه لا یحب الخائنین۔ و اللّٰه لا یهدی کید الخائنین۔

وقد اناط النبی ﷺ الایمان بالامانة حیث قال: لاایمان لمن لاامانة له (الحدیث) وجعل الخیانة فی عداد آیات النفاق فقال: آیة المنافق ثلاث اذا حدث کذب و اذا وعدا خلف واذا اؤتمن خان و غیر خاف علی احد ان الرجل الذی لا یهتم باداء الامانة ولا یعبابه یسقط فی انظار الناس جمیعا من الاقارف والاجانب فکل یخاف و یتقی منه تقٰۃ بل یحذر الناس منه مخافة خیانته و کثیرا ما یفتضح الرجل الخائن افتضاحا شنیعا فیتواری من القوم من سوء ماحدث له و تسوء سمعته فی جمیع المجتمع فلا جزاء للخائن سوی الخزی فی الدنیا والاٰخرة۔

فاعتبروا یا اولی الابصار من مصیر تاجر بغداد خان شریکه و بغی علیه فقبض علیه آخر الامر و جعل من المسجونین فعوقب بشدید العقاب جزاء بما کسبا نکالا من اللّٰه و بجنب ذٰلك للامین شرف فوق القیاس یکرمه الناس و یاتمنونه علی اموالهم وثرواتهم آمنین مطمئنین۔

و شرف الامانة یعقب منافع هامة و فوائدتامة فی الدارین او فی الدار الآخرة خاصة و کفی لفضیلة الامانة اتصاف النبی ﷺ بها الی حدن اضطر مشرکی مکة الی انهم لقبوه بالصادق الامین رغم عداوتهم و بغضائهم فما کان بمکة احد عنده شیءٌ ثمین یخشٰی علیه الا وضعه عند رسول اللّٰه ﷺ ثقة بامانته ولذا خلف رسول اللّٰه ﷺ علیا بمکة شرفها اللّٰه تعالی عند الهجرة حتی یودی الودائع عنده لما هو مبسوط فی کتب السیر و بعد کل شیء و قبل ذلك فان الامانة صفة جلیلة بفضلها نسق

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

نظام العالم وبفوتها فساد نظام العالم فياللاسف لقد غابت الامانة اليوم عن الفرد والجماعت و تعرينا من هٰذه الصفة و انتثروبالخيانة فی جسد الجميع و كاد ان يصدق علينا قول الرسول ﷺ ينام الرجل النومة فتقبض الامانة من قبله۔ (الحديث) لقد غابت الامانة فی عصرنا و انا لاحوج اليها۔

..... دين الفطرة .....

وليس هٰذا العالم عبثا من غير نظام من اللّٰه تعالٰی مقرر۔ قال اللّٰه تعالی " افحسبتم انما خلقنكم عبثا و انكم الينا لا ترجعون" ولقد كرم اللّٰه بنی آدم وجعلهم افضل الخلائق واشرفها۔ فبمقتضٰی ذٰلك مسئوليتهم هامة جدا ففوضت الی الانسان الذی يحمل مشعل الحكمة الالٰهية۔ ادارة هذا العالم ولم تتحصل ولن تحصل هٰذه الحكمة الالٰهية للانسان الا من يد الرسول العظيم محمد ﷺ لانه لا يمكن لانسان مهمايكن حكيما لبيبا ان يضع دستور الحياة الجامع يلائم طبائع الناس جميعا او يتفقون معهٗ، فلا مناص لهم من ان يعترفوا و يقتنعوا ان الدستور الذی جاء به محمد ﷺ هو دستور الحياة و قانون الكون، فيه ضمانة بسلامة العالم و احتفاظ حقوقه و ترفه الخلق كافة فكلما سار الانسان مهملاً هٰذا الدستور لزمته الزلات والعشرات فتنتج هضم الحقوق والتحام الحرب والنزاع المستمر فالحل الوحيد لجميع المشاكل هو الاسلام ولا ريب فی ان الاسلام قانون الاسلام و حكم غالية فی دقائق شئون الحيوة وما هو بدستور المسلمين فحسب۔ بل الاسلام حاجة الجميع۔ كتابه القرآن و زعيمهٗ محمد ﷺ ولا غنی لاحد من الناس ولا مفرو من يرغب عنه الا من سفه نفسه فندعوا العالم الضال الطريق ان يعود الی ضالته الاسلام و يكف عن مخالفته فلا يخالفه الا من خالف الفطرة والطبيعة لان الاسلام دين الفطرة ولذٰلك يصلح لجميع الدهور سائر الاعصار۔

الشق الثانی .....درج ذیل عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں:

جب شیطان کے اثرات ان کے نفوس سے دُھل گئے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جب ان کے نفوس کے اثرات ان کے نفوس سے زائل ہوگئے، نفسانیت کا خاتمہ ہوگیا اور وہ لوگ اپنے نفسوں سے ویسا ہی برتاؤ کرنے لگے جیسا کہ وہ دوسرے سے کرتے تھے، دنیا میں رہتے ہوئے مردانِ آخرت اور نقد سودے کے بازار میں آخرت کے قرض کو دنیا کے نقد پر ترجیح دینے والے بن گئے، نہ کسی مصیبت سے گھبراتے، نہ کسی نعمت پر اِتراتے، فقر ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکتا، دولت سرکشی پیدا نہ کرسکتی، تجارت غافل نہ کرتی، کسی طاقت سے نہ دبتے، اللہ کی زمین پر اکڑنے کا خیال بھی نہ آتا، بگاڑ اور تخریب کاری کا وہم بھی نہ ہوسکتا تھا، لوگوں کیلئے میزانِ عدل تھے، وہ انصاف کے علمبردار تھے، اللہ تعالی کے گواہ تھے، خواہ اپنے نفس کے خلاف گواہی دینی پڑے خواہ والدین واعزہ کے مخالف جانا پڑے، تو اللہ تعالی نے اپنی زمین کو ان کے قدموں میں ڈال دیا اور دنیا کو ان کیلئے مسخر کردیا، وہ اس وقت اللہ کے دین کے داعی اور عالم کے محافظ بن گئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنا جانشین بنایا اور آپ خود ٹھنڈی آنکھوں کے ساتھ رسالت وامت کی طرف سے اطمینان لیکر رفیقِ اعلی کی طرف سفر کرگئے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب .....لمّا انغسلت آثار الشيطان عن نفوسهم بل ينبغی القول بانّ آثار نفوسهم زالت عن نفوسهم و انقضت النفسانيّة و جعلوا يعاملون انفسهم ما كانوا يُعاملون غيرَهم و صاروا رجالَ الآخرة مع انهم فی الدنيا و مؤثرين اٰجل الاٰخرة علی عاجل الدنيا فی سوق النقد، لا يَفزعون من مصيبة و لا يفرحون بنعمة و ماكان الفقرُ يحول دونهم و لا الثروة تُمرّدهم ولا تُلهيهمُ التجارةُ ولا يَخضَعون لقوّة ولا يتصوّرون الْمَرَحَ فی ارض اللّٰه و لا يمكن ان يَتوهّمون الفساد و التهديم فكانوا ميزان العدلِ للناس

و حاملی لواءَ الانصافِ شُهداءَ للّٰه ولو علی انفسهم او الوالدین و الاقربین ، فَالْقَی اللّٰه ارضَهٗ علی اقدامهم و سخّرلهم الدنیا فَاَصْبَحُوْا دُعاةَ دین اللّٰه و حُرَّاسَ العالَمِ و جَعَلَهُمْ رسولُ اللّٰه ﷺ خُلفاء لهٗ و رَحِلَ الی الرفیق الاعلی قریرَ العین مُطمئنًّا علی الرسالةِ و الْاُمّة۔(توضیحات الانشاء)

﴿الورقة الخامسة : فی الأدب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....ادب کے لغوی، اصطلاحی معنی، غرض و غایت، اہمیت بیان کرنے کے بعد مقامات حریری کے تعارف پر مشتمل ایک مختصر اور جامع مضمون تحریر کریں۔ نیز صاحب مقامات کے مختصر حالات زندگی بھی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) ادب کا لغوی و اصطلاحی معنی، غرض و اہمیت (۲) مقاماتِ حریری کا تعارف (۳) صاحبِ مقامات کے حالات۔

جواب ..... ① ادب کا لغوی و اصطلاحی معنی، غرض و اہمیت:۔ ادب کا لغوی معنی اچھی تربیت والا اور شائستہ ہونا، اور اصطلاحی طور پر علماء نے متعدد معانی بیان کئے ہیں، صاحبِ درس مقامات مولانا ابن الحسن عباسی کے ذکر کردہ چند اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

ادب ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے، اس کو ہر ناشائستہ بات سے بچاتا ہے۔(تاج العروس)

ابوزید انصاری فرماتے ہیں کہ ادب ایک ایسی اچھی ریاضت ہے جس کی وجہ سے انسان بہتر اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔

ادب عرب کے اشعار اور تاریخ و اخبار کے حفظ اور عربی زبان کے دوسرے علوم سے بقدرِ ضرورت اخذ کا نام ہے (کشف الظنون) سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تعریف کی ہے، علمِ ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان کلامِ عرب میں لفظی و تحریری غلطی سے بچ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ادب ایک خاص ملکہ کا نام ہے اگر اس کا حسن طور و طریقہ میں آئے تو تہذیب ہے اگر انسان کی زبان کی زینت بنے تو ادیب ہے۔ اگر عام عبارت کی زینت بنے تو نثر ہے اور کلام میں وزن کا بھیس اختیار کرے تو شعر ہے اور اگر بے معنی اصوات کی ہم آہنگی کو شرف بخشے تو موسیقی ہے۔

علمِ ادب کی غرض و غایت، کلام میں واقع ہونے والی لفظی کتابی اور اعرابی غلطی سے بچنا اس کی غرض ہے۔

علمِ ادب کی اہمیت کے حوالہ سے اتنی بات ہی کافی ہے کہ علمِ ادب کا تعلق لغتِ عرب سے ہے اور لغتِ عرب وہ لغت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کلام قرآن مجید کیلئے منتخب فرما کر ایک خاص انداز سے اپنی حفاظت میں پروان چڑھایا اور آپ نے ارشاد فرمایا **احبوا العرب لثلاثٍ، لانی عربی والقرآن عربی و لسان اهل الجنة عربی**، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **تعلموا العربیة فانها دینکم**، نیز عربی زبان دنیا کی وہ واحد زبان ہے جو جدید و قدیم تمام ترقی پسند اقوام کے علوم و فنون کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہے، نیز دینِ اسلام کا تمام بنیادی سرمایہ صرف اسی ایک زبان میں ہی محفوظ ہے۔

② مقاماتِ حریری کا تعارف:۔ مقاماتِ حریری علامہ ابومحمد قاسم بن علی البصری الحریری کی تحریر کردہ وہ زندہ و جاوید کتاب ہے جو اپنی مثال آپ ہے اس کتاب میں انہوں نے عربی ادب کو بہترین اسلوب و بیان میں پرو دیا ہے۔ علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب ۴۹۵ھ میں لکھنا شروع کی اور تقریباً دس سال کے طویل عرصہ میں اس کو لکھ کر فارغ ہوئے، علامہ حریری کی لاتعداد محاسن پر مشتمل یہ کتاب ہر زمانہ میں لوگوں کی توجہ کا مرکز رہی اور متعدد زبانوں میں اس کی شروحات لکھی گئی اور عرصہ دراز سے درس نظامی میں شامل نصاب ہے۔

ساتویں صدی کے مشہور نحوی عالم ابوالفتح مطرزی فرماتے ہیں کہ زبان و ادب کی کتابوں اور عرب کی تصانیف میں میری نظر سے اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں گزری جو مقاماتِ حریری کے مقابلہ میں تالیف و تصنیف اور ترتیب کے لحاظ سے زیادہ حسین اور عجیب و

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

غریب ہو یا عربی عجائب اور ادبی نوادرات کو زیادہ جامع ہو۔ مقاماتِ حریری ایک فخریہ پیشکش ایک مشہور کتاب اور ایک معجزانہ تصنیف ہے۔

مشہور مفسر و ادیب علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی، اس کی آیات و نشانیوں کی، مشعرِ حج اور میقاتِ حج کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علامہ حریری کے مقامات مستحق ہیں کہ ان کو سونے سے لکھا جائے۔

علامہ حریری اپنے تحریر کردہ ان مقامات کے متعلق از خود لکھتے ہیں کہ میں نے عربی کہاوتیں، ادبی لطیفے نحوی پہیلیاں، لغوی فتاوی، عجیب و غریب نرالے خطوط و رسالے، مزین خطبے، رلا دینے والی نصیحتیں اور غافل کر دینے والی ہنسی کی باتیں یہ سب کچھ اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

③ صاحبِ مقامات کے حالات:۔ صاحب مقامات کا نام قاسم، کنیت ابو محمد، نسبت حریری ہے، پورا نام اس طرح ہے، ابو محمد قاسم بن علی بن محمد حریری بصری، آپ کی ولادت ۴۴۶ھ میں اور وفات ۵۱۵ھ یا ۵۱۶ھ کو بصرہ میں ہوئی، حریری (ریشم) کے کاروبار کی وجہ سے حریری اور آبائی گاؤں بصرہ کے قریب ہونے کی وجہ سے بصری کہلاتے ہیں، وافر مقدار میں مال و دولت کے مالک تھے اور آپ کی مقامات حریری کے علاوہ متعدد تصانیف ہیں، مثلاً ''درۃ الغواص فی اوہام الخواص، ملحۃ الاعراب، رسالہ سینیہ، رسالہ شینیہ وغیرہ۔

الشق الثانی.....هٰذَا مَعَ اِعْتِرَافِیْ بِاَنَّ الْبَدِیْعَ سَبَّاقُ غَایَاتٍ وَصَاحِبُ آیَاتٍ وَاَنَّ الْمُتَصَدِّیَ بَعْدَهٗ لِاِنْشَاءِ مَقَامَةٍ وَلَوْ اُوْتِیَ بَلَاغَةَ قُدَامَةَ لَایَغْتَرِفُ اِلَّا مِنْ فُضَالَتِهٖ وَلَا یَسْرِیْ ذٰلِكَ الْمَسْرٰی اِلَّا بِدَلَالَتِهٖ وَلِلّٰهِ دَرُّ الْقَائِلِ

فَلَوْ قَبْلَ مَبْكَاهَا بَكَیْتُ صَبَابَةً ... بِسُعْدٰی شَفَیْتُ النَّفْسَ قَبْلَ التَّنَدُّمِ

وَلٰكِنْ بَكَتْ قَبْلِیْ فَهَیَّجَ لِیَ الْبُكَا ... بُكَاهَا فَقُلْتُ الْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ (مقدمہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، شاعر کا نام بتلائیں اور دونوں اشعار کی نحوی ترکیب لکھیں۔ علامہ حریری نے یہ اشعار کس ادیب کی فوقیت بیان کرنے کیلئے ذکر کئے ہیں، علامہ بدیع و قدامہ کا مختصر تعارف لکھیں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چھ امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ شاعر کا نام و اشعار کی ترکیب ④ ادیبِ موصوف کی تعیین ⑤ علامہ بدیع و قدامہ کا تعارف ⑥ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق۔ (درسِ مقامات۔ ص ۴۴)

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ یہ میرے اس اعتراف کے ساتھ ہے کہ علامہ بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ (اس فن میں) انتہاء کو پہنچنے والے اور نشانات والے (تمغہ والے) ہیں اور بے شک اُن کے بعد مقامہ لکھنے کے درپے ہونے والا اگرچہ اُسے قدامہ بن جعفر جیسی بلاغت عطاء کر دی جائے وہ نہیں چلّو بھرے گا مگر اُسی کے بچے ہوئے پانی سے، اور اِس راہ پر نہیں چلے گا مگر اُسی کی راہنمائی سے ؎

پس اگر میں اسکے رونے سے پہلے **سعدی** کے ساتھ عشق کی وجہ سے رو پڑتا تو میں اپنے نفس کو ندامت سے پہلے ہی شفاء (تسلی) دیدیتا اور لیکن وہ مجھ سے پہلے روئی اور اس کے رونے نے میرے لیے رونے کو ابھارا، پس میں نے کہا کہ فضیلت پہلے کیلئے ہے۔

③ شاعر کا نام و اشعار کی ترکیب:۔ یہ دونوں اشعار بنو امیہ کے مشہور شاعر عدیّ بن رقاع کے ہیں۔

لو شرطیہ **قبل** مضاف **مبكاها** مضاف الیہ ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ مقدم **بكيت** فعل با فاعل **صبابة** صیغۂ صفت **بسعدی** جار و مجرور ملکر متعلق ہوا **صبابة** کے **صبابة** اپنے متعلق سے ملکر مفعول لہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ اور مفعول لہ سے ملکر شرط۔ **شفيت** فعل با فاعل **النفس** مفعول بہ **قبل التندم** مضاف و مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزاء، شرط اپنی جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا **واؤ** عاطفہ **لكن** استدراکیہ **بكت** فعل و فاعل **قبلی** مضاف و مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا **فاء** تعقیبیہ **هيج** فعل **لِیْ** جار و مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، **البكاء** مفعول بہ **بكاها** مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور

0513 637913 maktabaqariyamultan@gmail.com

مفعول بہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ فاء تعقیبیہ قلت فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر قول۔ الفضل مبتدا للمتقدم جار مجرور ملکر ثابت کے متعلق ہوکر خبر، مبتدا، خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مقولہ، قول اپنے مقولہ سے ملکر جملہ قولیہ ہوا۔

④ ادیب موصوف کی تعیین:۔ علامہ حریری نے ان دونوں اشعار کے ذریعہ علامہ بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مقاماتِ بدیع کے فضل وتفوق کا اعتراف کیا ہے کیونکہ مقامات کا اسلوب سب سے پہلے انہوں نے ایجاد کیا تھا۔

⑤ علامہ بدیع وقدامہ کا تعارف:۔ علامہ بدیع کا نام ابوالفضل احمد بن حسین بدیع الزماں ہمدانی ہے، آپ چوتھی صدی کے مشہور عربی ادیب ہیں، آپ نے سب سے پہلے مقامات کا اسلوب ایجاد کیا اور چار سو مقامات لکھے، انتہائی درجہ کا حافظہ تھا، ایک ہی نظر سے کئی کئی اوراق فوراً یاد کر لیتے تھے، علامہ حریری نے بھی آپکی اتباع میں مقامات تحریر کی اور آپکے فضل وتفوق کا اپنے خطبہ میں اعتراف کیا ہے۔

قدامہ بن جعفر بن قدامہ چوتھی صدی کے مشہور ادیب وکاتب ہیں، کنیت ابوالفرج ہے، منطق فلسفہ وبلاغت میں خصوصی ملکہ حاصل تھا، بغداد کے مشہور خلیفہ مکتفی باللہ عباسی کے ہاتھ پر اسلام لائے، متعدد کتابیں لکھیں، ۳۳۲ھ میں بغداد میں ہی وفات پائی۔

⑥ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "سَبَّاقٌ" یہ مبالغہ کا صیغہ ہے از مصدر سَبْقًا (ضرب) بمعنی سبقت کرنا وآگے بڑھنا۔

"اَلْمُتَصَدِّیْ" ① صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَصَدِّیًا (تفعل۔ ناقص) بمعنی درپے ہونا، پیچھا کرنا، تعرض کرنا۔

② صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر تَصَدُّدًا (تفعل۔ مضاعف) بمعنی چیخ وپکار کرنا، روکنا، دالِ ثانی کو یاء سے بدل دیا۔

"فُضَالَۃٌ" بمعنی بچی ہوئی چیز۔ مصدر فُضْلًا (نصر وسمع) بمعنی باقی بچنا وزائد ہونا۔

"یَسْرِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر سَرْیًا، سُرًی (ضرب) بمعنی رات کو چلنا۔

"اَلْمَسْرٰی" یہ باب ضرب سے مصدر میمی ہے بمعنی رات کو چلنا، چلنا۔

"ھَیَّجَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَھْیِیْجٌ (تفعیل) بھڑکانا۔ مجرد ھَیَاجًا و ھَیَجَانًا (ضرب) بمعنی بھڑکنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... ثُمَّ اسْتَنَّ اِسْتِنَانَ الْجَوَادِ فِی الْمِضْمَارِ وَقَالَ لِاِبْنِہٖ بَدَارِ بَدَارِ وَلَمْ نَخَلْ اَنَّہٗ غَرَّ وَطَلَبَ الْمَفَرَّ فَلَبِثْنَا نَرْقُبُہٗ رَبَۃَ الْاَعْیَادِ وَنَسْتَطْلِعُہٗ بِالطَّلَائِعِ وَالرُّوَّادِ اِلٰی اَنْ ھَرِمَ النَّھَارُ وَکَادَ جُرْفُ النَّھَارِ یَنْھَارُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق لکھیں، رقبۃ الأعیاد کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔ (مقامہ ۴۔ ص ۸۵) (درسِ مقامات: ۱۹۸)

② عبارت کا ترجمہ:۔ پھر وہ میدان میں عمدہ گھوڑے کے دوڑنے کی طرح دوڑا اور اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جلدی کر، جلدی کر اور ہم نے یہ خیال نہ کیا کہ اس نے دھوکہ دیا ہے، اور اس نے بھاگنے کو طلب کیا ہے، پس ٹھہرے ہم اس کا انتظار کرتے ہوئے مثل عید کے انتظار کرنے کے، اور ہم اس کو دریافت کر رہے تھے آگے جانے والوں سے اور گھاس پانی تلاش کرنے والوں سے، یہاں تک کہ دن بوڑھا ہو گیا اور قریب تھا کہ دن کا کنارہ گر جائے (دن ختم ہونے کے قریب ہو گیا)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "بَدَارِ" بَدَارِ یہ اسم فعل بَادِرْ کے معنی میں ہے بمعنی جلدی کر۔

"اِسْتَنَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر اِسْتِنَانٌ (افتعال) بمعنی گھوڑے کا تیز دوڑنا۔

"اَلْجَوَادُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَجْوَادٌ ہے بمعنی تیز گھوڑا، مصدر جَوْدَۃٌ (نصر) بمعنی عمدہ وتیز رفتار ہونا۔

"اَلْمِضْمَارُ" یہ اسم ہے بمعنی گھڑ دوڑ کا میدان، مصدر ضُمُوْرًا (نصر) ضُمْرًا (کرم) بمعنی دبلا وپتلا ہونا۔

"لَمْ نَخَلْ" صیغہ جمع متکلم بحث نفی جحد بلم معلوم از مصدر خَیْلًا خِیْلًا و خَیْلَانًا (فتح) بمعنی خیال وگمان کرنا۔

"غَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر غَرًّا و غُرُوْرًا (نصر) بمعنی دھوکہ دینا۔
"نَرْقُبُہ" صیغہ جمع متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر رَقَبَۃٌ رَقَابَۃً رَقُوْبًا (نصر) بمعنی انتظار کرنا، نگہبانی کرنا۔
"طَلَائِعُ" یہ طَلِیْعَۃٌ کی جمع ہے بمعنی مقدمۃ الجیش جسے لشکر سے پہلے دشمن کے احوال معلوم کرنے کیلئے بھیجا جائے۔
"اَلرُّوَّادُ" یہ رائِدٌ اسم فاعل کی جمع ہے مصدر رَوَدَانًا، رِیادًا (نصر) بمعنی کسی چیز کی تلاش میں گھومنا اور آنا جانا۔
"ھَرِمَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر ھَرَمًا (سمع) بمعنی بہت زیادہ بوڑھا ہونا۔
"یَنْھَارُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر اِنْھِیَارٌ (انفعال) بمعنی منہدم ہونا، گر پڑنا۔

④ رقبۃ الأعیاد کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ نرقبہ فعل مذکور کا مفعول مطلق ہے بتقدیر حرف تشبیہ، اصل عبارت اس طرح ہے فلبثنا نرقبہ کرقبۃ الاعیاد۔

الشق الثانی .....فَقَالَ لَہُ الْقَاضِیْ: أَمَّا إِنَّہُ لَوْ حَضَرَ لَکُفِیَ الْحَذَرَ، ثُمَّ لَأَرَیْتُہُ مَاھُوَ بِہٖ أَوْلٰی ، وَلَأَرَیْتُہُ أَنَّ الْاٰخِرَۃَ خَیْرٌ لَہُ مِنَ الْأُوْلٰی ، قَالَ الْحَارِثُ بْنُ ھَمَّامٍ: فَلَمَّا رَأَیْتُ صَغْوَ الْقَاضِیْ إِلَیْہِ ،وَفَوْتَ ثَمَرَۃِ التَّنْبِیْہِ عَلَیْہِ غَشِیَتْنِیْ نَدَامَۃُ الْفَرَزْدَقِ حِیْنَ أَبَانَ النَّوَارَ وَالْکُسَعِیِّ لَمَّا اسْتَبَانَ النَّھَارُ۔ (مقامہ ۹۔ص ۱۴۷)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیں، عبارت میں فرزدق، نوار اور کسعی کے جس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل لکھیں۔ (درسِ مقامات: ۳۸۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) فرزدق نوار اور کسعی کے واقعہ کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس قاضی نے اس سے کہا اگر وہ حاضر ہو جاتا تو خوف وحذر سے کفایت کیا جاتا۔ پھر میں اس کو وہ چیز دیتا کہ جس کے ساتھ وہ زیادہ بہتر ہوتا اور میں اس کو دکھا دیتا کہ آخرت اس کے لئے دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔ حارث بن ھمام نے کہا کہ جب میں نے اس کی طرف قاضی کا میلان اور تنبیہ کے پھل کو اس پر فوت ہونے کو دیکھا تو مجھ پر فرزدق جیسی ندامت چھا گئی جب اس نے نوار کو طلاق دی اور کسعی جیسی ندامت جب دن نکلا۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "حَضَرَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر حُضُوْرًا (نصر) بمعنی حاضر ہونا۔
"لَکُفِیَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر کِفَایَۃً (ضرب) بمعنی کفایت کرنا۔
"لَأَرَیْتُہُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر اِرَائَۃٌ (افعال) بمعنی دکھلانا، مجرد رُؤْیَۃً بمعنی دیکھنا۔
"صَغْوٌ" یہ مصدر ہے صَغْوًا و صَغْیًا (نصر و فتح) بمعنی جھکنا و مائل ہونا۔
"غَشِیَتْنِیْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر غِشْیَانًا (سمع) بمعنی چھا جانا، ڈھانپ لینا۔
"أَبَانَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِبَانَۃً (افعال) بمعنی جدا کرنا۔
"اِسْتَبَانَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِبَانَۃً (استفعال) بمعنی واضح ہونا، کھلنا۔

④ فرزدق نوار اور کسعی کے واقعہ کی وضاحت:۔ اس عبارت میں علامہ حریری رحمۃ اللہ علیہ نے ندامت وشرمندگی کے دو واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے پہلے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ فرزدق ایک بدصورت اور بدسیرت شاعر تھا اس نے اپنے چچا کی لڑکی نوار سے جو کہ نہایت خوبصورت پاکیزہ سیرت خاتون تھی اس سے شادی کی تھی۔ ان کی شادی کا واقعہ یہ ہے کہ نوار کو کسی قریشی نے پیغام نکاح دیا۔ نوار نے فرزدق سے کہا کہ وہ اس کی

0313 6357913, makkahbazakariyamultan@gmail.com

طرف سے نکاح کا وکیل بن جائے کیونکہ وہ چچازاد بھائی ہے۔فرزدق نے نوار سے کہا کہ شام میں آپ کے مجھ سے زیادہ قریبی رشتہ دار موجود ہیں۔کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بعد میں آکر مجھ سے جھگڑنے لگیں لہٰذا تم گواہوں کے سامنے مجھے اپنا ولی اور وکیل بنالو۔تو نوار نے ایسا ہی کیا اور اپنے نکاح کا معاملہ فرزدق کے حوالے کردیا۔فرزدق نے مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور کہا کہ گواہوں کی موجودگی میں نوار نے مجھے اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے کہ میں جس سے چاہوں اس کا نکاح کرادوں۔میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ نوار سے میں خود نکاح کرتا ہوں۔چنانچہ اس نے نوار کا اپنے سے نکاح کردیا۔نوار کو جب خبر پہنچی تو وہ انکار کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیوی خولہ بنت منظور کے پاس جا کر ٹھہری اور اپنا فیصلہ کرانے حضرت عبداللہ بن زبیر کی عدالت میں پہنچ گئی اور فرزدق بھی مکہ چلا گیا۔حضرت ابن زبیر نے بیوی کی سفارش پر نوار کے حق میں فیصلہ کردیا۔بعد میں فرزدق نے کچھ اشعار میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر کچھ تعریض کی جب یہ خبر عبداللہ بن زبیر کو پہنچی تو اس نے نوار سے کہا کہ یا تو فرزدق سے شادی پر راضی ہوجاؤ میں اس کو قتل کراتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میری ہجو کردے۔قتل کا سن کر نوار شادی پر راضی ہوگئی کچھ عرصہ ایک ساتھ رہے پھر آپس میں نہ بن سکی تو فرزدق نے غصہ میں آکر نوار کو طلاق دے دی۔جب ہوش آیا تو بہت افسوس ہوا اور بڑی ندامت ہوئی۔اسی ندامت کی طرف علامہ حریری رحمہ اللہ نے **ندامت الفرزدق حین ابان النوار** سے اشارہ کیا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ محارء بن قیس کسعی ایک وادی میں اونٹ چرا رہا تھا کسی چٹان میں درخت نبعہ کی شاخ دیکھی اور عرب میں نبعہ درخت کی کمان ضرب المثل تھی اور اس سے اہل عرب کمان بناتے تھے۔اس نے چھوٹی سی شاخ کی آبیاری کی اور دیکھ بھال شروع کی یہاں تک کہ وہ ٹہنی ایک درخت کی شکل اختیار کرگئی۔تو کسعی نے اپنے لئے بڑی محنت کے ساتھ ایک کمان بنائی اور خوشی میں کچھ اشعار بھی کہے۔ایک رات کسعی شکار کے لئے نکلا دیکھا کہ وحشی گاؤں کا ایک ریوڑ آرہا ہے۔اس نے ان کو تیر مارا وہ ایک گائے کے جسم سے پار ہوکر پتھر پر لگا جس سے آگ نکلی کسعی یہ سمجھا کہ نشانہ خطا گیا پھر ایک ریوڑ میں ایسا ہوا حتی کہ پانچوں مرتبہ ایسا ہی ہوا تو اس نے غصہ میں آکر اس کمان کو توڑ دیا جب دن ہوا تو دیکھا کہ پانچوں تیر نشانے پر لگے اور پانچ گائیں مری پڑی ہیں۔اس وقت کسعی کو بہت افسوس ہوا۔علامہ حریری رحمہ اللہ نے **والکسعی لما استبان النہار** سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... جملوں کا عربی میں ترجمہ کریں۔ڈاکیا شہر اور قوم کے ان خادموں میں سے ہے جن سے ہم اپنی بہت سی ضروریات میں تعاون حاصل کرتے ہیں، وہ مخصوص قسم کا لباس پہنتا ہے، اسکے پاس ایک تھیلہ ہوتا ہے جس میں مختلف چیزیں رکھی جاتی ہیں، ہمارے وقت بچانے اور مشکل آسان کرنے میں ڈاکیا کا بڑا کردار ہے، لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے پر اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔

جواب .....اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ:۔**ساعی البرید خادم من خدمة الامة والبلاد الذین نستعین بهم فی قضاء مآربنا الکثیرة۔ انه لبس حلة خاصة و عنده حقیبة توضع فیها اشیاء مختلفة و لساعی البرید فضل کبیر فی توفیر و قتنا و تسهیل مشکلتنا و عند الله لا جر عظیم علی الاعانة بالناس۔**

الشق الثانی .....فوائد المدارس پر عربی میں مضمون لکھیں مضمون ایک صفحہ سے کم نہ ہو۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ....**فوائد المدارس**.....

المدرسة دار التربیة والتادیب والتمدین والتهذیب تصلح شان المرء بما یتلقاه فیها من المعارف وما یحصّله فیها من العلوم المفیدة التی تجعل عنده استعدادان یکون فی المستقبل رجلا قادرا علی القیام بما یوصله الی مطلوبه من الواجبات احسن قیام و ثبت فی نفسه روح المحبة والدعة والوفاق و تبصره الطرق القویمة الراشدة من الطرق الجائرة و تجعله علی یقظة ووعی و تزید عنده قوة

الادراك و تربی له العقل، و تجعل عنده من الخصائل احسنها ومن اللطائف احمدها و ترشده الی الطریقة التی یجب اتباعها والوسائط التی ینبغی اتخاذها للحصول علی الشرف والکمال و مستقبل الامال۔

و بالجملة فالمدرسة مطلع شمس العلوم والمعارف و مشرق انوار الفوذوالسعادة و مصدر نور الهدٰی والعرفان ترضع الناشئ فوائد الادب من ضعره و تغذیه ما یحتاج الیه من معادن اسلامیة و تقوم ما اعوج من اخلاقه و عاداته حتی ینشأکا ملامهذّبا عالما لحقوقه عارفا بحقوق غیره بصیرا بما یجب له وما یجب علیه و تغذّله مستقبلًا لیضمن له الرفاهیة والسعادة و تصونه من طوارئ العلل والآفات و تحفظه من اسباب الامراض والعاهات لما تعلمه من طرق اتقائها وتعلمه کیف لیطلب المال من موارده الشریعة و طرقه النزیهة و تهدیه الی الطریق الذی یرقی به اوج الکمال۔

﴿الورقة الخامسة: فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤٤۲ھ

الشق الاوّل .....

فَلَوْلَا اَنَّ اَشْبَالِیْ	اَغْلَالِیْ وَ اَغْلَالِیْ	لَمَا جَهَّزْتُ اُمَالِیْ	اِلٰی اٰلٍ وَلَا وَالِیْ
وَلَا جَرَّرْتُ اَذْیَالِیْ	عَلٰی مَسْحَبِ اِذْلَالِیْ	فَمِحْرَابِیَ اَحْرٰی بِیْ	وَاَسْمَالِیَ اَسْمَالِیْ
فَهَلْ حُرٌّ یَرٰی	تَخْفِیْفَ اَثْقَالِیْ بِمِثْقَالِ	وَیُطْفِیْءُ حَرَّ بَلْبَالِیْ	بِسِرْبَالٍ وَ سِرْوَالِ

اشعار پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی ادبی تحقیق کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب لکھیں۔ (درسِ مقامات۔۳۰۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی و ادبی تحقیق (۴) آخری شعر کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری اولاد میرے طوق ہیں اور میری چیچڑیاں ہیں تو میں اپنی آرزوؤں کو کسی بخیل اور کسی حاکم کی طرف نہ بھیجتا، اور نہ گھسیٹتا میں اپنے دامنوں کو اپنی ذلت کے راستے پر، پس میرا محراب زیادہ لائق ہے میرے لئے اور میرے پرانے کپڑے زیادہ باعزت ہیں میرے لئے۔ پس کیا کوئی آزاد اور شریف آدمی ہے؟ جو مثقال کے بدلے میرے بوجھوں کی تخیف کو دیکھے، اور قمیص وشلوار کے ساتھ میرے غم کی حرارت کو بجھادے۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وادبی تحقیق:۔ "اَغْلَالِیْ" یہ عَلٌّ کی جمع ہے۔ بمعنی چیچڑی یعنی وہ کیڑا جو جانور کے بدن میں لگ جاتا ہے۔

"اَشْبَالِیْ" یہ شِبلٌ کی جمع ہے بمعنی شیر کا بچہ۔ مصدر شِبْلٌ (نصر) بمعنی بچہ کا ناز ونعمت میں پرورش پانا، جوان ہونا۔

"اَغْلَالِیْ" یہ غُلٌّ کی جمع ہے بمعنی لوہے کا طوق بیڑی، مصدر (نصر) بمعنی گلے میں طوق ڈالنا۔

"مَسْحَبْ" یہ سَحْبٌ (فتح) بمعنی کھینچنا سے ماخوذ ہے۔

"اِذْلَالِیْ" اذلالٌ (ضرب) بمعنی ذلیل ہونا یا ذلیل کرنا سے ماخوذ ہے۔

"اَحْرٰی" صیغہ واحد مذکر بحث اسم تفضیل از مصدر حَرًّا (نصر) بمعنی لائق وسزاوار ہونا۔

❹ آخری شعر کی ترکیب:۔ فاء تفریعیہ محرابی مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتداء احرٰی صیغہ صفت مع فاعل بی جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا احرٰی کے، صیغۂ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ہوا **اسمالی** مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتدا **اسمٰی** صیغہ صفت مع فاعل **لی** جار مجرور ملکر متعلق ہوا **اسمی** کے، صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر۔ مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی.....فَبَرَزَ اِلَیَّ جَوْذَرٌ وَعَلَیْہِ شَوْذَرٌ، وَقَالَ:

وَحُرْمَةِ الشَّيْخِ الَّذِیْ سَنَّ الْقِرٰی ... وَاَسَّسَ الْمَحْجُوْجَ فِیْ اُمِّ الْقُرٰی

مَاعِنْدَنَا لِطَارِقٍ اِذَا عَرٰی ... سِوَی الْحَدِیْثِ وَالْمُنَاخِ فِی الذَّرٰی

وَکَیْفَ یَقْرِیْ مَنْ نَفٰی عَنْہُ الْکَرٰی ... طَوًی بَرٰی اَعْظَمَہٗ لَمَّا انْبَرٰی

فَمَاتَرٰی فِیْمَا ذَکَرْتُ مَاتَرٰی (مقامہ۵۔ص۹۵)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ **الشیخ** سے کون مراد ہیں؟۔ تیسرے شعر کی ترکیب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی و صرفی تحقیق (۴) تیسرے شعر کی ترکیب (۵) **الشیخ** کی مراد۔ (درسِ مقامات۔ص۲۳۷)

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ کہنے لگا، میری طرف ایک خوبصورت لڑکا ظاہر ہوا، اس پر چھوٹی سی چادر تھی اور اس نے کہا۔

① اس شخص (ابراہیم علیہ السلام) کی حرمت کی قسم جس نے ضیافت کی سنت جاری کی اور ام القریٰ (مکہ) میں اس گھر کی بنیاد رکھی جس کا حج کیا جاتا ہے (بیت اللہ کی) ② ہمارے پاس رات کو آنے والے مہمان کے لئے جب وہ آئے بات اور صحن میں جائے قیام کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ③ اور وہ آدمی کس طرح مہمان نوازی کرسکتا ہے کہ اس کی نیند کو ایسی بھوک نے ختم کردیا ہے جس نے اس کی ہڈی (تک) تراش لی جب وہ بھوک اس کو لاحق ہوئی ④ پس کیا رائے ہے تیری اس بارے میں جو میں نے ذکر کیا۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلْقِرٰی" اسم ہے بمعنی مہمانی، مصدر قِرًی (ضرب) بمعنی مہمانی کرنا۔

"سَنَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر سُنَّةً (نصر) بمعنی طریقہ اختیار کرنا۔

"اَلْمَحْجُوْجَ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر حَجًّا (نصر) بمعنی قصد وارادہ کرنا۔

"لِطَارِقٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر طُرُوْقًا (نصر) بمعنی رات کو ظاہر ہونا۔

"عَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر عَرْوًا (نصر) بمعنی پیش آنا، لاحق ہونا۔

"اَلْمُنَاخُ" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر اِنَاخَةً (افعال) بمعنی اونٹ بٹھانا۔

"بَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر بَرْیًا (ضرب) بمعنی چھیلنا وتراشنا۔

"اِنْبَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از باب انفعال بمعنی پیش آنا۔

④ تیسرے شعر کی ترکیب:۔ **کیف** استفہامیہ **یقری** فعل **من** موصول **نفی** فعل **عنہ** جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے **الکرٰی** مفعول بہ **طوی** موصوف **بری** فعل وفاعل **اعظمہ** مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ **لمّا** ظرفیہ **انبرٰی** فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر ظرف، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ وظرف سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، موصوف صفت ملکر فاعل ہوا **یقری** کا، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

⑤ الشیخ کی مراد:۔ عبارت میں الشیخ سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٤٢ھ

الشق الاوّل .....مندرجہ ذیل جملوں کا اردو میں ترجمہ کیجئے۔ زید اور بکر دونوں مخلص دوست ہیں، وہ سچ بولتے اور حق کہتے ہیں، دیندار اور محنتی ہیں، بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں، چھوٹوں پر شفقت کرتے ہیں محتاجوں کی مدد کرتے ہیں اور کسی کو ایذا نہیں دیتے، اس لئے وہ معاشرہ میں بڑے محبوب ہیں، وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔

جواب .....اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ:۔ زید و بکر صدیقان مخلصان یقولان الصدق والحق یتدینان و یجتهدان یعظمان الکبار یشفقان علی الصغار یعینان المحتاجین ولا یؤذیان احدا فلهذا محبوبان فی المعاشرة جداء یهتمان باداء حقوق اللّٰه و حقوق العباد۔

الشق الثانی .....منارة قطب پر عربی زبان میں پندرہ سطروں کا مضمون لکھیں۔

جواب ..... ① **منارة قطب:** انّ فی دهلی منارة لا یدع مشاهدتها و زیارتها من یزور دهلی لمفخامة بنائها وجمال شکلها فانّها آیة فی فنّ البناء و اُعجوبة من من اعاجیب معماریّةتنطق بعظمة القدماء و مهارة البنّائین تبدو مِن مدی امیالٍ للناظرین لرفعتها المدهشة فیشاهدها الزائر من خارج الدهلی و یُعجب بها حین یراها شامخة الی عنان السماء و یُقَدِّرُ قُطرها حوالی ثمانیة و اربعین قدما و طولها حوالی اثنین و اربعین و مأتی قدمٍ فهذه ا؛فخامة تجعلها من اکبر مبانی الهند مع انها قدیمة مضت علی بنائها قرون و صورتها نشّافة تجذب النظر حتّی لا تکاد تستقرّ الابصار علیها لرونقها و جمالها، وهیئتها الداخلیة احسن من خارجها، و جُدرانها منقوشة بآیات القرآن الکریم و فی داخلها سلّم من الرخام یبلغ الی قِمَّتها یصعد فیه الزّوّارو السائحون و یتمتّعون بزیارة مبانی الدهلی الفخمة و السیارات السائرة المسرعة و حرکة الماشین و غیرها من مشاهد جمیلة فکانّما یزورون الدهلیّتماما فی مکانٍ واحدٍفی انٍ واحدٍ، بناها قطب الدین ایبك احد ملوك الهند، کان شدید الحبّ والغرام لشیخه قطب الدین بختیارکعکیؒ من کبار المشائخ الصوفیة فی تاریخ الهند، فبنیٰ هٰذه المنارة تذکارا لشیخه الکعکیؒ(توضیحات الانشاء)

﴿الورقة الخامسة : فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٤٣ھ

الشق الاوّل .....فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ حِیْنَ خَبَّ فِیْ مَجَالِهٖ وَ هَدَرَتْ شَقَاشِقُ اِرْتِجَالِهٖ:اَیُّهَا السَّادِرُ فِیْ غُلَوَائِهٖ ، اَلسَّادِلُ ثَوْبَ خُیَلَائِهٖ، اَلْجَامِحُ فِیْ جَهَالَاتِهٖ، اَلْجَانِحُ اِلٰی خُرْعُبِلَاتِهٖ اَلَمْ تَسْتَمِرَّ عَلٰی غَیِّكَ وَ تَسْتَمْرِئْ مَرْعٰی بَغْیِكَ وَحَتَّامَ تَتَنَاهٰی فِیْ زَهْوِكَ وَلَا تَنْتَهِیْ عَنْ لَهْوِكَ تُبَارِزُ بِمَعْصِیَتِكَ مَالِكَ نَاصِیَتِكَ وَ تَجْتَرِئُ بِقُبْحِ سِیْرَتِكَ عَلٰی عَالِمِ سَرِیْرَتِكَ وَ تَتَوَارٰی عَنْ قَرِیْبِكَ وَ اَنْتَ بِمَرْأًی رَقِیْبِكَ وَ تَسْتَخْفِیْ مِنْ مَمْلُوْكِكَ وَ مَا تَخْفٰی خَافِیَةٌ عَلٰی مَلِیْكِكَ ۔(مقامہ:ص٣٦)(درس مقامات:٦٦)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ اِلاَمَ، حَتّامَ کی اصل بتائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ اِلاَمَ، حَتّامَ کی اصل۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس میں نے اُسے کہتے ہوئے سنا جس وقت وہ اپنی جولانگاہ و میدان میں دوڑا اور جس وقت اس کے فی

البدیہہ کلام کے جھاگ آواز نکال رہے تھے: اے اپنی جوانی ومستی میں لاپرواہ آدمی! اپنے تکبر کے کپڑے کو لٹکانے والے! اپنی جہالتوں میں سرکشی کرنے والے! بیہودہ باتوں کی طرف مائل ہونے والے! تو کب تک اپنی گمراہی پر دائم رہے گا؟ تو کب تک اپنی بغاوت کی چراگاہ کو خوشگوار پائے گا؟ تو کب اپنے تکبر میں انتہاء کو پہنچے گا؟ تو کب تک اپنے کھیل کود سے باز نہیں آئے گا؟ تو مقابلہ کرتا ہے اپنی نافرمانی کے ذریعہ اپنی پیشانی کے مالک کے ساتھ اور تو جرأت کرتا ہے اپنی سیرت کی برائی سے اپنے رازوں کے جاننے والے پر اور تو اپنے قریب سے چھپتا ہے حالانکہ تو اپنے نگہبان کی نظر کے سامنے ہے اور تو پوشیدہ رہتا ہے اپنے مملوک وغلام سے حالانکہ تیرے مالک پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

③ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **اَلسَّادِرُ**: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر سَدَرًا سَدَارَةً (سمع) بمعنی حیران و بے پرواہ ہونا۔ **اَلسَّادِلُ**: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر سَدَلًا سَدْلًا (نصر وضرب) بمعنی لٹکانا۔

غُلَوَاءٌ: بمعنی جوانی کی ابتداء وموج مستی۔ مصدر غُلُوًّا (نصر۔ ناقص) بمعنی غلو کرنا، حد سے تجاوز کرنا۔

خُيَلَاءٌ: بمعنی تکبر وغرور۔ مصدر تَخَايُلًا اِخْتِيَالًا بمعنی تکبر کرنا واکڑ کر چلنا۔ **زَهْوًا**: بمعنی تکبر۔ مصدر (نصر) بمعنی تکبر کرنا۔

اَلْجَامِحُ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر جُمُوْحًا وجِمَاحًا (فتح) بمعنی سرکشی کرنا۔

اَلْجَانِحُ: صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر جُنُوْحًا (سمع) بمعنی مائل ہونا۔

خُرَّعْبِلَاتٌ: یہ جمع ہے اس کا مفرد خُرَّعْبِلَةٌ ہے بمعنی باطل بات وبکواس۔

④ **اِلَامَ، حَتَّامَ کی اصل:۔** **اِلَامَ**: اصل میں اِلٰی (حرفِ جر) مَا (استفہامیہ) تھا، حرفِ جر کو جب مَا استفہامیہ کے ساتھ لگاتے ہیں تو عموماً مَا استفہامیہ کا الف حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے بِمَ، لِمَ، عَمَّ۔

حَتَّامَ: یہ بھی اصل میں حَتّٰی مَا تھا، اس کا بھی الف حذف ہونے سے حَتَّامَ ہوگیا۔

الشق الثانی.....فَحَارَ الْحَاضِرُوْنَ لِبَدَاهَتِهٖ وَ اعْتَرَفُوْا بِنَزَاهَتِهٖ فَلَمَّا آنَسَ اِسْتِئْنَاسَهُمْ بِكَلَامِهٖ وَانْصِبَابَهُمْ اِلٰى شِعْبِ اِكْرَامِهٖ اَطْرَقَ كَطَرْفَةِ الْعَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَ دُوْنَكُمْ بَيْتَيْنِ آخَرَيْنِ وَ اَنْشَدَ:

وَ اَقْبَلَتْ يَوْمَ جَدَّ الْبَيْنُ فِيْ خُلَلٍ، سُوْدٍ تَعَصُّ بَنَانَ النَّادِمِ الْحَصِرِ (مقامہ:۲)

فَلَاحَ لَيْلٌ عَلٰى صُبْحٍ اَقَلَّهُمَا، غُصْنٌ وَ ضَرَّسَتِ الْبِلَّوْرَ بِالدُّرَرِ (درس مقامات:۱۲۳)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔ پہلے شعر کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ پہلے شعر کی ترکیب۔

جواب..... ① **عبارت پر اعراب:۔** كما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس حاضرین حیران ہوئے اسکی برجستگی سے اور انہوں نے اعتراف کیا اسکی پاکیزگی کا، پس جب اس نے محسوس کیا لوگوں کے اسکے کلام کے ساتھ مانوس ہونے کو اور اپنے اکرام کی گھاٹی کی طرف ان کے میلان کو تو سر جھکایا آنکھ جھپکنے کی مثل، پھر کہنے لگا: دو شعر اور لو اور شعر پڑھے ۔① وہ سیاہ لباس میں سامنے آئی جس دن جدائی واقع ہوئی، اس حال میں کہ وہ پشیمان وشرمندہ گفتگو سے عاجز آدمی کی مثل انگلیوں کے پورے کاٹ رہی تھی۔ ② چنانچہ صبح پر رات ظاہر ہوئی اس حال میں کہ ان دونوں کو ایک ٹہنی نے اُٹھایا ہوا تھا اور وہ بلور کو موتیوں سے کاٹ رہی تھی۔

③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **نَزَاهَةٌ**: یہ باب سمع وکرم کا مصدر ہے بمعنی پاکدامن ہونا۔ برائی سے محفوظ ہونا۔

0315 6357515 maktabazakariyamultan@gmail.com

اٰنَسَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر ایناسًا (افعال۔مہموز) محسوس کرنا۔ دیکھنا و مانوس کرنا۔

اِنْصِبَابٌ: یہ باب انفعال کا مصدر ہے بمعنی میلان ہونا۔

اَطْرَقَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اطراقا (افعال۔صحیح) بمعنی جھکانا۔

تَعَضُّ: صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر عَضًّا، عَضِیْضًا (فتح۔مضاعف) بمعنی کاٹنا۔ پکڑنا۔

ضَرَّسَتْ: صیغہ واحد مؤنث غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَضْرِیْسًا (تفعیل۔صحیح) بمعنی کاٹنا۔

④ پہلے شعر کی ترکیب:۔ واؤ مستانفہ اَقْبَلَتْ فعل اس میں ضمیر ذوالحال یَوْمَ مضاف جَدَّ الْبَیْنُ فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول فیہ فِیْ جارہ حُلَلِ سُوْءٍ موصوف وصفت ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے تَعَضُّ فعل وفاعل بَنَانَ مضاف النَّادِمِ الْحَصِرِ موصوف وصفت ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، ذوالحال وحال ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل مفعول فیہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....و نَهَضْتُ لِاَحْدِجَ رَاحلتی و اَتَحَمَّلَ لِرِحْلَتِیْ فوجدتُ ابا زیدٍ قد کتب علی القَتَبِ حین شمَّرَ للهَرَبِ ۔ یَا مَنْ غَدَا لِیْ ساعِدًا ، و مساعدًا دونَ البشرْ ،

لا تَحْسَبَنْ اَنِّی نأیتُ،كَ عن ملالٍ او اَشَرْ ..... لٰكِنَّنی مُذْ لَمْ اَزَلْ ، مِمَّنْ اِذا طعِمَ اِنْتَشَرْ۔

قال فَاَقْرَأْتُ الجماعةَ القَتَبَ لِیعْذِرَهٗ مَنْ كان عَتَبَ فَاُعْجِبُوْا بِخُرَافَتِهٖ و تعوَّذُوْا مِن آفتهٖ ثمّ انّا ظَعَنَّا و لَمْ نَدْرِ مَنِ اعْتَاضَ عنّا۔ (مقامه :٤) عبارت کا ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی و صرفی تحقیق کریں۔ اشعار کی آخری راء پر کیا اعراب ہے؟ اور ان اشعار میں قرآن کریم کی طرف اشارہ ہے تو وہ کیا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کا ترجمہ ② خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ③ اشعار کی آخری راء پر اعراب اور اشعار میں قرآن کریم کی طرف اشارہ کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور میں اُٹھا تا کہ اپنی اونٹنی پر کجاوہ باندھوں اور کوچ کرنے کیلئے سامان لادوں، تو میں نے ابوزید کو پایا، اس نے پالان کی لکڑی پر لکھا تھا جس وقت اس نے بھاگنے کی تیاری کی: ① اے وہ شخص! جو تمام مخلوق کے برخلاف میرا باز و مددگار بن گیا ② ہرگز یہ خیال وگمان نہ کرنا کہ میں کسی رنج وغم یا تکبر کی وجہ سے آپ سے دور ہوا ہوں ③ بلکہ میں ہمیشہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کھا پی لیتے ہیں تو منتشر ہوجاتے ہیں۔ حارث کہتا ہے کہ میں نے جماعت کو پالان کی وہ تحریر پڑھوائی تا کہ جو لوگ ناراض ہوگئے تھے وہ اس کو معذور سمجھیں، چنانچہ لوگ اسکے خرافات سے تعجب میں پڑ گئے اور اسکی آفت سے پناہ مانگنے لگے، پھر ہم نے کوچ کیا اور ہمیں معلوم نہیں کہ ہماری طرف سے کون عوض وبدل بنا۔

② خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ اَلْقَتَبُ: یہ مفرد ہے اسکی جمع اَقْتَابٌ ہے بمعنی پالان وکجاوہ کی لکڑی۔ آنت۔

نَهَضْتُ: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر نُهُوْضًا (فتح۔صحیح) بمعنی اُٹھنا۔ ترقی کرنا۔

اَحْدِجُ: صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر حَدْجًا (ضرب۔صحیح) بمعنی اُونٹ پر کجاوہ کسنا۔

نَأَیْتُ: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر نَأْیًا (فتح۔مہموز وناقص) بمعنی دور ہونا۔

لِیعْذِرَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر عُذْرًا مَعْذِرَةً (ضرب۔صحیح) بمعنی عذر قبول کرنا۔ الزام سے بری کرنا۔

ظَعَنَّا: صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر ظَعْنًا ظُعُوْنًا (فتح۔صحیح) بمعنی کوچ کرنا۔

③ اشعار کی آخری راء پر اعراب اور اشعار میں قرآن کریم کی طرف اشارہ کی وضاحت:۔ اصل اعراب کے اعتبار سے پہلے دونوں اشعار کے آخر میں حرفِ جر واضافت کی وجہ سے کسرہ ہے اور آخری شعر کے آخر میں ماضی کا صیغہ ہے جو مبنی بر فتحہ ہوتا ہے۔ اس وقت وزنِ شعری کی وجہ سے تمام اشعار کے آخر میں جزم وسکون ہے۔ ان اشعار میں سے آخری شعر میں "اذا طعم انتشرَ" سے سورۂ احزاب کی آیت "فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا" کی طرف اشارہ ہے۔

الشق الثانی .....مندرجہ ذیل ضرب الامثال کی تشریح کرتے ہوئے ان کا محلِ استعمال بھی بتائیں:

لا یُدرکُ الظّالع شأو الضّلیع، فُلانٌ کحاطبِ لیلٍ، اِستسمنَ ذا وَرَم، نفخَ فی غیرِ ضرمٍ، خیرُ العَشاء سوافرُہ، انّھا لضغثٌ علٰی ابّالۃ۔

جواب ..... ① مذکورہ ضرب الامثال کی تشریح ومحلِ استعمال کی وضاحت:۔ **لا یُدرکُ الظّالع شأو الضّلیع:** (لنگڑا بیل قوی گھوڑے کی رفتار کو نہیں پہنچ سکتا) مطلب یہ ہے کہ کمزور وضعیف کسی بھی قوی وطاقتور جیسا کام نہیں کرسکتا۔ یہ محاورہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب دو چیزوں میں عدمِ تقابل بیان کرنا ہو کہ ان دو چیزوں میں کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے، ان میں سے ایک بہت اعلیٰ اور دوسرا بہت ادنیٰ ہے۔

فُلانٌ کحاطبِ لیلٍ: (فلاں آدمی رات کو لکڑیاں چننے والے کی مثل ہے) مطلب یہ ہے کہ رات کو لکڑیاں چننے والا اندھیرے کی وجہ سے اچھی وبُری لکڑی میں تمیز نہیں کرسکتا۔ جب کوئی آدمی اچھی بُری بات یا چیز میں تمیز نہ کرسکے اسکو تشبیہ دینے کیلئے یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے کہ اسکو صحیح وغلط کی تمیز وفرق معلوم نہیں ہے۔

اِستسمنَ ذا وَرَم: (اس نے ورم وسوجن والے کو موٹا سمجھا) مطلب یہ ہے کہ جو چیز حقیقت میں موٹی نہیں ہے اس نے اُسی موٹا سمجھ لیا۔ یہ محاورا اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی آدمی بے محل کسی چیز کو بڑا وعظیم سمجھ لے۔

نفخَ فی غیرِ ضرمٍ: (اس نے ایسی لکڑی میں پھونکا جس میں آگ بھڑکانے کی چنگاری وشعلہ ہی نہیں ہے) مطلب یہ کہ اس نے اپنی محنت وکوشش ضائع کی، جہاں سے کچھ حاصل ہی نہیں ہوسکتا اس نے وہاں کوشش کی۔ یہ محاورہ بے موقع ومحل کسی چیز کو طلب کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

خیرُ العَشاء سوافرُہ: (شام کا بہترین کھانا رات کی تاریکی چھانے سے پہلے کا کھانا ہے) مطلب یہ ہے کہ رات کا کھانا جلدی کھالینا چاہئے، بلاوجہ تاریکی تک تاخیر کرنا ضعفِ بصر اور بیماریوں کا باعث ہے۔

انّھا لضغثٌ علٰی ابّالۃ: (بیشک یہ گٹھڑی پر گٹھڑی ہے) لکڑی وگھاس کی بڑی گٹھڑی پر جو چھوٹی گٹھڑی رکھی جاتی ہے اسے **ضغث علٰی اباۃ** کہتے ہیں۔ جب کوئی نقصان پر نقصان اٹھائے تو اس وقت یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے کہ یہ چیز سراسر بوجھ ونقصان ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....مندرجہ ذیل اردو عبارت کا عربی میں اور عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کریں:

وہ مال اور خزانے جو سلاطین اور رئیسوں کا لقمۂ تر اور امراء کی ذاتی جائیداد سمجھے جاتے تھے اب اللہ کی امانت سمجھے جانے لگے تھے، اس کی رضا میں خرچ اور صحیح محل پر صرف کئے جاتے اور مسلمان اس دولت کے امین اور متولی تھے۔ خلیفہ کی مثال یتیم کے سرپرست کی سی تھی اگر صاحبِ استطاعت ہوتا تو احتیاط کرتا اور اگر حاجت مند ہوتا تو بقدرِ ضرورت لیتا۔

الامۃ العربیۃ لیست کالامم ولا ترمی اھدافا تافھۃ محدودۃ بل لھا ھدف سام رفیع ھو انھاض البشریۃ جمعاء و ھدایتھا الی الحق والسعادۃ والرشاد ھی امۃ قد ربّاھا مرشدھا الاکبر رسول اللّٰہ ﷺ بسیرتہ السنیۃ علی حب العدل والایفاء بالعھود وانفاق الاموال فی وجوہ الخیر۔ (ص ۱۰۲،۷۰۔ مجلس نشریاتِ اسلام)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ❶ اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ واصبحت الاموال والخزآئن التی کانت لقمةً هانئةً للسلاطین والرؤسآء ودولةً بین الاغنیآء امانة اللّٰه تنفق فی وجهه و تصرف فی مصرفها الصحیح وکان المسلمون اُمنآء هٰذه الثروة و متولیها فمثل الخلیفة کمثل کافل الیتیم ان استغنی استعفّ وان افتقر اخذ بقدر الکفاف۔

❷ عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ:۔ عرب قوم دوسری اقوام کی طرح نہیں ہے، نہ ہی اس کے پیش نظر حقیر اور محدود مقاصد ہیں بلکہ اس کا بلند اور عالی شان مقصد ہے۔ وہ ہے پوری انسانیت کو اٹھانا اور اسے حق اور سعادت وہدایت کی راہ پر لانا، یہ وہ عظیم قوم ہے جسے اس کے مرشد اعظم رسول اللہ ﷺ نے اپنی تابناک سیرت کے ذریعے عدل پروری، ایفاءِ عہد، نیکی کی راہوں میں مال خرچ کرنے، حق کی حمایت میں بھائی چارہ اور گھٹیا باتوں سے بالاتر رہنے کی تربیت دی۔

الشق الثانی .....اللغة العربیة پر عربی میں مضمون لکھیں جو کم از کم پندرہ سطروں پر مشتمل ہو۔

جواب ....**اللغة العربیة**.....

دخل الانجلیزیة الهند فی اوائل القرن السابع عشر المیلادی و فی مدة قلیلة تدخلوا فی سیاسة البلاد و قد کانو استولوا علی الاقتصاد بتجارتهم الواسعة التی تمار سها شرکتهم تدخلوا فی سیاسة البلاد حینما کانت ملوك الهند فی اسوء حال ، فقدوا القوة والمکانة العزیزة واغلوا فی المترفات یعیشون فی النعیم حینما تری الانجلیز امکرا الامم تستطیع ان تحتمل ما لا یحتملها غیرها و تصبر علی ما یعجز عن الصبر فیه غیرها فبدأوا یؤثرون فی السیاسة ویتغلبون علی ملوك الهند وانتهی ذلك الی غلبتهم الکاملة علی طول البلاد وعرضها ثم جاء وا بمناهج التعلیم السامة وربوا الجیل الناشئ علی حب الدنیا والسخریة بالدین فلم یمض الاجزء ا من القون حتی اصبح الشعب الهندی والمسلمون یهزؤن بالدین و یحبون الدنیا ومالها فکاد الدین یفقد سیطرته علی المسلمین فاحتاج الی ابطال ینقذونه من براثن هؤلاء الاعداء واذن وانشأ مفکر والاسلام وعلماؤه مدارس العلم التی تعلم ابناء الامة الاسلامیة الدین وتفقههم فی الشریعة وتربیهم علی المعانی الدینیة والهم العالیة فاقبل من الناس الذین یرون دینهم اغلی شئ علی تعلیم ابنائهم فی هذه المدارس۔

ولما قدرت علی ان اری رایی و اصمم مستقبلی تصمیما عاقلا فضلت الناحیة الدینیة وآثرت ان اکون رجلا مومنا لا ملحدا مائعا خلیعا فتوجهت الی مدرسة عربیة بعد ما استرضیت والدی علی ذلك و کان فی اول الامر لا یحبان لی الثقافة الدینیة لانها لا تضمن لی بمستقبل مادی عظیم وینویان بعثی الی مدرسة عصریة حتی یمکن لی ان انال وظیفة عالیة من وظائف الحکومة فلما اوضحت لهما ان النعم والثراء الذین قد یحصلان لی من التعلیم العصری لیسا بمنقذی من ویلات یوم القیامة غیر ان علم الدین اذا عملت به سینقذنی من غضب اللّٰه وعذابه لانی ساخشی اللّٰه اذ یقول اللّٰه تعالی (انما یخشی اللّٰه من عباده العلماء)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

فلما شرحت لهم فوائد علم الدین اقتنعا وسمحا لی فانعم اللّٰه علی اذ جمع لی حسنیین ، حسنی التعلیم الدینی وحسنی رضا ابویّ و اللّٰه یقول فی اکرام الوالدین (وان جاهدك علی ان تشرك بی ما لیس لی به علم فلا تطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا، ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما)

فاستطعت ان اتعلم ما اشاء من علوم القرآن والسنة حتی اتغذی بالدین غذاء کافیا واتزود منه لی زادا ینفعنی فی القبر ویوم القیامة (وللآخرة خیر لك من الاولی) ولا شك فی ان الدنیا کذلك

تحصل لمن حصل له رضا اللّٰہ وعلمه اما الآخرة فشك فی ان تحصل لغیر راغب فیها۔

﴿الورقة الخامسة: فی الادب العربی(مقامات و معلم الانشاء)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....فَقَالَ لَهُ الْقَاضِیْ:لِلّٰهِ دَرُّكَ فَمَا اَعْذَبَ نَفَثَاتٍ فِیْكَ و وَاهًا لَكَ لَوْلَا خِدَاعٌ فِیْكَ وَ اِنِّیْ لَكَ لَمِنَ الْمُنْذِرِیْنَ وعَلَیْكَ مِنَ الْحَذِرِیْنَ فَلَا تُمَاكِرْ بَعْدَهَا الْحَاكِمَیْنَ وَ اتَّقِ سَطْوَةَ الْمُتَحَكِّمِیْنَ فَمَا كُلُّ مُسَیْطِرٍ یُقِیْلُ وَلَا كُلَّ اَوَانٍ یُسْمَعُ الْقِیْلَ ۔(مقامه:۸)

شكّل العبارة بالضبط كاملا ثم ترجمها ۔ اعرب الجمل التی علیها خط نحویا(ترکیب نحوی)

جواب.....❶ عبارت پراعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا ۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ قاضی نے اس سے کہا: کیا خوبی ہے آپ کی۔آپ کے منہ کے کلمات کتنے شیریں ومیٹھے ہیں،تعجب ہے تیرے لئے (مبارک ہو تجھے۔شاباش ہے تیرے لئے)اگر تجھ میں دھوکہ وفراڈ نہ ہو، بیشک میں تجھے ڈرانے والوں اور تجھ پر خوف کھانے والوں میں سے ہوں،پس اس واقعہ کے بعد حاکموں سے مکروفریب نہ کراور حاکموں کی پکڑ دھکڑ (حملہ وطاقت) سے ڈر، اسلئے کہ ہرصاحبِ اقتدار وحاکم معاف نہیں کرتا اور نہ ہروقت ہرکسی کی بات سنی جاتی ہے۔

❸ جملہ کی ترکیب:لِلّٰهِ جارمجرورملکر ثابت کے متعلق ہوکرخبرِ مقدم دَرُّكَ مرکب اضافی مبتدا موخر،مبتدا خبرملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

ف عاطفہ یا تفریعیہ مَا بمعنی ایّ شیئ مبتدا اَعْذَبَ فعل وفاعل نَفَثَاتٍ مضاف فِیْكَ مضاف ومضاف الیہ ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ،فعل تعجب اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر،مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

واؤ عاطفہ وَاهًا مفعول مطلق برائے فعل محذوف لَكَ جارومجرورملکر فعل محذوف کے متعلق ہوکر جزا مقدم لَوْلَا شرطیہ خِدَاعٌ مبتدا فِیْكَ جارومجرورملکر ثابت کے متعلق ہوکر خبر،مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط،شرط وجزا ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....عاقبة الكذب پرعربی میں مضمون لکھیں جو کم ازکم پندرہ سطروں پر مشتمل ہو۔

جواب.....

.....عاقبة الكذب.....

كان ولد بدوی یرعی الغنم یروح بها و یسرح كل یوم فخرج مرة بغنمه حسب العادة وانتای عن العمران فی طلب الشجر اذ نزغه من الشیطٰن نزغ فاراد بالناس السخریة والمزاح فاحتال حیلة عجیبة لتحییر الناس وادهاشهم وهی انه طلع شجرة ونادی الناس باعلی صوته الذئب الذئب كاذبًا علی نفسه فخرج الناس لاغاثته وجاؤا من بعید مندهشین مسرعین الیه حاملی فئوسهم و عصیهم لٰكن لما حضروه لم یجدوا الذئب ورأوا الغنم ترتعی اٰمنة فسألوه عن الذئب این هو؟ فاجاب ضاحكًا ماجنًا ما اردت الا ان اتخذكم هزوًا وان اعرف من یلبی ندائی فنكص الناس علی اعقابهم مالاموه و عاتبوه علی كذبه وذات یوم خرج ذئبٌ مِن و جاره باحثًا عن صیده اذلاحت له الغنم من بعید فتسلل الیها ومن حسن حظه ان الراعی غیر ملتفتٍ الیه والٰی غنمه ایضًا فدخل علٰی حین غفلةٍ منه و هجم علی الغنم فلم یردَّ بصره الا ثُغاء الشیاه ففزع من هذا المنظر المهیب ولم یجد بدًا من ان یستنصر الناس ثانیًا ویستصرخهم فصاح بقوته القصوٰی الذئب الذئب لٰكن لم یرفع به احد راسه ولم یكترث له اذ جربوا كذبه مرة فمازال یصیح الذئب الذئب ایها الناس جآء الذئب حقًا واللّٰہ انادیكم جآدًا دون هزل ولا

0312 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

سخریةٍ لکنهم حسبوه مزاحًا کالسابق فبطش به الذئب وبخرافه و ذهبت نداء اته و صراخاته ادراج الریح جزآءً لعمله الشنیع ولا شك ان الکذب من الادواء الانسانیة وقد عده الرسول علیه الصلوٰة والسلام من کبائر الذنوب۔

الشق الثانی .....عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔بجلی اللہ کی بڑی نعمت ہے، یہ جدید اختراعات میں سے ہے اور اسکی وجہ سے انسانی زندگی بڑی آسان ہوگئی ہے، اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، اس سے سردیوں میں گرمی اور گرمیوں میں ٹھنڈک حاصل کی جاتی ہے، اسکے ذریعہ بڑی بڑی مشینیں چلتی ہیں، گاڑیاں چلتی ہیں اور زندگی کے کئی کاموں میں یہ کام آتی ہے، شہر کی ساری زندگی کی رونق بجلی سے ہے بجلی نہ ہو تو شہری زندگی کی ساری رونقیں ماند پڑ جائیں۔

جواب .....اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ الکهرباء نعمة الله العظیمة۔ هی من المخترعات الجدیدة ولهذه صارت الحیلة الانسانیة سهلا جدا۔ یحصل به النور یحصل به الحر فی الشتاء والبرد فی الصیف بذلك تتحرك الماکینات العظیمة والسیاراة العظیمة و یعمل الکهرباء بعدة امور الحیاة الانسانیة وبهجة الحیاة المصریة کلها قائمة بها ان لم یوجد الکهرباء صارت بهجة المصریة کلها فانیة۔

﴿الورقة الخامسة فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....وَاَرْجُوْاَنْ لَّااَکُوْنَ فِیْ هٰذَا الْهَذَرِالَّذِیْ اَوْرَدَتْهُ وَاَلْمُوْرِدِ الَّذِیْ تَوَرَّدْتُهٗ کَالْبَاحِثِ عَنْ حَتْفِهٖ بِظِلْفِهٖ وَاَلْجَادِعِ مَارِنَ اَنْفِهٖ بِکَفِّهٖ فَاَلْحَقَ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صَنْعًا، عَلٰی اَنِّیْ وَاِنْ اَغْمَصَ لِیَ الْفِطِنُ الْمُتَغَابِیْ وَنَضَحَ عَنِّیْ الْمُحِبُّ الْمُحَابِیْ لَا اَکَادُ اَخْلُصُ مِنْ غَمْرِ جَاهِلٍ اَوْ ذِیْ غِمْرٍ مُتَجَاهِلٍ یَضَعُ مِنِّیْ لِهٰذَا الْوَضْعِ و یُنَدِّدُ بِاَنَّهٗ مِنْ مَنَاهِی الشَّرْعِ ۔(مقدمہ۔ص۲۵)(درسِ مقامات۔ص۴۷)

شکل العبارة ثم ترجمها۔ انکر ابواب و معانی الکلمات التی علیها خط ۔ ما المراد من الوضع فی قوله:لهٰذا الوضع؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی ④ وضع کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس بے ہودہ گوئی میں جس میں پڑ چکا ہوں اور جس گھاٹ پر کہ میں اتر چکا ہوں اس شخص کی طرح نہ ہوں گا جو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے۔ اور اپنی ناک اپنے ہاتھ سے کاٹنے والا ہے تاکہ میں بھی ان لوگوں میں شامل نہ کیا جاؤں جو اپنے اعمال وافعال کے لحاظ سے نقصان والے ہیں اور جن کی دنیوی زندگی میں کوشش بے کار ہوگئی ہے۔ حالانکہ وہ گمان کرتے ہیں اس بات کا کہ وہ کام کو اچھا کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر چہ بتکلف اپنے کو غبی ظاہر کرنے والا ذکی میرے خاطر نظر بچالے اور میرا شریف دوست میری طرف سے (دشمن کا حملہ) دفع بھی کردے، وہ اس تصنیف کی وجہ سے میرا رتبہ گھٹائے گا اور ڈھنڈورا پیٹے گا کہ یہ شریعت کے ممنوعہ امور میں سے ہے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "اَرْجُوْ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی امید رکھنا۔
"اَوْرَدَتْهُ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی لانا۔ "اَلْجَادِعُ" یہ باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی کاٹنا۔
"اُلْحِقَ" باب افعال سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی لاحق کرنا۔ "سَعْیُهُمْ" یہ باب فتح کا مصدر ہے بمعنی کام کرنا، کوشش کرنا۔

0313 6357913 maktabazakariamultan@gmail.com

"اَلْفَطِنُ" یہ باب نصر، سمع وکرم سے صفت کا صیغہ ہے بمعنی سمجھنا، ادراک کرنا، ماہر ہونا۔

④ وضع کی مراد:۔ وضع کے متعدد معانی ہیں، یہاں پر ان میں سے مرتبہ گھٹانا وکم کرنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہنسی ومزاح پر مشتمل میری اس تصنیف کی وجہ سے میرے اوپر طرح طرح کی باتیں کرکے میرا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کی جائے گی۔

الشق الثانی.....تَبًّا لِطَالِبِ دُنْيَا :: ثَنٰى اِلَيْهَا اَنْصِبَابَهٗ ۞ مَا يَسْتَفِيْقُ غَرَامًا :: بِهَا وَ فَرْطَ ضَبَابَهٖ وَ لَوْ دَرٰى لَكَفَاهُ :: مِمَّا يَرُوْمُ صُبَابَهٗ..... ثُمَّ اِنَّهٗ لَبَدَ عَجَاجَتَهٗ وَ غَيَّضَ مُجَاجَتَهٗ وَ اعْتَضَدَ شَكْوَتَهٗ وَ تَأَبَّطَ هِرَاوَتَهٗ فَلَمَّا رَنَتِ الْجَمَاعَةُ اِلٰى تَحَفُّزِهٖ وَ رَاَتْ تَأَهُّبَهٗ لِمُزَايَلَةِ مَرْكَزِهٖ اَدْخَلَ كُلٌّ مِنْهُمْ يَدَهٗ فِيْ جَيْبِهٖ فَاَفْعَمَ لَهٗ سَجْلًا مِنْ سَيْبِهٖ۔ (مقامہ اولیٰ)(درسِ مقامات: ص۷۹)

شکل العبارة ثم ترجمها ۔ حقق الكلمات التی علیها خط ۔ اعرب البیت الاول ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ مخطوطہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ بیتِ اول کی ترکیب۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا ۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ ہلاکت ہو طالبِ دنیا کیلئے جس نے اپنی توجہ اس کی طرف موڑ دی۔ جو افاقہ حاصل نہیں کرسکتا دنیا کے ساتھ شدتِ محبت اور عشق کی زیادتی کی وجہ سے۔ اگر وہ اسکی حقیقت جان لیتا تو اسکو ان چیزوں کا بچا کھچا بھی کفایت کرجاتا جن کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ پھر اس نے اپنے پھیلے ہوئے غبار کو سمیٹ کر بٹھایا، اپنے لعاب کو خشک کیا، اپنے مشکیزہ کو بازہ میں لیا اور اپنی لاٹھی کو بغل میں لیا۔ پس جب جماعت نے کودنے کیلئے اس کی آمادگی کو دیکھا اور اپنے مرکز سے جُدا ہونے کیلئے اس کی تیاری کو محسوس کیا تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی جیب میں ہاتھ داخل کیا اور اس کیلئے اپنی بخشش سے تھیلا بھر دیا۔

③ مخطوطہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **اَنْصِبَابٌ**: یہ باب انفعال (مضاعف) کا مصدر ہے بمعنی میلان ورجحان ہونا۔

يَسْتَفِيْقُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر **استفاق** (استفعال۔ اجوف) بمعنی افاقہ پانا، صحت یاب ہونا۔

عَجَاجَةٌ: یہ مفرد ہے اس کی جمع **عَجَاجٌ** ہے بمعنی گرد وغبار۔ دھواں۔

تَأَبَّطَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **تَأَبُّطًا** (تفعل۔ مہموز) بمعنی بغل میں لینا۔

تَحَفُّزٌ: یہ باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی زانو یا سُرین کے بل بیٹھنا۔ کودنے کیلئے آمادہ ہونا۔

④ شعر کی ترکیب:۔ **تَبًّا** یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف تَبَّ کا لام جارہ **طَالِبِ دُنْيَا** مضاف ومضاف الیہ ملکر موصوف **ثَنٰى** فعل وفاعل **اِلَيْهَا** جار ومجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے **اَنْصِبَابَهٗ** مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل متعلق ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت، موصوف وصفت ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر متعلق ہوا مفعول مطلق کے، فعل محذوف اپنے فاعل و مفعول مطلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل..... فَلَمَّا رَوَّقَ اللَّيْلُ الْبَهِيْمُ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا التَّهْوِيْمُ سَمِعْنَا مِنَ الْبَابِ نَبْأَةً مُسْتَنْبِحٍ ثُمَّ تَلَتْهَا صَكَّةُ مُسْتَفْتِحٍ فَقُلْنَا مَنِ الْمُلِمُّ فِي اللَّيْلِ الْمُدْلَهِمِّ فَقَالَ:

يَا اَهْلَ ذَا الْمَغْنٰى وُقِيْتُمْ شَرًّا ... وَلَا لَقِيْتُمْ مَا بَقِيْتُمْ ضُرًّا

قَدْ دَفَعَ اللَّيْلُ الَّذِيْ اِكْفَهَرَّا ... اِلٰى ذَرَاكُمْ شَعِثًا مُغْبَرًّا (مقامہ:۵)

شکل العبارة و ترجمها ـ حقق الكلمات التى عليها خط ـ اعرب البيت الثانى.ما اسم هٰذه المقامة و ماهى قصتها؟

عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں،خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں،آخری شعرکی نحوی ترکیب کریں۔(درسِ مقامات:۲۱۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں:②عبارت پراعراب ②عبارت کاترجمہ ③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق ④ آخری شعرکی ترکیب ⑤ مقامہ کا نام وقصہ۔

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔**كمامرّ فى السوال آنفا۔**

② عبارت کاترجمہ:۔ پس جب تاریک رات نے اپنا خیمہ تان لیااوراونگھ کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا تو ہم نے دروازہ سے کتوں کے بھونکوانے والے کی آواز سنی پھراُس کے پیچھے دروازہ کھلوانے والے کی کھٹکھٹاہٹ آئی پس ہم نے کہا کہ تاریک رات میں آنے والا کون ہے؟ تواُس نے کہا(اشعار) اے گھر والو!تم شر سے بچائے جاؤاور جب تک تم باقی رہو بدحالی وتکلیف سے نہ ملو۔تحقیق دفع کردیایادھکیل دیااُس رات نے جوتاریک ہے تمہارے صحن کی طرف ایک پراگندہ بالوں والے غبارآلود شخص کو۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلتَّهْوِيْمُ" یہ بابِ تفعیل کا مصدر ہے بمعنی ہلکی نیندواُونگھ کا آنا۔

"رَوَّقَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَرْوِيْقٌ (تفعیل،اجوف) بمعنی خیمہ تاننا۔

"مُسْتَفْتِحٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِسْتِفْتَاحٌ (استفعال،صحیح) بمعنی کھلوانا۔

"اَلْمِلِمُّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِلْمَامٌ (افعال،مضاعف) بمعنی فروکش ہونا،مہمان بننا۔

"اَلْمُدْلَهِمُّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِدْلِهْمَامٌ (افعلال،صحیح) بمعنی سخت تریک ہونا۔

"اِكْفَهَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِكْفِهْرَارٌ (افعلال،صحیح) بمعنی تاریکی کا گہرا ہونا۔

"مُغْبَرًّا" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِغْبِرَارٌ (افعلال،صحیح) بمعنی غبارآلود ہونا۔

④ آخری شعرکی نحوی ترکیب:۔**قد** تحقیقیہ **دفع** فعل **الليل** موصوف **الذى** اسم موصول **اكفهر** فعل مع فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،موصول صلہ ملکر صفت،موصوف صفت ملکر فاعل،**الٰى** جارہ **ذراكم** مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور،جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، **شعثًا مغبرًّا** موصوف صفت ملکر مفعول بہٖ،فعل اپنے فاعل مفعول بہٖ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

⑤ مقامہ کا نام وقصہ:۔اس عبارت کا تعلق ''مقامۂ خامسہ کوفیہ'' سے ہے۔

اس مقامہ میں علامہ حریری نے اشعار میں فقیر کی صدا لگائی،کہانی کچھ اس طرح ترتیب دی کہ حارث بن حمام کوفہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ رات کو قصہ گوئی میں مشغول تھا،ایک فقیر نے دروازہ پرآکر صدا لگائی اوران سے ٹھکانہ وکھانا طلب کیا،انھوں نے دروازہ کھولا،فقیر کوکھانا کھلایا تو دیکھا کہ وہ ابوزید سروجی تھا،اس سے مطالبہ کیا کہ ہمیں اپنا کوئی عجیب وغریب قصہ بیان کیجئے،ابوزید سروجی نے اپنا ایک عجیب واقعہ سنایا کہ کل رات میں ایک گھر کے پاس جاکر اشعار میں صدا لگانے لگا تو ایک بچہ نکلا اوراس نے اشعار ہی میں جواب دیا کہ ہمارے پاس خود کھانے کیلئے کچھ نہیں ہے ہم فقیر کو کیا کھلا سکتے ہیں؟ابوزید بچہ کی برجستگی سے بڑا متاثر ہوا،اس سے پوچھا کہ بیٹے آپ کا تعارف کیا ہے؟ کہنے لگا،میرا نام زید ہے اور میں فید کا رہنے والا ہوں اور یہاں میں مسافر ہوں،میرے باپ نے شادی کی،بیوی جب امید سے ہوگئی تو وہ غائب ہوگیا،معلوم نہیں کہ اب وہ زندہ ہے کہ مردہ؟ابوزید نے کہا،میں نے جان لیا کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے کیونکہ یہ حرکت میں نے ہی کی تھی،یہ عجیب واقعہ سننے کے بعد حاضرین نے ابوزید سروجی سے پوچھا کہ آپ بیٹے سے اب کب ملیں گے؟ کہنے لگا جب کچھ رقم ہاتھ آئے گی تب ملوں گا،فقر کی حالت میں ملنے کا کیا فائدہ؟ حاضرین میں سے ہر ایک نیاس کے ساتھ تعاون کیا،جب وہ روانہ ہوا تو حارث بھی ساتھ جانے لگا کہ بیٹے سے اس کی بھی ملاقات ہو،ابوزید نے حارث کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگایا اوراشعار میں کہا کہ یہ ساری کہانی من گھڑت ہے،یہ رقم بٹورنے کا ایک حربہ تھا جو میں نے استعمال کیا۔

0313 6357913 maktabatulakabiryamuddani@gmail.com

الشق الثانی.....حَکَی الْحارثُ بْنُ ہمامٍ قال اَزْمَعْتُ الشُّخُوْصَ مِنْ بَرْقَعِیْدَ وقد شِمْتُ بَرْقَ عِیْدٍ فَکَرِہْتُ الرِّحْلَۃَ عن تلك المدینۃِ او اَشْہَدَ بہا یَوْمَ الزِّیْنَۃِ فَلَمَّا اَظَلَّ بِفَرْضِہٖ ونَفْلِہٖ واَجْلَبَ بِخَیْلِہٖ ورَجْلِہٖ اَتْبَعْتُ السُّنَّۃَ فِی لُبْسِ الْجَدِیْدِ وبَرَزْتُ مع مَنْ بَرَزَ لِلتَّعْیِیْدِ ۔(مقامہ ۷۔ص ۱۱۸)(درسِ مقامات:۳۰۳)

شکل العبارۃ و ترجمہا ۔ حقق الکلمات التی علیہا خط ۔ اعرب الجملۃ:فکرہت الرحلۃ عن تلك المدینۃ الخ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں:①عبارت پر اعراب ②عبارت کا ترجمہ ③الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق ④فکرہت الرحلۃ عن المدینۃ الخ کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمّام نے بیان کیا کہ میں برقعید شہر سے کوچ کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا اور میں نے عید کا چاند دیکھا تو اس شہر سے کوچ کرنے کو ناپسند سمجھا یا عید کے دن وہاں موجود رہنا چاہئے۔ پس جب عید نے اپنے فرض اور اپنے نفل کے ساتھ سایہ ڈالا (قریب آئی) اور اپنے سواروں اور پیدلوں کو کھینچ لائی تو میں نے نیا لباس پہنا سنت کی اتباع اور پیروی کرتے ہوئے اور عید کے لئے گھر سے نکلنے والوں کے ساتھ گھر سے نکلا۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَزْمَعْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر اِزْمَاعًا (افعال) بمعنی عزم کو ظاہر کرنا۔ "اَشْہَدَ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر شُہُوْدًا (سمع) بمعنی حاضر ہونا۔

"فَکَرِہْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر کَرْہًا و کَرَاہَۃً (سمع) بمعنی مکروہ سمجھنا ناپسند کرنا۔

"اَلرِّحْلَۃَ" یہ باب سمع کا مصدر ہے بمعنی کوچ کرنا۔ "بَرَزْتُ" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر بُرُوْزًا (نصر) بمعنی ظاہر کرنا۔

"بِفَرْضِہٖ" یہ مفرد ہے اسکی جمع فَرَائِضُ و فُرُوْضٌ ہے بمعنی بندوں پر لازمی حکم، مصدر فَرْضًا (ضرب) بمعنی فرض کرنا۔

"نَفْلِہٖ" یہ مفرد ہے اس کی جمع نَوَافِلُ ہے بمعنی زیادتی، وہ کام جو فرائض وواجبات سے زائد کرنے کا کہا جائے۔

④ فکرہت الرحلۃ عن المدینۃ الخ کی ترکیب:۔فاء نتیجیہ کرہت فعل با فاعل الرحلۃ مفعول بہ عن جار تلك اسم اشارہ المدینۃ مشارالیہ، اشارہ مشارالیہ ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ او بمعنی الّا اَنْ اشہد فعل وفاعل بالمدینۃ جار مجرور ملکر متعلق ہوا اشہد کے یوم الزینۃ مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق ومفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر بتاویل مصدر معطوف ہوا ما قبل پر۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔قلم اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے، اسکے ذریعہ انسان حیوان سے ممتاز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ بہت سے لوگوں کو پستی کے مقام سے بلندی کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پستیوں میں گرا دیتے ہیں چنانچہ وہ جاہل اور لوگوں کے دست نگر بن کے جیتے ہیں جن کی زندگی میں نہ کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے نہ وقار وعزت اور نہ ہی کوئی انسان ان کا پاس ولحاظ کرتا ہے، اس کی قیمت قلیل سی ہے مگر کام بہت بڑا۔ بے قیمت اور چھوٹی سی لکڑی یا لوہے کے ایک بے قیمت چھوٹے سے ٹکڑے سے ہی اسے تیار کیا جاتا ہے مگر یہ بڑے بڑے کام انجام دیتا ہے۔قلم ہی کے ذریعہ لوگوں کے بہت سے کام انجام پاتے ہیں اور اسکے ذریعہ ملکوں کا نظام حکومت چلتا ہے۔(ص ۲۴۔مجلس نشریاتِ اسلام)

جواب.....اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ **القلم نعمۃ اللہ تعالیٰ العظیمۃ یمتاز بہا الانسان عن الحیوان، یرفع اللہ بہ کثیرا من الناس من المنزلۃ الوضیعۃ الی المنزلۃ الرفیعۃ و یسقط اللہ بہ کثیرا من الناس فیعیشون جُہَّالًا رعاع الناس لا قیمۃ لہم فی الحیاۃ ولا وقارلہم ولا عزولا یعبأبہم احد وانہ رخیص**

0312 6357913 maktabazakariyapultan@gmail.com

جدا و عمله جليل لا يصنع الامن الخشب القصير التافة او بقطعة صغيرة من الحديد الرخيص غير انه يؤدى عملًا ضخامًا و به تقضى مآرب كثيرة الناس و تداردفة الحكم على البلاد .

الشق الثانى.....اكتب مقالة على احد العناوين التالية:الكهرباء وفوائدها ، العقل و فوائده.

جواب .... **الكهرباء و فوائدها**.....

الكهرباء اَسُّ الحضارة و وسيلة من وسائل التقدم والرقى تجعل الدنيا بضيائها فى الليل كالنهار يستخدمها الانسان فى كثير من حاجاته و هى تنفعه نفعًا عظيمًا، بها تضاء المنازل والمقاهى والمدارس والشوارع، انها تمحو الظلام محوًا و تبدله نورًا ثاقبًا، بهابهجة الحقلات ورونق الافراح انها اقوٰى من جميع الانوار التى نستنتجها من الزيوت المختلفة. الحاصلة من النبات او من الارض.

وهى تسير الترام الذى يسهل فى المدن حاجة كبيرة من تنقلات الناس من جوانب المدينة الواحدة الى الُاخرٰى مع ماله من اجرة رخيصة فالناس يختلفون الى هنا و هناك باسرع طريق كانت الالات والما كينات تحرك وتدار بمشقة عظيمة قبل اكتشافات الكهرباء فلما اكتشف سهل ادارتها و تحريكها و تحملت الكهرباء و حدها ما كان يتحمله الوف من الناس من تسييرالالات والماكينات فبذالك يسهل كل عمل صناعى فالمعامل والمصانع تعمل بسرعة فائقة و توفر لاهلها مالا كثيرا و منافع جُمَّة و تقدم للُامة المصنوعات الكثيرة. فلا يقل الناس ما يحتاجون اليها من مصنوعات و اشياء و منتجات.

..... **العقل وفوائدهٗ** .....

غير خاف ان اشرف الخواص التى يتميّز الانسان به من الحيوان هو العقل الذى هو سلطان القرائح ورأس العلوم و سبب ادراكها و مادة الفهم و منبع الحكمة وهو الموصل الى صلاح الدين والدنيا لا تستقيم الحياة الابه ولاتدورا الامور الا عليه وهو نور موضوع فى القلب كنور البصر فى العين ينقص و يزيد و يذهب و يعود و كيف لا يكون العقل افضل موجود فى البرية و اشرف موضوع فى هذا الخليقة الاٰدمية و قد خصه اللّٰه تعالٰى بالانسان لشرفه وكما له و عزته و جلاله.

انما العقل نور عظيم رزقه اللّٰه الانسان يسلك به طرقه بالسلامة والاستقامة و به يسيطر على الحيوانات والاحياء الاخرى و به يترقى و يتقدم و يخترع المصنوعات ويكشف المجاهيل و يصنع الخطط و يرتب المبادئ و يحكم على الموجودات يشق الجبال و يجفف جوانب البحار فيكون منها برا يبسا و يطير فى الجّو ويسافر فى اعماق البحور فهو آلة بين يديه يتسلط بها على كثير من الاشياء فهو نور من اللّٰه من حرمه حرم خيرا كثيرا (و من يؤت الحكمة فقد اوتى خيرا كثيرا).

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿مولاى صلّ وسلّم دائما ابدًا﴾
﴿علٰى حبيبک خير الخلق كلّهم﴾

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس تالیف کو اپنے جملہ محسنین کی طرف خصوصاً محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے طفیل بندہ کو ایمان کی دولت اور علم کی روشنی حاصل ہوئی۔ نیز اپنے والدین مرحومین اور اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ خصوصاً حضرت اقدس مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نوراللہ مرقدہ، خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیضِ عالم اور بے پایاں شفقت کے نتیجہ میں بندہ اس قابل ہوا کہ شائقین علومِ نبویہ کی خدمت میں یہ حقیر سا ہدیہ پیش کر سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے محسنِ انسانیت **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ اور جملہ محسنین کو بہتر سے بہتر جزاء عطاء فرمائے۔ اور اس تالیف کو قبول فرما کر ان تمام حضرات کی ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

العبد محمد یٰسین شاکر

اجمالی فہرست

پرچہ	نام کتاب	صفحہ نمبر
پہلا پرچہ	تفسیر وحدیث (سورۂ یونس تا قصص، ریاض الصالحین)	۰۴
دوسرا پرچہ	گزشتہ سالوں میں کنزالدقائق کے نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پرچے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔	-
تیسرا پرچہ	اصول فقہ (نورالانوار)	۹۵
چوتھا پرچہ	نحو (شرح جامی)	۱۸۷
پانچواں پرچہ	ادب عربی (مقامات حریری، معلم الانشاء)	۲۵۹
چھٹا پرچہ	منطق وبلاغہ (قطبی، دروس البلاغہ، البلاغۃ الواضحۃ)	۳۲۷

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة السادسة : فی المنطق و البلاغة(قطبی ودروس البلاغه)﴾

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل.....وَقَدْ جَرَتِ الْعَادَةُ بِاَنْ يُسَمَّى الْمُوْصِلُ اِلَى التَّصَوُّرِ قَوْلًا شَارِحًا وَالْمُوْصِلُ اِلَى التَّصْدِيْقِ حُجَّةً وَيَجِبُ تَقْدِيْمُ الْاَوَّلِ عَلَى الثَّانِيْ وَضْعًا۔(ص۴۶۔امدادیہ) عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں۔

موصل الی التصور کوقول شارح،موصل الی التصدیق کوحجت کہنے کی وجہ اورقول شارح کوحجت پرمقدم کرنے کی وجہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پراعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) موصل الی التصور کوقول شارح اورموصل الی التصدیق کوحجت کہنے کی وجہ (۴) قولِ شارح کوحجت پرمقدم کرنے کی وجہ۔

جواب..... ① عبارت پراعراب:۔ کما مرّ السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ تحقیق عادت جاری ہے موصل الی التصور کوقولِ شارح اورموصل الی التصدیق کوحجت کے ساتھ موسوم کرنے کی اوراوّل کوثانی پروضعا مقدم کرنا ضروری ہے۔

③ موصل الی التصور کوقول شارح اورموصل الی التصدیق کوحجت کہنے کی وجہ:۔ موصل الی التصور کوقول اسلئے کہتے ہیں کہ قول کا معنی ہے مرکب اورموصل الی التصور بھی عام طور پر مرکب ہوتا ہے اس لئے اس کوقول کہتے ہیں۔اورشارح اس لئے کہتے ہیں کہ شارح کا معنی ہے وضاحت کرنے والا۔یہ بھی اشیاء کی ماہیات کی وضاحت کرتا ہے اسلئے اس کوشارح کہتے ہیں۔

موصل الی التصدیق کوحجت اسلئے کہتے ہیں کہ یہ حجة بمعنی غالب آنا سے بنا ہے توحجت کا معنی غلبہ ہوا چونکہ مستدل جب اپنے مطلوب پراستدلال کرتے ہوئے موصل الی التصدیق سے دلیل پکڑتا ہے تو یہ خصم پرغالب آجاتا ہے تو گویا کہ موصل الی التصدیق غلبہ کا سبب ہوتا ہے اورغلبہ مسبب ہوتا ہے۔تو موصل الی التصدیق کا نام تسمیه السبب باسم المسبب کے طور پرحجت رکھ دیا۔

④ قول شارح کوحجت پرمقدم کرنے کی وجہ:۔ موصل الی التصور تصور ہی ہوتا ہے۔اورموصل الی التصدیق،تصدیق ہی ہوتا ہے اورتصور تصدیق سے طبعاً مقدم ہوتا ہے تو اس کو وضعاً بھی مقدم کرنا واجب ہے تا کہ وضع،طبع کے موافق ہوجائے باقی تصور تصدیق سے طبعاً مقدم اس طرح ہے کہ ہرتصدیق کیلئے تصورات ثلاثہ کا ہونا ضروری ہے ① محکوم علیہ کا تصور ② محکوم بہ کا تصور ③ نسبت حکمیہ کا تصور۔کیونکہ جو شخص ان تین تصوروں میں سے کسی ایک سے جاہل ہوگا تو اسکی طرف سے حکم لگانا ممتنع ہوگا گویا کہ تصورات ثلاثہ تصدیق کیلئے شرط ہیں اور شرط مشروط پرمقدم ہوتی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ تصور تصدیق سے طبعاً مقدم ہوتا ہے لہٰذا وضعاً بھی مقدم کرنا واجب ہے۔

الشق الثانی.....ورسّموه بأنه آلة قانونية.....(ص۳۶۔امدادیہ)

منطق کی تعریف، غایت ، وجہ تسمیہ اورضرورت تحریر کریں۔آلہ کی تعریف اور مثال ذکر کریں،منطق کے آلہ ہونے کی وضاحت کریں۔قانون کے لغوی اوراصطلاحی معنی اورمثال بیان کریں اورمنطق کے قانون ہونے کی وضاحت کریں۔

021-36357913, maktabahaqqaniyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں:① منطق کی تعریف غایت و وجہ تسمیہ اورضرورت ② آلہ کی تعریف و مثال ③ منطق کے آلہ ہونے کی وضاحت ④ قانون کا لغوی واصطلاحی معنیٰ ⑤ منطق کے قانون ہونے کی وضاحت۔

جواب..... ① منطق کی تعریف،غایت ووجہ تسمیہ اورضرورت:۔ تعریف: هی آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ فی الفكر، منطق وہ قانونی آلہ ہے جس کی رعایت کرنا ذہن کوخطا فی الفکر سے بچاتا ہے۔

غرض: ذہن کوخطاء فی الفکر سے بچانا ہے۔ وجہ تسمیہ: منطق کو منطق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے قوت نطقیہ کا

ظہور ہوتا ہے، منطق سبب ہے اور قوتِ نطقیہ مسبب ہے، پس سبب کا نام مسبب پر رکھ دیا۔

ضرورت: ترتیب ہمیشہ درست نہیں ہوتی، وگرنہ عقلاء کی آراء میں اختلاف نہ ہوتا، حالانکہ عقلاء کی آراء میں اختلاف ہوا ہے، بعض فلسفی کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عالم حادث ہے۔ بلکہ ایک انسان کی رائے مختلف اوقات میں بدلتی رہتی ہے، پس معلوم ہوا کہ ترتیب ہمیشہ درست نہیں ہوتی، لہٰذا ایسے قانون کی ضرورت ہے جس سے فکرِ صحیح وفاسد کے درمیان امتیاز ہو سکے، اور وہ قانون منطق ہے

② آلہ کی تعریف ومثال:۔ جو چیز فاعل کے اثر کو منفعل تک پہنچانے میں واسطہ ہو اس کو آلہ کہتے ہیں جیسے آرہ نجار کے لئے آلہ ہے اس کے ذریعہ نجار کا اثر متعلقہ منفعل (چیز) پر پہنچتا ہے۔

③ منطق کے آلہ ہونے کی وضاحت:۔ قوت عاقلہ فاعل ہے اور مطالب کسبیہ منفعل ہیں تو چونکہ منطق قوتِ عاقلہ کے اثر یعنی اکتساب کو مطالب کسبیہ تک پہنچانے میں واسطہ ہے اس لئے اس کو آلہ کہتے ہیں۔

④ قانون کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:۔ قانون یہ سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنیٰ ہے مسطرِ کُتاب یعنی لکیر کھینچنے کا آلہ۔

اصطلاحی طور پر قانون وہ قاعدہ کلیہ جو اپنے موضوع کی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہو اور اس کے ذریعے موضوع کی جزئیات کے احکام معلوم کئے جاتے ہوں۔ جیسے نحویوں کا قانون وقاعدہ ہے کہ **کل فاعل مرفوع** یہ ایک قاعدہ وامرِ کلی ہے جو اپنی تمام جزئیات (فاعل) پر منطبق ہے اس کے ذریعے فاعل کی تمام جزئیات کے احکام معلوم ہوتے ہیں۔

⑤ منطق کے قانون ہونے کی وضاحت:۔ منطق قانون اس طرح ہے کہ اس کے تمام قوانین کلیہ ہیں جو اپنے موضوع کی تمام جزئیات پر منطبق ہوتے ہیں مثلاً قاعدہ ہے کہ سالبہ ضروریہ کا عکس سالبہ دائمہ آتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ **لا شئ من الانسان بحجر بالضرورة** کا عکس مستوی **لاشئ من الحجر بانسان دائمًا** ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل .....**قال ویسمی حدا تاما ان کان بالجنس والفصل القریبین وحدًا ناقصا ان کان بالفصل القریب وحدہ او بہ وبالجنس البعید ورسماتا ما ان کان بالجنس القریب والخاصة ورسما ناقصا ان کان بالخاصة وحدھا او بھا و بالجنس البعید** ۔(ص۱۳۲۔امدادیہ) ترجمہ کریں۔اقسام اربعہ کی وجہ حصر اور وجہ تسمیہ مع امثلہ لکھیں۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ ماتن نے کہا ہے کہ معرف کا نام حدِ تام رکھا جاتا ہے اگر وہ جنسِ قریب وفصلِ قریب سے مرکب ہو، اور حدِ ناقص اگر وہ صرف فصل قریب سے یا فصل قریب اور جنس بعید سے مرکب ہو، اور رسمِ تام نام رکھا جاتا ہے اگر جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو اور رسمِ ناقص نام رکھا جاتا ہے اگر صرف خاصہ سے یا خاصہ اور جنسِ بعید سے مرکب ہو۔

② معرف کی اقسام اربعہ کی وجہ حصر:۔ معرّف دو حال سے خالی نہیں، معرفِ حد ہوگی یا رسم ہوگی پھر حد اور رسم میں سے ہر ایک دو حال سے خالی نہیں تام ہوگی یا ناقص ہوگی، اگر تام ہو تو حدِ تام ورسمِ تام ہے اور اگر ناقص ہو تو حدِ ناقص اور رسمِ ناقص ہے۔

حدِ تام کی مثال: جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ کی جائے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

حدِ ناقص کی مثال: جیسے انسان کی تعریف صرف ناطق یا جسم ناطق کے ساتھ کی جائے۔

رسمِ تام کی مثال: جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ساتھ کی جائے۔

رسمِ ناقص کی مثال: جیسے انسان کی تعریف صرف ضاحک یا جسم ضاحک کے ساتھ کی جائے۔

③ اقسامِ اربعہ کی وجہ تسمیہ:۔ حدِ تام کو حد تو اس لئے کہتے ہیں کہ حد کا معنیٰ ہے روکنا چونکہ یہ تعریف بھی معرف کی ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے غیر کو اس میں داخل ہونے سے روکتی ہے اس لئے اس کو حد کہتے ہیں اور تام اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تعریف تمام

ذاتیات پر مشتمل ہوتی ہے۔ حدِ ناقص کو حد تو اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ تعریف ذاتیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے غیر کو اس میں داخل ہونے سے روکتی ہے اور ناقص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بعض ذاتیات کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

رسمِ تام کو رسم اسلئے کہتے ہیں کہ رسم کا معنی ہے اثر و علامت چونکہ یہ تعریف لازمِ خارجی یعنی خاصہ پر مشتمل ہوتی ہے جو شئی کے آثار میں سے ایک اثر ہوتا ہے تو یہ تعریف بالاثر ہوئی۔ اور تعریف بالاثر کو تعریف بالرسم کہتے ہیں اور تمام اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حدِ تام کے مشابہ ہے دو وجہوں سے ① حدِ تام میں بھی جنس قریب ہوتی ہے اور رسمِ تام میں بھی جنس قریب ہوتی ہے ② حدِ تام میں امر مختص بالشی کو ذکر کیا جاتا ہے اور رسمِ تام میں بھی اس وجہ سے تام کہتے ہیں البتہ حدِ تام میں امر مختص بالشی فصل ہوتی ہے اور رسمِ تام میں خاصہ ہوتا ہے۔

رسمِ ناقص کو رسم اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ تعریف بھی تعریف بالاثر ہونے کی وجہ سے تعریف بالرسم ہوتی ہے اور ناقص اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بھی رسمِ تام کے بعض اجزاء کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

الشق الثانی.....**والقضایا الموجهة التی جرت العادة بالبحث عنها و عن احکامها ثلاثة عشر قضیة.**

قضیہ بسیطہ و مرکبہ کی تعریف کریں۔ قضیہ موجہہ کی تعریف کرتے ہوئے اس کی اقسام کے نام لکھیں۔ قضایا بسیطہ کونسے ہیں؟ ہر ایک کی تعریف و مثال لکھیں۔

جواب..... ① قضیہ بسیطہ و مرکبہ کی تعریف:۔ قضیہ مرکبہ: وہ قضیہ موجہہ جس کی حقیقتا ایجاب و سلب دونوں سے مرکب ہو، جیسے **کل انسان کاتب بالامکان الخاص۔ کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبا لا دائما ۔**

قضیہ بسیطہ: وہ قضیہ موجہہ جس کی حقیقت فقط ایجاب یا فقط سلب ہو، جیسے **کل انسان کاتب بالضرورة۔**

② قضیہ موجہہ کی تعریف و اقسام کے نام:۔ نسبت المحمول الی الموضوع کیلئے واقع نفس الامر میں جو کیفیت ثابت ہوتی ہے اسکو مادۂ قضیہ کہتے ہیں اور جو امر اس مادۂ قضیہ پر دال ہو اسے جہتِ قضیہ کہتے ہیں اور جو قضیہ اس جہتِ قضیہ پر مشتمل ہو اسکو قضیہ موجہہ کہتے ہیں۔ اگر جہتِ قضیہ ملفوظہ ہو تو اسکو قضیہ موجہہ ملفوظہ کہتے ہیں اور اگر جہتِ قضیہ معقولہ ہو تو اسکو قضیہ موجہہ معقولہ کہتے ہیں۔

اوّلا قضیہ موجہہ کی دو اقسام ہیں: بسیطہ و مرکبہ۔ پھر موجہہ بسیطہ کی چھ اقسام ہیں: ① ضروریہ مطلقہ ② دائمہ مطلقہ ③ مشروطہ عامہ ④ عرفیہ عامہ ⑤ مطلقہ عامہ ⑥ ممکنہ عامہ۔ اور موجہہ مرکبہ سات ہیں: ① مشروطہ خاصہ ② عرفیہ خاصہ ③ وجودیہ لاضروریہ ④ وجودیہ لادائمہ ⑤ وقتیہ ⑥ منتشرہ ⑦ ممکنہ خاصہ۔

③ قضایا بسیطہ کی تعریف و امثلہ:۔ موجہات بسیطہ چھ ہیں: ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ۔

① **ضروریہ مطلقہ:** وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ثبوت محمول للموضوع یا سلب محمول عن الموضوع کے ضروری ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جب تک ذاتِ موضوع موجود ہو جیسے **الانسان حیوان بالضرورة** کہ جب تک انسان کی ذات موجود ہے اس وقت تک وہ ضرور حیوان ہوگا۔ ② **دائمہ مطلقہ** : وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ثبوت محمول للموضوع یا سلب محمول عن الموضوع کے دائمی ہونے کا حکم ہو جب تک ذاتِ موضوع موجود ہو جیسے **کل فلك متحرك بالدوام** کہ فلک جب تک موجود رہے گا اس کیلئے حرکت کا ثبوت دائمی ہے۔ ③ **مشروطہ عامہ** : وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ثبوت محمول للموضوع یا سلب محمول عن الموضوع کے ضروری ہونے کا حکم ہو جب تک کہ ذاتِ موضوع وصفِ عنوانی کے ساتھ متصف ہو جیسے **کل کاتب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبا**۔ اس میں موضوع (کاتب) کیلئے تحرکِ اصابع کے ضروری ہونے کا حکم ہے جب تک کہ وہ وصف عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے۔ ④ **عرفیہ عامہ** : وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ثبوت محمول للموضوع یا سلبِ محمول عن الموضوع کے دائمی ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جب تک کہ ذاتِ موضوع وصفِ عنوانی کے ساتھ متصف ہو جیسے **بالدوام کل کاتب متحرك**

03133257913 bakhabazakariyamultan@gmail.com

الاصابع مادام کاتبا۔اس میں ذاتِ موضوع کیلئے تحرکِ اصابع کے دائمی ہونے کا حکم ہے جب تک وہ وصفِ عنوانی یعنی کتابت کے ساتھ متصف ہے۔ ⑤ **مطلقہ عامہ:** وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں ثبوت محمول للموضوع یا سلبِ محمول عن الموضوع کے بالفعل ہونے کا حکم لگایا گیا ہو جیسے **بالاطلاق العام کل انسان متنفس و بالاطلاق العام لاشیئ من الانسان بمتنفس**۔ ⑥ **ممکنہ عامہ:** وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں حکم کی جانبِ مخالف ضرورتِ مطلقہ کے ارتفاع کا حکم لگایا گیا ہو جیسے **بالامکان العام کل نار حارّة و بالامکان العام لاشیئ من النار ببارد**۔

﴿السوال الثالث﴾ (دروس البلاغة) ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ..... **وَلِكُلِّ جُمْلَةٍ رُكْنَانِ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ وَمَحْكُوْمٌ بِهٖ وَيُسَمّٰى الْاَوَّلُ مُسْنَدًا اِلَيْهِ كَالْفَاعِلِ وَنَائِبِهٖ وَالْمُبْتَدَأُ الَّذِيْ لَهٗ خَبَرٌ وَيُسَمّٰى الثَّانِيْ مُسْنَدًا كَالْفِعْلِ وَالْمُبْتَدَأُ الْمُكْتَفٰى بِمَرْفُوْعِهٖ** ۔ (۱۷۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر خبر اور انشاء کی تعریف و مثال دیں، صدق الخبر اور کذب الخبر کی تعریف کریں اور مثال دیں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا**۔

② خبر وانشاء کی تعریف مع امثلہ:۔ **الخبر ما یصح ان یقال لقائله انه صادق فیه او کاذب** (خبر ہر وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو اس کلام کے کہنے میں سچا جھوٹا کہا جا سکے جیسے **سَافَرَ مَحَمَّدٌ** (محمد نے سفر کیا) **علی مقیم** (علی مقیم ہے)۔

الانشاء مالایصح ان یقال لقائله انه صادق فیه او کاذب (انشاء وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو اس کلام کے کہنے میں سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے **سَافِرْ مُحَمَّد** (اے محمد سفر کر)۔

③ **صدق الخبر اور کذب الخبر** کی تعریف مع امثلہ:۔ **صدق الخبر:** یہ ہے کہ وہ خبر صورتِ واقعہ کے مطابق ہو جیسے **علی مقیم** اس وقت کہنا جب وہ واقعہ میں بھی مقیم ہو۔

کذب الخبر: یہ ہے کہ وہ خبر صورتِ واقعہ کے مطابق نہ ہو جیسے **علی مقیم** اس وقت کہنا جب علی واقعہ نفس الامر میں مقیم نہ ہو۔

الشق الثانی ..... **وَالْاِطْنَابُ هُوَ تَأْدِيَةُ الْمَعْنٰى بِعِبَارَةٍ زَائِدَةٍ عَنْهُ مَعَ الْفَائِدَةِ نَحْوُ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا اَنَا كَبِرْتُ** ۔ (ص۸۷۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مع الفائدۃ کی قید کا فائدہ بیان کریں، ایجاز اور مساوات میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور مثال دیں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا**۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اطناب یہ ہے کہ معنی مرادی کو اس کی بہ نسبت زائد عبارت سے ادا کیا جائے کسی مخصوص فائدے کے ساتھ جیسے **ربّ انّی وَهَنَ العظمُ الخ** یعنی میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔

③ مع الفائدۃ کی قید کا فائدہ:۔ اطناب کی تعریف میں مع الفائدۃ کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کلام میں زائد عبارت ہے مگر اس کا کوئی جدید فائدہ نہیں ہے تو وہ عبارت فصاحت و بلاغت سے خارج ہو جائے گی لہٰذا اطناب کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کلام کے زائد ہونے کے ساتھ ساتھ فائدہ جدیدہ بھی ہو۔

④ ایجاز اور مساوات کی تعریف مع امثلہ:۔ **الایجاز هو تادیة المعنی المراد بعبارة ناقصة عنه مع وفائها بالغرض** (ایجاز اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں معنی مرادی زیادہ ہو اور ادائیگی اور ترجمانی کرنیوالی عبارت کم ہو البتہ اس ناقص عبارت میں بھی غرضِ متکلم پورے طور پر ادا ہو رہی ہو جیسے **قفا نبك من ذکری حبیب و منزل** (اے میرے دونوں دوست تم میری محبوبہ اور اس کے ٹھکانہ کو یاد کر کے روتے ہوئے ٹھہر جاؤ) اس مثال میں متکلم نے یا صاحبی کا لفظ حذف

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کر دیا ہے مگر ''قفا'' تثنیہ حاضر کے صیغہ سے وہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔

المساواة هی تادية المعنى المراد بعبارة مساوية له (مساوات اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں معنی مرادی اور اس کو ادا کرنے والے الفاظ دونوں مساوی اور برابر ہوں یعنی الفاظ بقدرِ معانی اور معانی بقدرِ الفاظ جیسے **و اذا رايت الذين يخوضون فی آياتنا فاعرض عنهم** اور اے مخاطب جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات واحکام میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو انکے پاس بیٹھنے سے کنارہ کش ہو جا۔ اس مثال میں کفار کے آیات قرآنی سے استہزاء وعیب جوئی کے وقت کنارہ کش ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور اس مقصد کے لئے الفاظ بقدرِ ضرورت ہی لائے گئے ہیں، نہ زیادہ الفاظ ہیں اور نہ کم ہیں۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل .....**ومن لطائف هذا التعريف انه مشتمل على العلل الاربع** ۔(ص۳۴۔امدادیہ)

هذاالتعريف سے کون سی تعریف مراد ہے؟ **العلل الاربع** سے کیا مراد ہے؟ تعریف مذکور ان پر کیسے مشتمل ہے؟ واضح کریں نیز منطق کی تعریف کے فوائدِ قیود تحریر کریں۔ شارح کے منطق کی تعریف کو رسم قرار دینے کی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) تعریف کی مراد (۲) **العلل الاربع** کی مراد (۳) تعریفِ مذکور کے عللِ اربع پر مشتمل ہونے کی وضاحت (۴) منطق کی تعریف کے فوائدِ قیود (۵) منطق کی تعریف کو رسم قرار دینے کی وجہ

جواب ..... ① تعریف کی مراد:۔ اس تعریف سے مراد فکر کی تعریف **هو ترتيب امور معلومة للتأدّی الى المجهول** (امورِ معلومہ کو اس طرح ترتیب دینا کہ ذہن امرِ مجہول تک پہنچ جائے) ہے۔

② **العلل الاربع** کی مراد:۔ ① علت مادی: مرکب کی وہ علت ہے جو مرکب کی حقیقت میں داخل ہو اور اس سے مرکب کا وجود بالقوۃ ہو جیسے چارپائی کے لئے لکڑی کے ٹکڑے ② علت صوری: مرکب کی وہ علت ہے جو مرکب کی حقیقت میں داخل ہو اور اس سے مرکب کا وجود بالفعل ہو جیسے چارپائی کا مخصوص ڈھانچہ ③ علت فاعلی: مرکب کی وہ علت ہے جو مرکب کی حقیقت سے خارج ہو اور اس سے مرکب کا صدور ہو جیسے چارپائی کے لئے نجار (ترکھان) ④ علت غائیہ: مرکب کی وہ علت ہے جو مرکب کی حقیقت سے خارج ہو اور اس کے لئے مرکب کا صدور ہو جیسے جلوس چارپائی کے لئے۔

③ تعریفِ مذکور کے عللِ اربع پر مشتمل ہونے کی وضاحت:۔ شارح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فکر کی یہ تعریف بھی عللِ اربع پر مشتمل ہے وہ اس طرح کہ ترتیب سے علتِ صوری کی طرف مطابقۃً اشارہ ہے کیونکہ فکر کی صورت وہ ہیئت اجتماعیہ ہے جو تصدیقات معلومہ اور تصوراتِ معلومہ کو ترتیبت دینے سے حاصل ہوتی ہے (جس طرح سریر کے اجزاء کو ان کے مرتب ہونے کی صورت میں ہیئت حاصل ہوتی ہے یہی ہیئت صورتِ فکر ہے جس کی طرف ترتیب سے اشارہ ہو رہا ہے) اور علتِ فاعلی کی طرف التزاماً اشارہ ہے کہ ہر ترتیب کے لئے مرتب لازم ہے۔ امورِ معلومہ سے اشارہ ہے علتِ مادیہ کی طرف **للتأدّی الى المجهول** سے اشارہ ہے علتِ غائیہ کی طرف اس لئے کہ ترتیب سے غرض ذہن کو مجہول تک پہنچانا ہوتا ہے۔

④ منطق کی تعریف کے فوائدِ قیود:۔ منطق کی تعریف **هو آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ فی الفكر** میں **آلـــہ** بمنزلہ جنس کے ہے جو تمام آلات کو شامل ہے خواہ وہ آلاتِ صنعت ہوں یا آلاتِ حرفت ہوں یا آلاتِ غیر صناعیہ ہوں اور **قـانـونيةٌ** فصلِ اوّل ہے اس سے آلاتِ ارباب صنائع جزئیہ (ہتھوڑا، کسّی وغیرہ) خارج ہو گئے کیونکہ وہ قانونی آلات نہیں۔ **تعصم مراعاتها الذهن الخ** یہ فصلِ ثانی ہے اس سے علومِ عربیہ ادبیہ خارج ہو گئے کیونکہ ان کی رعایت رکھنا **عاصم عن**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الخطأ فی الفکر نہیں بلکہ ان کی رعایت رکھنا **عاصم عن الخطأ فی المقال** ہے۔(الدرر السنیۃ ص ۶۵)

⑤ منطق کی تعریف کو رسم قرار دینے کی وجہ:۔ شارحؒ نے منطق کی تعریف کے رسم ہونے کی دو وجہیں ذکر کی ہیں۔

① منطق کی تعریف میں منطق کے آلہ ہونے کا ذکر ہے اور منطق کا آلہ ہونا اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں۔ کیونکہ کسی شیئ کا ذات ہونا وہ چیز ہوتی ہے جو اس کیلئے فی نفسہٖ ہو اور آلہ ہونا منطق کیلئے فی نفسہٖ نہیں ہے بلکہ غیر یعنی علوم حکمیہ کے اعتبار سے ہے تو آلہ ہونا منطق کے عوارض میں سے ایک عارض ہوا لہٰذا یہ تعریف بالعارض ہوئی اور تعریف بالعارض رسم ہوتی ہے حد نہیں ہوتی۔

② منطق کی تعریف میں **العصمة عن الخطاء فی الفکر** کے الفاظ ہیں اور یہ منطق کی غایت ہے اور شیئ کی غایت شیئ سے خارج ہوتی ہے لہٰذا یہ تعریف بالخارج ہوئی اور تعریف بالخارج رسم ہوتی ہے حد نہیں ہوتی۔(الدرر السنیۃ)

الشق الثانی.....**ولیس الکل من کل منهما بدیهیا والا لما جهلنا شیئا ولا نظریاوالا لدار او تسلسل.**

مذکورہ عبارت کی وضاحت کریں (ص ۲۷۔امدادیہ)

جواب.....عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں ماتن نے دو دعوے ذکر کرنے کے بعد ان کی دلیلوں کو بیان کیا ہے۔ پہلا دعویٰ یہ ہے کہ تصور و تصدیق کا ہر ہر فرد بدیہی نہیں ہے کہ اگر تمام تصورات و تصدیقات بدیہی ہوتے تو کوئی تصور اور تصدیق ہم سے مجہول نہ ہوتا حالانکہ بہت سے تصورات و تصدیقات ہم سے مجہول ہیں۔ پس جب لازم یعنی کسی تصور و تصدیق کا ہم سے مجہول نہ ہونا باطل ہے۔ تو ملزوم یعنی تمام تصورات و تصدیقات کا بدیہی ہونا بھی باطل ہے۔ دوسرا دعوی یہ ہے کہ نوع تصور اور نوع تصدیق کا ہر ہر فرد نظری نہیں ہے اس لئے کہ اگر تمام تصورات و تصدیقات نظری ہو جائیں تو دور اور تسلسل لازم آئے گا۔ لیکن لازم یعنی دور اور تسلسل باطل ہے۔ تو ملزوم یعنی تمام تصورات و تصدیقات کا نظری ہونا بھی باطل ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل.....**اَمَّا الْمُرَکَّبُ فَهُوَ اِمَّا تَامٌ اَوْ غَیْرُ تَامٍ وَالتَّامُّ اِمَّا خَبَرٌ وَقَضِیَّةٌ وَاِمَّا اِنْشَاءٌ ثُمَّ الْاِنْشَاءُ اِمَّا اَمْرٌ وَاِمَّا سُوَالٌ وَ دُعَاءٌ اَوْ اِلْتِمَاسٌ اَوْ تَنْبِیْهٌ۔** (ص ۲۷۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، مرکب کی اقسام ثمانیہ کی تعریف کریں۔ امر، سوال، دعا اور التماس کے درمیان فرق واضح کریں، مرکب تقییدی اور غیر تقییدی کی تعریف و مثالیں ذکر کریں۔ **اما المرکب فهو اما تام او غیر تام** کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مرکب کی اقسام ثمانیہ کی تعریف (۳) امر، سوال، دعا و التماس میں فرق (۴) مرکب تقییدی و غیر تقییدی کی تعریف مع امثلہ (۵) **اما المرکب فهو اما تام او غیر تام** کی ترکیب۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② مرکب کی اقسام ثمانیہ کی تعریف:۔ مرکب تام: وہ مرکب ہے جس پر متکلم کا سکوت کرنا صحیح ہو جیسے **زیدٌ قائمٌ۔**

مرکب غیر تام: وہ مرکب ہے جس پر متکلم کا سکوت کرنا صحیح نہ ہو جیسے **زیدٌ قائمٌ۔**

خبر اور قضیہ: وہ مرکب تام ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو جیسے **زیدٌ قائمٌ۔**

انشاء: وہ مرکب تام ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال نہ ہو جیسے **اِضْرِبْ۔**

امر: وہ انشاء ہے جو **طلبِ فعل علی سبیل الاستعلاء** کے لئے موضوع ہو جیسے **اقرأ۔**

سوال و دعا: وہ انشاء ہے جو **طلبِ فعل علی سبیل الخضوع** کے لئے موضع ہو جیسے **اللهم ارحمنا۔**

التماس: وہ انشاء ہے جو **طلب فعل علی سبیل التساوی** کے لئے موضوع ہو جیسے **خذ الکتاب۔**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تنبیہ: وہ انشاء ہے جو طلبِ فعل پر بدلالۃ وضعیہ دال نہ ہو۔

③ امر، سوال دعا والتماس میں فرق:۔ امر: میں طلبِ فعل علی سبیل الاستعلاء ہوتا ہے یعنی اس میں متکلم اپنے آپ کو مخاطب سے بڑا سمجھتے ہوئے حکم کرتا ہے۔ سوال و دعا: میں طلبِ فعل علی سبیل الخضوع ہوتا ہے یعنی اس میں متکلم خود کو مخاطب سے چھوٹا سمجھتے ہوئے فعل کو طلب کر رہا ہوتا ہے۔ التماس: میں متکلم خود کو مخاطب کے برابر و مساوی سمجھتے ہوئے فعل کو طلب کرتا ہے۔

④ مرکب تقییدی و غیر تقییدی کی تعریف مع امثلہ:۔ مرکب تقییدی: وہ مرکب غیر تام ہے جس میں جزءِ ثانی جزءِ اوّل کیلئے قید ہو جیسے **غلامُ زیدٍ، الحیوان الناطق** ۔ان دونوں مثالوں میں دوسرا جز پہلے جزء کے لئے قید ہے یعنی غلام سے عام غلام مراد نہیں بلکہ زید کا غلام مراد ہے اور حیوان سے عام حیوان مراد نہیں بلکہ بولنے والا حیوان مراد ہے۔

مرکب غیر تقییدی: وہ مرکب غیر تام جس میں دوسرا جزء پہلے جزء کے لئے قید نہ ہو جیسے **بزید** پھر مرکب غیر تقییدی خواہ اسم و اداۃ سے مرکب ہو جیسے **فی الدار** یا فعل و اداۃ سے مرکب ہو جیسے **قد ضرب**۔

⑤ **اما المرکب فهو اماتام او غیرتام** کی ترکیب:۔ **اما** حرف شرط **المرکب** مبتداء متضمن معنی شرط **فاء** جزائیہ **هو** ضمیر مبتداء **اما** حرف تردید **تام** معطوف علیہ **او** عاطفہ **غیر تام** مضاف مضاف الیہ ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر متضمن معنی جزاء۔ مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ یا شرط اپنی جزاء سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

الشق الثانی.....**قَالَ وَرَسَّمُوْهُ بِاَنَّهٗ كُلِّيٌّ يُحْمَلُ عَلَى الشَّيْئِ فِيْ جَوَابِ اَيُّ شَيْئٍ هُوَ فِيْ جَوْهَرِهٖ فَعَلٰى هٰذَا لَوْ تَرَكَّبَتْ حَقِيْقَةٌ مِّنْ اَمْرَيْنِ مُتَسَاوِيَيْنِ اَوْ اُمُوْرٍ مُتَسَاوِيَةٍ كَانَ كُلٌّ مِّنْهَا فَصْلًا لَهَا** ۔ (ص۹۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، وضاحت کریں، فصل کی تعریف میں قیود کے فوائد بیان کریں۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا**۔

② عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً فصل کی تعریف کی ہے کہ فصل وہ کلی ہے جو **ای شئ هو فی جوهره** کے جواب میں محمول ہو۔ اسکے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اختلافی مسئلہ بیان کیا ہے کہ جس ماہیت کیلئے فصل ہو، اس کیلئے جنس کا ہونا ضروری ہے یا نہیں، متقدمین مناطقہ کے نزدیک جس ماہیت کیلئے فصل ہو اس کیلئے جنس کا ہونا ضروری ہے اور متاخرین کے نزدیک ہر فصل والی ماہیت کیلئے جنس کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس کی دلیل ذکر کرتے ہیں کہ اگر کوئی ماہیت ایسی ہو جو جنس و فصل سے مرکب نہ ہو بلکہ امرین متساوین یا امور متساویہ سے مرکب ہو تو ان امور متساویہ میں سے ہر ہر امر اس ماہیت کیلئے فصل بنے گا کیونکہ ان میں سے ہر ہر امر اس ماہیت کو اس کے مشارکات فی الوجود سے جدا کرے گا تو یہ امور اس ماہیت کیلئے فصل ہوں گے حالانکہ اس ماہیت کیلئے کوئی جنس نہیں تو معلوم ہوا کہ جس ماہیت کیلئے فصل ہو اس کیلئے جنس کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

③ فصل کی تعریف میں مذکورہ قیود کے فوائد:۔ اس تعریف میں **کلی** بمنزلِ جنس کے ہے جو تمام کلیات کو شامل ہے **یحمل علی الشیء فی جواب ای شیء** فصلِ اوّل ہے اس سے جنس، نوع اور عرضِ عام خارج ہو گئے۔ جنس اور نوع تو اس لئے کہ یہ **ماهو** کے جواب میں بولے جاتے ہیں اور عرض اس لئے کہ یہ کسی کے جواب میں نہیں بولا جاتا اور **فی جوهره** فصلِ ثانی ہے اس سے خاصہ خارج ہو گیا کیونکہ وہ فی جوہرہ کے جواب میں نہیں بولا جاتا بلکہ فی عرضہ کے جواب میں بولا جاتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ (دروس البلاغة) ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل.....**اَلْفَصَاحَةُ فِي اللُّغَةِ تُنْبِئُ عَنِ الْبَيَانِ وَالظُّهُوْرِ يُقَالُ اَفْصَحَ الصَّبِيُّ فِيْ مَنْطِقِهٖ اِذَا بَانَ وَظَهَرَ**

03136357913 maktabahazratamultan@gmail.com

كَلَامُهٗ وَتَقَعُ فِی الْاِصْطِلَاحِ وَصْفًا لِلْكَلِمَةِ وَالْكَلَامِ وَالْمُتَكَلِّمِ فَفَصَاحَةُ الْكَلِمَةِ سَلَامَتُهَا مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوْفِ وَمُخَالَفَةِ الْقِيَاسِ وَالْغَرَابَةِ ۔(ص۴۔امدادیہ) عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں،خط کشیدہ امور کی مثال سے وضاحت کریں۔

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ فصاحت لغت میں ظاہر ہونے اور واضح ہونے کی خبر دیتی ہے۔کہا جاتا ہے افصح الصبی فی منطقه (بچے نے اپنی بات واضح کی) اس وقت جب کہ اس کی بات واضح اور صاف ہو اور اصطلاح میں یہ کلمہ اور کلام اور متکلم کی صفت واقع ہوتی ہے۔چنانچہ فصاحت الکلمہ اس کا تنافرِ حروف،مخالفتِ قیاس لغوی اور غرابت فی السمع سے محفوظ رہنا ہے۔

③ امورِ مخطوطہ کی وضاحت مع امثلہ:۔ "تنافر الحروف" کلمہ کی ایک ایسی صفت ہے جس کے پائے جانے کی وجہ سے زبان وادب کا اچھا ذوق رکھنے والے انسان کیلئے اس کا تلفظ وادائیگی مشکل ہوجائے جیسے طشٍ (کھردری جگہ) هَعْخَعٌ (اونٹوں کی گھاس)۔

"مخالفتِ القیاس" یہ ہے کہ کلمہ میں علم صرف ولغت کے قوانین کی خلاف ورزی ہو جیسے) متنبّی کے اس شعر میں بوق کی جمع بوقات کی صورت میں لائی گئی ہے جو کہ قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قاعدہ سے اس کی جمع قلت اَبْوَاقٌ آنی چاہئے تھی۔

"الغرابة" کوئی کلمہ ایسا ہو کہ اسکے معنی حقیقی کی طرف ذہن آسانی اور سہولت سے منتقل نہ ہو کیونکہ لوگ اسے کثرت سے استعمال نہ کرتے ہوں اور نہ وہ عموماً لوگوں کے سننے میں آتا ہو جیسے تَكَأْكَأْ (جمع ہوا) افرنقع (لوٹا) اطلخم (دشوار ہوا)۔

الشق الثانی ..... اَلْخَبَرُ اِمَّا اَنْ يَّكُوْنَ جُمْلَةً فِعْلِيَّةً اَوْ اِسْمِيَّةً وَالْاُوْلٰى مَوْضُوْعَةٌ لِاِفَادَةِ الْحُدُوْثِ فِیْ زَمَنٍ مَخْصُوْصٍ مَعَ الْاِخْتِصَارِ وَقَدْ تُفِيْدُ الْاِسْتِمْرَارَ التَّجَدُّدِیَّ بِالْقَرَائِنِ اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُضَارِعًا مَثَلًا اَوْكُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيْلَةٌ بَعَثُوْا اِلَیَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ وَالثَّانِيَةُ مَوْضُوْعَةٌ لِمُجَرَّدِ ثُبُوْتِ الْمُسْنَدِ لِلْمُسْنَدِ اِلَيْهِ وَقَدْ تُفِيْدُ الْاِسْتِمْرَارَ بِالْقَرَائِنِ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِیْ خَبَرِهَا فِعْلٌ مَثَلًا اَلْعِلْمُ نَافِعٌ ۔(ص۱۸۔امدادیہ)

عبارت پراعراب لگائیں،ترجمہ کریں۔فائدة الخبر اور لازم الفائدة کا مطلب واضح کریں۔

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ خبر یا تو جملہ فعلیہ ہوگی یا اسمیہ اور پہلا بنایا جاتا ہے اختصار کے ساتھ مخصوص زمانے میں حدوث کے معنی کا فائدہ دینے کیلئے اور کبھی قرائن کے پائے جانے کے وقت استمرار وتجدد کا فائدہ بھی دیتا ہے بشرطیکہ وہ فعل مضارع ہو جیسا کہ طریف کا یہ قول او کلما الخ (جب کبھی میلۂ عکاظ میں کوئی قبیلہ اترتا ہے وہ میری جانب اپنے نمائندے کو بھیجتے ہیں جو مجھے پہچاننے کی کوشش کرتا رہتا ہے) اور دوسرا بنایا گیا ہے محض مسند الیہ کیلئے مسند کے ثبوت کو بتانے کیلئے جیسے الشمس مضیئة (سورج روشن ہے) اور کبھی وہ قرائن کی موجودگی میں استمرار کا فائدہ بھی دیتا ہے بشرطیکہ اس کی خبر میں کوئی فعل نہ ہو جیسے العلم نافع (علم فائدہ دیتا رہتا ہے)۔

③ فائدة الخبر اور لازم الفائدة کا مطلب:۔ اگر مخبر اپنی خبر کے ذریعے مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانا چاہتا ہے جو جملہ میں متضمن ہوتا ہے اور جس پر جملہ مشتمل ہوتا ہے تو اسے فائدۃ الخبر کہتے ہیں جیسے معلم کہے حضر الامیر (امیر آگئے) تو اس خبر کے ذریعے متکلم نے مخاطب کو امیر کے آنے کے حکم کا فائدہ پہنچایا اور آنے نہ آنے کے بارے میں مخاطب کی جہالت کو دور کر دیا اور اگر مخبر کی خبر سے غرض مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچانا ہو کہ مخاطب کی طرح متکلم بھی اس خبر سے واقف ہے تو اسے لازم الفائدہ کہتے ہیں جیسے انت حضرت امس (تو کل آیا) وہ تو اس خبر کے ذریعے اس متکلم نے مخاطب کیلئے کوئی نئی بات نہیں بتائی اور اس کی کوئی جہالت دور نہیں کی بلکہ وہ مخاطب اس خبر سے پہلے ہی سے واقف ہے کیونکہ وہ تو خود ہی آنے والا ہے البتہ متکلم نے اس خبر سے اپنے واقف ہونے کی خبر وفائدہ دیا ہے۔

0313 6279943 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....تَلَأْلَأَ فِیْ ظُلَمِ اللَّیَالِیْ اَنْوَارُ حِکْمَتِهِ الْبَاهِرَةِ، وَاسْتَنَارَ عَلٰی صَفَحَاتِ الْاَیَّامِ اٰثَارُ سَلْطَنَتِهِ الْقَاهِرَةِ نَحْمَدُهٗ عَلٰی مَااَوْ لَانَامِنَ الْاٰءِ اَزْهَرَتْ رِیَاضُهَا، وَنَشْکُرُهٗ عَلٰی مَااَعْطَانَامِنَ نَّعْمَاءٍ اُتْرِعَتْ حِیَاضُهَا، وَنَسْاَلُهٗ اَنْ یُّفِیْضَ عَلَیْنَا مِنْ زُلَالِ هِدَایَتِهٖ۔ (ص۴-امدادیہ) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، استعارہ کی لغوی واصطلاحی تعریف کریں اور اقسام بیان کریں، عبارت مذکورہ کے ابتدائی جملہ میں استعارات کی تفصیل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) استعارہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف (۴) استعارہ کی اقسام (۵) ابتدائی عبارت میں مذکور استعارات کی تفصیل۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اس کی غالب حکمت کے انوار راتوں کی تاریکیوں میں چمک اٹھے اور اس کی غالب سلطنت کے نشانات صفحاتِ ایام پر روشن ہوگئے۔ ہم تعریف کرتے ہیں اس کی اس بات پر کہ اس نے عطاء کی ہمیں ایسی نعمتیں کہ جن کے باغ شگفتہ ہو گئے اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اس بات پر کہ اس نے عطاء کی ہمیں ایسی نعمتیں کہ جن کے حوض بھر گئے اور ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی ہدایت کا میٹھا اور خوشگوار پانی بہائے۔

③ استعارہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ استعارہ کا لغوی معنی ہے **طلب العاریة** (عاریت پر کوئی چیز لینا) اصطلاح میں **تشبیه الشیئ بالشیئ بغیر ذکر حروف التشبیه** (ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ حروفِ تشبیہ ذکر کئے بغیر تشبیہ دینا)۔

④ استعارہ کی اقسام:۔ استعارہ کی چار اقسام ہیں۔ ① استعارہ مکنیہ بالکنایہ: کہ صرف مشبہ کو ذکر کیا جائے اور اسی کو مراد لیا جائے جیسے **اِذَا لَمَنِیَّةُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَهَا** (اچانک موت نے اپنے پنجے گاڑ دیئے) اس میں موت کو شیر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ **مَنِیَّةُ** (موت) کو ذکر کیا گیا ہے اور وہی مراد ہے۔ ② استعارہ تصریحیہ حقیقہ: کہ صرف مشبہ بہ ذکر کیا جائے اور مشبہ کو مراد لیا جائے جیسے **رَاَیْتُ اَسَدًا یَتَکَلَّمُ** (میں نے شیر کو بولتے ہوئے دیکھا) اس میں رجل شجاع کو اسد سے تشبیہ دی گئی ہے اور صرف مشبہ بہ کو ذکر کیا گیا ہے اور مراد مشبہ ہے کیونکہ کلام کرنا انسان کا خاصہ ہے۔ شیر دھاڑتا ہے کلام نہیں کرتا۔

③ استعارہ تخییلیہ مخیلہ: کہ مشبہ بہ کے لوازم میں سے کسی لازم کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے جیسے **اِذَا لَمَنِیَّةُ اَنْشَبَتْ اَظْفَارَهَا** (اچانک موت نے پنجے گاڑ دیئے) اس میں مشبہ بہ یعنی شیر کے لازم ہے۔ **اظفار** (پنجہ) کو مشبہ (موت) کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔

④ استعارہ ترشیحیہ مرشحہ: مشبہ بہ کے مناسبات میں سے کسی مناسب کو مشبہ کیلئے ثابت کیا جائے جیسے اسی اوپر والی مثال میں **اظفار** (پنجہ) کو موت کے لئے ثابت کیا گیا ہے جو کہ مشبہ بہ (شیر) کے مناسبات میں سے ہے۔

⑤ ابتدائی عبارت کے استعارات کی تفصیل:۔ عبارت مذکورہ کا ابتدائی جملہ **تلألأ فی ظلم اللیالی انوار حکمته الباهرة** تین استعارات پر مشتمل ہے اس میں حکمۃ مشبہ ہے اور شمس وقمر ونجوم اس کا مشبہ بہ ہے جو کہ محذوف ہے۔ تو یہ **استعاره بالکنائیه** ہے۔ اور مشبہ بہ میں سے ہر ایک کیلئے **نور** لازم ہے جسے **مشبه** (حکمۃ) کیلئے ثابت کیا گیا ہے یہ **استعاره تخییلیه** ہے۔ اور **تلألأ** (چمکنا) مشبہ بہ میں سے ہر ایک کے مناسبات میں سے ہے جسے مشبہ (حکمۃ) کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ **استعاره ترشیحیه** ہے۔

الشق الثانی.....**وللتمنی اربع ادوات ، واحدة اصلیة وثلاثه غیر اصلیة** ۔ (ص۳۴-امدادیہ)

تمنّی اور ترجی کی تعریف کر کے مثالوں سے واضح کریں، تمنّی کے ادوات اربعہ کون کون سے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ ذکر کریں۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① تمنّی وترجی کی تعریف مع امثلہ وفرق:۔ تمنّی: آدمی کسی ایسی محبوب چیز کوطلب کرے کہ اس شیٔ مطلوب کا حصول ناممکن ہو یا خارج میں بعید ہو جیسے **الا لیت الشباب یعود** (اے کاش! کہ جوانی لوٹ آئے) اس مثال میں متکلم ایسی چیز (جوانی کا لوٹنا) کوطلب کررہا ہے جس کا حصول محال ہے، جیسے تنگدست آدمی کا کلام **لیت لی الف دینار** (اے کاش! کہ میرے پاس ہزار دینار ہوتے) اس مثال میں متکلم ایسی چیز کوطلب کررہا ہے جس کا حصول قریب بحال ہے۔ ترجی: آدمی کسی ایسی محبوب چیز کوطلب کرے کہ اس شیٔ مطلوب کا حصول متوقع ہو جیسے **عسٰی ان یبعثك ربك مقامًا محمودا** (امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے)۔ اس آیت میں آپ ﷺ کیلئے مقام محمود کے حصول کی خواہش کا ذکر ہے اور آپ ﷺ کے حق میں اس کا پورا ہونا متوقع وممکن بھی ہے۔

③ تمنّی کے ادوات اربعہ کی نشاندہی مع امثلہ:۔ ادواتِ تمنّی چار ہیں، ان میں سے صرف لیت اصلی ہے جیسے شعر (**الا لیت الشباب یعود**) میں ہے اور تین غیر اصلی ہیں، ان میں سے ایک **ھل** ہے جیسے **فَھَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَیَشْفَعُوْا لَنَا** (اے کاش ہمارے لئے سفارش کرنیوالے ہوتے کہ وہ ہماری سفارش کرتے) دوسرا حرف **لَوْ** ہے جیسے **فَلَوْاَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ** (کاش کہ ہمیں دنیا میں آنا دوبارہ نصیب ہوتا تو ہم ایمانداروں میں سے ہوتے) اور تیسرا حرف لعلّ ہے جیسے شاعر کا یہ شعر ہے۔

أَسِرْبَ الْقَطَا ھَلْ مَنْ یُّعِیْرُ جَنَاحَہٗ لَعَلِّیْ اِلٰی مَنْ قَدْ ھَوِیْتُ أَطِیْرُ

(اے قطا نامی پرندوں کی جماعت کیا کوئی مجھے اپنا پَر عارت پر دے گا کاش کہ میں اپنے محبوب کے پاس اڑ کر پہنچ جاؤں)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... **وَمَرَاتِبُ الْاَجْنَاسِ اَیْضًا ھٰذِہِ الْاَرْبَعُ ، لٰکِنَّ الْعَالِیْ کَالْجَوْھَرِ فِی مَرَاتِبِ الْاَجْنَاسِ یُسَمّٰی جِنْسَ الْاَجْنَاسِ ، لَا السَّافِلَ کَالْحَیَوَانِ ، وَمِثَالُ الْمُتَوَسِّطِ فِیْھَا الْجِسْمُ النَّامِیْ ، وَمِثَالُ الْمُفْرَدِ الْعَقْلُ ، اَنْ قُلْنَا اِنَّ الْجَوْھَرَ لَیْسَ بِجِنْسٍ لَہٗ ۔** (ص ۱۲۱۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، شارح رحمۃ اللہ علیہ کے انداز میں تشریح کریں، اجناس اضافیہ کے درمیان وجہ حصر بیان کریں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح بطرز شارح:۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ متن کی توضیح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح انواع اضافیہ میں ایک خاص ترتیب جاری ہوتی ہے اسی طرح اجناس میں بھی ترتیب جاری ہوتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ انواع اضافیہ میں ترتیب جاری ہوتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ انواعِ اضافیہ میں ترتیب نزولی جاری ہوتی ہے یعنی **انتقال من العام الی الخاص** ہوتا ہے جبکہ اجناس میں ترتیب صعودی جاری ہوتی ہے یعنی **انتقال من الخاص الی العام** ہوتا ہے اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ انواع میں مقصود خصوص ہوتا ہے اور نوع کی نوع، نوع سے اخص ہوتی ہے جیسے جسم مطلق جوہر کی نوع ہے اور جوہر سے اخص ہے اور جسم نامی جسم مطلق کی نوع ہے اور جسم مطلق سے اخص ہے اور حیوان جسم نامی کی نوع ہے اور جسم نامی سے اخص ہے اور انسان حیوان کی نوع ہے اور حیوان سے اخص ہے۔ یہاں عام سے خاص کی طرف انتقال ہے۔ اس کا نام ترتیب نزولی ہے اور اجناس میں ترتیب صعودی اس لئے جاری ہوتی ہے کہ اجناس میں مقصود عموم ہوتا ہے اور جنس کی جنس، جنس سے عام ہوتی ہے۔ جیسے جسم نامی حیوان کی جنس ہے اور حیوان سے اعم ہے اسی طرح جسم مطلق جسم نامی کی جنس ہے اور جسم نامی سے اعم ہے۔ اور جوہر جسم مطلق کی جنس ہے اور جسم مطلق سے اعم ہے گویا کہ یہاں خاص سے عام کی طرف انتقال ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ سلسلۂ انواع میں نوع سافل کو نوع الانواع کہتے ہیں اور سلسلۂ اجناس میں جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ شیٔ کا جنس ہونا اپنے ماتحت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے حیوان یہ جنس ہے انسان کے اعتبار سے وغیرہ ذلک لہٰذا وہی جنس جنس الاجناس کہلائے گی جو سب سے اوپر ہوگی اور صاف ظاہر ہے کہ سب سے اوپر جنس عالی ہے اسی وجہ سے سلسلۂ اجناس میں جنس عالی کو جنس الاجناس کہتے ہیں جبکہ شیٔ کا نوع ہونا اپنے مافوق کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے جسم مطلق یہ نوع ہے جوہر کے اعتبار سے اور جسم نامی نوع ہے جسم

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

مطلق کے اعتبار سے اور حیوان نوع ہے جسم نامی کے اعتبار سے اور انسان نوع ہے حیوان کے اعتبار سے لہٰذا وہ نوع نوع الانواع کہلائے گی جو سب سے نیچے ہوگی اور صاف ظاہر ہے کہ سب سے نیچے نوع سافل ہے اس وجہ سے سلسلۂ انواع میں نوع سافل کو نوع الانواع کہتے ہیں۔

باقی ماتن نے جنس مفرد کی مثال عقل دی ہے جنس مفرد کی مثال عقل ہونے کی دو شرطیں ہیں ① اس کے اوپر جو جوہر ہے وہ عقل کیلئے جنس نہ ہو بلکہ عرض عام ہو ② عقل کے نیچے جو عقول عشرہ ہیں وہ عقل کے لئے اشخاص نہ ہوں بلکہ انواع مختلف الحقائق ہوں تو اس صورت میں عقل جنس مفرد بن جائے گی اس لئے کہ اس صورت میں یہ اخص من الجنس بھی نہ ہوگی کیونکہ اس کے اوپر جو جوہر ہے ہم نے اسے عقل کیلئے جنس نہ ہونا فرض کیا ہے۔ اور نہ اعم الجنس ہوگی کیونکہ اس کے نیچے جو عقول عشرہ ہیں ہم نے انہیں اس کیلئے انواع فرض کرلیا ہے۔ لہٰذا اب نہ تو اس کے اوپر کوئی جنس ہے اور نہ ہی اس کے نیچے کوئی جنس ہے تو یہ جنس مفرد کی مثال ہے۔

③ اجناس اضافیہ کے درمیان وجہ حصر:۔ اجناسِ اضافیہ کے درمیان وجہ حصر یہ ہے کہ جنس چار حال سے خالی نہیں یا تو اخص الاجناس ہوگی یا اعم الاجناس ہوگی یا اعم من البعض اور اخص من البعض ہوگی یا مباین للکل ہوگی۔ اگر اخص الاجناس ہو تو وہ جنس سافل ہے جیسے حیوان۔ اور اگر اعم الاجناس ہو تو وہ جنس عالی ہے جیسے جوہر۔ اور اگر اعم من البعض اور اخص من البعض ہو تو وہ جنس متوسط ہے جیسے جسم نامی اور جسم مطلق اور اگر مباین للکل ہو تو جنس مفرد ہے جیسے عقل۔

الشق الثانی.....قَالَ : اَلْوُجُوْدِيَّةُ اللَّادَائِمَةُ وَهِيَ الْمُطْلَقَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ ، وَهِيَ سَوَاءٌ كَانَتْ مُوْجِبَةً اَوْسَالِبَةً فَتَرْكِيْبُهَامِنْ مُطْلَقَتَيْنِ عَامَّتَيْنِ اِحْدَاهُمَا مُوْجِبَةٌ ، وَالْاُخْرٰى سَالِبَةٌ ، وَمِثَالُهَا اِيْجَابًا وَسَلْبًا مَامَرَّ

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح بطرزِ شارحؒ کریں، وجودیہ لادائمہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں لکھیں۔ (ص ۱۹۸۔ امدادیہ)

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح بطرزِ شارح:۔ عبارت میں ماتن نے اولاً وجودیہ لادائمہ کی تعریف کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وجودیہ لادائمہ وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لادوام ذاتی کی قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہو جیسے **كل انسان ضاحك بالفعل لادائما** ۔ پھر وجودیہ لادائمہ کے اجزاء ترکیبیہ کو بیان فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ وجودیہ لادائمہ خواہ موجبہ ہو یا سالبہ ہو بہر صورت یہ دو مطلقہ عامہ سے مرکب ہوتا ہے۔ اگر وجودیہ لادائمہ موجبہ ہو تو اس کا پہلا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہوگا جو صراحۃً مذکور ہوگا۔ اور اس کا دوسرا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہوگا جو لادوام کا مفاد ہوگا جیسے **كل انسان ضاحك بالفعل لادائما** یہ وجودیہ لادائمہ موجبہ ہے، اس کا پہلا جزء **كل انسان ضاحك بالفعل** ہے جو مطلقہ عامہ موجبہ ہے اور صراحۃً مذکور ہے اور اس کا دوسرا جزء **لا شیء من الانسان بضاحك بالفعل** ہے جو کہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے اور لادوام کا مفاد ہے اور اگر وجودیہ لادائمہ سالبہ ہو تو اس کا پہلا جزء مطلقہ عامہ سالبہ ہوگا جو صراحۃً مذکور ہوگا اور اس کا دوسرا جزء مطلقہ عامہ موجبہ ہوگا جو لادوام کا مفاد ہوگا جیسے **لا شیء من الانسان بضاحك بالفعل لادائما** یہ وجودیہ لادائمہ سالبہ ہے اس کا پہلا جزء **لا شیء من الانسان بضاحك بالفعل** ہے جو کہ مطلقہ عامہ سالبہ ہے۔ اور صراحۃً مذکور ہے اور اس کا دوسرا جزء **كل انسان ضاحك بالفعل** ہے جو لادوام کا مفاد ہے۔ اور مطلقہ عامہ موجبہ ہے۔

③ وجودیہ لادائمہ موجبہ وسالبہ کی مثالیں:۔ **كما مرّ فی الشرح آنفا۔**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ (دروس البلاغة) ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....وَالْاَصْلُ فِی الْخَبَرِ اَنْ يُلْقٰى لِاِفَادَةِ الْمُخَاطَبِ الْحُكْمَ الَّذِیْ تَضَمَّنَهُ الْجُمْلَةُ كَمَا فِیْ قَوْلِنَا حَضَرَ الْاَمِيْرُ اَوْ لِاِفَادَةِ اَنَّ الْمُتَكَلِّمَ عَالِمٌ بِهٖ نَحْوُ اَنْتَ حَضَرْتَ اَمْسِ وَيُسَمَّى الْحُكْمُ فَائِدَةَ الْخَبَرِ وَ كَوْنُ الْمُتَكَلِّمِ عَالِمًا بِهٖ لَازِمَ الْفَائِدَةِ وَقَدْ يُلْقَى الْخَبَرُ لِاَغْرَاضٍ اُخْرٰى كَالْاِسْتِرْحَامِ وَاِظْهَارِ الضُّعْفِ وَاِظْهَارِ التَّحَسُّرِ ۔

عبارت پر اعراب لگا کر بے غبار تشریح کریں، استرحام، اظہارِ ضعف اور اظہارِ تحسر کو مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔ (۱۹۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) استرحام، اظہارِ ضعف و اظہارِ تحسر کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ خبر کی حقیقی اور اصلی غرض بتانا چاہتے ہیں کہ کسی بھی خبر کی غرض و مقصد یقیناً دو چیزوں میں سے ایک ہوگی یا تو مخبر اپنی خبر کے ذریعہ مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانا چاہتا ہے جو جملہ میں متضمن ہوتا ہے اور جس پر جملہ مشتمل ہوتا ہے جیسے اگر ہم کہیں کہ **حَضَرَ الْاَمِیْرُ** (امیر آگئے) تو اس خبر کے ذریعہ ہم نے مخاطب کو امیر کے آنے کے حکم کا فائدہ پہنچا دیا اور آنے نہ آنے کے بارے میں مخاطب کی جہالت کو دور کر دیا۔ اس حکم کو فائدۃ الخبر کہتے ہیں۔ اور خبر کی غرضِ ثانی مخاطب کو اس بات کا فائدہ پہنچانا ہوتا ہے کہ متکلم بھی اس خبر سے واقف کار ہے جیسے **اَنْتَ حَضَرْتَ اَمْسِ** (تو کل آیا) دیکھئے اس خبر کے ذریعہ اس متکلم نے مخاطب کیلئے کوئی نئی بات نہیں بتائی اور اسکی کوئی جہالت دور نہیں کی بلکہ اس خبر سے تو وہ پہلے ہی سے واقف کار ہے کیونکہ وہ تو خود ہی آنے والا ہے۔ البتہ متکلم نے اپنی واقفیت جتائی ہے اور دوسری غرض یعنی متکلم کا اس خبر سے واقف کار ہونے کو لازم فائدۃ الخبر کہیں گے۔ (مفتاح البلاغہ ص ۳۶)

اور کبھی خبر اس حقیقی و اصلی غرض کے علاوہ دیگر اغراض مثلاً استرحام، اظہارِ ضعف و اظہارِ تحسر وغیرہ کے لئے بھی آتی ہے۔

③ استرحام، اظہارِ ضعف و اظہارِ تحسر کی وضاحت مع امثلہ:۔ استرحام کا مطلب ہے رحمت طلب کرنا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا **رب انی لما انزلت الیّ من خیر فقیر** (اے میرے پروردگار میں اس خیر کا جو تو میری طرف نازل کرے محتاج ہوں) میں خبر بمعنی استرحام ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام رحمت طلب کرنا چاہتے ہیں کہ اے پروردگار! میں تیری جانب سے نازل ہونے والی خیر کا حاجت مند ہوں اور تو میری حاجت روائی فرما۔

اظہارِ ضعف یعنی کمزوری و ضعف کا اظہار کرنا جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا **رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیبا** (اے میرے پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے سر پر سفیدی پھیل گئی ہے) میں خبر بمعنی اظہارِ ضعف ہے یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کی غرض اپنی ضعیفی و کمزوری اور پیرانہ سالی کا اظہار ہے۔

اظہارِ تحسّر یعنی حسرت و افسوس کا اظہار کرنا جیسے امرأۃ عمران کا یہ قول **رب انی وضعتھا انثٰی** (اے میرے رب میں نے اس حمل کو بچی کی شکل میں جنا)۔ اس مثال میں امرأۃ عمران اپنی نذر و منت کے پورا نہ ہونے پر حسرت و افسوس کا اظہار کر رہی ہیں۔

الشق الثانی .....**وَقَدْ یُنَزَّلُ الْقَرِیْبُ مَنْزِلَةَ الْبَعِیْدِ ، فَیُنَادٰی بِاَحَدِ الْحُرُوْفِ الْمَوْضُوْعَةِ لَهٗ ، اِشَارَةً اِلٰی اَنَّ الْمُنَادٰی عَظِیْمُ الشَّانِ ، رَفِیْعُ الْمَرْتَبَةِ حَتّٰی کَاَنَّ بُعْدَ دَرَجَتِهٖ فِی الْعِظَمِ عَنْ دَرَجَةِ الْمُتَکَلِّمِ بُعْدٌ فِی الْمَسَافَةِ کَقَوْلِكَ : اَیَا مَوْلَایَ وَ اَنْتَ مَعَهٗ ۔ اَوْ اِشَارَةً اِلٰی اِنْحِطَاطِ دَرَجَتِهٖ ، کَقَوْلِكَ اَیَاهٰذَا لِمَنْ هُوَ مَعَكَ۔** (۳۶۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، معنی اصلی کے علاوہ جن معانی کیلئے الفاظ نداء استعمال ہوتے ہیں ان میں سے ابتدائی تین معانی لکھیں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ کبھی منادیٰ بعید قریب کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے۔ پھر قریب کو بعید کے حروف نداء میں سے کسی ایک کے ذریعے پکارا جاتا ہے اس بات کی جانب اشارہ کرنے کے لئے کہ وہ منادیٰ اس قدر عظمت شان اور بلند مرتبہ والا ہے کہ گویا متکلم کے درجے سے عظمت کے لحاظ سے اس کے درجے کی دوری مسافت کی دوری کی طرح ہے جیسے اپنے پاس موجود آقا کو **ایا مولای** کہنا۔ یا اس کے درجے کے انحطاط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جیسے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو **ایاھذا** کہنا۔

③ الفاظِ ندا کے تین مجازی معانی:۔ الفاظ نداء بھی اپنے حقیقی اور اصلی معنی کے بجائے مجازی معانی میں بھی مستعمل ہوتے ہیں ① اغراء (ترغیب دینا و اکسانا) جیسے ظلم کی شکایت لے کر آنے والے کو یا مظلوم کہنا ② زجر و توبیخ جیسے **افؤادی متی المتاب الما**

0213 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تصح والشليب فوق رأسي الما ③ تحیر وتحجر (حیرت وپریشانی) جیسے ایا منازل سلمی این سلماك۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل.....فَوَجَّهْتُ رِكَابَ النَّظْرِ اِلٰى مَقَاصِدِ مَسَائِلِهَا،وَسَحَبْتُ مَطَارِفَ الْبَيَانِ فِيْ مَسَالِكِ دَلَائِلِهَا وَشَرَحْتُهَا شَرْحًا كَشَفَ الْاَصْدَافَ عَنْ وُجُوْهِ فَرَائِدِ فَوَائِدِهَا، وَنَاطَ اللَّآلِيْ عَلَى مَعَاقِدِ قَوَاعِدِهَا، وَضَمَمْتُ اِلَيْهَا مِنَ الْاَبْحَاثِ الشَّرِيْفَةِ وَالنُّكَتِ اللَّطِيْفَةِ مَاخَلَتِ الْكُتُبُ عَنْهُ وَلَابُدَّمِنْهُ۔ (ص۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، ابتدائی دو جملوں میں استعارات بیان فرمائیں۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس متوجہ کیا میں نے نظر کی سواری کو اس کے مسائل کے مقاصد کی طرف اور کھینچ لیا میں نے اس کے دلائل کی راہوں میں بیان کی منقش چادروں کو اور میں نے اس کی ایسی شرح کی جس نے رسالہ کے فوائد کے نایاب موتیوں کے چہروں سے سیپوں کو کھول دیا۔ اور اس کے قواعد کی گردنوں پر موتیوں کو لٹکا دیا اور ملا دی میں نے اس کی طرف ایسی عمدہ بحثیں اور ایسے لطیف نکتے جن سے کتابیں خالی ہیں حالانکہ وہ ضروری ہیں۔

③ ابتدائی دو جملوں میں مذکور استعارات:۔ "**فوجهت ركاب النظر الى مقاصد مسائلها**" اس جملہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نظر کو فرس سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بول کر مشبہ ہی مراد لیا ہے تو یہ استعارہ مکنیہ ہوا اور رکاب یہ فرس کو لازم ہے تو مشبہ بہ کے لازم کو مشبہ کے لئے ثابت کیا ہے تو یہ **استعارہ تخییلیہ** ہوا اور پھیرنا، متوجہ کرنا یہ مشبہ بہ کے مناسبات میں سے ہے۔ اس کو مشبہ یعنی نظر کے لئے ثابت کیا ہے تو یہ **استعارہ ترشیحیة** ہوا۔

"**سحبت مطارف البيان فی مسالك دلائلها**" اس جملہ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کو منقش چادروں کے ساتھ یا حسین وجمیل عورتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ کو ذکر کر کے مشبہ ہی مراد لیا ہے تو یہ استعارہ مکنیہ ہوا۔ اور مطارف جو کہ مشبہ بہ کے لوازم میں سے ہے اسے مشبہ کیلئے ثابت کیا گیا ہے تو یہ استعارہ تخییلیہ ہوا۔ اور السحب جو کہ مشبہ بہ کے مناسبات میں سے ہے اسے مشبہ کے لئے ثابت کیا گیا ہے تو یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔ اور دلائل کو حواشی (کناروں) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور مشبہ بول کر مشبہ ہی مراد لیا ہے تو یہ استعارہ مکنیہ ہوا۔ اور مسالک حواشی کے لوازم میں سے ہے اس کو مشبہ کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔ تو یہ استعارہ تخییلیہ ہوا اور السحب مشبہ بہ کے مناسب میں سے ہے اس کو مشبہ یعنی دلائل کیلئے ثابت کیا گیا ہے تو یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

الشق الثانی.....قَالَ: اَلْبَحْثُ الثَّانِيْ فِيْ مَوْضُوْعِ الْمَنْطِقِ:مَوْضُوْعُ كُلِّ عِلْمٍ مَا يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ عَوَارِضِهِ الَّتِيْ تَلْحَقُهَا لِمَا هُوَهُوَ: اَيْ لِذَاتِهٖ، اَوْ لِمَا يُسَاوِيْهِ، اَوْ لِجُزْئِهٖ فَمَوْضُوْعُ الْمَنْطِقِ الْمَعْلُوْمَاتُ التَّصَوُّرِيَّةُ، وَالتَّصْدِيْقِيَّةُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عرض کی تعریف کریں، عوارضِ ذاتیہ کی اقسام مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔ (۴۱۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عرض کی تعریف (۴) عوارض ذاتیہ کی اقسام مع امثلہ۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دوسری بحث منطق کے موضوع کے بیان میں ہے۔ ہر علم کا موضوع وہ شئی ہے جس کے ان عوارض سے علم میں بحث کی جائے جو شئی کو لذاتہ یا بواسطہ امر مساوی یا بواسطہ جزء شئی لاحق ہوں (مثلاً تصور وتصدیق کی تعریف کیا ہے، ان کی کتنی اور کونسی اقسام ہیں وغیرہ ذالک) پس منطق کا موضوع معلومات تصوریہ وتصدیقیہ ہیں (کیونکہ منطق میں تصور وتصدیق وغیرہ کے

احوال سے ہی بحث ہوتی ہے جیسے علم نحو کا موضوع کلمہ وکلام ہے، اس میں اعراب و بناء کے اعتبار سے کلمہ وکلام کے احوال سے بحث ہوتی ہے، اسی طرح علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے اسلئے کہ علم طب میں صحت ومرض کے اعتبار سے بدنِ انسانی کے احوال سے بحث ہوتی ہے)

③ عرض کی تعریف:۔ عرض شئ کا وہ اثر اور حال ہے جو شئ کی حقیقت سے خارج ہو کر اس شئ پر محمول ہوتا ہے۔

④ عوارضِ ذاتیہ کی اقسام مع امثلہ:۔ عوارضِ ذاتیہ کی تین قسمیں ہیں: ① شئ کا وہ اثر اور حال جو اس کی حقیقت سے خارج ہو کر شئ پر محمول ہو شئ کی ذات کی وجہ سے یعنی بلا واسطہ جیسے تعجب بمعنی امورِ غریبیہ کا ادراک، یہ انسان کو بلا واسطہ لاحق ہوتا ہے انسان کی ذات کی وجہ سے۔ ② شئ کا وہ اثر اور حال جو اس شئ پر محمول ہو اسکے جزء کے واسطہ سے اس کی حقیقت سے خارج ہو کر جیسے حرکت بالارادہ یہ انسان کو لاحق ہوتا ہے حیوان کے واسطہ سے اور حیوان انسان کا جزء ہے ③ شئ کا وہ اثر و حال جو اس کی حقیقت سے خارج ہو کر اس پر محمول ہو امر خارج مساوی کے واسطہ سے جیسے **ضحك** انسان کو تعجب کے واسطہ سے لاحق ہوتا ہے تعجب انسان کی حقیقت سے خارج ہے اور ادراک کے مساوی ہے۔

اسی طرح عوارضِ غریبہ کی بھی تین اقسام ہیں: ① شئ کا وہ اثر اور حال جو شئ کی حقیقت سے خارج ہو کر اُس شئ پر محمول اور لاحق ہو امرِ خارج اعم کے واسطہ سے جیسے حرکت ابیض کو عارض ہوتی ہے جسم کے واسطہ سے اور جسم ابیض کی حقیقت سے خارج ہے اور اُس سے اعم ہے اس لئے کہ ہر ابیض جسم ہوگا لیکن ہر جسم کا ابیض ہونا ضروری نہیں ② شئ کا وہ اثر اور حال جو شئ کی حقیقت سے خارج ہو کر اُس شئ پر محمول اور لاحق ہو امرِ خارج اخص کے واسطہ سے جیسے ضحک یہ حیوان کو لاحق ہوتا ہے انسان کے واسطہ سے اور انسان حیوان سے امرِ خارج اور اخص ہے ③ شئ کا وہ اثر اور حال جو شئ کی حقیقت سے خارج ہو کر اُس شئ پر محمول اور لاحق ہو امر خارج مباین کے واسطہ سے جیسے حرارت یہ پانی کو لاحق ہوتی ہے آگ کے واسطہ سے اور آگ پانی کیلئے امرِ خارج اور مباین ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل .....قَالَ: وَيُشْتَرَطُ فِي الدَّلَالَةِ الْإِلْتِزَامِيَّةِ كَوْنُ الْخَارِجِ بِحَالَةٍ يَلْزَمُ مِنْ تَصَوُّرِ الْمُسَمّٰى فِي الذِّهْنِ تَصَوُّرُهُ وَإِلَّا لَامْتَنَعَ فَهْمُهُ مِنَ اللَّفْظِ، وَلَايُشْتَرَطُ فِيهَا كَوْنُهُ بِحَالَةٍ يَلْزَمُ مِنْ تَحَقُّقِ الْمُسَمّٰى فِي الْخَارِجِ تَحَقُّقُهُ فِيهِ كَدَلَالَةِ لَفْظِ الْعَمٰى عَلَى الْبَصَرِ مَعَ عَدَمِ الْمُلَازَمَةِ بَيْنَهُمَا فِي الْخَارِجِ ۔ (ص۵۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں عبارت کا ترجمہ وتشریح لکھیں، دلالت التزامیہ کی تعریف اور مثال بیان کرنے کے بعد لزوم ذہنی اور لزوم خارجی کی تعریف کریں، دلالت التزامی میں لزوم خارجی کیوں شرط نہیں؟ جواب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) دلالت التزامیہ کی تعریف ومثال (۵) لزوم ذہنی وخارجی کی تعریف (۶) دلالت التزامی میں لزوم خارجی کے شرط نہ ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ دلالت التزامیہ میں یہ شرط ہے کہ امر خارج اس طرح ہو کہ مسمّی فی الذہن کے تصور سے اس کا تصور لازم آئے وگرنہ فقط لفظ سے اس کا سمجھنا ممتنع ہوگا اور دلالت التزامیہ میں امر خارج کا اس طرح ہونا شرط نہیں ہے کہ مسمّی فی الخارج کے تحقق سے اس کا تحقق لازم آئے جیسے لفظ عمٰی کی دلالت بصر پر دلالت التزامیہ ہے باوجود یکہ خارج میں ان دونوں کے درمیان کوئی تلازم نہیں ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں ابتداءً مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو دعوے ذکر کئے ہیں پہلا دعویٰ یہ ہے کہ دلالت التزامی میں لزوم ذہنی شرط ہے۔ اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر معنی موضوع لہٗ سے امر خارج کا تصور نہ ہو یعنی دونوں میں لزوم نہ پایا جائے تو لفظ سے امر خارج کا فہم ممتنع ہوگا لفظ امر خارج پر دلالت نہ کرے گا حالانکہ لزوم ذہنی کی تعریف ہی یہ ہے کہ معنی موضوع لہ کے تصور سے امر خارج کا تصور لازم آئے گا۔ دوسرے دعویٰ کا حاصل یہ ہے کہ دلالت التزامی کے لئے لزوم خارجی شرط نہیں

0313 6357993 maktabazakariyamultan@gmail.com

ہے اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ اگر دلالت التزامی کے لئے لزومِ خارجی شرط ہو تو شرط کا مشروط کے بغیر پایا جانا لازم آئے گا شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دلالت التزامی لزوم خارجی کے بغیر نہیں ہوتی حالانکہ دلالت التزامی لزوم خارجی کے بغیر پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لزوم ذہنی و خارجی کی تعریف بیان کی ہے جو مابعد میں آرہی ہے۔

④ دلالت التزامیہ کی تعریف و مثال:۔ لفظ ایسے معنیٰ موضوع لہٗ پر دلالت کرے کہ وہ معنیٰ مدلول اس لفظ سے خارج ہو کر اس لفظ کو لازم ہو جیسے انسان کی دلالت قابلیتِ علم و صنعتِ کتابت پر دلالت التزامی کہلاتی ہے اس طرح کہ لفظ انسان یہ حیوانِ ناطق کیلئے موضوع ہے لیکن قابلیتِ علم اور صنعتِ کتابت انسان سے خارج ہے مگر اسکو لازم ہے کیونکہ انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق عالم و کاتب نہیں ہوسکتی۔

⑤ لزومِ ذہنی و لزومِ خارجی کی تعریف:۔ لزومِ ذہنی کی تعریف یہ ہے کہ امرِ خارج کا اس طور پر ہونا کہ معنیٰ موضوع لہ کے تصور سے امرِ خارج کا تصور لازم آئے اور لزومِ خارجی کی تعریف یہ ہے کہ امرِ خارج کا اسطور ہونا کہ معنیٰ موضوع لہ کے تحقق فی الخارج سے امرِ خارج کا تحقق فی الخارج لازم آئے۔

⑥ دلالت التزامی میں لزومِ خارجی کے شرط نہ ہونے کی وجہ:۔ ابھی عبارت کی تشریح کے ضمن میں یہ عدمِ اشتراط کی وجہ گزر چکی ہے۔

الشق الثانی .....قَالَ: وَاَمَّا الْمُرَكَّبَاتُ فَسَبْعٌ: اَلْاُوْلٰى اَلْمَشْرُوْطَةُ الْخَاصَّةُ، وَهِيَ الْمَشْرُوْطَةُ الْعَامَّةُ مَعَ قَيْدِ اللَّادَوَامِ بِحَسْبِ الذَّاتِ، وَهِيَ اِنْ كَانَتْ مُوْجَبَةً فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ مُوْجَبَةٍ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ، وَسَالِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ وَاِنْ كَانَتْ سَالِبَةً فَتَرْكِيْبُهَا مِنْ سَالِبَةٍ مَشْرُوْطَةٍ عَامَّةٍ، وَمُوْجِبَةٍ مُطْلَقَةٍ عَامَّةٍ ۔ (ص۱۹۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مشروط خاصہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں لکھیں، لا دوام بحسب الذات کی قید کا فائدہ تحریر فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مشروط خاصہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں (۴) **لا دوام بحسب الذات** کی قید کا فائدہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مرکبات سات ہیں: پہلا قضیہ مشروط خاصہ ہے۔ اور وہ مشروط عامہ ہوتا ہے **لا دوام بحسب الذات** کی قید کے ساتھ اگر وہ موجبہ ہو تو اس کی ترکیب مشروط عامہ موجبہ اور مطلقہ عامہ سالبہ سے ہوگی۔ اور اگر وہ سالبہ ہو تو اس کی ترکیب مشروط عامہ سالبہ اور مطلقہ عامہ موجبہ سے ہوگی۔

③ مشروطہ خاصہ موجبہ اور سالبہ کی مثالیں:۔ **بالضرورة كل كاتب متحرك الاصابع مادام كاتبا لادائما، بالضرورة لا شيئ من الكاتب بساكن الاصابع ما دام كاتبًا لا دائما۔**

④ **لا دوام بحسب الذات** کی قید کا فائدہ:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مشروط خاصہ کی تعریف میں لا دوام بحسب الذات کی قید لگائی اس لئے کہ مشروط عامہ میں ضرورت بحسب الوصف کا حکم ہوتا ہے اور ضرورت بحسب الوصف مستلزم ہے **دوام بحسب الوصف** کو کیونکہ ضرورت وصفیہ دوام وصفی سے اخص ہے اور اخص کا وجود اعم کے وجود کو مستلزم ہے۔ گویا کہ مشروط عامہ میں **دوام بحسب الوصف** کا حکم بھی ہوتا ہے اور **دوام بحسب الوصف** کو **لادوام بحسب الوصف** کی قید کے ساتھ مقید کر دیا جائے تو **اجتماع نقیضین** لازم آئے گا جو کہ باطل ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ مشروطہ عامہ کو **لادام بحسب الذات** کی قید کے ساتھ مقید کرنا درست ہے اور **لادوام بحسب الوصف** کی قید سے مقید کرنا درست نہیں ہے۔

0317 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ (دروس البلاغة) ۱٤۳٤ھ

الشق الاوّل .....وَاَمَّا النَّهْيُ فَهُوَ طَلَبُ الْكَفِّ عَنِ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ، وَلَهٗ صِيْغَةٌ وَاحِدَةٌ، وَهِيَ

اَلْمُضَارِعُ مَعَ لَا النَّافِيَةِ ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَلَاتُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَاِصْلَاحِهَا" وَقَدْ تَخْرُجُ صِيْغَتُهٗ عَنْ مَعْنَاهَا الْاَصْلِيِّ اِلٰى مَعَانٍ اُخَرَتُفْهَمُ مِنَ الْمَقَامِ وَالسِّيَاقِ ۔ (ص۲۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، معنی اصلی کے علاوہ نہی کے چاروں معانی بمع امثلہ تحریر فرمائیں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا ۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور بہر حال نہی وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے کام سے رکنے کو چاہتا ہے۔ اور اس کا ایک ہی صیغہ ہے۔ اور وہ فعل مضارع لائے نہی کے ساتھ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان **ولا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها** (اور زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستگی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ) اور کبھی صیغۂ نہی اپنے اصلی معنی کی بجائے دوسرے مجازی معانی میں بھی مستعمل ہوتا ہے جو سیاقِ کلام اور قرائنِ احوال سے سمجھے جاتے ہیں۔

③ نہی کے چار مجازی معانی کی وضاحت مع امثلہ:۔ ① دعا جیسے **لاتشمت بي الاعداء** (مجھ پر دشمنوں کو مت ہنساؤ) ② التماس جیسے تیرا اپنے برابر کے ساتھی کو یہ کہنا کہ **لاتبرح من المكان حتى ارجع اليك** (تو یہاں سے نہ ہٹنا جب تک میں تیرے پاس لوٹ کے نہ آؤں)۔ ③ تمنی جیسے **ياليل طُلْ يا نوم زُلْ ياصبح قِفْ لاتطلع** (اے رات لمبی ہو جا اے نیند اُڑ جا اے صبح ٹھہر جا مت نکل) ④ تہدید، ڈرانا، دھمکانا، جیسے تیرا اپنے نوکر کو یہ کہنا۔ **لا تطع امري** (میرا حکم مت مان)۔

الشق الثانی ..... **واما النكرة فيؤتى بها اذا لم يعلم للمحكى عنه جهة تعريف كقولك جاء ههنا رجل اذا لم يعرف مايعينه من علم او صلة او نحوهما وقد يؤتى بها لاغراض اخرى كالتكثير والتقليل والتعظيم والتحقير والعموم بعد النفي وقصد فرد معين او نوع واخفاء الامر۔**

عبارت کا ترجمہ کر کے تشریح کریں، عبارت میں مذکورہ اغراضِ نکرہ کو مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ ''نکرہ'' پس اس کو اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ محکی عنہ کے لئے تعریف و پہچان کی کوئی جہت معلوم نہ ہو، جیسے تیرا قول **جاء ههنا رجل** جب کہ اس کو معین کرنے والا کوئی حکم یا صلہ وغیرہ معلوم نہ ہو اور کبھی نکرہ دوسری اغراض و مقاصد کے لئے بھی لایا جاتا ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ نکرہ کی غرض حقیقی تو یہ ہے کہ اسے ایسے وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ محکی عنہ یعنی وہ چیز جس کی بات و حکایت کرنا مقصود ہو اس کے لئے تعریف کی کوئی جہت و صورت متکلم کو معلوم نہ ہو جیسے اگر آپ کے پاس کوئی ایسا اجنبی شخص آیا ہو جس کا نام اور صلہ وغیرہ کوئی طریقۂ تعریف آپ نہ جانتے ہوں اور آپ اپنے کسی متعارف آدمی کو اس کے آنے کی خبر دینا چاہیں تو آپ یہ کہیں گے کہ **جاء ههنا رجل** یہاں ایک شخص آیا۔

اسم نکرہ کی حقیقی غرض تو محکی عنہ کیلئے کوئی جہت تعریف معلوم نہ ہونا ہے۔ مگر کبھی اس کا استعمال اور اغراض کیلئے بھی ہوتا ہے۔

③ اغراضِ نکرہ کی وضاحت مع امثلہ:۔ ① تکثیر و تقلیل یعنی کسی شیٔ کی کثرت یا قلت بتلانا جیسے **لفلان مال** فلاں کے پاس بہت مال ہے یہ تکثیر کی مثال ہے اس میں لفظ مال سے تکثیر اس طرح سمجھی گئی ہے کہ اس آدمی کے پاس اس قدر زیادہ مال ہے کہ اسے شمار کرنا ہی ممکن نہیں اگر ممکن ہوتا تو ہم شمار کر کے اس کا عدد بتاتے لہٰذا مجبوراً مال کو مطلق ہی ذکر کر دیا، اور جیسے **ورضوان من الله اكبر** اللہ کی جانب سے کسی کو نصیب ہونے والی تھوڑی سی بھی رضامندی سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ یہ تقلیل کی مثال ہے اور اس میں رضوان سے تقلیل اس طرح سمجھی گئی کہ جنت کی ساری نعمتوں کی اصل جڑ یہی ہے۔

② تعظیم و تحقیر یعنی کسی شیٔ کی عظمت یا حقارت بتانا جیسے **له حاجب عن كل امير يشينه ، وليس له عن طالب**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

العرف حاجِب فلاں (میرے ممدوح) کے یہاں ایک عظیم دربان ہے جو اس کو بدنما کرنے والے کسی بھی عیب کو اس کے پاس پہنچنے نہیں دیتا۔ ہاں داد و دھش کے طلب گاروں کو روکنے کیلئے کوئی ادنیٰ دربان بھی نہیں ہے۔ دیکھئے یہاں مقام مدح کے قرینے سے ہم نے ایک جگہ حاجب کا معنیٰ تعظیم کا اور دوسری جگہ تحقیر کا سمجھا کیونکہ اگر اس کے برخلاف معنیٰ سمجھا جائے یعنی پہلے حاجب سے حاجب حقیر و ضعیف اور دوسرے حاجب سے حاجب عظیم سمجھا جائے تو یہ شعر بجائے مدح کے ہجو ہو جائے گا حالانکہ شعر کا مضمون مدح سرائی کا ہے۔

③ عموم بعد النفی یعنی کسی شیٔ میں تعمیم کا معنیٰ پیدا کرنا اور یہ فائدہ اس صورت میں حاصل ہوگا جبکہ یہ اسم نکرہ نفی کے بعد آئے جیسے **ماجاء نامن بشیر** ہمارے پاس کوئی بھی خوشخبری سنانے والا نبی نہیں آیا اس میں لفظ بشیر اسم نکرہ ہے جو سیاق نفی میں واقع ہونے کی وجہ سے عموم کا فائدہ دے رہا ہے کہ افراد انبیاء میں سے کوئی ایک بھی نہیں آیا۔

④ قصد فرد معین او نوع معین یعنی کسی معین فرد یا معین نوع کا ارادہ کرنا جیسے **واللّٰہ خلق کل دابة من ماء** اور اللہ تعالیٰ نے ہر ہر (فرد) جانور کو ایک معین پانی (اسکے باپ کے مخصوص نطفے) سے پیدا کیا جو اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا یہ ترجمہ بھی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (انواعِ) دواب میں سے ہر (نوع) دابہ کو (پانی کی انواع میں سے) ایک (نوع) پانی (نطفہ) سے پیدا کیا جو اس نوع کے ساتھ مخصوص ہے۔ دیکھئے پہلے ترجمہ سے فردِ معین کا قصد ظاہر ہوگا اور دوسرے سے نوعِ معین کا قصد معلوم ہوگا۔

⑤ اخفاء امر یعنی کسی خاص بات کو لوگوں سے مخفی رکھنا جیسے کسی امیر یا وزیر نے اپنے حواریین اور بہی خواہوں سے کہا کہ **قال رجل انك انحرفت عن الصواب** (ایک آدمی نے ہم سے یوں کہا کہ تو راہ راست سے بھٹک گیا ہے) حالانکہ اس وزیر یا امیر کو خوب معلوم ہے کہ اس قول کا قائل کون ہے اگر وہ چاہتا تو اس کا نام ظاہر کر سکتا تھا مگر جان بوجھ کر اس کا نام اس وجہ سے ذکر نہیں کیا کہ میں اگر اس کا نام ظاہر کر دوں تو میرے حواریین اور بہی خواہ اس نازیبا بات کہنے والے شخص کو کوئی تکلیف و اذیت پہنچا دیں گے اور یہ اسکی مرضی کیخلاف ہے۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....**قال: وليس كله بديهيا والا لاستغنى عن تعلمه ولانظريا والالدار او تسلسل بل بعضه بديهي وبعضه نظري مستفاد منه . اقول:هذا اشارة الى جواب معارضة تورد هٰهنا وتوجيهها .... الخ**

كله میں ضمیر کا مرجع متعین کریں، دور اور تسلسل کی تعریف لکھیں، مطلق معارضہ کی تعریف کر کے عبارت میں معارضہ مذکورہ کی تقریر ذکر کریں اور پھر اس کا جواب بطرزِ شارح تحریر کریں۔ (ص ۳۹۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) **كله** کی "ہ" ضمیر کا مرجع (۲) دور اور تسلسل کی تعریف (۳) معارضہ کی تعریف (۴) معارضہ مذکورہ کی تقریر و جواب۔

جواب..... ① **كله** کی "ہ" ضمیر کا مرجع:۔ **كله** کی "ہ" ضمیر کا مرجع علم منطق ہے۔

② دور اور تسلسل کی تعریف:۔ **الدور هو توقف الشئ على ما يتوقف على ذلك الشئ من جهة واحدة** (دور وہ ایک چیز کا دوسری ایسی چیز پر موقوف ہونا ہے کہ وہ دوسری چیز اس پہلی چیز پر موقوف ہو بشرطیکہ جہت توقف ایک ہو)۔

"التسلسل هو ترتب امور غير متناهية" (امورِ غیر متناہیہ کا مرتب ہونا)۔ یہ مطلق تسلسل کی طرف ہے۔

تسلسلِ محال: امورِ غیر متناہیہ مرتبہ کا مجتمع فی الوجود ہونا گویا کہ تسلسل محال کے لئے تین شرطیں ہیں ① امورِ غیر متناہیہ ہوں ② مجتمع فی الوجود ہوں ③ مرتبہ ہوں۔ اگر ان تین شرائط میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو تسلسلِ محال متحقق نہیں ہوگا۔

③ معارضہ کی تعریف:۔ مقابل و فریق مخالف مستدل کے مدعا کی نقیض کو کسی دلیل سے ثابت کر دے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

④ معارضہ مذکورہ کی تقریر وجواب:۔ عبارت میں مذکورہ معارضہ کا حاصل یہ ہے کہ کل علم منطق بدیہی ہے۔اور ہر وہ چیز جو بدیہی ہو اس کے تعلم کی احتیاج نہیں ہوتی لہٰذا منطق کے تعلم کی بھی احتیاج نہیں۔باقی کل علمِ منطق کے بدیہی ہونے کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر کل علمِ منطق بدیہی نہ ہو پھر کل علمِ منطق نظری ہوگا۔اور کل علمِ منطق کے نظری ہونے کی صورت میں ہم منطق کے جس قانون کو قانون آخر سے حاصل کرینگے۔تو وہ قانون آخر بھی نظری ہونے کی بناء پر قانونِ ثالث پر موقوف ہوگا اور قانونِ ثالث بھی نظری ہونے کی بناء پر قانونِ رابع پر موقوف ہوگا۔پھر یہ سلسلہ یا تو **ذاهبه الى غير النهاية** ہوگا یا عائد الی الاول ہوگا۔اگر سلسلہ ذاہب ہو تو تسلسل ہے اور اگر سلسلہ عائد الی الاوّل ہو تو تسلسل ہے اور دور و تسلسل دونوں باطل ہیں۔جب یہ باطل ہیں تو منطق کا نظری ہونا بھی باطل ہے اور جب منطق کا نظری ہونا باطل ہے تو منطق کا بدیہی ہونا ثابت ہو گیا لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا کل علم منطق پر بدیہی نہ ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس جگہ دو باتیں ہیں ① نفسِ منطق کا محتاج الیہ ہونا ② تعلم منطق کا محتاج الیہ ہونا۔اور یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ماتن نے دلیل سے نفسِ منطق کا محتاج الیہ ہونا ثابت کیا تھا اور مخالف نے تعلمِ منطق کے محتاج الیہ نہ ہونے کو ثابت کیا ہے۔حالانکہ تعلمِ منطق کا محتاج الیہ نہ ہونا یہ نفسِ منطق کے محتاج الیہ ہونے کی نقیض نہیں ہے۔بلکہ یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں وہ اس طرح کہ نفسِ منطق تو محتاج الیہ ہو دوسرے علوم نظریہ کی تحصیل کیلئے لیکن تعلمِ منطق محتاج الیہ نہ ہو یا تو اس بناء پر کہ یہ خود بدیہی ہو یا اس بناء پر کہ یہ کسی اور ذریعہ سے حاصل ہو جائے تو جب ان دونوں باتوں کے درمیان منافات ہی نہیں تو ہم اس معارضہ کی بابت کہتے ہیں کہ اگر اسکا تام ہونا فرض کر لیا جائے تو یہ معارضہ ہی نہیں بن سکتا کیونکہ معارضہ **المقابلة على سبيل الممانعة** کو کہتے ہیں یعنی مدعی نے دلیل سے جو دعویٰ ثابت کیا ہے خصم اس دعویٰ کی نقیض پر دلیل قائم کرے جبکہ یہاں تو مناقضہ ہی نہیں ہے کیونکہ مناقضہ تب ہوتا جب خصم نفسِ منطق کی عدمِ ضرورت کو دلیل سے ثابت کرتا پس جب یہ مناقضہ ہی درست نہیں تو یہ معارضہ معارضہ ہی نہیں کہ اسکا جواب دیا جائے۔

الشق الثانی.....**قال:وان كان الثانی فان كان تمام الجزء المشترك بينها وبين نوع آخر فهو المقول فی جواب ماهو بحسب الشركة المحضة يسمى جنسا** ۔(ص۸۲۔امدادیہ) **الثانی** سے کیا مراد ہے؟جنس کی تعریف ذکر کریں،جنس کی تعریف میں قیود احترازیہ کی وضاحت کریں،**تمام الجزء المشترك** سے کیا مراد ہے؟اس کی تشریح بطرز شارح ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت میں **الثانی** کی مراد (۲) جنس کی تعریف (۳) جنس کی تعریف میں مذکور قیود کی وضاحت (۴) **تمام الجزء المشترك** کی مراد۔

جواب..... ① **الثانی** کی مراد:۔الثانی سے مراد وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہو اور اپنے افراد کی حقیقت کا جزء ہو۔

② جنس کی تعریف:۔**كلی مقول على كثيرين مختلفين بالحقائق فی جواب ماهو** یعنی جنس وہ کلی ہے جو ما ہو کے جواب میں ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی حقیقت مختلف ہو۔

③ جنس کی تعریف میں مذکور قیود کی وضاحت:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جنس کی تعریف میں تین قیود احترازیہ کو ذکر کیا ہے پہلی قید **كثيرين** ہے اس سے جزئی خارج ہو گئی کیونکہ وہ مقول علی واحد ہوتی ہے۔دوسری قید **مختلفين بالحقائق** ہے اس سے نوع خارج ہو گئی کیونکہ یہ ایسے افراد پر بولی جاتی ہے جن کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔تیسری قید **فی جواب ماهو** ہے اس سے خاصہ، فصل اور عرضِ عام نکل گئے کیونکہ عرضِ عام تو کسی کے جواب میں واقع نہیں ہوتا جبکہ فصل **ایّ شيئ فی حذاته** اور خاصہ **ایّ شيئ فی عرضه** کے جواب میں واقع ہوتے ہیں۔

④ **تمام الجزء المشترك** کی مراد:۔**تمام الجزء المشترك** کی عبارت جو جنس میں وجوداً اور فصل میں عدماً مذکور ہوئی ہے

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

شارح رحمہ اللہ اس کی تعریف کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ماہیت اور نوع آخر کے درمیان تمام جزء مشترک سے مراد وہ جزءِ مشترک ہے کہ اس جزء کے علاوہ ان کے درمیان کوئی اور جزء مشترک نہ ہو یعنی وہ ایسا جزء مشترک ہو کہ ماہیت اور نوع آخر کے درمیان جو اجزاء مشترک ہیں وہ سب اس میں داخل ہوں اس سے خارج نہ ہوں۔ جیسے انسان ایک ماہیت ہے اور فرس نوع آخر ہے اور حیوان فرس اور انسان کے درمیان تمام جزء مشترک ہے۔ اس لئے کہ انسان اور فرس کے درمیان جتنے بھی اجزاء مشترک ہیں وہ سب حیوان میں داخل ہیں کوئی بھی اس سے خارج نہیں بلکہ ان کے درمیان جو اجزاء مشترک ہیں یعنی جوہر ہونا، نامی ہونا حساس ہونا اور متحرک بالارادہ ہونا اور حیوان ہونا یہ سب یا تو عینِ حیوان ہیں یا حیوان کا جزء ہیں حیوان سے خارج نہیں ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....**الفصل الرابع فی التعریفات: المعرف للشئ ..... وهو لایجوز ان یکون نفس الماهیة لان المعرف معلوم قبل المعرف والشئ لایعلم قبل نفسه ولا اعم لقصوره عن افادة التعریف ولا اخص لکونه اخفی فهو مسا و لها فی العموم والخصوص** ۔(ص ۱۲۸۔امدادیہ) معرّف اور قولِ شارح کی تعریف کریں، عبارت کی تشریح کریں۔ معرف کے جامع مانع یا مطرد اور منعکس ہونے کا مطلب کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

جواب..... ① معرّف اور قولِ شارح کی تعریف:۔ کسی شئ کا معرِف وہ چیز ہے کہ اس چیز کا تصور اس شئ معرّف کے تصور کو مستلزم ہو یا معرف کے جمیع ماعداہ سے امتیاز کو مستلزم ہو۔ یعنی کسی شئ کا معرِف وہ چیز ہوتی ہے کہ جب ہم اس چیز کا تصور کریں تو معرِف کے تصور سے معرَف کی پوری حقیقت معلوم ہو جائے یا معرّف اپنے جمیع ماعداہ سے ممتاز ہو جائے۔

② عبارت کی تشریح:۔ مذکورہ عبارت میں ماتن رحمہ اللہ نے دو باتیں بیان کی ہیں: ① معرف کی تعریف ② معرِف کی شرائط۔

تعریف کا حاصل یہ ہے کہ کسی شئ کا معرِّف وہ چیز ہوتی ہے کہ جب ہم اس چیز کا تصور کریں تو معرِّف کے تصور سے معرَّف کی پوری حقیقت معلوم ہو جائے یا معرَّف اپنے جمیع ماعداہ سے ممتاز ہو جائے جیسے حیوان ناطق کے ذریعہ انسان کی پوری حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ماتن رحمہ اللہ نے معرِّف کی چند شرائط ذکر کی ہیں: ① معرِّف معرَّف کا عین نہیں ہو سکتا اس لئے کہ معرِّف کا معرَّف سے قبل معلوم ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر معرِّف معرَّف کا عین ہو تو شئ معرِّف کا اپنی ذات سے پہلے معلوم ہونا لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔ کیونکہ شئ اپنی ذات سے قبل معلوم نہیں ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ معرِّف معرَّف کا عین نہیں ہو سکتا ② معرِّف معرَّف سے اعم بھی نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اعم افادۂ تعریف سے قاصر ہے یعنی تعریف سے جو مقصود ہے اعم اس کا فائدہ نہیں دیتا لہٰذا معرِّف معرَّف سے اعم بھی نہیں ہو سکتا ③ معرِّف معرَّف سے اخص بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ معرِّف کے لئے ضروری ہے کہ وہ معرَّف سے اجلیٰ اور واضح ہو جبکہ اخص اعم کی نسبت اخفیٰ ہوتا ہے تو جب معرِّف کا معرَّف سے اعم و اخص ہونا باطل ہے تو متعین ہو گیا کہ مصداق میں معرِّف معرَّف کے مساوی ہوگا۔

③ معرِّف کے جامع و مانع اور مطرد و منعکس ہونے کا مطلب:۔ معرِّف کے جامع و مانع یا مطرد و منعکس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں معرِّف صادق آئے وہاں معرَّف بھی صادق ہو اور جہاں معرَّف صادق آئے وہاں معرِّف بھی صادق ہو۔ کیونکہ تعریف کے جامع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معرِّف معرَّف کے تمام افراد کو شامل ہو کوئی فرد اس سے خارج نہ ہو، اسی کو شارح نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ **کلّما صدق علیه المعرَّف صدق علیه المعرِّف** اور تعریف کے منعکس ہونے کا بھی یہی مطلب ہے اور تعریف کے مانع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معرِّف میں معرَّف کا کوئی غیر داخل نہ ہو بلکہ جس پر معرِّف صادق آئے اس پر معرَّف بھی ضرور صادق ہو۔ اسی کو شارح رحمہ اللہ نے **کلما صدق علیه المعرِّف صدق علیه المعرَّف** سے تعبیر کیا ہے اور تعریف کے مطرد ہونے کا بھی یہی معنیٰ ہے۔

الشق الثانی.....**المهملة فی قوة الجزئیة بمعنی انهما متلازمان** ۔(ص ۱۵۷۔امدادیہ)

0313 0357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

قضیہ طبعیہ اور مہملہ کی تعریف، مثال اور وجہ تسمیہ بطرز شارح ذکر کریں۔ مہملہ اور جزئیہ کے درمیان تلازم بیان کریں اور مثالوں سے واضح کریں۔

جواب ..... ① قضیہ طبعیہ ومہملہ کی تعریف ووجہ تسمیہ مع امثلہ:۔ قضیہ طبعیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے مفہوم اور اس کی نفس طبیعت اور ماہیت پر ہو افراد پر نہ ہو جیسے **الحیوان جنس، الانسان نوع** اور اس کو طبعیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حکم موضوع کی طبیعت و ماہیت اور مفہوم پر ہوتا ہے، افراد پر حکم نہیں ہوتا۔

قضیہ مہملہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر ہو مگر ان افراد کی کمیت ومقدار کو بیان نہ کیا گیا ہو جیسے انسان مختتی ہیں۔ اس میں مختتی ہونے کا حکم انسان کے افراد پر ہے مگر ان کی کمیت بیان نہیں کی گئی کہ تمام انسان مختتی ہیں یا بعض افراد مختتی ہیں اور اس کو مہملہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اہمال کا معنی ہے بغیر بیان کے خالی چھوڑ دینا۔ چونکہ اس میں بھی افراد کی تعداد کو مہمل چھوڑ دیا جاتا ہے اس کو بیان نہیں کیا جاتا، اس لئے اس کو مہملہ کہتے ہیں۔

② مہملہ و جزئیہ میں تلازم کی وضاحت مع امثلہ:۔ قضیہ مہملہ و جزئیہ میں تلازم کی وضاحت یہ ہے کہ جزئیہ مہملہ کے ضمن میں پایا جاتا ہے یعنی مہملہ کو لازم ہے اور مہملہ جزئیہ کو لازم ہے الغرض تلازم جانبین سے ہے پس یہاں دو دعوے ہوئے ① جہاں مہملہ پایا جائے گا وہاں جزئیہ بھی پایا جائے گا ② جہاں جزئیہ پایا جائے گا وہاں مہملہ بھی ضرور پایا جائے گا۔

پہلے دعویٰ کی دلیل: یہ ہے کہ مہملہ میں ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کے افراد فی الجملہ یعنی موضوع کے مطلق افراد پر ہوتا ہے اور جب محمول کے ثبوت یا سلب کا حکم موضوع کے مطلق افراد کیلئے ہو تو یقیناً موضوع کے بعض افراد کیلئے بھی حکم ہوگا اس لئے کہ موضوع کے مطلق افراد پر حکم کی دو ہی صورتیں ہیں ① موضوع کے تمام افراد پر حکم ہو ② موضوع کے بعض افراد پر حکم ہو۔ بہر دو صورت موضوع کے بعض افراد پر حکم ضرور ہوگا اور یہی جزئیہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جب مہملہ پایا جائے گا تو جزئیہ بھی ضرور پایا جائے گا مثلاً **الانسان فی خسر**، قضیہ مہملہ موجبہ ہے جس میں خسران کا حکم انسان کے مطلق افراد پر لگایا گیا ہے پس جب خسران انسان کے مطلق افراد کیلئے ثابت ہے تو یقیناً خسران انسان کے بعض افراد کیلئے بھی ثابت ہوگا اور یہی جزئیہ ہے۔

دوسرے دعویٰ کی دلیل: یہ ہے کہ قضیہ جزئیہ میں ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کے بعض افراد پر ہوتا ہے اور جب ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کے بعض افراد پر ہوگا تو موضوع کے مطلق افراد پر بھی ہوگا اس لئے کہ جزئیہ میں وہ بعض افراد محکوم علیہ مطلق اور غیر متعین ہوتے ہیں کیونکہ ان بعض افراد کی تعیین جزئیہ کے مفہوم سے خارج ہے۔ الغرض جزئیہ میں محمول کا حکم موضوع کے مطلق بعض افراد پر ہوتا ہے پس جب حکم مطلق بعض افراد پر ہوگا تو مطلق افراد پر بھی ہوگا اور یہی مہملہ ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ جب جزئیہ پایا جائے تو مہملہ بھی پایا جائیگا جیسے **بعض الانسان فی خسر** جزئیہ موجبہ ہے جس میں خسران کا حکم انسان کے بعض مطلق افراد پر لگایا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب انسان کے بعض مطلق افراد کے لئے خسران ثابت ہوگا تو انسان کے مطلق افراد کیلئے بھی خسران ثابت ہوگا کیونکہ جزئیہ میں بعض افراد متعین نہیں ہوتے بلکہ مطلق ہوتے ہیں۔ (الدرر السنیۃ ص ۲۷۰)

﴿السوال الثالث﴾ (دروس البلاغة) ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل ..... **وفصاحة الكلام سلامته من تنافر الكلمات مجتمعة ومن ضعف التاليف ومن التعقيد مع فصاحة كلماته .** (ص ٦۔ امدادیہ)

تنافر کلمات، ضعف تالیف اور تعقید کی تعریف اور مثالیں ذکر کریں۔ تعقید کی کتنی قسمیں ہیں؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

جواب ..... ① **تنافر کلمات، ضعفِ تالیف اور تعقید کی تعریف مع امثلہ:۔**

تنافر: **وصف فی الكلمة توجب ثقلها على اللسان و عسر النطق بها** یعنی تنافر کلمہ میں ایسا وصف ہوتا ہے جو

زبان پراس کی ادائیگی دشوار کردے اور زبان پر اس کے تلفظ کو بوجھل بنادے یعنی اس لفظ کا تلفظ زبان سے بہت مشکل ہو جیسے **ولیس قرب قبر حرب قبر** (حرب نامی مقتول شخص کی قبر کے پاس کسی کی کوئی قبر نہیں ہے۔) اس مثال میں قرب اور قبر اور حرب ایک جیسے ملتے جلتے کلمات اس طور پر جمع ہو گئے ہیں کہ زبان پر ان کی ادائیگی مشکل ہو گئی ہے۔

ضعفِ تالیف: **کون الکلام غیر جار علی القانون النحوی المشهور** کسی کلام میں مشہور نحوی قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہو جیسے اضمار قبل الذکر لفظا ورتبۃ عند الجمہور جائز نہیں ہے مگر شاعر کے اس شعر میں اضمار قبل الذکر ہوا ہے

جزی بنوہ ابا الغیلان عن کبر و حسن فعل کما جوزی سنمار (اسکے بیٹوں نے بڑھاپے اور حسن سلوک کے باوجود ابوالغیلان کو ایسا بدلہ دیا جیسا کہ سنمار نامی انجینئر کو دیا گیا) اس مثال میں **اضمار قبل الذکر لفظا و رتبۃ** ہوا ہے کہ بنوہ کی ضمیر کا مرجع ابوالغیلان ہے جو کہ مابعد میں آرہا ہے سابق میں نہیں گزرا اور اس سے قبل ضمیر کو لے آئے۔

تعقید: **کون الکلام خفی الدلالة علی المعنی المراد** یعنی کلام اپنا معنی مرادی صاف طور پر نہ بتائے بلکہ کلام کی مراد مخفی ہو۔

② تعقید کی اقسام کی وضاحت مع امثلہ:۔ تعقید کی دو قسمیں ہیں ① تعقید لفظی ② تعقید معنوی۔

① تعقید لفظی: تعقید لفظی اس پیچیدگی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کلام کا معنی مخفی ہو اور وہ پیچیدگی لفظوں کے ہیر پھیر وغیرہ مثلاً **تقدیم ماحقه التاخیر، تاخیر ماحقه التقدیم، فصل بالا جنبی** کی وجہ سے ہو جیسے

جفخت وهم لایجفخون بها بهم شیم علی الحسب الاغر دلائل

(فخر کیا حالانکہ وہ لوگ ان پر فخر نہیں کرتے ان لوگوں پر ایسے اچھے اخلاق نے جو معزز حسب ونسب پر دلالت کرتے ہیں)

اس شعر کے ترجمہ سے شاعر کی مراد سمجھ میں نہیں آئی۔ کیونکہ اس شعر میں الفاظ کا ایسا ہیر پھیر ہے جس نے معنی مراد کو مخفی کر دیا ہے۔ اس شعر میں ہیر پھر یہ ہے کہ **جفخت** فعل کے فاعل ومتعلق کو مؤخر کر کے فعل وفاعل اور متعلق کے درمیان فصل بالاجنبی کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح **دلائل** موصوف کو مؤخر اور **علی الحسب الاغر** صفت کو مقدم کر دیا گیا ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ **جفخت بهم شیم دلائل علی الحسب الاغر وهم لایجفخون بها** تو اس طرح ترتیب کے ساتھ الفاظ کو ذکر کرنے سے معنی مرادی واضح ہو گیا۔ کہ اس گھرانے پر ایسے اچھے اخلاق نے فخر کیا ہے جو گھرانے کی شرافت اور اعلیٰ حسب ونسب پر دلالت کرنے والے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ خود ان اخلاق پر فخر نہیں کرتے۔ تو اس لفظی ہیر پھیر کو جس کی وجہ سے معنی مرادی مخفی ہو جائے تعقید لفظی کہتے ہیں۔

② تعقیدِ معنوی: یہ ہے کہ کلام اپنا معنی مرادی صاف اور واضح طور پر نہ بتلائے اور کلام کا یہ اخفاء معنی کلام میں مجازاتِ کثیرہ اور کنایاتِ بعیدہ کے استعمال کی وجہ سے ہو، جیسے **نشر الملك السنة فی المدینة** (بادشاہ نے اپنے جاسوس شہر میں پھیلا دیئے) یہاں پر متکلم نے **السنہ** (زبان) بول کر عیون (آنکھیں) مراد لیا ہے، کیونکہ جاسوسی کرنا آنکھوں کا کام ہوتا ہے، زبانوں کا کام نہیں ہوتا، تو یہاں **السنہ** کا لفظ بولنے کی وجہ سے کلام کا معنی مخفی ہو گیا ہے اور یہ اخفاء معنی کی وجہ سے ہے، اس وجہ سے اسکو تعقید معنوی کہتے ہیں۔

الشق الثانی.....**مواضع الوصل بالواو، یجب الوصل فی موضعین** ۔(ص ۷۰۔امدادیہ)

فصل اور وصل کی تعریف لکھیں، وجوبِ وصل کی مذکورہ دونوں جگہوں کو مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

0313 6357943 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب..... ① فصل ووصل کی تعریف:۔ وصل: ایک جملے کا دوسرے جملے پر دس حروفِ عاطفہ میں سے کسی عاطف کے ذریعے عطف کرنا جیسے **ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم**۔ فصل: عطف نہ کرنے کو کہتے ہیں جیسے **فمهل الکافرین امهلهم رویدا**۔

② وجوبِ وصل کی دونوں جگہوں کی وضاحت مع امثلہ:۔ وصل کرنا دو جگہوں میں ضروری ہے۔

پہلی جگہ وہ دونوں جملے خبریہ اور انشائیہ ہونے کے اعتبار سے متفق ہوں کہ دونوں خبریہ ہوں یا دونوں انشائیہ ہوں۔ اور موانع

عطف میں سے کوئی مانع بھی موجود نہ ہو پھر ان دونوں کے درمیان کوئی ایسی جہت جامعہ ومناسبتِ تامہ موجود ہو جو دونوں کو جمع کرنے والی ہو۔ یعنی ان میں کامل مناسبت پائی جائے۔ جہتِ جامعہ مناسبتِ تامہ سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں جملوں میں کوئی ایسا امر پایا جائے جس کی وجہ سے عقل قوتِ مفکرہ میں ان دونوں کے اجتماع کا تقاضا کرے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دونوں کے مسند اور مسندالیہ میں اتحاد، تماثل، تقابل یا تضایف پایا جائے جیسے **ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم** یہ جملہ خبریہ کی مثال ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں خبر کے اعتبار سے متفق ہیں اور ان دونوں میں مناسبت تامہ بھی پائی گئی ہے کہ ان دونوں کے مسند الیہ یعنی ابرار و فجار میں اسی طرح ان کے مسند یعنی نعیم و جحیم میں تقابل اور تضاد کی نسبت ہے اور ان دونوں جملوں میں کوئی مانعِ عطف نہیں پایا گیا۔ جب یہ تینوں شرطیں پائی گئیں تو ان دونوں کے درمیان کلمہ واؤ کے ذریعے عطف کر دیا گیا۔

دوسری مثال **فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا** یہ جملہ انشائیہ کی مثال ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں انشاء کے اعتبار سے متفق ہیں اور ان میں سابقہ مثال کی طرح مسندالیہ یعنی ہم ضمیر مذکر غائب اور اسی طرح انکے مسند یعنی **لیضحکوا** اور **لیبکوا** میں تقابل اور تضاد کی نسبت ہے اور کوئی مانعِ عطف نہیں پایا گیا یہاں بھی تینوں شرطوں کی موجودگی کی وجہ سے کلمۂ واؤ کے ذریعے عطف کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ یہ ہے کہ دونوں جملوں میں کمالِ انقطاع ہو کہ ایک خبریہ اور ایک انشائیہ ہو یا دونوں خبر اور انشاء ہونے کے اعتبار سے تو متفق ہوں مگر ان میں کوئی بھی معنوی مناسبت نہ ہو تو اگر ان دونوں میں وصل نہ کیا جائے اور فصل کیا جائے تو مرادِ متکلم اور مقصودِ کلام کے خلاف معنیٰ کا وھم پیدا ہو جائے تو ایسے وقت میں بھی وصل کرنا ضروری ہوگا جیسے کسی نے آپ سے پوچھا **ھَلْ بَرِئَ عَلِیٌّ مِنَ الْمَرَضِ** علی اپنی بیماری سے شفایاب ہو گیا اور آپ اس کا جواب نفی میں دینا چاہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی شفایابی کی دعاء بھی دینا چاہیں تو آپ یوں کہیں گے **لَا وَشَفَاهُ اللّٰه** وہ صحت یاب نہیں ہوا ہے اور اللہ اسے اچھا کر دے، دیکھئے اس مثال میں دو جملے ہیں ایک جملہ **لا** کی صورت میں ہے یعنی کلمۂ **لا** جو جملہ خبریہ کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس کی تقدیری عبارت **لَا بُرْءَ حَاصِلٌ لِعَلِیّ** ہے کہ علی کیلئے شفاء حاصل نہیں ہوئی اور دوسرا جملہ **شفاہ اللّٰه** کی صورت میں جملہ انشائیہ ہے ان دونوں جملوں میں اس قسم کا تعلق ہے کہ اگر دونوں جملوں میں بجائے وصل کے فصل کیا جائے اور یوں کہا جائے **لَا شفاہ اللّٰه** تو معنیٰ ہو جائے گا کہ اللہ اسے شفا نہ دے اور اس صورت میں مقصودِ متکلم کے خلاف معنیٰ ہو جائے گا، کیونکہ متکلم تو اسے دعاءِ خیر دینا چاہتا ہے اور یہاں اس کلام کا معنیٰ بددعا ہو جائے گا۔ لہٰذا اس فہم سے بچنے کیلئے وصل یعنی عطف بالواؤ کرنا ضروری ہوگا۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... وأما الحکم فهو اسناد أمر الی آخر ایجابا أو سلبا۔ (ص ۲۱۔ امدادیہ)

عبارت کی تشریح بطرزِ شارح تحریر کریں۔ ماہیت تصدیق میں امام رازی اور حکماء کے درمیان اختلاف کو واضح کریں دونوں مذہبوں میں وجوہِ فرق کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) ماہیتِ تصدیق میں امام رازی وحکماء کے اختلاف کی وضاحت (۳) دونوں مذہبوں میں وجوہِ فرق۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... (۱) عبارت کی تشریح:۔ یہاں سے صاحب قطبی رحمۃ اللہ علیہ حکم عرفی کی تعریف اور اس میں مذکور لفظ ایجابا او سلبا کے معنیٰ کو مثال سے بیان فرما رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک امر کی نسبت دوسرے امر کی طرف کرنے کا نام حکم ہے خواہ وہ نسبت ایجاباً ہو یا سلباً ہو۔ اور ایجاب ایقاع النسبۃ یعنی نسبت واقع کرنے اور ثابت کرنے کو کہتے ہیں اور سلب انتزاع النسبۃ یعنی نسبت دور کرنے اور نسبت اٹھانے کو کہتے ہیں جیسے **الانسان کاتب** اور **الانسان لیس بکاتب**، اوّل مثال میں کتابت کی نسبت انسان کی طرف ایجابی

ہے اور دوسری مثال میں سلبی ہے الحاصل حکم منطقی کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ ہر قضیہ میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے ① انسان کا ادراک ② کاتب کا ادراک ③ ثبوتِ کتابت کی نسبت کا ادراک ④ اس نسبت کے وقوع یا عدم وقوع کا ادراک۔ انسان کا ادراک محکوم علیہ کا ادراک وتصور ہے اور انسان متصور محکوم علیہ ہے اور کاتب کا ادراک محکوم بہ کے تصور کا ادراک ہے تو کاتب متصور محکوم بہ ہوا اور ثبوتِ کتابۃ کی نسبت کا ادراک نسبتِ حکمیہ کا تصور کہلاتا ہے۔ اور وقوعِ نسبت یا عدمِ وقوعِ نسبت کا ادراک حکمِ منطقی کہلاتا ہے۔

② ماہیتِ تصدیق میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور حکماء کے اختلاف کی وضاحت:۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ تصدیق تصورات اربعہ یعنی محکوم علیہ ومحکوم بہ، نسبت حکمیہ وحکم کے تصور کے مجموعے کا نام ہے اور حکماء کے نزدیک تصدیق نہ تو تصورات اربعہ کا نام ہے اور نہ ہی تصورات ثلاثہ مع الحکم کا نام ہے بلکہ تصدیق فقط حکم کا نام ہے۔

③ دونوں مذہبوں میں وجہِ فرق:۔ ① حکماء کے نزدیک تصدیق بسیط ہے اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصدیق مرکب ہے۔ ② حکماء کے نزدیک تصوراتِ ثلاثہ تصدیق کے لئے شرط ہیں اور اس سے خارج ہیں جبکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصورات ثلاثہ تصدیق کا شطر ہیں اور اس میں داخل ہیں ③ حکماء کے نزدیک حکم عین تصدیق ہے اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حکم عین تصدیق نہیں بلکہ جزءِ تصدیق ہے۔

الشق الثانی.....**فالاسم اما ان یکون معناہ واحدا او کثیرا۔** (ص ۶۸۔امدادیہ)

علم جزئی حقیقی، متواطی اور مشکک کی تعریفات وجہ حصر کے ساتھ تحریر کریں، ہر ایک کی وجہ تسمیہ ذکر کریں، تشکیک کی کتنی صورتیں ہیں؟ تمام صورتوں کو مثالوں کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) علم وجزئی حقیقی متواطی ومشکک کی وجہ حصر (۲) مذکورہ اقسام کی وجہ تسمیہ (۳) تشکیک کی صورتوں کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب..... ① علم وجزئی حقیقی، متواطی ومشکک کی وجہِ حصر:۔ اسم دو حال سے خالی نہیں اس کا معنی ایک ہوگا یا متعدد ہوں گے اگر اس کا معنی ایک ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ معنی معین مشخص ہوگا یا معنی معین ومشخص نہیں ہوگا، اگر اس کا معنی معین مشخص ہو تو وہ علم وجزئی حقیقی ہے (عند النحاۃ علم وعند المناطقہ جزئی حقیقی) اور اگر وہ معنی معین مشخص نہ ہو بلکہ اس کے کثیر افراد ہوں (تو وہ کلی ہے) پھر وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ معنی اپنے تمام افراد پر برابری کے ساتھ صادق آئے گا یا برابری کے ساتھ صادق نہیں آئے گا۔ اگر وہ معنی اپنے تمام افراد پر برابری کے ساتھ صادق آئے تو وہ کلی متواطی ہے اور اگر وہ معنی اپنے تمام افراد پر برابری کے ساتھ صادق نہ آئے تو وہ کلی مشکک ہے۔

② مذکورہ اقسام کی وجہ تسمیہ:۔ علم (جزئی حقیقی) کو علم اسلئے کہتے ہیں کہ علم کا معنی ہے علامت اور یہ اسم بھی اپنے معنی مشخص اور ذاتِ معین پر دال وعلامت ہوتا ہے اس لئے اس کو علم کہتے ہیں۔ کلی متواطی کو متواطی اسلئے کہتے ہیں کہ یہ تواطو سے مشتق ہے اور تواطی کا معنی ہے توافق یعنی برابری چونکہ اس کلی کے افراد اس معنی کے صادق آنے میں موافق ہوتے ہیں اسلئے اس کو متواطی کہتے ہیں۔ کلی مشکک کو مشکک اسلئے کہتے ہیں کہ اس کے افراد اپنے اصلی معنی میں مشترک ہوتے ہیں اور اولویت غیر اولویت، تقدم تأخر، شدۃ وضعف کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں تو دیکھنے والا اگر اشتراک کو دیکھتا ہے تو متواطی گمان کرتا ہے اور اختلاف کی جہت کو دیکھتا ہے تو مشترک خیال کرتا ہے تو چونکہ یہ اپنے دیکھنے والے کو شک میں ڈالتی ہے اس لئے اس کو مشکک کہتے ہیں۔

③ تشکیک کی صورتوں کی وضاحت مع امثلہ:۔ تشکیک کی تین صورتیں ہیں ① تشکیک بالاولویۃ: کلی کا صدق بعض افراد پر اولیٰ وانسب، اتم واثبت ہو بنسبت دوسرے بعض افراد کے جیسے وجود کا صدق واجب تعالیٰ پر اولیٰ وانسب ہے بنسبت ممکن کے وجود پر صادق آنے کے اور جیسے روشنی کا صدق آفتاب پر بالذات ہے اور چاند پر بالتبع ہے ② تشکیک بالتقدم والتأخر: کلی کا بعض افراد پر

0213 6959913 maktabazakariyamultan@gmail.com

صدق دوسرے بعض کی بنسبت مقدم ہو یا کلی کا صدق بعض افراد پر علت ہو دوسرے بعض افراد پر صادق آنے کے لئے جیسے وجود کا صدق واجب پر مقدم ہے بنسبت ممکن کے وجود پر صدق کے اور جیسے والدین کا وجود علت ہے اولاد کے وجود کیلئے ③ تشکیک بالاشدیت (بالشدۃ والضعف): کلی کا صدق بعض افراد پر اشد ہو بنسبت دوسرے بعض پر صدق کے جیسے ثلج (برف) پر بیاض کا صدق اشد ہے بنسبت (عاج) ہاتھی کے دانت کی سفیدی کے تو یہ تشکیک بالشدۃ والضعف ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل.....**وکل لفظ فهو بالنسبة الى لفظ اٰخر مرادف ان توافقافی المعنی ومباین له ان اختلفافیه.**

عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ترادف اور تباین کی تعریف اور وجہ تسمیہ مثالوں کے ساتھ لکھیں اور یہ بتائیں کہ کیا ناطق اور فصیح، سیف اور صارم الفاظ مترادفہ میں سے ہیں؟ اگر الفاظ مترادفہ نہیں ہیں تو کیوں؟ وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) ترادف وتباین کی تعریف مع وجہ تسمیہ (۳) ناطق و فصیح، سیف وصارم کے الفاظ مترادفہ ہونے نہ ہونے کی وضاحت مع الوجہ۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ لفظ کی باعتبار الفاظ کے تقسیم کو بیان فرمارہے ہیں کہ لفظ کی جب ہم نسبت کریں دوسرے لفظ کی طرف تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو دونوں لفظ معنیٰ میں برابر ہوں گے یا برابر نہیں ہوں گے اگر برابر ہوں تو وہ معنی مترادف ہے۔ اور یہ دونوں لفظ مترادفین ہیں جیسے لیث واسد مترادفین ہیں اور اس کا معنیٰ یعنی شیر مرادف ہے۔ اگر معنی میں مختلف ہوں تو یہ معنی مبائن ہوگا اور یہ دونوں لفظ متبائنین کہلائیں گے کیونکہ مبائنۃ کا معنی ہی مفارقۃ ہے جیسے انسان فرس وغیرہ۔

② ترادف وتباین کی تعریف مع وجہ تسمیہ:۔ ابھی عبارت کی تشریح میں ہر ایک کی تعریف گزر چکی ہے۔ وجہ تسمیہ کا حاصل یہ ہے کہ ترادف کو ترادف اس لئے کہتے ہیں کہ ترادف کا معنیٰ ہے ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہونا تو ان کے معانی چونکہ ایک دوسرے سے سمجھے جاتے ہیں اس لئے ان کو مترادفین کہتے ہیں۔ اسی طرح تباین کا معنیٰ ہے مفارقۃ یعنی جدا ہونا چونکہ ان دونوں کا معنی مختلف وجدا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو متبائنیں کہتے ہیں۔

③ ناطق و فصیح سیف وصارم کے الفاظ مترادفہ ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت مع الوجہ:۔ مذکورہ الفاظ یعنی ناطق و فصیح، سیف وصارم الفاظ مترادفہ میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ترادف کا معنیٰ اتحادفی المفہوم ہے نہ کہ اتحادفی الذات اور یہ اتحادفی المفہوم اتحادفی الذات کو لازم ہے لیکن اتحادفی الذات اتحادفی المفہوم کو لازم نہیں ہے اور ان الفاظ میں اگرچہ اتحادفی الذات ہے لیکن اتحاد فی المفہوم نہیں ہے لہٰذا اتحادفی المفہوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ الفاظ مترادفہ نہیں ہیں۔

الشق الثانی.....**والنوع الاضافی موجود بدون الحقیقی.** (ص۱۲۳۔امدادیہ)

نوع حقیقی اور نوع اضافی میں سے ہر ایک کی تعریف اور وجہ تسمیہ ذکر کریں۔ دونوں کے درمیان کون سی نسبت ہے؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) نوع حقیقی واضافی کی تعریف (۲) نوع حقیقی واضافی کی وجہ تسمیہ (۳) نوع حقیقی واضافی میں نسبت۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب..... ① نوع حقیقی واضافی کی تعریف:۔ نوع حقیقی: ایسی کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ایسے کثیرین پر بولی جائے جو متفق الحقائق ہوں۔ نوع اضافی: ایسی کلی ہے کہ اس کے ساتھ کسی ماہیت کو ملا کر ماھو کے ذریعہ سوال کریں تو جواب میں جنس واقع ہو قول اولی کے طور پر یعنی بغیر کسی واسطے کے جیسے انسان نوع اضافی ہے اس لئے کہ جب اس کے ساتھ دوسری ماہیت مثلاً فرس کو ملا کر ماھو کے ذریعہ سوال کریں تو جواب میں حیوان واقع ہوگا جو کہ ان دونوں کی جنس ہے۔

❷ نوع حقیقی واضافی کی وجہ تسمیہ:۔ حقیقی کو حقیقی اسلئے کہتے ہیں کہ اس کا نوع ہونا اس حقیقت واحدہ کے اعتبار سے ہوتا ہے جو اسکے افراد میں پائی جاتی ہے، اس کا نوع ہونا غیر کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔ اضافی کو اضافی اسلئے کہتے ہیں کہ اس کا نوع ہونا مافوق کے اعتبار سے ہوتا ہے اس کی اپنی حقیقت کے اعتبار سے نہیں جیسے حیوان نوع اضافی ہے، لیکن اس کا نوع ہونا اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اپنی ذات کے اعتبار سے یہ جنس ہے بلکہ اس کا نوع ہونا اپنے مافوق یعنی جسم نامی کی طرف اضافت ونسبت کے اعتبار سے ہے۔

❸ نوع حقیقی واضافی میں نسبت کی وضاحت مع امثلہ:۔ صاحبِ قطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے اس لئے کہ نوعِ اضافی نوعِ حقیقی کے بغیر پائی جاتی ہے لیکن نوعِ حقیقی نوعِ اضافی کے بغیر نہیں پائی جاتی۔ اور جہاں ایسی نسبت ہو وہاں تین مادے ہوتے ہیں: ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی۔

مادہ اجتماعی کی مثال نوعِ سافل مثلاً انسان ہے کہ اس پر نوع حقیقی واضافی دونوں کی تعریف صادق آتی ہے۔

مادہ افتراقی نمبر ایک کی مثال انوع متوسط حیوان وجسم نامی ہیں یہاں نوعِ اضافی نوعِ حقیقی کے بغیر صادق آرہی ہے۔

مادہ افتراقی نمبر دو کی مثال حقائق بسیطہ مثلاً عقل، نفس، وحدت اور نقطہ ہے ان تمام میں نوع حقیقی نوع اضافی کے بغیر صادق آرہی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ (دروس البلاغة) ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... فبلاغة الكلام مطابقته لمقتضى الحال مع فصاحته۔ (ص۱۲۔امدادیہ)

بلاغت کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں، مقتضیٰ اور حال سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں، مطابقت کلام لمقتضی الحال کی تشریح کرتے ہوئے مثالوں سے واضح کریں نیز بلاغت متکلم کی تعریف لکھنا نہ بھولیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) بلاغت کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) مقتضی اور حال کی مراد (۳) مطابقۃ کلام لمقتضیٰ الحال کی تشریح (۴) بلاغتِ متکلم کی تعریف۔

جواب ..... ❶ بلاغت کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ بلاغت کا لغوی معنی پہنچنا ورکنا ہے، اور اصطلاحی طور پر بلاغت کی دو اقسام ہیں ① بلاغتِ کلام ② بلاغتِ متکلم اور مستقل طور پر ان دو قسموں کے علاوہ بلاغت کی کوئی اصطلاحی تعریف نہیں ہے، اور بلاغتِ کلام یہ ہے کہ کلام فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ حال کے مقتضی کے مطابق بھی ہو اور بلاغتِ متکلم وہ ملکہ وصلاحیت وقابلیت ہے جس کے ذریعہ متکلم کسی بھی غرض کیلئے کلامِ بلیغ کے ذریعہ اپنی مراد ودل کی بات کہہ سکے۔

❷ مقتضی اور حال کی مراد:۔ کوئی کلام اس وقت بلیغ کہا جاتا ہے جبکہ اول تو خود وہ کلام فصیح ہو اور مخل فصاحت کوئی سبب وعیب نہ پایا جائے۔ نیز وہ کلام حال کے تقاضے کے مناسب ومطابق بھی ہو جیسے کتاب کی مثال سمجھنے سے قبل ایک خارجی مثال قریب الی الفہم کرنے کے لئے یہ لیجئے کہ اگر تعزیت کے موقع پر کوئی مقرر، علم سائنس یا علم حساب یا منطق وفلسفہ کی دقیق باتیں اور ان کے رموز بیان کرے تو اگرچہ فی نفسہٖ وہ مضمون کتنا ہی صحیح وفصیح کیوں نہ ہو مگر وہ مقتضائے حال کے ساتھ میل نہیں کھاتا تو اس کلام کو آپ فصیح تو کہہ سکیں گے مگر بلیغ ہرگز نہیں، بلاغت کلام کی اس تعریف مطابقۃ لمقتضی الحال میں جو تین الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ پہلے ان کا معنیٰ معلوم کرلیں ان میں سے ایک لفظ حال ہے تو حال وموقع محل وغیرہ ایسی بات ہے جو متکلم کو اپنا کلام کسی مخصوص صورت میں لانے پر آمادہ کرے دوسرا لفظ مقتضا ہے۔ اور وہ کلام کی وہ مخصوص صورت ہے جس کے مطابق کلام لانے کا تقاضا کیا گیا ہو اور تیسرا لفظ مطابقت ہے اور وہ کلام کا اس مخصوص صورت میں لے آنا مثلاً اگر کسی بڑے کی توقیر ومدح سرائی کرنی ہے تو اس امر اور مقام کا تقاضا یہ ہے کہ کلام میں اطناب اور درازی ہو نہ یہ کہ نہایت موجز کلام کر کے قصہ ختم کردیا جائے تو مدح کا امر اور مقام یہ حال ہے اور کلام کا مطنب کی صورت میں ہونا یہ تقاضا ہے۔ پہلی چیز یعنی مدح سرائی کرنا اس کو آپ امر، مقام یا مقتضی کہیں گے اور دوسری چیز یعنی کلام مطنب لانے کو مقتضا یا اعتبارِ مناسب کہیں گے اب اگر کوئی متکلم ان دونوں یعنی

0313 6357912 maktabazakariyamultan@gmail.com

مقتضی اور مقتضا کے درمیان اپنے کلام مطنب کے ذریعے میل (موافقت) بھی کرادے تو ہم اسے مطابقت کہیں گے۔

③ مطابقۃ کلام لمقتضی الحال کی تشریح:۔ ابھی ماقبل کے امر میں اس کی تشریح بھی ہو چکی ہے۔

④ بلاغتِ متکلم کی تعریف:۔ بلاغتِ متکلم وہ ملکہ ولیاقت، قابلیت وصلاحیت ہے کہ جس کی وجہ سے متکلم کسی بھی غرض ومقصد کے لئے کلام بلیغ کے ذریعہ اپنی مراد ودل کی بات کا اظہار کر سکے۔

الشق الثانی..... محسنات معنویہ میں سے توریہ اور ایہام کی تشریح مثالوں کے ذریعہ کریں۔(ص ۱۲۸۔امدادیہ)

جواب..... توریہ اور ایہام کی تشریح:۔ توریہ: یہ ہے کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کیا جائے جسکے دو معنیٰ ہوں ایک معنیٰ قریبی ہو جسکی طرف ذہن فوراً سبقت کرے اور دوسرا معنیٰ بعید ہو اسکے قلیل الاستعمال ہونے کی وجہ سے لفظ کی اس پر دلالت خفی ہو، لیکن کسی قرینہ کی وجہ سے متکلم کا مقصود یہی معنیٰ بعید ہی ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **وھو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنھار** اس میں **جرحتم بالنھار** کا قریبی معنیٰ اکتسابِ مال ہے مگر یہ معنیٰ یہاں مراد نہیں ہے یہاں پر معنیٰ بعید یعنی ارتکاب ذنوب مراد ہے۔

ایہام: یہ ہے کہ ایسا کلام لایا جائے جو دو متضاد معنوں کا احتمال رکھتا ہو یعنی متکلم کسی ایک کو ترجیح نہیں دیتا بلکہ مبہم بات کرتا ہے جیسے

بَارَكَ اللّٰهُ لِلْحَسَنِ وَلِبَوْرَانَ فِی الْخَتَنِ
یَا اِمَامَ الْهُدٰی ظَفِرْتَ وَلٰكِنْ بِبِنْتِ مَنْ؟

اس شعر میں بنت مَن میں دو احتمال ہیں مدح اور شریعنی مذمت دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں اور دونوں معنی باہم متضاد بھی ہیں۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل.....**الرابع الجزئی کما یقال علی المعنی المذکور المسمّی بالحقیقی فکذٰلك یقال علٰی کلّ اخص تحت الاعم و یُسمّٰی الجزئی الاضافی و ھو الاعم من الاول لانّ کل جزئی حقیقی فھو جزئی اضافی دون العکس.** عبارت کی مکمل وضاحت کریں۔ جزئی حقیقی وجزئی اضافی کی تعریف کریں۔ شارحؒ کے قول **(و فی تعریف الجزئی الاضافی نظر لانّه و الکلی الاضافی متضایفان)** کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کی وضاحت ② جزئی حقیقی وجزئی اضافی کی تعریف ③ **و فی تعریف الجزئی الاضافی نظر الخ** کی تشریح۔

جواب..... ① عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں اولاً جزئی اضافی کی تعریف کی طرف اشارہ ہے، جسکی وضاحت مابعد میں آرہی ہے۔ اس کے بعد جزئی حقیقی واضافی کے درمیان نسبت کا ذکر ہے کہ جزئی حقیقی واضافی کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، جزئی اضافی اعم مطلق اور جزئی حقیقی اخص مطلق ہے، پس ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی بھی ہوگی مگر اس کا عکس نہ ہوگا یعنی ہر جزئی اضافی جزئی حقیقی نہ ہوگی۔ لہٰذا دو مادے ہوں گے ایک اجتماعی اور ایک افتراقی: مادہ اجتماعی کی مثال زید ہے کہ یہ جزئی حقیقی واضافی دونوں ہے حقیقی اسلئے کہ اسکے تصور میں شرکت ممتنع ہے، اضافی اسلئے کہ یہ عام (انسان) کے تحت خاص ہے، مادہ افتراقی کی مثال انسان ہے کہ یہ جزئی حقیقی نہیں اسلئے کہ اس کا تصور شرکت سے مانع نہیں ہے اور جزئی اضافی ہے اسلئے کہ عام (حیوان) کے تحت خاص ہے۔

② جزئی حقیقی وجزئی اضافی کی تعریف:۔ جزئی حقیقی: وہ مفہوم جس کا نفسِ تصور اس میں وقوعِ شرکت سے مانع ہو جیسے زید یہ متعین شخص ہے اس میں شرکت ممتنع ہے۔ جزئی اضافی: وہ مفہوم جو اعم کے تحت داخل ہو کر اخص ہو اگر چہ بالذات وہ عام ہی ہو جیسے انسان یہ حیوان کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے جزئی ہے کیونکہ حیوان کے تحت متعدد جزئیات بقر غنم وغیرہ داخل ہیں۔

0313 6357013 maktabazakariyamultan@gmail.com

جزئی حقیقی واضافی میں فرق یہ ہے کہ حقیقی کا نفسِ تصور ہی اس میں شرکت سے مانع ہے، جبکہ جزئی اضافی اپنی حقیقت میں ضروری نہیں کہ یہ جزئی ہو بلکہ یہ غیر کی طرف نسبت واضافت کرتے ہوئے خاص ہونے کی وجہ سے جزئی کہلاتی ہے

③ **وفی تعریف الجزئی الاضافی نظر الخ** کی تشریح:۔ اس عبارت سے شارحؒ کی غرض جزئی اضافی کی تعریف پر اعتراض کرنا ہے۔ جزئی اضافی کی تعریف (**کلّ اخصّ تحت الاعم**) پر دو وجہ سے اعتراض ہے: ① جزئی اضافی کی تعریف میں لفظِ اعم کا ذکر غلط ہے، اسلئے کہ جزئی اضافی واخص مترادف ہیں اور اخص واعم متضایف ہیں، گویا کہ جزئی اضافی واعم متضایف ہیں، اب جزئی اضافی کی تعریف میں لفظِ اعم کو ذکر کرنے کی صورت میں ایک متضایف کی تعریف دوسرے متضایف کے ساتھ کرنا لازم آئے گا، جو کہ باطل ہے۔ کیونکہ اس صورت میں متضایفین میں سے ایک متضایف کے تعقل کا دوسرے متضایف کے تعقل سے مقدم ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے، کیونکہ متضایفین کا تعقل معاً (اکٹھے) ہوتا ہے۔

② تعریف میں ''کل'' کو ذکر کرنا بھی صحیح نہیں ہے اسلئے کہ ''کل'' افراد کیلئے ہوتا ہے، نہ کہ ماہیت کیلئے، پس اس صورت میں افراد کی تعریف لازم آئے گی حالانکہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے، افراد کی نہیں ہوتی۔ تعریف بالافراد جائز ہی نہیں ہے۔

جواب واصلاح: شارحؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ کو جزئی اضافی کی تعریف (**ھو اخص من الشیئ**) سے کرنی چاہئے تھی یعنی جزئی اضافی وہ مفہوم ہے جو کسی شیئ سے اخص ہو کر اسکے تحت داخل ہو، اب یہاں ''اعم وکل'' کو ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ (الدرر السنیۃ: ۲۰۶)

الشق الثانی ..... **القضیة اما معدولة أو محصلة**۔ قضیہ معدولہ اور محصلہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ ذکر کر کے مثالوں سے واضح کریں۔ قضیہ بسیطہ کسے کہتے ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔ (ص ۱۷۱۔ امدادیہ)

جواب ..... ① قضیہ معدولہ ومحصلہ کی تعریف مع امثلہ:۔ قضیہ معدولہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس میں حرفِ سلب موضوع یا محمول کا جزء ہو، پھر اس کی تین اقسام ہیں ① معدولۃ الموضوع: کہ حرفِ سلب صرف موضوع کا جزء ہو جیسے **اللاحیّ جمادٌ** ② معدولۃ المحمول: کہ حرفِ سلب صرف محمول کا جزء ہو جیسے **الجمادُ لاعالم** ③ معدولۃ الطرفین: کہ حرفِ سلب موضوع ومحمول دونوں کا جزء ہو **اللاحیٌ لاعالمٌ**۔

قضیہ محصلہ: وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جسمیں حرفِ سلب نہ موضوع کا جزء ہو اور نہ محمول کا جزء ہو اور وہ قضیہ موجبہ ہو جیسے **زید عالم**۔

② قضیہ معدولہ ومحصلہ کی وجہ تسمیہ:۔ قضیہ معدولہ کو معدولہ اسلئے کہتے ہیں کہ اس میں حرفِ سلب (**لا، لیس، غیر**) موضوع ومحمول کا جزء ہونے کی وجہ سے اپنے اصل معنی (سلب ونفی) میں استعمال نہیں ہوتے اپنے اصلی معنی سے معدول ہوتے ہیں۔

قضیہ محصلہ کو محصلہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں حرفِ سلب موضوع ومحمول میں سے کسی کا بھی جزء نہیں ہوتا گویا اس کی دونوں طرفیں (موضوع ومحمول) وجودی ومحصل ہوتی ہیں اس لئے اس کو قضیہ محصلہ کہتے ہیں۔

③ قضیہ بسیطہ کی وضاحت:۔ قضیہ بسیطہ وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جس میں حرفِ سلب نہ موضوع کا جزء ہو اور نہ محمول کا جزء ہو اور وہ قضیہ سالبہ ہو جیسے **زید لیس بعالم**۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... **البحث الثالث فی العکس المستوی وھو عبارة عن جعل الجزء الأول من القضیة ثانیا، والثانی أو لا مع بقاء الصدق والکیف بحالھما**۔ (ص ۲۴۲۔ امدادیہ)

عکسِ مستوی کی تعریف اور مثال ذکر کریں، قضیہ کے جزء اوّل اور جزء ثانی سے کیا مراد ہے؟ موجہات سالبہ کے ان قضیوں کا نام لکھیں جن کا عکس نہیں آتا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عکسِ مستوی کی تعریف ومثال (۲) قضیہ کے جزء اوّل وجزء ثانی کی

مراد (۳) موجہات سالبہ کے عدم عکس والے قضایا۔

جواب ..... ① عکس مستوی کی تعریف ومثال:۔ لغت میں عکس کا معنیٰ الٹنا ہے اور اصطلاح میں قضیہ کے پہلے جزء کو ثانی اور ثانی جزء کو اوّل کر دینے کا نام عکس مستوی ہے لیکن صدق و کذب کے بقاء کے ساتھ جیسے کل انسان حیوان کا عکس مستوی بعض الحیوان انسان آئے گا اور لاشیٔ من الانسان بحجر کا عکس مستوی لاشیٔ من الحجر بانسان آئے گا۔

② قضیہ کے جزء اوّل و جزء ثانی کی مراد:۔ قضیہ کے جزء اول و ثانی سے قضیہ کے اجزاء ذکریہ مراد ہیں نہ کہ اجزاء حقیقیہ کیونکہ حقیقت میں تو اوّل جزء ذات موضوع ہے اور ثانی جزء وصف محمول ہے اور ان میں عکس نہیں ہوسکتا کیونکہ عکس کی وجہ سے ذاتِ موضوع وصفِ محمول اور وصفِ محمول ذاتِ موضوع نہیں بن سکتے اور عکس اجزاء وذکریہ میں ہوتا ہے یہ بھی دو ہیں وصف موضوع و ذات موضوع۔ چنانچہ عکس میں ذاتِ محمول قضیہ کا موضوع ہوتی ہے اور وصف موضوع قضیہ کا محمول ہوتا ہے اور تبدیل کرنے کا مطلب یہ ہے ذکر میں موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع کر دیا جائے۔

③ موجہات سالبہ کے عدم عکس والے قضایا:۔ بسائط میں سے وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، مطلقہ عامہ، اور ممکنہ عامہ کا عکس نہیں آتا ہے اور مرکبات میں سے وقتیہ منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لادائمہ، ممکنہ خاصہ کا عکس نہیں آتا ہے۔

الشق الثانی ..... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔

مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو، ممکنۃ خاصہ، ممکنہ عامہ، مشروطہ عامہ، مشروطہ خاصہ، معدولۃ الطرفین، قضیہ محصلہ۔

جواب ..... مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ مانعۃ الجمع: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزء میں صرف صدق کے لحاظ سے منافات کا حکم ہو یعنی دونوں جزء کا اجتماع ممتنع ہو اور کذب کے لحاظ سے منافات کا حکم نہ ہو یعنی دونوں کا ارتفاع ہوسکتا ہو جیسے **امّا یکون هٰذا الشیئ حجرا او شجرًا** یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک ہی چیز درخت بھی ہو اور پتھر بھی ہو البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ چیز نہ درخت ہو اور نہ پتھر ہو بلکہ انسان ہو۔

مانعۃ الخلو: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے دونوں جزء میں صرف کذب کے اعتبار سے منافات ہوں یعنی دونوں مرتفع نہ ہوسکتے ہوں لیکن جمع ہوسکتے ہوں جیسے **امـا ان یکون زید فی البحر واما ان لا یغرق** اس میں دونوں جزء مرتفع نہیں ہوسکتے کہ زید دریا میں نہ ہو اور ڈوب جائے البتہ دونوں جمع ہوسکتے ہیں کہ زید دریا میں بھی ہو اور ڈوبے بھی نہ، بلکہ تیرا کی کر رہا ہو۔

ممکنہ خاصہ: وہ قضیہ موجہہ مرکبہ ہے جس میں جانبین (نسبتِ موافق ونسبتِ مخالف) میں ضرورۃ مطلقہ کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جس کی نہ جانب وجود ضراری ہو اور نہ جانبِ عدم ضروری ہو جیسے **بـالامکان الخاص کل انسان ضاحك وبالامکان الخاص لاشیئ من الانسان بضاحك**۔ مشروطہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں محمول کا ثبوت موضوع کیلئے یا محمول کا سلب موضوع سے ضروری ہو جب تک کہ ذات موضوع وصفِ موضوع کے ساتھ متصف ہو جیسے **کـل کـاتـب متحرك الاصابع بالضرورة مادام کاتبا**، اس میں کاتب کے لئے حرکت اصابع کا حکم لگایا گیا ہے جب تک یہ کاتب رہے گا۔

ممکنہ عامہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ جس میں جانب مخالف کے ضروری ہونے کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے **کل نار حارة بالامکان العلم**۔

مشروطہ خاصہ: وہ قضیہ مشروطہ عامہ ہے جس کو لا دوام ذاتی کی قید سے مقید کیا گیا ہے جیسے **بـالـضـرورة کل کاتب متحرك الاصابع مادام کاتبا لا دائما، بالضرورة لاشیئ من الکاتب بساکن الاصابع مادم کاتبا لادائما**۔

معدولۃ الطرفین: وہ قضیہ جس میں حرفِ سلب موضوع اور محمول میں سے ہر ایک کا جزء ہو جیسے **اللاحی جمـاد، اللاحی لیس بعالم**۔

قضیہ محصلہ: وہ قضیہ غیر معدولہ ہے جسمیں حرفِ سلب نہ موضوع کا جزء ہو اور نہ محمول کا جزء ہو اور وہ قضیہ موجبہ ہو جیسے **زید عالم**۔

03136357973 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾(دروس البلاغة) ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل.....وينقسم (التشبيه) باعتبار الطرفين أيضًا الى ملفوف ومفروق ۔(ص۱۰۲۔امدادیہ)

تشبیہ ملفوف اور مفروق میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے مثالوں سے واضح کریں۔

جواب ..... تشبیہ ملفوف ومفروق کی وضاحت مع امثلہ:۔ تشبیہ کی طرفین کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ① ملفوف ② مفروق۔

تشبیہ ملفوف: وہ تشبیہ ہیں جس میں اولاً دو یا زیادہ مشبہ اکٹھے لائے جاتے ہیں پھر اسی طور پر مشبہ بہ لائے جاتے ہیں جیسا کہ امرؤالقیس شاعر کے اس شعر میں ہے: كَأَنَّ قُلُوْبَ الطَّيْرِ رَطْبًا وَيَابِسًا لدىٰ وَكْرِهَا الْعُنَّابُ وَالْحَشَفُ الْبَالِيْ

(عقاب کے گھونسلے کے قریب پرندوں کے گرے ہوئے تازہ وخشک قلوب ایسے لگتے ہیں گویا کہ وہ عناب اور باسی وردّی چھوہارے ہیں اس شعر میں شاعر نے قلوب طیر کو یعنی رطب طری کو عناب اور قلب یا بس کو تمر ردی سے تشبیہ دی ہے مشبہ رطب و یابس میں بھی تعدد ہے اسی طرح مشبہ بہ عناب اور تمر ردی میں بھی تعدد ہے)۔

تشبیہ مفروق: وہ تشبیہ ہے جس میں پہلے ایک مشبہ وایک مشبہ بہ کو لایا جاتا ہے پھر اس طور پر کئی مشبہ اور کئی مشبہ بہ لائے جاتے ہیں جیسا کہ شاعر کا قول ہے: اَلنَّشْرُ مِسْكٌ وَالْوُجُوْهُ دَنَا نِيْرٌ وَاَطْرَافُ الْاُكُفِّ عَنَمْ

(ان عورتوں کی مہک کستوری ہے اور ان کے چہرے دینار کی طرح ہیں اور ان کی انگلیاں عنم کے درخت کی مثل ہیں جن کے پھول سرخ اور ڈالیاں نرم و نازک ہیں)۔اس شعر میں تین تشبیہات کا ذکر ہے اور ہر مشبہ کے ساتھ ہی اس کا مشبہ بہ بھی مذکور ہے (النشر مسكٌ، الوجوه دنانير، اطراف الاكف عنم)۔

﴿الورقة السادسة : فى المنطق﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... والفرق بين الاعتبارين ظاهر فانه لو لم يوجد شيئ من المربعات فى الخارج يصح ان يقال كل مربع شكل بالاعتبار الاول دون الثانى ولو لم يوجد شيئ من الاشكال فى الخارج الا المربع يصح ان يقال كل شكل مربع بالاعتبار الثانى دون الاوّل۔ ترجمہ کریں، قضیہ حقیقیہ اور خارجیہ کی تعریف اور ان میں فرق مثال سے واضح کریں، قضیہ حقیقیہ خارج میں وجودِ موضوع کا تقاضا کرتا ہے؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) قضیہ حقیقیہ وخارجیہ کی تعریف اور فرق مع مثال (۳) قضیہ حقیقیہ کی خارج میں وجودِ موضوع کے تقاضے کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ دونوں اعتبار میں فرق ظاہر ہے اس لئے کہ مربعات میں سے اگر کوئی شیئ خارج میں موجود نہ ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر مربع شکل ہے پہلے اعتبار سے نہ کہ دوسرے اعتبار سے اور اگر خارج میں کوئی شکل نہ پائی جائے سوائے مربع کے تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر شکل مربع ہے ثانی اعتبار سے نہ کہ پہلے اعتبار سے۔

② قضیہ حقیقیہ وخارجیہ کی تعریف اور فرق مع مثال:۔ قضیہ محصورہ موجبہ کلیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ① حقیقہ: وہ قضیہ موجبہ کلیہ جو بحسب الحقیقت معتبر ہو یعنی اس میں حکم حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ ② خارجیہ: وہ قضیہ موجبہ کلیہ جو بحسب الخارج معتبر ہو یعنی اس میں حکم خارج کے اعتبار سے ہوتا ہے۔اس تعریف سے دونوں میں فرق بھی معلوم ہو گیا کہ حقیقہ میں حکم حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور خارجیہ میں حکم خارج کے اعتبار سے ہوتا ہے مثلاً اگر خارج میں کوئی شکل مربع موجود نہ ہو تو "كل مربع شكل" یہ قضیہ خارج میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے حقیقیہ ہو کر تو صادق ہوگا مگر خارجیہ ہو کر صادق نہ ہوگا اور اگر خارج میں موجود شکلیں مربع ہی ہوں تو "كل

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

شکل مربع "خارج میں موجود ہونے کی وجہ سے خارجیہ ہوکر تو صادق ہوگا مگر حقیقیہ ہوکر صادق نہ ہوگا۔(الدرر السنیہ ص ۲۹۳)

③ قضیہ حقیقیہ کی خارج میں وجودِ موضوع کے تقاضے کی وضاحت:۔ قضیہ حقیقیہ اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس کے موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں یعنی قضیہ حقیقیہ کے صادق ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کے انواع کے افراد خارج میں موجود ہوں بلکہ اس میں تعمیم ہے خواہ اس کے موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں یا موجود نہ ہوں بلکہ ممکنہ مفروضۃ الوجود ہوں پس اگر قضیہ حقیقیہ کے موضوع کے افراد خارج میں موجود نہ ہوں تو پھر حکم صرف افراد ممکنہ مفروضۃ الوجود پر ہوگا اور اگر اس کے موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں تو پھر حکم صرف افراد فی الخارج پر بند نہیں ہوگا بلکہ حکم افراد موجود فی الخارج پر بھی ہوگا اور افراد ممکنہ مفروضۃ الوجود پر بھی ہوگا بخلاف قضیہ خارجیہ کے کہ وہ خارج میں وجود موضوع کا تقاضا کرتا ہے یعنی قضیہ خارجہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے موضوع کے افراد خارج میں موجود ہوں یعنی قضیہ خارجیہ کے صادق ہونے کے لئے اس کے موضوع کے افراد کا خارج میں موجود ہونا ضروری ہے لہٰذا قضیہ خارجیہ میں حکم صرف افراد موجودہ فی الخارج پر ہوگا۔

الشق الثانی..... **الفصل الثالث: فی مباحث الکلی والجزئی، وھو خمسة ، الاول:الکلی قد یکون ممتنع الوجود فی الخارج لالنفس مفھوم اللفظ کشریك الباری عزاسمه وقدیکون ممکن الوجود ولکن لایوجد کالعنقاء.....**

کلی اور جزئی کی تعریفات، وجہ تسمیہ اور مثالیں تحریر کریں۔ **وھو خمسة** میں ضمیر کا مرجع ذکر کریں۔ وجود خارجی کے اعتبار سے کلی کی اقسام مع امثلہ ذکر کریں۔(ص ۱۰۴۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) کلی وجزئی کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع امثلہ (۲) ھو ضمیر کا مرجع (۳) وجود خارجی کے اعتبار سے کلی کی اقسام مع امثلہ۔

جواب..... ① کلی وجزئی کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع امثلہ:۔ کلی: وہ مفہوم ہے جس کا نفس تصور اسمیں شرکت سے مانع نہ ہو۔

جزئی: وہ مفہوم ہے کہ اس کا نفس تصور اس میں شرکت سے مانع ہو اوّل کی مثال جیسے انسان اس میں شرکت ممتنع نہیں ہے اور ثانی کی مثال جیسے زید اس میں زید کے ساتھ شرکت ممتنع ہے۔

وجہ تسمیہ: کلی عام طور پر جزی کا جزء ہوتی ہے اور جزی عام طور پر کلی کا کل ہوتی ہے جیسے انسان اپنی جزی زید کا جز ہے کیونکہ زید ماہیت انسانی مع التشخص کا نام ہے لہٰذا انسان زید کا جزء اور زید انسان کا کل ہوا۔ اور شئ کا کلی ہونا جزی کے اعتبار سے اور جزی ہونا کلی کے اعتبار سے ہوتا ہے اور جب کلی منسوب ہوگی جزی کی طرف جو کل ہے تو جو کل کی طرف منسوب ہو وہ کلی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو کلی کہتے ہیں اور جزی منسوب ہے کلی کی طرف جو جزء ہے اور منسوب الیٰ الجزء جزئی ہوتی ہے اسلئے اس کو جزی کہتے ہیں۔

② ھو ضمیر کا مرجع:۔ اس میں ضمیر کا مرجع بحث ہے یعنی اس فصل میں کلی وجزئی کے متعلق پانچ بحثیں ہوں گی۔

③ وجودِ خارجی کے اعتبار سے کلی کی اقسام مع امثلہ:۔ وجود خارجی کے اعتبار سے کلی کی چھ قسمیں ہیں: ① وہ کلی ممتنع الوجود ہو جیسے شریک باری تعالیٰ خارج میں اس کا وجود ممتنع ہے ② وہ کلی ممکن الوجود ہو مگر خارج میں اسکا کوئی فرد نہ ہو جیسے عنقاء پرندہ، اسکا وجود ممکن ہے مگر خارج میں اسکا کوئی فرد نہیں ہے ③ وہ کلی ممکن الوجود ہو مگر خارج میں اس کا صرف ایک فرد ہو دوسرا فرد ممتنع ہو جیسے وجودِ باری تعالیٰ اس کا خارج میں صرف ایک ہی فرد ہے دوسرا فرد ممتنع ہے ④ وہ کلی ممکن الوجود ہو خارج میں اس کا صرف ایک فرد ہو اور دوسرے کا امکان بھی ہو جیسے سورج خارج میں اس کا ایک ہی فرد ہے البتہ دوسرے کا امکان ضرور ہے ⑤ اس کلی کے خارج میں کثیر افراد ہوں جو لامتناہی ہوں جیسے معلومات باری تعالیٰ اس کی حد وانتہاء نہیں ہے ⑥ اس کلی کے خارج میں کثیر افراد پائے جائیں اور وہ افراد متناہی ہوں جیسے کواکب سیارہ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل.....**اقول الرسالة مرتبة علی مقدمة و ثلاث مقالات و خاتمة، امّا المقدمه ففی.... اما المقالات فثلاث: فاولیٰها فی.... و الثانیة فی.... و الثالثة فی.... و امّا الخاتمة ففی.... و انّما رتّبها علیه لانّ....**

کتاب کا مقدمہ، تین مقالات اور خاتمہ کن چیزوں پر مشتمل ہے؟ وضاحت کریں۔ کتاب کے ان مباحث پر ترتیب کی وجہ حصر بیان کریں۔ شارح کے قول (**وفیه نظر لانّ قوله الشروع فی العلم یتوقف علی تصوره، اِن اراد به التصور بوجه ما فمسلّم لٰکن لایلزم منه انّه لابدّ من تصوّره برسمه، فلا یتمّ التقریب**) کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مباحثِ کتاب کی وضاحت ② مذکورہ مباحث پر ترتیب کی وجہ حصر ③ **وفیه نظر لانّ قوله الشروع فی العلم یتوقف علی تصوره الخ** کی وضاحت۔

جواب..... ① مباحثِ کتاب کی وضاحت:۔ مقدمہ: ماہیتِ منطق، ضرورت وموضوعِ منطق کے بیان میں ہے۔

پہلا مقالہ: مستقلا مفردات اور تبعا مرکبات ناقصہ کے بیان میں ہے۔ دوسرا مقالہ: قضایا اور ان کے احکام کے بیان میں ہے۔

تیسرا مقالہ: قیاس کے بیان میں ہے۔ خاتمہ: قیاس کے مواد اور اجزاءِ علوم پر مشتمل ہے۔

② مذکورہ مباحث پر ترتیب کی وجہ حصر:۔ وہ امور جن کا جاننا علمِ منطق میں ضروری ہے وہ دو حال سے خالی نہیں، شروع فی العلم ان پر موقوف ہوگا یا نہیں ہوگا، اگر شروع فی العلم ان پر موقوف ہو تو وہ مقدمہ ہے، اور اگر شروع فی العلم ان پر موقوف نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، ان میں مفردات کا بیان ہوگا یا مرکبات کا بیان ہوگا، اگر مفردات کا بیان ہو تو یہ مقالہ اولیٰ ہے، اور اگر مرکبات کا بیان ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، ان میں مرکبات غیر مقصودہ بالذات سے بحث ہوگی یا مرکبات مقصودہ بالذات سے بحث ہوگی، اگر مرکبات غیر مقصودہ بالذات سے بحث ہو تو یہ مقالہ ثانیہ ہے، اور اگر مرکبات مقصودہ بالذات سے بحث ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، مرکبات مقصودہ بالذات سے من حیث الصورۃ بحث ہوگی یا من حیث المادہ بحث ہوگی، اگر مرکبات مقصودہ بالذات سے من حیث الصورۃ بحث ہو تو یہ مقالہ ثالثہ ہے اور اگر مرکبات مقصودہ بالذات سے من حیث المادہ بحث ہو تو یہ خاتمہ ہے۔

③ **وفیه نظر لانّ قوله الشروع فی العلم یتوقف علی تصوره الخ** کی وضاحت:۔ تصورِ علم پر شروع فی العلم کے موقوف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی علم کو شروع کرنے والے کو اس علم کا تصور نہ ہو تو وہ مجہول مطلق کا طلبگار ہوگا اور مجہول مطلق کی طلب محال ہے، کیونکہ نفس کا مجہول مطلق کی طرف متوجہ ہونا ممتنع ومحال ہے۔

اس کلام پر اعتراض کیا گیا ہے جس کو شارحؒ ذکر کرتے ہیں کہ تصورِ علم میں تصور سے کیا مراد ہے؟ تصور بوجہ مّا مراد ہے یا تصور برسمہ مراد ہے؟ اگر تصور بوجہ مّا مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ شارع فی العلم کو شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور بوجہ مّا حاصل نہ ہو تو مجہول مطلق کی طلب لازم آئے گی، یہ ملازمہ تو مسلّم ہے مگر تقریب تام نہیں یعنی دلیل دعوی کے مطابق نہیں، اسلئے کہ یہاں یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور برسمہ حاصل ہونا ضروری ہے اور دلیل سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور بوجہ مّا حاصل ہونا ضروری ہے، گویا دعوی خاص ہے اور دلیل عام ہے۔ اور اگر تصور سے تصور برسمہ مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ شارع فی العلم کو شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور برسمہ حاصل نہ ہو تو مجہول مطلق کی طلب لازم آئے گی، اس صورت میں ملازمہ ہی مسلّم نہیں ہے، اسلئے کہ مجہول مطلق کی طلب اس وقت لازم آتی ہے جب شارع کو شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور بوجہ مّا حاصل نہ ہو، اور شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور برسمہ حاصل نہ ہونے سے تصور بوجہ مّا کا حاصل نہ ہونا ممتنع ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی شخص کو کسی چیز کے متعلق تصور برسمہ حاسل نہ ہو مگر تصور بوجہ مّا حاصل ہو اسلئے تصور بوجہ مّا عام ہے اور تصور

0313 6357 ... maktabazakariyamultan@gmail.com

برسمہ خاص ہے، اور خاص کے حاصل نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عام بھی حاصل نہ ہو کیونکہ خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

فالاولیٰ سے شارح نے جواب دیا کہ تصور سے مراد تصور برسمہ ہے۔ باقی یہ کہنا کہ یہ ملازمہ ہی مسلّم نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شروع فی العلم کے دو معانی ہیں: مطلق شروع فی العلم اور شروع فی العلم علی وجہ البصیرت۔ اور یہاں مطلق شروع فی العلم مراد نہیں ہے بلکہ شروع فی العلم علی وجہ البصیرۃ مراد ہے جو کہ مقید ہے۔ اور شروع فی العلم علی وجہ البصیرۃ کا تصور برسمہ پر موقوف ہونا ظاہر ہے، اسلئے کہ جس شخص کو شروع فی العلم علی وجہ البصیرۃ سے پہلے اس علم کا تصور برسمہ حاصل ہو وہ اس علم کے تمام مسائل سے اجمالی طور پر واقف ہوگا، حتی کہ اگر اس کو اس علم کا کوئی مسئلہ پیش کیا جائے گا تو اسکو معلوم ہو جائے گا کہ یہ مسئلہ اس علم کے متعلق ہے یا نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تصور سے تصور بوجہ مّا بھی مراد ہو سکتا ہے۔ باقی یہ اعتراض کہ تقریب تام نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تصور بوجہ مّا عام ہے اور تصور برسمہ خاص ہے، اور عام کسی فردِ خاص کے ضمن میں ہی پایا جاتا ہے اور فاعلِ مختار کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ عام کا کسی فردِ خاص میں اعتبار کر لے، تو شارح نے بھی تصور بوجہ مّا کا تصور برسمہ کے ضمن میں اعتبار کیا ہے۔ لہٰذا شروع فی العلم سے تصور بوجہ مّا کا مقدم ہونا یہ تصور برسمہ کا ہی مقدم ہونا ہے۔ اور تصور بوجہ مّا کے مقدم ہونے کے ثبوت سے تصور برسمہ کا مقدم ہونا ثابت ہو گیا اور تقریب بھی تام ہو گئی۔ (الدرر السنیۃ: ۲۹)

الشق الثانی ..... **اِنَّ اَبْهٰى دُرَرٍ تُنْظَمُ بِبَنَانِ الْبَيَانِ وَاَزْهَرَ زَهْرٍ تُنْثَرُ فِيْ اَرْدَانِ الْاَذْهَانِ حَمْدُ مُبْدِعٍ اَنْطَقَ الْمَوْجُوْدَاتِ بِاٰيَاتِ وُجُوْبِ وُجُوْدِهٖ وَشُكْرُ مُنْعِمٍ اَغْرَقَ الْمَخْلُوْقَاتِ فِيْ بِحَارِ اِفْضَالِهٖ وَجُوْدِهٖ۔**

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت میں مذکور استعارات واضح کریں۔ متن و شرح کا نام اور ماتن و شارح کا مختصر تعارف تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت میں مذکور استعارات کی وضاحت (۴) متن و شرح کا نام اور ماتن و شارح کا تعارف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ بیشک ان موتیوں میں سے جو پروئے جاتے ہیں بیان کے پوروں کے ساتھ خوبصورت ترین موتی اور ان کلیوں میں سے جو بکھیری جاتی ہیں ذہنوں کی آستینوں میں بہترین کلی وہ حمد کرنا ہے ایسے پیدا کرنیوالے کی جس نے گویا بنا دیا تمام موجودات کو اپنے واجب الوجود ہونے کی نشانیوں کے ساتھ اور شکر کرنا ہے ایسے انعام کرنے والے کا جس نے ڈبو دیا تمام مخلوقات کو اپنے احسان اور سخاوت کے سمندروں میں۔

③ عبارت میں مذکور استعارات کی وضاحت:۔ "**اِنَّ اَبْهٰى دُرَرٍ تُنْظَمُ**" اس عبارت میں کلمات کو **دُرَرٍ** کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ کلمات مشبہ اور **دُرَرٌ** مشبہ بہ ہے۔ مشبہ بہ کو ذکر کیا ہے اور مشبہ کا ارادہ کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ مصرحہ ہوا۔ **بهاء** (خوبصورت ہونا) یہ **دُرَرٌ** کو لازم ہے اور **دُرَرٌ** یہ مشبہ بہ ہے اس کے لازم کو مشبہ یعنی کلمات کیلئے ثابت کیا گیا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا۔ **نظم** پرونا یہ **دُرَرٌ** (مشبہ بہ) کے مناسب ہے اس کو مشبہ (کلمات) کیلئے ثابت کیا گیا ہے لہٰذا یہ استعارہ ترشیحیہ مرشحہ ہوا۔

"**بِبَنَانِ الْبَيَانِ**" اس میں بیان کو **اصابع** (انگلیوں) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ قرینہ **بنان** ہے کیونکہ پورے انگلیوں کے ہوتے ہیں اصابع مشبہ بہ ہے اور بیان مشبہ ہے، مصنف نے مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ کا ارادہ کیا لہٰذا یہ استعارہ بالکنائیہ ہوا۔ **بنان** (پورے) یہ انگلیوں کو لازم ہیں۔ ان کو (مشبہ بہ کے لازم کو) مشبہ (**بیان**) کیلئے ثابت کیا جا رہا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا اور نظم یعنی پرونا انگلیوں کے مشبہ بہ کے لئے مناسب ہے اس کو (مشبہ) یعنی بیان کے لئے ثابت کیا جا رہا ہے لہٰذا یہاں استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

"**اَزْهَرَ زَهْرٍ تُنْثَرُ**" اس عبارت میں **زهر** یہ مشبہ بہ ہے اور کلمات مشبہ ہیں۔ مصنفؒ نے مشبہ بہ کو ذکر کیا ہے اور مشبہ یعنی کلمات کا ارادہ کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ مصرحہ ہوا اور **اِزْهَارَ** (کھلنا) یہ **زهر** (کلی) کو لازم ہے، مصنف نے مشبہ بہ کے لازم (**اِزْهَار**) کو مشبہ یعنی

0313 6317913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کلمات کیلئے ثابت کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا۔ اور **نثر** بکھرنا یہ کلی (**زھر**) کے مناسب ہے اور زہر کے مناسب یعنی نثر کو مشبہ یعنی کلمات کیلئے ثابت کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔ **"بِحَارِ اِفْضَالِهٖ وَجُوْدِهٖ"** اس میں مصنفؒ نے **افضال** اور **جود** کو تشبیہ دی ہے پانی کے ساتھ۔ یہاں مصنفؒ نے مشبہ یعنی **افضال** اور **جود** بول کر افضال اور جود ہی مراد لیا لہٰذا یہ استعارہ بالکنایہ ہوا اور بحر (وسعت) مشبہ بہ (پانی) کو لازم ہے لہٰذا یہاں مصنفؒ نے مشبہ بہ کے لوازمات میں سے ایک لازم کو مشبہ یعنی افضال اور جود کیلئے ثابت کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ تخییلیہ ہوا اور ڈبونا یہ مشبہ بہ (پانی) کے مناسب ہے یہاں مصنفؒ نے مشبہ بہ کے مناسبات میں سے ایک مناسب کو مشبہ یعنی جود اور افضال کیلئے ثابت کیا ہے لہٰذا یہ استعارہ ترشیحیہ ہوا۔

❹ متن وشرح کا نام اور ماتن وشارح کا تعارف:۔ متن کا نام **الرسالة الشمسیه** اور شرح کا نام **تحریر القواعد المنطقیه فی شرح الرسالة الشمسیه** ہے۔

ماتن کا تعارف: نام علی بن عمر بن علی، کنیت ابوالحسن، لقب نجم الدین، نسبت کاتبی وقزوینی ہے۔ تاریخ وفات ۶۷۵ھ ہے الرسالۃ الشمسیہ کے علاوہ جامع الدقائق فی کشف الحقائق، عین القواعد، بحر القواعد فی شرح عین القواعد، کشف الاسرار فی شرح غوامض الافکار، حکمۃ العین، المنصص فی شرح الملخص وغیرہ آپ ہی کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔

شارح کا تعارف: نام محمد بن محمد رازی ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی اور صاحب کشف الظنون نے ان کا نام "محمود" بتایا ہے۔ ابوعبداللہ کنیت ہے۔ قطب الدین تحتانی لقب ہے، رازی "ری" کی طرف منسوب ہے جو بلاد "دیلم" کا ایک شہر ہے۔ قطب الدین رازی نے اپنے بلاد میں رہ کر ہی علوم شرعیہ اور علوم عقلیہ کی تحصیل کی، مختلف بزرگوں سے استفادہ کے بعد دمشق چلے گئے، پوری زندگی وہیں گزاری۔ علامہ تاج الدین سبکی ان کی تعریف کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں **"اما م مبرزفی المعقولات اشتهر اسمه وبعد صیتـه"** یعنی معقولات میں چوٹی کے امام تھے، آپ کا نام مشہور ہو گیا اور دور دراز علاقہ تک آپ کی شہرت پھیل گئی تھی چنانچہ جب وہ ۷۶۳ھ میں دمشق پہنچے اور ہم نے ان سے بحث ومباحثہ کیا تو منطق وحکمت میں امام اور معانی وبیان وعلم تفسیر کا بہترین عالم پایا (طبقاتِ کبری) حافظ ابن کثیرؒ ان کی تعریف میں فرماتے ہیں **"احد المتکلمین العالمین بالمنطق"**۔

درس وتدریس میں آپ کو بہت مہارت تھی، مشکل ترین مباحث کو بالکل آسان کر کے بیان کرتے تھے آپ کے تلامذہ آسمان علم کے آفتاب وماہتاب بن کر نمودار ہوئے۔ سعد الدین تفتازانی جیسی شخصیت نے آپ سے استفادہ کیا ہے اور محقق وقت علامہ جلال الدین دوانی بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ میر سید شریف جرجانی بھی آپ کے پاس استفادہ کے لئے حاضر ہوئے تھے لیکن چونکہ قطب الدین رازی اس وقت بہت ضعیف ہو چکے تھے اس لئے انہیں استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔

وفات: ایک قول کے مطابق آپ نے چوہتر سال کے لگ بھاگ عمر پائی۔ ۶ ذیقعدہ ۷۶۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔

تصانیف: ① لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار، منطق وحکمت میں بہت مفید کتاب ہے۔ ② محاکمات شرح اشارات، محقق نصیر الدین طوسی اور امام فخر الدین رازی نے شیخ بوعلی ابن سینا (متوفی ۴۲۸ھ) کی کتاب "الاشارات والتنبیهات" کی شرح لکھی ہے اور صاحب کتاب پر نقض، معارضہ، بحث ومباحثہ اور بہت کچھ لے دے کی ہے، اسی لئے بعض حضرات نے فخر الدین رازی کی شرح کو "جرح" سے تعبیر کیا ہے۔ قطب الدین رازی نے فخر الدین رازی کے کلام پر کچھ اعتراضات وابحاث جمع کر کے قطب الدین شیرازی کو دکھائے، آپ نے فرمایا **"التعقب علی صاحب الکلام الکثیر یسیر وانما اللائق بك ان تکون حکما بینه وبین النصیر"** تو اس پر آپ نے "محاکمات" تصنیف کی۔ ③ رسالہ قطبیہ ④ حواشی کشاف (الیٰ سورہ طٰہٰ)

﴿السوال الثالث﴾(دروس البلاغة)۱٤۳۸ھ

الشق الاوّل .....اِذَااُرِيْدَ اِفَادَةُ السَّامِعِ حُكْمًا فَاَيُّ لَفْظٍ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْهِ فَالْاَصْلُ ذِكْرُهٗ، وَاَيُّ لَفْظٍ عُلِمَ مِنَ الْكَلَامِ لِدَلَالَةِ بَاقِيْهِ عَلَيْهِ فَالْاَصْلُ حَذْفُهٗ وَاِذَا تَعَارَضَ هٰذَانِ الْاَصْلَانِ فَلَا يُعْدَلُ عَنْ مُقْتَضٰى اَحَدِهِمَا اِلٰى مُقْتَضَى الْاٰخَرِ اِلَّا لِدَاعٍ، فَمِنْ دَوَاعِي الذِّكْرِ ۔(ص۳۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور عبارت کا مطلب بیان کریں۔ دواعی ذکر کو بمع امثلہ مختصراً ذکر فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مطلب (۴) دواعی ذکر کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا**۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ جب سامع کو کسی حکم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ کیا جائے تو جو لفظ اپنے معنی پر دلالت کرے تو اصل اس کا ذکر کرنا ہوگا۔ اور جو لفظ کلام سے سمجھا جائے کلام کے بقیہ حصہ کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے تو اصل اس کا حذف کرنا ہوگا اور جب یہ دونوں اصل ایک دوسرے سے متعارض ہوگئے تو ایک کے مقتضاء سے دوسرے کے مقتضاء کی طرف بغیر کسی داعی وسبب کے عدول نہیں کیا جاسکتا۔ بس ذکر کے دواعی میں سے۔

③ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں دواعیِ ذِکر و دواعیِ حذف کو بیان کرنے کی تمہید ہے کہ کسی کلام میں مسند یا مسند الیہ، مفعولات یا دیگر قیودات کو ذکر کرنا یا حذف کرنا دونوں امر ہی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ بالفاظِ متن جو لفظ ایسا ہو کہ وہ اپنا معنی بتلائے تو اصل اس کو ذکر کرنا ہے اور جو لفظ کلام سے خود ہی سمجھا جائے بقیہ کلام کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے تو اصل اس کو حذف کرنا ہے۔ جب یہ دونوں اصل (ذکر و حذف کرنا) باہم متعارض ہیں تو کسی داعی وسبب کے بغیر ہم ایک کے مقتضیٰ کو چھوڑ کر دوسرے کے مقتضیٰ پر عمل نہیں کر سکتے۔ اس لئے دونوں کے دواعی واسباب کو جاننا ضروری ہے۔

④ دواعی ذکر کی وضاحت مع امثلہ:۔ ① وضاحت وپختگی: وضاحت اور پختگی سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی کلام کے مخصوص لفظ کو ذکر نہ بھی کیا جائے تب بھی وہ کلام پختہ اور واضح ہو مگر اس مخصوص لفظ کو ذکر کرنے کی وجہ سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس کی وضاحت اور پختگی میں مزید اضافہ ہو جائے گا جیسے **اولٰئك علٰى هدىً من ربهم واولٰئك هم المفلحون** یہاں اگر دوسرا **اولٰئك** ذکر نہ کیا جاتا تو بھی اصل معنیٰ اور مراد تو حاصل ہو ہی جاتی۔ کہ وہ لوگ من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں اور وہ بامراد و کامیاب ہیں۔ دیکھئے یہ کلام واضح اور پختہ ہے مگر ایک اور **اولٰئك** داخل کر دیا گیا تو مزید پختگی آ گئی اور معنیٰ یہ ہو گیا کہ وہی لوگ من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں اور وہی لوگ بامراد و کامیاب ہیں کوئی اور نہیں یہاں مسند الیہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اگر اس لفظ کو حذف کیا جائے اور محذوف پر دلالت کرنے والا کوئی واضح وقوی قرینہ بھی موجود نہ ہو یا قرینہ تو واضح وقوی ہو مگر فہم سامع ضعیف وکمزور ہو۔ نتیجتاً اس کلام سے بجائے معنیٰ مرادی کے دوسرا معنیٰ غیر مرادی کا وہم ہو سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس لفظ کو ذکر کرنا ضروری ہوگا۔ جیسے مثلاً آپ اپنے مخاطب کے سامنے زید کے فضائل اور اس کی خوبیاں بیان کر رہے تھے اور اس درمیان کچھ ادھر اُدھر کی دوسری باتیں بھی ہوئیں یا اس ضمن میں کسی اور صاحب کا تذکرہ آ گیا اور زید کا تذکرہ کیسے ہوئے کافی دیر بھی ہو چکی ہے۔ پھر آپ یوں کہیں ھو نعم الصدیق وہ کیا ہی خوب دوست ہے۔ تو ممکن ہے کہ آپ کا مخاطب مذکورہ بالا وجہوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے ھو کی ضمیر کا مرجع کوئی دوسرا شخص سمجھ لے۔ مثلاً بجائے زید کے عمر یا بکر کو اچھا دوست سمجھ بیٹھے تو لہٰذا آپ کو ایسے موقع پر ھو کے مرجع یعنی زید کو ذکر کرنا ضروری ہوا اور آپ کو یوں کہنا چاہئے۔ **زيد نعم الصديق** یہاں ذکر کیا جانے والا لفظ **زید** ہے جو کلام میں مسند الیہ واقع ہوا ہے۔

0313 6257913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ تیسری وجہ سامع کی غباوت اور کم عقلی پر اشارے کنائے کے طور پر چھیڑ اور چوٹ کرنا ہے۔ جیسے ایک غبی شخص نے کسی ذکی اور دانا آدمی سے یوں پوچھا کہ **ماذا قال عمرو؟** (عمرو نے کیا کہا) اب ظاہر ہے جواب میں صرف قال کذا کہنا چاہئے تھا مگر اس کی بجائے جس مسئول عنہ کا نام سوال میں آچکا تھا اسے اپنے جواب **عمرو قال کذا** میں مکرر ذکر کرکے اس غبی مخاطب پر لطیف پیرائے میں چوٹ کردی کہ اے میرے مخاطب تو اس قدر کم عقل اور زود نسیان ہے کہ تو سوال کرکے خود اپنا مسئول عنہ بھول گیا ہوگا اسلئے مجھے پورا جواب مسئول عنہ کے تسمیہ کے ساتھ ذکر کرنا پڑا تا کہ تیرے ذہول ونسیان کا تدارک ہوسکے۔ یہاں ذکر کیا جانے والا لفظ عمرو ہے جو کلام میں مسندالیہ واقع ہورہا ہے۔

④ سامع کیلئے کلام کو اسقدر محکم و پختہ کرنا ہوتا ہے کہ جس سے اس سامع کو بجز اعتراف واقرار کے کوئی چارہ کار نہ ہو اور انکار کا ورد کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ جیسے اگر زید نے عمرو سے ایک ہزار درہم کا قرض لیا تھا اور اس کا کچھ لوگوں کی موجودگی میں اقرار واعتراف بھی کرچکا تھا کہ میں نے عمرو سے ایک ہزار درہم بطور قرض لئے تھے مگر کچھ دنوں بعد قرض خواہ عمرو نے مقروض زید سے اپنا قرضہ طلب کیا تو وہ منکر ہوگیا اور دینے سے انکار کردیا۔ اب معاملہ عدالت میں پہنچا اور **بقاعدہ البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر** عمرو مدعی سے گواہ طلب کیا گیا اور اس نے گواہ پیش کردیا اب اس گواہ سے حاکم وقاضی عدالتی وقانونی زبان میں سوال کرتے ہوئے یوں پوچھے گا کہ **ھل اقرزید ھٰذا بان علیہ الف درھم** تو اس کے جواب میں زیرک وہوشیار شاہد نے یوں کہا **نعم زید ھٰذا اقربان علیہ الف درھم** دیکھئے اگر یہ شاہد صرف **نعم** کہتا یا **نعم ھواقربان علیہ الف درھم** کہتا جب بھی بات درست اور مراد حاصل ہوجاتی مگر ان دونوں صورتوں میں کبھی کسی دوسرے وقت مدعیٰ علیہ زید کچھ حیلے اور تاویلات بعیدہ کرسکتا تھا کہ اس شاہد نے فلاں دن بوقت شہادت جو بیان دیا تھا وہ سچا تو ہے مگر اس نے میرا نام زید نہیں لیا یا ھو سے مراد میں نہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص کسی اور نام کا یا میرے ہی ہم نام کا نام لیا تھا، مگر اس سے مراد میں نہیں بلکہ فلاں زید بن فلاں مراد تھا۔ اس انکار کے موقعہ اور امکان کو ختم کرنے کیلئے اس شاہد نے زید ھذا کا لفظ بڑھا کر دوسرے سارے احتمالات کا دفعیہ کردیا اور مقروض مدعیٰ علیہ زید کو پوری طرح اپنے شکنجے میں کس لیا۔

⑤ کبھی کسی لفظ کو استعجاب وحیرت کے اظہار کے مقصد سے ذکر کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کلام کا مضمون اور حکم نادر اور انوکھا ہو جیسے ایک شخص سے کسی نے پوچھا **ھل علیٌّ یقاوم الاسد کیا علی شیر** سے مقابلہ کررہا ہے۔ تو مجیب نے جواب دیا **علیٌّ یقاوم الاسد علی شیر** سے مقابلہ کررہا ہے۔ دیکھیے علی کا ذکر اسم ظاہر کی شکل میں سائل کے سوال میں آچکا تھا اب مجیب کے لئے اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا کہ **نعم یانعم ھویقاوم الاسد** مگر اس نے بجائے ضمیر کے اسم ظاہر لاکر اپنے تعجب کا اظہار کرنا چاہا ہے کہ ہاں بھائی صورت واقعہ اور حقیقت حال ایسی ہی ہے کہ علی ہی شیر سے نبرد آزما ہورہا ہے۔ چاہے مجھے یا آپ کو کتنا ہی تعجب کیوں نہ ہو۔ یہاں بھی سابقہ مثالوں کی طرح ذکر کیا جانے والا لفظ کلام میں مسندالیہ واقع ہورہا ہے۔

⑥ کبھی کسی لفظ کے عظمت یا حقارت کے معنیٰ ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا جاتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ لفظ عظمت یا حقارت کا مفہوم ومعنیٰ ادا کرنے والا بھی ہو جیسے اگر کسی نے آپ سے یوں پوچھا **ھل رجع القائد** کیا امیر لشکر جہاد سے فارغ ہوکر واپس آگئے۔ اب اگر آپ کو نہ صرف ان کے آنے کی خبر دینا ہے بلکہ یہ بھی بتانا ہے کہ انہیں اس معرکے میں فتح ونصرت بھی حاصل ہوئی ہے اور آپ ان کی عظمت بیان کرنا چاہتے ہیں تو یوں جواب دیں گے۔ **رجع المنصور** فتح یاب امیر لوٹے۔ دیکھئے یہاں اگر آپ اپنے جواب میں صرف **نعم** کہتے یا **نعم رجع** یا **نعم رجع الامیر** کہتے تو بھی آپ کیلئے درست تھا کیونکہ سوال میں تو اسم ظاہر آہی چکا ہے۔ اب اس کیلئے ضمیر لانا چاہئے تھا یا اسی اسم ظاہر کو دوبارہ لے آتے تب بھی صحیح تھا مگر ان صورتوں میں صرف واپسی کا حکم بیان ہوتا اور اس حکم سے زائد امیر کی عظمت بتانے کا مقصد حاصل نہ ہوتا۔ اب آپ نے جو **المنصور** کی شکل میں اسم ظاہر ذکر کیا اس سے اصل حکم کے ساتھ ایک زائد معنیٰ تعظیم کا بھی ادا ہوگیا اس پر دوسری مثال **رجع المھزوم** کو بھی قیاس کرلیجئے جو تحقیر کا معنیٰ ادا کرتی ہے۔ ان دونوں مثالوں میں ذکر کیا جانے والا لفظ **المنصور** اور **المھزوم** ہے جو ان مثالوں میں مسندالیہ واقع ہورہے ہیں۔

0313 5357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....قصر کی تعریف اور طرقِ قصر مع امثلہ تحریر کریں، قصر حقیقی واضافی کی تعریف کر کے مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) قصر کی تعریف (۲) طرق قصر مع امثلہ (۳) قصر حقیقی اور قصر اضافی کی تعریف ومثال

جواب ..... ❶ قصر کی تعریف:۔ قصر کا لغوی معنی روکنا ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہے **تخصیص شئ بشئ بطریق مخصوص** ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ قصر کے کسی ایک طریقے کے ذریعے مخصوص اور منحصر کرنا قصر ہے۔

❷ طرق قصر مع امثلہ:۔ قصر کے مشہور طرق چار ہیں ① نفی واستثناء ہو جیسے **ان ھذا الّا ملك كريمٌ** (نہیں ہے یہ مگر ایک قابل قدر فرشتہ) ② **انما** کا استعمال ہو جیسے **انما اَلْفَاهِمُ عَلِيٌّ** (سمجھدار تو علی ہی ہے) ③ **لا یا بل یالٰکن** کے ذریعہ عطف کرنا جیسے **اَنَا نَاثِرٌ لَا نَاظِمٌ** میں نثر کہنے والا ہوں نظم کہنے والا نہیں **مَا اَنَا حَاسِبٌ بَلْ كَاتِبٌ** میں حساب جاننے والا نہیں ہوں بلکہ کاتب ہوں ④ جس چیز کو کلام میں مؤخر ہونا چاہئے اس کو مقدم کرنا جیسے **اِيَّاكَ نعبد** ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔

❸ قصر حقیقی اور قصر اضافی کی تعریف ومثال:۔ قصر حقیقی: اس قصر کو کہیں گے جس میں ایک شیئ کو دوسری شیئ کے ساتھ حقیقت حال اور صورتِ واقعہ کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو جیسے کسی شہر میں ایک شخص مثلاً علی کے علاوہ کوئی دوسرا شخص انشاء پرداز نہ ہو (کاتب نہ ہو) اور حقیقت حال اور صورتِ واقعہ بھی ایسی ہی ہو تو اس وقت کہا جائے گا **لَا كاتب فی المدينة الا علی** (اس شہر میں صرف علی ہی انشاء پرداز ہے) دیکھئے اس مثال میں صرف علی کے لئے صفت کتابت کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ اس شہر کے زید، عمر، بکر، خالد وغیرہ ہر فرد سے نفی کی گئی ہے۔

قصر اضافی: اس قصر کو کہیں گے کہ جس میں ایک شیئ کو دوسری شیئ کے ساتھ کسی معین شیئ کی طرف نسبت واضافت کے اعتبار سے خاص کیا گیا ہو جیسے اگر ایک متکلم کا مخاطب علی کے بارے میں اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ بیٹھا ہوا ہے مگر یہ متکلم اس مخاطب کے اعتقاد پر رد کرنا چاہتا ہے اور اس کیلئے صفتِ قیام کا اثبات کرنا چاہتا ہے تو اس متکلم کو چاہئے کہ یوں کہے **ما علی الا قائم** کہ علی تو کھڑا ہی ہے۔ اس جملے کے ذریعے اس متکلم نے علی کیلئے ایک شیئ یعنی صفت قعود کی نفی کی ہے۔ دوسری تمام صفات کو رد نہیں کیا۔

﴿الورقة السادسة فی المنطق و البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل.....العلم اما تصور فقط و هو حصول صورة الشيئ فی العقل.

"ھو" ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ بطرز شارح بیان کیجیے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے "تصورِ فقط" کی بجائے مطلق تصور کی تعریف کیوں کی؟۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تصور کی جگہ "تصورِ سازج" کہا، کیوں کہ تصور کہنے پر دو طرح سے اعتراض ہوتا ہے، اعتراض وجواب بطرزِ شارح تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① **ھو** ضمیر کا مرجع ② مطلق تصور کی تعریف کرنے کی وجہ ③ تصورِ سازج کہنے پر ہونے والے دو اعتراض وجواب۔

جواب ..... ❶ **ھو** ضمیر کا مرجع:۔ ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں: ① تصورِ مطلق ② تصورِ فقط۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تصورِ فقط کو مرجع بنانا درست نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں **حصول صورة الشيئ فی العقل** تصورِ فقط کی تعریف ہوگی، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ تصورِ فقط کسی چیز کی صورت کا عقل میں آنا ہے، تو یہ تعریف تصورِ فقط کے مدِ مقابل وقسیم یعنی تصدیق پر بھی صادق آئے گی اس لیے کہ اس میں بھی **حصول صورة الشيئ فی العقل** ہوتا ہے (اگرچہ حکم کے ساتھ ہوتا ہے) الغرض اگر مرجع تصورِ فقط کو بنائیں تو یہ تعریف دخولِ غیر سے مانع نہ ہوگی اور تعریف کا دخولِ غیر سے مانع ہونا ضروری ہے۔ جب ضمیر کا مرجع تصورِ فقط کو بنانا محال ہے تو متعین ہو گیا کہ احتمالِ اول (تصورِ مطلق) ہی ضمیر کا مرجع ہے۔

② مطلق تصور کی تعریف کرنے کی وجہ:۔ ماتنؒ کے مطلق تصور کی تعریف کرنے کی حکمت ووجہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ لفظِ تصور کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے: ① اس تصور پر جو تصدیق کا مقابل ہے یعنی تصورِ ساذج ② اس تصور پر جو تصدیق سے عام ہے اور علم کا مرادف ہے، مقسم کا درجہ رکھتا ہے اور مطلق تصور ہے۔ اگر مصنفؒ مقام کے مقتضیٰ کے خلاف مطلق تصور کی تعریف نہ کرتے تو اس نکتہ پر تنبیہ نہیں ہوسکتی تھی۔

③ تصور کہنے پر وارد شدہ اعتراض وجواب:۔ علم کی مشہور تقسیم **العلم اما تصور أو تصديق** ہے، مصنف نے **العلم اما تصور ساذج او تصديق** کہہ کر مشہور تقسیم سے کیوں عدول کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشہور تقسیم پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں ان سے بچنے کے لیے اس سے عدول کیا ہے۔ ① علم کی مشہور تقسیم میں تصدیق سے مراد نفسِ حکم ہے یا تصور مع الحکم مراد ہے؟ اگر تصور مع الحکم مراد ہے تو اس صورت میں قسم الشیٔ کا قسیم الشیٔ ہونا لازم آئے گا کیوں کہ مشہور تقسیم میں تصور مع الحکم کو مطلق تصور کا قسیم بنایا گیا ہے، حالانکہ حقیقت میں تصور مع الحکم مطلق تصور کی ایک قسم ہے اور قسم الشیٔ کا قسیم الشیٔ ہونا باطل ہے، لہٰذا جو تقسیم امرِ باطل پر مشتمل ہو وہ بھی باطل ہے۔ اور اگر نفسِ حکم مراد ہو تو اس صورت میں قسیم الشیٔ کا قسم الشیٔ ہونا لازم آئے گا، اس لیے کہ نفسِ حکم حقیقت میں تصور کا قسیم ہے کیوں کہ تصور میں حکم نہیں ہوتا، مگر مشہور تقسیم میں اسے علم کی قسم بنا دیا گیا ہے جو کہ تصور کا مرادف ہے اور یہ قسیم الشیٔ کا قسم الشیٔ ہونا بھی باطل ہے اور جو تقسیم امر باطل پر مشتمل ہو وہ بھی باطل ہے۔

مصنف کی ذکر کردہ تقسیم (**العلم اما تصور ساذج او تصديق**) پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا، اس لیے کہ تصدیق سے مراد تصور مع الحکم ہے، اس صورت میں قسم الشیٔ کا قسیم الشیٔ ہونا لازم نہیں آتا، اس لیے کہ تصور مع الحکم حقیقت میں کس تصور کی قسم ہے؟ اگر یہ تصورِ ساذج کی قسم ہے تو یہ صریح البطلان ہے، کیوں کہ تصورِ ساذج میں حکم نہ ہونے کی شرط ہے اور تصور مع الحکم میں حکم ہونے کی شرط ہے، اور اگر تصور مع الحکم مطلق تصور کی قسم ہے تو یہ بات مسلم ہے مگر اس صورت میں اعتراض نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ ماتنؒ نے بھی تصور مع الحکم کو مطلق تصور کی قسم بنایا ہے، اس کا قسیم نہیں بنایا، الغرض تصور مع الحکم جس کی قسم ہے اس کا قسیم نہیں اور جس کا قسیم ہے اس کی قسم نہیں بنایا، لہٰذا قسم الشیٔ کا قسیم الشیٔ ہونا لازم نہ آیا۔

② **العلم اما تصور او تصديق** سے کیا مراد ہے؟ مطلق حضورِ ذہنی مراد ہے یا حضورِ ذہنی مقید بعدم الحکم مراد ہے؟ اگر مطلق حضورِ ذہنی مراد ہے تو اس صورت میں **انقسام الشيئ الىٰ نفسه** کی خرابی لازم آئے گی، اس لیے کہ مطلق حضورِ ذہنی بعینہٖ علم ہے، تو مطلب یہ ہوگا **العلم اما علم او تصديق** اور یہ **انقسام الشيئ الىٰ نفسه** ہے جو کہ باطل ہے۔ اور اگر حضورِ ذہنی مقید بعدم الحکم مراد ہے تو حکماء کے نزدیک **اشتراط الشيئ بنقيضه** کی خرابی لازم آئے گی، اس لیے کہ حکماء کے نزدیک تصدیق کے لیے تصور شرط ہے اور تصور میں عدمِ حکم معتبر ہے، گویا کہ تصدیق کے لیے عدم الحکم شرط ہے، اور تصدیق نفسِ حکم کا نام ہے، تو گویا کہ عدم الحکم حکم کے لیے شرط ہے اور یہی **اشتراط الشيئ بنقيضه** ہے جو کہ باطل ہے۔ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر **تركب الشيئ من النقيضين** کی خرابی لازم آئے گی، اس لیے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصدیق کے لیے تصور شطر وجزو ہے، اور تصور میں عدم الحکم معتبر ہے، تو گویا کہ عدم الحکم تصدیق کے لیے جزو ہے اور تصدیق کا ایک جزو حکم بھی ہے، گویا کہ تصدیق حکم وعدمِ حکم سے مرکب ہے اور یہی **تركب الشيئ من النقيضين** ہے جو کہ باطل ہے۔ مصنف کی ذکر کردہ تقسیم (**العلم اما تصور ساذج او تصديق**) میں دونوں خرابیاں اور اعتراض وارد نہیں ہوتے، اسلئے کہ تصور سے مراد حضورِ ذہنی مقید بعدم الحکم ہے اور تصدیق میں وہ تصور معتبر ہے جو کہ مطلق حضورِ ذہنی کے معنیٰ میں ہے، لہٰذا عدم الحکم تصدیق میں نہ شرط کی حیثیت سے معتبر ہے کہ **اشتراط الشيئ بنقيضه** کی خرابی لازم آئے اور نہ جزو ہونے کی حیثیت سے معتبر ہے کہ **تركب الشيئ من النقيضين** کی خرابی لازم آئے۔

0313 635 9121 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی.....اَلْفَصْلُ لَهٗ نِسْبَةٌ اِلَی النَّوْعِ،وَنِسْبَةٌ اِلَی الْجِنْسِ اَیْ جِنْسِ ذٰلِكَ النَّوْعِ، فَاَمَّا نِسْبَتُهٗ اِلَی النَّوْعِ فَبِاَنَّهٗ مُقَوِّمٌ لَهٗ اَیْ دَاخِلٌ فِیْ قِوَامِهٖ وَجُزْءٌ لَهٗ وَاَمَّا نِسْبَتُهٗ اِلَی الْجِنْسِ فَبِاَنَّهٗ مُقَسِّمٌ لَهٗ اَیْ مُحَصِّلُ قِسْمٍ لَهٗ۔

اعراب لگا کر عبارت کا ترجمہ کریں،عبارت کی تشریح لکھیں،فصل مقوم اور فصل مقسم کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔(۱۲۶۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) فصل مقوم و مقسم کی تعریف مع امثلہ۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ فصل اس کی ایک نسبت نوع کی طرف ہوتی ہے اور دوسری نسبت جنس کی طرف ہوتی ہے یعنی اس نوع کی جنس کی طرف اس کی نوع کی طرف نسبت پس بے شک وہ اس کے لئے مقوم ہے یعنی اس کے قوام میں داخل ہے اور اس کا جزء ہے اور بہر حال اس کی نسبت جنس کی طرف پس بے شک وہ اس جنس کے لئے مقسم ہے یعنی اس جنس کو تقسیم کرنے والا ہے۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ علیہ فصل کی اقسام کو بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی فصل کی نسبت نوع کی طرف ہوتی ہے اور کبھی جنس کی طرف ہوتی ہے اگر اس کی نسبت نوع کی طرف ہو تو یہ فصل مقوم ہے اور اگر اس کی نسبت جنس کی طرف ہو تو یہ فصل مقسم ہے اگر جنس کو فصل سے ملا دیا جائے تو ان کا مجموعہ جنس کی قسم اور اس کے لئے نوع بنے گا جیسے ناطق کی نسبت انسان کی طرف کی جائے تو ناطق انسان کی ماہیت میں داخل ہونے کی وجہ سے فصل مقوم ہوگا اور جب ناطق کی نسبت حیوان کی طرف کریں تو یہ حیوان کو ناطق و غیر ناطق کی طرف تقسیم کرنے کی وجہ سے فصل مقسم ہوگا۔

❹ فصل مقوم و مقسم کی تعریف مع امثلہ:۔ فصل مقوم: کسی ماہیت کا وہ فصل جو اس ماہیت کی حقیقت میں داخل ہو اور اس کا جزء ہو جیسے انسان کے لئے ناطق فصل مقوم ہے۔ فصل مقسم: کسی ماہیت کا وہ فصل ہے جو اس ماہیت کو تقسیم کردے جیسے حیوان کے لئے ناطق فصل مقسم ہے جو حیوان کو ناطق وغیر ناطق کی طرف تقسیم کرتا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٩ھ

الشق الاوّل.....وَجُزْءُ الْمَقُوْلِ فِیْ جَوَابِ "مَاهُوَ" اِنْ كَانَ مَذْكُوْرًا بِالْمُطَابَقَةِ يُسَمّٰی وَاقِعًا فِیْ طَرِيْقِ "مَاهُوَ" كَالْحَيَوَانِ وَالنَّاطِقِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْحَيَوَانِ النَّاطِقِ الْمَقُوْلِ فِیْ جَوَابِ السُّؤَالِ بِمَا هُوَ عَنِ الْاِنْسَانِ وَاِنْ كَانَ مَذْكُوْرًا بِالتَّضَمُّنِ يُسَمّٰی دَاخِلًا فِیْ جَوَابِ مَاهُوَ كَالْجِسْمِ وَالنَّامِیْ وَالْحَسَّاسِ وَالْمُتَحَرِّكِ بِالْاِرَادَةِ الدَّالِّ عَلَيْهَا الْحَيَوَانُ بِالتَّضَمُّنِ۔(ص۱۲۵۔امدادیہ)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ماھو اور **أی شیئ ھو فی ذاتہ** کے جواب میں واقع ہونے والی چیزوں کی مثال دے کر وضاحت کریں۔ **مقول فی جواب ماھو، واقع فی طریق ماھو** اور **داخل فی جواب ماھو** تینوں کو بطرزِ شارح مثالوں سے واضح کریں۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور مقول فی جواب **مَا هُوَ** کا جزء اگر مطابقۃً مذکور ہو تو اس کو **واقع فی طریق مَا هُوَ** کہا جاتا ہے جیسے حیوان اور ناطق الحیوان الناطق کے لحاظ سے جو انسان کی بابت **مَا هُوَ** کے ذریعے سوال کے جواب میں واقع ہوتا ہے اور اگر تضمناً مذکور ہو تو اسکو داخل فی طریق **مَا هُوَ** کہا جاتا ہے جیسے جسم یا نامی یا متحرک بالارادۃ کا مفہوم جس پر حیوان بطریق تضمن دلالت کرتا ہے۔

❸ **مَا هُوَ** اور **ایّ شیئ هُوَ فی ذاتہٖ** کی جواب میں واقع ہونے والی اشیاء کی وضاحت مع امثلہ:۔ **مَا هُوَ** کے جواب میں جنس اور نوع آتا ہے جیسے یوں کہا جائے **الغنم والفرس والبقر ما هم** تو جواب میں حیوان آئے گا جو کہ جنس ہے اور **ایّ شیئ هو**

فی ذاتہٖ کے جواب میں فصل بولا جاتا ہے جیسے یوں سوال کیا جائے **الانسان ایّ شیئ ھُوَ فی ذاتہٖ** تو اس کے جواب میں ناطق آئے گا جو کہ انسان کا فصل ہے۔

④ مقول فی جواب ماھو، واقع فی طریق ماھو اور داخل فی جواب ماھو کی وضاحت:۔ ''مقول فی جواب **مَا ھُوَ** وہ لفظ ہے جو ماہیت مسئول عنہا پر مطابقۃً دلالت کرے جیسے **الانسان ما ھو** کے ذریعہ سوال کیا جائے تو جواب میں حیوان ناطق آئے گا جو کہ ماہیتِ مسئول عنہا یعنی انسان پر مطابقۃً دلالت کرتا ہے پھر اس مقول فی جواب **مَا ھُوَ** کا جز دو حال سے خالی نہیں وہ جز **مَا ھُوَ** کے جواب میں مطابقۃً مذکور ہوگا یا ضمناً مذکور ہوگا اگر مقول فی جواب **مَا ھُوَ** کا جز **مَا ھُوَ** کے جواب میں مطابقۃً مذکور ہو تو اسکو واقع فی طریق **مَا ھُوَ** کہتے ہیں جیسے مذکورہ مثال میں حیوان یا ناطق کا مفہوم حیوان ناطق کے مفہوم کا جزء ہے اور اگر وہ **مَا ھُوَ** کے جواب میں تضمناً مذکور ہو تو اس کو داخل فی جواب **مَا ھُوَ** کہتے ہیں جیسے حساس یا نامی یا متحرک بالارادہ کا مفہوم داخل فی جواب **مَا ھُوَ** ہے اسلئے کہ ان کا مفہوم حیوان ناطق کے مفہوم کا جزء ہے اور یہ **مَا ھُوَ** کے جواب میں ایسے لفظ حیوان کے ساتھ مذکور ہے جو اس جزء پر تضمناً دلالت کرتا ہے۔

الشق الثانی.....**وھو ان لم یصلح لان یخبر بہ وحدہ فھو الاداۃ کفی ولا**..... ۔(ص٦٥۔امدادیہ)

ماتن نے ادات کی دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟ نیز یہ بتائیں کہ افعال ناقصہ مناطقہ کے ہاں ادات میں داخل ہیں یا کلمہ میں؟ مفرد اور مرکب کی تعریف لکھ کر مفرد کی اقسام مع امثلہ تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① ادات کی دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ ② افعالِ ناقصہ کے عندالمناطقہ ادات میں داخل ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت ③ مفرد و مرکب کی تعریف و مفرد کی اقسام۔

جواب..... ① ادات کی دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ:۔ وہ لفظ مفرد جو اکیلے مخبر بہٖ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کی دو قسمیں ہیں ① یا تو وہ بالکل مخبر بہٖ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوگا، نہ اکیلے اور نہ کسی کے ساتھ ملکر جیسے **فی**، یہ نہ اکیلے مخبر بہٖ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ کسی کیساتھ مل کر مخبر بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اسلئے کہ ہمارے قول **زیدٌ فی الدار** میں مخبر بہٖ **حاصلۃ یا حاصلٌ** ہے اور **فی** کو خبر کے اندر کوئی دخل نہیں ② یا وہ اکیلے مخبر بہٖ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہوگا لیکن دوسرے کے ساتھ مل کر مخبر بہٖ بننے کی صلاحیت رکھتا ہوگا جیسے **لا**، یہ اکیلے تو مخبر بہٖ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لیکن دوسرے کے ساتھ ملکر مخبر بہٖ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے ہمارے قول **زید لاحجر** میں خبر **لاحجر** ہے تو **لا** کو خبر میں دخل ہے، یہاں **لا** حجر کے ساتھ ملکر خبر بن رہا ہے تو شارح رحمۃ اللہ علیہ نے دو مثالیں دیکر پہلی مثال سے پہلی قسم کی طرف اور دوسری مثال سے دوسری قسم کی طرف اشارہ کیا ہے۔(الدرر السنیۃ ص۱۱۴)

② افعالِ ناقصہ کے عندالمناطقہ ادات میں داخل ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت:۔ افعالِ ناقصہ ادات میں داخل ہیں کیونکہ ادات کی تعریف ان پر صادق ہے کہ یہ افعال تنہا مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

③ مفرد و مرکب کی تعریف و مفرد کی اقسام:۔ مفرد: وہ لفظ کہ جس کے جزء سے معنی کی جزء پر دلالت کا قصد نہ کیا گیا ہو جیسے ہمزۂ استفہام۔ مرکب: وہ لفظ کہ جسکے جزء سے معنی کی جزء پر دلالت کا قصد کیا گیا ہو جیسے **زید عالم، زید قائم**۔

0313 6357973 maktabazakariyamultan@gmail.com

مفرد کی چار اقسام ہیں: ① لفظ کا جزء نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام اس کا کوئی جزء نہیں ② لفظ کا جزء ہو معنی کا جزء نہ ہو جیسے لفظِ انسان کے اجزاء الف، نون، سین، الف، نون، مگر معنی دار نہیں ③ لفظ کا جزء ہو معنی دار بھی ہو مگر معنی مقصودی کے جزء پر دلالت نہ ہو جیسے خلیل الرحمٰن جب کسی کا نام ہو، لفظ کے اجزاء ہیں خلیل، رحمٰن، معنی دار بھی ہیں، خلیل کا معنی دوست اور رحمٰن کا معنی بہت رحم کرنے والا۔ مگر نام رکھتے وقت یہ معنی مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ فقط معنیٰ علمی مقصود ہوتا ہے ④ لفظ کا جزء ہو، معنی دار بھی ہو، معنی مقصودی کے جزء پر دلالت بھی کرتا ہو مگر دلالت کا قصد نہ کیا گیا ہو جیسے حیوانِ ناطق جب کسی کا نام ہو، اسلئے کہ لفظ کا جزء بھی ہے، حیوان و ناطق۔ معنی دار بھی ہے حیوان کا معنی جاندار اور ناطق کا معنی بولنے والا۔ معنی مقصودی کے

جزءِ پر دلالت بھی ہے کیونکہ اس شخص کی حقیقت حیوان ناطق ہی ہے مگر نام رکھتے وقت اس دلالت کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

﴿السوال الثالث﴾ (دروس البلاغة) ١٤٣٩ھ

الشق الاوّل .....القصر تخصيص شيئ بشيئ بطريق مخصوص.

قصرِ افراد، قصرِ قلب اور قصرِ تعیین کی تعریفیں مع امثلہ لکھیں۔ ایجازِ قصر اور ایجازِ حذف کی تعریفیں مع امثلہ لکھیں۔ درج ذیل شعر کا ترجمہ لکھ کر محلِ استشہاد کی تعیین اور استشہاد کی وضاحت کیجیے۔

و تظن سلمى أننى أبغى بها بدلا أراها فى الضلال تهيم

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① قصرِ افراد، قلب اور تعیین کی تعریف و مثال ② ایجازِ قصر و ایجازِ حذف کی تعریف و مثال ③ شعر کا ترجمہ اور استشہاد و محلِ استشہاد کی وضاحت۔

جواب ..... ① قصر کی اقسام کی تعریف:۔ قصرِ افراد: اس قصر اضافی کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی متکلم کا مخاطب ایک صفت میں دو یا زیادہ موصوف کو اسی طرح ایک موصوف میں دو یا زیادہ صفت کو شریک سمجھے۔ قصرِ موصوف علی صفت کی مثال جیسے **ما محمد الّا رسول** لہٰذا ان پر موت طاری ہو سکتی ہے۔ اور قصرِ صفت علی موصوف کی مثال جیسے **ماغنى الا بكرٌ** بکر کے علاوہ اور کوئی غنی نہیں ہے۔

قصرِ قلب: وہ قصر اضافی جس میں مخاطب اس حکم کے برعکس اعتقاد رکھے جیسے یہ متکلم ثابت کرنا چاہتا ہے چاہے وہ حکم کسی موصوف کیلئے کسی صفت کے یا کسی صفت کیلئے کسی موصوف کے ثابت کرنے کا ہو۔ جیسے قصرِ صفت علی موصوف کی مثال **لافارس الّا علیؓ** گھوڑ سوار تو صرف علی ہے اور کوئی نہیں۔ اور قصرِ موصوف علی صفت کی مثال جیسے **لا علی الّا فارس** علی صرف گھوڑ سوار ہی ہے اور کچھ نہیں ہے۔

قصرِ تعیین: وہ قصر اضافی جس میں مخاطب ایک صفت کیلئے دو موصوف میں سے ایک کو یا ایک موصوف کیلئے دو صفتوں میں سے ایک کو متعین کرنے میں متردد ہو۔ جیسے قصرِ صفت علی موصوف کی مثال **ما قائم الّا زيد** کھڑا ہونے والا صرف زید ہے اور کوئی نہیں ہے۔ اور قصرِ موصوف علی صفت کی مثال جیسے **مازيد الّا قائم** کہ زید تو صرف کھڑا ہونے والا ہی ہے۔

② ایجازِ قصر و ایجازِ حذف کی تعریف و مثال:۔ ایجازِ قصر: وہ طریقۂ تعبیر ہے جس کی عبارت کے الفاظ تو کم ہوں مگر معانی بہت زیادہ ہوں اور اس عبارت سے کسی لفظ کو حذف نہ کیا گیا ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **ولكم فى القصاص حيوٰة** (اور تمہارے لئے اے عقلمند و قصاص یعنی مقتولوں میں برابری کرنے میں بڑی زندگی ہے) دیکھئے یہ آیت کریمہ بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر متمکن ہے کیونکہ اس کے الفاظ اگرچہ قلیل ہیں مگر اس میں کثیر معانی مضمر ہیں اور اس میں شریعت کا ایک ایسا بڑا راز مضمر ہے جس پر انسانی معاشرے کی دنیوی اور اخروی سعادت کا دارومدار ہے اور وہ راز یہ ہے کہ حکم قصاص ظاہری نظر میں اگرچہ بھاری معلوم ہوتا ہے لیکن عقلمند سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حکم بڑی زندگانی کا سبب ہے، کیونکہ قصاص کے خوف سے ہر کوئی کسی دوسرے کو قتل کرنے سے رکے گا تو قاتل و مقتول دونوں کی جان محفوظ رہے گی۔

ایجازِ حذف: وہ طریقۂ تعبیر ہے جس میں سے کوئی ایک کلمہ یا پورا جملہ یا کئی ایک جملے حذف کئے گئے ہوں۔ ایک کلمہ کو حذف کرنے کی مثال امرؤالقیس کا شعر ہے: **فَقُلْتُ يَمِيْنَ اللّٰهِ اَبْرَحُ قَاعِدًا وَلَوْ قَطَّعُوْا رَأْسِىْ لَدَيْكَ وَاَوْصَالِى**

اس مثال میں **ابرح** سے قبل **لا** کو حذف کیا گیا ہے یعنی یہ ایک فعل ناقص ہے جو ماضی میں **مابرح** اور مضارع میں **لایبرح** ہوتا ہے۔

اور ایک جملے کے حذف کرنے کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے **وان يكذبوك فقد كذبت رسل من قبلك** اس مثال میں ایک جملہ یعنی **تَأَسَّ** محذوف ہے اور یہ کامل جملہ ہے کیونکہ فعل لازم میں فعل و فاعل مل کر جملہ تام ہو جاتا ہے اور ایک جملے سے زائد جملوں کے حذف ہونے کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے **فارسلون يوسف ايهاالصديق** یعنی اے بادشاہ جیل خانہ میں

0313 6357913 makhazanariyamultan@gmail.com

آپ مجھے یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجو تا کہ میں ان سے آپ کے خواب کی تعبیر معلوم کروں چنانچہ انہوں نے اس ساقی کو اجازت دے دی۔ آخر یہ شخص انکے پاس آیا اور یوں عرض کی اے یوسف الخ دیکھئے اس فعل میں پانچ جملے محذوف ہیں اور وہ یہ ہیں۔ **لأستعبره الرؤيا، ففعلوا، فاتاه، فقال له**، اور "یا" جو ادعو کے قائم مقام ہے۔

③ شعر کا ترجمہ، استشہاد و محل استشہاد کی وضاحت:۔ ترجمہ: میری محبوبہ سلمٰی یہ خیال کرتی ہے کہ میں اسکے مقابلہ میں کسی اور عورت کو چاہتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ یہ شعر مواضعِ فصل میں سے تیسرے مقام کی مثال ہے۔

شعر میں **تظن سلمٰی، اننی ابغی بها بدلا** اور **اراها فی الضلال تهيم** تین جملے ہیں اس میں تیسرے جملہ کا پہلے جملہ **تظن سلمٰی** پر عطف کرنا درست ہے۔ کیونکہ ان میں معنوی اتحاد کی وجہ سے مناسبت تامہ موجود ہے۔ کہ **تظن** (گمان) کا فاعل محبوبہ اور **اراها** (گمان، خیال) کا فاعل محبّ ہے، جب مسند و مسند الیہ میں مناسبتِ تامہ موجود ہے تو دونوں جملوں میں عطف کے ذریعہ وصل ہونا چاہئے تھا، مگر عطف کو ترک کر دیا گیا، کیونکہ عطف کی صورت میں تیسرے جملہ کے متصل دوسرا جملہ ہے، سامع سمجھے گا کہ شاید اسی دوسرے جملہ پر عطف ہو رہا ہے اور شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ جیسے "**اننی ابغی بها بدلا**" سلمٰی کا خیال ہے اسی طرح **اراها فی الضلال تهيم** بھی سلمٰی کا خیال ہے کہ سلمٰی یہ خیال کرتی ہے کہ میں اس کے مقابلہ میں دوسری عورت سے محبت کرتا ہوں اور سلمٰی یہ خیال بھی کرتی ہے کہ میں اسے غلط فہمی کا شکار سمجھ رہا ہوں، حالانکہ شاعر کی یہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ تیسرا جملہ شاعر کا گمان و خیال ہے کہ میں سلمٰی کو غلط فہمی میں مبتلا سمجھتا ہوں۔ تو اس وہم سے بچنے کے لئے فصل کیا جائے گا، عطف نہیں کیا جائے گا۔

﴿الورقة السادسة فی المنطق والبلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱٤٤۰ھ

الشق الاوّل ..... **واعلم أن المصنف قسم الكلى الخارج عن الماهية الى اللازم والمفارق ، وقسم كلا منهما الى الخاصة والعرض العام، فيكون الخارج عن الماهية منقسما الى أربعة ، فيكون أقسام الكلى اذن سبعة على مقتضى تقسيمه لاخمسة فلايصح قوله بعد ذلك : "فالكليات اذن خمس"** (۱۰۴۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، کلی خارج عن الماہیت کی اقسام اربعہ کی تعریف لکھیں، شارح رحمۃ اللہ علیہ کی مراد واضح کریں۔ خاصہ اور عرضِ عام کی تعریف کے فوائدِ قیود بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) کلی خارج عن الماہیت کی اقسام اربعہ کی تعریف (۳) شارح کی مراد کی توضیح (۴) خاصہ و عرضِ عام کی تعریف کے فوائدِ قیود کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور جان تو بیشک مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم کیا کلی کو (جو خارج عن الماھیت ہو) لازم اور مفارق کی طرف اور تقسیم کیا ان میں سے ہر ایک کو خاصہ اور عرض عام کی طرف پس وہ کلی جو خارج عن الماھیت ہوا اسکی تقسیم ہوگئی چار اقسام کی طرف تو کلی کی کل اقسام سات ہوگئی اس تقسیم کے تقاضے کے مطابق نہ کہ پانچ تو مصنفؒ کا بعد والا یہ قول کہ کلیات پانچ ہیں صحیح نہ ہوگا۔

② کلی خارج عن الماہیت کی اقسام اربعہ کی تعریف:۔ عرض لازم: وہ کلی عرضی ہے جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع و محال ہو جیسے حرارت کا آگ سے جدا ہونا محال ہے۔ عرض مفارق: وہ کلی عرضی ہے جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع و محال نہ ہو جیسے کتابت بالفعل، کہ انسان بالفعل ہر وقت کاتب نہیں ہوتا بلکہ کتابت بالفعل انسان سے جدا بھی ہو جاتی ہے۔

خاصہ: وہ کلی عرضی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر صرف ایک حقیقت والے افراد پر بولی جائے جیسے ضاحک انسان کا خاصہ ہے کہ حقیقتِ انسان (حیوان ناطق) سے خارج ہے مگر صرف انسان پر بولی جاتی ہے دیگر حیوانات پر نہیں بولی جاتی۔

03139357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

عرضِ عام: وہ کلی عرضی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر مختلف حقیقت والے افراد پر بولی جائے جیسے ماشی یہ مختلفۃ الحقیقت افراد مثلاً انسان فرس حمار وغیرہ کی حقیقت سے خارج ہو کر ان پر بولا جاتا ہے۔

③ شارح کی مراد کی توضیح:۔ یہاں سے صاحب قطبی رحمۃ اللہ علیہ ایک اعتراض کو بیان کر رہے ہیں جو ماتن رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم پر وارد ہے کہ وہ کلی جو ماہیت سے خارج ہو مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تقسیم لازم و مفارق کی طرف کی ہے پھر ان میں سے ہر ایک کی تقسیم کی ہے خاصہ و عرض عام کی طرف تو اس طرح وہ کلی جو خارج عن الماہیت ہو اس کی کل سات اقسام ہو گئیں نہ کہ پانچ، تو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا **فالکلیات اذن خمس** کہنا درست نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ ماتن رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہوا ہے۔

④ فوائدِ قیود کی وضاحت:۔ **الخاصة کلية مقولة على افراد حقيقة واحدة فقط قولا عرضيًا** میں **کلیۃٌ** کا ذکر متدرک ہے اسلئے کہ **مقولة على افراد** کا ذکر اس کے ذکر سے بے نیاز کر دیتا ہے **فقط** یہ فصلِ اوّل ہے اس سے جنس اور عرضِ عام خارج ہو گئے اسلئے کہ یہ دونوں مختلف حقائق پر بولے جاتے ہیں **قولا عرضيًا** یہ فصلِ ثانی ہے اس سے نوع اور فصل خارج ہو گئے کیونکہ اگرچہ وہ ایک حقیقت کے افراد پر بولے جاتے ہیں لیکن بطور عرضی کے نہیں بولے جاتے بلکہ بطور ذاتی کے بولے جاتے ہیں یعنی نوع اور فصل اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہوتے ہیں جبکہ خاصہ اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہوتا ہے۔

العرض العام کلی مقول علی افراد حقیقة واحدة وغیرها قولًا عرضيًا اس تعریف میں بھی **کلیٌ** متدرک ہے **وغیرها** یہ فصلِ اوّل ہے اس سے نوع، فصل اور خاصہ خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ کئی حقائق کے افراد پر نہیں بولے جاتے بلکہ ایک حقیقت کے افراد پر بولے جاتے ہیں **قولا عرضيًا** اس سے جنس خارج ہو گئی اس لئے کہ وہ اگرچہ کئی حقیقتوں کے افراد پر بولی جاتی ہے لیکن عرضی طور پر نہیں بولی جاتی بلکہ ذاتی طور پر بولی جاتی ہے۔ (الدرر السنیۃ ص ۱۸۰)

الشق الثانی.....**وهی ای المهملة فی قوة الجزئية لانه متی صدق "الانسان فی خسر" صدق "بعض الانسان فی خسر" و بالعکس....** محصوراتِ اربعہ کی تعریف و مثال ذکر کریں۔

سور کی تعریف اور محصوراتِ اربعہ کا سور لکھیں۔ شرطیہ، حملیہ، متصلہ، منفصلہ، عنادیہ و اتفاقیہ کی تعریف و مثال ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① محصوراتِ اربعہ کی تعریف مع مثال ② سور کی تعریف اور محصوراتِ اربعہ کا سور ③ مذکورہ قضایا کی تعریف و مثال۔

جواب..... ① محصوراتِ اربعہ کی تعریف و مثال:۔ قضیہ مسورہ (محصورہ) کی چار اقسام ہیں: ① موجبہ کلیہ: وہ قضیہ حملیہ جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے تمام افراد کیلئے ہو جیسے **کل انسان حیوان** اس میں محمول (حیوان ہونے) کا ثبوت موضوع (انسان) کے تمام افراد کیلئے ہے۔ ② موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ حملیہ جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے بعض افراد کیلئے ہو جیسے **بعض الحیوان انسان** اس میں محمول (انسان ہونا) کا ثبوت موضوع (حیوان) کے بعض افراد کیلئے ہے۔ ③ سالبہ کلیہ: وہ قضیہ حملیہ جس میں محمول کا سلب و نفی موضوع کے تمام افراد کیلئے ہو جیسے **لاشیئ من الانسان بفرس** اس میں محمول کا سلب و نفی موضوع کے تمام افراد سے ہے۔ ④ سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ حملیہ جس میں محمول کا سلب و نفی موضوع کے بعض افراد سے ہو جیسے **بعض الحیوان لیس بانسان**۔

② سور کی تعریف اور محصوراتِ اربعہ کا سور:۔ تعریف: سُور وہ لفظ جو محکوم علیہ کے افراد کی کمیت پر دلالت کرے۔

سُور کا لفظ **سور البلد** سے ماخوذ ہے اور **سور البلد** اس دیوار کو کہتے ہیں جو شہر کا تمام اطراف سے احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے تو جس طرح **سور البلد** شہر کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح سُور بھی محکوم علیہ کے افراد کا کُلًّا و بعضًا احاطہ کرتا ہے۔

موجبہ کلیہ کا سور: **کل** اور الف لام استغراقی ہے، جیسے **کل انسان حیوان**۔ موجبہ جزئیہ کا سور: **بعض، واحد** ہے جیسے

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

بعض الحیوان انسان، واحد من الحیوان انسان۔ سالبہ کلیہ کا سور: **لاشیئ ولاواحد** ہے جیسے **لاواحد من الانسان بحمار۔** سالبہ جزئیہ کے سور: تین ہیں **لیس کل، لیس بعض، بعض لیس** جیسے **لیس کل حیوان انسان، لیس بعض الحیوان بانسان، بعض الحیوان لیس بانسان۔**

③ مذکورہ قضایا کی تعریف ومثال:۔ قضیہ حملیہ: وہ قضیہ جو دو مفردوں سے ملکر بنے، خواہ ایک مفرد کا دوسرے مفرد کیلئے اثبات کیا گیا ہو جیسے زید کھڑا ہے یا ایک مفرد کی دوسرے سے نفی کی گئی ہو جیسے زید کھڑا نہیں ہے۔ پہلے کو حملیہ موجبہ اور دوسرے کو حملیہ سالبہ کہتے ہیں۔

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جس کے طرفین دو مفردوں کی طرف نہ کھلیں یعنی اس میں ادواتِ ارتباط کو حذف کرنے کے بعد مفرد کی بجائے دو جملے بچتے ہوں جیسے **ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔**

قضیہ متصلہ: وہ قضیہ شرطیہ جس میں دو قضیوں اور نسبتوں کے درمیان اتصال یا عدمِ اتصال کا حکم ہو جیسے اگر سورج نکلا ہے تو دن موجود ہے اس میں طلوعِ شمس اور وجودِ نہار کے درمیان اتصال کا حکم ہے اسے موجبہ متصلہ کہتے ہیں اور ایسی بات نہیں کہ اگر سورج نکلا ہے تو رات موجود ہے اس میں طلوعِ شمس اور وجودِ لیل کے درمیان عدمِ اتصال کا حکم ہے، اسے سالبہ متصلہ کہتے ہیں۔

قضیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت یا جدائی کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے انسان نیک بخت ہے یا بد بخت اس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت کا حکم ہے اسے موجبہ منفصلہ کہتے ہیں۔ اور ایسا نہیں کہ زید یا تو انسان ہے یا ناطق ہے اس میں زید کے انسان ہونے اور ناطق ہونے کے درمیان جدائی کی نفی کا حکم ہے اسے سالبہ منفصلہ کہتے ہیں۔

قضیہ منفصلہ کی دو قسمیں ہیں۔ عنادیہ، اتفاقیہ۔ عنادیہ: وہ قضیہ منفصلہ جس کے مقدم اور تالی کے درمیانی جدائی ذاتی ہو یعنی ان کی ذات ہی ان کے درمیان جدائی کو چاہتی ہو جیسے یہ عدد طاق ہے یا جفت ہے۔ طاق اور جفت ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ ان کی ذات ہی جدائی کو چاہتی ہے یہ دونوں کبھی ایک شئ میں جمع نہیں ہو سکتے۔

اتفاقیہ: وہ قضیہ منفصلہ جس کے مقدم اور تالی کے درمیان جدائی ذاتی نہ ہو بلکہ اتفاقاً ہو گئی ہو جیسے زید لکھنا جانتا ہو اور شعر کہنا نہ جانتا ہو تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ زید لکھنے والا ہے یا شاعر ہے یعنی ان دونوں میں سے ایک بات ہے۔ یہاں شاعر ہونے اور کاتب ہونے میں جدائی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ ان میں جمع ہونا ممکن ہے کہ کوئی شخص کاتب بھی ہو اور شاعر بھی ہو۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل .....**وهی اما حملیة أو شرطیة، لأنها اما أن تنحل بطرفیها الی مفردین أولم تنحل.** (۱۳۸۔امدادیہ)

قضیہ حملیہ اور شرطیہ کی تعریفیں اور وجہ تسمیہ مع امثلہ تحریر کریں۔ **هی** ضمیر کا مرجع متعین کریں۔ انحلال قضیہ کا مطلب واضح کریں، مفرد سے مفرد بالقوہ مراد ہے یا بالفعل؟ وجہ کے ساتھ تعیین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) قضیہ حملیہ وشرطیہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع امثلہ (۲) **هی** ضمیر کا مرجع (۳) انحلال قضیہ کا مطلب (۴) مفرد بالقوۃ یا مفرد بالفعل کی تعیین۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① قضیہ حملیہ وشرطیہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ مع امثلہ:۔ قضیہ وہ قول ہے جس کے کہنے والے کے بارے میں یہ کہنا سچا ہو کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے جیسے زید قائم۔ پھر قضیہ کی دو قسمیں ہیں: حملیہ وشرطیہ۔

قضیہ حملیہ: وہ قضیہ ہے جس کے دو طرف یعنی محکوم علیہ ومحکوم بہ دو مفردوں کی طرف کھلیں یعنی اس میں سے ادواتِ ارتباط کو حذف کریں تو صرف دو مفرد ہی بچیں جیسے **زید عالم، زید لیس بعالم۔** حملیہ کو حملیہ اسلئے کہتے ہیں کہ اس کے موضوع کا محمول پر حمل ہوتا ہے جیسے **زیدٌ قائم** میں **زیدٌ** کا **قائم** پر حمل ہے۔

قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جس کے طرفین دو مفردوں کی طرف نہ کھلیں یعنی اس میں ادواتِ ارتباط کو حذف کرنے کے بعد مفرد کی بجائے دو جملے بچتے ہوں جیسے **ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔** شرطیہ کو شرطیہ اسلئے کہتے ہیں کہ اس قضیہ میں اداتِ شرط پائے جاتے ہیں جیسے **اِنْ** حرف شرط **اِنْ کانت الشمس طالعة فالنهار موجود** میں واقع ہے۔

② **ھی** ضمیر کا مرجع:۔ **ھی** ضمیر کا مرجع قضیہ ہے جیسا کہ ابھی اس کی اقسام سے معلوم ہوا ہے۔

③ انحلالِ قضیہ کا مطلب:۔ انحلالِ قضیہ کا مطلب یہ ہے کہ ان ادواتِ شرط کو حذف کر دیا جائے جو کہ قضیہ کے اطراف میں سے ایک کے دوسرے کے ساتھ ارتباط پر دال ہیں تو وہ طرفین مفردہ جائیں جیسے **زیدٌ ھو عالم** میں **ھو** کو حذف کریں تو **زیدٌ** اور **عالمٌ** بچیں گے جو کہ دو مفرد ہیں۔

④ مفرد بالقوۃ یا بالفعل کی تعیین:۔ مفرد سے مراد عام ہے خواہ مفرد بالفعل ہو یا مفرد بالقوہ ہو مفرد بالفعل ہونا تو ظاہر ہے اور مفرد بالقوہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو مفرد سے تعبیر کرنا ممکن ہو جیسے **الحیوان الناطق ینتقل بنقل قدمیه** قضیہ حملیہ ہے اسکے رابط کو حذف کر کے اس کے طرفین کو مفرد سے تعبیر کرنا ممکن ہے جیسے **ھٰذا ذاك، ھُوَ ھُوَ، موضوع محمول۔**

الشق الثانی .....مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ لکھیں۔

وجودیۃ لاضروریۃ، وجودیۃ لا دائمہ، منتشرہ، ضروریۃ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، قضیہ ثلاثیہ، قضیہ ثنائیہ۔

جواب .....مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ:۔ وجودیہ لاضروریہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لاضروریہ ذاتیہ کی قید سے مقید کیا گیا ہو جیسے **کل انسان ضاحك بالفعل لا بالضرورة۔**

وجودیہ لا دائمہ: وہ مطلقہ عامہ ہے جس کو لا دوام ذاتی کی قید سے مقید کیا گیا ہو جیسے **کل انسان ضاحك بالفعل لا دائما۔**

منتشرہ: وہ قضیہ مرکبہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ موجبہ میں محمول کا ثبوت موضع کیلئے ضروری ہے اور سالبہ میں سلب ضروری ہے وجودِ موضوع کے اوقات میں سے غیر معین وقت میں اور وہ لا دوام کی قید سے مقید ہو جیسے **بالضرورة کل انسان متنفس فی وقت مالا دائما ای لا شئ من الانسان بمتنفس بالفعل۔**

ضروریہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کی نسبت موضع کے لئے یا محمول کا سلب موضوع سے ضروری ہے جب تک ذاتِ موضوع موجود ہے جیسے **کل انسان حیوان بالضرورة۔**

دائمہ مطلقہ: وہ قضیہ موجہہ بسیطہ ہے جس میں اس بات کا حکم ہو کہ محمول کی نسبت موضوع کیلئے یا محمول کا سلب موضوع سے دائمی طور ہے جب تک کہ ذاتِ موضوع موجود ہے جیسے **دائمًا کل انسان حیوان۔**

قضیہ ثنائیہ: وہ قضیہ حملیہ جس کے صرف دو جزء (محکوم علیہ و محکوم بہ) ہی مذکور ہوں، تیسرا جزء (رابطہ) مذکور نہ ہو جیسے **زید کاتب** ۔اس کو ثنائیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ قضیہ ثلاثیہ: وہ قضیہ حملیہ جس کے تینوں اجزاء (محکوم علیہ، محکوم بہ و رابطہ) مذکور ہوں جیسے **زید ھو کاتب** اور اس کو ثلاثیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔

0313 6337973 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ (دروس البلاغة) ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل .....**کل ما یحول فی الصدر من المعانی یمکن ان یعبر عنه بثلاث طرق .....**

اطناب، تطویل اور **حشو** کے درمیان کیا فرق ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔ نیز دو عی ایجاز اور دو اعی اطناب لکھنا نہ بھولیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) اطناب، تطویل و حشو میں فرق مع امثلہ (۲) دواعیِ ایجاز و اطناب کی نشاندہی۔

جواب ..... ① اطناب، تطویل و حشو میں فرق مع امثلہ:۔ اطناب میں معنی مرادی کو ضرورت سے زائد الفاظ سے ادا کیا جاتا ہے

اوراُن زائدالفاظ کا فائدہ بھی ہوتا ہے جیسے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا **رب انّی وهن العظم منی واشتعل الرأس شیبا** اس میں حضرت زکریا علیہ السلام اگر صرف **رب انی کبرت** کے مختصر الفاظ ذکر کرتے تو طلبِ اولا دوالا مقصد ادا ہوجاتا مگر اسکی جگہ **وهن العظم منی واشتعل الراس شیبا** کے طویل الفاظ ذکر کیے اور یہ طویل کلام بے فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ مقام طلبِ ولد کا تھا بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ظاہری اسباب موجود نہیں تھے، اسلئے مقصد کے حصول کے لئے ایسی مؤثر اور درد انگیز دعا کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے مخاطب کو ضرور رحم آجائے اور اس کا دل نرم ہوجائے، لہٰذا اس دعا کے زائدالفاظ خاص فائدہ کی وجہ سے ہیں۔

تطویل میں معنی مرادی کو ضرورت سے زائدالفاظ سے ادا کیا جاتا ہے اور انکا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا اور وہ زائدالفاظ متعین بھی نہیں ہوتے جیسے **الفی قولها کذبا و مینا** (اس جذیمہ نامی بادشاہ نے زباء عورت کے نکاح والے قول کو جھوٹ وفریب پایا) اس میں شاعر نے مرادِ متکلم کی ادائیگی کیلئے **کذبا ومینا** کے دو الفاظ ذکر کیے ہیں، صرف **کذبا** کہنے سے یا صرف **مینا** کہنے سے بات مکمل ہوسکتی تھی مگر دو الفاظ ذکر کئے اور ان میں سے ایک بے فائدہ لفظ ہے مگر وہ متعین نہیں ہے، اس لئے اس کو تطویل کہیں گے۔

حشو بھی تطویل کی طرح ہے البتہ اس میں بے فائدہ زائدالفاظ متعین ہوتے ہیں جیسے **وَاعْلَمُ علم الیوم والامس قبله** (میں آج اور کل گذشتہ کی خبر جانتا ہوں) اس مثال میں متکلم نے معنی مرادی کی ادائیگی کیلئے **الامس قبله** کے دو الفاظ ذکر کئے ہیں، حالانکہ **امس** کا معنی کل گذشتہ ہی ہے، لہٰذا اسکے بعد **قبله** کا لفظ زائد و بے فائدہ ہے اور یہ زیادتی متعین بھی ہے اسلئے اس کو حشو کہیں گے۔

② دواعیِ ایجاز واطناب کی نشاندہی:۔ ایجاز کے متعدد دواعی واسباب ہیں ① تسہیلِ حفظ: جیسے بلاغت میں دروس البلاغہ جو نہایت قلیل العبارت مگر کثیر المعانی ہے اور اس کی وجہِ ایجاز حفظ میں آسانی ہے ② تقریب الفہم: یعنی ایک شخص جب کسی کلام کی تفصیلات کو سمجھ چکا ہے تو اس کلام کو موجز کریگا بوقتِ ضرورت اس موجز کلام کا استعمال کیا جائے تو پرانی سمجھی ہوئی باتیں اس کے لئے از سرِ نو تازہ ہوجائیں گی اور بھولی ہوئی بات کا دوبارہ سمجھ لینا بہت جلد ممکن ہوگا، اب دوسری مرتبہ اس شخص کے لئے لمبی تقریر اور کلام کو مطنب کرنے کی ضرورت نہ رہے گی ③ ضیقِ مقام: یعنی وقت کی تنگی ہے جیسے بیمار آدمی **کیف انت** کے جواب میں صرف **علیل** کہے اور **انا** کو حذف کردے ④ اخفاء الامر علی غیر المخاطب: جیسے مخاطب کو خبر دینے کے لئے صرف فعل کو ذکر کرنا تاکہ فاعل بقیہ لوگوں سے مخفی رہے جیسے **اَقْبَلَ ای اقبل علیّ** ⑤ دفع سامۃ الحادثہ: یعنی اگر موجز کلام لایا جائے گا تو یہ کلام سمجھ دار سامعین کی بوریت اور ان کے ملال کا سبب نہ ہوگا۔

اطناب کے متعدد دواعیِ واسباب ہیں: ① تثبیتِ معنی: یعنی مطنب کلام کے ذریعے متکلم کا اپنی بات کو سامع کے دل میں اچھی طرح جما دینا ② توضیح المراد: یعنی متکلم کا کسی سامع کیلئے اپنی بات کے معنی مرادی کو خوب اچھی طرح کھول دینا اور واضح کردینا ③ کلام کو پختہ کرنا ④ کلام سے ابہام کو دور کرنا۔ (مفتاح البلاغہ ص ۲۰۰)

الشق الثانی.....**اما النداء فهو طلب الاقبال بحرف نائب مناب ادعو وادواته ثمانیة**

اَسُكَّانَ نَعْمَانِ الْاَرَاكِ تَيَقَّنُوْا بِاَنَّكُمْ فِیْ رَبْعِ قَلْبِیْ سُكَّانُ

نداء کی تعریف کریں اور ادواتِ نداء کی نشاندہی کرتے ہوئے قرب اور بُعد کے اعتبار سے ادوات نداء کی تفصیل بیان کریں۔ مذکورہ شعر پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور استشہاد کی وضاحت کریں۔ حذف کے دواعی میں سے پانچ دواعی مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① نداء کی تعریف ② ادواتِ نداء کی نشاندہی اور قرب وبعد کے اعتبار سے ادواتِ نداء کی تفصیل ③ شعر پر اعراب، ترجمہ واستشہاد کی وضاحت ④ پانچ دواعیِ حذف مع امثلہ۔

جواب..... ① نداء کی تعریف:۔ متکلم کا مخاطب کی توجہ کو کسی ایسے حرف کے ذریعہ طلب کرنا جو حرف **اُدْعُوْا یا اُنَادِیْ** فعل کے قائم مقام ہو، جیسے یا زیدُ (اے! زید) یہاں متکلم نے ''یا'' کے ذریعہ زید کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② ادواتِ نداء کی نشاندہی اور قُرب وبعد کے اعتبار سے ادواتِ نداء کی تفصیل:۔ ادواتِ نداء آٹھ ہیں: یا، همزه، ای، آ، آی، ایا، هیا، وا۔ همزه اور ای منادیٰ قریب کیلئے ہیں، ان کے علاوہ باقی تمام حروف منادیٰ بعید کیلئے آتے ہیں۔

③ شعر کا ترجمہ واستشہاد کی وضاحت:۔ ترجمہ: اے وادی نعمان اراک کے باشندو! تم یقین کرلو کہ تم میرے دل کی بستی میں آباد ہو۔ اس شعر میں شاعر نے منادیٰ بعید کو منادیٰ قریب کے مرتبہ ودرجہ میں اتار کر اس کیلئے حرفِ نداء همزه کو استعمال کیا ہے جو کہ منادیٰ قریب کیلئے موضوع ہے، حالانکہ شاعر کے درمیان اور اس کے منادیٰ (سکانِ نعمانِ اراک) کے درمیان کئی میلوں کا فاصلہ ہے مگر شاعر نے یہ بات سمجھانے اور تاثر دینے کیلئے ہمزہ کو استعمال کیا کہ میرا منادیٰ اگرچہ بعید ہے، مگر وہ میرے دل و دماغ اور تصور پر ہر وقت چھایا ہوا ہے، اسی وجہ سے اسے بعید نہ سمجھو بلکہ وہ میرے دل کے انتہائی قریب ہے۔

④ پانچ دواعیٔ حذف مع امثلہ:۔ ① حذف کا پہلا داعی وسبب اخفاء الامر عن غیر المخاطب ہے یعنی مخاطب کے علاوہ کسی دوسرے کو بات کا علم نہ ہوسکے جیسے اقبل (وہ آگیا) آپ نے فاعل کو حذف کردیا کہ مخاطب کو تو معلوم ہے کہ کسی نے آنا تھا، البتہ دیگر لوگوں پر بات مخفی رہ گئی۔ ② حذف کا دوسرا داعی وسبب تاتی الانکار عند الحاجة ہے یعنی بوقتِ ضرورت انکار کی گنجائش باقی رہے جیسے کسی کا مجلس میں ذکر ہورہا تھا آپ نے کہا لئیم خسیس (وہ کمینہ وذلیل ہے) یہاں آپ نے مبتدا کو حذف کردیا کہ اگر اس شخص کو علم ہوجائے تو آپ یہ کہہ سکیں کہ میں نے آپ کا نام ہی نہیں لیا تھا تو یہاں انکار کی گنجائش کی وجہ سے مبتدا کو حذف کردیا گیا۔

③ حذف کا تیسرا داعی وسبب تنبیه علی تعیین المحذوف ہے یعنی محذوف کے متعین ہونے کی وجہ سے اسے حذف کردیا جاتا ہے جیسے خالق کل شیئ (وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے) یہاں پر لفظ اللہ کو حذف کردیا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ کل کائنات کا خالق اللہ ہی ہے گویا خالق متعین ہے۔ ④ حذف کا چوتھا داعی وسبب اختبار تنبه السامع ہے یعنی سامع کی عقل کے امتحان وآزمائش کیلئے بھی لفظ کو حذف کردیا جاتا ہے جیسے نوره مستفاد من نور المشمس وواسطة عقد الکواکب (اس کا نور سورج کے نور سے حاصل شدہ ہے اور وہ موتیوں کی لڑی کا درمیانی بڑا موتی ہے) یہاں پر مبتدا القمر کو حذف کردیا اور خبر کو ذکر کردیا کہ مخاطب میں کچھ عقل وسمجھ ہے یا نہیں، اسکو کچھ پتہ چلتا ہے یا نہیں، تو آپ نے اس آزمائش وامتحان کیلئے مبتدا القمر کو حذف کردیا۔ ⑤ حذف کا پانچواں داعی وسبب ضیق المقام ہے یعنی مقام اور وقت کی نزاکت وتنگی کی وجہ سے بھی لفظ کو حذف کردیا جاتا ہے جیسے قال لی کیف انت قلت علیل (اس نے کہا تیرا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کہ بیمار ہوں) یہاں پر "علیل" کا مبتدا انا محذوف ہے کیونکہ یہاں پر متکلم بیمار ہے اور وہ بات چیت پر بمشکل قادر ہے تو اس سے کسی نے پوچھا کیف انت تو متکلم نے انا کو حذف کرتے ہوئے صرف علیل کہہ دیا۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق و البلاغه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....وهو وان لم یصلح لأن یخبر به وحده، فهو الأداة ك"فی" و"لا"۔ (ص ۶۵۔ امدادیہ)

هـــو ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے اداۃ، کلمہ اور اسم میں سے ہر ایک کی تعریف اور مثال بیان کریں۔ تینوں کی وجہ تسمیہ تحریر کریں۔ نحویوں کے فعل، اسم، حرف اور مناطقہ کے کلمہ، اسم، ادات کے درمیان فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) هـــو ضمیر کا مرجع (۲) اسم، کلمہ، اداۃ کی تعریف مع امثلہ (۳) اسم کلمہ وادات کی وجہ تسمیہ (۴) نحویوں کے فعل، اسم اور حرف اور مناطقہ کے کلمہ، اسم، ادات میں فرق۔

جواب ..... ① هو ضمیر کا مرجع:۔ لفظِ مفرد ہے۔

② اسم، کلمہ، اداۃ کی تعریف مع امثلہ:۔ اسم: وہ لفظ مفرد ہے جو اپنی ہیئت کے اعتبار سے اکیلا مخبر بہ بن سکتا ہو اور تین زمانوں میں

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

سے کسی ایک کے ساتھ مقترن نہ ہو جیسے زید، عمر، بکر۔ کلمہ: وہ لفظ مفرد ہے جو اپنی ہیئت کے اعتبار سے اکیلا مخبر بہ بن سکتا ہو اور تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن بھی ہو جیسے ضرب، نصر، سمع۔

ادات: وہ لفظ مفرد ہے جو اکیلا مخبر بہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو جیسے فی اور لا۔

③ اسم، کلمہ، اداۃ کی وجہ تسمیہ:۔ اسم کی وجہ تسمیہ: اسم سِمُوّ بمعنی بلند ہونا سے مشتق ہے چونکہ اسم بھی اپنے اخوین (کلمہ اور ادات) سے بلند ہوتا ہے بایں طور کہ اکیلے اسم سے کلام بن سکتی ہے اکیلے کلمہ وادات سے کلام نہیں بن سکتی اس وجہ سے اس کو اسم کہتے ہیں۔

کلمہ کی وجہ تسمیہ: یہ کلم بمعنی زخمی کرنا سے مشتق ہے چونکہ کلمہ زمانے پر مشتمل ہوتا ہے اور زمانہ اپنے تجدد اور تغیر کی بناء پر لوگوں کی مرادیں پوری نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں کو زخمی کرتا ہے اسلئے اس کو کلمہ کہتے ہیں۔ ادات کی وجہ تسمیہ: ادات کا معنی ہے واسطہ چونکہ یہ بھی بعض الفاظ کو دوسرے بعض الفاظ کے ساتھ جوڑنے میں واسطہ کا کام دیتا ہے اسلئے اس کو اداۃ کہتے ہیں۔

④ نحویوں کے فعل، اسم، حرف اور مناطقہ کے کلمہ، اسم اور ادات میں فرق:۔ نحویوں کے اسم اور منطقیوں کے اسم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے البتہ نحویوں کے فعل اور منطقیوں کے کلمہ کے مابین فرق ہے۔ وہ یہ کہ نحویوں کا فعل عام مطلق ہے اور منطقیوں کا کلمہ خاص مطلق ہے۔ لہٰذا ہر کلمہ منطقیوں کا تو فعل ہو سکتا ہے لیکن نحویوں کا ہر فعل منطقیوں کا کلمہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ نحوی لفظ سے بحث کرتے ہیں اور منطقی معنی سے بحث کرتے ہیں چنانچہ اِضْرِبْ وغیرہ نحویوں کے ہاں فعل ہے لیکن منطقیوں کے نزدیک کلمہ نہیں ہے۔

اسی طرح منطقیوں کا ہر ادات نحویوں کا حرف نہیں ہو سکتا کیونکہ کلماتِ وجودیہ نحویوں کے ہاں افعال ہیں اور منطقیوں کے نزدیک وہ کلمے نہیں بلکہ اداۃ ہیں چونکہ منطقیوں کی نظر معانی کی طرف ہوتی ہے اور یہ کلمات عدم استقلال میں بقیہ ادواۃ کی طرح ہیں اس لئے ان کو اداۃ کہتے ہیں۔ اور نحویوں کی نظر الفاظ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ معنی کی طرف اور ان کلمات میں معانی کے اعتبار سے لفظ کی جزء معنی کی جزء پر دلالت کرتی ہے تو وہ مرکب ہوئے اور اداۃ منطقیوں کے نزدیک مفرد کی اقسام سے ہے۔

الشق الثانی ..... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفیں مثالوں سمیت لکھیں۔

جنس قریب، عرض مفارق، حمل مواطاۃ، حمل اشتقاق، کلی طبعی، کلی منطقی۔

جواب ..... مذکورہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ:۔ جنسِ قریب: اگر ماہیت معینہ اور اسکے بعض مشارکات فی ذالک الجنس سے سوال کا جواب وہی ہے جو اس ماہیتِ معینہ اور اسکے ہر ہر مشارک فی ذلک الجنس کے سوال کا جواب ہے تو یہ جنسِ قریب ہے، جیسے حیوان انسان کی جنس قریب ہے۔ کیونکہ انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک بعض مشارکات مثلاً فرس کو ملا کر **مـــاهـــو** کے ذریعہ سوال کریں **الانسان والفرس ماهما** تو جواب میں حیوان آئے گا اور اگر انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک ہر ہر مشارک مثلاً غنم، فرس بقر وغیرہ کو ملا کر **ماهو** کے ذریعے سوال کریں اور یوں کہیں **الانسان والفرس والغنم والبقر ماهم** تو بھی جواب میں حیوان آئے گا پس معلوم ہوا حیوان انسان کی جنس قریب ہے۔ عرض مفارق: وہ کلی ہے جس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع نہ ہو بلکہ ممکن ہو جیسے کتابت بالفعل انسان کے لئے عرض مفارق ہے کیونکہ کتابت بالفعل کا انسان سے جدا ہونا ممتنع نہیں ہے۔

حمل مواطاۃ: وہ حمل ہے جس میں ایک شئ دوسری شئ پر بلا واسطہ محمول ہو جیسے **زید ناطق** نطق زید پر بلا واسطہ محمول ہے۔

حمل اشتقاق: وہ حمل ہے جسمیں ایک شئ دوسری شئ پر کسی واسطہ مثلاً لام، فی، ذو وغیرہ کے ذریعہ محمول ہو جیسے **زید ذو مال**۔

کلی طبعی: کلی کے مفہوم کے مصداق کو کلی طبعی کہتے ہیں جیسے **حیـوان مـن حیـث هو هو**، یعنی حیوان اس حیثیت سے کہ وہ حیوان ہے یعنی اسکی ماہیت۔ کلی منطقی: کلی کے مفہوم (**مالا یمنع نفس تصورہ عن وقوع الشرکة فیه**) کو کہتے ہیں؟

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤٤۱ھ

الشق الاوّل .....صدق الخبر مطابقته..... خبر کے صادق اور کاذب ہونے سے متعلق علماء کا اختلاف بیان کریں۔صدق اور کذب کی تفسیر میں جمہور، نظام اور جاحظ کا اختلاف تحریر کریں۔جاحظ کی دلیل اور اس کا جواب ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) خبر کے صادق اور کاذب ہونے میں علماء کا اختلاف (۲) صدق اور کذب کی تفسیر میں جمہور، نظام اور جاحظ کا اختلاف (۳) جاحظ کی دلیل اور اس کا جواب۔

جواب ..... ① خبر کے صادق اور کاذب ہونے میں علماء کا اختلاف:۔ خبر کے صادق اور کاذب ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔جمہور اور نظام معتزلی خبر کو صادق اور کاذب ہونے میں منحصر کہتے ہیں یعنی انکے نزدیک یا تو خبر صادق ہوگی یا کاذب ہوگی تیسری کوئی صورت نہیں ہے اور جاحظ معتزلی کہتے ہیں کہ خبر صادق اور کاذب ہونے میں منحصر نہیں ہے بلکہ بعض خبریں صادق ہیں اور بعض خبریں کاذب ہیں اور بعض ایسی خبریں ہیں جو نہ صادق ہیں اور نہ کاذب ہیں۔

② صدق اور کذب کی تفسیر میں جمہور، نظام اور جاحظ کا اختلاف:۔ صدق و کذب کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

جمہور کے نزدیک نسبت کلامیہ کا واقع کے مطابق ہونا خبر کا صادق ہونا ہے اور واقع کے مطابق نہ ہونا خبر کا کاذب ہونا ہے۔نظام کے نزدیک نسبت کلامیہ کا مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہونا صدقِ خبر ہے ورنہ کذب خبر ہے، خواہ مخبر کا یہ اعتقاد نفس الامر کے مطابق ہو یا نہ ہو۔جاحظ کے نزدیک صدقِ خبر یہ ہے کہ نسبتِ کلامیہ واقع کے مطابق ہو اور مخبر کو اس مطابقت کا اعتقاد بھی ہو اور کذبِ خبر یہ ہے کہ نسبت کلامیہ واقع کے مطابق نہ ہو اور مخبر کو اس عدمِ مطابقت کا اعتقاد بھی ہو گویا جاحظ کے نزدیک صدقِ خبر میں نسبت کا واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

③ جاحظ کی دلیل اور اسکا جواب:۔ جاحظ نے آیت کریمہ **افترٰی علی اللّٰہ کذبًا ام بہ جنة** سے استدلال کیا ہے بایں طور کہ کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کی ان خبروں کو جو آپ ﷺ حشر ونشر سے متعلق ارشاد فرماتے تھے صرف دو چیزوں میں منحصر کر دیا تھا۔افتراء یعنی کذب میں اور بحالت آسیب زدگی خبر دینے میں یعنی مشرکین یہ کہتے تھے کہ آپ حشر ونشر کے متعلق (العیاذ باللہ) جھوٹ بول رہے ہیں یا آسیب زدگی میں ایسی باتیں کر رہے ہیں جو کہ نہ صادق ہیں نہ کاذب۔تو لازمی طور پر یہ کہنا پڑے گا کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو نہ صادق ہیں اور نہ کاذب لہٰذا خبر صدق و کذب میں منحصر نہیں ہے۔

جمہور کی طرف سے جاحظ کے اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ آیت میں **ام بہ جنة** سے مطلق کذب مراد نہیں ہے کہ ان کے درمیان واسطہ لازم آئے بلکہ اس جملہ کا مطلب **ام لم یفتر** ہے پس کذبِ عمدی کو افتراء سے اور غیر عمدی کو **ام بہ جنة** سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ افتراء عمداً جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں اور مجنوں کا جھوٹ کا قصد نہیں ہوتا، پس **ام بہ جنة** مطلق کذب کا قسیم (مدِ مقابل) نہیں ہے بلکہ کذب کی خاص قسم کذبِ عمدی کا قسیم ہے پس اخبارِ کاذبہ مطلق کذب کی دو قسموں (عمدی، غیر عمدی) میں منحصر ہوئیں۔لہٰذا جاحظ کا اس آیت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔(تحفۃ الآفاق)

الشق الثانی .....الفصل الثالث فی احکام القضایا و فیه اربعة مباحث: البحث الاول فی التناقض۔

تناقض کی تعریف، شرائط واحترازی مثالیں لکھیں۔عکسِ نقیض کی تعریف کریں اور محصوراتِ اربعہ کا عکسِ نقیض مع مثال لکھیں۔عکسِ مستوی کی تعریف کریں اور محصوراتِ اربعہ کا عکسِ مستوی مع مثال لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① تناقض کی تعریف، شرائط واحترازی امثلہ ② عکسِ نقیض کی تعریف اور محصوراتِ اربعہ کا عکسِ نقیض مع مثال ③ عکسِ مستوی کی تعریف اور محصوراتِ اربعہ کا عکسِ مستوی مع مثال۔

جواب ..... ① تناقض کی تعریف، شرائط واحترازی امثلہ:۔ تناقض دو قضیوں کا ایجاب وسلب کے اعتبار سے اس طور پر مختلف ہونا

کہ یہ اختلاف بالذات اس بات کا تقاضا کرے کہ ان دونوں قضیوں میں سے لامحالہ ایک قضیہ سچا ہے اور دوسرا جھوٹا ہے جیسے زید عالم ہے، زید عالم نہیں، اب ان میں لامحالہ جو قضیہ واقع نفس الامر کے مطابق ہوگا وہ سچا ہوگا اور دوسرا لامحالہ جھوٹا ہوگا۔

تناقض کی آٹھ شرائط ہیں: ① **موضوع:** دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہو جیسے زید آیا ہے، زید نہیں آیا ان میں زید موضوع ہے۔ احترازی مثال: زید آیا ہے، بکر نہیں ② **محمول:** دونوں قضیوں کا محمول ایک ہو جیسے زید آیا ہے زید نہیں آیا، ان میں آنا محمول ہے۔ احترازی مثال: زید آیا ہے، زید نہیں گیا۔ ③ **مکان:** دونوں قضیوں کا مکان (جگہ) ایک ہو جیسے زید مسجد میں ہے، زید مسجد میں نہیں ان میں مسجد مکان ہے۔ احترازی مثال: زید مسجد میں ہے، زید گھر میں نہیں۔ ④ **زمان:** دونوں قضیوں کا زمان (وقت) ایک ہو جیسے زید صبح آیا، زید صبح نہیں آیا، ان میں صبح زمان ہے۔ احترازی مثال: زید صبح آیا، زید شام نہیں آیا۔

⑤ **شرط:** دونوں قضیوں کی شرط ایک ہو جیسے اگر زید میرے پاس آیا تو میں اسے ماروں گا' اگر زید میرے پاس آیا تو میں اسے نہیں ماروں گا، ان میں زید کا میرے پاس آنا شرط ہے۔ احترازی مثال: اگر زید میرے پاس آیا تو میں اسے ماروں گا' اگر زید پڑھنے گیا تو میں اسے نہیں ماروں گا۔ ⑥ **اضافت:** دونوں قضیوں کی اضافت ایک ہو جیسے زید بکر کا باپ ہے، زید بکر کا باپ نہیں ان میں بکر کا باپ ہونا اضافت ہے۔ احترازی مثال: زید بکر کا باپ ہے، زید خالد کا باپ نہیں۔

⑦ **قوت و فعل:** دونوں قضیوں میں قوت و فعل ایک ہو یعنی دونوں قضیوں میں بالفعل کام کا ثبوت و نفی ہو یا بالقوۃ ثبوت و نفی ہو جیسے زید بالفعل کاتب ہے، زید بالفعل کاتب نہیں۔ احترازی مثال: زید بالقوۃ کاتب ہے، زید بالفعل کاتب نہیں۔

⑧ **جزء و کل:** دونوں قضیوں میں جزء و کل ایک ہو جیسے حبشی کا کل جسم کالا ہے حبشی کا کل جسم کالا نہیں۔ احترازی مثال: حبشی کا کل جسم کالا ہے، حبشی کے دانت کالے نہیں۔ اگر یہ تمام شرائط ثمانیہ میں دونوں قضیے متحد و متفق ہوں پھر تو ان میں تناقض ہوگا وگرنہ نہیں۔

② عکسِ نقیض کی تعریف اور محصوراتِ اربعہ کا عکسِ نقیض مع مثال:۔ کسی قضیے کا عکسِ نقیض یہ ہے کہ اُس کے جزءِ اوّل کی نقیض کو جزءِ ثانی اور جزءِ ثانی کی نقیض کو جزءِ اوّل بنا دیا جائے، اصل قضیہ کے صدق و کیف کو باقی رکھتے ہوئے۔

موجبہ کلیہ کا عکسِ نقیض موجبہ کلیہ ہی آتا ہے جیسے **کل انسان حیوانٌ** کا عکسِ نقیض **کل لا انسانٍ لا حیوانٌ** ہے۔

موجبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض قطعاً آتا ہی نہیں ہے جیسا کہ سالبہ جزئیہ کا عکسِ مستوی نہیں آتا کیونکہ اس میں بقائے صدق و کیف کی شرط نہیں پائی جاتی۔ سالبہ کلیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے جیسے **لاشیئ من الانسان بفرسٍ** کا عکسِ نقیض **بعض اللافرس لیس بلاانسان** ہے۔ سالبہ جزئیہ کا عکسِ نقیض سالبہ جزئیہ ہی آتا ہے جیسے **بعض الحیوان لیس بانسان** کا عکسِ نقیض **بعض اللاانسان لیس بلاحیوان** ہے۔

③ عکسِ مستوی کی تعریف اور محصوراتِ اربعہ کا عکسِ مستوی مع مثال:۔ قضیہ کے پہلے جز کو ثانی اور ثانی جزء کو اوّل کر دینے کا نام عکس مستوی ہے لیکن صدق و کذب کے بقاء کے ساتھ جیسے **کل انسان حیوان** کا عکس مستوی **بعض الحیوان انسان** آئے گا اور **لا شئ من الانسان بحجر** کا عکس مستوی **لاشئ من الحجر بانسان** آئے گا۔

① موجبہ کلیہ: کا عکس مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے جیسے **کل انسان حیوان** کا عکس مستوی **بعض الحیوان انسان** آتا ہے۔

② موجبہ جزئیہ: کا عکسِ مستوی موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے جیسے **بعض انسان حیوان** کا عکسِ مستوی **بعض الحیوانِ انسان** آتا ہے

③ سالبہ کلیہ: کا عکسِ مستوی سالبہ کلیہ ہی آتا ہے جیسے **لا شیئ من الانسان بحجر** کا عکس مستوی **لاشیئ من الحجر بلانسان** آتا ہے۔

④ سالبہ جزئیہ: کا عکسِ مستوی لازمی طور پر نہیں آتا کیونکہ اس میں صدق و کذب کے لحاظ سے اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....مندرجہ اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ تحریر کریں۔

فصاحت فی الکلمہ ،فصاحت فی الکلام،فصاحت فی المتکلم ،غرابت،تعقید،حال،مقتضی الحال۔

جواب .....مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ فصاحت فی الکلمۃ: **سلامتها من تنافر الحروف و مخالفة القياس والغرابة** فصاحت فی الکلمہ کلمہ کا تنافرِ حروف،مخالفتِ قیاس لغوی اور غرابت فی السمع سے محفوظ ہونا ہے۔

فصاحت فی الکلام: **سلامته من تنافر الكلمات مجتمعة و من ضعف التاليف و من التعقيد مع فصاحة كلماته** فصاحت فی الکلام یہ ہے کہ وہ تنافرِ کلمات مجتمعۃ،ضعفِ تالیف اور تعقید سے خالی ہو بشرطیکہ اس کے تمام کلمات فصیح ہوں۔

فصاحت فی المتکلم: **هی ملكة يقتدر بها على التعبير عن المقصود بكلام فصيح فی ایّ غرض كان** (وہ ایک ایسی صلاحیت ہے جس کے ذریعے متکلم کسی بھی غرض کیلئے کلامِ فصیح کے ذریعے معنیٰ مقصود کے ادا کرنے پر قادر ہو جائے)۔

غرابت: **كون الكلمة غير ظاهرة المعنى** ایسا کلمہ کہ اس کے معنیٰ حقیقی کی طرف ذہن آسانی اور سہولت سے منتقل نہ ہو عموماً لوگوں کے اسے استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جیسے **تكاكا** (جمع ہوا) اور **افر نقع** (لوٹا) **اطلخم** (دشوار ہوا)۔

تعقید: **التعقيد ان يكون الكلام خفی الدلالة على المعنى المراد** کلام کی دلالت اپنے معنیٰ مرادی پر مخفی ہو واضح نہ ہو جیسے **نشر الملك السنتة فی المدينة** (بادشاہ نے اپنی زبانوں کو یعنی جاسوسوں کو شہر میں پھیلا دیا)۔

حال: **الحال هو الامر الحاصل للمتكلم على ان يورد عبارته على صورة مخصوصة** حال ایسا امر ہے جو متکلم کو اپنا کلام کسی مخصوص صورت میں لانے پر آمادہ کرے جیسے کسی کی تعریف کرنا۔ذکی و دانا مخاطب کے سامنے کلام کرنا۔

مقتضائے حال: **هو الصورة المخصوصة التی تورد عليها العبارة** مقتضائے حال وہ مخصوص صورت ہے جس کے مطابق عبارت کو لایا جائے جیسے کسی کی تعریف کرنا یہ ایک حال ہے جو عبارت کو اطناب کی شکل میں لانے کا تقاضا کرتا ہے۔

الشق الثانی .....**فالهمزة لطلب التصور او التصديق: و التصور هو ادراك المفرد كقولك اَ علیّ مسافر ام خالد؟ تعتقد انّ السفر حصل من احدهما و لٰكن تطلب تعيينه و لذا يجاب بالتعيين فيقال علیّ مثلا، و التصديق هو ادراك النسبة نحو اَ سافر علیّ؟ تستفهم عن حصول السفر و عدمه و لذا يجاب بِنَعَمْ او لَا۔**

عبارت کا ترجمہ کریں۔عبارت کی روشنی میں ہمزۂ استفہام کے معنیٰ کی مکمل وضاحت کریں۔ام متصلہ و منفصلہ کی تعریف کر کے مثالوں سے واضح کریں۔مندرجہ ذیل شعر کا ترجمہ،محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد لکھیں:

ا سرب القطا هل من يعير جناحه لعلّی الی من قد هويتُ اطير

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:① عبارت کا ترجمہ ② ہمزۂ استفہام کے معنیٰ کی وضاحت ③ ام متصلہ و منفصلہ کی تعریف و مثال ④ شعر کا ترجمہ،محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ پس ہمزہ طلبِ تصور یا طلبِ تصدیق کیلئے آتا ہے،تصور ادراک مفرد کو کہتے ہیں جیسے تیرا قول: **اَ عَلِیٌّ سافر ام خالد** اس بات کا اعتقاد رکھتے ہوئے کہ سفر ان دونوں میں سے ایک سے حاصل ہوا ہے،لیکن تو اسکی تعیین چاہتا ہے۔اسی لئے تعیین کے ذریعہ جواب دیا جائے گا،پس مثلاً کہا جائے گا کہ ''علی'' اور تصدیق ادراکِ نسبت کو کہتے ہیں مثلاً **اَ سافر علیّ؟** تو حصولِ سفر (وقوعِ نسبت) اور عدمِ حصولِ سفر کے متعلق پوچھنا چاہتا ہے پس **نعم یا لا** کے ذریعے جواب دیا جائے گا۔

② ہمزۂ استفہام کے معنیٰ کی وضاحت:۔ ہمزہ طلبِ تصور اور طلبِ تصدیق دونوں کیلئے آتا ہے،تصور کہتے ہیں ادراک مفرد کو مثلاً اگر آپ کو خالد اور علی دو بھائیوں میں سے کسی ایک کیلئے حصولِ سفر کی نسبت کے واقع ہونے کا علم ہوا ہے مگر متعین طور پر آپ نہیں جانتے

03[illegible]3579113 maktabazakariyamultan@gmail.com

کہ وہ سفر کرنے والا کون ہے علی یا خالد، اب آپ کسی واقف کار شخص سے **اَعَلِیٌّ سافر ام خالد** کہہ کر سوال کریں گے تو جواب میں ان دو مفرد یعنی علی و خالد میں سے کسی ایک مفرد کی تعیین کی جائے گی اور مثلاً کہا جائے گا کہ ''علی'' تو آپ کو علی کی شکل میں ایک مفرد کا حصول ہوا ہے اسی ادراکِ مفرد کو طلبِ تصور کہا جائے گا اور تصدیق ادراکِ نسبت کو کہتے ہیں مثلاً اگر آپ کو علی (مفرد) کے بارے میں اتنا تو معلوم ہے کہ وہ سفر کرنے والا تھا البتہ یہ معلوم نہیں کہ آیا یہ سفر کرنے کی نسبت حاصل ہوئی بھی ہے یا نہیں، اب آپ **أَسافر علی** کہہ کر جب سوال کریں گے تو آپ اس سوال کے ذریعے حصولِ سفر (وقوعِ نسبت) کو پوچھنا چاہیں گے اور اس نسبت کے معلوم کرنے کو ہی تصدیق کہا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کو **نعم** یا **لا** کے ذریعے جواب دیا جائے گا۔ پس اگر **نعم** کے ذریعے جواب ملا تو آپ کو علی کے وقوعِ نسبتِ سفر کا علم ہوا اور **لا** کی صورت میں جواب ملا تو آپ کو اس کیلئے لاوقوعِ نسبتِ سفر کا علم حاصل ہوا۔

③ ام متصلہ و منفصلہ کی تعریف و مثال:۔ **اَمْ** متصلہ وہ اُم ہے جس کے ذریعے سے دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین کا سوال کیا جائے اور اِس اُم کے ذریعے سوال کرنے والا اُن دو چیزوں میں سے کسی ایک کے ثبوت کو مبہم طور پر جانتا ہو جیسے **أَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ بَكْرٌ** اس مثال میں سائل یہ تو جانتا ہے کہ تیرے پاس زید و بکر میں سے کوئی ایک ضرور ہے البتہ وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ زید ہے یا بکر ہے۔ بخلاف أَو اور أَما کے، کہ ان میں سائل دو چیزوں میں سے کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا۔

اُم منقطعہ وہ **أَم** ہے جو **بَلْ** کے معنی میں ہو اور اُس سے پہلے ہمزہ واقع ہو یعنی اُم کے ذریعے پہلی کلام سے اعراض ہو اور بعد والی کلام کے متعلق استفہام ہو جیسے آپ نے دور سے ایک شکل دیکھی اور یقین کر لیا کہ یہ اونٹ ہے تو آپ نے کہا **إِنَّهَا لَإِبِلٌ** پھر تھوڑی دیر بعد جب قریب سے آپ نے اُسے دیکھا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ اونٹ نہیں ہے، شک ہوا کہ شاید بکری ہو تو آپ نے کہہ دیا **أَمْ هِيَ شَاةٌ** تو اس کلام کے ذریعے آپ کا مقصود پہلی خبر سے اعراض کرنا ہے کہ میری پہلی بات ٹھیک نہیں ہے اور دوسرے سوال کی ابتداء کرنا مقصود ہے کہ شاید یہ بکری ہے۔

④ شعر کا ترجمہ، محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد:۔ ادواتِ تمنی میں سے تیسرا حرف لعلّ ہے جیسے شاعر کا یہ شعر ہے:

أَسِرْبَ الْقَطَا هَلْ مَنْ يُعِيْرُ جَنَاحَهُ لَعَلِّيْ إِلَى مَنْ قَدْ هَوِيْتُ أَطِيْرُ

(ترجمہ: اے قطا نامی پرندوں کی جماعت! کیا کوئی مجھے اپنا پَر عاریت پر دے گا؟ کاش کہ میں اپنے محبوب کے پاس اڑ کر پہنچ جاؤں)

اس شعر میں ''لعلّ'' اپنے حقیقی معنی میں ترجّی کی بجائے مجازی معنی تمنی میں مستعمل ہے کیونکہ ترجی کیلئے محبوب شیی کا ممکن بلکہ متوقع الحصول ہونا ضروری ہے اور یہاں توقع تو کیا یہ ممکن الحصول ہی نہیں ہے کہ کوئی پرندہ اپنا بازو و پَر کسی انسان کو عاریۃً دیدے اور وہ انسان اُس بازو کو اپنے جسم کا جزء بنا کر اس کے ذریعہ اُڑ سکے۔ پس یہاں ''لعلّ'' تمنی کیلئے مستعمل ہے۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق و البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل ..... **قَالَ: وَمَرَاتِبُهُ اَرْبَعٌ لِاَنَّهُ إِمَّا اَعَمُّ الْاَنْوَاعِ وَهُوَ النَّوْعُ الْعَالِیْ كَالْجِسْمِ اَوْ اَخَصُّهَا وَهُوَ النَّوْعُ السَّافِلُ كَالْاِنْسَانِ وَيُسَمّٰى نَوْعَ الْاَنْوَاعِ اَوْ اَعَمُّ مِنَ السَّافِلِ وَاَخَصُّ مِنَ الْعَالِیْ وَهُوَ النَّوْعُ الْمُتَوَسِّطُ كَالْحَيَوَانِ وَالْجِسْمِ النَّامِیْ اَوْ مُبَايِنٌ لِلْكُلِّ وَهُوَ النَّوْعُ الْمُفْرَدُ كَالْعَقْلِ ، اِنْ قُلْنَا اَنَّ الْجَوْهَرَ جِنْسٌ لَهٗ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، شارح رحمۃ اللہ علیہ کے انداز میں تشریح کریں۔ (ص ۱۱۹۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس نوع کے چار مراتب ہیں، کیونکہ وہ یا تو اعم الانواع ہے اور وہی نوع عالی ہے جیسے جسم یا اخص الانواع ہے اور یہی نوع سافل ہے جیسے انسان اور اسی کا نام نوع الانواع ہے، یا سافل سے اعم اور عالی سے اخص ہے اور یہی نوع متوسط ہے جیسے حیوان اور جسم نامی یا ان سب سے جدا ہے اور یہی نوع مفرد ہے جیسے عقل اگر ہم یہ کہیں کہ جوہر اس کیلئے جنس ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نوع اضافی کے مراتب کو بیان کر رہے ہیں نہ کہ نوع حقیقی کے مراتب کو۔ کیونکہ انواع حقیقیہ میں ترتیب محال ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر ان میں ترتیب ہو تو پھر اس کے اوپر ایک اور نوع حقیقی ماننی پڑے گی جو اس کے لئے جنس ہوگی اور نوع حقیقی کا جنس ہونا باطل ہے۔ لیکن انواع اضافیہ میں ترتیب ممکن ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک نوع اضافی کے اوپر ایک اور نوع اضافی ہو جیسے انسان یہ حیوان کے لئے نوع اضافی ہے اور حیوان جسم نامی کے لئے نوع اضافی ہے اور جسم نامی جسم مطلق کیلئے نوع اضافی ہے تو اس اعتبار سے نوع اضافی کے چار مرتبے ہو گئے ① نوع عالی ② نوع سافل ③ نوع متوسط ④ نوع مفرد۔ ان کی وجہ حصر یہ ہے کہ نوع اضافی چار حال سے خالی نہیں، یا تو **اعم الانواع** ہوگی یا **اخص الانواع** ہوگی یا **اعم من بعض الانواع و اخص من بعض الانواع** ہوگی یا **مبائن للکل** ہوگی۔ اگر **اعم الانواع** ہو تو وہ نوع عالی ہے۔ جیسے جسم مطلق کیونکہ یہ جسم نامی، حیوان انسان ان سب سے اعم ہے اور اگر **اخص الانواع** ہو تو وہ نوعِ سافل ہے جیسے انسان یہ تمام انواع سے اخص ہے اگر **اعم من بعض الانواع و اخص من بعض الانواع** ہو تو وہ نوع متوسط ہے جیسے حیوان کیونکہ یہ جسم نامی سے اخص ہے اور انسان سے اعم ہے اور جیسے جسمِ نامی کہ یہ جسم مطلق سے اخص اور حیوان سے اعم ہے۔ اور اگر وہ **مبائن للکل** ہو تو نوع مفرد ہے جیسے عقل جبکہ جوہر اس کیلئے جنس ہو اور عقول عشرہ اس کیلئے اشخاص ہوں۔

اس کی مزید تفصیل کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۳ھ۔

الشق الثانی.....**قال:وان کان الثانی فان کان تمام الجزء المشترک بینها وبین نوع اٰخر فهو المقول فی جواب ماهو بحسب الشرکة المحضة ویسمی جنسا** ۔(ص۸۲۔امدادیہ)

تمام الجزء المشترک کی تعریف کریں۔ جنس کی تعریف میں فوائدِ قیود کی وضاحت کریں۔ جنسِ قریب وجنسِ بعید کی تعریف وامثلہ ذکر کریں۔ شارحؒ کے قول **(و ربما یقال المراد بتمام المشترک مجموع الاجزاء المشترکة بینهما)** کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① **تمام الجزء المشترک** کی تعریف ② جنس کی تعریف میں فوائدِ قیود کی وضاحت ③ جنسِ قریب وجنسِ بعید کی تعریف وامثلہ ④ **و ربما یقال المراد بتمام المشترک الخ** کی وضاحت۔

جواب..... ① و ② **تمام الجزء المشترک** کی تعریف، جنس کی تعریف میں فوائدِ قیود کی وضاحت:۔

کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۵ھ

③ جنسِ قریب وجنسِ بعید کی تعریف وامثلہ:۔ جنسِ قریب: اگر کسی ماہیتِ معینہ اور اسکے بعض مشارکات فی ذالک الجنس سے سوال کا جواب وہی ہے جو اس ماہیتِ معینہ اور اسکے ہر ہر مشارک فی ذلک الجنس کے سوال کا جواب ہے تو یہ جنسِ قریب ہے، جیسے حیوان انسان کی جنس قریب ہے۔ کیونکہ انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک بعض مشارکات مثلاً فرس کو ملا کر **ماهو** کے ذریعہ سوال کریں **الانسان والفرس ماهما** تو جواب میں حیوان آئے گا اور اگر انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک ہر ہر مشارک مثلاً غنم، فرس بقر وغیرہ کو ملا کر **ماهو** کے ذریعے سوال کریں اور یوں کہیں **الانسان والفرس والغنم والبقر ماهم؟** تو بھی جواب میں حیوان آئے گا پس معلوم ہوا حیوان انسان کی جنس قریب ہے۔

جنسِ بعید: اگر ماہیت معینہ اور اسکے بعض مشارکات فی ذالک الجنس سے سوال کا جواب کچھ اور ہو اور دوسرے بعض مشارکات فی ذالک الجنس سے سوال کا جواب کچھ اور ہو تو یہ جنسِ بعید ہے، جیسے جسمِ نامی انسان کی جنس بعید ہے، کیونکہ انسان کے ساتھ جسمِ نامی میں

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

شریک بعض مشارکاتِ نباتیہ مثلاً شجر کوملا کر **ماھو** کے ذریعہ سوال کریں **الانسان والشجر ماھما؟** تو جواب میں جسمِ نامی آئے گا لیکن اگر انسان کے ساتھ جسمِ نامی میں شریک دوسرے بعض مشارکاتِ حیوانیہ مثلاً غنم، بقر وغیرہ کوملا کر **ماھو** کے ذریعے سوال کریں اور یوں کہیں **الانسان والغنم والبقر ماھم؟** تو جواب میں حیوان آئے گا، جسمِ نامی نہیں آئے گا، پس معلوم ہوا کہ جسمِ نامی انسان کی جنس بعید ہے۔

④ **وربما یقال المراد بتمام المشترك الخ** کی وضاحت:۔ اس عبارت میں شارحؒ نے تمام جزءِ مشترک کی دوسری تعریف ذکر کی ہے جو امام رازیؒ سے منقول ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام جزءِ مشترک اس جزء کو کہتے ہیں جو اس ماہیت اور نوعِ آخر کے درمیان اجزاءِ مشترکہ کا مجموعہ ہو یعنی ان کے درمیان جتنے بھی اجزاء مشترک ہیں ان سب کے مجموعے کا نام تمام جزءِ مشترک ہے مثلاً انسان وفرس کے درمیان یہ سب اجزاء (جوہریت، جسمیت مطلقہ، جسمیت نامیہ، تحرک بالارادہ، حساسیت) مشترک ہیں تو حیوان ان سب کے مجموعے کا نام ہے، لہٰذا حیوان ان کے درمیان تمام جزءِ مشترک کہلائے گا۔ (الدرر السنیۃ: ۱۴۷)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل .....**واما تسمیة الدلالة الاولی بالمطابقة فلان اللفظ مطابق ای موافق لتمام ما وضع له.**

دلالت کا لغوی، اصطلاحی معنی ذکر کریں، دلالت کی اقسام ستہ مع امثلہ تحریر کرکے واضح کریں کہ مناطقہ کی بحث صرف لفظیہ وضعیہ سے کیوں ہوتی ہے؟ **واما تسمیة الدلالة الاولی** سے غرض شارحؒ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) دلالت کا لغوی، اصطلاحی معنی (۲) دلالت کی اقسام ستہ مع امثلہ (۳) مناطقہ کے صرف لفظیہ وضعیہ سے بحث کی وجہ (۴) **واما تسمیة الدلالة الاولی** سے غرض شارحؒ کی وضاحت۔

جواب ..... ① دلالت کا لغوی، اصطلاحی معنی:۔ دلالت کا لغوی معنی راستہ دکھانا اور رہنمائی کرنا اور اصطلاح میں **کون الشیء بحیث یلزم من العلم به العلم بشیء آخر** (کسی شیٔ کا اس طرح ہونا کہ اس کے علم سے دوسری نامعلوم شیٔ کا علم ہوجائے۔

② دلالت کی اقسام ستہ مع امثلہ:۔ دلالت کی اولاً دو قسمیں ہیں لفظیہ وغیر لفظیہ۔ لفظیہ وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو جیسے لفظ زید کی دلالت ذاتِ زید پر، غیر لفظیہ وہ دلالت ہے جس میں دال غیرِ لفظ ہو جیسے دوالِ اربعہ (خطوط، نصب، اشارات وعقود) کی دلالت اپنے اپنے مدلولات پر۔

پھر دلالتِ لفظیہ کی تین قسمیں ہیں ① وضعیہ: وہ ہے جس میں دلالت کرنے والا کوئی لفظ ہو اور دلالت کرنے کی وجہ واضع کی وضع ہو، یعنی واضع نے کوئی لفظ مدلول پر دلالت کرنے کیلئے وضع کردیا ہو۔ جیسے زید کا نام جو اس کے والد نے زید پر دلالت کرنے کیلئے رکھا ہے ② طبعیہ: وہ ہے جس میں دال کوئی لفظ ہو اور دلالت کرنے کی وجہ طبیعت کا تقاضا ہو یعنی کوئی لفظ کسی طبعی تقاضے پر دلالت کرے جیسے آہ آہ کا لفظ دلالت کرتا ہے تکلیف پر ③ عقلیہ: وہ ہے جس میں دال کوئی لفظ ہو اور دلالت عقلی تقاضے کی بناء پر ہو یعنی دال کا کسی مدلول پر دلالت کرنا عقل کے ذریعہ معلوم ہو جیسے کوئی بھی آواز اگر دیوار کے پیچھے سے سنائی دے تو سننے والے کو معلوم ہوجاتا ہے کہ کوئی بولنے والا موجود ہیں۔ پھر دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی تین اقسام ہیں: دلالت مطابقی، تضمنی والتزامی۔ ان کی تفصیل **کماسیأتی فی الشق الاول من السوال الاوّل ۱۴۴۳ھ**۔

0313 6357913 maktabazakariyamurtaza@gmail.com

③ مناطقہ کے صرف لفظیہ وضعیہ سے بحث کی وجہ:۔ الفاظ کی بحث کو لانے کی وجہ افادہ واستفادہ ہے اور افادہ واستفادہ لفظیہ وضعیہ کے ذریعہ آسان ہے اور باقی پانچ اقسام میں مشکل ہے۔ اسلئے مناطقہ صرف دلالتِ لفظیہ وضعیہ سے بحث کرتے ہیں۔

④ **واما تسمیة الدلالة الاولی** سے غرض شارحؒ کی وضاحت:۔ دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی قسم اوّل دلالتِ مطابقی کی وجہ تسمیہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مطابقت کا معنی موافقت وبرابری ہے جب دو جوتے بالکل برابر ہوجائیں تو کہا جاتا ہے **طابق النعل**

بالنعل چونکہ اس دلالت میں بھی لفظ اپنے پورے معنیٰ موضوع لہٗ پر دلالت کرتا ہے تو گویا دال و مدلول میں موافقت و برابری ہوتی ہے اس لئے اس کو دلالتِ مطابقی کہتے ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل.....وَمِنَ الْمَجَازِ الْعَقْلِيِّ: اِسْنَادُ مَا بُنِيَ لِلْفَاعِلِ اِلَى الْمَفْعُوْلِ وَعَكْسُهٗ وَالْاِسْنَادُ اِلَى الْمَصْدَرِ وَاِلَى الزَّمَانِ وَاِلَى الْمَكَانِ وَاِلَى السَّبَبِ وَيُعْلَمُ مِمَّاسَبَقَ اَنَّ الْمَجَازَ اللُّغَوِيَّ يَكُوْنُ فِي اللَّفْظِ وَالْمَجَازَ الْعَقْلِيَّ يَكُوْنُ فِي الْاِسْنَادِ۔

عبارت کی تشریح کریں۔ مجاز عقلی کی تعریف و مثال ذکر کریں۔

شعر کا ترجمہ، محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد لکھیں ؎ اَشَابَ الصَّغِيْرَ وَاَفْنَى الْكَبِيْرَ كَرُّ الْغَدَاةِ وَمَرُّ الْعَشِيِّ

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کی تشریح ② مجاز عقلی کی تعریف و مثال ③ شعر کا ترجمہ، محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مجازِ عقلی کی اقسام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:

① مجازِ عقلی کی پہلی قسم (پہلا ملابس وعلاقہ) مفعولیت ہے یعنی فعل یا معنیٰ فعل کی نسبت اپنے فاعل کی بجائے مفعول کی جانب کردی جائے حالانکہ اُس فعل یا معنیٰ فعل کا حق یہ تھا کہ اُس کی نسبت اپنے فاعل کی طرف کی جاتی کیونکہ اُس کو اِسی کیلئے وضع کیا گیا ہے مگر اُس کے فاعل کو حذف کر کے مفعول کی جانب نسبت کردی جائے جیسے **فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَاضِيَةٍ** (جسکے اعمال وزنی ہوئے وہ راضی رہنے والی زندگی یعنی جنت میں رہے گا)۔ یہاں **راضية** اسم فاعل کا صیغہ ہے جو فاعل کا تقاضا کرتا ہے اور اُس کا فاعل دراصل صاحب العیشۃ تھا یعنی وہ آدمی ایسی عشرت کی زندگی میں رہے گا جسے یہ زندگی والا شخص پسند کریگا مگر صاحب العیشۃ کو حذف کردیا اور اُس کی نسبت عیشۃ کی طرف کردی گئی جو کہ **راضية** کا ماھولہٗ نہیں ہے۔

② مجازِ عقلی کا دوسرا ملابس فاعلیت ہے یعنی کسی فعل یا معنیٰ فعل کا اسناد اپنے مفعول کی بجائے فاعل کی جانب کردیا جائے حالانکہ اُس فعل کا حق یہ تھا کہ اُس کا اسناد اپنے مفعول کی جانب کیا جاتا کیونکہ اُس کو اسی کیلئے وضع کیا گیا ہے جیسے عربی زبان میں اُس سیلاب کو جو خشک یا خالی ندی نالوں کو بھر دے **سيلٌ مفعمٌ** (بھرا ہوا سیلاب) کہا جاتا ہے۔ یہاں پر **مفعمٌ** اسم مفعول کا صیغہ ہے جو اپنے لئے مفعول کا تقاضا کرتا ہے اس کا مفعول **الوادی** تھا اصل ترکیب **افعم السيل الوادی** تھی (سیلاب کے پانی نے نالے کو بھر دیا) مگر مفعول (الوادی) کو حذف کر کے اُس کا اسناد سَیل کی طرف کردیا گیا جو کہ غیر ماھولہٗ ہے۔

③ مجازِ عقلی کا تیسرا ملابس مصدریت ہے یعنی فعل یا معنیٰ فعل کا اسناد فاعل کی بجائے مصدر کی طرف کردیا جائے حالانکہ اُس فعل یا معنیٰ فعل کا حق یہ تھا کہ اُس کا اسناد اپنے فاعل کی طرف کیا جاتا، جیسے اپنی محنت اور کوشش میں کامیاب ہونے والے شخص کے لئے عربی میں **جَدَّ جِدُّهٗ** (فلاں کی کوشش کامیاب ہوئی) بولا جاتا ہے۔ اس میں **جَدَّ** کا فاعل صاحبِ الجِدّ تھا کیونکہ اصل ترکیب مثلاً **جَدَّ زَيْدٌ جِدًّا** تھی مگر فاعلِ حقیقی **زيدٌ** کو حذف کر کے فعل کی نسبت **جِدّ** کی طرف کردی گئی جو کہ مصدر ہے۔

④ مجازِ عقلی کا چوتھا ملابس زمانیت ہے یعنی فعل کی نسبت فاعل کی بجائے زمان کی طرف کردی جائے جیسے کسی عابد و زاہد کے روزہ کی تعریف کرتے ہوئے **نهاره صائمٌ** (اُس کا دن روزے دار ہے) کہنا، تو یہاں پر حقیقت میں **الزاهد والعابد صائمٌ في النهارِ** تھا تو فاعل کو حذف کر کے فعل کی نسبت نہار کی طرف کردی گئی جو کہ فعل کا ماھولہٗ نہیں ہے بلکہ اُس کا زمانہ ہے۔

⑤ مجازِ عقلی کا پانچواں ملابس مکانیت ہے یعنی فعل و معنیٰ فعل کی نسبت فاعل کی بجائے مکان کی طرف کردی جائے جیسے **نهرٌ جارٍ** (جاری نہر) یہ اصل میں **هذا نهرٌ ماءُهٗ جارٍ** تھا، کیونکہ حقیقت میں نہر جاری نہیں ہوتی بلکہ پانی جاری ہوتا ہے تو **جارٍ** کی

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

نسبت فاعل کی طرف کرنے کی بجائے مکان یعنی نہر کی طرف کردی گئی، جو کہ فعل کا ماھولہٗ نہیں ہے بلکہ اُس کا مکان ہے۔

⑥ مجازِ عقلی کا چھٹا ملابس سببیت ہے یعنی فعل ومعنیٰ فعل کی نسبت فاعل کی بجائے سبب کی طرف کردی جائے جیسے **بنی الامیر المدینة** (بادشاہ نے شہر بسایا وبنایا) یہاں فعل کی نسبت بادشاہ کی طرف کردی گئی حالانکہ اصل شہر کو بسانے وبنانے والے عوام اور معمار ہیں تو یہاں پر فعل کی نسبت فاعل کی بجائے فعل کے سبب وعلت یعنی بادشاہ کی طرف کردی گئی کیونکہ شہر بسانے اور بنانے کا حکم بادشاہ نے کیا تھا۔ **(نوٹ:** آخر میں ایک تنبیہ کی گئی ہے کہ مجازِ عقلی و مجازِ لغوی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مجازِ لغوی کا تعلق لفظ وکلام سے ہے اور مجازِ عقلی کا تعلق اسناد ونسبت کے ساتھ ہے۔)

② مجاز عقلی کی تعریف ومثال:۔ مجازِ عقلی یہ ہے کہ فعل یا معنیٰ فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کی بجائے بظاہر کسی غیر ماوضع لہٗ کی طرف کرنا یعنی جس کی طرف نسبت کرنی چاہیے تھی اس کی بجائے کسی دوسری چیز کی طرف کرنا بشرطیکہ ان میں کوئی علاقہ وقرینہ بھی موجود ہو جیسے شعرِ مذکور **اشاب الصغیر الخ** (بچے کو بوڑھا کردیا اور بوڑھے کو فنا کردیا، صبح وشام کے آنے جانے نے) میں بوڑھا کرنے اور فناء کرنے کی نسبت فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی بجائے فاعلِ مجازی مرورِ زمانہ کی طرف کردی گئی ہے۔

③ شعر کا ترجمہ، محلِ استشہاد اور وجہِ استشہاد:۔ ابھی تعریف کے ضمن میں مکمل وضاحت ہوچکی ہے۔

﴿الورقة السادسة : فی المنطق والبلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....وَإِنَّمَا قَيَّدَ حُدُوْدَ الدَّلَالَاتِ الثَّلَاثِ بِتَوَسُّطِ الْوَضْعِ لِأَنَّهٗ لَوْ لَمْ يُقَيَّدْ بِهٖ لَانْتَقَضَ حَدُّ بَعْضِ الدَّلَالَاتِ بِبَعْضِهَا، وَذٰلِكَ لِجَوَازِ أن يَكُوْنَ اللَّفْظُ مُشْتَرَكًا بَيْنَ الْجُزْءِ وَالْكُلِّ كَالْإِمْكَانِ فَإِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ لِلْإِمْكَانِ الْخَاصِ وَهُوَ سَلْبُ الضَّرُوْرَةِ عَنِ الطَّرَفَيْنِ وَالْإِمْكَانِ الْعَامِ وَهُوَ سَلْبُ الضَّرُوْرَةِ عَنْ اَحَدِ الطَّرَفَيْنِ وَاَنْ يَكُوْنَ اللَّفْظُ مُشْتَرَكًا بَيْنَ الْمَلْزُوْمِ وَاللَّازِمِ كَالشَّمْسِ فَإِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ لِلْجِرْمِ وَلِلضَّوْءِ وَيَتَصَوَّرُ مِنْ ذٰلِكَ صُوَرٌ أَرْبَعٌ (ص۵۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں۔ **دلالات ثلاثة** کی تعریف مع امثلہ اور وجہ تسمیہ ذکر کریں۔ **صور اربعة** کو بطرزِ شارح بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ دلالاتِ ثلٰثہ کی تعریف مع امثلہ اور وجہ تسمیہ ⑤ صور اربعہ کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور دلالاتِ ثلاثہ کی تعریفات کو توسطِ وضع کی قید سے اس لئے مقید کیا کہ اگر یہ مقید نہ کیا جائے تو بعض دلالات کی تعریف بعض سے ٹوٹ جائے گی اور یہ اس لئے کہ بعض لفظ کل اور جزء میں مشترک ہیں جیسے لفظ امکان یہ امکان خاص کے لئے موضوع ہے جو طرفین سے ضرورت کا سلب ہے اور امکان عام کے لئے بھی موضوع ہے جو طرفِ واحد سے ضرورت کا سلب ہے اور لفظ کبھی ملزوم ولازم کے درمیان بھی مشترک ہوتا ہے جیسے لفظ شمس یہ آفتاب اور اس کی روشنی دونوں کے لئے موضوع ہے اب یہاں چار صورتیں متصور ہیں۔

③ عبارت کی تشریح:۔ یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ منطق کی دیگر کتب میں دلالات ثلٰثہ کو توسطِ وضع کی قید سے مقید نہیں کیا گیا ہے تو ماتن رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کیوں مقید کیا ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر دلالات کو توسطِ وضع کی قید سے مقید نہ کریں تو بعض دلالات کی تعریف دوسری بعض سے ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک لفظ کل اور جزء کے درمیان مشترک ہو جیسے لفظ امکان یہ امکانِ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

خاص اور امکانِ عام دونوں کے درمیان مشترک ہے اور دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے حالانکہ امکانِ عام امکانِ خاص کا جزء ہے اس لئے کہ امکانِ خاص سلب ضرورۃ عن جانبین کا نام ہے اور امکانِ عام سلبِ ضرورت عن جانب واحد کو کہتے ہیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ امکان عام ہے امکان خاص کا جزء ہے اور لفظ امکان کی وضع دونوں کیلئے ہے۔ اسی طرح ایک لفظ لازم وملزوم کے درمیان بھی مشترک ہوسکتا ہے جیسے لفظ شمس کو آفتاب اور ضوءِ آفتاب دونوں کیلئے وضع کیا گیا ہے حالانکہ جرم ملزوم ہے اور ضوء لازم ہے تو اس طرح کل چار صورتیں متحقق ہوئیں۔

④ دلالاتِ ثلٰثہ کی تعریف مع امثلہ اور وجہ تسمیہ:۔ دلالت مطابقی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے کہ لفظ معنیٰ پر اس واسطے سے دلالت کرے کہ وہ لفظ اس معنی مدلول کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے لفظ انسان کی دلالت حیوان ناطق پر اس واسطے سے کہ انسان کی وضع ہی حیوان ناطق کیلئے ہے۔ دلالت تضمنی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے کہ لفظ اپنے معنیٰ پر اس واسطے سے دلالت کرے کہ وہ معنیٰ مدلول اس معنیٰ موضوع لہ میں داخل ہو اور اس کا جزء ہو جیسے انسان کی دلالت حیوان یا ناطق پر اس واسطے سے کہ انسان کی وضع حیوان ناطق کے لئے ہے اور یہ معنی مدلول حیوان ناطق کا جزء ہے۔ دلالت التزامی: وہ دلالت لفظیہ وضعیہ ہے کہ لفظ اپنے معنی پر اس واسطے سے دال ہو کہ وہ معنیٰ مدلول اس معنیٰ موضوع لہ سے خارج ہو کر اس کو لازم ہو جیسے انسان کی دلالت قابلیتِ علم اور صنعتِ کتابت پر اس واسطے سے کہ انسان کی وضع حیوان ناطق کیلئے ہے اور قابلیتِ علم اس سے خارج ہو کر اس کو لازم ہے۔

دلالتِ مطابق کو مطابقی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لفظ معنی موضوع لہ کے مطابق وموافق ہوتا ہے اور مطابقہ کا لفظ ''طابق النعل بالنعل'' سے لیا گیا ہے یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب دو چیزیں برابر ہو جائیں اور اس دلالت میں بھی لفظ معنی موضوع لہ کے بالکل مطابق وموافق ہوتا ہے دلالتِ تضمنی کو تضمنی اسلئے کہتے ہیں کہ تضمن کا معنی ضمن میں لینا ہے۔ چونکہ اس دلالت میں بھی معنی موضوع لہ کے جزء پر دلالت ہوتی ہے اور معنی مدلول معنی موضوع لہ کے ضمن میں ہوتا ہے اس لئے اس کو دلالت تضمنی کہتے ہیں۔

دلالتِ التزامی کو التزامی اس لئے کہتے ہیں کہ التزام کا معنی ہے لازم ہونا چونکہ اس دلالت میں بھی لفظ ایسے امر خارج پر دلالت کرتا ہے جو معنی موضوع لہ کو لازم ہوتا ہے اس لئے اس کو التزامی کہتے ہیں۔

⑤ صورِ اربعہ کی وضاحت:۔ ① لفظ بول کر کل مراد لیا جائے جیسے امکان بول کر امکانِ خاص مراد لیا جائے ② لفظ بول کر جزء مراد لیا جائے جیسے امکان بول کر امکانِ عام مراد لیا جائے ③ لفظ بول کر ملزوم مراد لیا جائے جیسے شمس بول کر جرم مراد لیا جائے ④ لفظ بول کر لازم مراد لیا جائے جیسے شمس بول کر ضوء مراد لیا جائے۔

الشق الثانی.....وَ الْمُطَابَقَةُ لَاتَسْتَلْزِمُ التَّضَمُّنَ كَمَا فِی الْبَسَائِطِ وَ اَمَّا اِسْتِلْزَامُهَا الْاِلْتِزَامَ فَغَيْرُ مُتَيَقَّنٍ لِاَنَّ وُجُوْدَ لَازِمٍ ذِهْنِيٍّ لِكُلِّ مَاهِيَةٍ يَلْزَمُ مِنْ تَصَوُّرِهَا تَصَوُّرُهٗ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ وَ مَا قِيْلَ اَنَّ تَصَوُّرَ كُلِّ مَاهِيَةٍ يَسْتَلْزِمُ تَصَوُّرَ اَنَّهَا لَيْسَتْ غَيْرَهَا فَمَمْنُوْعٌ....

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت سے ماتن کی غرض بیان کرتے ہوئے دلالاتِ ثلٰثہ میں سے بعض کی بعض کے ساتھ استلزام وعدمِ استلزام کے لحاظ سے نسبت واضح کریں۔ وَ مَا قِيْلَ اَنَّ تَصَوُّرَ كُلِّ مَاهِيَةٍ سے ماتن کس کی تردید کرنا چاہتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی غرض ④ دلالاتِ ثلٰثہ میں سے بعض کی بعض کے ساتھ استلزام کے لحاظ سے نسبت ⑤ وَ مَا قِيْلَ اَنَّ تَصَوُّرَ كُلِّ مَاهِيَةٍ سے تردید کی وضاحت۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ دلالتِ مطابقی تضمنی کو مستلزم نہیں ہے، جیسا کہ بسائط میں۔ باقی مطابقی کا التزامی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہے، اسلئے کہ ہر ماہیت کیلئے ایسے لازم ذہنی کا ہونا کہ ماہیت کے تصور سے اس کا تصور لازم ہو یہ غیر معلوم ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ

ہر ماہیت کا تصور اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کا غیر نہیں ہے یہ ممنوع ہے.....

③ عبارت کی غرض:۔ اس عبارت سے ماتنؒ کی غرض دلالاتِ ثلاثہ میں سے بعض کی بعض کے ساتھ استلزام وعدمِ استلزام کے اعتبار سے نسبت کو بیان کرنا ہے، جس کی وضاحت مابعد میں آرہی ہے۔

④ دلالاتِ ثلثہ میں سے بعض کی بعض کے ساتھ استلزام کے لحاظ سے نسبت:۔ ① دلالتِ مطابقی دلالتِ تضمنی کو مستلزم نہیں ہے اور تضمنی مطابقی کو لازم نہیں ہے، یعنی جہاں دلالت مطابقی پائی جائے وہاں تضمنی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی لفظ ایسا ہو جو معنی بسیط کیلئے موضوع ہو مثلاً لفظ اللہ۔ اس کا کوئی جزء نہیں ہے تو یہاں پر لفظ کی دلالتِ مطابقی تو متحقق ہو سکتی ہے مگر معنی موضوع لہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے تضمنی متحقق نہ ہوگی۔ ② مطابقی کا التزامی کو مستلزم ہونا بھی غیر یقینی ہے، یعنی جہاں مطابقی پائی جائے وہاں التزامی کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ دلالت التزامی اس بات پر موقوف ہے کہ معنی موضوع لہ کا کوئی ایسا لازم پایا جائے کہ معنی موضوع لہ کے تصور سے اس کا تصور لازم آئے، اور ہر ماہیت کیلئے ایسے لازم کا پایا جانا غیر معلوم ہے۔ اسلئے کہ ممکن ہے کہ کوئی ماہیت ایسی ہو جس کا لازم ذہنی نہ ہو، تو اس صورت میں لفظ کی دلالت اس ماہیت پر مطابقی تو ہوگی مگر لازم ذہنی نہ پائے جانے کی وجہ سے التزامی نہ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ مطابقی کا التزامی کو مستلزم ہونا غیر یقینی ہے۔ ③ دلالت مطابقی کے التزامی کو مستلزم نہ ہونے سے واضح ہو گیا کہ دلالت تضمنی بھی التزامی کو مستلزم نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جیسے ماہیاتِ بسیطہ کیلئے لازم ذہنی کا ہونا غیر معلوم ہے اسی طرح ماہیاتِ مرکبہ کیلئے بھی لازم ذہنی کا ہونا غیر معلوم ہے، اسلئے کہ ممکن ہے کہ کوئی ماہیتِ مرکبہ ایسی ہو جس کا کوئی ایسا لازم ذہنی نہ ہو کہ اس کے تصور سے اس لازم کا تصور لازم آئے، تو اس صورت میں لفظ کی دلالت اس ماہیت مرکبہ کے جزء پر تضمنی تو ہوگی مگر لازم ذہنی نہ پائے جانے کی وجہ سے التزامی نہ ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ دلالت تضمنی التزامی کو مستلزم نہیں ہے۔ ④ دلالتِ تضمنی اور التزامی دلالت مطابقی کے بغیر نہیں پائی جاسکتیں گویا دلالتِ مطابقی دلالتِ تضمنی اور التزامی کو لازم ہے جہاں بھی دلالتِ تضمنی والتزامی پائی جائیگی وہاں پر دلالتِ مطابقی ضرور پائی جائیگی۔ اسلئے کہ مطابقی کل ہے اور تضمنی جزء ہے اور جزء کل کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح لازم بغیر ملزوم کے نہیں پایا جاتا ہے اور التزامی لازم ہے اور مطابقی ملزوم ہے الغرض تضمنی اور التزامی (جزء ولازم) تابع ہیں اور مطابقی متبوع ہے اور تابع بغیر متبوع کے نہیں پایا جاتا۔

⑤ وَ مَا قِيْلَ اَنَّ تَصَوُّرَ كُلِّ مَاهِيَةٍ سے تردید کی وضاحت:۔ اس عبارت سے ماتنؒ امام رازیؒ پر تردید کر رہے ہیں۔ امام رازی کہتے ہیں کہ دلالت مطابقی التزامی کو مستلزم ہے، اسلئے کہ ہر ماہیت کا تصور اسکے لوازم میں سے کسی نہ کسی لازم کے تصور کو ضرور مستلزم ہے، اور کچھ نہیں تو کم از کم لیس غیرہ کے تصور کو ضرور مستلزم ہوگا، لہٰذا جب لفظ ماہیت پر بالمطابقہ دلالت کرے گا تو لازم فی التصور پر بالالتزام بھی دلالت کرے گا، لہٰذا جب دلالت مطابقی متحقق ہوگی تو التزامی بھی متحقق ہوگی۔

جواب یہ ہے کہ دلالت التزامی میں التزام سے مراد لازم بیّن بالمعنی الاخص ہے، نہ کہ لازم بیّن بالمعنی الاعمّ۔ اور لیس غیرہ لازم بیّن بالمعنی الاخص نہیں ہے بلکہ لازم بیّن بالمعنی الاعمّ ہے۔ کیونکہ لازم بیّن بالمعنی الاخص وہ ہوتا ہے کہ ملزوم کے تصور سے اس کا تصور خود بخود حاصل ہو جائے اور یہاں ملزوم کے تصور سے لیس غیرہ کا تصور خود بخود حاصل نہیں ہوتا، اسلئے کہ ہم بہت ساری اشیاء کی ماہیت کا تصور کرتے ہیں مگر ہمارے ذہن میں ان کے غیر کا خیال ہی نہیں آتا چہ جائیکہ لیس غیرہ کا خیال آئے۔ پس ثابت ہوا کہ دلالت مطابقی کا التزامی کو مستلزم ہونا غیر یقینی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....قال: الثانی اذا قلنا الحیوان مثلا بانّه کلیّ فهٰهنا امور ثلاثة: الحیوان من حیث

0313 6357913 makkahdazakariyamultan@gmail.com

هوهو و كونه كليّا و المركب منهما و الاول يُسمّى كليا طبعيا و الثانى يسمّى كليا منطقيا و الچالث يسمّى كليا عقليا۔ و الكلى الطبعى موجود فى الخارج و جزء الموجود موجود فى الخارج.....

مندرجہ بالاعبارت کی روشنی میں کلی منطق، کلی طبعی وکلی عقلی کی وضاحت مع امثلہ کیجئے۔ کلی منطق، کلی طبعی وکلی عقلی کی وجہ تسمیہ بطرزِ شارح لکھیں۔ والکلی الطبعی موجود فی الخارج.....سے ماتن کی غرض بیان کریں۔ نیز کلی عقلی و منطقی کے موجود فی الخارج ہونے کے سلسلہ میں ماتن نے کیا کہا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے: ① کلی منطق، کلی طبعی وکلی عقلی کی وضاحت مع امثلہ اور وجہ تسمیہ ② والکلی الطبعی موجود فی الخارج.....سے ماتن کی غرض ③ کلی عقلی و منطقی کے موجود فی الخارج ہونے کے سلسلہ میں ماتن کا قول۔

جواب ..... ① کلی منطق، کلی طبعی وکلی عقلی کی وضاحت مع امثلہ اور وجہ تسمیہ:۔ کلی منطق: کلی کے مواد میں سے کسی مادہ کی طرف تعرض کئے بغیر کلی کے مفہوم (**ما لا يمنع نفس تصورہٖ عن وقوع الشركة فيه**) کو کہتے ہیں؟

کلی طبعی: کلی کے مفہوم کے مصداق کو کلی طبعی کہتے ہیں جیسے **حيوان من حيث هو هو** یعنی حیوان اس حیثیت سے کہ وہ حیوان ہے یعنی حیوان کی ماہیت۔ کلی عقلی: کلی منطقی وطبعی کے مجموعہ (یعنی حیوان من حیث ھوھو اور کلی کا مفہوم) کو کلی عقلی کہتے ہیں۔

بالفاظِ دیگر کلی کے مفہوم کو کلی منطقی، مفہوم کے مصداق کو کلی طبعی اور مفہوم ومصداق کے مجموعہ کو کلی عقلی کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ: کلی کے مفہوم کو کلی منطقی اسلئے کہتے ہیں کہ منطقی اسکے مفہوم سے بحث کرتا ہے۔ نیز جب مناطقہ لفظِ کلی بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد کلی کا مفہوم ہوتا ہے، اسلئے کلی کے مفہوم کو کلی منطقی کہتے ہیں۔ کلی کے مصداق کو کلی طبعی اسلئے کہتے ہیں کہ طبعی طبیعت سے بنا ہے اور طبیعت کا ایک معنی حقیقت آتا ہے، چونکہ یہ بھی حقائق میں سے ایک حقیقت ہے اسلئے اسکو کلی طبعی کہتے ہیں۔ نیز طبیعت کا ایک معنی خارج بھی آتا ہے، چونکہ خارج میں کلی کا مصداق ومعروض موجود ہوتا ہے، اسلئے اس کو کلی طبعی کہتے ہیں۔

کلی عقلی کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا، اس کا وجود اور تحقّق عقل میں ہی ہوتا ہے، اسلئے اسکو کلی عقلی کہتے ہیں۔

② والکلی الطبعی موجود فی الخارج.....سے ماتن کی غرض:۔ اس عبارت سے ماتنؒ کی غرض کلی طبعی کے وجودِ خارجی کو بیان کرنا ہے کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں پائی جاتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ کلی طبعی مثلاً **الحيوان** یہ **هٰذا الحيوان** (جزئی محسوس) کا جزء ہے اور **هٰذا الحيوان** (جزئی محسوس) خارج میں موجود ہے اور قاعدہ ہے: **جزء الموجود موجود فى الخارج** (موجود چیز کا جزء بھی خارج میں موجود ہوتا ہے) لہٰذا حیوان بھی خارج میں موجود ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ کلی طبعی خارج میں موجود ہوتی ہے۔

③ کلی عقلی و منطقی کے موجود فی الخارج ہونے کے سلسلہ میں ماتن کا قول:۔ ماتنؒ فرماتے ہیں کہ کلی عقلی و منطقی کے موجود فی الخارج ہونے میں اختلاف ہے اور اس اختلاف سے بحث کرنا فنِ منطق سے خارج ہے، اسلئے ہم اس بھی اسکو بیان نہیں کریں گے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤٤۳ھ

الشق الاوّل .....**اَلْاِنْشَاءُ اِمَّا طَلَبِيٌّ اَوْغَيْرُ طَلَبِيٍّ فَالطَّلَبِيُّ مَايَسْتُدْعِىْ مَطْلُوْبًا غَيْرَ حَاصِلٍ وَقْتَ الطَّلَبِ وَغَيْرُ الطَّلَبِيِّ مَا لَيْسَ كَذٰلِكَ ، وَالْاَوَّلُ يَكُوْنُ بِخَمْسَةِ اَشْيَاءَ : اَلْاَمْرُ النَّهْيُ وَالْاِسْتِفْهَامُ وَالتَّمَنِّيُّ وَالنِّدَاءُ، اَمَّا اَلْاَمْرُ : فَهُوَ طَلَبُ الْفِعْلِ عَلٰى وَجْهِ الْاِسْتِعْلَاءِ ، وَلَهٗ اَرْبَعُ صِيَغٍ : فِعْلُ الْاَمْرِ ، نَحْوُ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَالْمُضَارِعُ الْمَقْرُوْنَ بِاللَّامِ، نَحْوُ لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِنْ سَعَتِهٖ وَاِسْمُ فِعْلِ الْاَمْرِ، نَحْوُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَالْمَصْدَرُ النَّائِبُ عَنْ فَعْلِ الْاَمْرِ، نَحْوُ سَعْيًا فِى الْخَيْرِ .** (ص۲۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، معنی اصلی کے علاوہ جن معانی کیلئے امر کا صیغہ استعمال ہوتا ہے ان میں سے ابتدائی پانچ معانی لکھیں۔

03135855913, maktabahazaakiriyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) امر کے پانچ مجازی معانی۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ انشاء یا تو طلبی ہوگی یا غیر طلبی۔ انشاءِ طلبی یہ ہے کہ کسی ایسے مطلوب کو چاہے جو بوقت طلب حاصل شدہ نہ ہو۔ انشاء غیر طلبی وہ ہے جو اس طرح نہ ہو اور انشاء کی پہلی قسم پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے ① امر ② نہی ③ استفہام ④ تمنی ⑤ نداء سے۔ بہرحال امر پس وہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہوئے کوئی کام کروانا ہے اور اس کے چار صیغے ہیں فعل امر جیسے **خذ الكتاب بقوة**۔ وہ مضارع جس کے ساتھ لامِ امر لگا ہوا ہو جیسے **ليفق ذوسعة من سعته**، اسم فعل امر جیسے **حی علی الفلاح**، وہ مصدر جو فعل امر کا نائب ہو جیسے **سعيا فی الخير**۔

③ امر کے پانچ مجازی معانی:۔ ① دعا جیسے معنیٰ جیسے **رب اوزعنی ان اشكر نعمتك** (اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں۔) یہاں **اوزع** صیغۂ امر ہے مگر معنیٰ امر کا نہیں بلکہ دعا کا ہے کیونکہ اس کلام کا مضمون اور اس کے قائل حضرت سلیمان علیہ السلام پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس صیغہ سے طلب الفعل تو ہوا ہے مگر علیٰ وجہ الاستعلاء نہیں اور استعلاء کا معنیٰ مقصود ہی نہیں ہوسکتا کہ ایک نبی کبھی بھی اپنے کو خدا کے مقابل بڑا سمجھے اور مضمون میں اپنے مخاطب یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی نعمتوں کا اعتراف اور احسان مند بندہ ہونا ظاہر کر کے نعمتوں کی حق شناسی کی مزید توفیق مانگی گئی ہے۔

② التماس جیسے تیرا اپنے ہم عمر کو یوں کہنا **اَعْطِنِي الْكِتَاب** مجھے کتاب دے۔ یہاں اعطنی امر کا صیغہ ہے مگر معنیٰ امر کا نہیں کیونکہ اگرچہ اس میں طلب فعل بھی ہے۔ مگر علیٰ وجہ الاستعلاء نہیں البتہ اس میں التماس کا معنیٰ ہے کیونکہ اعطنی کا مخاطب اس متکلم کا رفیق ہے اور جب کوئی رفیق اپنے رفیق سے کوئی کام طلب کرے تو اسے التماس کہا جائے گا۔

③ تمنی جیسے **الا ايها الليل الطويل الا انجلی ، بصبح وما الاصباح منك بامثل**۔

اے لمبی رات تو جاتی کیوں نہیں کہ صبح آئے اور صبح بھی تیرے مقابلے میں بہتر تو ہے نہیں۔ یہاں بھی الا انجلی اگرچہ امر کا صیغہ ہے مگر معنیٰ امر کا نہیں کیونکہ شاعر امرء القیس کے مخاطب یعنی لیل سے فعل کو طلب کیا جانا ہی ممکن نہیں ہے اور یہ انجلاء لیل اور اس کے نتیجے میں وصال یار کا ہونا شاعر کی ایسی محبوب شیئ ہے جس کے حصول کی یہ شاعر امید نہیں کرتا لہٰذا یہ تمنی کے مجازی معنیٰ میں ہوگا۔

④ ارشاد و نصیحت جیسے **اذاتدا ينتم بدين الىٰ اجل مسمّى فاكتبوه وليكتب بينكم كاتب بالعدل** یہاں بھی فاکتبوہ کا صیغہ اگرچہ امر کا ہے مگر معنیٰ امر کا نہیں کیونکہ جمیع دیار اسلام میں اکثر و بیشتر مسلمان ادھار کا لین دین بغیر کتابت و اشہار کے کرتے ہیں اور اس طرح کیا جانا اس بات پر اجماع کہا جائے گا کہ یہ صیغہ اپنے حقیقی معنیٰ میں وارد نہیں ہوا ہے بلکہ اس بات کی تعلیم و ارشاد کے لئے ہے کہ اگر اس طریقے پر عمل کیا جائے گا تو اس کا فائدہ مخلوق کو ان کی دنیا ہی میں مل جائے گا اور اس کے فاعل کو اخروی فائدہ نہیں ہوگا۔ الّا یہ کہ اس کی نیت امتثالِ امر کی ہو۔

⑤ تہدید جیسے **اعملوا ماشئتم** یہاں بھی اعملوا کا صیغہ امر کے حقیقی معنیٰ میں نہیں ہے کہ ملحدین فی الآیات کو چھوٹ دے دی گئی ہو کہ آیات اللہ میں الحاد و کجی تلاش کرتے رہو کیونکہ سچے کلام میں کجی تلاش کرنا امر مکروہ ہے جو اللہ کو ناپسند ہے اور ناپسندیدہ کام کا اللہ تعالیٰ حکم نہیں دے سکتا جبکہ اسی آیت کا اگلا ٹکڑا **انه بما تعملون بصير** اور **لا يخفون علينا** کا قرینہ بتا رہا ہے کہ ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے اور وہ اپنے اسی علم کے مطابق ان کو سزا دے گا۔ لہٰذا یہ تہدید کے مجازی معنیٰ میں ہوگا۔

الشق الثانی.....فن بلاغت کے علوم کی تعریف، موضوع اور غرض بیان کریں۔ اس فن کی بعض اہم کتابوں کے نام و مختصر تعارف تحریر کریں۔ صاحبِ تلخیص المفتاح کے حالات زندگی پر روشنی ڈالیں۔ تشبیہ و کنایہ کی تعریف لکھیں۔ نیز تین اغراض تشبیہ مع امثلہ تحریر کریں۔

0313 6357213 maktabaatakeriyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں ① فنِ بلاغت کے علوم کی تعریف، موضوع وغرض ② فنِ بلاغت کی اہم کتب کے نام اور مختصر تعارف ③ صاحبِ تلخیص المفتاح کے حالاتِ زندگی ④ تشبیہ، وکنایہ کی تعریف ⑤ اغراضِ تشبیہ میں سے تین اغراض مع امثلہ۔

جواب ..... ① فن بلاغت کے علوم کی تعریف موضوع وغرض:۔ فن بلاغت تین علوم پر مشتمل ہے ① علم معانی ② علم بیان ③ علم بدیع۔ علم معانی: **هو علم يعرف به احوال اللفظ العربى التى بها يطابق اللفظ مقتضى الحال** یعنی علم معانی وہ علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے وہ حالات پہچانے جاتے ہیں جن کے ذریعے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے۔ علم معانی کا موضوع فصحاء اور بلغاء کی تراکیب ہیں بایں طور کہ وہ حال کے مقتضی کے مطابق ہوں اور غرض اسی حال کے مقتضی کے مطابق کلام کی ترکیب میں واقع ہونے والی غلطی سے بچنا ہے۔

علم بیان: **هو علم يعرف به ايراد المعنى الواحد بطرق مختلفة فى وضوح الدلالة عليه** یعنی علم بیان وہ علم ہے جس سے ایک معنیٰ کو ایسے مختلف طریقوں کے ساتھ لانا معلوم ہوتا ہے جو اس معنیٰ پر دلالت کرنے میں وضوح اور خفاء کے اعتبار سے مختلف ہوں۔ علم بیان کا موضوع دلالت کے وضوح وخفاء کے اعتبار سے الفاظ وعبارات اور غرض ایک ہی معنیٰ کو مختلف تراکیب کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ معلوم کرنا ہے۔ علم بدیع: **هو علم يعرف به وجوه تحسين الكلام المطابق لمقتضى الحال** یعنی علم بدیع وہ علم ہے جس سے کلام کے مقتضیٰ حال کے مطابق ہونے کے بعد کلام کے محسناتِ لفظیہ ومعنویہ معلوم ہوں۔ اور علم بدیع کا موضوع فصحاء وبلغاء کے محسنہ کلام اور غرض فصیح وبلیغ کلام میں زیادہ حسن پیدا کرنے کے طریقے معلوم کرنا ہے۔

② فنِ بلاغت کی اہم کتب کے نام اور مختصر تعارف:۔

① مفتاح العلوم: علامہ ابو یعقوب یوسف سکاکی کی تحریر کردہ کتاب ہے جو نو (۹) علوم پر مشتمل ہے جس کی ایک تہائی علم بلاغت کو محیط ہے جو کہ نہایت انفع اہم وجامع کتاب ہے اور تقریباً دس کے قریب اس کے حواشی وشروح ہیں۔

② تلخیص المفتاح: ابوعبداللہ محمد بن ابی محمد عبدالرحمٰن القزوینی کی تحریر کردہ علم بلاغت میں علامہ سکاکی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ کتاب مفتاح العلوم کے ایک ثلث کی تلخیص ہے جو حد درجہ مختصر ہے بعد میں مصنف کو خود اس کی شرح لکھنے کی ضرورت پڑی یہ کتاب جامع الاصول والفصول ہے اور ضوابط وقواعد، محیط امثلہ وشواہد اور توضیح وتنقیح اور حسن ترتیب وتہذیب کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے اور یہ کتاب مقبول خواص وعوام ہے۔ ③ الایضاح: علامہ قزوینی نے تلخیص المفتاح کی تصنیف سے فارغ ہو کر جب اس میں حد سے زیادہ اختصار محسوس کیا تو اس کی شرح ''الایضاح'' کے نام سے لکھی اور یہ بھی تفصیل میں حد درجہ طویل ہوگئی۔

④ مختصر المعانی: علامہ تفتازانی کی تحریر کردہ تلخیص المفتاح کی ہی مختصر شرح ہے اور فنِ بلاغت میں مقبول ترین تصنیف ہے اور داخل درس نظامی ہے اور فن بلاغت میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ⑤ مطول: یہ بھی علامہ تفتازانی کی تحریر کردہ تلخیص المفتاح کی طویل شرح ہے اور یہ کتاب شہرہ آفاق ہے۔ ۷۴۸ھ کو مقام ہرات میں لکھی گئی اس کی بہت سی شروحات اور حواشی ہیں۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

③ صاحبِ تلخیص المفتاح کے حالاتِ زندگی:۔ نام محمد، کنیت ابوعبداللہ، لقب قاضی القضاۃ، والد کا نام عبدالرحمٰن اور کنیت ابومحمد ہے، سلسلہ نسب یوں ہے ابوعبداللہ محمد بن ابی محمد عبدالرحمٰن بن امام الدین ابی حفص عمر بن احمد بن محمد بن عبدالکریم بن حسن بن علی بن ابراہیم بن علی بن احمد بن دلف بن ابی دلف العجلی۔ آپ قزوین کے باشندے اور شافعی المسلک تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا سن پیدائش ۶۶۶ھ بتایا ہے اور بعض نے ۶۶۰ھ ذکر کیا ہے۔ آپ ساتویں صدی کے مشہور عالم اور فاضل اور باکمال بزرگ ہیں، بہت ہی کم عمر میں فقہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر اطراف روم میں کسی جگہ قاضی ہو گئے تھے اس وقت آپ کی عمر بیس (۲۰) سال سے

بھی کم تھی، کچھ عرصہ کے بعد دمشق تشریف لائے اور جامع دمشق کے خطیب مقرر ہوگئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کو سلطان ناصر نے شام کے عہدہ قضاء کے لئے منتخب کیا اور جو قرض آپ کے ذمہ تھا شاہ نے اُس کی بھی ادائیگی کردی۔ اس کے بعد علامہ ابن جماعہ رحمہ اللہ کی جگہ مصر میں بھی آپ نے عہدہ قضاء کے فرائض سرانجام دیئے۔ زمانۂ قضاء میں آپ پر فالج گرا اور اس سے جانبر نہ ہوسکے، یہاں تک کہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۷۳۹ھ میں آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ (احوال المصنفین: ۳۳۶)

④ تشبیہ و کنایہ کی تعریف:۔ تشبیہ: کلام کا وہ طریقۂ تعبیر جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف و معنی میں کسی غرض کی وجہ سے کسی حرفِ تشبیہ کے ذریعہ شریک ولاحق کرنا ہے، جیسے **العلم کالنور فی الهداية** (علم ہدایت میں نور کی مثل ہے)۔ اس مثال میں علم کو وصفِ ہدایت میں نور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

کنایہ: وہ لفظ جس سے اُس کے اصل معنیٰ کو مراد لینے کے جواز کے ساتھ ساتھ معنیٰ لازم کو مراد لیا جائے، یعنی کسی لفظ سے معنیٰ مجازی کو مراد لیا جائے مگر اُس کے ساتھ ساتھ معنیٰ حقیقی کو بھی مراد لینا جائز ہو۔ جبکہ مجاز میں معنیٰ حقیقی کو مراد لینا جائز نہیں ہوتا۔

⑤ اغراضِ تشبیہ میں سے تین اغراض مع امثلہ:۔ ① امکانِ مشبہ کا بیان: یعنی تشبیہ سے یہ بیان کرنا مقصود ہو کہ مشبہ ایسا امر ہے جس کا موجود ہونا ممکن ہے، جیسے **فَاِنْ تَفُقِ الْاَنَامَ وَ اَنْتَ مِنْهُمْ فَاِنَّ الْمِسْكَ بَعْضُ دَمِ الْغَزَالِ** ۔ (پس اگر آپ انسانوں میں سے ہونے کے باوجود ان پر فوقیت لے گئے ہیں (تو کوئی تعجب نہیں) اسلئے کہ مشک بھی ہرن کا خون ہی ہوتا ہے)

② حالِ مشبہ کا بیان: یعنی جب مخاطب کسی چیز کو نہ جانتا ہو اور متکلم یہ چاہتا ہو کہ مخاطب بھی مشبہ کے حال سے واقف ہوجائے تو وہ مشبہ کو کسی مشہور چیز کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ مخاطب اس مشبہ کے حال کو جان لے، جیسے نابغہ ذبیانی کا نعمان کی مدح میں شعر ہے: **فَاِنَّكَ شَمْسٌ وَالْمُلُوْكُ كَوَاكِبٌ اِذَا طَلَعَتْ لَمْ يَبْدُ مِنْهُنَّ كَوْكَبٌ** ۔ (بیشک آپ سورج ہیں اور دیگر بادشاہ ستارے ہیں، جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ستاروں میں سے کوئی نظر نہیں آتا)

③ حالِ مشبہ کی مقدار کا بیان: یعنی مشبہ کے حال کی قوت وضعف یا زیادت ونقصان کی مقدار کو بیان کرنے کیلئے تشبیہ دی جاتی ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب مشبہ کا حال تو جانتا ہو مگر اس حال کی مقدار کو نہ جانتا ہو اور وہ اسکی مقدار جاننا چاہتا ہو تو اس وقت متکلم اس کو ایسی چیز سے تشبیہ دے گا جسے مخاطب اچھی طرح جانتا ہو، جیسے عنترہ شاعر اپنی محبوبہ کے گھرانے کی مالداری واسودگی کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: **فِيْهَا اثْنَتَانِ وَ اَرْبَعُوْنَ حَلُوْبَةً سُوْدًا كَخَافِيَةِ الْغُرَابِ الْاَسْحَمِ** (میری محبوبہ کی بار برداری اونٹنیوں میں بیالیس دودھ والی اونٹنیاں ہیں جو سخت سیاہ کوّے کے پر کی طرح سیاہ ہیں)۔

﴿الورقة السادسة: فی المنطق و البلاغة (قطبی و دروس البلاغة)﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل ..... وَالْمُرَادُ بِالْمُقَدَّمَةِ هٰهُنَا مَا يَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ الشُّرُوْعُ فِی الْعِلْمِ وَوَجْهُ تَوَقُّفِ الشُّرُوْعِ اِمَّا عَلٰی تَصَوُّرِ الْعِلْمِ فَلِاَنَّ الشَّارِعَ فِی الْعِلْمِ لَوْ لَمْ يَتَصَوَّرْ اَوَّلًا ذٰلِكَ الْعِلْمَ لَكَانَ طَالِبًا لِلْمَجْهُوْلِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ مُحَالٌ لِاِنْتِنَاعِ تَوَجُّهِ النَّفْسِ نَحْوَ الْمَجْهُوْلِ الْمُطْلَقِ ۔ شکل العبارة بالضبط ثم ترجمها۔

ما هو المراد بقوله: هٰهنا فی قوله والمراد بالمقدم هٰهنا ؟ واوضح المجهول المطلق ایضاحا تاما ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا ۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ یہاں مقدمہ سے مراد وہ ہے جس پر شروع فی العلم موقوف ہو اور شروع فی العلم کے تصورِ علم پر موقوف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی علم کو شروع کرنیوالا اگر اولا اس علم کا تصور نہ کرے تو وہ مجہولِ مطلق کا طلب گار ہوگا اور مجہولِ مطلق کی طلب محال ہے

کیونکہ نفس کا مجہول مطلق کی طرف متوجہ ہونا ممنع ہے۔

③ ھٰھنا کی مراد اور مجہولِ مطلق کی وضاحت:۔ ھٰھنا: کہہ کر شارح نے مقدمہ کے متعدد معانی کی طرف اشارہ کیا ہے جو درج ذیل ہیں: مقدمہ کا اطلاق اس قضیہ پر ہوتا ہے جو قیاس کا جز بنے۔ مقدمہ کا اطلاق ان امور پر بھی ہوتا ہے جن پر صحتِ قیاس موقوف ہو جیسے ایجابِ صغری وکلیتِ کبری۔ مقدمہ کا اطلاق ان امور پر بھی ہوتا ہے جن پر شروع فی العلم علی وجہ البصیرۃ موقوف ہو اور یہاں یہی تیسرا معنی مراد ہے، یعنی وہ امور جن پر شروع فی العلم علی وجہ البصیرت موقوف ہے اور وہ امور تین ہیں: ماہیتِ منطق، ضرورتِ منطق، موضوعِ منطق۔ تصورِ علم پر شروع فی العلم کے موقوف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر شارع فی العلم کو شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور حاصل نہ ہو تو شارع فی العلم کا مجہولِ مطلق کا طالب ہونا لازم آئے گا اور مجہولِ مطلق کا طالب ہونا محال ہے، جب لازم یعنی مجہول مطلق کا طالب ہونا محال ہے تو ملزوم یعنی شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور حاصل نہ ہونا بھی محال ہوگا۔ جب یہ بھی محال ہے تو شروع فی العلم سے پہلے اس علم کا تصور حاصل ہونا ضروری ہوگا تا کہ مجہولِ مطلق کی طلب لازم نہ آئے۔

الشق الثانی.....قَالَ الثَّالِثُ اَلْكُلِّيَّانِ مُتَسَاوِيَانِ اِنْ صَدَقَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى كُلِّ مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ.... وبَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مُطْلَقًا اِنْ صَدَقَ اَحَدُهُمَا عَلٰى كُلِّ مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ.... وبَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مِنْ وَجْهٍ اِنْ صَدَقَ كُلٌّ مِنْهُمَا عَلٰى بَعْضِ مَايَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ.... ومُتَبَايِنَانِ اِنْ لَمْ يَصْدُقْ شَيْئٌ مِنْهُمَا عَلٰى مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ ....

شکل العبارة ۔ ترجم العبارة واشرحها ۔ اذکر وجه الحصر للنسب الاربعة مع الامثلة۔اوضح مفهوم قول الشارح: فمرجع التباين الكلی الی سالبتين كليتين من الطرفين مع ذكر الامثلة ۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ ماتنؒ نے کہا: بحث سوم یہ ہے کہ دو کلیاں مساوی ہونگی اگر ان میں سے ہر ایک دوسری کے ہر ایک فرد پر صادق ہو....اور ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہوگی اگر ان میں سے ایک دوسرے کے ہر ایک فرد پر صادق ہو عکس کے بغیر....اور ان میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوگی اگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بعض افراد پر صادق ہو....اور متباینان ہوں گی اگر ان میں سے کوئی بھی دوسری کے کسی فرد پر صادق نہ ہو....

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ مباحث خمسہ میں سے تیسری بحث کو بیان کر رہے ہیں اور تیسری بحث دو کلیوں کے درمیان نسبت کے اعتبار سے ہے دو کلیوں میں چار نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت ضرور ہوگی وہ چار نسبتیں یہ ہیں: ① تساوی: دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے جیسے انسان وناطق یہ دونوں ایک دوسرے کے ہر ہر فرد پر صادق آتے ہیں۔ ② تباین: دو کلیوں میں سے کوئی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے۔ جیسے انسان وفرس، ان دونوں کلیوں میں سے کوئی بھی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی۔ ③ عموم وخصوص مطلق: دو کلیوں میں سے ایک کلی دوسری کلی کے ہر فرد پر صادق آئے اور دوسری کلی پہلی کلی کے بعض افراد پر صادق آئے بعض پر صادق نہ آئے جیسے انسان وحیوان، حیوان انسان کے ہر فرد پر صادق ہے مگر انسان حیوان کے بعض افراد پر صادق ہے بعض پر نہیں۔ ④ عموم وخصوص من وجہ: دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر صادق نہ آئے جیسے حیوان وابیض، ان میں سے حیوان بھی ابیض کے بعض افراد پر صادق آتا ہے اور بعض پر نہیں اسی طرح ابیض بھی حیوان کے بعض افراد پر صادق آتا ہے اور بعض پر صادق نہیں آتا۔

④ نسبِ اربعہ کی وجہ حصر ومثال:۔ جب ایک کلی کی دوسری کلی کی طرف نسبت کریں تو وہ دونوں کلیاں دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

دونوں شئ واحد پر اکٹھی صادق ہونگی یا نہیں۔ اگر صادق نہ ہوں بلکہ ان میں مفارقت کلیہ ہو تو ان میں پائی جانے والی نسبت کو تباین کہتے ہیں اور ایسی دو کلیاں متبائنین کہلاتی ہیں اور اگر شئ واحد پر اکٹھی صادق ہوں پھر دونوں دو حال سے خالی نہیں، یا تو انکے درمیان تصادق کلی ہوگا یا تصادق جزئی ہوگا اگر تصادق کلی ہو یعنی ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے تو ان دو کلیوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت کو تساوی کہتے ہیں اور ایسی دو کلیاں متساویین کہلاتی ہیں اور اگر تصادق جزئی ہو پھر دو حال سے خالی نہیں، تصادق جانبین سے ہوگا یا ایک جانب سے ہوگا، اگر جانب واحد سے ہو یعنی ایک کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق آئے اور دوسری پہلی کے بعض افراد پر صادق آئے اور بعض پر نہ آئے تو ایسی کلیوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت کو عموم وخصوص مطلق کہتے ہیں اور ایسی دو کلیاں اعم واخص مطلق کہلاتی ہیں۔ اور اگر تصادق جانبین سے ہو یعنی دونوں کلیوں میں سے ہر ایک دوسری کے بعض پر صادق آئے بعض پر صادق نہ آئے تو ایسی دو کلیوں کے درمیان پائی جانے والی نسبت کو عموم وخصوص من وجہ کہتے ہیں ص اور ایسی دو کلیاں اعم واخص من وجہ کہلاتی ہیں۔

⑤ مرجع التباین الکلی الی سالبتین الخ کا مفہوم:۔ شارحؒ فرماتے ہیں کہ تباین کا مرجع ومفاد دو سالبہ کلیہ ہیں یعنی ایسی دو کلیاں کہ جن کے درمیان تباین کی نسبت ہو ان میں جانبین سے تباین وسلب کی وجہ سے دو سالبہ کلیہ حاصل ہونگے جیسے انسان اور فرس میں تباین کی نسبت ہے، لہٰذا ان سے دو سالبہ کلیہ حاصل ہوتے ہیں: ① کوئی انسان فرس نہیں ② کوئی فرس انسان نہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....قال:وهی فی قوة الجزئیة لانّه متی صدق "الانسان فی خسر" صدق "بعض الانسان فی خسر" وبالعکس۔ ما هو مرجع ضمیر هی فی قوله: وهی فی قوة الجزئیة؟ واشرح العبارة فی ضوء امثلة الشارح۔عرّف کلا من القضیة المهملة والقضیة الطبعیة واذکر لکل من ذٰلك الامثلة بحیث یتضح الفرق بینهما ۔ اذکر نقیض کل من المحصورات الاربعة مع الامثلة۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① ضمیر کا مرجع وعبارت کی تشریح ② قضیہ مہملہ وطبعیہ کی تعریف وفرق ③ محصوراتِ اربعہ کی نقیض مع امثلہ۔

جواب..... ① ضمیر کا مرجع وعبارت کی تشریح:۔ هی: ضمیر کا مرجع مہملہ ہے، جیسا کہ مابعد میں آرہا ہے۔

اس عبارت میں مصنفؒ قضیہ مہملہ وجزئیہ کے درمیان تلازم بیان فرمارہے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ جزئیہ مہملہ کے ضمن میں پایا جاتا ہے یعنی مہملہ کو لازم ہے اور مہملہ جزئیہ کو لازم ہے، گویا یہاں تلازم جانبین سے ہے پس یہاں دو دعوی ہوئے:

① جہاں مہملہ پایا جائے گا وہاں جزیہ بھی پایا جائے گا۔ ② جہاں جزئیہ پایا جائے گا وہاں مہملہ بھی ضرور پایا جائے گا۔ پہلے دعوی کی دلیل یہ ہے کہ مہملہ میں ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کے مطلق افراد پر ہوتا ہے اور جب محمول کے ثبوت یا سلب کا حکم موضوع کے مطلق افراد کیلئے ہو تو یقیناً موضوع کے بعض افراد کیلئے بھی حکم ہوگا اسلئے کہ موضوع کے مطلق افراد پر حکم کی دو ہی صورتیں ہیں :موضوع کے تمام افراد پر حکم ہو یا موضوع کے بعض افراد پر حکم ہو، ہر دو صورت موضوع کے بعض افراد پر حکم ضرور ہوگا اور یہی جزئیہ ہے پس معلوم ہوا کہ جب مہملہ پایا جائیگا تو جزئیہ بھی ضرور پایا جائیگا جیسے ''الانسان فی خسر'' قضیہ مہملہ موجبہ ہے اس میں خسران کا حکم انسان کے مطلق افراد پر لگایا گیا ہے پس جب خسران انسان کے مطلق افراد کیلئے ثابت ہے تو یقیناً خسران انسان کے بعض افراد کیلئے بھی ثابت ہوگا اور یہی جزئیہ ہے۔ اسی طرح ''الانسان لیس فی خسر'' مہملہ سالبہ ہے جس میں خسران کا انسان کے مطلق افراد سے سلب ہے تو انسان کے بعض افراد سے بھی یقیناً سلب ہوگا اور یہی جزئیہ ہے۔

دوسرے دعوی کی دلیل یہ ہے جزئیہ میں ثبوتِ محمول یا سلبِ محمول کا حکم موضوع کے بعض افراد پر ہوتا ہے اور جب ثبوتِ محمول یا

0313 6357913 maktabazakariyamuhan@gmail.com

سلبِ محمول کا حکم موضوع کے بعض افراد پر ہوگا تو موضوع کے مطلق افراد پر بھی ہوگا اسلئے کہ جزئیہ میں وہ بعض افرادِ محکوم علیہ مطلق اور غیر متعین ہوتے ہیں کیونکہ ان بعض افراد کی تعیین جزئیہ کے مفہوم سے خارج ہے، الغرض جزئیہ میں محمول کا حکم موضوع کے مطلق بعض افراد پر ہوتا ہے، پس جب حکم مطلق بعض افراد پر ہوگا تو مطلق افراد پر بھی ہوگا اور یہی مہملہ ہے پس ثابت ہوگیا کہ جب جزئیہ پایا جائے تو مہملہ بھی پایا جائے گا جیسے ''بعض الانسان فی خسر'' جزئیہ موجبہ ہے جس میں خسران کا حکم انسان کے بعض مطلق افراد پر لگایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب انسان کے بعض مطلق افراد کیلئے خسران ثابت ہوگا تو انسان کے مطلق افراد کیلئے بھی خسران ثابت ہوگا کیونکہ جزئیہ میں بعض افراد متعین نہیں ہوتے بلکہ مطلق ہوتے ہیں، اسی طرح ''بعض الانسان لیس فی خسر'' میں انسان کے بعض مطلق افراد سے خسران کا سلب کیا گیا ہے پس یقیناً خسران انسان کے مطلق افراد سے بھی مسلوب ہوگا اور یہی مہملہ ہے۔ (الدرر السنیہ)

② قضیہ مہملہ وطبعیہ کی تعریف وفرق:۔ **مہملہ:** وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر ہو مگر ان کی تعداد کلاً یا بعضاً بیان نہ کی گئی ہو (وہ قضیہ جو کلیۂ وجزئیۃً صادق آنے کی صلاحیت رکھتا ہو مگر موضوع کے افراد کی کمیت وتعداد بیان نہ کی گئی ہو) جیسے **الانسان فی خسر** (انسان خسارے میں ہیں) اس میں انسان کی کمیت بیان نہیں کی گئی۔

طبعیہ: وہ قضیہ حملیہ ہے جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کی حقیقت پر ہو، افراد پر نہ ہو، جیسے **الحیوان جنس، الانسان نوع۔**

اس تعریف سے فرق بھی واضح ہوگیا کہ قضیہ طبعیہ میں حکم کلی کی حقیقت پر ہوتا ہے افراد پر نہیں اور قضیہ مہملہ میں حکم افراد پر ہوتا ہے، البتہ ان کی تعداد وکمیت بیان نہیں کی گئی ہوتی۔

③ محصوراتِ اربعہ کی نقیض مع امثلہ:۔ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتی ہے جیسے **کل انسان حیوان** یہ موجبہ کلیہ ہے اس کی نقیض **بعض الانسان لیس بحیوان** آئے گی جو سالبہ جزئیہ ہے۔ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ آتی ہے جیسے **بعض الحیوان اِنسان** یہ قضیہ موجبہ جزئیہ ہے اس کی نقیض **لاشیئ مِن الحیوانِ بِانسانٍ** ہے۔

سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ آتی ہے جیسے **لاشیئ من الانسان بحیوان** یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اس کی نقیض **بعض الانسان حیوان** آئے گی جو موجبہ جزئیہ ہے۔ سالبہ جزئیہ کی نقیض موجبہ کلیہ آتی ہے جیسے **بعض الحیوان لیس بِانسانٍ** قضیہ سالبہ جزئیہ ہے اس کی نقیض **کل حیوان اِنسان** ہے۔

الشق الثانی.....**وَالْفِكْرُ هُوَ تَرْتِيْبُ اُمُوْرٍ مَعْلُوْمَةٍ لِلتَّادِّيْ اِلَى الْمَجْهُوْلِ ، كَمَا اِذَا حَاوَلْنَا تَحْصِيْلَ مَعْرِفَةِ الْاِنْسَانِ وَقَدْ عَرَفْنَا الْحَيَوَانِ وَالنَّاطِقِ وَرَتَّبْنَاهُمَا بِاَنْ قَدَّمْنَا الْحَيَوَانَ، وَاَخَّرْنَا النَّاطِقَ، حَتّٰى يَتَاَدَّى الذِّهْنُ مِنْهُ اِلٰى تَصَوُّرِ الْاِنْسَانِ** ۔ (ص ۳۲۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، فکر ونظر اور ترتیب کی اصطلاحی تعریف مع مثال لکھیں۔ فکر کی تعریف میں علم ماخوذ ہے، علم الفاظ مشترکہ میں سے ہے جب کہ تعریف میں الفاظِ مشترکہ سے احتراز ضروری ہے، شارح کے طرز پر اس اشکال کا جواب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) نظر وفکر کی اصطلاحی تعریف اور مثال (۴) الفاظ مشترکہ کے استعمال کی وضاحت۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ فکر وہ امورِ معلومہ کو ترتیب دینا ہے تاکہ مجہول تک پہنچا دے جیسا کہ ہم انسان کی معرفت کا حصول چاہیں تو ہم حیوان اور ناطق کو جانتے ہوں تو ہم ان دونوں کو یوں ترتیب دیں گے کہ حیوان کو مقدم کریں گے اور ناطق کو مؤخر کریں گے تاکہ ذہن انسان کے تصور تک پہنچ جائے۔

③ نظر وفکر اور ترتیب کی اصطلاحی تعریف اور مثال:۔ ترتیب: متعدد چیزوں کو اس طرح ملانا کہ ان پر ایک ہی نام بولا جائے اور ان بعض اجزاء کو دوسرے بعض اجزاء کے اعتبار سے تقدم وتأخر کی نسبت حاصل ہو، جیسے حیوان وناطق کو اس طرح ملانا کہ ان کا نام حد ہو جائے۔

نظر وفکر: دو معلوم علموں کو ملا کر اس سے ایک نا معلوم علم حاصل کرنے کا نام نظر وفکر ہے جیسے ہمیں یہ معلوم ہے کہ ہر انسان جاندار ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر جاندار جسم والا ہے تو ہم نے ان دونوں کو ملایا تو اس سے ایک نا معلوم علم حاصل ہو گیا کہ ہر انسان جسم والا ہے۔

④ الفاظِ مشترکہ کے استعمال کی وضاحت:۔ سوال ہوتا ہے کہ فکر کی تعریف میں علم کا لفظ الفاظ مشترکہ میں سے ہے اور تعریف میں الفاظِ مشترکہ سے احتراز ضروری ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ الفاظ مشترکہ کا استعمال قرینہ کے ساتھ تعریف میں جائز ہے اور یہاں قرینہ یہ ہے کہ ہماری مراد علم سے حصول عقلی ہے کیونکہ مصنف رحمہ اللہ نے رسالہ شمسیہ میں علم کی جو تفسیر کی ہے وہ صرف حصولِ عقلی سے کی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں پر لفظ مشترک کا استعمال صحیح ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل .....وَيَنْقَسِمُ اِلٰى حَقِيْقِيٍّ وَاِضَافِيٍّ وَالْقَصْرُ الْاِضَافِيُّ يَنْقَسِمُ بِاعْتِبَارِ حَالِ الْمُخَاطَبِ اِلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ: قَصْرُ اِفْرَادٍ اِذَا اعْتَقَدَ الْمُخَاطَبُ الشِّرْكَةَ وَقَصْرُ قَلْبٍ اِذَا اعْتَقَدَ الْعَكْسَ وَقَصْرُ تَعْيِيْنٍ اِذَا اعْتَقَدَ وَاحِدًا غَيْرَ مُعَيَّنٍ ۔ وَلِلْقَصْرِ طُرُقٌ مِنْهَا النَّفْيُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ وَمِنْهَا اِنَّمَا وَمِنْهَا الْعَطْفُ بِـ لَا اَوْ بَلْ اَوْ لٰكِنْ وَمِنْهَا تَقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ ۔ شكل العبارة ثم ترجمها واشرح العبارة كاملا۔

عرّف القصر اصطلاحا۔ عرّف القصر الحقيقى والاضافى واذكر الامثلة لذٰلك ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كمامرّ فى السوال آنفا ۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ قصر تقسیم ہوتا ہے حقیقی واضافی کی طرف، اور قصرِ اضافی مخاطب کے حال کے اعتبار سے تین اقسام کی طرف تقسیم ہوتا ہے: (ایک ان میں سے) قصرِ افراد ہے، جبکہ مخاطب شرکت کا اعتقاد رکھے، (دوسرا ان میں سے) قصرِ قلب ہے، جب مخاطب عکس کا اعتقاد رکھے، (تیسرا ان میں سے) قصرِ تعیین ہے، جب مخاطب کسی ایک غیر معیّن کا اعتقاد رکھے۔ اور قصر کے متعدد طریق ہیں: ان میں سے نفی واستثناء ہے، ان میں سے اِنّما ہے، ان میں سے لَا یا بَلْ یا لٰکن کے ذریعہ عطف ہے اور ان میں سے اس چیز کو مقدم کرنا ہے جس کو مؤخر کرنے کا حق ہو۔

③ تشریح، تعریف واقسام:۔ كما مرّ فى الشق الثانى من السوال الثالث۱۴۳۸ و الشق الاول من السوال الثالث۱۴۳۹ھ۔

الشق الثانى .....اَلْاِسْتِعَارَةُ مَجَازٌ عَلَاقَتُهُ الْمُشَابَهَةُ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ اَىْ مِنَ الضَّلَالِ اِلَى الْهُدٰى فَقَدِ اسْتُعْمِلَتِ الظُّلُمَاتُ وَ النُّوْرُ فِىْ غَيْرِ مَعْنَاهُمَا الْحَقِيْقِيِّ وَ الْعَلَاقَةُ الْمُشَابَهَةُ بَيْنَ الضَّلَالِ وَ الظَّلَامِ وَ الْهُدٰى وَ النُّوْرِ وَ الْقَرِيْنَةُ مَا قَبْلَ ذٰلِكَ.

شكل العبارة بالضبط ثم ترجمها ۔ عرف كلا من المستعار له و المستعار منه و المستعار واذكر لكل ذلك الامثلة الموضحة۔ اشاب الصغير وافنى الكبير كرّ الغداة ومرّ العشى، اذكر تعريف المجاز العقلى وشكل البيت المذكور بالضبط ثم ترجمها و اوضح المجاز العقلى فى هٰذا البيت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مر فى السوال آنفًا ۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ استعارہ وہ مجاز ہے جس کا علاقہ ونسبت مشابہت ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

سے اجالے اور روشنی کی طرف نکالیں) یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف۔ پس یہاں ظلمات ونور کو معنی حقیقی کے غیر میں استعمال کیا گیا ہے اور یہاں گمراہی وتاریکی اور ہدایت ونور کے درمیان علاقہ ونسبت مشابہت ہے اور اس پر قرینہ اس کا ماقبل والا لفظ ہے۔

③ ارکانِ استعارہ کی وضاحت:۔ استعارہ کے تین ارکان ہیں: ① مستعار منہ یعنی معنی مشبہ بہ یا ذاتِ مشبہ بہ ② مستعار لہ یعنی معنی مشبہ یا ذاتِ مشبہ، ان دونوں کو استعارہ کے دو طرف بھی کہا جاتا ہے۔ ③ مستعار یعنی وہ لفظ جو معنی حقیقی سے معنی مجازی کی طرف منتقل کیا گیا ہو، چنانچہ مثالِ مذکور میں مستعار لہ (ذات مشبہ) وہ ضلال اور ایمان کا معنی ہے اور مستعار منہ (ذاتِ مشبہ بہ) وہ ظلام ونور کا معنی ہے اور مستعار (لفظِ منقول) الظلمات اور النور کے الفاظ ہیں۔

④ مجازِ عقلی کی تعریف، شعر پر اعراب، ترجمہ وتشریح:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۲ھ

﴿الورقة السادسة فی المنطق و البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....العلم ما تصور فقط وهو حصول صورة الشيئ فی العقل او تصور معه حكم وهو اسناد امر الیٰ آخر ایجابا او سلبا ویقال للمجموع : تصدیق۔

وضّح کل واحد من التصور فقط والتصور مع الحكم بالامثلة ۔ "وهو حصول صورة الشيئ فی العقل" هل هٰذا تعریف لمطلق التصور او للتصور فقط؟ اشرح هٰذا بطرز الشارح ۔ حرّر اختلاف الحكماء والامام الرازی فی اجزاء التصدیق ۔

جواب .....مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۶ و ۱۴۳۹ھ ۔

الشق الثانی .....قَالَ الثَّالِثُ اَلْكُلِّيَّانِ مُتَسَاوِيَانِ اِنْ صَدَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰى كُلِّ مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ.... وبَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مُطْلَقًا اِنْ صَدَقَ اَحَدُهُمَا عَلٰى كُلِّ مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ.... وبَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مِنْ وَجْهٍ اِنْ صَدَقَ كُلٌّ مِنْهُمَا عَلٰى بَعْضِ مَايَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ.... ومُتَبَايِنَانِ اِنْ لَمْ يَصْدُقْ شَيْئٌ مِنْهُمَا عَلٰى مَا يَصْدُقُ عَلَيْهِ الْاٰخَرُ ....

شكل العبارة واشرحها ۔ اوضح مفهوم قول الشارح بالامثلة: فمرجع التباين الكلی الی سالبتين كليتين من الطرفين مع ذكر الامثلة ۔

جواب .....مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۴ھ ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....قَالَ: وَالنَّوْعُ الْاِضَافِیُّ مَوْجُوْدٌ بِدُوْنِ الْحَقِيْقِيِّ كَالْاَنْوَاعِ الْمُتَوَسِّطَةِ وَالْحَقِيْقِيُّ مَوْجُوْدٌ بِدُوْنِ الْاِضَافِيِّ كَالْحَقَائِقِ الْبَسِيْطَةِ فَلَيْسَ بَيْنَهُمَا عُمُوْمٌ و خُصُوْصٌ مُطْلَقًا بَلْ كُلٌّ مِنْهُمَا اَعَمُّ مِنَ الْاٰخَرِ مِنْ وَجْهٍ لِصِدْقِهِمَا عَلَى النَّوْعِ السَّافِلِ ۔

شكل العبارة ثم ترجمها ۔ عرّف كل واحد من النوع الحقيقی والاضافی ۔اكتب اختلاف المتقدمين و المتأخرين من المناطقة فی النسبة بين النوع الحقيقی و الاضافی مع تعيين ما رجّحه الشارح من المذهبين۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ نوعِ حقیقی واضافی کی تعریف ④ نوعِ حقیقی واضافی کے درمیان نسبت میں مناطقہ کا اختلاف وترجیحِ راجح۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ ماتنؒ کہتے ہیں کہ نوعِ اضافی موجود ہے نوعِ حقیقی کے بغیر جیسے انواعِ متوسطہ اور نوعِ حقیقی موجود ہے نوعِ اضافی کے بغیر جیسے حقائقِ بسیطہ، پس ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت نہیں ہے بلکہ ہر ایک ان میں سے دوسرے سے من وجہ اعم ہے بوجہ ان دونوں کے نوعِ سافل پر صادق آنے کے۔

③ نوعِ حقیقی واضافی کی تعریف:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۶ھ۔**

④ نوعِ حقیقی واضافی کے درمیان نسبت میں مناطقہ کا اختلاف وترجیحِ راجح:۔ نوعِ حقیقی اور نوعِ اضافی کے درمیان پائی جانے والی نسبت میں اختلاف ہے، متقدمین وشیخ کے نزدیک ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، نوعِ اضافی نوعِ حقیقی سے اعم مطلق ہے جبکہ متاخرین اور مصنفؒ کے ہاں ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے تو ماتنؒ نے **فلیس بینهما عموم و خصوص مطلقا** کہہ کر دعویٰ اعم کی صورت میں متقدمین کا رد کر دیا۔

اگر مصنف یوں کہہ دیتے کہ نوعِ اضافی نوعِ حقیقی سے اعم نہیں ہے تو ان کا رد تو ہو جاتا لیکن اس صورت میں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے نوعِ اضافی نوعِ حقیقی سے اعم تو نہ ہو لیکن نوعِ حقیقی نوعِ اضافی سے اعم ہو تو اس صورت میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت کا رد نہ ہو سکتا اور نہ ہی عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ثابت ہو پاتی، پس جب اس نے کہا کہ ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت نہیں تو اس سے بطریق اعم یعنی دونوں طرف سے رد ہو گیا کہ نوعِ اضافی بھی نوعِ حقیقی سے اعم مطلق نہیں اور نوعِ حقیقی بھی نوعِ اضافی سے اعم مطلق نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ نوعِ حقیقی نوعِ اضافی کے بغیر پائی جاتی ہے اور نوعِ اضافی نوعِ حقیقی کے بغیر پائی جاتی ہے اور ایسی دو چیزیں جن میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر پائی جائے ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت نہیں ہوتی۔

نوعِ اضافی نوعِ حقیقی کے بغیر پائی جائے جیسے انواعِ متوسطہ (حیوان) یہ نوعِ اضافی تو ہیں لیکن نوعِ حقیقی نہیں کیونکہ یہ اجناس ہیں اور جنس نوعِ حقیقی نہیں ہو سکتی۔ نوعِ حقیقی نوعِ اضافی کے بغیر پائی جائے جیسے حقائقِ بسیطہ کہ یہ انواعِ حقیقیہ تو ہیں لیکن انواعِ اضافیہ نہیں کیونکہ اگر یہ انواعِ اضافیہ ہوں تو ان کا جنس وفصل سے مرکب ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ حقائقِ بسیطہ ہے۔ (الدرر السنیۃ: ۲۲۰)

الشق الثانی ..... **قَالَ: وَالْقَضَايَا الْمُوَجِّهَةُ الَّتِي جَرَتِ العادةُ بِالْبَحْثِ عَنْهَا وعن اَحْكَامِهَا ثَلٰثَةَ عَشَرَ قَضِيَّةً مِنْهَا بَسِيطَةٌ وَهِيَ التي حَقِيقَتُهَا اِيْجَابٌ فَقَطْ اَوْ سَلْبٌ فَقَطْ وَاِمَّا مُرَكَّبَةٌ وهي التي حَقِيقَتُهَا تَرَكَّبَتْ مِنْ اِيْجَابٍ وسَلْبٍ مَعًا، اَمَّا الْبَسَائِطُ فَسِتٌّ اَلْاُوْلٰى: اَلضَّرُوْرِيَّةُ الْمُطْلَقَةُ.... اَلثَّانِيَةُ: اَلدَّائِمَةُ الْمُطْلَقَةُ....**

شکل العبارة ثم ترجمها۔ عرّف البسيطة والمركبة ومثّل لكل واحد منهما مثالا۔ حرّر اسماء البسائط والمركبات ثم عرّف الضرورية المطلقة والممكنة العامة ووضحهما بالامثلة۔ (البحث الرابع فی القضايا الموجهه)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ ماتنؒ نے کہا کہ وہ قضایا موجہہ کہ ان سے اور ان کے احکام سے بحث کی عادت جاری ہے وہ تیرہ قضایا ہیں، ان میں سے بعض قضایا بسیطہ ہیں اور بسیطہ وہ ہے جس کی حقیقت صرف ایجاب یا صرف سلب ہو، اور بعض قضایا مرکبہ ہیں اور مرکبہ وہ ہے جس کی حقیقت ایجاب وسلب دونوں سے مرکب ہو۔ بہر حال بسائط چھ ہیں: اوّل ضروریہ مطلقہ ہے.... ثانی دائمہ مطلقہ ہے....

③ بقیہ مکمل جواب:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۱ھ۔**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... **کل ما یحول فی الصدر من المعانی یمکن ان یعبر عنه بثلاث طرق، المساواة: وهی تأدية**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

المعنى المراد بعبارة مساوية له بأن تكون على الحد الذى جرى به عرف اوساط الناس وهم الذين لم يرتقوا الٰى درجة البلاغة ولم ينحطوا الٰى درجة الفهاهة نحو: و اذا رأيت الذين يخوضون فى آياتنا فاعرض عنهم.

ترجم العبارة واضحة ۔ اشرح المساواة فى الآية المباركة ۔ عرّف الايجاز والاطناب مع ايراد الامثلة وبيّن ثلاثة من دواعى الايجاز وثلاثة من دواعى الاطناب.

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ آدمی کے دل میں جو کچھ خیالات گردش کرتے ہیں ان کو تین طرح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ مساوات: وہ معنی مرادی کو مساوی عبارت کے ذریعہ ادا کرنا ہے بایں طور کہ درمیانی درجہ کے لوگوں کے عرف وعادت کے مطابق ہو۔ اور درمیانی درجہ کے لوگ وہ ہیں جو بلاغت کے درجہ تک نہ پہنچے ہوں اور گونگے پن کے درجہ تک بھی نہ اُترے ہوں، جیسے آیت کریمہ: **و اذا رأيت الذين يخوضون فى آياتنا فاعرض عنهم** (جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہوجا)۔

② بقیہ مکمل جواب:۔ **كما مرّ فى الشق الثانى من السوال الثالث ١٤٣١ والشق الاول من السوال الثالث ١٤٤٠ھ**

الشق الثانی ..... **بَارَكَ اللّٰهُ لِلْحَسَنِ:: وَلِبُوْرَانَ فِي الْخَتَنِ ۞ يَا اِمَامَ الْهُدٰى ظَفِرْ:: تَ وَلٰكِنْ بِبِنْتِ مَنْ ۔**

عرّف علم البديع وقسميه ۔ شكل الاشعار وترجمها ۔ بيّن القسم من محسنات معنوية الذى ذكرت هذه الاشعار لايضاحه ۔ اوضح المجاز العقلى مع ايراد الامثلة ۔

جواب ..... ① علم بدیع اور اس کی اقسام کی تعریف:۔ علم بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعے ایک فصیح و بلیغ اور واضح المراد کلام کو مزین وخوبصورت بنانے کے طریقے معلوم ہوں یعنی فصیح و بلیغ کلام میں مزید حسن پیدا کرنے کے طریقے معلوم ہوں۔ اگر ان اسالیب و طریقوں کا تعلق الفاظ سے ہو تو ان کو محسناتِ لفظیہ کہتے ہیں اور اگر ان اسالیب کا تعلق معانی سے ہو تو ان کو محسناتِ معنویہ کہتے ہیں۔

② اشعار پر اعراب:۔ **كما مرّ فى السوال آنفا ۔**

③ اشعار کا ترجمہ:۔ اللہ تعالی برکت دے حسن اور اس کی بیٹی بوران کو دامادی کے رشتہ میں، اے ہدایت کے امام و پیشوا! تو کامیاب ہوگیا مگر کس کی لڑکی سے شادی کرکے۔

④ اشعار میں مذکور محسنات معنویہ:۔ محسناتِ معنویہ میں سے دوسری قسم ایہام ہے، ایہام کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کلام کیا جائے جو دو متضاد و مخالف معانی کا احتمال رکھتا ہو۔ چنانچہ یہاں دوسرے شعر میں شاعر نے ''بِنْتِ مَنْ'' کے ذریعہ ایسا جملہ کہا ہے جس میں بادشاہ مامون رشید کے سسر حسن بن سہل کی مدح وہجو کے دونوں پہلو کا احتمال ہے۔ مدح کی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ اے بادشاہ! آپ نے کس قدر عظیم شخص کی بیٹی سے عقدِ نکاح کیا ہے۔ ہجو کی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ اے بادشاہ! آپ نے عقدِ نکاح تو کرلیا ہے مگر آپ کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کا سسر کس قدر کمینہ ورذیل شخص ہے۔

⑤ مجازِ عقلی کی وضاحت:۔ **كما مرّ فى السوال الثالث ١٤٤٣ھ ۔**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿لا اله الّا انت سبحانک انّی کنت من الظالمین﴾

تمّت بحمد اللہ و فضلہ و کرمہ

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

انتساب

بندہ ناچیز اپنی اس تالیف کو اپنے جملہ محسنین کی طرف خصوصاً محسنِ انسانیت سرورِ دوعالم **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے طفیل بندہ کو ایمان کی دولت اور علم کی روشنی حاصل ہوئی۔ نیز اپنے والدین مرحومین اور اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم العالیہ خصوصاً حضرت اقدس مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی نوراللہ مرقدہ، خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کے فیضِ عالم اور بے پایاں شفقت کے نتیجہ میں بندہ اس قابل ہوا کہ شائقین علومِ نبویہ کی خدمت میں یہ حقیر سا ہدیہ پیش کر سکے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف سے محسنِ انسانیت **حضرت محمّد رسول اللہ** ﷺ اور جملہ محسنین کو بہتر سے بہتر جزاء عطاء فرمائے۔ اور اس تالیف کو قبول فرما کر ان تمام حضرات کی ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

العبد محمد یٰسین شاکر

اجمالی فہرست

پرچہ	نام کتاب	صفحہ نمبر
پہلا پرچہ	تفسیر وحدیث (سورۂ یونس تا قصص، ریاض الصالحین)	۰۴
دوسرا پرچہ	گزشتہ سالوں میں کنزالدقائق کے نصاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پرچے کتاب میں شامل نہیں ہیں۔	-
تیسرا پرچہ	اصول فقہ (نورالانوار)	۹۵
چوتھا پرچہ	نحو (شرح جامی)	۱۸۷
پانچواں پرچہ	ادب عربی (مقامات حریری، معلم الانشاء)	۲۵۹
چھٹا پرچہ	منطق وبلاغہ (قطبی، دروس البلاغہ، البلاغۃ الواضحۃ)	۳۲۷

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الجواب خاصہ بنین (دوم) ضمیمہ ۱۴۴۵ھ

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر و الحدیث﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾

ترجم الآیات وفسّرھا بحیث لا یبقی ایّ خفاء۔ ما ھو المراد بقولہ: بُرْھَانَ رَبِّہٖ؟ اذکر اقوال المفسرین فیہ۔ اذکر ابواب الکلمات التی علیھا خط ومعانیھا۔ (پ۱۲۔یوسف:۲۲و۲۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ بُرْھَانَ رَبِّہٖ کی مراد ④ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب پہنچ گیا وہ اپنی قوت یعنی جوانی کو تو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں نیکی والوں کو اور پھسلایا اسکو اس عورت نے جس کے گھر میں تھے اور بند کر دیئے دروازے اور کہا کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں، یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں بیشک وہ میرا مربی ومحسن ہے اس نے اچھا کیا میرے ٹھکانہ کو بیشک ظالم وگنہگار لوگ فلاح نہیں پاتے۔ اور وہ عورت حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جماع وزنا کا پختہ قصد وارادہ کر چکی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی اس کا خیال آجاتا اگر وہ اپنے رب کی برہان ودلیل نہ دیکھ لیتے۔ ہم نے ایسا اس لئے کیا تا کہ ان سے بے حیائی وبرائی کو پھیر دیں۔ بے شک یوسف ہمارے مخلص ومنتخب بندوں میں سے تھے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت وپاکدامنی کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام جوانی وشباب کو پہنچے تو زلیخا جس کے گھر میں یوسف علیہ السلام رہائش پذیر تھے اس نے یوسف علیہ السلام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی، گھر کے سب دروازے بند کر دیئے اور گناہ کی دعوت دی۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ اس گناہ وظلم کا ارتکاب کروں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔ وہی میرا پروردگار ہے اور اُسی نے حقیقت میں مجھے اچھا ٹھکانہ دیا ہے۔

اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ تیرا شوہر (قطفیر) میرا مربی ومحسن اور آقا ہے اس نے خود بھی میری خاطر ومدارت کی ہے اور پھر تجھے بھی حکم دیا تھا: **اکرمی مثواہ** کہ اس کو خاطر سے رکھنا یعنی اس کی غذا لباس ومکان ہر چیز کا خصوصی خیال رکھنا، لہٰذا اپنے محسن ومربی کے حرم پر دست اندازی کرنا بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔

اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی خواہش پوری کرنے کا پختہ عزم وارادہ کر لیا تھا اور یوسف علیہ السلام میں بھی بتقاضاء بشری اور طبعی اس کی طرف وسوسہ کے درجہ میں کچھ غیر اختیاری میلان پیدا ہونے لگا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اپنی حجت وبرہان ان کے سامنے کر دی جس کی وجہ سے وہ غیر اختیاری میلان آگے بڑھنے کی بجائے بالکل ختم ہو گیا اور یہ عصمت کے منافی نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اسی طرح ان کو برہان دکھلائی اور اپنی پناہ میں لے لیا تا کہ ہم اس سے یعنی یوسف علیہ السلام سے خیانت اور بے حیائی کو موڑ دیں اور اسکے دامن عفت وعصمت پر کوئی دھبہ نہ لگ جائے کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس جگہ کلام میں تقدیم وتاخیر ہے **لَوْلَا اَنْ رَّاٰبُرْهَانَ رَبِّهٖ** حقیقت میں مقدم ہے اور **هَمَّ بِهَا** مؤخر ہے، مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو بھی خیال پیدا ہو جاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی حجت و برہان کو نہ دیکھ لیتے، مگر برہانِ رب کو دیکھنے کی وجہ سے وہ اس ہمّ وارادہ سے بھی بچ گئے۔ (معارف القرآن)

③ **بُرْهَانَ رَبِّهٖ** کی مراد:۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام آئے اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس کی وجہ سے ان کے پوروں سے شہوت نکل گئی۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ برہان حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت تھی کہ وہ دانتوں میں انگلی دبائے ان کو متنبہ کر رہے تھے۔ بعض نے کہا کہ عزیزِ مصر کی صورت سامنے آ گئی تھی۔ بعض نے کہا کہ آسمان پر نظر پڑی تو لکھا تھا **لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا الخ**۔ (معارف القرآن)

④ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "**بَلَغَ**" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پہنچنا و بالغ ہونا۔

"**نَجْزِیْ**" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جزاء وبدلہ دینا۔

"**رَاوَدَتْهُ**" یہ باب مفاعلہ سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی فریب دینا، پھسلانا، برائی کی ترغیب دینا۔

"**غَلَّقَتِ**" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی خوب مضبوطی سے بند کرنا یا بکثرت بند کرنا۔

"**اَحْسَنَ**" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی احسان کرنا، اچھائی کرنا۔

الشق الثانی ..... وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ؕ (پ۱۳۔ رعد:۳۱)

ترجم الآیت المبارکۃ واکتب سبب نزولھا۔ اشرح الآیت الکریمۃ بحیث یتضح مرادھا۔ حقق الکلمات التی علیھا خط لغۃ و صرفا۔ عیّن جواب "لَوْ" فی الایۃ الکریمۃ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں: ① آیت کا ترجمہ ② آیت کا شانِ نزول ③ آیت کا مفہوم ④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق ⑤ **لَوْ** کا جوابِ شرط۔

جواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے ذریعہ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ زمین کی مسافت جلدی طے ہوتی یا اس کے ذریعہ مُردوں سے کلام کروا دیا جاتا (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ سارا اختیار اللہ کو ہی ہے، کیا (ابھی تک بھی) اہلِ ایمان نا اُمید نہیں ہوئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت (ایمان کی توفیق) دے دیتا، اور یہ کافر لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہتے ہیں کہ انکو کوئی آفت ومصیبت انکے اعمال وکردار کی وجہ سے پہنچتی ہی رہتی ہے یا انکے علاقہ وبستی کے قریب وہ آفت ومصیبت نازل ہوتی ہی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آ جائیگا، بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

② آیت کا مفہوم:۔ یہ آیت کریمہ مشرکینِ مکہ کی طرف سے معجزات کے مطالبہ کے جواب میں نازل ہوئی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے مطالبات پورے کر دیں یعنی پہاڑوں کو ہٹا کر مکہ کی زمین کو فراخ ووسیع کر دیا جائے یا ہواؤں کو ان کیلئے مسخر کر کے بڑے بڑے فاصلے وسفر ان کیلئے مختصر کر دیئے جائیں یا مُردے زندہ ہو کر ان سے کلام کریں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور مذکورہ مطالبات کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہے البتہ مصالح دنیا کو وہی جانتا ہے اس لئے اپنی حکمت سے ان مطالبات کو پورا کرنا مناسب نہیں سمجھتا اس لئے کہ ان مشرکین کی ہٹ دھرمی وبدنیتی اس کو معلوم ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمنا تھی کہ یہ مطالبات پورے کردیئے جائیں تا کہ سب اہلِ مکہ مسلمان ہوجائیں تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ابھی تک مسلمان ان مشرکین وکفار کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہوئے کہ ابھی تک وہ ان کے ایمان کی تمنا کرتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو یہ سب ایمان لے آتے کوئی بھی ایمان کے بغیر باقی نہ رہتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر شخص کو ایمان لانے اور نہ لانے کا اختیار دیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے مطالبات پورے کرنا اپنی جگہ، یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آفات ومصائب کے مستحق ہیں چنانچہ کبھی قحط کی، کبھی اسلامی فتوحات کی، کبھی قتل وقید کی اور کبھی بجلی گرنے کی آفات ان پر نازل ہوئیں اور کبھی براہِ راست ان پر آفات نازل نہیں ہوتیں مگر ان کے قرب وجوار کے علاقوں میں آفات نازل ہوتی رہتی ہیں تا کہ ان کو عبرت حاصل ہو اور ان کو اپنا انجامِ بد بھی نظر آئے، مگر وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے یہ آفات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فتح مکہ کا وعدہ پورا کردیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے اور پھر یہ سب لوگ مغلوب ومقہور ہوجائیں گے۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "قَارِعَةٌ" صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر قَرْعًا (فتح، صحیح) بمعنی کھٹکھٹانا۔

"سُيِّرَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر تَسْيِيْرٌ (تفعیل، اجوف) بمعنی چلانا۔

"قُطِّعَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر تَقْطِيْعٌ (تفعیل، صحیح) بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

"تَحُلُّ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر حَلًّا، حُلُوْلًا (نصر وضرب، مضاعف) بمعنی اترنا۔

❹ لَوْ کا جوابِ شرط:۔ لَوْ کا جوابِ شرط بقرینۂ مقام محذوف ہے جو کہ لَمَا آمَنُوْا ہے اور اسکی دلیل دوسری آیت کریمہ میں اسکی تصریح ہے وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ..... مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا (معارف القرآن)

بعض حضرات نے کہا کہ اس کا جوابِ شرط مقدم ہے جو کہ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ پہاڑ بھی رواں کردیتے تب بھی یہ لوگ کفر ہی کرتے، ایمان نہ لاتے کیونکہ ان کیلئے بدبختی لکھ دی گئی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ مُضِلّ کے مظہر ہیں انکو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔ (مظہری)

❺ آیت کا شانِ نزول:۔ طبرانی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو اگر وہ صحیح ہے تو ہمارے مُردہ اسلاف کو ہم سے ملا دو تا کہ ہم ان کو دیکھیں اور ان سے باتیں کریں (اور وہ تمہاری تصدیق کریں) اور مکہ کے پہاڑوں کو (ان کی جگہ سے ہٹا کر) پھیلا دو، اس زمین کو کشادہ کردو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے عطیہ عوفی کا بیان نقل کیا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے چلا دیں کہ میدان نکل آئے اور ہم اس پر کھیتی کریں یا جس طرح ہوا کے ذریعہ سے سلیمان علیہ السلام قطعِ مسافت کرتے تھے اور قوم کو ہوا کے دوش پر قطعِ مسافت کراتے تھے آپ بھی ہمارے لئے ایسا ہی کردیتے یا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کردیتے تھے آپ بھی ہمارے مُردوں کو زندہ کردیتے (تو ہم ایمان لے آتے) اس پر آیتِ مذکورہ نازل ہوئی۔

بغوی نے تفصیل کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ چند مشرکوں کے حق میں نازل ہوئی جن میں ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن امیہ بھی شامل تھے، وہاں سے عبداللہ بن امیہ نے ایک شخص کی زبانی یہ کہلوایا کہ اگر آپ ہم کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں تو قرآن کے ذریعے سے مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے تا کہ کشائش پیدا ہوجائے ہماری کھیتی کیلئے اسوقت زمین تنگ ہے اور یہاں چشمے اور نہریں بھی نکال دیجئے تا کہ ہم درخت لگائیں، کھیتیاں بوئیں اور باغ تیار کریں۔ آپ اپنے دعوے کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام سے کم مرتبہ تو نہیں ہیں آپ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑ رواں کردیئے گئے تھے جو اُن کے

0313 6337913 maktabazakariyamuradi@gmail.com

ساتھ مل کر اللہ کی پاکی بیان کرتے تھے، آپ ہوا کو بھی ہمارا تابع بنا دیجئے کہ ہم غلہ کو حاصل کرنے اور دوسری ضروریات کو فراہم کرنے کیلئے جو شام کو جاتے ہیں ہوا پر چلے جایا کریں اور ہم روز لوٹ آیا کریں، آپ کا قول ہے کہ ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیرِ حکم کر دیا گیا تھا اور آپ کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور خدا کے نزدیک آپ کا مرتبہ (بقول آپ کے) عیسیٰ علیہ السلام سے کم نہیں ہے لہٰذا آپ اپنے دادا قصیٰ یا ہمارے مُردوں میں سے کسی کو زندہ کر دیجئے تا کہ ہم اس سے آپ کے معاملہ میں دریافت کریں کہ آپ کا نبوّت کا دعویٰ صحیح ہے یا غلط۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٤٥ھ

الشق الاوّل ..... وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ (پ١٦۔ مریم: ٧٣ تا ٧٦)

ترجم الآيات المباركة۔ فسّر الآيات تفسيرا واضحا وبيّن مفهوم قوله :والباقيات الصالحات۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ **والباقيات الصالحات** کا مفہوم

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ :۔ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر لوگ مؤمنوں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ ہم دونوں فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ بہتر ہے اور کس کی مجلس زیادہ اچھی ہے؟ اور (وہ یہ نہیں دیکھتے کہ) ہم ان سے پہلے کتنی نسلیں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے ساز و سامان اور ظاہری آن بان میں ان سے کہیں بہتر تھیں۔ کہہ دو کہ جو لوگ گمراہی میں جا پڑیں ان کیلئے مناسب یہی ہے کہ خدائے رحمٰن انہیں خوب ڈھیل دیتا رہے، یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ چیز خود دیکھ لیں گے جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے، چاہے وہ اس دنیا کا عذاب ہو یا قیامت تو اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ بدترین مقام کس کا تھا اور کس کا لشکر زیادہ کمزور تھا۔ اور جن لوگوں نے سیدھا راستہ اختیار کر لیا، اللہ ان کو ہدایت میں اور ترقی دیتا ہے۔ اور جو نیک عمل باقی رہنے والے ہیں ان کا بدلہ بھی تمہارے پروردگار کے یہاں بہتر ملے گا، اور ان کا (مجموعی) انجام بھی بہتر ہوگا۔

② آیات کی تفسیر :۔ رسول اللہ ﷺ پر جب آیات تلاوت کی جاتیں جو اپنے معانی کے اعتبار سے واضح اور ظاہر ہیں تو معاندین انھیں سن کر ایمان لانے کے بجائے مزید سرکشی پر تل جاتے اور اہلِ ایمان سے کہتے کہ ہم دونوں میں سے کون سا فریق مقام و مرتبہ اور مجلس کے اعتبار سے بہتر و اچھا ہے؟ ان لوگوں کا مطلب یہ تھا کہ ہم لوگ دنیا میں اچھے حال میں ہیں، اچھا کھاتے پیتے اور اچھا پہنتے ہیں، ہماری مجالس بھی اچھی ہیں، بن سنور کر خوشبو لگا کر عمدہ کپڑے پہن کر مجلسوں میں جمع ہوتے ہیں اور تم لوگ ایسے ہو کہ نہ کھانے کو اور نہ پہننے کو، ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور اللہ کے مقبول بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دعوے کا الزامی اور تحقیقی جواب دیتے ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہیبت ناک سزاؤں سے ہلاک کئے ہیں جو ساز و سامان اور شہرت و نمود میں ان سے بھی کہیں زیادہ اچھے تھے اور کسی حکمت و مصلحت سے نعمت دنیویہ مبغوض و مردود کو بھی دی جا سکتی ہے۔ دوسرا جواب دیا کہ اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے گمراہ لوگ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے، اس نعمت دنیوی میں یہ حکمت ہے کہ مہلت دے کر اتمامِ حجت کر دے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے **او لم نعمّرکم ما یتذکّر فیہ من تذکّر الخ** اور یہ مہلت چند روزہ ہے یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے یعنی عذاب کو خواہ دنیا میں دیکھیں یا خواہ قیامت میں دیکھیں تو اس وقت ان کو معلوم ہو جائے گا کہ بُرا مکان کس کا ہے اور

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کمزور مددگار کس کے ہیں؟ یعنی دنیا میں جو اپنے اہل مجلس کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں وہاں معلوم ہوگا کہ ان میں کتنا زور ہے کیونکہ وہاں تو کسی کا کوئی زور نہیں ہوگا۔ اور مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالی ہدایت والوں کو دنیا میں ہدایت بڑھاتا ہے یعنی اصل سرمایہ یہ ہے، اگر اس کے ساتھ مال و دولت نہ بھی ہو تو یہ مضر نہیں۔ اور آخرت میں ظاہر ہوگا کہ جو نیک کام ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں۔ پس ان کو ثواب میں بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی جن میں مکان اور باغات سب کچھ ہوں گے اور ان اعمال کا انجام ان نعمتوں کا دوام و ہمیشگی ہے، پس کمیت و کیفیت کے اعتبار سے مسلمانوں ہی کی حالت اخیرہ بہتر ہوگی اور اخیری حالت ہی کا اعتبار بھی ہے۔ (خلاصۂ تفسیر)

③ **والباقیات الصالحات** کا مفہوم:۔ ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ باقیات صالحات کو زیادہ سے زیادہ جمع کیا کرو، عرض کیا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا **سبحان اللّٰہ لا الٰہ الا اللّٰہ الحمد للّٰہ اللّٰہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ** کہنا ہے۔ نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر** ہی باقیات صالحات ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولاالٰہ الّا اللّٰہ واللّٰہ اکبر** میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر آفتاب کی روشنی پڑتی ہے یعنی سارے جہان سے محبوب ہے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الّا باللہ بکثرت پڑھا کرو کیونکہ یہ ننانوے باب بیماری اور تکلیف کے دور کر دیتا ہے جن میں سب سے کم درجہ کی تکلیف فکر و غم ہے۔ اسی لئے اس آیت میں لفظ باقیات صالحات کی تفسیر حضرت ابن عباس، عکرمہ و مجاہدؒ نے یہی کی ہے کہ اس سے مراد یہی کلمات پڑھنا ہے۔ سعید بن جبیر، مسروق اور ابراہیمؒ نے فرمایا کی باقیات صالحات سے پانچ نمازیں مراد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت یہ ہے کہ آیت میں باقیات صالحات سے مراد مطلق اعمال صالحہ ہیں جن میں یہ کلمات مذکورہ، پانچوں نمازیں اور دوسرے تمام نیک اعمال داخل ہیں۔ (مظہری)

الفاظ قرآن کے مطابق بھی یہی ہے کیونکہ ان الفاظ کا لفظی مفہوم وہ اعمال صالحہ ہیں جو باقی رہنے والے ہیں اور ظاہر ہے کہ اعمال صالحہ سب ہی اللہ کے نزدیک باقی اور قائم ہیں۔ ابن جریر طبری اور قرطبی نے اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ دنیا کی کھیتی مال و اولاد ہے اور آخرت کی کھیتی باقیات صالحات ہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ باقیات صالحات انسان کی نیت اور ارادہ ہیں کہ اعمال صالحہ کی قبولیت اس پر موقوف ہے۔ عبید بن عمرؓ نے فرمایا کہ باقیات صالحات نیک لڑکیاں ہیں کہ وہ اپنے والدین کیلئے سب سے بڑا ذخیرۂ ثواب ہیں، اسی پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ایک روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کو جہنم میں لے جانے کا حکم دے دیا گیا تو اس کی نیک لڑکیاں اس کو چمٹ گئیں اور رونے وشور کرنے لگیں اور اللہ تعالی سے فریاد کی کہ اے اللہ انہوں نے دنیا میں ہم پر بڑا احسان کیا اور ہماری تربیت میں مشقت اٹھائی ہے تو اللہ تعالی نے اس پر رحم فرما کر اسے بخش دیا۔ (قرطبی) (معارف القرآن)

الشق الثانی ..... اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَاۗءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ (پ ۱۸۔ النور۔ ۴۱ تا ۴۳)

ترجم الآیات ۔ فسّر الآیات تفسیرا واضحا مع بیان مراد قولہ تعالٰی : کل قد علِم صلاتہ وتسبیحہ ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ④ **کل قد علِم صلاتہ وتسبیحہ** کی مراد۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں وہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے ہیں، ہر ایک کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ معلوم ہے اور اللہ ان کے سارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے، اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو ہنکاتا ہے پھر ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے پھر انہیں تہہ بہ تہہ گھٹا میں تبدیل کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اس کے درمیان سے برس رہی ہے اور آسمان میں (بادلوں کی شکل میں) جو پہاڑ کے پہاڑ ہوتے ہیں اللہ ان سے اولے برساتا ہے پھر جس کیلئے چاہتا ہے ان کو مصیبت بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کا رخ پھیر دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی اچک لے جائے گی۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالی کی قدرت کے بعض مظاہر اور مخلوق میں اسکے تصرفات میں سے بعض تصرفات کا تذکرہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو رہنے اور بسنے والی مخلوقات ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں یعنی اللہ تعالی کی پاکی بیان کرتے ہیں کہ وہ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے۔ اس مخلوق میں پرندے بھی ہیں جو پر پھیلائے ہوئے فضا میں اڑتے ہیں یہ بھی اللہ کی تسبیح وتقدیس میں مشغول رہتے ہیں ان کا فضا میں اڑنا اور زمین پر نہ گرنا ان کے پروں کی حرکتوں کو اس قابل بنانا کہ ان سے اڑیں اور زمین پر نہ گریں ان سب میں اللہ تعالی کی قدرت کا مظاہرہ ہے۔ سب مخلوقات کو اللہ تعالی سے اپنی اپنی دعا اور التجا، اپنی تسبیح وتقدیس کا طریقہ الہام سے معلوم ہے، اس سب کے باوجود بھی بعض لوگ توحید کو نہیں مانتے تو اللہ تعالی کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا پورا علم ہے اور وہ اس انکار واعراض پر ان کو سزا دے گا۔

آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے اب بھی اور انتہا میں اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، وہی خالق ومالک اور حقیقی متصرف ہے یہاں جو برائے نام کوئی مجازی حکومت ہے وہ کوئی بھی نہ رہے گی، سارے فیصلے اللہ تعالی ہی کے ہونگے۔

چنانچہ اسی کی حکومت کا ایک اثر ہے کہ اے مخاطب! کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالی ایک بادل کو دوسرے بادل کی طرف چلاتا ہے اور پھر اس بادل کے مجموعہ کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بہ تہ کرتا ہے پھر اس بادل کے بیچ میں سے بارش نکل نکل کر آتی ہے اور اس بادل کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس کی جان یا مال پر چاہتا ہے گراتا ہے کہ اس کا نقصان ہو جاتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے اور اس کے جان ومال کو بچا لیتا ہے اور اس بادل میں سے بجلی بھی پیدا ہوتی ہے اور ایسی چمکدار کہ اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا اس نے اب بینائی کو اچک لیا۔ یہ بھی اللہ تعالی ہی کے تصرفات میں سے ہے۔

❸ **کل قد علِم صلاتہ وتسبِیحہ** کی مراد:۔ حضرت سفیانؒ نے اس تسبیح کا مفہوم یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالی نے دنیا کی ہر چیز آسمان، زمین، آفتاب وماہتاب، تمام سیارے وستارے اور زمین کے عناصر آگ، پانی، مٹی، ہوا سب کو خاص خاص کاموں کیلئے پیدا فرمایا ہے اور جس کو جس کام کیلئے پیدا فرمایا ہے وہ برابر اس پر لگا ہوا ہے، وہ بالکل اس کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی اطاعت وانقیاد کو ان چیزوں کی تسبیح فرمایا ہے۔ الغرض ان کی تسبیح حالی ہے مقالی نہیں، یعنی ان کی زبانِ حال بول رہی ہے کہ یہ اللہ تعالی کو پاک وبرتر سمجھ کر اس کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

0211 6357913 maktabazakariyamurad@gmail.com

علامہ زمخشری ودیگر مفسرین نے فرمایا کہ اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ اللہ تعالی نے ہر ایک چیز کے اندر اتنا فہم وشعور رکھا ہو جس سے وہ اپنے خالق ومالک کو پہچانے اور اس میں بھی کوئی بعد نہیں کہ ان کو کسی خاص قسم کی گویائی عطا فرمائی ہو اور خاص قسم کی تسبیح وعبادت ان کو سکھا دی ہو جس میں وہ مشغول رہتے ہوں۔ **کل قد علِم** میں اسی مضمون کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی تسبیح

اورنماز میں ساری مخلوق لگی ہوئی ہے مگر ہر ایک کی نماز اور تسبیح کا طریقہ اور صورت مختلف ہے۔ فرشتوں کا طریقہ الگ، انسان کا الگ، دیگر نباتات کسی اور طرح سے عبادت نماز و تسبیح ادا کرتے ہیں، جمادات کسی اور طریق سے۔ قرآن کریم کی ایک دوسری آیت سے بھی اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے "اعطی کل شیئ خلقه ثم هدی" یعنی اللہ تعالی نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کو ہدایت دی۔ وہ ہدایت یہی ہے کہ وہ ہر وقت حق تعالی کی اطاعت میں لگی ہوئی اپنی مفوضہ ڈیوٹی کو پورا کر رہی ہے اس کے علاوہ اس کی اپنی ضروریات زندگی کے متعلق بھی اس کو ایسی ہدایت دی ہے کہ بڑے بڑے عقلاء کی عقل حیران ہو جاتی ہے، اپنے رہنے بسنے کیلئے کیسے کیسے گھونسلے اور بلیں وغیرہ بناتے ہیں اور اپنی غذا وغیرہ حاصل کرنے کیلئے کیسی کیسی تدبیریں کرتے ہیں۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَرَعَوْا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرٰى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهٖ ۔(حدیث:۱۳۷۸)

شكل الحديث المبارك ثم ترجمه۔ اشرح الحديث ۔ حقق الكلمات التى فوقها خط لغة ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل چار امور مطلوب ہیں ① حدیث پر اعراب ② حدیث کا ترجمہ ③ حدیث کی تشریح ④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ..... ① حدیث پر اعراب:۔ **كمامرّ فى السوال آنفا۔**

② حدیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے جتنا علم اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ زمین پر بارش برسی، اس زمین میں سے کچھ حصہ ایسا تھا کہ جس نے پانی اپنے اندر جذب کر لیا اور بہت کثرت سے چارہ اور سبزہ اگایا اور زمین کا کچھ حصہ سخت تھا کہ وہ پانی کو روک لیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو نفع دیتا ہے، لوگ اس میں سے پیتے ہیں اور اپنے جانوروں کو پلاتے اور چراتے ہیں اور زمین کا کچھ حصہ چٹیل میدان ہے کہ وہ پانی کو نہیں روک سکتا اور نہ ہی اس میں گھاس پیدا ہوتی ہے، تو یہی مثال اس کی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اس دین سے نفع دیا جو مجھے دے کر مبعوث فرمایا، چنانچہ اس نے خود دین سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور مثال ہے ان لوگوں کی کہ جنہوں نے اس کی طرف سر بھی نہ اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت و دین کو جسے میں دے کر بھیجا گیا ہوں قبول نہ کیا۔

③ حدیث کی تشریح:۔ وحی کی مثال نبی کریم ﷺ نے بارش کے ساتھ دی، بارش ہونے کے بعد زمین کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں اسی طرح علم و ہدایت کے آنے کے بعد بھی لوگ تین قسموں میں تقسیم ہو گئے۔ ① بارش اگر صاف ستھری پاکیزہ زمین پر برسی تو اب زمین خود بھی منتفع ہوئی کہ اس سے سبزہ وغیرہ نکلا دوسرا یہ کہ اس سبزہ سے دوسروں کو فائدہ بھی پہنچا، اسی طرح ہدایت آنے کے بعد بعض لوگوں نے علم کو سیکھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا تو اس شخص نے علم سے خود بھی فائدہ حاصل کیا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا مثلاً ائمہ اربعہ ② دوسری قسم زمین کی ہوتی ہے کہ بارش برسنے کے بعد وہ خود تو منتفع نہیں ہوتی کہ اس سے کوئی سبزہ وغیرہ نکلتا (پتھریلی ہونے کی وجہ سے) مگر وہ اپنے اندر پانی کو محفوظ کر لیتی ہے جس سے دوسروں کو فائدہ ہو جاتا ہے تو اسی طرح ہدایت آنے کے بعد علم تو حاصل کیا اس پر خود عمل نہیں کیا مگر دوسرے کو سکھایا تو یہ شخص خود علم سے منتفع نہیں ہوا مگر دوسرے کو اسکی وجہ سے فائدہ پہنچ گیا یہ مثال محدثین

0333 6337913 makabazakariyamultan@gmail.com

کی ہے ③ تیسری قسم زمین کی ہوتی ہے کہ بارش برسنے کے بعد اس پر پانی نہیں ٹھہرتا تو اس بارش سے زمین کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور نہ ہی دوسرے کو اس سے کوئی فائدہ پہنچا تو اسی طرح ہدایت آنے کے بعد لوگوں کی یہ حالت ہوئی کہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا، نہ خود انہوں نے فائدہ حاصل کیا اور نہ اس کے ذریعہ سے کسی اور کو کوئی فائدہ پہنچا۔ (روضۃ الصالحین ۳۹۳:۴)

④ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ غَيْثٌ: بمعنی بادل و بارش۔ مصدر غَيْثًا (ضرب) بمعنی بارش برسنا۔

"كَلَأٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَكْلَاءٌ ہے بمعنی گھاس۔ "اَلْعُشْبُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع اَعْشَابٌ ہے بمعنی سبز گھاس۔

"اَجَادِبُ" بمعنی وہ زمین جس میں پیداوار نہ ہو۔ مصدر جَدْبٌ بمعنی خشک سالی و عیب۔

الشق الثانی.....وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ۔ وَعَنْهُ ؓ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا بِئْسَتِ الْبِطَانَةُ۔ (حدیث:۱۴۷۱، ۱۴۸۵)

شکل الحدیثین وترجمهما۔ حقق الکلمات التی علیها خط لغةً۔ اشرح اشرح الجملة "جهد البلاء"۔

جواب..... ① احادیث پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② احادیث کا ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پناہ مانگو آزمائش کی سختی سے اور بدبختی کے آنے سے اور بری قضا و تقدیر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے (ترجمہ) اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کیونکہ وہ برا ساتھی ہے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں خیانت سے کیونکہ وہ بری خصلت ہے۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ جُهْدًا: یہ اسم ہے بمعنی سختی و مشقت۔ مصدر (فتح) بمعنی کوشش کرنا۔

اَلْبَلَاءُ: یہ اسم ہے بمعنی غم و آزمائش مصدر (نصر) بمعنی آزمانا، تجربہ کرنا۔

دَرَكٌ: یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی لاحق ہونا، پانا۔ شَمَاتَةٌ: یہ اسم ہے بمعنی دشمن کے غم پر خوشی کا اظہار کرنا۔

اَلضَّجِيْعُ: یہ صفت کا صیغہ ہے بمعنی ساتھ لیٹنے والا۔ بِطَانَةٌ: یہ اسم ہے بمعنی بھیدراز، اندرونی خصلت و عادت۔

④ جهد البلاء کی تشریح:۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں اس سے مراد ایسا شخص ہے جس کے پاس مال کم ہو اور اہل و عیال زیادہ ہو۔ مگر علماء فرماتے ہیں اس میں ایک قید کا اضافہ ضروری ہے کہ ایسا شخص صبر کرنے والا نہ ہو۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس سے ہر مشقت کے وقت کے حالات مراد ہیں، بعض کے نزدیک موت کے وقت کی مشقتیں مراد ہیں۔ یا ایسے حالات مراد ہیں جن کو برداشت کرنے کی بھی طاقت نہ ہو اور ان کو اپنے سے دور کرنے کی بھی طاقت نہ ہو۔ (روضۃ الصالحین)

﴿الورقة الثالثة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....**وبطل شرط الولاء والترتیب والتسمیة والنیة فی اٰیة الوضوء هذا تفریع ثان**.....

عرّف الخاص و اذکر اقسامه۔ اشرح التفریع المذکور شرحا واضحا۔ اکتب اختلاف الائمة فی اشتراط الولاء و الترتیب و التسمیة و النیة فی آیة الوضوء و عدم اشتراطها۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں: ① خاص کی تعریف ② خاص کی اقسام ③ تفریعِ مذکور کی تشریح ④ وضو میں ولاء، ترتیب، تسمیہ و نیت کی شرط لگانے میں ائمہ کا اختلاف۔ (ص ۱۹۔ رحمانیہ)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail

جواب ..... ❶ خاص کی تعریف:۔ خاص ہر وہ لفظ ہے جو انفرادی طور پر کسی خاص و معلوم معنی و مفہوم کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے ''انسان'' ایک خاص و متعین جنس (حیوان ناطق) کے لئے موضوع ہے اور ''رجل'' ایک خاص و متعین نوع کے لئے موضوع ہے اور ''زید'' ایک خاص و متعین شخص کے لئے موضوع ہے۔

❷ خاص کی اقسام:۔ اسکی تین اقسام ہیں ① خاص الجنس: یعنی معنیٰ کے اعتبار سے اُسکی جنس خاص ہو اگرچہ مصداق متعدد ہوں جیسے انسان ② خاص النوع: یعنی معنیٰ کے اعتبار سے اُسکی نوع خاص ہو اگرچہ مصداق متعدد ہوں جیسے رجل ③ خاص العین: یعنی اُسکا مصداق معین شخص ہو اس میں شرکت کا احتمال نہ ہو البتہ متعدد اوضاع کی وجہ سے اُس میں شرکت ہو سکتی ہو جیسے زید، اسکو اخص الخاص بھی کہتے ہیں۔

❸ و ❹ تفریعِ مذکور کی تشریح اور وضو میں ولاء، ترتیب، تسمیہ و نیت کی شرط لگانے والے ائمہ کی نشاندہی:۔ اس تفریع کا حاصل یہ ہے کہ جب خاص واضح ہونے کی وجہ سے کسی بیان و تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا تو آیتِ وضو **یٰایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم الخ** میں ولاء، ترتیب، تسمیہ و نیت کی شرط لگانا باطل ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مواظبت و دوام کی وجہ سے ولاء یعنی پے در پے مسلسل اعضاءِ وضو کو دھونا فرض ہے۔ اصحابِ ظواہر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ارشاد ''تسمیہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا'' کی وجہ سے تسمیہ فرض ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ارشاد **انّما الاعمال بالنیات** کی وجہ سے نیت فرض ہے اسلئے کہ وضو بھی ایک عمل ہے اور ترتیب بھی فرض ہے اسلئے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک آدمی کی نماز کو قبول نہیں کرتے جب تک کہ وہ وضو کو اپنے مواقع میں نہ رکھے چنانچہ وہ اپنا چہرہ دھوئے اور پھر اپنے ہاتھ (بازو) دھوئے۔ اس حدیث میں ثُمّ ترتیب پر دال ہے، لہٰذا ترتیب فرض ہے۔

حنفیہ رحمۃ اللہ علیہم کی طرف سے جواب یہ ہے کہ آیتِ وضو میں ولاء، تسمیہ، ترتیب و نیت کی شرط لگانا باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس آیت میں اعضاءِ اربعہ کے دھونے و مسح کا حکم دیا ہے اور یہ دونوں (غسل و مسح) لفظِ خاص ہیں جو معنی معلوم (پانی بہانا اور تر ہاتھ پھیرنا) کے لئے موضوع ہیں۔ پس ان تمام امور یعنی ولاء، تسمیہ، ترتیب و نیت کو شرط و فرض قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ خاص واضح ہونے کی وجہ سے بیان و تفسیر کا احتمال نہیں رکھتا، چونکہ یہ احادیث اخبارِ آحاد ہیں اس لئے ان کے ذریعہ کتاب اللہ کا نسخ بھی جائز نہیں ہے۔ پس مناسب یہ تھا کہ ان اعمال کو اخبارِ آحاد کی وجہ سے وضو میں واجب قرار دیا جائے جیسا کہ تعدیلِ ارکان کو نماز میں واجب قرار دیا گیا ہے مگر چونکہ وضو میں بالاتفاق کوئی واجب نہیں ہے (اس لئے کہ واجب عملاً فرض کے برابر ہوتا ہے کیونکہ اس کا تارک بھی فرض کے تارک کی طرح مستحقِ عقاب ہوتا ہے اور واجب عباداتِ مقصودہ میں سے ہے جبکہ وضو عباداتِ غیر مقصودہ ہے) اس لئے ہم نے کہا کہ یہ اعمال وضو میں مسنون ہیں۔ (قوت الاخیار ۱:۷۲)

الشق الثانی ..... **"وُجُوْبُ الْفِدْيَةِ فِي الصَّلٰوةِ لِلْاِحْتِيَاطِ" جَوَابُ سُؤَالٍ مُقَدَّرٍ تَقْرِيْرُهٗ اَنَّ الْفِدْيَةَ فِي الصَّوْمِ لِلشَّيْخِ الْفَانِيْ لَمَّا كَانَتْ ثَابِتَةً بِنَصٍّ غَيْرِ مَعْقُوْلٍ يَنْبَغِيْ اَنْ تَقْتَصِرُوْا عَلَيْهِ وَ لَمْ تَقِيْسُوْا عَلَيْهِ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلَاةٌ مَعَ اَنَّكُمْ قُلْتُمْ : اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ وَعَلَيْهِ صَلٰوةٌ وَاَوْصٰى بِالْفِدْيَةِ يَجِبُ عَلَى الْوَارِثِ اَنْ يُّفْدِيَ بِعِوَضِ كُلِّ صَلَاةٍ مَا يُفْدٰى لِكُلِّ صَوْمٍ عَلَى الْاَصَحِّ۔ (بیان انواع القضاء)**

شکل العبارۃ وترجمھا۔ اشرح السوال المذکور فی العبارۃ اوّلا ثم اجب عنہ کما اجاب المصنف رحمۃ اللہ علیہ ثانیا۔ عرّف کل قسم من الاقسام الثلثۃ للقضاء واذکر مثالا لکل واحد منھا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ سوال و جواب کی وضاحت ④ قضاء کی اقسام کی وضاحت۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ نماز میں فدیہ کا واجب ہونا احتیاط کی وجہ سے ہے یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ اسکی تقریر یہ ہے کہ روزے میں فدیہ شیخ فانی کیلئے چونکہ نص غیر معقول سے ثابت ہے اسلئے مناسب یہ ہے کہ تم اس حکم کو اسی پر منحصر کرو اور اس پر اس شخص کو قیاس نہ کرو جو اس حال میں مرا ہو کہ اس پر نماز فرض ہو حالانکہ تم نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص مر گیا اور اس پر نماز واجب ہو اور اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو وارث پر واجب ہے کہ وہ اصح قول کے مطابق ہر نماز کے عوض وہ فدیہ دے جو ہر روزے کیلئے فدیہ دیا جاتا ہے۔

❸ سوال وجواب کی وضاحت:۔ ماتن کی یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ شیخ فانی کیلئے روزے کا فدیہ ادا کرنا خلافِ عقل وخلاف قیاس نصِ قرآنی (**و علی الذین یطیقونه فدیه طعام مسکین**) سے ثابت ہے اور جو چیز خلافِ قیاس کسی نص سے ثابت ہو اس پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا روزہ کے فدیہ پر قیاس کر کے نماز کا فدیہ واجب کرنا درست نہ ہوگا حالانکہ حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ فرض نمازیں ہوں اور یہ شخص فدیہ دینے کی وصیت کر جائے تو وارث پر واجب ہے کہ وہ میت کی طرف سے ہر نماز کے بدلے ایک فدیہ ادا کرے یہی صحیح قول ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک دن ایک رات کی تمام نمازوں کا ایک ہی فدیہ ادا کرے۔ بہر حال آپ نے نماز کو روزہ پر قیاس کر کے نماز کا وہی فدیہ واجب کیا ہے جو فدیہ شیخ فانی پر روزے کا واجب ہے۔ حالانکہ روزے کا فدیہ خلافِ قیاس ثابت ہے۔

جواب یہ ہی کہ قضا نماز کا فدیہ احتیاط کیوجہ سے واجب کیا گیا ہے، قیاس کی وجہ سے واجب نہیں کیا گیا اور یہ احتیاط اسلئے ہے کہ وہ نص (**وعلی الذین یطیقونه فدیة طعام مسکین**) جو شیخ فانی کیلئے فدیہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے اسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ روزے کے ساتھ مخصوص ہو یعنی فدیہ کا حکم ایسی علت کے ساتھ معلول ہو جو علت روزے کے ساتھ خاص ہے یعنی فدیہ کے حکم کی علت خاص طور پر روزے سے عاجز ہونا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ فدیہ کا حکم ایسی علت کے ساتھ معلول ہو جو عام ہے یعنی وہ علت روزے میں بھی پائی جاتی ہو اور نماز میں بھی پائی جاتی ہو اس سے مراد مطلقا عجز ہے لہٰذا جب روزہ ادا کرنے سے عاجز ہونے کی صورت میں فدیہ مشروع کیا گیا ہے تو نماز ادا کرنے سے عاجز ہونے کی صورت میں بھی فدیہ مشروع ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلے احتمال کی بنا پر نماز کا فدیہ واجب نہیں ہوتا اور دوسرے احتمال کی بنا پر نماز کا فدیہ بھی واجب ہوتا ہے، پس احتیاط پر عمل کرتے ہوئے نماز کا فدیہ واجب کر دیا گیا۔ شارحؒ نے احتیاط کے پہلو کو اس طرح پیش کیا کہ نماز روزے کی نظیر ہے کیوں کہ دونوں عبادت بدنیہ مقصودہ ہیں بلکہ نماز ہ اپنی رفعت اور بلندی میں روزے سے زیادہ اہم ہے کیونکہ نماز بلا واسطہ حسن ہے اور روزہ اللہ کے دشمن نفس امارہ کو مغلوب ومقہور کرنے کے واسطہ سے حسن ہے ورنہ روزہ فی نفسہ قبیح ہے کیونکہ روزہ نفس کو بھوکا رکھنے کا نام ہے پس جب غیر اہم عبادت یعنی روزہ نہ رکھنے کی صورت میں فدیہ واجب ہے تو نماز جو اہم ہے اس کا فدیہ اداء کرنے کا حکم بدرجہ اولی دیا جائیگا۔ پس اگر نماز کا فدیہ نماز کی طرف سے بارگاہ خداوندی میں کافی ہو گیا تو بہتر ہے ورنہ اس کو صدقہ کا ثواب تو مل کر ہی رہے گا۔ نماز کا فدیہ چونکہ احتیاط کی وجہ سے واجب ہے نہ کہ قیاس کی وجہ سے، اسی لئے امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا کہ ان شاء اللہ نماز کا فدیہ اس مرنیوالے کو کفایت کر جائے گا حالانکہ قیاسی مسائل مشیت پر کبھی معلق نہیں ہوتے، پس امام محمدؒ کا نماز کے فدیہ کو مشیتِ باری پر معلق کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کا فدیہ احتیاط پر مبنی ہے، نہ کہ قیاس پر۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے وارث نے میت کی طرف سے بغیر اس کی وصیت کے قضا روزوں کا فدیہ دیدیا تو ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا فدیہ اس کی طرف سے مقبول ہوگا۔ اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ہمیں فدیہ کے قبول ہونے کی مکمل امید ہے۔ (قوت الاخیار)

❹ قضاء کی اقسام کی وضاحت:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۱ھ۔**

0313 6357913 mukabazzkariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....ثُمّ فَرَّعَ عَلَى الْاَصْلِ الَّذِیْ مَهَّدَهٗ فَقَالَ: وَ لِهٰذَا كَانَ الرِّبَا وَسَائِرُ الْبُيُوْعِ الْفَاسِدَةِ وَصَوْمُ يَوْمِ النَّحْرِ مَشْرُوْعًا بِاَصْلِهٖ غَيْرَ مَشْرُوْعٍ بِوَصْفِهٖ لِتَعَلُّقِ النَّهْيِ بِالْوَصْفِ لَا بِالْاَصْلِ....

ثُمَّ هٰهُنَا سُؤَالٌ مُقَدَّرٌ عَلٰى اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَ هُوَ اَنَّ بَيْعَ الْحُرِّ وَالْمَضَامِيْنِ وَالْمَلَاقِيْحِ وَنِكَاحِ الْمَحَارِمِ مِنَ الْاَفْعَالِ الشَّرْعِيَّةِ مَعَ اَنَّ هٰهُنَا لَمْ يَقَعْ عَلَى الْقُبْحِ لِغَيْرِهٖ، بَلْ عَلَى الْقُبْحِ لِعَيْنِهٖ عِنْدَكُمْ۔

شکل العبارة وترجمها ۔ ما هو الاصل الذی اشار الیه بقوله: ثم فرع علی الاصل....؟ ثم اوضح مشروعية الربا والبيوع الفاسدة وصوم يوم النحر باعتبار الاصل دون الوصف كما اوضحها الشارح۔ اجب مما اورده الشارح بقوله:ثم هٰهنا سؤال مقدر۔(النهی عن الافعال الحسية وعن الامور الشرعية)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ اصل کی نشاندہی ④ ربا بیوعِ فاسدہ وصوم یوم النحر کی اصل کے اعتبار سے مشروعیت ⑤ سوال وجواب کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ پھر مصنف نے جس اصل کی تمہید بیان کی تھی اس پر تفریع ذکر کی ہے چنانچہ فرمایا کہ اسی کی وجہ سے ربا اور تمام بیوعِ فاسدہ اور یوم النحر کا روزہ اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہیں اور اپنے وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہیں، اسلئے کہ نہی وصف کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، نہ کہ اصل کے ساتھ....

یہاں ایک سوال مقدر ہے جو امام ابوحنیفہؒ پر وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آزاد آدمی کی بیع، مضامین وملاقیح کی بیع اور محارم کے ساتھ نکاح افعال شرعیہ میں سے ہیں حالانکہ یہ تمام افعال قبح لغیرہ پر محمول نہیں ہیں بلکہ تمہارے نزدیک قبح لعینہ پر محمول ہیں۔

③ اصل کی نشاندہی:۔ شارحؒ فرماتے ہیں کہ اصل سے مراد مصنفؒ کا بیان کردہ یہ دعوی ہے کہ افعال شرعیہ پر وارد شدہ نہی قبح لغیرہ کا فائدہ دیتی ہے یعنی وہ افعال اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہوتے ہیں۔

④ ربا، بیوعِ فاسدہ وصوم یوم النحر کی اصل کے اعتبار سے مشروعیت:۔ مذکورہ اصل پر مصنفؒ نے چند تفریعی مسائل ذکر فرمائے ہیں چنانچہ فرمایا کہ بیعِ ربا، بیع فاسد اور یوم نحر کا روزہ اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہیں اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نہی کا تعلق وصف کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ اصل کے ساتھ۔

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ بیع ربا یہ ہے کہ دونوں جانب میں مال ہو اور دونوں طرف کا مال جنس وقدر میں متحد ہو پھر احد العاقدین کیلئے زیادتی کی شرط ہو مثلاً ایک شخص کہے کہ میں تجھ کو ایک سو درہم اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تو مجھ کو ان کے عوض ایک سو بیس درہم ادا کرے گا اور وہ شخص قبول کرلے تو یہ بیع ربا ہے اور بیع ربا اپنی ذات واصل کے اعتبار سے مشروع ہے، کیونکہ بیع کی ذات عوضین ہیں اور وہ دونوں عوض مال ہونے کی وجہ سے محلِ بیع ہوسکتے ہیں اور ایجاب وقبول جو رکنِ بیع ہیں وہ بھی موجود ہیں، پس جب دونوں عوض محل بیع بھی ہیں اور رکن بیع بھی موجود ہے تو یہ بیع اپنی اصل وذات کے اعتبار سے مشروع وجائز ہوگی مگر چونکہ جنس اور قدر کے متحد ہونے کی صورت میں دونوں عوض میں مساوات وبرابری شرط ہے اور اس زیادتی کی شرط لگانے سے مساوات فوت ہو جاتی ہے اسلئے اس مشروط زیادتی کی وجہ سے بیع ربا فاسد ہوگی اور یہ مشروط زیادتی چونکہ بیع ربا میں تابع ہے اسلئے یہ وصف کے مانند ہوگی اور فساد وصف کے ساتھ متعلق ہوگا۔ بہرحال یہ ثابت ہوگیا کہ بیع ربا اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع وفاسد ہے اور جو چیز ذات کے اعتبار سے مشروع اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع ہو وہ قبیح لغیرہ ہوتی ہے لہٰذا بیع ربا

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

قبیح لغیرہ ہوگی۔ یہی حال تمام بیوع فاسدہ کا ہے مثلاً ایسی شرط کے ساتھ بیع منعقد کی جائے جس کا عقد بیع تقاضہ نہ کرتا ہو اور اس شرط میں احد المتعاقدین یا معقود علیہ کا نفع ہو بشرطیکہ معقود علیہ اہلِ استحقاق میں سے ہو۔ (مثلاً ایک آدمی نے اپنا غلام اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ وہ غلام ایک ماہ تک اس کی خدمت کرے گا تو اس شرط میں بائع کا نفع ہے اور اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط کے ساتھ خریدا کہ بائع اس کا کرتہ سی کر دے گا تو اس میں مشتری کا نفع ہے اور اگر کسی نے اپنا غلام اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ مشتری تادم حیات اس غلام کو فروخت نہیں کرے گا تو اس میں معقود علیہ یعنی غلام کا نفع ہے کیوں کہ غلام بار بار بکنے کو پسند نہیں کرتا اور یہ معقود علیہ اہلِ استحقاق میں سے بھی ہے کیونکہ آدمی ہونے کی وجہ سے غلام کا مشتری پر نہ بیچنے کا حق ثابت ہو جائے گا اور وہ اپنے حق کو حاصل کرنے کیلئے خصومت یعنی مقدمہ بھی دائر کر سکتا ہے)۔ بہر حال بیع فاسد اپنی ذات کے اعتبار سے مشروع ہے اور شرطِ زائد جو وصف کے درجہ میں ہے اس کی وجہ سے غیر مشروع ہے لہٰذا بیع فاسد بھی قبیح لغیرہ ہوگی۔ اسی طرح یوم نحر کا روزہ اپنی ذات یعنی روزہ ہونے کے اعتبار سے مشروع ہے اور وصف یعنی ضیافتِ خداوندی سے اعراض کرنے کی وجہ سے غیر مشروع ہے لہٰذا یوم نحر کا روزہ بھی قبیح لغیرہ ہوگا۔ الغرض مذکورہ چیزوں میں سے ہر ایک میں نہی کا تعلق وصف کے ساتھ ہے، نہ کہ اصل کے ساتھ اور جہاں نہی کا تعلق وصف کے ساتھ ہو، اصل کے ساتھ نہ ہو وہاں قبح لغیرہ ہوتا ہے لہٰذا بیع ربا وغیرہ تمام چیزیں قبیح لغیرہ ہوں گی۔ (قوت الاخیار)

۵ سوال و جواب کی وضاحت:۔ امام ابوحنیفہؒ پر وارد سوال مقدر یہ ہے کہ آزاد آدمی کی بیع، مضامین و ملاقیح کی بیع اور محارم یعنی ماں نانی وغیرہ کے ساتھ نکاح افعالِ شرعیہ میں سے ہیں لیکن اس کے باوجود احناف کے نزدیک ان چیزوں پر وارد شدہ نہی قبیح لغیرہٖ نہیں ہوتی بلکہ قبح لعینہٖ پر محمول ہوتی ہے حالانکہ احناف کے نزدیک افعالِ شرعیہ پر وارد شدہ نہی قبح لغیرہٖ پر محمول ہوتی ہے۔

احناف کی طرف سے مصنفؒ نے جواب دیا کہ آزاد، مضامین و ملاقیح کی بیع اور محارم کے نکاح پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ نفی سے مجاز ہے یعنی اس نہی سے مجازاً نفی مراد ہے اور ان دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان صورۃً و معنیً اتصال ہے۔

صورۃً تو اس لئے کہ نہی اور نفی دونوں میں حرف نفی موجود ہے اور معنیً اسلئے کہ دونوں میں اعدام یعنی کسی چیز کے معدوم ہونے کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ پس جب نہی اور نفی کے درمیان مناسبت ہے تو نہی کو مجازاً نفی پر محمول کرنا درست ہے اور جب نہی کو مجازاً نفی پر محمول کیا گیا تو یہ قبح لعینہٖ پر محمول ہوگی کیونکہ نفی سے فعل منفی میں قبح لعینہٖ ثابت ہوتا ہے نہ کہ قبح لغیرہٖ اور جب یہاں نہی کو مجازاً نفی پر محمول کرنے کی وجہ سے قبح لعینہٖ قاعدہ کے مطابق ثابت ہوتا ہے تو اس سے حضرت امام ابوحنیفہؒ پر کوئی اعتراض واقع نہ ہوگا۔

مذکورہ امور پر جو نہی وارد ہوئی ہے وہ مجازاً نفی پر محمول ہے یعنی انشاء کا صیغہ (نہی) اخبار کے صیغہ (نفی) پر محمول ہے پس یہ نہی مجازاً نسخ ہوگی یعنی ان کی مشروعیت کے لئے نسخ ہوگی کیونکہ مذکورہ امور میں نہی کا محل معدوم ہے اس لئے کہ بیع کا محل مال ہے اور آزاد، مضامین اور ملاقیح مال نہیں ہیں اور نکاح کا محل حلال عورتیں ہیں اور محارم وہ عورتیں ہیں جو نص سے حرام قرار دی گئی ہیں پس جب مذکورہ امور میں بیع اور نکاح کا محل اصلاً معدوم ہے تو اس معدوم اصل کے ساتھ نفی متعلق ہو سکتی ہے نہ کہ نہی اور جب مذکورہ امور میں نہی وارد نہیں ہو سکتی اور نفی وارد ہو سکتی ہے تو مذکورہ امور میں وارد شدہ نہی کو مجازاً نفی پر محمول کیا جائے گا اور نفی کے ذریعہ چونکہ قبح لعینہٖ ثابت ہوتا ہے نہ کہ قبح لغیرہٖ، اس لئے مذکورہ امور میں بھی قبح لعینہٖ ثابت ہوگا اور قبح لغیرہٖ کا ثابت ہونا قاعدہ کے عین مطابق ہوگا۔

0333 6357913 mahmoodbazakaliyamultan@gmail.com

(نوٹ: ''ملاقیح'' **ملقوحة** کی جمع ہے بمعنی وہ منی کا نطفہ جو رحم مادر میں ہو۔

''حر'' سے مراد آزاد انسان ہے خواہ وہ اصلاً و پیدائشی طور پر آزاد ہو، خواہ آقا نے آزاد کیا ہو۔

''محارم'' وہ رشتہ دار جن سے نکاح حرام ہو خواہ قرابت کی وجہ سے محارم ہوں جیسے ماں، بہن، بیٹی خواہ مصاہرت یعنی سسرال کے لحاظ سے محارم ہوں جیسے موطوءہ کی ماں، بیٹی وغیرہ۔ ''مضامین'' **مضمونه** کی جمع ہے بمعنی وہ منی کا نطفہ جو باپ کی پشت میں ہو۔)

الشق الثانی.....اَمَّا الْمُشْتَرَكُ فَمَا يَتَنَاوَلُ اَفْرَادًا مُخْتَلِفَةَ الْحُدُوْدِ عَلٰى سَبِيْلِ الْبَدَلِ....وحُكْمُهٗ التَّوَقُّفُ فِيْهِ بِشَرْطِ التَّأمُلِ لِيُتَرَجَّحَ بَعْضُ وُجُوْهِهٖ لِلْعَمَلِ بِهٖ.... وَلَا عُمُوْمَ لَهٗ اَیْ لِلْمُشْتَرَكِ عِنْدَنَا فَلَا يَجُوْزُ اِرَادَةُ مَعْنَيَيْهِ مَعًا وقَالَ الشَّافِعِیُّ: يَجُوْزُ اَنْ يُرَادَ بِهِ الْمَعْنَيَانِ مَعًا كَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ۔ (بیان المشترک) شکل العبارۃ واشرحھا مع توضیح فوائد القیود الثلثۃ فی تعریف المشترک: افرادا، مختلفۃ الحدود، علٰی سبیل البدل۔ ما ھو عموم المشترک وکیف استدل الامام الشافعی بالآیۃ علٰی ما ذھب الیہ؟ وما ھو الجواب عن استدلالہ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح مع فوائدِ قیود ③ عمومِ مشترک کی تعریف اور اس میں اختلاف مع دلائل۔

جواب.....① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا تشریح مع فوائدِ قیود:۔ اس عبارت میں اولاً مشترک کی تعریف کی گئی ہے کہ مشترک وہ لفظ ہے جو علی سبیل البدل دو یا زائد ایسے معانی کیلئے موضوع ہو جو حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہوں اور ان معانی میں سے کسی ایک معنی کو ترجیح نہ ہو جیسے لفظ جاریہ کشتی اور لونڈی کے معنی میں مشترک ہے اور لفظِ عین چشمہ، آنکھ، سونا، آفتاب، مال اور جاسوس کیلئے موضوع ہے جن کی حقیقت مختلف ہے اور کسی ایک معنی کو ترجیح بھی حاصل نہیں ہے۔ اس تعریف میں ''یتناول افرادا'' کی قید سے خاص خارج ہو گیا کیونکہ وہ افراد کو شامل نہیں ہوتا بلکہ فرد کو شامل ہوتا ہے۔ ''مختلفۃ الحدود'' کی قید سے عام خارج ہو گیا کیونکہ اسکے افراد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ ''علی سبیل البدل'' کی قید بیانِ واقعہ کیلئے ہے یا امام شافعیؒ کے قول سے احتراز کیلئے ہے کیونکہ ان کے نزدیک مشترک اپنے افراد کو علی سبیل الشمول وعلی سبیل الاجتماع شامل ہوتا ہے۔ اس کے بعد مشترک کا حکم بیان کیا کہ اسکے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو ترجیح دینے کیلئے توقف کرنا اور اس معنی میں تأمل وغور وفکر کرنا ہے تاکہ اُس معنی پر عمل کیا جا سکے۔

اسکے بعد مابعد میں آنے والے عمومِ مشترک کے اختلاف کو بیان کیا گیا ہے۔

③ عمومِ مشترک کی تعریف اور اس میں اختلاف مع دلائل:۔ عمومِ مشترک یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں لفظِ مشترک کے متعدد معانی کو مراد لیا جائے، یعنی ایک لفظ سے ایک ہی زمانہ میں دو معنوں کا اس طور پر مراد ہونا کہ وہ دونوں ہی مراد اور مدارِ حکم ہوں جیسے لفظِ قروء کا معنی حیض وطہر دونوں ایک ہی وقت میں مراد لینا۔

عندالاحناف عمومِ مشترک ناجائز وباطل ہے، اگر معنی اوّل مراد ہے تو ثانی نہیں اور اگر معنی ثانی مراد ہے تو معنی اوّل مراد نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک عمومِ مشترک جائز ہے، دلیل آیت کریمہ **انّ اللّٰہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی** ہے اس آیت میں لفظِ صلوٰۃ مشترک ہے کیونکہ اگر صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی نزولِ رحمت ہے اور اگر اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کا معنیٰ استغفار ہے اور اس آیت میں ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں یہ دونوں معنی مراد لئے گئے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ عمومِ مشترک جائز ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

حنفیہ کی طرف سے امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مؤمنین پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اقتداء واتباع واجب ہے اور یہ اُسی وقت درست ہو سکتا ہے جب صلوٰۃ سے ایسا معنی مراد لیا جائے جو سب کو عام وشامل ہو اور وہ معنی اعتناءِ شان (متوجہ ہونا) ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ کی اعتناءِ شان کرتے ہیں یعنی آپ کی شان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لہٰذا اے ایمان والو تم بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ رہو اور یہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بصورتِ نزولِ رحمت ہے اور

فرشتوں کی طرف سے بصورتِ استغفار ہے اور مؤمنین کی طرف سے بصورتِ دعا ہے۔ الغرض آیت میں صلوٰۃ کا ایسا عام معنیٰ مراد ہے جو ان تمام معانی کو شامل ہے پس یہ عموم مجاز ہے، نہ کہ عموم مشترک۔ پس اس آیت کو عموم مشترک کی دلیل بنانا صحیح نہیں ہے (قوت الاخیار ۱:۳۵۷)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....الراوی ان عرف بالفقه والتقدم فی الاجتهاد کالخلفاء الراشدینؓ والعبادلة کان حدیثه حجة یترك به القیاس خلافا لمالك ۔ (اقسام السنة)

من المراد من العبادلة؟ اشرح العبارة المذکورة و حرّر اختلاف الائمة مدلّلا ۔

جواب ..... ① عبادلہ کا مصداق:۔ عبادلہ یہ عبدل کی جمع ہے اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔ بعض کے نزدیک ان میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

② عبارت کی تشریح وائمہ کا اختلاف مع الدلائل:۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر خبر واحد کا راوی معروف بالفقہ ہے اور درجہ اجتہاد میں سب سے مقدم ہے تو ایسی خبرِ واحد حجت ہوگی اگر ایسی حدیث کا قیاس سے معارضہ ہوگیا تو قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا اور خبر واحد پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں خبرِ واحد کو چھوڑ دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ اس کی مثال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت من حمل جنازة فلیتوضا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کو قیاس سے رد فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کیا دو خشک لکڑیاں اٹھانے سے ہمیں وضو لازم ہوتا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ خبرِ واحد اگر قیاس کے مخالف ہو جائے تو خبر واحد کو چھوڑ دیں گے اور قیاس پر عمل کریں گے۔

احناف کی جانب سے اس کا جواب دیا گیا کہ خبرِ واحد اپنی اصل کے ساتھ تو یقینی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور خبرِ واحد میں جو شبہ ہے وہ نفسِ خبر میں نہیں بلکہ اس کے طریقِ وصول میں ہے بخلاف قیاس کے کہ وہ اپنی اصل سے ہی مشکوک ہے اور اپنی صفت کے اعتبار سے بھی (ممکن ہے کہ مجتہد سے قیاس کرنے میں نسیان چوک وغیرہ ہوگئی ہو) اور جب قیاس میں اس قدر ضعف ہے تو وہ خبرِ واحد کے ساتھ کسی بھی وقت مقابلہ نہیں کرسکتا ہے بلکہ خبرِ واحد کو قیاس کے مقابلہ میں راجح قرار دیا جائے گا۔

الشق الثانی.....فَرُكْنُ الْمُعَارَضَةِ تَقَابُلُ الْحُجَّتَيْنِ عَلَى السَّوَاءِ لَامَزِيَّةَ لِإِحْدٰهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ فِيْ حُكْمَيْنِ مُتَضَادَّيْنِ وَ شَرْطُهَا اِتِّحَادُ الْمَحَلِّ وَالْوَقْتِ مَعَ تَضَادِّ الْحُكْمِ وَحُكْمُهَا بَيْنَ الْاٰيَتَيْنِ اَلْمَصِيْرُ اِلَى السَّنَةِ ۔

شکل الحدیث ۔ عرّف المعارضة و بیّن شرائطها ۔ اشرح حکم التعارض بین الآیتین و بین السنتین بین القیاسین مع الامثلة ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل تین امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② تعارض کی تعریف وشرائط ③ تعارض بین الآیتین، بین السنتین اور بین القیاسین کا حکم۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② تعارض کی تعریف وشرائط:۔ دو نصوص واحکام محل ووقت میں اتحاد کے ساتھ باہم متضاد وایک دوسرے کے خلاف ہوں، یعنی اگر ایک نص ایک چیز کیلئے محلل ہے تو دوسری نص اُسی چیز کیلئے محرم ہو۔ دو حکم ودلائل یعنی نصوص میں تعارض کے تحقق کیلئے کچھ شرائط ہیں: ① تعارض کا سب سے اعلیٰ وافضل رکن یہ ہے کہ وہ دونوں دلائل درجہ کے اعتبار سے مساوی اور برابر ہوں کسی ایک کو دوسری دلیل وحکم پر ذات وصفات کے اعتبار سے کوئی زیادتی حاصل نہ ہو مثلاً مفسر ومحکم میں تقابل وبرابری نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہوسکتا اسلئے کہ محکم مفسر سے افضل واعلیٰ ہے اس کو مفسر پر ترجیح ہوگی۔ ② اُن دونوں نصوص واحکام کے محل ووقت میں اتحاد ہو اور باہم دونوں حکم

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

متضاد بھی ہوں، پس اگر محل میں یا وقت میں اتحاد نہ ہو یا باہم دونوں حکم متضاد نہ ہوں تو تعارض متحقق نہ ہوگا مثلاً زوجہ سے وطی حلال اور اسکی والدہ سے حرام ہے یہاں اتحادِ محل نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہے، شراب ابتداءِ اسلام میں حلال تھی اور بعد میں حرام ہوگئی یہاں اتحادِ وقت نہ ہونے کی وجہ سے تعارض نہیں ہے۔

③ تعارض بین الآیتین ، بین السنتین اور بین القیاسین کا حکم:۔ اگر دو آیتوں کے درمیان تعارض ومعارضہ ہوجائے تو حدیث وسنت کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسے قرآن کریم کی آیت **فاقرؤا ما تیسر من القرآن** اور **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا** باہم متعارض ہیں، اوّل آیت نمازی پر علی العموم قرأت کو لازم کرتی ہے اور دوسری آیت خاص صورت میں اس کی نفی کرتی ہے حالانکہ مفسرین کی تصریح کے مطابق دونوں آیات کا تعلق نماز سے ہے پس دونوں آیات میں تعارض ہوا، ہم نے سنت کی طرف رجوع کیا تو آپ ﷺ کے ارشاد **من کان له امام فقراءة الامام قراءة له** سے یہ تعارض ختم ہوگیا کہ مقتدی قراءت نہ کرے بلکہ وہ خاموشی سے سنے۔ اگر دو حدیثوں وسنتوں کے درمیان تعارض ہوجائے تو پھر قیاس اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا جائے گا، اس کی مثال نمازِ کسوف کی روایات ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سورج گرہن کے موقع پر نماز ادا کی اور اس میں ایک رکوع اور دو سجدے کیے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکوع و دو سجدے کیے، پس ان میں تعارض ہوگیا تو اب قیاس کی طرف رجوع کیا اور قیاس یہ ہے کہ عام نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع و دو سجدے ہیں، لہٰذا حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت کو قیاس کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔ اگر دو قیاسوں کے درمیان تعارض واقع ہوجائے تو تعارض کی وجہ سے دونوں قیاس ساقط نہ ہوں گے کہ استصحابِ حال پر عمل واجب ہو بلکہ مجتہد کو اختیار ہوگا کہ اُن دونوں قیاسوں میں سے اپنے دل کی شہادت واطمینان کے ذریعے جس قیاس پر عمل کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شہادتِ قلب وتحری شرط نہیں ہے بلکہ شہادتِ قلب کے بغیر ہی دونوں قیاسوں پر عمل ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ متعدد مسائل میں امام شافعیؒ سے ایک سے زائد اقوال منقول ہیں۔ (قوت الاخیار ۴۷:۳)

﴿الورقة الرابعة فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....**(و اذا انتفی الاعراب) الدال علی فاعلیة الفاعل و مفعولیة المفعول بالوضع (لفظا فیهما) ای فی الفاعل المتقدم ذکره صریحا و فی ضمن الامثلة ، و المفعول المتقدم ذکره فی الامثلة (و القرینة)ای الامر الدال علیهما لا بالوضع.....**

ترجم العبارة ۔ ماهی القرینة و کم قسما لها؟ووضّح الفرق بین الاعراب و القرینة ۔ اشرح العبارة شرحا تامّا مع ذکر صور تقدیم الفاعل علی المفعول به مع الوجه فی کلّ صورة ۔ هل تقدیم الفاعل علی المفعول واجب ام لا فی الامثلة:ضربت موسی حبلی و اکل الکمثری یحیی؟

0313 6357012 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل چار امور مطلوب ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② قرینہ کی تعریف واقسام اور اعراب و قرینہ میں فرق ③ عبارت کی تشریح وتقدیمِ فاعل واجب ہونے کے مقامات مع الوجہ ④ **ضربت موسی حبلی و اکل الکمثری یحیی** میں فاعل کی تقدیم کا حکم۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب اعراب منتفی ہو (جو دلالت کرتا ہے فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کی وجہ سے) لفظا ان دونوں میں (یعنی فاعل میں جس کا ذکر صراحتا اور امثلہ کے ضمن میں گزر چکا ہے اور مفعول میں جس

کا ذکر امثلہ میں گزر چکا ہے) اور قرینہ (یعنی وہ امر جو ان دونوں پر دلالت کرنے والا ہے وضع کے بغیر)

❷ قرینہ کی تعریف واقسام اور اعراب وقرینہ میں فرق:۔ قرینہ وہ علامت ہے جو فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کے بغیر دلالت کرتا ہے۔ قرینہ کی دو قسمیں ہیں: قرینہ لفظیہ، قرینہ عقلیہ ومعنویہ۔ قرینہ لفظیہ اس قرینہ کو کہا جاتا ہے کہ کوئی ایسا لفظ موجود ہو جو فاعل کے فاعل ہونے یا مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کے بغیر دلالت کرے۔ مثال جیسے ضربت موسیٰ حُبلی، مارا موسیٰ کو حبلی نے۔ یہاں قرینہ لفظیہ موجود ہے کہ ضربتْ مؤنث کا صیغہ ہے اور حُبلی بھی مؤنث ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل فاعل کے مطابق آئے گا۔ یہاں پر فعل مؤنث ہے اور بعد میں ایک اسم مذکر اور دوسرا مؤنث ہے تو ضربت کا فاعل حُبلی ہی بنے گا موسیٰ نہیں بنے گا۔ل

قرینہ معنویہ یا عقلیہ اسے کہتے ہیں کہ لفظ تو کوئی ایسا موجود نہ ہو جو فاعل کے فاعل ہونے پر بغیر وضع دلالت کرے البتہ عقل فیصلہ کرے یا کلام کا معنی بتائے کہ اس فعل کا فاعل یہ ہے۔ جیسے **اکل الکمثریٰ یحییٰ** (کھایا امرود کو گلہری یا یحییٰ نے) اس میں قرینہ لفظیہ نہیں ہے کہ جو فاعل کے فاعل ہونے پر دلالت کرے البتہ عقلی طور پر سمجھ میں آ رہا ہے کہ کھانے کا کام یحییٰ ہی کر سکتا ہے، امرود نہیں۔ امرود ہمیشہ ماکول ہوتا ہے، اکل نہیں ہوتا۔ خواہ یحییٰ کسی انسان کا نام ہو یا گلہری کا نام ہو۔ اس میں یہ صفت موجود ہے کہ وہ آکل ہے تو یہ معنی فیصلہ کر رہا ہے کہ اس کا فاعل یحییٰ ہے، کمثری نہیں ہے۔ پس یہ قرینہ معنویہ وعقلیہ ہے۔

شارح کی عبارت سے اعراب وقرینہ کے درمیان فرق یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اعراب فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کی وجہ سے دلالت کرتا ہے اور قرینہ فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر وضع کی وجہ سے نہیں بلکہ وضع کے بغیر دلالت کرتا ہے، گویا ان میں وضع اور عدمِ وضع کا فرق ہے۔

❸ عبارت کی تشریح و تقدیمِ فاعل واجب ہونے کے مقامات مع الوجہ:۔ چار جگہ پر فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے: ① جب فاعل ومفعول کا اعراب لفظی نہ ہو اور کوئی قرینہ بھی فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دال نہ ہو جیسے **ضرب موسیٰ عیسیٰ**، یہاں اگر فاعل کو مقدم نہ کریں تو التباس کا اندیشہ ہے پتہ نہیں چلے گا کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے۔ ② جب فاعل ضمیر متصل ہو خواہ ضمیر بارز ہو یا مستتر ہو جیسے ضربتُ زیداً زیدٌ ضرب غلامہٗ، فاعل ضمیر متصل ہونے کی صورت میں مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اس تقدیمِ مفعول کی صورت میں ضمیر متصل ہی نہیں رہے گی، جو کہ درست نہیں ہے۔ ③ جب فاعل کا مفعول **الّا** کے بعد واقع ہو اور **الّا** فاعل ومفعول کے درمیان واقع ہو جیسے **ماضرب زیدٌالّا عمروا**۔ ④ جب فاعل کا مفعول معنیٰ **الّا** کے بعد واقع ہو، معنیٰ **الّا** سے مراد **انّما** ہے، اسلئے کہ **الّا** نفی کے بعد آ کر حصر کے ساتھ اثبات کرتا ہے جیسے **انّما ضرب زیدٌ عمروا**۔ مذکورہ دونوں صورتوں میں تقدیمِ مفعول کی صورت میں جو حصر مطلوب ہے وہ حاصل نہ ہوگا اور خلافِ مقصود لازم آئے گا، اسلئے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔ (المفتاح السامی: ۱۳۰)

❹ **ضربت موسیٰ حبلی** و **اکل الکمثریٰ یحییٰ** میں فاعل کی تقدیم کا حکم:۔ ان دونوں مثالوں میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب نہیں ہے، اسلئے کہ فاعل کی تقدیم وہاں لازم ہے جہاں کوئی اعراب لفظی وقرینہ نہ ہو مگر یہاں دونوں مثالوں میں قرینہ موجود ہے، پہلی مثال میں فعل مؤنث کا صیغہ ہے اور **حبلی** بھی مؤنث ہے، تو فعل کا مؤنث ہونا یہ قرینہ ہے کہ فاعل **حبلی** ہی ہے۔ دوسری مثال میں قرینہ معنویہ ہے کہ فاعل یحییٰ ہی ہے کیونکہ **کمثری** (امرود) ماکول ہوتا ہے اکل نہیں ہو سکتا۔

الشق الثانی.....(وَقَدْ یُحْذَفُ الْفِعْلُ) اَلْعَامِلُ فِی الْمَفْعُوْلِ بِہٖ (لِقِیَامِ قَرِیْنَۃٍ) مَقَالِیَّۃٍ اَوْ حَالِیَّۃٍ (جَوَازًا)، نَحْوُ، "زَیْدًا" لِمَنْ قَالَ: مَنْ اَضْرِبُ؟ اَیْ اِضْرِبْ زَیْدًا، فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِیْنَۃِ الْمَقَالِیَّۃِ الَّتِیْ ھِیَ

السُّوَالُ، وَنَحْوُ: "مَكَّةَ" لِلْمُتَوَجِّهِ اِلَيْهَا : اَیْ تُرِيْدَ مَكَّةَ، فَحُذِفَ الْفِعْلُ لِلْقَرِيْنَةِ الْحَالِيَةِ ۔ (ص۸۹۔امدادیہ)

شکل العبارة ثم اشرحها مع توضیح الامثلة للقرینة المقالیة و الحالیة۔ اذکر المقامات التی حذف الفعل فیه وجوبا ۔ عرّف المفعول به مع ذکر فوائد القیود ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح ③ مفعول بہ کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کے مقامات ④ مفعول بہ کی تعریف وفوائدِ قیود۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ میں اصل تو یہ ہے کہ اسکے فعل ناصب کو ذکر کیا جائے لیکن بسا اوقات اسکے عامل کو حذف بھی کر دیتے ہیں بشرطیکہ کوئی قرینہ موجود ہو خواہ وہ قرینہ مقالیہ ہو یا حالیہ ہو۔ پھر حذف کی بھی دو صورتیں ہیں حذفِ جوازی حذفِ وجوبی۔ اس عبارت میں صرف حذفِ جوازی کو ذکر کیا گیا ہے۔ قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے **زیدا** اس شخص کے جواب میں جو یہ کہے **مَنْ اَضْرِبُ** (میں کس کو ماروں) تو مجیب جواب میں صرف **زیدا** کہہ سکتا ہے یعنی زید کو **اضرب زیدا** کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس محذوف پر سائل کا سوال جو کہ قرینہ مقالیہ ہے دلالت کر رہا ہے۔ اور اگر **اضرب زیدا** کہنا چاہے تو یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ قرینہ حالیہ کی مثال جیسے جو شخص مکہ کی جانب ارادۂ حج سے متوجہ ہو اسے کہا جائے **مکّةَ** یہ فعل محذوف **تریدُ** کا مفعول بہ ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں **اتریدُ مکة** قرینہ حالیہ یعنی حج کیلئے جانا اس پر دال ہے کہ فعل محذوف ہے۔

③ مفعول بہ کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کے مقامات:۔ مفعول بہ کے فعل کو چار مقام پر وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے:
① پہلا مقام سماعی ہے یعنی اہلِ عرب سے اس جگہ فعل کا حذف سنا گیا ہے، کوئی قاعدہ وقانون نہیں ہے جیسے **امرأ و نفسه، انتهوا خیرا لکم، اهلًا وسهلًا** ۔ ② دوسرا مقام تحذیر ہے یعنی کسی چیز سے ڈرانا۔ تو جب کسی کو کسی چیز سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے وہاں فقط محذر منہ (مفعول بہ) کو ذکر کر دیا جاتا ہے اور اسکے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ فعل عموماً **اتّق** امر حاضر کا صیغہ ہوتا ہے جیسے **ایّاك والاسد** اصل میں **اتّق نفسك من الاسد والاسد من نفسك** تھا۔ اور تحذیر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ محذر منہ کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے **الطریق الطریق** اصل میں **اِتّقِ الطریق اتق الطریق** تھا۔ دونوں جگہ پر فعل کو حذف کر دیا اور فقط مفعول بہ کو ذکر کر دیا گیا۔ ③ تیسرا مقام **ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر** ہے یعنی وہ اسم جس کے بعد فعل یا شبہ فعل یعنی اسم فاعل یا اسم مفعول ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم مذکور کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل نہ کر رہا ہو بایں طور کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل یا اس کے کسی مناسب کو ضمیر کی بجائے خود اس اسم پر مسلط کر دیا جائے یعنی اس اسم سے پہلے ذکر کر دیا جائے تو وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کو بھی نصب ہی دے جیسے **زیدا ضربته** میں **ضربت** کو ہٗ ضمیر کی بجائے **زیدًا** سے پہلے ذکر کر دیا جائے تو وہ **زیدًا** کو نصب ہی دیگا اس وجہ سے **زیدًا** کے فعل کو حذف کر دیا۔ ④ چوتھا مقام منادیٰ ہے، منادیٰ ہر وہ اسم ہے جسے حرفِ نداء کے ذریعے پکارا گیا ہو جیسے **یا عبدالله**۔ اس مثال میں **عبدالله** منادیٰ مفعول بہ ہے جسے **یا** حرفِ نداء کے ذریعے پکارا گیا ہے اور فعل ناصب (**ادعو**) کو حذف کر دیا گیا ہے اور اُس کی جگہ یا حرفِ نداء کو ذکر کیا گیا ہے تاکہ کثرتِ استعمال کی وجہ سے اختصار حاصل ہو سکے۔

④ مفعول بہ کی تعریف وفوائدِ قیود:۔ **المفعول به هو ما وقع علیه فعل الفاعل** (مفعول بہ وہ اسم ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو)۔ **ما** سے مراد اسم ہے بوجہ مفعول مطلق کی تعریف میں ذکر کے اس جگہ **ما** کے لفظ پر اکتفاء کیا گیا۔ اور **وقع علیه فعل الفاعل** سے مراد فعل کا اس کے ساتھ بلا واسطہ حرف جر کے تعلق ہونا ہے چنانچہ **نعبد ایاك** میں **ایاك** ضمیر مفعول پر مفعول بہ کی تعریف صادق آرہی ہے اور **مررت بزید** میں **زید** پر یہ تعریف صادق نہیں آرہی۔ اس لئے کہ پہلی مثال میں بلا واسطہ حرف جر

0313 635 3913 maktabaZakariyamultan@gmail.com

کے فعل کا تعلق ہے اور دوسری مثال میں اگر چہ مرورِ فعل کا زید کے ساتھ تعلق تو ہے لیکن حرف جر کے واسطہ سے ہے اسلئے وہ مفعول بہ نہیں ہے وقع علیه فعل الفاعل کی قید سے مفعول لہٗ مفعول معہ اور مفعول فیہ اس تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ فاعل کا فعل ان پر واقع نہیں ہے بلکہ یہ فاعل کا فعل اسمیں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ ہے اور اسی طرح مفعول مطلق بھی تعریف سے خارج ہو گیا کیونکہ یہ فعل کے مغایر ہوتا ہے بخلاف مفعول مطلق کے وہ فعل مذکور کی جز ہوتا ہے نہ کہ مغایر۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....وَيَسْتَوِي الْاَمْرَانِ اَيِ الرَّفْعُ وَالنَّصْبُ فَلِلْمُتَكَلِّمِ اَنْ يَخْتَارَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِلَاتَفَاوُتٍ فِيْ مِثْلِ زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًوا اَكْرَمْتُهٗ اَيْ عِنْدَهٗ اَوْ فِيْ دَارِهٖ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَاِلَّا لَايَصِحُّ الْعَطْفُ عَلَى الصُّغْرٰى لِعَدَمِ الضَّمِيْرِ۔

شکل العبارة ۔ لماذا اضاف الشارح "عنده او فی داره" ۔ اشرح العبارة بکل وضوح۔ مالمراد بمثل زید قام و عمروًا اکرمتُه ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عنده او فی داره کے اضافہ سے غرضِ شارح ③ عبارت کی تشریح ④ مثل کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا ۔**

② عنده او فی داره کے اضافہ سے غرضِ شارح:۔ عنده او فی داره سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کی غرض سوالِ مقدر کا جواب دینا ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ اوپر ذکر کردہ مثال زیدٌ قام وعمرًوا اکرمته کی مثل میں عمرًوا پر نصب پڑھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نصب کی صورت میں اسکا عطف صغری (قَامَ) پر ہوگا اور جس طرح "قام" زیدٌ کی خبر ہے اسی طرح عمروًا اکرمته بھی اسکی خبر ہوگا حالانکہ اسکا خبر بننا صحیح نہیں ہے اسلئے کہ خبر جب جملہ ہو تو اسمیں عائد (ضمیر) کا ہونا ضروری ہے اور اسکے اندر کوئی عائد نہیں ہے۔ عنده او فی داره کہہ کر شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ عائد مقدر ہے جو کہ عنده یا فی داره میں واقع ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ وہ اسم جو بادی النظر میں ایسی جگہ واقع ہو جہاں اسکے ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر کا گمان ہوتا ہو خواہ وہ واقعہ میں ما اضمر عامله الخ ہو یا نہ ہو ایسے اسم کے اعراب کی پانچ اقسام ہیں: اس عبارت میں مذکورہ اسم کے اعراب کی تیسری قسم کا ذکر ہے کہ ایسے اسم پر رفع ونصب دونوں مساوی ہیں یعنی متکلم کو مکمل اختیار ہے کہ رفع ونصب میں جس کو چاہے بغیر تفاوت کے اختیار کرے جیسے زیدٌ قام وعمرًوا اکرمته (مثل کی مراد میں اسکی مکمل وضاحت آرہی ہے)

④ مثل کی مراد:۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ ما اضمر عاملہ جس جملہ کے اندر واقع ہے اسکا عطف ہو جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر کہ جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو جیسے زید قام و عمروًا اکرمته اسمیں اگر عمرٌو کو مرفوع پڑھیں تو یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور اس کا عطف جملہ کبری (زید قام) پر ہوگا اور اگر اسکو منصوب پڑھیں تو یہ جملہ فعلیہ ہوگا اور اسکا عطف جملہ صغری (قام) پر ہوگا۔ چونکہ دونوں وجہوں میں معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان تناسب حاصل ہے لہٰذا دونوں امر مساوی ہونگے کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہ ہوگی۔

الشق الثانی .....فان کان الفعل لفظا وجاز العطف فالوجهان مثل جئت انا وزید وزیدًا والاتعین النصب مثل جئت وزیدا وان کان معنی وجاز العطف تعین العطف نحو مالزید وعمرو والاتعین النصب مثل مالك وزیدا وماشانك وعمروا لان المعنی ما تصنع ۔ (ص۱۲۱۔امدادیہ)

شکل العبارة۔اشرح العبارة مع الامثلة بایضاح وتفصیل ۔ ما هو العامل فی المفعول معه عند جمهور النحاة ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح ③ مفعول معہ کے عامل کی وضاحت۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مفعول معہ کے متعلق عطف کے جائز اور نا جائز ہونے کی تفصیل کا ذکر ہے کہ اگر مفعول معہ کا فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا عطف واؤ کے ماقبل پر جائز ہو تو مفعول معہ میں عطف اور نصب بنا بر مفعولیت دونوں امر جائز ہیں جیسے **جئت انا و زید و زیدا** پس اسمیں عطف بھی جائز ہے اس لئے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے اور اس صورت میں زید کو مرفوع پڑھیں گے اور زید کو مفعول معہ ہونے کی وجہ سے نصب دینا بھی جائز ہے جیسے **جئت انا وزیدا۔**

والا تعین النصب الخ کا مطلب یہ ہے کہ اگر واؤ کے مابعد کا ماقبل پر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو پھر مفعول معہ پر نصب متعین ہوگا جیسے **جئت و زیدا** اسمیں فاصلہ نہ ہونے کی وجہ سے عطف جائز نہیں ہے یعنی نہ تو ضمیر متصل اور اسکے معطوف کے درمیان ضمیر منفصل سے فاصلہ ہے اور نہ ظرف وغیرہ ہے اسلئے یہاں نصب متعین ہے اور اگر فعل معنوی ہو یعنی ایسا امر ہو کہ جو لفظ سے مستنبط ہوتا ہو اور عطف بھی جائز ہو تو عطف متعین ہوگا کیونکہ کلام کو عامل معنوی کے عمل پر بلا طلبِ حاجۃ محمول نہیں کیا جائے گا جبکہ اسکے جواز کی دوسری وجہ (عطف) بھی موجود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عامل معنوی پر کلام محمول کرنے کی کوئی ضرورت وداعی نہ ہو اور عطف ہو سکتا ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے **ما لزید و عمرو** اور اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو نصب متعین ہوگا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی وجہ ہی نہیں جو اختیار کی جا سکے جیسے **مالك وزیدا و ما شانك و عمروا** کہ ان دونوں مثالوں میں عطف ممتنع ہے اسلئے کہ ضمیر مجرور پر بغیر اعادۂ جار کے عطف جائز نہیں ہے اور اس جگہ اعادۂ جار نہیں ہے اور اسی طرح عمروا کا عطف شان پر درست نہیں اس لئے کہ اس وقت خلافِ مقصود لازم آئے گا کیونکہ مقصود دونوں کی شان سے سوال کرنا ہے نہ کہ ایک کی شان اور دوسرے کی ذات کے متعلق پس اس صورت میں عطف ممتنع ہے اور نصب پڑھنا متعین ہے۔

③ مفعول معہ کے عامل کی وضاحت:۔ جمہور کے نزدیک مفعول معہ میں عامل وہ فعل یا معنی فعل ہے جو واؤ سے پہلے واقع ہے، وہی اس معمول میں بھی عمل کرتا ہے جس کے مصاحب مفعول معہ ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فعل یا معنی فعل اپنے معمول میں براہِ راست عمل کرتے ہیں اور مفعول معہ میں واؤ کے واسطہ سے عمل کرتے ہیں۔ عبدالقاہر جرجانیؒ کے نزدیک مفعول معہ کا عامل ''واؤ'' ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....① **و عاملها ای عامل الحال اما الفعل.... او شبهه.... او معناه۔** ② **و ارسلها العراك و مررتُ به وحده و نحوه متأوّلٌ۔** **عرّف الحال مع ذکر فوائد القیود۔اشرح العبارة شرحا تاما مع توضیح الامثلة۔ "ارسلها العراك" الحال فی هٰذا المثال لیست نکرة فماذا یکون التاویل فیه؟**

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① حال کی تعریف مع فوائدِ قیود ② عبارت کی تشریح ③ **ارسلها العراك...** کی تاویل۔

جواب ..... ① حال کی تعریف مع فوائد قیود:۔ لغوی معنی: پھرنا یعنی وہ چیز جو تبدیلی کو قبول کرے۔ اصطلاح میں **الحال ما یُبیّن هیأة الفاعل او المفعول به لفظا او معنی** (وہ لفظ جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی حالت اور کیفیت کو بیان کرے اس حیثیت سے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ ہیں، خواہ وہ فاعل یا مفعول لفظی ہوں یا معنوی ہوں)۔ جیسے **جاء نی زید راکبا، ضربت زیدا مشدودًا، لقیتُ عمروًا راکبین** ۔ پہلی مثال میں **راکبا** زید یعنی فاعل سے حال ہے۔ دوسری مثال میں **مشدودًا** زید یعنی مفعول سے حال ہے۔ تیسری مثال میں **راکبین** فاعل یعنی تُ ضمیر اور مفعول یعنی **عمروًا** سے حال ہے۔

هیئة کے لفظ سے تمیز نکل گئی، اسلئے کہ وہ حالت کو بیان نہیں کرتی بلکہ ذات کو بیان کرتی ہے۔ **الفاعل او المفعول** کے لفظ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

سے وہ چیز نکل گئی جو حال تو بیان کرے مگر فاعل یا مفعول کا حال بیان نہ کرے، مثلاً مبتدا کی صفت جو مبتدا کی حالت کو بیان کرے، جیسے **زید العالم اخوك**۔ **حیثیة** کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو فاعل یا مفعول کی حالت تو بیان کرے مگر اس حیثیت سے بیان نہ کرے کہ وہ فاعل یا مفعول ہے۔ مثلاً فاعل یا مفعول کی صفت، یہ بھی فاعل یا مفعول کی حالت تو بیان کرتی ہے مگر فاعل یا مفعول ہونے کی حیثیت سے بیان نہیں کرتی۔ احترازی مثال: **ضرب زید الجاهل**۔

حال کی تعریف میں فاعل و مفعول بہ میں تعمیم ہے، خواہ وہ فاعل یا مفعول حقیقی ہو یا حکمی ہو۔ اس تعمیم سے حال کی تعریف میں مفعول معہ بھی داخل ہو گیا، کیونکہ مفعول معہ معنی میں فاعل یا مفعول بہ کے ہوتا ہے، اسلئے کہ مفعول معہ یا فاعل سے فعل کے صدور میں اس کا مصاحب ہوتا ہے یا مفعول بہ پر فعل کے وقوع میں اس کا مصاحب ہوتا ہے۔ اسی طرح اس تعمیم سے حال کی تعریف میں وہ حال بھی داخل ہو گیا جو مفعول مطلق سے حال واقع ہوتا ہے، اسلئے کہ مفعول مطلق مفعول بہ کے معنی میں ہی ہوتا ہے۔ جیسے **ضربت الضربَ شدیدا** کا معنی **احدّث الضرب شدیدا** ہے۔ پس الضرب جو کہ مفعول مطلق ہے یہ مفعول بہ حکمی ہے۔ اسی طرح وہ حال بھی داخل ہو جائے گا جو مضاف الیہ سے حال واقع ہو، اسلئے کہ مضاف الیہ سے حال بنانا تب ہی صحیح ہوتا ہے جب مضاف فاعل یا مفعول بہ ہو اور مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام کرنا صحیح ہو، پس اس وقت مضاف الیہ نیابتِ مضاف کی وجہ سے گویا فاعل یا مفعول ہوگا۔ (التقریر السامی)

❷ عبارت کی تشریح:۔ ماتن کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کا عامل فعل بھی ہوتا ہے، شبہ فعل بھی ہوتا ہے اور معنیٰ فعل بھی ہوتا ہے۔ فعل میں تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو۔

شبہ فعل سے مراد وہ اسم ہے جو فعل کے مادہ سے بھی ہو اور فعل والا عمل بھی کرے۔ جیسے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ۔

اسم فاعل کی مثال: **زیدٌ ذاهبٌ راکبًا**۔ اسم مفعول کی مثال: **زیدٌ مضروبٌ قائما**۔ صفت مشبہ کی مثال: **زیدٌ حسن ضاحکا**۔

معنیٰ فعل سے مراد یہ ہے کہ وہ فعل کی تصریح یا تقدیر کے بغیر سیاقِ کلام سے مستنبط ہو۔ جیسے اشارہ، تنبیہ، نداء، تمنی، ترجی و تشبیہ۔

اشارہ و تنبیہ کی مثال: **هٰذا زیدٌ قائما ای اُشیر زیدا قائما یا اُنبّه زیدا قائما**۔ نداء کی مثال: **یا زیدٌ قائما ای ادعو زیدًا قائما**۔ تمنی کی مثال: **لیتَكَ عندنا مقیما ای تمنّیتُك عندنا مقیما**۔ ترجی کی مثال: **لعلّه فی الدار قائما ای ترجّیتُه فی الدار قائما**۔ تشبیہ کی مثال: **کانّه اسدٌ صائلا ای اُشبّهه اسدا صائلا**۔

❸ **ارسلها العراك...** کی تاویل:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۷ھ**

الشق الثانی.....**ومن جهة انّها تفید تخفیفا جاز ترکیب الضاربا زید والضاربوا زید.... وامتنع الضارب زید.... خلافا للفراء فانّه یجوز ترکیب الضارب زید....**

اذکر وجه امتناع الضارب زید. اشرح ما استدل به الفراء علٰی جواز الضارب زید و اجب عن الدلیلین حسب بیان الشارح۔ عرّف الاضافة اللفظیة والمعنویة۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① **الضارب زید** کی وجہِ امتناع ② **الضارب زید** کے جواز پر امام فراء کا استدلال و جواب ③ اضافت لفظیہ و معنویہ کی تعریف۔

جواب..... ① **الضاربُ زیدٍ** کے ممتنع ہونے کی وجہ:۔ اس ترکیب کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے اضافتِ لفظیہ کا فائدہ (**تخفیف فی اللفظ**) حاصل نہیں ہو رہا، کیوں کہ **ضاربٌ** سے تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہے، نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ پس اضافتِ لفظیہ والا فائدہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہے۔

0313 6357912 maktabazakariyamultan@gmail.com

② الضارب زید کے جواز پر امام فراء کا استدلال وجواب:۔ امام فراء نحوی نے الضارب زیدٍ کے جواز پر بطورِ دلیل شعر (الواهب المأة الهجان وعبدها) پیش کیا ہے، اس شعر میں عبدها کا لفظ المائة پر معطوف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور جو عامل معطوف علیہ کا ہوتا ہے وہی عامل معطوف کا بھی ہوتا ہے، لہٰذا تقدیرِ عبارت الواهب عبدها ہوگئی اور یہ ترکیب بالکل الضارب زیدٍ کی طرح ہوگئی پس معلوم ہوا کہ الضاربُ زیدٍ کا استعمال بھی درست ہے۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ترکیب ضعیف ہے۔ شارح نے اس جواب کی دو تقریریں کی ہیں: ① یہ قول فصاحت میں اس قدر قوی نہیں ہے کہ اس سے استدلال کیا جاسکے، کیوں کہ اضافتِ لفظیہ کا تخفیف والا فائدہ اس میں حاصل نہیں ہو رہا، لہٰذا الضاربُ زیدٍ کی طرح اس کا یہ مماثل بھی درست نہیں ہے۔ ② یہ تقریر اس بات پر مبنی ہے کہ ضَعُفَ کا فاعل استدلال ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ فراء کا یہ استدلال ضعیف ہے، اس کی دو وجہیں ہیں: ۱۔ ضعف کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس پر کوئی صریح دلیل نہیں ہے کہ عبدها مجرور ہے اور الواهب اس کی طرف مضاف ہے، کیوں کہ عبدها کے نصب کا بھی احتمال ہے، یا تو اس بناء پر کہ یہ المائة کے محل پر محمول ہے اور المائة محلاً منصوب ہے اس لیے کہ یہ الواهب کا مفعول بہ ہے۔ یا پھر اس لیے کہ یہ الواهب کا مفعول معہ ہے۔ ۲۔ ضعف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایک چیز معطوف میں جائز ہوتی ہے اور معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی جیسے رُبَّ شَاةٍ وَ سَخْلَتِهَا، اس ترکیب میں سخلتها کا شاة پر عطف ہے اور رب عطف کے واسطے سے سخلتها معرفہ پر بھی داخل ہے اور یہ جائز ہے مگر بغیر عطف کے رب کو سخلتها پر داخل کر کے رب سخلتها کہنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں بھی بذریعہ عطف الواهب عبدها جائز ہو مگر بغیر عطف کے جائز نہ ہو۔ (التقریر السامی:۴۲۲)

③ اضافت لفظیہ ومعنویہ کی تعریف:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۸ھ۔

﴿الورقة الخامسة فی الادب العربی﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....وَاَرْجُوْاَنْ لَّااَكُوْنَ فِیْ هٰذَا الْهَذَرِ الَّذِیْ اَوْرَدْتُهٗ وَالْمَوْرِدِ الَّذِیْ تَوَرَّدْتُهٗ كَالْبَاحِثِ عَنْ حَتْفِهٖ بِظِلْفِهٖ وَالْجَادِعِ مَارِنَ اَنْفِهٖ بِكَفِّهٖ فَاَلْحَقَ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا، عَلٰی اَنِّیْ وَاِنْ اَغْمَصَ لِیَ الْفَطِنُ الْمُتَغَابِیْ وَنَضَحَ عَنِّیَ الْمُحِبُّ الْمُحَابِیْ لَا اَكَادُ اَخْلُصُ مِنْ غَمْرِ جَاهِلٍ اَوْ ذِیْ غِمْرٍ مُتَجَاهِلٍ یَضَعُ مِنِّیْ لِهٰذَا الْوَضْعِ وَ یُنَدِّدُ بِاَنَّهٗ مِنْ مَنَاهِی الشَّرْعِ۔ (مقدمہ۔ص۲۵) (درسِ مقامات۔ص۴۷)

شکل العبارة ثم ترجمها۔ انکر ابواب و معانی الکلمات التی علیها خط۔ ما المراد من الوضع فی قوله:لهٰذا الوضع؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی ④ وضع کی مراد۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اس بے ہودہ گوئی میں جس میں پڑ چکا ہوں اور جس گھاٹ پر کہ میں اتر چکا ہوں اس شخص کی طرح نہ ہوں گا جو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتا ہے۔ اور اپنی ناک اپنے ہاتھ سے کاٹنے والا ہے تاکہ میں بھی ان لوگوں میں شامل نہ کیا جاؤں جو اپنے اعمال وافعال کے لحاظ سے نقصان والے ہیں اور جن کی دنیوی زندگی میں کوشش بے کار ہوگئی ہے۔ حالانکہ وہ گمان کرتے ہیں اس بات کا کہ وہ کام کو اچھا کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اگرچہ بتکلف اپنے کو غبی ظاہر کرنے والا ذکی میرے خاطر

نظر بچالے اور میرا شریف دوست میری طرف سے (دشمن کا حملہ) دفع بھی کردے، وہ اس تصنیف کی وجہ سے میرا رتبہ گھٹائے گا اور ڈھنڈورا پیٹے گا کہ یہ شریعت کے ممنوعہ امور میں سے ہے۔

③ الفاظِ مخطوطہ کے ابواب اور معانی:۔ "اَرْجُوْ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی امید رکھنا۔
"اَوْرَدْتُّهٗ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی لانا۔ "اَلْجَادِعُ" یہ باب فتح سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی کاٹنا۔
"اُلْحَقَ" باب افعال سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی لاحق کرنا۔ "سَعْيُهُمْ" یہ باب فتح کا مصدر ہے بمعنی کام کرنا، کوشش کرنا۔
"اَلْفَطِنُ" یہ باب نصر، سمع وکرم سے صفت کا صیغہ ہے بمعنی سمجھنا، ادراک کرنا، ماہر ہونا۔

④ وضع کی مراد:۔ وضع کے متعدد معانی ہیں، یہاں پر ان میں سے مرتبہ گھٹانا وکم کرنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہنسی ومزاح پر مشتمل میری اس تصنیف کی وجہ سے میرے اوپر طرح طرح کی باتیں کرکے میرا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کی جائے گی۔

الشق الثانی.....تَبًّا لِطَالِبِ دُنْيَا :: ثَنٰى اِلَيْهَا اَنْصِبَابَهٗ ۞ مَا يَسْتَفِيْقُ غَرَامًا :: بِهَا وَ فَرْطَ ضَبَابَهٖ
وَ لَوْ دَرٰى لَكَفَاهُ :: مِمَّا يَرُوْمُ صُبَابَهٗ..... ثُمَّ اِنَّهٗ لَبَدَ عَجَاجَتَهٗ وَ غَيَّضَ مُجَاجَتَهٗ وَ اعْتَضَدَ شَكْوَتَهٗ وَ تَأَبَّطَ هِرَاوَتَهٗ فَلَمَّا رَنَتِ الْجَمَاعَةُ اِلٰى تَحَفُّزِهٖ وَ رَاَتْ تَأَهُّبَهٗ لِمُزَايَلَةِ مَرْكَزِهٖ اَدْخَلَ كُلٌّ مِنْهُمْ يَدَهٗ فِيْ جَيْبِهٖ فَاَفْعَمَ لَهٗ سَجْلًا مِنْ سَيْبِهٖ۔ (مقامہ اولیٰ) (درسِ مقامات: ص ۷۹)

شكل العبارة ثم ترجمها ـ حقق الكلمات التى عليها خط ـ اعرب البيت الاول ـ

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ مخطوطہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق ④ بیتِ اول کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فى السوال آنفا ـ**

② عبارت کا ترجمہ:۔ ہلاکت ہو طالبِ دنیا کیلئے جس نے اپنی توجہ اس کی طرف موڑ دی۔ جو افاقہ حاصل نہیں کرسکتا دنیا کے ساتھ شدتِ محبت اور عشق کی زیادتی کی وجہ سے۔ اگر وہ اسکی حقیقت جان لیتا تو اسکو ان چیزوں کا بچا کھچا بھی کفایت کرجاتا جن کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ پھر اس نے اپنے پھیلے ہوئے غبار کو سمیٹ کر بٹھایا، اپنے لعاب کو خشک کیا، اپنے مشکیزہ کو بازہ میں لیا اور اپنی لاٹھی کو بغل میں لیا۔ پس جب جماعت نے کودنے کیلئے اس کی آمادگی کو دیکھا اور اپنے مرکز سے جُدا ہونے کیلئے اس کی تیاری کو محسوس کیا تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی جیب میں ہاتھ داخل کیا اور اس کیلئے اپنی بخشش سے تھیلا بھر دیا۔

③ مخطوطہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ **اَنْصِبَابٌ**: یہ باب انفعال (مضاعف) کا مصدر ہے بمعنی میلان ورجحان ہونا۔
يَسْتَفِيْقُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر **استفاق** (استفعال۔اجوف) بمعنی افاقہ پانا، صحت یاب ہونا۔
عَجَاجَةٌ: یہ مفرد ہے اس کی جمع **عَجَاجٌ** ہے بمعنی گرد وغبار۔ دھواں۔
تَأَبَّطَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **تَأَبُّطًا** (تفعل۔مہموز) بمعنی بغل میں لینا۔
تَحَفُّزٌ: یہ باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی زانو یا سُرین کے بل بیٹھنا۔ کودنے کیلئے آمادہ ہونا۔

④ شعر کی ترکیب:۔ **تَبًّا** یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف **تَبَّ** کا **لام** جارہ **طَالِبِ دُنْيَا** مضاف ومضاف الیہ ملکر موصوف **ثَنٰى** فعل وفاعل **اِلَيْهَا** جار ومجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے **اَنْصِبَابَهٗ** مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل متعلق ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت، موصوف وصفت ملکر مجرور، جار ومجرور ملکر متعلق ہوا مفعول مطلق کے، فعل محذوف اپنے فاعل و مفعول مطلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... فَلَمَّا رَوَّقَ اللَّيْلُ الْبَهِيْمُ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا التَّهْوِيْمُ سَمِعْنَا مِنَ الْبَابِ نَبْأَةَ مُسْتَنْبِحٍ ثُمَّ تَلَتْهَا صَكَّةُ مُسْتَفْتِحٍ فَقُلْنَا مَنِ الْمُلِمُّ فِي اللَّيْلِ الْمُدْلَهِمِّ فَقَالَ:

يَا اَهْلَ ذَا الْمَغْنٰى وُقِيْتُمْ شَرًّا ... وَلَا لَقِيْتُمْ مَا بَقِيْتُمْ ضُرًّا

قَدْ دَفَعَ اللَّيْلُ الَّذِيْ اِكْفَهَرَّا ... اِلٰى ذَرَاكُمْ شَعِثًا مُغْبَرًّا (مقامہ:۵)

شكل العبارة و ترجمها ـ حقق الكلمات التى عليها خط ـ اعرب البيت الثانى ـ ما اسم هٰذه المقامة و ماهى قصتها؟

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، آخری شعر کی نحوی ترکیب کریں۔ (درسِ مقامات:۲۱۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق ④ آخری شعر کی ترکیب ⑤ مقامہ کا نام وقصہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پس جب تاریک رات نے اپنا خیمہ تان لیا اور اونگھ کے علاوہ کچھ باقی نہ رہا تو ہم نے دروازہ سے کتوں کے بھونکوانے والے کی آواز سنی پھر اُس کے پیچھے دروازہ کھلوانے والے کی کھٹکھٹاہٹ آئی پس ہم نے کہا کہ تاریک رات میں آنے والا کون ہے؟ تو اُس نے کہا (اشعار) اے گھر والو! تم شر سے بچائے جاؤ اور جب تک تم باقی رہو بدحالی وتکلیف سے نہ ملو۔ تحقیق دفع کر دیا یا دھکیل دیا اُس رات نے جو تاریک ہے تمہارے صحن کی طرف ایک پراگندہ بالوں والے غبار آلود شخص کو۔

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "اَلتَّهْوِيْمُ" یہ بابِ تفعیل کا مصدر ہے بمعنی ہلکی نیند واُونگھ کا آنا۔

"رَوَّقَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر تَرْوِيْقٌ (تفعیل، اجوف) بمعنی خیمہ تاننا۔

"مُسْتَفْتِحٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِسْتِفْتَاحٌ (استفعال، صحیح) بمعنی کھلوانا۔

"اَلْمُلِمُّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِلْمَامٌ (افعال، مضاعف) بمعنی فروکش ہونا، مہمان بننا۔

"اَلْمُدْلَهِمُّ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِدْلِهْمَامٌ (افعلال، صحیح) بمعنی سخت تاریک ہونا۔

"اِكْفَهَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِكْفِهْرَارٌ (افعلال، صحیح) بمعنی تاریکی کا گہرا ہونا۔

"مُغْبَرًّا" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِغْبِرَارٌ (افعلال، صحیح) بمعنی غبار آلود ہونا۔

④ آخری شعر کی نحوی ترکیب:۔ قد تحقیقیہ دفع فعل اللیل موصوف الذی اسم موصول اکفهر فعل مع فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ ملکر صفت، موصوف صفت ملکر فاعل، الٰی جارہ ذراکم مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، شعثًا مغبرًّا موصوف صفت ملکر مفعول بہٖ، فعل اپنے فاعل مفعول بہٖ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

⑤ مقامہ کا نام وقصہ:۔ اس عبارت کا تعلق ''مقامۂ خامسہ کوفیہ'' سے ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اس مقامہ میں علامہ حریری نے اشعار میں فقیر کی صدا لگائی، کہانی کچھ اس طرح ترتیب دی کہ حارث بن حمام کوفہ میں چند ساتھیوں کے ساتھ رات کو قصہ گوئی میں مشغول تھا، ایک فقیر نے دروازہ پر آ کر صدا لگائی اور ان سے ٹھکانہ وکھانا طلب کیا، انھوں نے دروازہ کھولا، فقیر کو کھانا کھلایا تو دیکھا کہ وہ ابوزید سروجی تھا، اس سے مطالبہ کیا کہ ہمیں اپنا کوئی عجیب وغریب قصہ بیان کیجئے، ابوزید سروجی نے اپنا ایک عجیب واقعہ سنایا کہ کل رات میں ایک گھر کے پاس جا کر اشعار میں صدا لگانے لگا تو ایک بچہ نکلا اور اس نے اشعار ہی میں جواب دیا کہ ہمارے پاس خود کھانے کیلئے کچھ نہیں ہے ہم فقیر کو کیا کھلا سکتے ہیں؟ ابوزید بچہ کی برجستگی سے بڑا متاثر ہوا، اس

سے پوچھا کہ بیٹے آپ کا تعارف کیا ہے؟ کہنے لگا، میرا نام زید ہے اور میں فید کا رہنے والا ہوں اور یہاں میں مسافر ہوں، میرے باپ نے شادی کی، بیوی جب امید سے ہوگئی تو وہ غائب ہوگیا، معلوم نہیں کہ اب وہ زندہ ہے کہ مردہ؟ ابوزید نے کہا، میں نے جان لیا کہ یہ میرا ہی بیٹا ہے کیونکہ یہ حرکت میں نے ہی کی تھی، یہ عجیب واقعہ سننے کے بعد حاضرین نے ابوزید سروجی سے پوچھا کہ آپ بیٹے سے اب کب ملیں گے؟ کہنے لگا جب کچھ رقم ہاتھ آئے گی تب ملوں گا، فقر کی حالت میں ملنے کا کیا فائدہ؟ حاضرین میں سے ہر ایک نیاس کے ساتھ تعاون کیا، جب وہ روانہ ہوا تو حارث بھی ساتھ جانے لگا کہ بیٹے سے اس کی بھی ملاقات ہو، ابوزید نے حارث کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگایا اور اشعار میں کہا کہ یہ ساری کہانی من گھڑت ہے، یہ رقم بٹورنے کا ایک حربہ تھا جو میں نے استعمال کیا۔

الشق الثانی.....**حَكَى الْحارثُ بْنُ همامٍ قال اَزْمَعْتُ الشُّخُوْصَ مِنْ بَرْقَعِيْدَ وقد شِمْتُ بَرْقَ عِيْدٍ فَكَرِهْتُ الرِّحْلَةَ عن تلك المدينةِ او اَشْهَدَ بها يَوْمَ الزِّيْنَةِ فَلَمّا اَظَلّ بِفَرْضِهٖ ونَفْلِهٖ واَجْلَبَ بِخَيْلِهٖ ورَجْلِهٖ اَتْبَعْتُ السُّنّةَ فِي لُبْسِ الْجَدِيْدِ وبَرَزْتُ مع مَنْ بَرَزَ لِلتَّعْيِيْدِ** ۔(مقامہ ۷۔ص ۱۱۸)(درسِ مقامات:۳۰۳)

شكل العبارة و ترجمها ۔ حقق الكلمات التى عليها خط ۔ اعرب الجملة:فكرهت الرحلة عن تلك المدينة الخ.

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں:① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق ④ **فكرهت الرحلة عن المدينة الخ** کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فى السوال آنفا**۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ حارث بن ہمّام نے بیان کیا کہ میں برقعید شہر سے کوچ کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا اور میں نے عید کا چاند دیکھا تو اس شہر سے کوچ کرنے کو ناپسند سمجھا یا عید کے دن وہاں موجود رہنا چاہئے۔ پس جب عید نے اپنے فرض اور اپنے نفل کے ساتھ سایہ ڈالا (قریب آئی) اور اپنے سواروں اور پیدلوں کو کھینچ لائی تو میں نے نیا لباس پہنا سنت کی اتباع اور پیروی کرتے ہوئے اور عید کے لئے گھر سے نکلنے والوں کے ساتھ گھر سے نکلا۔

③ الفاظِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "**اَزْمَعْتُ**" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **اِزْمَاعًا** (افعال) بمعنی عزم کو ظاہر کرنا۔ "**اَشْهَدَ**" صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر **شُهُوْدًا** (سمع) بمعنی حاضر ہونا۔

"**فَكَرِهْتُ**" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **كَرْهًا و كَرَاهَةً** (سمع) بمعنی مکروہ سمجھنا و ناپسند کرنا۔

"**اَلرِّحْلَةُ**" یہ باب سمع کا مصدر ہے بمعنی کوچ کرنا۔ "**بَرَزْتُ**" صیغہ واحد متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **بُرُوْزًا** (نصر) بمعنی ظاہر کرنا۔

"**بِفَرْضِهٖ**" یہ مفرد ہے اسکی جمع **فَرَائِضُ و فُرُوْضٌ** ہے بمعنی بندوں پر لازمی حکم، مصدر **فَرْضًا** (ضرب) بمعنی فرض کرنا۔

"**نَفْلِهٖ**" یہ مفرد ہے اس کی جمع **نَوَافِلُ** ہے بمعنی زیادتی، وہ کام جو فرائض وواجبات سے زائد کرنے کا کہا جائے۔

④ **فكرهت الرحلة عن المدينة الخ** کی ترکیب:۔ **فاء** نتیجیہ **كرهت** فعل با فاعل **الرحلةَ** مفعول بہ **عن** جار **تلك** اسم اشارہ **المدينة** مشارالیہ، اشارہ مشارالیہ ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ **او** بمعنی **الّا اَنْ اشهد** فعل وفاعل **بالمدينة** جار مجرور ملکر متعلق ہوا **اشهد** کے **يوم الزينة** مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ، فعل اپنے فاعل اور متعلق ومفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر معطوف ہوا ما قبل پر۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....عبارت کا عربی میں ترجمہ کریں۔ قلم اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے، اسکے ذریعہ انسان حیوان سے ممتاز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ بہت سے لوگوں کو پستی کے مقام سے بلندی کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پستیوں

میں گرادیتے ہیں چنانچہ وہ جاہل اور لوگوں کے دست نگر بن کے جیتے ہیں جن کی زندگی میں نہ کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے نہ وقار و عزت اور نہ ہی کوئی انسان ان کا پاس ولحاظ کرتا ہے، اس کی قیمت قلیل سی ہے مگر کام بہت بڑا۔ بے قیمت اور چھوٹی سی لکڑی یا لوہے کے ایک بے قیمت چھوٹے سے ٹکڑے سے ہی اسے تیار کیا جاتا ہے مگر یہ بڑے بڑے کام انجام دیتا ہے۔ قلم ہی کے ذریعہ لوگوں کے بہت سے کام انجام پاتے ہیں اور اسکے ذریعہ ملکوں کا نظام حکومت چلتا ہے۔ (ص ۲۴۔ مجلس نشریات اسلام)

جواب .....اردو عبارت کا عربی میں ترجمہ:۔ **القلم نعمة الله تعالٰی العظیمة یمتازبها الانسان عن الحیوان، یرفع الله به کثیرا من الناس من المنزلة الوضیعة الی المنزلة الرفیعة و یسقط الله به کثیرا من الناس فیعیشون جُهَّالًا رعاع الناس لا قیمة لهم فی الحیاة ولا وقارلهم ولا عزولا یعبأبهم احد وانه رخیص جدا و عمله جلیل لا یصنع الامن الخشب القصیر التافة او بقطعة صغیرة من الحدید الرخیص غیر انه یؤدی عملًا ضخامًا و به تقضی مآرب کثیرة الناس و تداردفة الحکم علی البلاد۔**

الشق الثانی .....اکتب مقالة علی احد العناوین التالیة:الکهرباء وفوائدها ، العقل و فوائده۔

جواب ..... **..... الکهرباء و فوائدها.....**

الکهرباء آسُّ الحضارة و وسیلة من وسائل التقدم والرقی تجعل الدنیا بضیائها فی اللیل کالنهار یستخدمها الانسان فی کثیر من حاجاته و هی تنفعه نفعًا عظیمًا، بها تضاء المنازل والمقاهی والمدارس والشوارع، انها تمحو الظلام محوًا و تبدله نورًا ثاقبًا، بهابهجة الحقلات ورونق الافراح انها اقوٰی من جمیع الانوار التی نستنتجها من الزیوت المختلفة۔ الحاصلة من النبات او من الارض۔

وهی تسیر الترام الذی یسهل فی المدن حاجة کبیرة من تنقلات الناس من جوانب المدینة الواحدة الی الُاخرٰی مع ماله من اجرة رخیصة فالناس یختلفون الی هنا و هناك باسرع طریق کانت الالات والما کینات تحرك وتدار بمشقة عظیمة قبل اکتشافات الکهرباء فلما اکتشف سهل ادارتها و تحریکها و تحملت الکهرباء و حدها ما کان یتحمله الوف من الناس من تسییرالالات والماکینات فبذالك یسهل کل عمل صناعی فالمعامل والمصانع تعمل بسرعة فائقة و توفر لاهلها مالا کثیرا و منافع جُمَّة و تقدم للُامة المصنوعات الکثیرة۔ فلا یقل الناس ما یحتاجون الیها من مصنوعات و اشیاء و منتجات۔

..... العقل وفوائدهٗ .....

غیر خاف ان اشرف الخواص التی یتمیّز الانسان به من الحیوان هو العقل الذی هو سلطان القرائح ورأس العلوم و سبب ادراکها و مادة الفهم و منبع الحکمة وهو الموصل الی صلاح الدین والدنیا لا تستقیم الحیاة الابه ولاتدورا الامور الا علیه وهو نور موضوع فی القلب کنور البصر فی العین ینقص و یزید و یذهب و یعود و کیف لا یکون العقل افضل موجود فی البریة و اشرف موضوع فی هذا الخلیقة الاٰدمیة و قد خصه الله تعالٰی بالانسان لشرفه وکما له و عزته و جلاله۔

انما العقل نور عظیم رزقه الله الانسان یسلك به طرقه بالسلامة والاستقامة و به یسیطر علی الحیوانات والاحیاء الاخری و به یترقی و یتقدم و یخترع المصنوعات ویکشف المجاهیل و یصنع الخطط و یرتب المبادئ و یحکم علی الموجودات یشق الجبال و یجفف جوانب البحار فیکون منها

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

برا یبسا و یطیر فی الجّو ویسافر فی اعماق البحور فهو آلة بین یدیه یتسلط بها علی کثیر من الاشیاء فهو نور من الله من حرمه حرم خیرا کثیرا (و من یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا)۔

﴿الورقة السادسة فی المنطق و البلاغة﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٤٥ھ

الشق الاوّل.....العلم ما تصور فقط وهو حصول صورة الشیئ فی العقل او تصور معه حکم وهو اسناد امر الیٰ آخر ایجابا او سلبا ویقال للمجموع : تصدیق۔

وضّح کل واحد من التصور فقط والتصور مع الحکم بالامثلة ۔ "وهو حصول صورة الشیئ فی العقل" هل هٰذا تعریف لمطلق التصور او للتصور فقط؟ اشرح هٰذا بطرز الشارح ۔ حرّر اختلاف الحکماء والامام الرازی فی اجزاء التصدیق ۔

جواب ..... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ١٤٣٦ھ و١٤٣٩ھ ۔

الشق الثانی.....قَالَ الثَّالِثُ اَلْکُلِّیَّانِ مُتَسَاوِیَانِ اِنْ صَدَقَ کُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلٰی کُلِّ مَا یَصْدُقُ عَلَیْهِ الْاٰخَرُ.... وبَیْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مُطْلَقًا اِنْ صَدَقَ اَحَدُهُمَا عَلٰی کُلِّ مَا یَصْدُقُ عَلَیْهِ الْاٰخَرُ مِنْ غَیْرِ عَکْسٍ.... وبَیْنَهُمَا عُمُوْمٌ وَخُصُوْصٌ مِنْ وَجْهٍ اِنْ صَدَقَ کُلٌّ مِنْهُمَا عَلٰی بَعْضِ مَایَصْدُقُ عَلَیْهِ الْاٰخَرُ.... ومُتَبَایِنَانِ اِنْ لَمْ یَصْدُقْ شَیْئٌ مِنْهُمَا عَلٰی مَا یَصْدُقُ عَلَیْهِ الْاٰخَرُ ....

شکل العبارة واشرحها ۔ اوضح مفهوم قول الشارح بالامثلة: فمرجع التباین الکلی الی سالبتین کلیتین من الطرفین مع ذکر الامثلة ۔

جواب .....مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ١٤٤٤ھ ۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٤٥ھ

الشق الاوّل.....قَالَ: وَالنَّوْعُ الْاِضَافِیُّ مَوْجُوْدٌ بِدُوْنِ الْحَقِیْقِیِّ کَالْاَنْوَاعِ الْمُتَوَسِّطَةِ وَالْحَقِیْقِیُّ مَوْجُوْدٌ بِدُوْنِ الْاِضَافِیِّ کَالْحَقَائِقِ الْبَسِیْطَةِ فَلَیْسَ بَیْنَهُمَا عُمُوْمٌ و خُصُوْصٌ مُطْلَقًا بَلْ کُلٌّ مِنْهُمَا اَعَمُّ مِنَ الْاٰخَرِ مِنْ وَجْهٍ لِصِدْقِهِمَا عَلَی النَّوْعِ السَّافِلِ ۔

شکل العبارة ثم ترجمها ۔ عرّف کل واحد من النوع الحقیقی والاضافی ۔اکتب اختلاف المتقدمین و المتأخرین من المناطقة فی النسبة بین النوع الحقیقی و الاضافی مع تعیین ما رجّحه الشارح من المذهبین۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ درج ذیل امور ہیں:① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ نوعِ حقیقی واضافی کی تعریف ④ نوعِ حقیقی واضافی کے درمیان نسبت میں مناطقہ کا اختلاف وترجیحِ راجح۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا ۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ ماتنؒ کہتے ہیں کہ نوعِ اضافی موجود ہے نوعِ حقیقی کے بغیر جیسے انواعِ متوسطہ اور نوعِ حقیقی موجود ہے نوعِ اضافی کے بغیر جیسے حقائقِ بسیطہ، پس ان میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت نہیں ہے بلکہ ہر ایک ان میں سے دوسرے سے من وجہ اعم ہے بوجہ ان دونوں کے نوعِ سافل پر صادق آنے کے۔

③ نوعِ حقیقی واضافی کی تعریف:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی١٤٣٦ھ ۔

❹ نوعِ حقیقی واضافی کے درمیان نسبت میں مناطقہ کا اختلاف وترجیحِ راجح:۔ نوع حقیقی اور نوع اضافی کے درمیان پائی جانے والی نسبت میں اختلاف ہے، متقدمین وشیخ کے نزدیک ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، نوع اضافی نوع حقیقی سے اعم مطلق ہے جبکہ متاخرین اور مصنفؒ کے ہاں ان کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے تو ماتنؒ نے **فلیس بینهما عموم و خصوص مطلقا** کہہ کر دعویٔ اعم کی صورت میں متقدمین کا رد کر دیا۔

اگر مصنف یوں کہہ دیتے کہ نوع اضافی نوع حقیقی سے اعم نہیں ہے تو ان کا رد تو ہو جاتا لیکن اس صورت میں یہ وہم ہو سکتا تھا کہ ہو سکتا ہے نوع اضافی نوع حقیقی سے اعم تو نہ ہو لیکن نوع حقیقی نوع اضافی سے اعم ہو تو اس صورت میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت کا رد نہ ہو سکتا اور نہ ہی عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ثابت ہو پاتی، پس جب اس نے کہا کہ ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت نہیں تو اس سے بطریق اعم یعنی دونوں طرف سے رد ہو گیا کہ نوع اضافی بھی نوع حقیقی سے اعم مطلق نہیں اور نوع حقیقی بھی نوع اضافی سے اعم مطلق نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ نوع حقیقی نوع اضافی کے بغیر پائی جاتی ہے اور نوع اضافی نوعِ حقیقی کے بغیر پائی جاتی ہے اور ایسی دو چیزیں جن میں سے ہر ایک دوسری کے بغیر پائی جائے ان کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت نہیں ہوتی۔

نوعِ اضافی نوعِ حقیقی کے بغیر پائی جائے جیسے انواع متوسطہ (حیوان) یہ نوع اضافی تو ہیں لیکن نوع حقیقی نہیں کیونکہ یہ اجناس ہیں اور جنس نوع حقیقی نہیں ہو سکتی۔ نوعِ حقیقی نوع اضافی کے بغیر پائی جائے جیسے حقائق بسیطہ کہ یہ انواع حقیقیہ تو ہیں لیکن انواع اضافیہ نہیں کیونکہ اگر یہ انواع اضافیہ ہوں تو ان کا جنس وفصل سے مرکب ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ حقائق بسیطہ ہے۔ (الدرر السنیۃ: ۲۲۰)

الشق الثانی.....**قَالَ: وَالْقَضَايَا الْمُوَجِّهَةُ الَّتِيْ جَرتِ العادةُ بِالْبَحْثِ عَنْهَا وعن اَحْكَامِهَا ثَلٰثَةَ عَشَرَ قَضِيَّةً مِنْهَا بَسِيْطَةٌ وَهِيَ التى حَقِيْقَتُهَا اِيْجَابٌ فَقَطْ اَوْ سَلْبٌ فَقَطْ وِاِمَّا مُرَكَّبَةٌ وهى التى حَقِيْقَتُهَا تَرَكَّبَتْ مِنْ اِيْجَابٍ وسَلْبٍ مَعًا، اَمَّا الْبَسَائِطُ فَسِتٌّ اَلْاُوْلٰى: اَلضَّرُوْرِيَةُ الْمُطْلَقَةُ.... اَلثَّانِيَةُ: اَلدَّائِمَةُ الْمُطْلَقَةُ....**

شكل العبارة ثم ترجمها ۔ عرّف البسيطة والمركبة ومثّل لكل واحد منهما مثالا ۔ حرّر اسماء البسائط والمركبات ثم عرّف الضرورية المطلقة والممكنة العامة ووضحهما بالامثلة۔ (البحث الرابع فی القضايا الموجهه)

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا ۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ ماتنؒ نے کہا کہ وہ قضایا موجہہ کہ ان سے اور ان کے احکام سے بحث کی عادت جاری ہے وہ تیرہ قضایا ہیں، ان میں سے بعض قضایا بسیطہ ہیں اور بسیطہ وہ ہے جس کی حقیقت صرف ایجاب یا صرف سلب ہو، اور بعض قضایا مرکبہ ہیں اور مرکبہ وہ ہے جس کی حقیقت ایجاب وسلب دونوں سے مرکب ہو۔ بہر حال بسائط چھ ہیں: اوّل ضروریہ مطلقہ ہے.... ثانی دائمہ مطلقہ ہے....

❸ بقیہ مکمل جواب:۔ **كما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۱ھ ۔**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....**كل ما يحول فی الصدر من المعانی يمكن ان يعبر عنه بثلاث طرق،المساواة: وهی تأدية المعنى المراد بعبارة مساوية له بأن تكون على الحد الذی جرى به عرف اوساط الناس وهم الذين لم يرتقوا الٰی درجة البلاغة ولم ينحطوا الٰی درجة الفهاهة نحو:و اذا رأيت الذين يخوضون فی آياتنا فاعرض عنهم۔**

ترجم العبارة واضحة ۔ اشرح المساواة فی الآية المباركة ۔ عرّف الايجاز والاطناب مع ايراد الامثلة وبيّن ثلاثة من دواعی الايجاز وثلاثة من دواعی الاطناب۔

جواب..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ آدمی کے دل میں جو کچھ خیالات گردش کرتے ہیں ان کو تین طرح سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

03136357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

مساوات: وہ معنی مرادی کو مساوی عبارت کے ذریعہ ادا کرنا ہے بایں طور کہ درمیانی درجہ کے لوگوں کے عرف وعادت کے مطابق ہو۔ اور درمیانی درجہ کے لوگ وہ ہیں جو بلاغت کے درجہ تک نہ پہنچے ہوں اور گونگے پن کے درجہ تک بھی نہ اُترے ہوں، جیسے آیت کریمہ: **و اذا رأیت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنهم** (جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہوجا)۔

❷ بقیہ مکمل جواب:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۱ والشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۰ھ**

الشق الثانی..... **بَارَكَ اللّٰهُ لِلْحَسَنِ:: وَلِبُوْرَانَ فِی الْخَتَنِ ۞ یَا اِمَامَ الْهُدٰی ظَفِرْ:: تَ وَلٰكِنْ بِبِنْتِ مَنْ ۔**

عرّف علم البدیع وقسمیه ۔ شکل الاشعار وترجمها ۔ بیّن القسم من محسنات معنویة الذی ذکرت هذه الاشعار لایضاحه ۔ اوضح المجاز العقلی مع ایراد الامثلة ۔

جواب..... ❶ علم بدیع اور اس کی اقسام کی تعریف:۔ علم بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعے ایک فصیح و بلیغ اور واضح المراد کلام کو مزین وخوبصورت بنانے کے طریقے معلوم ہوں یعنی فصیح و بلیغ کلام میں مزید حسن پیدا کرنے کے طریقے معلوم ہوں۔ اگر ان اسالیب و طریقوں کا تعلق الفاظ سے ہو تو ان کو محسناتِ لفظیہ کہتے ہیں اور اگر ان اسالیب کا تعلق معانی سے ہو تو ان کو محسناتِ معنویہ کہتے ہیں۔

❷ اشعار پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا ۔**

❸ اشعار کا ترجمہ:۔ اللہ تعالی برکت دے حسن اور اس کی بیٹی بوران کو دامادی کے رشتہ میں، اے ہدایت کے امام و پیشوا! تو کامیاب ہوگیا مگر کس کی لڑکی سے شادی کرکے۔

❹ اشعار میں مذکور محسنات معنویہ:۔ محسناتِ معنویہ میں سے دوسری قسم ایہام ہے، ایہام کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کلام کیا جائے جو دو متضاد و مخالف معانی کا احتمال رکھتا ہو۔ چنانچہ یہاں دوسرے شعر میں شاعر نے ''بِنتِ مَنْ'' کے ذریعہ ایسا جملہ کہا ہے جس میں بادشاہ مامون رشید کے سسر حسن بن سہل کی مدح وہجو کے دونوں پہلو کا احتمال ہے۔ مدح کی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ اے بادشاہ! آپ نے کس قدر عظیم شخص کی بیٹی سے عقدِ نکاح کیا ہے۔ ہجو کی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ اے بادشاہ! آپ نے عقدِ نکاح تو کرلیا ہے مگر آپ کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کا سسر کس قدر کمینہ ورذیل شخص ہے۔

❺ مجازِ عقلی کی وضاحت:۔ **کما مرّ فی السوال الثالث ۱۴۴۳ھ ۔**

﴿لا الٰه الّا انت سبحانک انّی کنت من الظالمین﴾

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**